ضیاء النبی ﷺ
پیر محمد کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

ضیاء النبی ﷺ
پیر محمد کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور

جلد پنجم

آیات طیبات در ثنائے مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام،
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات،
آداب معاشرت، المعجزات،
فضائل درود شریف

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ . لاہور

نام کتاب	ضیاء النبی ﷺ (جلد پنجم)
مصنف	پیر محمد کرم شاہ الازہری
	سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ، بھیرہ شریف
	پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ
	جج سپریم کورٹ آف پاکستان
کمپوزنگ	الفاروق کمپیوٹرز، لاہور
تعداد	پانچ ہزار
تاریخ اشاعت	ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
ایڈیشن	بار دوم
طابع	تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون ۔7220479

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾ اٰمِیۡنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِ الْخَلْقِ، شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ، رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مَّعْرُوْضَةً عَلَيْهِ مَقْبُوْلَةً لَّدَيْهِ مَحْبُوْبَةً اِلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ وَمَنْ اَحَبَّهٗ وَاتَّبَعَهٗ وَاٰمَنَ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَلٰى قَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ، وَفَضْلِهٖ وَكَمَالِهٖ وَجُوْدِهٖ وَنَوَالِهٖ وَعِزِّهٖ وَجَلَالِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاُمَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

ضیاء النبی ﷺ کی پہلی چار جلدوں کا آپ نے مطالعہ فرمالیا ہوگا اور سرور عالم وعالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے حالات مبارکہ از یوم ولادت باسعادت تا وصال پر ملال پر آگاہی حاصل کرلی ہوگی۔

اب بتوفیقہ تعالیٰ اس ذات اقدس واطہر کے ان غیر متناہی کمالات اور بے مثال صفات عالیہ کا ذکر کیا جارہا ہے جن سے متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو مرقع دلبری و زیبائی بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ انسانیت کے گم کردہ راہ کاروان کو صراط مستقیم پر گامزن فرمادیں۔

ہادی برحق ﷺ نے جب تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت حضور کے پاس نہ سیم وزر کے انبار تھے، نہ مال ودولت کی فراوانی تھی تاکہ سیم وزر سے لوگوں کی جھولیاں بھر کر انہیں

اپنے دین کی طرف راغب کر سکیں اور نہ قوت و سطوت نام کی کوئی چیز تھی جس کے زور سے لوگوں کو کلمہ حق کہنے پر مجبور کر سکیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان مقبول ہی نہیں جسے بھاری بھر کم رشوت لے کر قبول کیا گیا ہو یا بزور شمشیر اس کا اعتراف کرایا گیا ہو۔ ارشاد خداوندی ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین قبول کرنے میں کسی جبر و اکراہ کی اجازت نہیں۔ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے کئی بار یہ اعلان کیا گیا ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ جس کا جی چاہے اپنے خالق و مالک پروردگار پر ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے اپنے رحمٰن ورحیم پروردگار کی الوہیت کا انکار کر دے جبر و تشدد یا دولت کا لالچ دے کر کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ جو شخص ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے باعث ایمان لائے گا اس کا ایمان مسترد کر دیا جائے گا۔ ایسا ایمان نہ دنیا میں اس کے کسی کام آئے گا اور نہ روز قیامت اس کے لئے باعث نجات ہو گا۔

بظاہر یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ باطل تو ہر قسم کی مادی قوتوں سے لیس ہو، اس کے پاس سیم وزر کے انبار ہوں، اس کے پاس ہر قسم کے تباہ کن اسلحہ کی بھر مار ہو، لیکن حق کے پاس اس کی بے سروسامانی کے بغیر کچھ بھی نہ ہو۔ پھر اس کو حکم دیا جائے کہ وہ باطل کے فولادی قلعوں پر ہلہ بول دے اور ان کو روند کر ملیامیٹ کر دے۔

لیکن اگر حقیقت بین نظروں سے دیکھا جائے تو یہ صورت حال ہرگز تعجب خیز نہیں بلکہ حق کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی بالادستی قائم کرنے کیلئے، اپنی قوت و شوکت کا پرچم لہرانے کیلئے فقط اپنی طبعی اور فطری توانائیوں پر بھروسا کرے۔ حق خود ایک قوت ہے، ناقابل تسخیر قوت، اس قوت کو ایسا حسن دیا گیا ہے جس کی دلکشی اور دلربائی کے سامنے ماہ چہاردہم بھی خجل ہے۔ اور اس کی عظمتوں کے سامنے ہمالہ کی چوٹیاں بھی سرافگندہ ہیں۔ اگر حق قبول کرنے کیلئے کسی کو رشوت دی جائے یا جبر واکراہ سے کام لے کر کسی کو حق قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس سے بڑھ کر حق کی کوئی توہین نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حق پیش کرنے والے نے حق کے حسن و جمال کی دلربائیوں کو سمجھا ہی نہیں اگر اس نے حسن کی اثر اندازیوں کا صحیح جائزہ لیا ہوتا تو وہ کبھی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کرتا۔

یہاں میں حق کی ناقابل تسخیر قوت کی وضاحت کیلئے قرآن کریم سے دو واقعات ہدیہ قارئین کرتا ہوں امید ہے کہ ان کے مطالعہ سے حق کے بارے میں اگر کسی کے ذہن میں

کوئی شک وشبہ ہو گا تو وہ بھی دور ہو جائے گا۔ پہلی مثال۔ سورۃ الشعراء کی آیات 61اور 62 میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کرتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ سمندر کے کنارے پر پہنچتے ہیں تو فرعون اپنے قشون قاہرہ کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھاگا چلا آرہا ہے اور سامنے سمندر کی تند و تیز موجیں ان کا راستہ روکے کھڑی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے تو وہ گھبرا کر فریاد کرتے ہیں "اے موسیٰ! ہم تو پکڑے گئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ آگے بڑھتے ہیں تو سمندر کی موجیں ہمیں نگلنے کیلئے منہ کھولے ہوئے ہیں اگر یہاں رکتے ہیں تو فرعون اپنے لشکر سمیت ہمیں اپنے محاصرہ میں لے لے گا اور ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اے موسیٰ! اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔"

لیکن اللہ کا کلیم اور اللہ کا رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ ان کو جواب دیتے ہیں "کَلَّا" ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ سمندر کی موجوں کی مجال ہے کہ ہمارا راستہ روک سکیں اور نہ فرعون کے لشکر جرار میں یہ قوت ہے کہ ہمیں گزند پہنچا سکے۔ ہم اللہ کے حکم سے سفر ہجرت پر نکلے ہیں اور ہمیں اس کی پناہ حاصل ہے۔ اس لئے تمہیں گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

آیات قرآنی کا مطالعہ فرمائیں سطوت و قدرت خداوندی کا کیا جلال ظاہر ہو رہا ہے ارشاد الٰہی ہے:

فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝
قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (1)

"پس جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا دونوں گروہوں نے تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے ہائے! ہم تو یقیناً پکڑ لئے گئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہنمائی فرمائے گا۔"

اس سلسلہ کی دوسری مثال وہ ہے جو سورۂ طٰہٰ آیت 70 تا 73 میں مذکور ہے۔

1۔ سورۃ الشعراء: 61-62

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (1)

"پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے۔ انہوں نے (برملا) کہہ دیا کہ (اے لوگو سن لو) ہم ایمان لے آئے ہیں ہارون اور موسیٰ کے رب پر۔ فرعون (گویا رائے ضبط نہ رہا) بولا۔ تم تو ایمان لا چکے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں مقابلہ کی اجازت دی۔ وہ تو تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تمہیں سکھایا ہے جادو کا فن۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ پاؤں یعنی ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں۔ اور سولی چڑھاؤں گا تمہیں کھجور کے تنوں پر اور تم خوب جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیرپا ہے۔
انہوں نے کہا اے فرعون! ہمیں اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئی ہیں پس ہمارے بارے میں جو فیصلہ تو کرنا چاہتا ہے کر دے (ہمیں ذرا پروا نہیں) تو صرف اس فانی دنیوی زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے یقیناً ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ وہ بخش دے ہمارے لئے ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو بھی جس پر تم نے مجبور کیا ہے۔ یعنی فن سحر۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔"

یہاں ان آیات کے مفہوم کو مزید واضح کرنے کیلئے تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس

1۔ سورہ طہ 70-73

ہدیہ قارئین ہے تاکہ قرآن کی جلالت شان کا قارئین کو پوری طرح اندازہ ہو سکے:

"جادوگر، جادو کی حقیقت سے خوب آگاہ تھے جب انہوں نے عصائے موسوی کو اژدھا بن کر ان رسیوں کو ہڑپ کرتے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ جو کچھ موسیٰ نے کر دکھایا ہے وہ جادو کی نظر بندی نہیں ہے بلکہ قدرت خداوندی کی جلوہ نمائی ہے۔ سچائی اور صداقت کے حسن نے انہیں ایسا متوالا اور وارفتہ کر دیا کہ تمام خوفناک نتائج سے بے پرواہو کر بھرے دربار میں فرعون کے سامنے انہوں نے موسیٰ اور ہارون کے رب کریم پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ یہ صدمہ پہلی شکست کے صدمہ سے کہیں زیادہ جانکاہ اور رسوا کن تھا لیکن فرعون تھا بڑا شاطر اپنا بھرم رکھنے کے لئے اس نے فوراً جادوگروں پر سازش کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا دیا اور انہیں دھمکی دی کہ ان کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ کر انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔"

دنیا بھی بڑی میٹھی ہے، دولت و ثروت میں بھی بلا کی کشش ہے، اس کا جادو جلال بھی دل موہ لینے والا ہے، لیکن یہ سب کچھ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک حسن ازل آنکھوں سے مستور ہو۔ جب جمال حق کرم فرما ہوتا ہے، جب انوار الٰہی کے مشاہدہ سے چشم دل منور ہوتی ہے، جب ساقی کریم عشق و محبت کا ایک جام پلا دیتا ہے تو پھر دنیا اپنی تمام تر حشمتوں اور دلربائیوں کے باوصف، حقیر اور بے وقعت ہو کر رہ جاتی ہے۔ قلمرو عشق و محبت کے تاجدار نے مدینہ میں یہی بادۂ لالہ فام اپنے صحابہ کو پلایا تھا۔ حق کی انہیں دلآویزیوں کو ان کے سامنے بے نقاب کیا تھا۔ ان کے قلب و نظر کو اس کی رعنائیوں سے آشنا کیا تھا پھر انہوں نے ایثار و فدائیت کے میدانوں میں جو جو کارنامے انجام دیئے، کاروان انسانیت کیلئے وہ آج بھی روشنی کے بلند مینار ہیں۔ آیئے بغیر کسی تفسیر و حاشیہ کے ان آیات کا سادہ ترجمہ بار بار پڑھیں شاید ہمارے دل بھی اس لذت و سرور سے سرشار ہو جائیں اور کیا بعید ہے کہ باطل کے سامنے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ کہنے کی جرأت ہمیں بھی عطا فرما دی جائے۔ اِنَّہٗ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ وَ اَکْرَمُ الْمَسْئُوْلِیْنَ آیت میں وَالَّذِیْ فَطَرَنَا کے جملہ کے متعلق دو قول ہیں۔ بعض نے واؤ کو عاطفہ مانا ہے اور البینات کو معطوف علیہ قرار دیا ہے بعض علماء نے واؤ کو قسمیہ کہا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی "قالوا والذی فطرنا لن نؤثرک"

میں نے اس آیت کا ترجمہ اس کے مطابق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عاشقان باصفا کو اپنی دردناک موت کا کوئی غم نہیں اگر انہیں افسوس ہے تو اس بات کا کہ آج تک کدھر مارے مارے پھرتے رہے، عمر عزیز کہاں برباد کرتے رہے، کیوں اب تک باطل کے خیمہ بردار بنے رہے؟

ے نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

عرض کرتے ہیں گزشتہ ایام کو ضائع کرنے کا جو قصور ہم سے ہوا ہم اس پر نادم ہیں اور اپنے رب سے معافی کے خواستگار ہیں۔'' (1)

بعثت کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی تئیس سالہ زندگی جو صرف تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی، اس کی برکت سے جن کے خفتہ بخت بیدار ہوئے، جنہوں نے باطل سے رشتہ توڑ کر حق سے اپنا رشتہ استوار کیا، اس عرصہ میں جن مصائب و آلام سے ان حضرات کو سابقہ پڑا، اس میں جس صبر واستقامت اور ثابت قدمی کا ان نفوس قدسیہ نے مظاہرہ کیا، تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور تاریخ اسلام کے اس دور کے تذکرہ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حق خود بڑی قوت ہے جو ناقابل تسخیر ہے، خود اس میں ایسی ذاتی کشش ہے کہ ہر قلب سلیم رکاوٹوں کے پہاڑوں کو روندتا ہوا شمع حق پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کو مخصوص اقوام کی طرف اور محدود زمانہ کیلئے مبعوث فرمایا۔ نبوت ورسالت کی جو گراں قدر ذمہ داریاں ان کو تفویض کی گئی تھیں وہ زمان و مکان کی قیود سے محدود تھیں لیکن اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنے نبی رءوف ورحیم کو اپنی تمام مخلوق کیلئے تا قیام قیامت ہادی ورا ہبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کی ذمہ داریاں جملہ انبیاء سابقین سے کئی گنا زیادہ تھیں اس لئے فضل و کمال، حسن و جمال، صوری محاسن اور معنوی خوبیاں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیا، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کو فرداً فرداً عطا کی تھیں ان تمام محاسن کو پوری شان کمال کے ساتھ خاتم

1۔ پیر محمد کرم شاہ، ''تفسیر ضیاء القرآن'' (ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ 1399)، جلد 3، صفحہ 123

النبیین کی ذات اقدس میں جمع فرمادیا تاکہ ہر شخص جسے قلب سلیم کی دولت بخشی گئی ہے وہ اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھاسکے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس میں ذرا شک نہیں کہ جب سیدہ آمنہ کا نور نگاہ ﷺ ظلمت کدۂ عالم میں نور ہدایت بانٹنے کیلئے تشریف لے آیا تو اس کے پاس نہ سیم وزر کے انبار تھے نہ جاہ و جلال نامی کوئی چیز تھی۔ لیکن خالق ارض وسما نے نوع انسانی کے ہادی برحق کو حسن وجمال کی جملہ دلکش اداؤں کا امین بناکر بھیجا تاکہ حق کا کوئی متلاشی اس کے درکرم پر پہنچے تو تہی دامن نہ لوٹے۔

اس مرقع دلبری وزیبائی کی ستائش وتوصیف میں ازل سے ایک جہان مصروف ہے اور تاابد مصروف رہے گا۔ پھر بھی ثناخوانوں کو یہ احساس بے چین کرتا رہے گا کہ صد حیف! اپنے آقا اور اپنے محبوب کی مدحت سرائی کا حق ادا نہ ہوسکا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی مدح وثنا کو صرف لوگوں کے سپرد نہیں فرمایا۔ لوگ بھول بھی جایا کرتے ہیں۔ وہ ہر حقیقت کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ بعض وجوہ کے باعث تحریف وتغیر کے بھی مرتکب ہوسکتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی سیاہی سے لکھے ہوئے دفاتر کو پانی کا ایک چھینٹا دھو ڈالتا ہے، دیمک انہیں چاٹ کر فنا کردیتی ہے۔ کتابوں میں لکھی ہوئی روایات بوسیدہ اور کہنہ ہونے کے بعد ناقابل استعمال ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس امر کو برداشت نہیں کرسکتی کہ ذکر تو ہو اس کے ماہ تمام کا، اور گردش لیل ونہار اس کے من موہنے نقش ونگار کو مدھم کرکے ان کی شوخی چھین لے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے محبوب بندے کو کمال وجمال کی ہر شان سے متصف فرمایا اور پھر اپنی قدرت کی پاک زبان سے انہیں بیان کرکے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کے تصرفات سے محفوظ کردیا تاکہ جب تک یہ جہان ہست وبود سلامت رہے اس کائنات کے رب کے محبوب کے انوار وتجلیات نوع انسانی کو دعوت حق دیتے رہیں اور جو بھی صدق دل سے ان آیات بینات کا مطالعہ کرے اس کے نہاں خانہ دل میں یقین وایمان کی شمعیں فروزاں ہوتی جائیں اور ظن وتخمین کے اندھیرے کافور ہوتے جائیں اور اس تذکار جمیل کے بارے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس کے سچے اور صحیح ہونے اور ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے کی شہادت خود اپنی زبان قدرت سے دی ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (1)

''اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے میں۔''

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (2)

''اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔''

اس لئے ہم اس مہتم بالشان باب کا آغاز ان آیات کریمہ کے ذکر سے کرتے ہیں جن میں خود رب العالمین نے اپنے محبوب کی مدح و توصیف فرمائی ہے۔ ان کے مطالعہ سے ہر انصاف پسند قاری پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی کہ کوئی ایسا کمال نہیں ہے جس سے خالق کائنات نے اپنے حبیب کو مشرف نہ فرمایا ہو۔

ویسے تو قرآن کریم میں ایسی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے جمال و کمال کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا ہے، ان تمام آیات کا احاطہ میرے لئے ممکن نہیں۔ میں چند اہم آیات کے ذکر پر اکتفا کروں گا مجھے یقین ہے کہ جو لوگ ان آیات طیبات کے انوار سے اپنے حریم دل کو منور کریں گے ان کیلئے بقیہ آیات کریمہ کا فہم آسان ہو جائے گا۔

1۔ سورۃ النساء: 87

2۔ ایضا: 122

آیاتِ طیّبات

در ثنائے مُصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

ثنا جس کی ہے قرآں میں ثنا خواں جس کا قرآں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بےشک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و
بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب
کے لیے اور قربانی دیں (اُسی کی خاطر) یقیناً آپ کا
جو دشمن ہے وہی بے نام (و نشان) ہو گا۔

(سورۃ الکوثر، ۱-۳)

آیات طیبات در ثنائے مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (1)

"اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں، اور پاک صاف کر دے انہیں بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔"

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ افضل الصلوات والتسلیمات، جب کعبہ شریف کی تعمیر کے حکم کی تعمیل سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دامن طلب پھیلایا اور اپنے لئے اور اپنوں کیلئے دعائیں مانگیں اور آخر میں ایک التجا اللہ تعالیٰ کی ساری خدائی کیلئے پیش کی۔ اس التجا کو قرآن کریم نے مندرجہ بالا کلمات میں بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ مقبولیت کے ان لمحات میں یہ التجا کرتے ہیں کہ اے میرے پروردگار! ان میں ایک ایسا جلیل القدر رسول مبعوث فرما جو ان تین عظیم الشان فرائض کی تکمیل کرے

1۔ وہ اپنی طرف سے گھڑ کر کچھ نہ کہے بلکہ وہ صرف تیری آیتیں ہی تلاوت کر کے انہیں سنائے۔

2۔ صرف آیتیں ہی نہ سنائے بلکہ ان آیات ربانی کے معانی اور لطائف سے بھی اپنے سامعین کو مالا مال کرے۔

3۔ تیسرا فریضہ جس کو وہ نبی رحمت انجام دے وہ یہ ہو کہ گندے دلوں کو اپنی نگاہ پاک سے پاک و صاف کر دے، ان میں کسی قسم کی کوئی آلائش باقی نہ رہے، ان کا آئینہ دل

1۔ سورۃ البقرہ: 129

یوں صاف ہو جائے کہ انوار الٰہی اس میں منعکس ہونے لگیں اور تمام حجابات ہمیشہ کیلئے اٹھا دیئے جائیں۔

ان خوبیوں اور کمالات سے متصف نبی کی بعثت کیلئے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے التجا کی اور مولا کریم نے اس دعا کی قبولیت کی بشارت بھی اسی کتاب مقدس میں نازل فرمائی۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (1)

"یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اس نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔"

حضرت ابراہیم کی دعاء اور پروردگار عالم کی طرف سے قبولیت دعاء کی بشارت میں جو کلمات استعمال ہوئے ہیں وہ بالکل ایک جیسے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کی قبولیت کا مژدہ دیا جارہا ہے کہ میرے خلیل نے قبولیت کی ان گھڑیوں میں جس رسول کیلئے التجا کی تھی انہیں صفات سے متصف کر کے ہم نے اپنے حبیب کو مبعوث فرمایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے رحمت عالم نے ایک روز اپنے صحابہ سے پوچھا۔ اے میرے صحابہ! تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کی= اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ کہ اس راز کو اللہ جانتا ہے یا اس کا رسول معظم تو حضور نے فرمایا= اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرٰهِيْمَ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا ثمر ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں حضور کی تین صفات کمال بیان فرمائی گئی ہیں:

1۔ وہ اپنی طرف سے خود گھڑ کر کوئی کلام نہیں سناتا بلکہ اس کا فریضہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اس کے بندوں کو پڑھ کر سنائے۔

1۔ سورہ آل عمران: 164

آپ خود اندازہ لگائیے کہ جس ہستی کی زبان سے صرف فرمان الٰہی کا صدور ہوتا ہے اس کی عظمت شان میں ہمسری کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔

2۔ دوسری خوبی یہ بتائی کہ وہ نبی رحمت صرف آیات ربانی کو پڑھ کر سناتا ہی نہیں ہے بلکہ انہیں سمجھاتا بھی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اپنے رب کے کلام میں جو معانی و لطائف مضمر ہیں، ان پر بھی ہر طرح آگاہ ہو سکیں۔

3۔ تیسرا کمال جو بے نظیر بھی ہے اور بے مثال بھی، وہ یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ ناز سے دلوں کی کدورتوں کو بھی صاف کر دیتا ہے اور شرک، کفر اور فسق و فجور ہر قسم کی آلائشیں چشم زدن میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں اور آئینہ دل اس قدر شفاف ہو جاتا ہے کہ اس میں انوار الٰہی منعکس ہونے لگتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم نے اس نبی کیلئے جو صفات بیان کی ہیں بعینہ وہ صفات اس بشارت میں بیان کی گئی ہیں جو اس دعا کی قبولیت کے بارے میں نوع انسانی کو دی گئی لیکن ان کلمات کی ترتیب میں ایک خفیف سا فرق ہے۔ دعائے خلیل میں پہلے تلاوت آیات، پھر تعلیم کتاب و حکمت اور آخر میں تزکیہ قلوب کا ذکر ہے۔ لیکن اس مژدہ قبولیت میں اس نبی مکرم کیلئے جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ترتیب بدل دی گئی ہے۔ پہلے تلاوت آیات دوسرے نمبر پر تزکیہ قلوب اور تیسرے نمبر پر تعلیم کتاب و حکمت۔ اس تبدیلی میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی التجا سے معلوم ہوتا تھا کہ تزکیہ قلب، تعلیم کتاب و حکمت کا نتیجہ ہے اور اس خوشخبری میں بتادیا کہ تعلیم کتاب و حکمت بعد میں ہے اور تزکیہ اس سے پہلے، جو نتیجہ ہے چشم ناز کی ذرہ پروری کا۔ حضرت علامہ اقبال نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

؎ تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
يُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ

تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (1)

"جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب و حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہ تھے۔"

اس آیت کے پہلے حصہ میں تو اس رسول مکرم و معظم کی انہیں صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے جو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا میں مذکور ہیں اس کے بعد ایک اور شان عظمت کا ذکر فرمادیا گیا کہ اے جزیرہ عرب کے باشندو! تم تو حروف ابجد سے بھی آشنا نہ تھے پشتہا پشت سے ناخواندہ اور ان پڑھ تھے، یہ نبی رحمت تشریف لایا تو اس نے ان علوم سے تم کو آگاہ کیا اور ان اسرار معارف سے تمہارے سینوں کو معمور کیا جن کا تمہیں سان و گمان تک بھی نہ تھا۔

اس آیت میں یُعَلِّمُ کا لفظ دوبار استعمال ہوا پہلے فرمایا "یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ" اس کے بعد فرمایا وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ یُعَلِّمُ کا یہ تکرار بے معنی نہیں بلکہ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے یُعَلِّمُ کا مفعول اور، اور دوسرے یُعَلِّمُ کا مفعول ثانی اور ہے۔ اس کے بارے میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

تَکْرَارُ الْفِعْلِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ ھٰذَا التَّعْلِیْمَ مِنْ جِنْسٍ اٰخَرَ لَعَلَّ الْمُرَادَ الْعِلْمُ اللَّدُنِّیُّ الْمَاْخُوْذُ مِنْ بُطُوْنِ الْقُرْاٰنِ وَ مِنْ مِّشْکٰوۃِ صَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ لَا سَبِیْلَ اِلٰی دَرْکِہٖ اِلَّا الْاِنْعِکَاسُ۔ (2)

یُعَلِّمُ کا فعل دوبار ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے یُعَلِّمُکُمْ میں جو تعلیم ہے یہ پہلی کتاب و حکمت کی تعلیم سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی مکرم ﷺ کے منور و روشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے

1۔ سورہ البقرہ: 151

2۔ قاضی محمد ثناء اللہ "التفسیر المظہری"، (مکتبہ ہاشمیہ میرٹھ)، جلد 1، صفحہ 7

حصول کا ذریعہ یہ مروجہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ انعکاس ہے یعنی آفتاب رسالت کی کرنیں اور مہتاب نبوت کی شعاعیں دل کے آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں۔"

اس عارف ربانی نے اس مسئلہ کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے شائقین سے التماس ہے کہ تفسیر مظہری میں اس کا مطالعہ کریں۔ اولیاء کاملین جو انوار نبوت کے صحیح وارث ہوتے ہیں وہ بھی اپنے مریدان باصفا پر اسی قسم کے علوم ومعارف کا القا اور فیضان فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم مسکینوں پر بھی اپنے محبوب ﷺ کے طفیل یہ انعام فرمائے آمین ثم آمین۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ○ (1)

"آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی۔ پھر اگر منہ پھیریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔"

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ○ (2)

"جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر۔"

ان دو آیتوں میں تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم بھی دیا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں ان کے بارے میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

اس آیت سے بھی شان عظمت مصطفیٰ کا پتا چلتا ہے کہ مولا کریم نے صرف اپنی اطاعت کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنے محبوب کریم ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی دیا ہے۔ ایک بندہ مومن کیلئے اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اس کے محبوب نبی رحمت ﷺ کے ارشادات

1۔ سورہ آل عمران 32

2۔ سورہ نساء 80

کی بجا آوری میں بھی کاہلی و سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔

آیت نمبر 5 میں اطاعت پروردگار اور اس کے نبی مکرم کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعتیں دو علیحدہ علیحدہ اطاعتیں نہیں بلکہ فرمایا جو میرے رسول کی اطاعت کرے گا وہی میرا مطیع و فرمانبردار ہوگا اور جو میرے رسول کی اطاعت سے پہلو تہی کرتا ہے وہ جان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھی محروم ہے۔

کیا شان ہے اس محبوب رب العالمین کی کہ اس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کہا ہے اور اس کے فرمانبردار کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مطیع قرار دیا ہے۔ جو کسی تاویل و بہانے سے اللہ کے محبوب کی اطاعت سے روتابی کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان اور سرکش ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (1)

"(اے محبوب!) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

جب یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم تو پہلے ہی محبت الٰہی سے سرشار ہیں اور اس کے لاڈلے فرزند ہیں، ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ کسی نئے نبی کی امت میں داخل ہونے کی زحمت گوارا کریں۔ سابقہ آیات میں قرآن نے ان کے برے اعمال اور رذیل عادات کا ذکر فرمایا۔ ایسی ناپسندیدہ حرکات کے باوجود وہ خدا کی دوستی کا دم بھرا کرتے۔ ان آیات میں انہیں تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ محبت الٰہی کا دعویٰ بغیر دلیل کے قابل التفات نہیں اور اس دعوی کی دلیل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ اگر تم نے دل و جان سے اس رسول کریم کی اطاعت کی تو تمہارا دعویٰ محبت بھی درست تسلیم کر لیا جائے گا اور اس

1۔ سورہ آل عمران: 31

کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک سب سے بڑی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ گے یعنی تمہیں محبوب الٰہی ہونے کا شرف بخشا جائے گا۔ اور تمہارے اعمال نامہ کی سیاہی کو رحمت و مغفرت کے پانی سے صاف کر دیا جائے گا۔ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت شان اور جلالت قدر کا کیا کہنا جس کی غلامی قوم یہود جیسی راندۂ درگاہ اور ذلیل قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے اور اس کے گھناؤنے کرتوتوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر امت مسلمہ اتباع حبیب خدا کو اپنا شعار بنالے اور سنت سرور کائنات کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھال لے تو کیا یہ محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے نوازی نہیں جائے گی؟ حیاء کا سر ندامت کے بوجھ سے اٹھ نہیں سکتا، جب ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اور عمل کی دنیا میں رسول کریم ﷺ کی سنت سے انحراف کئے ہوتے ہیں۔

کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے:

لَوْکَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

"یعنی اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا کیونکہ محب تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔"

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اگر تم میرے محبوب کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے دست کرم سے تمہارے سروں پر محبوبیت کا تاج سجادے گا۔ آپ خود غور کریں جس کی غلامی و چاکری انسان کو خاک مذلت سے اٹھا کر محبوبیت کے مقام رفیع تک پہنچا دیتی ہے اور جملہ گناہوں کی آمرزش کا سبب بن جاتی ہے اس محبوب کی اپنی شان کا کیا عالم ہوگا۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ (1)

"بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب (حق کو) ظاہر کرنے والی۔"

امام المفسرین امام ابن جریر اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الَّذِیْ

1۔ سورہ المائدہ: 15

اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ فَهُوَ نُوْرٌ لِّمَنِ اسْتَنَارَ بِہٖ۔ (1)

"یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا، اسلام کو غلبہ بخشا اور شرک کو نیست و نابود کر دیا۔ حضور نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو بھی منور فرمائے اور اپنے محبوب کریم کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز کرے۔ آمین ثم آمین۔

علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں زجاج سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قَالَ الزُّجَاجُ: اَلنُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (2)

زجاج نے کہا۔ کہ نور سے مراد ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

علامہ ابن قطان نے اپنی کتاب "الاحکام" میں حضرت زین العابدین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضور سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے۔

قَالَ كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔ (3)

"یعنی میں نور تھا۔ اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم عظمت میں باریاب تھا۔"

اس حدیث کے آخری تین راوی ائمہ اہل بیت سے ہیں ان کا علم و فہم اور تقویٰ کسی کی توثیق کا محتاج نہیں البتہ چوتھے راوی ابن قطان کے متعلق علماء جرح و تعدیل کی رائے بیان کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث کی صحت کے متعلق کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

علامہ زرقانی ابن قطان کے متعلق رقمطراز ہیں۔

1۔ محمد بن جریر طبری "تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن"، (مصر 1325ھ)، جلد 6، صفحہ 104

2۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر"، (دار المعرفہ بیروت)، جلد 2، صفحہ 23

3۔ علامہ محمد عبد الباقی الزرقانی "الزرقانی علی المواہب اللدنیہ"، (مصر 1325ھ)، جلد 1، صفحہ 49

اَلْحَافِظُ النَّاقِدُ اَبُوالْحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْحُمَیْرِیُّ کَانَ مِنْ اَبْصَرِ النَّاسِ بِصَنَاعَةِ الْحَدِیْثِ وَاَحْفَظِہِمْ لِاَسْمَآءِ رِجَالِہٖ وَاَشَدِّہِمْ عِنَایَةً فِی الرِّوَایَةِ مَعْرُوْفًا بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ۔ (1)

"یہ حافظ اور نقاد حدیث تھے ان کا نام ابو الحسن علی بن محمد ہے۔ فن حدیث میں ان کی بصیرت اپنے ہم عصر لوگوں سے زیادہ تھی۔ وہ اسماء رجال کے حافظ تھے۔ روایت حدیث میں آپ انتہاء درجہ کی احتیاط برتا کرتے۔ وہ اپنے حفظ واتقان کے باعث مشہور و معروف تھے۔"

حضرت جابر نے ایک روز فخر موجودات سرور انبیاء علیہ السلام سے پوچھا۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ

"یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، مجھے ارشاد فرمائیے کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس کو پیدا فرمایا۔"

سرور عالم نے ارشاد فرمایا۔

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ (2)

"اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔"

ان صحیح احادیث سے، جن کی تصحیح و توثیق مولانا تھانوی صاحب نے نشر الطیب میں کی ہے، ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی ذات والا صفات عالم امکان میں تخلیق کے لحاظ سے سب سے مقدم ہے۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اس نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اور یہی حقیقت محمدیہ حقیقة الحقائق ہے۔

وَبِہٰذَا الْاِعْتِبَارِ سُمِّیَ الْمُصْطَفٰی بِنُوْرِ الْاَنْوَارِ وَبِاَبِ

1۔ علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی "الزرقانی علی المواہب اللدنیہ" (مصر 1325ھ)، جلد 1، صفحہ 48

2۔ ایضاً، صفحہ 46

اَلْاَرْوَاحِ

"اور اسی اعتبار سے نبی کریم ﷺ کو نور الانوار یعنی سب انوار کا سرچشمہ اور تمام ارواح کا باپ کے اسم مبارک سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کیا۔

يَارَسُوْلَ اللهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ

"حضور! آپ کو خلعت نبوت سے کب سرفراز فرمایا گیا۔"

حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

"مجھے اس وقت شرف نبوت سے مشرف کیا گیا جبکہ آدم علیہ السلام تخلیق کے مختلف مراحل (روح اور جسد) طے کر رہے تھے۔"

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

ابن تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا کہ۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ اور كُنْتُ نَبِيًّا لَا آدَمُ وَلَا مَاءٌ وَلَا طِيْنٌ لَا أَصْلَ لَهُمَا

ان دو حدیثوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ خفاجی، ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث بلا شبہ صحیح ہے اور یہ دونوں روایتیں بالکل ہم معنی ہیں اس لئے ان کو موضوع کہنا ہرگز درست نہیں کیونکہ علماء حدیث نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الٰہی میں نبی تھا۔ کیونکہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہ ہو گی اللہ تعالیٰ کے علم میں تمام نبیوں کا نبی ہونا پہلے سے معلوم تھا علامہ خفاجی نے اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ خَلَقَ رُوْحَهٗ قَبْلَ سَائِرِ الْاَرْوَاحِ وَخَلَعَ عَلَيْهَا خِلْعَةَ التَّشْرِيْفِ بِالنُّبُوَّةِ اِعْلَامًا لِلْمَلَاِ الْاَعْلٰى (1)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعت نبوت سے سرفراز کیا اور ملاء اعلیٰ کو اس حقیقت پر آگاہی بخشی۔"

بعض لوگ سرکار دو عالم ﷺ کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں اور سورہ کہف کی آیت نمبر 110 قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ثناءاللہ پانی پتی حضرت ابن عباس سے اس آیت کی یہ تشریح نقل کرتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَّمَ اللهُ تَعَالىٰ عَزَّوَجَلَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ التَّوَاضُعَ لِئَلَّا يَزْهِيَ عَلٰى خَلْقِهٖ ....

"ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ازراہ تواضع یہ کہنے کا ارشاد فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر بڑائی کا اظہار نہ کریں۔"

حضرت ابن عباس کا قول نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ صاحب اپنی رائے بایں الفاظ بیان کرتے ہیں۔

قُلْتُ فِيْهِ سَدٌّ لِبَابِ الْفِتْنَةِ افْتَتَنَ بِهَا النَّصَارٰى حِيْنَ رَاَوْا عِيْسٰى يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُحْيِ الْمَوْتٰى وَقَدْ اَعْطَى اللهُ تَعَالىٰ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ اَضْعَافَ مَا اَعْطٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَمَرَهٗ بِاِقْرَارِ الْعُبُوْدِيَّةِ وَتَوْحِيْدِ الْبَارِئِ لَاشَرِيْكَ لَهٗ۔

"میں کہتا ہوں کہ جس فتنہ میں نصاریٰ مبتلا ہوئے تھے اس فتنہ کا دروازہ بند کرنے کیلئے یہ تعلیم دی گئی۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھے کو بینا کرتے ہیں کوڑھے کو شفایاب کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے ہیں تو وہ آپ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں وہ

1۔ احمد شفاء الدین خفاجی، "نسیم الریاض فی شرح شفاء لقاضی عیاض" (1312)، جلد 1، ص 314

معجزات عیسوی سے ہزار ہا گنا زیادہ ہیں۔ امت محمدیہ کو اس فتنہ سے بچانے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور اپنے حبیب کو حکم دیا کہ وہ اپنی عبودیت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان فرمائے تاکہ کوئی حضور کے ان کمالات و معجزات کو دیکھ کر اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی امت مبتلا ہوئی تھی۔"

یہ مسئلہ نازک ہے مجھ جیسے کم علم کو زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہدیہ قارئین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم و تقویٰ اہل شریعت اور اہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک حجت ہے۔ اس لئے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں شائد جلوہ حسن محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار مسکرا دے، کسی کے دل بے قرار کو قرار آ جائے، آپ لکھتے ہیں:

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او ﷺ باوجود نشاء عنصری از نور حق جل و علا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔ بیانِ ایں دقیقہ آنست کہ در ما سبق گزشتہ است کہ صفات ثمانیہ حقیقیہ حضرت واجب الوجود جل سلطانہ ہر چند داخل دائرہ وجوب است اما بواسطہ احتیاج کہ ایںہا را بحضرت ذات است تعالیٰ رائحہ امکان در ینہا کائن است وچوں در صفت حقیقیہ قدیمہ رائحہ امکان را گنجائش گشت در صفات اضافیہ حضرت واجب الوجود تعالیٰ ثبوت امکان بطریق اولی باشد و عدم قدم شاں اول دلیل باشد بر امکان شاں بکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناشی ازیں امکان است کہ بصفات اضافیہ تعلق دارد نہ امکانے کہ در سائر ممکنات عالم کائن است وہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آں سرور آنجا مشہود نمی گردد بلکہ منشا خلقت و امکان او علیہ الصلوٰۃ والسلام وجود صفات اضافیہ و امکان شاں محسوس میگردد۔ چوں وجود آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق

ایں عالم باشد ناچار اور اسایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف ترازوے در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔(1)

"جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا" خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہ" کشف صریح سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے، جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کا خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت و امکان کا منشاء عالم ممکنات میں سے ہی نہیں کیونکہ یہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط سر تاپا غلط ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کی تعظیم و تکریم فرض عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشاد الٰہی ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (2)

"(اے اہل ایمان!) میرے حبیب کی تعظیم و توقیر کو ہمیشہ ملحوظ رکھا کرو۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص۔ ادب و احترام ہے یا سوء ادب۔

1۔ حضرت مجدد الف ثانی "مکتوبات مجدد الف ثانی" جلد 3، صفحہ 92-91 مکتبہ سعیدیہ لاہور۔

2۔ سورہ الفتح: 9

پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہو گا اور دوسری میں ناجائز ہے۔

مہر سپہر علم و عرفان حضرت پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ نے اس عقدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے۔

''لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ارشاد باری ہے۔''

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؟ (1)

''کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے۔''

(اے ابلیس! جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا) کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی اس لئے اسے بشر کہا گیا ہے۔ اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے۔ نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کیلئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے مگر (چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق اور اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔) خواص کیلئے جائز اور عوام کیلئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔

اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے؟ مراتب و درجات، وہبی ہوں یا کسبی، کمالات علمی ہوں یا عملی، عادات و خصائل، روح پر نور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ مناسبت بھی نہیں پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کون سی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے وہ یہ کہ اِنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ حضور بھی ایک خدائے وحدہ لاشریک کے بندے ہیں جس کے تم بندے ہو۔ حضور کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ

1۔ سورہ ص: 75

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (1)

"اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کے ایک فانوس میں ہو وہ فانوس، گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ یہ نور ہی نور ہے پہنچا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مثالیں لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

علامہ ابو الفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرۂ آفاق کتاب لسان العرب میں النور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ النور، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے کیونکہ اندھا اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہ اس کی ہدایت سے راہ راست پر گامزن ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے۔

نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

الظَّاهِرُ فِي نَفْسِهِ الْمُظْهِرُ لِغَيْرِهِ يُسَمّٰى نُوْرًا

"جو خود ظاہر ہو اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکار اکر دے اسے نور کہا جاتا ہے۔"

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اسماء حسنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے النور کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ۔

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور وہ دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ کسی چیز

1۔ سورۃ النور 35

کے ظاہر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ موجود ہو۔ جو چیز موجود نہیں ہو گی اس کا ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے وہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک موجود رہے گی نیز وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب، کسی علت اور کسی فاعل کا محتاج بھی نہیں اس لئے وہی ہے جو صفت نور و ظہور سے متصف ہونے کا مستحق ہے وہ خود بھی موجود ہے اور اس کے امر کن سے ہر چیز کو خلعت وجود ارزانی ہوتی ہے اسلئے وہ ہر چیز کیلئے نور ہے یعنی مظہر ہے۔

اس لئے اکثر علماء تفسیر نے اس آیت میں نور کا معنی موجد اور مبدع کیا ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں لانے والا۔ اس کے علاوہ آیت میں نور سے مراد مدبر بھی لیا گیا ہے کیونکہ قوم کا وہ رئیس جو ان کے تمام کاموں کے متعلق سوچ بچار کرتا ہے اور انہیں صحیح راستہ پر چلاتا ہے اسے نور القوم کہا جاتا ہے یعنی سب اسی کی رائے کی روشنی میں اپنے جملہ امور طے کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس سے نور کا معنی "ہادی" بھی منقول ہے آیت کا مطلب ہو گا۔

هَادِیُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَهُمْ بِنُوْرِهٖ یَعْنِیْ بِهِدَایَتِهٖ اِلَی الْحَقِّ یَهْتَدُوْنَ وَبِهُدَاهُ مِنْ حَیْرَةِ الضَّلَالَةِ یَنْجُوْنَ

"یعنی آسمان اور زمین والوں کا وہی ہادی ہے پس وہ اس کے نور ہدایت سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور گمراہی کی حیرانی سے نجات پاتے ہیں"

یہ تمام تفسیریں اجلہ علماء سے منقول ہیں ان میں سے ہر ایک درست ہے اور ہر ایک کی اپنی شان ہے امام ابن جریر نے ابن عباس کے قول کو زیادہ پسند فرمایا ہے اور حجتہ الاسلام کے نزدیک پہلی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے اس آیت کے مشکل الفاظ کی تشریح کر دی جائے جب ان کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے گا تو پھر علماء کرام کے متعدد اقوال کی روشنی میں اس کا مصداق متعین کرنا آسان ہو گا۔

مَثَلُ: کا معنی ہے صفت

وَالْمُرَادُ بِالْمَثَلِ الصِّفَةُ الْعَجِیْبَةُ اَیْ صِفَةُ نُوْرِهِ الْعَجِیْبَةُ (1)

1۔ روح البیان

یعنی اس کے نور کی عجیب وغریب صفت یوں بیان کی جاتی ہے۔

مِشْکوٰۃٍ اس مخصوص جگہ کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کیلئے بنائی جاتی ہے۔ جو صرف ایک طرف سے کھلی اور باقی اطراف سے بند ہوتی ہے۔ کُوَّۃٌ غَیْرُ نَافِذَۃٍ فِی الْجِدَارِ یعنی چراغ دان مِصْبَاحٌ بڑے چراغ کو کہتے ہیں جو خوب روشنی دے سِرَاجٌ ضَخْمَۃٌ زُجَاجَۃٌ: شیشہ سے بنا ہوا فانوس جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ شفاف شیشہ سے بنے ہوئے فانوس میں اگر بڑا چراغ رکھا ہوا ہو۔ اور اس چراغ کو مشکوۃ (چراغ دان) میں رکھ دیا جائے جس کی روشنی ہر سمت سے بند ہو کر ایک ہی سمت میں پھیل رہی ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روشنی کتنی تیز ہو گی۔ اگر چراغ روشن کر دیا جائے اور اسے فانوس میں نہ رکھا جائے ایک تو ہر وقت ہوا کے کسی جھونکے سے اس کے بجھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے نیز اس کی لو بھی مدہم ہوتی ہے اور اگر چراغ کو شیشہ کے فانوس میں رکھ دیا جائے تو بجھنے کا خطرہ بھی نہ رہے گا اور جب بلور کے شفاف فانوس سے اس کی روشنی چھن چھن کر آئے گی تو اس میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ فانوس کھلے میدان میں رکھا ہوا ہو اور اس کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہو تو بھی اس کی چمک ہر طرف پھیل جانے کی وجہ سے کم ہو جائے گی اور اگر اس فانوس کو اٹھا کر کسی ایسے چراغ دان میں رکھ دیا جائے جو صرف ایک طرف کھلتا ہو تو ساری روشنی ایک سمت میں پھیلنے کی وجہ سے کئی گنا تیز ہو جائے گی۔ وہ چراغ بالکل اس طرح دکھائی دے گا جیسے تاریک رات میں آسمان پر کوئی دمکتا ہوا ستارا ہو جو روشن بھی ہو اور حسین بھی۔ اس زمانہ میں چراغ جلانے کیلئے مختلف قسم کے تیل استعمال کئے جاتے تھے ان تیلوں میں سے زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز، صاف اور دھوئیں سے پاک ہوتی۔ جس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا جاتا اس کی چمک دمک کا مقابلہ کوئی اور چراغ نہ کر سکتا۔ پھر ہر زیتون کا درخت اور اس سے نکالا ہوا تیل ایک قسم کا نہیں ہوتا بلکہ بعض زیتون کے درخت اپنے علاقہ و آب و ہوا کی وجہ سے دوسرے زیتون کے درختوں سے زیادہ عمدہ ہوتے ہیں اور ان سے نکالا ہوا تیل کہیں صاف اور روشن ہوتا ہے۔ خصوصاً زیتون کا وہ درخت جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کھلے میدان میں اگا ہو، طلوع آفتاب کے وقت بھی اس کی عنابی کرنیں اسے زندگی بخش اثرات سے سرشار کر دیں اور جب سورج غروب ہو رہا ہو تب بھی ہوا ہر

طرف سے اسے لگتی ہو اس قسم کا درخت اپنے قدو قامت میں بھی نمایاں ہوتا ہے اور اس کا تیل بھی بڑا نفیس ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی لگائی جائے تو از خود روشنی کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔

آیت کے پہلے حصہ میں چراغ کا ذکر ہوا پھر بلوری فانوس کا اور اس جگہ کا جہاں اسے رکھا جاتا ہے اب بتایا جا رہا ہے کہ جو تیل اس میں جل رہا ہے وہ سرسوں کا یا تارامیرا کا معمولی تیل نہیں بلکہ زیتون کے ایک خاص درخت کا ہے۔ اب اس مثال کی عظمت کا اندازہ لگایئے کہ ایسے چراغ کی روشنی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کی چمک دمک دوسرے چراغوں کو مات کر رہی ہو گی اور اپنی صفائی اور لطافت کے باعث دل و نگاہ کو مسحور کر رہی ہو گی۔ ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب علماء کرام نے اس تمثیل کے جو مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں، انہیں ملاحظہ فرمایئے۔

1۔ حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے کہا۔ اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ مجھے اس آیت کا مطلب بتاؤ

قَالَ كَعْبُ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْكٰوةُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ فِيْهَا النُّبُوَّةُ يَكَادُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُهٗ يَتَبَيَّنُ لِلنَّاسِ وَلَوْ لَمْ يَتَكَلَّمْ اَنَّهٗ نَبِيٌّ كَمَا كَانَ يَكَادُ ذٰلِكَ الزَّيْتُ يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (1)

"حضرت کعب نے کہا یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کی ہے۔ مشکوۃ سے مراد سینہ مبارک ہے۔ زجاجہ سے مراد قلب انور ہے۔ مصباح سے مراد نبوت ہے۔ یعنی حضور کا نور حضور کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود عیاں ہو رہی ہے۔ اگرچہ حضور اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی کرتے۔"

عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

1۔ تفسیر مظہری

وَلِنِعْمَ مَا قَالَ كَعْبٌ هَا اَنَدَا اَذْكُرُ فَصْلًا فِي ظُهُوْرِ اَمْرِ نُبُوَّتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ وَقَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اَنَّهٗ نَبِيٌّ (1)

"یعنی کعب نے بہت عمدہ بات کہی ہے اور میں یہاں ایک فصل تحریر کرتا ہوں جس سے پتہ چل جائے گا کہ حضور کی نبوت اور رفعت شان اعلان نبوت سے پہلے ہی ظاہر وباہر تھی۔"

اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے۔ جس میں حضور نبی کریم فخر آدم وبنی آدم علیہ السلام کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلان نبوت سے قبل ظہور پذیر ہوئے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کیلئے اس کا ترجمہ پیش کروں لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں اور بالکل محروم رہنا بھی گوارا نہیں۔

صرف ایک واقعہ ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضور علیہ السلام ابھی کمسن ہی تھے کہ تمام علاقہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ حضرت ابو طالب بارش کی دعا کرنے کیلئے حرم میں آئے اور حضور اقدس کو بھی ہمراہ لائے۔ حضور کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ دعا مانگنے کی دیر تھی کہ،

فَاَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاَغْدَقَ وَ انْفَجَرَ لَهُ الْوَادِيْ وَفِيْ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْطَالِبٍ :

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

"اس وقت بادل ادھر ادھر سے ہجوم کر آئے خوب موسلا دھار بارش ہوئی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں۔ اس وقت ابو طالب نے یہ شعر کہا:
وہ سفید من موہنی رنگت والا جس کے روئے تاباں کے صدقے بادل کی التجا کی جاتی ہے وہ یتیموں کا آسرا اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے۔"

آیت میں لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ فرما کر یہ بتا دیا کہ نبوت مصطفوی کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اسی طرح مکان کی قید بھی نہیں۔ اہل مشرق ومغرب سب

1۔ تفسیر مظہری

کیلئے درِ رحمت کھلا ہے اور دامن لطف و کرم کشادہ ہے۔

2۔ ابو العالیہ نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے۔ مشکوٰۃ اس کا نفس ہے۔ زجاجہ اس کا سینہ۔ مصباح۔ نور ایمان اور نور قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں پیدا فرماتا ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد اخلاص ہے

3۔ حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی مثال ہے مصباح سے مراد قرآن کریم ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

زجاجہ سے مراد قلب مومن ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد اس کا منہ اور اس کی زبان ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد اس کی وحی ہے۔

علامہ ابو حیان الاندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں یہ تین قول درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان صورتوں میں مثلُ نورہ کی ضمیر کا مرجع ایسی چیزیں ہوں گی جو پہلے مذکور نہیں ہیں اس لئے مکی نے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر وقف کیا ہے اور آیت کے پچھلے حصہ کو کلام مستانف قرار دیا ہے۔

هٰذِهِ الْاَقْوَالُ الثَّلَاثَةُ عَادَ فِيْهَا ضَمِيْرٌ عَلٰى مَذْكُوْرٍ وَلِذٰلِكَ
قَالَ مَكِّيٌّ يُوْقَفُ عَلَى الْاَرْضِ فِيْ تِلْكَ الْاَقْوَالِ الثَّلَاثَةِ

(اس عبارت کا ترجمہ اور مفہوم اس سے پہلے چند سطروں میں درج ہے)

4۔ یا نورہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہوگا اس صورت میں مصباح سے مراد ذات خداوندی ہوگی۔ مشکوٰۃ سے مراد ساری کائنات ہوگی اور فانوس (زجاجہ) اس کا وہ نوری پردہ ہوگا جس کے باعث وہ عیاں اور آشکارا ہونے کے باوجود اپنی مخلوقات کی نگاہوں سے مخفی اور پنہاں ہے۔ یہ خفا اس لئے نہیں کہ اس کے ظہور میں کچھ کمی ہے بلکہ تجلیات کی فراوانی اور انوار کی کثرت اس بات سے مانع ہے کہ کوئی آنکھ کھول کر دیکھنے کی جرأت کر سکے اَللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهُ الْمُكَرَّمُ اَعْلَمُ بِاَسْرَارِ الْكِتَابِ وَرُمُوْزِهٖ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (1)

"جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے، جس کے ذکر کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات وانجیل میں وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کیلئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور کاٹتا ہے وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس نبی امی پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی خوش نصیب کامیاب وکامران ہیں۔"

اس آیت میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور حضور کی بعثت کے مقاصد جلیلہ بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان فرمادیئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور کو رسول اور مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کی وجہ سے حضور کو نبی فرمایا گیا۔ حضور کو الامی کہنے کی متعدد توجیہات علماء کرام نے بیان کی ہیں۔

مَنْسُوْبٌ اِلَى الْاُمِّ يَعْنِيْ هُوَ عَلٰى مَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ لَمْ يَكْتُبْ وَلَمْ يَقْرَأْ (2)

"ام: (ماں) کی طرف منسوب کرتے ہوئے امی کہا یعنی جیسے نوزائیدہ بچہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اسی طرح حضور نے بھی کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور اس کے باوجود علوم ظاہری اور باطنی سے سینہ مبارک کا لبریز ہونا حضور کا روشن معجزہ ہے۔"

حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ اُمئے بود کہ ما از اثر حکمت او
واقف از سر نہاں خانہ تقدیر شدیم

1۔ سورۃ الاعراف 157

2۔ تفسیر مظہری

یعنی ہمارا ہادی برحق امی تھا لیکن اس کی حکمت کی برکت سے ہم تقدیر کے اسرار نہاں پر مطلع ہو گئے۔

2۔ام القری (مکہ) کی طرف نسبت کی وجہ سے امی کہا گیا۔

3۔ بعض کی رائے ہے کہ امی امت کی طرف منسوب ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب امت ہیں اور امت کی "تآء" نسبت کے وقت حذف کر دی گئی جیسے مکہ سے مکی مدینہ سے مدنی میں تآء: محذوف ہے۔

اس مقام پر حضرت قبلہ مولانا محمد نعیم الدین قدس سرہ کا حاشیہ بڑا مفصل ہے۔اسی کا ایک اقتباس نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

"کتب الہیہ حضور سید عالم کی نعت وصفت سے بھری ہوئی تھیں۔اہل کتاب ہر قرن میں اپنی کتابوں کی تراش خراش کرتے رہے۔ان کی بڑی کوشش رہی کہ حضور کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی بائبل میں حضور کی بشارت کا نشان کچھ نہ کچھ باقی رہ ہی گیا۔چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی 1931ء میں شائع کردہ یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے۔"

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے۔"

لفظ مددگار پر حاشیہ ہے اس پر اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے ہیں۔

اب حضرت عیسیٰ کے بعد جو شفیع ہو اور ابد تک ساتھ رہے یعنی اس کا دین بھی منسوخ نہ ہو بجز سید عالم ﷺ کے کون ہے؟

پھر 29-30 آیت میں ہے۔

"اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کر لو۔اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

کیسی صاف بشارت ہے اور مسیح نے اپنی امت کو حضور کی ولادت کا کیسا منظر بتایا اور شوق دلایا ہے۔دنیا کا سردار خاص سید عالم کا ترجمہ ہے۔

پھر اسی کتاب کے باب 16 کی آیت نمبر 7 ہے۔

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔"

اسی باب کی آیت نمبر 13 ہے۔

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی آمد پر دین کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔

اس نبی امی کی دوسری خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وہ نیک کاموں کا حکم دے گا اور برے کاموں سے روکے گا۔ پھر فرمایا يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ حلال کرے گا ان کیلئے پاک چیزیں اور حرام کر دے گا ان کیلئے ناپاک چیزیں۔ پھر فرمایا وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ اتار دے گا ان کا بوجھ۔ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور کاٹ دے گا ان زنجیروں کو جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لفظ "اصر" دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

اصر بمعنی ثقل بوجھ اور اصر بمعنی عہد۔ یہاں دونوں معنی ملحوظ ہیں یعنی اعمال شدیدہ کو بجا لانے کا جو عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا حضور کی تشریف آوری سے انہیں ان اعمال شاقہ کی ادائیگی سے آزاد کر دیا گیا۔ ان کی شریعت کے چند احکام یہ تھے کہ اگر کوئی کپڑا نجاست لگنے سے پلید ہو جاتا تو اس کو کاٹ دینا پڑتا تھا۔ ایام حیض میں عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ایک ساتھ کھانا پینا تک ممنوع تھا۔ مال غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا بلکہ اس کو ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کرنا لازمی تھا۔

اغلال جمع ہے اس کا واحد غل ہے اس کا معنی ہے زنجیر۔ اس سے مراد بھی شریعت موسوی کے وہ شدید اور سخت احکام ہیں جن پر عمل کرنا بنی اسرائیل کیلئے ناگزیر تھا۔ مثلاً یوم سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی۔ اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی گنجائش نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کرنا ضروری تھا اسی طرح کئی دیگر احکام تھے جن پر عمل کرنا

مشقت سے خالی نہ تھا لیکن رحمت عالمیاں ﷺ کی آمد سے ان تمام احکام شاقہ میں تخفیف اور نرمی کر دی گئی۔ اگر کپڑا پلید ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کیلئے دھونا ہی کافی ہے۔ حائضہ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی دوسری پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ قاتل سے دیت قبول کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ مال غنیمت کا استعمال حلال کر دیا گیا۔ ان احکام میں بڑی آسانیاں اور نرمیاں کر دی گئیں۔ ہزار ہا صلوٰۃ و سلام ہوں اس طلعت زیبا پر جس کی آمد سے گلشن عالم میں بہار آگئی، جس کے ظاہر ہونے سے کائنات میں اجالا ہو گیا' توہمات کے قفس ٹوٹ گئے، غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور انسان کو شرف انسانیت سے آشنا کر دیا گیا۔

اس آیت کے آخر میں بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ فلاح و سعادت دارین سے صرف وہی خوش نصیب سرفراز ہوں گے جو میرے مصطفیٰ کریم پر سچے دل سے ایمان لائیں گے اور اسکی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے اس دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کیلئے ہر قربانی دینے پر مستعد ہوں گے اور اس کے نور تاباں (قرآن کریم) کے ارشادات پر عمل کرنے کیلئے دل و جان سے آمادہ ہوں گے۔

یہ آیت در حقیقت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ کی آیت کی آسمانی تفسیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی۔ ایمان کے بعد حضور کی تعظیم و تکریم تمام احکام میں سب سے اہم ہے بلکہ نصرت دین اور اتباع قرآن کا حق ادا ہی تب ہو سکتا ہے جب دل میں حضور کا ادب و احترام ہو۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (1)

"آپ فرمائیے اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جس کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود

1۔ سورۃ الاعراف 158

سوائے اس کے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ
پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس
کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔"

اس آیت سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد و راہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین، جس راہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان راہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالمگیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہانگیر ہے۔ ہر خاص و عام، مرد و زن ہر فقیر و امیر، ہر عربی و عجمی، ہر رومی و حبشی کیلئے وہ مرشد بن کر آیا اس لئے اس بات کا اعلان نبی برحق کی زبان حقیقت ترجمان سے کر دیا کہ اے اولاد آدم! میں تم سب کیلئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور تمہارے لئے ہدایت و فلاح کا یہی راستہ ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضر راہ بناؤ۔ میری سنت سے سر مو انحراف نہ کرو۔ تب تم لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ کی بشارت کے مستحق قرار پاؤ گے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ
فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○ (1)

"پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کیلئے اور اگر
ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے
آس پاس سے۔ تو آپ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان
کیلئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں اور جب آپ ارادہ کر لیں
(کسی بات کا) تو پھر توکل کریں اللہ پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا
ہے توکل کرنے والوں سے۔"

1۔ سورہ آل عمران: 159

تشریح: ما۔ موصولہ ہے اور تاکید کیلئے لایا گیا ہے اس لئے معنی میں "صرف" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان قصورواروں کو جن کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہو گئی سزا تو کجا سرزنش تک بھی نہ کرنا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لطف و محبت سے پیش آنا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جلوہ نمائی ہی تو تھی جس سے اس نے اپنے محبوب کو متصف فرمایا تھا۔ اگر حضور کا حوصلہ اتنا وسیع، رحمت اتنی عام اور عفو و حلم اتنا بے پایاں نہ ہوتا تو حق کے متلاشیوں کا اتنا جمگھٹا کیسے ہوتا۔ لوگوں سے قصور ہو جاتا تو بعض شرم کے مارے اور بعض سزا کے خوف سے دور بھاگ جاتے۔ حق تعالیٰ نے نہایت عجیب و غریب پیرایہ میں ان کی سفارش کی (شیخ الہند) فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ میں اپنے رسول کو فرمایا کہ ان سے جو غلطی ہو گئی ہے اسے خود بھی معاف کیجئے اور میری جناب میں بھی شفاعت کیجئے کہ میں بھی ان سے راضی ہو جاؤں۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے صحابہ کرام کی اور کتنا بلند مقام ہے ان کے نبی مکرم کا اور کیا کہنے مولائے کریم کی رحمت کے جو اس نے اپنے محبوب اور اس کے ذریعہ اپنی سب مخلوق پر کی۔ اس آیت میں بالکل واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کے گناہ بخشنے کیلئے، ہمارے دکھ درد دور کرنے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کو واسطہ اور وسیلہ بنایا۔ حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کی بارگاہ میں شفاعت کیلئے التجا کرنا شرک نہیں، عین اسلام ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم ہے: پھر اپنے نبی مکرم کو حکم دیا کہ وہ اپنے مخلص صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں۔

امام ابو عبد اللہ القرطبی نے اس مقام پر خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ وَالشُّوْرٰى مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرِيْعَةِ وَعَزَائِمِ الْاَحْكَامِ وَمَنْ لَّا يَسْتَشِيْرُ اَهْلَ الْعِلْمِ وَالدِّيْنِ فَعَزْلُهٗ وَاجِبٌ۔ (1)

"مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خود رائی سے کام لیتا ہے اسے معزول کر دینا لازمی ہے۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ خلفاء اور حکام پر واجب ہے کہ دینی معاملات میں علماء سے، جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے، اور عام فلاح و بہبود کے کاموں میں

1۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، "الجامع لاحکام القرآن"، (قاہرہ 1936)، جلد 4، صفحہ 249

سرداران قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی کے متعلق عقلمند وزراء اور تجربہ کار عہدہ داروں سے مشورہ کریں اور حضور کریم ﷺ کو مشورہ کرنے کے حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

مَا اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِالْمُشَاوَرَةِ لِحَاجَةٍ مِّنْهُ اِلٰى رَأْيِهِمْ وَاِنَّمَا اَرَادَ اَنْ يُّعَلِّمَهُمْ مَا فِى الْمُشَاوَرَةِ مِنَ الْفَضْلِ وَلِتَقْتَدِىَ بِهٖ اُمَّتُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشورہ کرنے کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس امر میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرام کو مشاورت کی شان کا پتہ چل جائے نیز یہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتدا واتباع کرے"

اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

تَطْيِيْبًا لِنُفُوْسِهِمْ وَرَفْعًا لِاَقْدَارِهِمْ (2)

"صحابہ کرام کے دلوں کو خوش کرنا اور ان کی قدر و منزلت بڑھانا مقصود ہے۔"

یعنی ان کے ہادی و مرشد کی نگاہ میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے اس لئے اہم امور میں ان سے مشورہ فرمایا جائے۔

عزم: خوب غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد جو فیصلہ کیا جائے اسکو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لینے کو عزم کہتے ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے کوئی کام کرنے میں مشغول ہو جانا عزم نہیں ہے اس لئے علماء لغت نے لکھا ہے۔ اَلْعَزْمُ وَالْحَزْمُ وَاحِدٌ

توکل کا اسلامی مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک بات طے کر لینے کے بعد تذبذب کا شکار ہونا پیغمبر کی شان کے شایاں نہیں اور نہ مومن کو ایسا کرنا زیبا ہے کیونکہ اس سے دل میں کمزوری اور مزاج میں تلون پیدا ہوتا ہے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ○ (3)

1۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، "الجامع لاحکام القرآن"، (قاہرہ 1936)، جلد 4، صفحہ 250

2۔ ایضاً

3۔ سورہ الشعراء: 219

"اور (دیکھتا رہتا ہے) جب آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں (کے گھروں) کا۔"

اس آیت طیبہ کے متعدد مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔

1۔ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں قیام سے رکوع کی طرف، رکوع سے سجدہ کی طرف پھر سجدہ سے قیام کی طرف جو تقلبات آپ سے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

2۔ حضور نے جماعت کرائی بعض صحابہ رکوع و سجود میں حضور سے پہلے چلے گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور انہیں بتایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جب میں قبلہ رو کھڑا ہوں تو میں تمہاری حرکات و سکنات سے بے خبر ہوتا ہوں۔

فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَىَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّىْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِىْ۔

"یعنی مجھ پر نہ تمہارا قلبی خشوع و خضوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا رکوع، میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوتا ہوں۔"

اس آیت میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب آپ اپنے صحابہ کی ظاہری و باطنی کیفیات ملاحظہ کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس فعل کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

3۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جب نماز تہجد کی فرضیت ختم ہو گئی تو حضور سحری کے وقت اٹھے اور صحابہ کرام کے گھروں کا چکر لگایا یہ دیکھنے کیلئے کہ فرضیت کے ختم ہونے کے بعد کیا وہ آج آرام سے سو رہے ہیں یا اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں مصروف ہیں۔ حضور جس صحابی کے گھر کے پاس سے گزرتے تلاوت قرآن کریم اور ذکر الٰہی کی آوازیں اسی طرح آرہی ہوتیں جیسے شہد کے چھتہ سے شہد کی مکھیاں غنغنا رہی ہوں۔

فَوَجَدَهَا كَبُيُوْتِ النَّحْلِ لِمَا سَمِعَ لَهَا مِنْ دَنْدَنَتِهِمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالتِّلَاوَةِ۔ (1)

4۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے اس کا یہ مفہوم بھی نقل کیا ہے کہ تَقَلُّبُ سے

1۔ علامہ سید محمود آلوسی، روح المعانی

مراد تَنَقُّلَ فِي الْاَصْلَابِ ہے یعنی جب آپ کا نور یکے بعد دیگرے آپ کے اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوتے چلا آرہا تھا تو اس وقت بھی آپ کا رب دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ آپ کے آباء واجداد کو قرآن کریم نے السّٰجِدِيْنَ (سجدہ کرنے والے) کہا ہے اس لئے اکثر علماء نے اس آیت سے حضور کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور اہل سنت وجماعت کے کثیر التعداد جلیل القدر علماء کا یہی مسلک ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

"وَجُوِّزَ حَمْلُ التَّقَلُّبِ عَلَى التَّنَقُّلِ فِي الْاَصْلَابِ اَنْ يُّرَادَ بِالسّٰجِدِيْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاسْتُدِلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ" (1)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ جو شخص حضور کے والدین کریمین کے حق میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہے تو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ الْقَارِيْ وَاَضْرَابِهٖ۔

اس قول کی تائید میں علامہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے متعدد احادیث صحیحہ نقل کی ہیں جن میں سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ اِلَّا جَعَلَنِيَ اللّٰهُ مِنْ خَيْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيَّ وَلَمْ يُصِبْنِيْ شَيْءٌ مِّنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ خَرَجْتُ مِنْ نِّكَاحٍ لَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِيْ وَاُمِّيْ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُكُمْ اَبًا۔ (2)

"حضور نے فرمایا کہ جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بٹی تو مجھے اللہ

1۔ تفسیر روح المعانی

2۔ تفسیر مظہری

تعالیٰ نے اس میں کیا جو ان دونوں سے بہتر تھا۔ اپنے والدین کے ہاں میری ولادت ہوئی اس حال میں کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے ملوث نہیں کیا۔ آدم سے لے کر اپنے والدین تک میرے اجداد وجدات میں کوئی بھی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی۔"

اس حقیقت پاک سے معلوم ہوا کہ حضور کے آباؤ امہات سے کوئی مشرک یا فاسق نہیں ہوا کیونکہ مشرکین کے بارے میں صراحتہ مذکور ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ "بیشک مشرک نجس ہیں" اور حضور کے آباء نجس نہیں ہو سکتے جن کی تمام حرکات و سکنات کو نگاہ قدرت ہمہ وقت بغور ملاحظہ فرما رہی ہو اس ہستی کی شان عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (1)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کیلئے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جن کمالات صوری و معنوی، وہبی و کسبی سے مشرف فرمایا وہ بلا شک و شبہ بے مثال و بے نظیر ہیں اور ان کمالات کو قرآن کریم کی آیات طیبات میں جس انداز سے بیان فرمایا اس کا بھی جواب نہیں۔ ان آیات کو پڑھ کر اگر ایک طرف عبد محبوب کے مرتبہ کمال کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کمالات کے بخشنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی دیکھ کر بے ساختہ دل و زبان سے "سبحان اللہ" کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے۔ جو کمالات اور صفات عالیہ متفرق اور منتشر تھیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آئینہ میں حسن محمدی اور جمال احمدی کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔

ارشاد ہے اے محبوب! جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، حجج باہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی

3۔ سورہ الانبیاء: 107

اور روحانی نعمتوں سے مالامال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کیلئے، سارے جہان والوں کیلئے، اپنوں اور بیگانوں کیلئے، دوستوں اور دشمنوں کیلئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرماویں۔

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اَلرَّحْمَۃُ: اَلرِّقَّۃُ وَالتَّعَطُّفُ یعنی رحمت، رقت اور احسان ومہربانی کے مجموعے کا نام ہے۔(1)

علامہ راغب اصفہانی کی تشریح ملاحظہ ہو۔

اَلرَّحْمَۃُ: رِقَّۃٌ تَقْتَضِی الْاِحْسَانَ اِلَی الْمَرْحُوْمِ یعنی رحمت اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے جس پر رحمت کی جارہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں رقت نہیں کیونکہ وہ اس سے پاک ہے بلکہ صرف تعطف اور احسان ہے اور کہیں صرف رقت ہوتی ہے اور یارائے احسان نہیں ہوتا۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمت جامعہ یعنی رحمت کے دونوں مفہوموں سے نوازا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (جس سے تمہیں تکلیف پہنچے وہ چیز میرے محبوب کو بڑی شاق گزرتی ہے) میں اس رقت کا اظہار ہے اور بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ میں شان تعطف واحسان کا بیان ہے۔ یعنی ہر دردمند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی۔ کسی غمزدہ اور دکھ درد کے مارے کو دیکھ کر غایت رحمت سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور نوک مژگان پاک پر در یتیم سے ارجمند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہ رب العالمین میں گرتے ہیں، تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اور غم واندوہ کی کالی گھٹائیں کافور ہو جاتی ہیں۔

آپ خود غور فرمائیے کہ جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور کے دامن رحمت کو تھاما حضور کے لائے ہوئے دین کو صدق دل سے قبول کیا اور حضور کے پیش کردہ نظام حیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گمراہ تھے، لیکن اس نور مبین سے اکتساب نور کرنے کے بعد ظلمت کدہ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے۔ جاہل تھے،

1۔ المفردات

لیکن اس چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہونے کے بعد دنیا کے جس جس گوشہ میں گئے علم و حکمت کے چمن کھلاتے گئے۔ گنوار اور اجڈ تھے لیکن پاکیزہ تہذیب و تمدن کے بانی بن گئے۔ جہانگیری اور جہانبانی کا ایک اچھوتا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں کسی ایسے بادشاہ کی گنجائش نہیں جو مطلق العنان ہو، جو قانون کی گرفت سے بالاتر ہو، جو سب کا محاسبہ کر سکے لیکن اس سے باز پرس کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہو۔ بلکہ جو قوم و ملک کا سربراہ ہوگا اسے خلیفہ کہا جائے گا جس کا معنی نائب ہے اور نائب وہ ہوتا ہے جسے کسی نے مقرر کیا ہو اور جس پر لازم ہو کہ وہ جو کچھ کرے گا اپنے مقرر کرنے والے کی منشا اور ہدایت کے مطابق کرے گا۔ ان رحمتوں سے وہ افراد اور قومیں سرشار ہوئیں جنہوں نے حضور کی رسالت کو تسلیم کیا اور حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ ﷺ۔

لیکن جو لوگ اپنی کج فہمی کے باعث یا بے جا تعصبات میں مبتلا ہو کر اس چشمہ حیوان سے براہ راست اور بلا واسطہ سیر کام نہ ہوئے وہ بھی اس فیضان سے دانستہ یا نادانستہ فیض یاب ہوتے رہے۔ آفتاب کی شعاعیں ہر وادی و کوہسار کو روشن کرتی رہیں حتی کہ وہ مذاہب جن کی بنیاد ہی اصنام پرستی اور شرک پر تھی وہ بھی اپنے مشرکانہ عقائد میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ہندوستان میں آریہ سماج اور عیسائی دنیا میں پروٹسٹنٹ نظریات کا فروغ اس دعوی کی صداقت پر شاہد عادل ہیں۔ ملوکیت اور ڈکٹیٹر شپ کے نظام ہائے حکومت کی جگہ جمہوری اور شورائی طرز حکومت کی مقبولیت اسلام کے پیش کردہ نظریہ سیاست کی فتح نہیں تو اور کیا ہے اور پھر یہ رحمت کیا کم ہے کہ اپنے فسق و فجور اور کفر و شرک کے باوجود پہلی قوموں کی طرح ان پر فوری عذاب نازل کر کے انہیں نیست و نابود نہیں کر دیا گیا۔

یہ تو عالم ناسوت میں حضور کی گوناگوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالم ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے اور حضور کا دست شفقت گل افشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمت محمدی کے ظہور میں جو بانکپن ہے اور بحر کرم میں جو مٹھاس اور روانی ہے اس کا حال تو فقط وہ نفوس قدسیہ ہی جانتے ہیں جنہیں اس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہو۔

غرضیکہ یہ وہ آفتاب ہے جس کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو ہی روشن نہیں بلکہ وہ جہان لطیف بھی درخشاں ہے جو رنگ و بو، کم و کیف اور بالا و پست کے تعینات سے ماورا

ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہاں اس آفتاب کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے جو نہ زبان پر لایا جا سکے اور نہ قلم سے لکھا جا سکے۔ اس رحمت عامہ کی برکتوں سے عقل بھی بہرہ ور رہے اور دل کی دنیا بھی شادکام ہے۔

ترجمان حقیقت، شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

حضور کریم ﷺ نے اپنی شان رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا۔

اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ (یعنی میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی)۔

ایک مرتبہ کفار کیلئے جب بددعا کرنے کی التجا کی گئی تو حضور نے فرمایا۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ عَذَابًا

"یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْجَمِيْعِ بِاعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسَبِ الْقَوَابِلِ وَلِذَا كَانَ نُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ الْمَخْلُوْقَاتِ وَفِي الْخَبَرِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ، وَجَآءَ اَللّٰهُ تَعَالٰى الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ۔ وَلِلصُّوْفِيَةِ قُدِّسَتْ اَسْرَارُهُمْ فِيْ هٰذَا الْفَصْلِ كَلَامٌ فَوْقَ ذٰلِكَ۔ (1)

1۔ روح المعانی

"حضور کریم ﷺ کا تمام کائنات کیلئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضور کے واسطہ سے ہی ملتا ہے اسی لئے حضور کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں اور صوفیاء کرام نے اس ضمن میں جو اسرار و معارف بیان کئے ہیں وہ ان سے بلند ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔"

حضرت علامہ اقبال نے حامل لواء الحمد اور صاحب مقام محمود کی مدح سرائی میں جب یوں گل فشانی کی ہو گی تو کیا عجیب سماں ہو گا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

وَنَسْئَلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یَّجْعَلَ حَظَّنَا مِنْ رَحْمَتِهِ الْحَظَّ الْوَافِرَ وَاَنْ یُّیَسِّرَ لَنَآ اُمُوْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ بِلُطْفِهِ الْمُتَوَاتِرِ

"الٰہی! ہمیں اپنے محبوب کی رحمت سے حظ وافر عطا فرما اور حضور ﷺ کے لطف پیہم سے ہمارے دنیوی اور اخروی کاموں کو آسان فرما۔ آمین ثم آمین"

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

رحمتہ للعالمینی کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کہ کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو پھر نور توحید سے جگمگا دیا۔ بندے کا ٹوٹا ہوا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا۔ اس کا دل جو دنیا بھر کی خواہشات کا کباڑ خانہ بنا ہوا تھا، اسے تمام آلائشوں سے پاک کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت

کا چراغ روشن کر دیا۔ انسانیت کا کارواں، اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا، اسے اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اسے اپنی منزل تک لے جا سکتی تھی۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ مسافر کے دل میں منزل تک رسائی حاصل کرنے کا اتنا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ہر طرف سے پہلو بچا کر اپنی منزل کی طرف بے تابانہ گامزن ہو گیا۔

حضور کی رحمت سب کیلئے ہے۔ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی شان رحمۃ للعالمین سے ہر ایک کو حصہ ملا ہے۔ اہل ایمان کو تو حضور کی رحمت کی برکت سے ہدایت کی نعمت نصیب ہوئی۔ منافق کو اس رحمت کے باعث قتل سے امن ملا اور کافر کو اس رحمت سے یہ حصہ ملا کہ اس پر فوری طور پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ الغرض مومن اور کافر اسی خوان رحمت کے ریزہ چین ہیں۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ (1)

"کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے پس جب آپ (فرائض نبوت) سے فارغ ہوں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔"

علامہ راغب اصفہانی، الشرح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَصْلُ الشَّرْحِ : بَسْطُ اللَّحْمِ وَنَحْوُهٗ يُقَالُ شَرَحْتُ اللَّحْمَ وَشَرَّحْتُهٗ وَمِنْهُ شَرْحُ الصَّدْرِ اَیْ بَسْطُهٗ بِنُوْرٍ اِلٰهِیٍّ وَ سَكِيْنَةٍ مِّنْ جِهَةِ اللّٰهِ وَرَوْحٍ مِّنْهُ۔ (2)

1۔ سورۃ الانشراح: 1-8

2۔ المفردات

"گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الٰہی سے سینہ کا کشادہ ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طمانیت کا حاصل ہو جانا اس کی طرف نے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہونا۔"

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

کہ الشرح اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کیلئے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں۔

وَقَدْ يُرَادُ بِهٖ تَايِيْدُ النَّفْسِ بِقُوَّةٍ قُدْسِيَّةٍ وَّاَنْوَارٍ اِلٰهِيَّةٍ بِحَيْثُ تَكُوْنُ مَيْدَانًا لِّمَوَاكِبِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَسَمَآءً لِّكَوَاكِبِ الْمَلَكَاتِ وَعَرْشًا لِّاَنْوَاعِ التَّجَلِّيَاتِ وَفَرْشًا لِّسَوَائِمِ الْوَارِدَاتِ فَلَا يَشْغَلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَّيَسْتَوِىْ لَدَيْهِ يَكُوْنُ وَكَانَ وَمَا كَانَ۔ (1)

"یعنی شرح صدر کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الہیہ سے اس طرح مؤید کرنا کہ وہ معلومات کے قافلوں کیلئے میدان بن جائے، ملکات کے ستاروں کیلئے آسمان بن جائے، گوناگوں تجلیات کیلئے عرش بن جائے اور واردات کے لئے میدان بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت، دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل۔ حال اور ماضی یکساں ہو جاتے ہیں"

آپ پھر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْسَبُ بِمَقَامِ الْاِمْتِنَانِ هٰهُنَا اِرَادَةُ هٰذَا الْمَعْنَى الْاَخِيْرِ۔

"اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا ذکر فرما رہا ہے اس لئے یہاں شرح صدر کا یہی آخری معنی زیادہ مناسب ہے۔"

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

1۔ تفسیر روح المعانی

فَالْمَعْنٰی اَلَمْ نَفْسَحْ صَدْرَکَ حَتّٰی حَوٰی عَالَمَیِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ وَجَمَعَ بَیْنَ مَمْلَکَتَیِ الْاِسْتِفَادَةِ وَالْاِفَادَةِ فَمَا صَدَّكَ الْمُلَابَسَةُ بِالْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِیَّةِ عَنْ اِقْتِبَاسِ اَنْوَارِ الْمَلَکَاتِ الرُّوْحَانِیَّةِ وَمَا عَاقَكَ التَّعَلُّقُ بِمَصَالِحِ الْخَلْقِ عَنِ الْاِسْتِغْرَاقِ فِیْ شُئُوْنِ الْحَقِّ (1)

"یعنی آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہان اس میں سما گئے ہیں۔ استفادہ اور افادہ کی دونوں مملکتیں جمع ہو گئی ہیں۔ علائق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکات روحانیہ کے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق، معرفت الٰہی میں استغراق کے راستے میں رکاوٹ نہیں۔"

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کا بڑا وسیع حوصلہ دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو علوم و معارف عطا فرمائے امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں انہیں یوں بیان کیا ہے۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

"دنیا و آخرت دونوں آپ کے جود و کرم کی مظہر ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔"

علامہ علی قاری حنفی، آخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عِلْمُهُمَا اَنْ يَّكُوْنَ سَطْرًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ وَنَهْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ

"کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کی ایک سطر ہے۔ اور آپ کے علم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔"

1۔ روح المعانی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی اس آیت کی آئینہ دار ہے حضور نے جس بلند حوصلگی اور اولوالعزمی سے فرائض نبوت کو ادا کیا، جس صبر و شکر کے ساتھ اس راہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کے بغیر ممکن نہ تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے علم کے نور سے منور کیا، اس کو بھی شرح صدر کی برکت کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں کئی مفسرین نے شق صدر کی روایات بھی ذکر کیں لیکن علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

حَمْلُ الشَّرْحِ فِي الْآيَةِ عَلٰى ذٰلِكَ الشَّقِّ ضَعِيْفٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ (1)

"کہ یہاں جو شرح صدر مذکور ہے اس سے شق صدر مراد لینا محققین کے نزدیک ضعیف ہے البتہ شق صدر کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے۔"

اس آیت میں غور کرنے سے کلیم اور حبیب کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں کو شرح صدر بخشا گیا لیکن کلیم کو مانگنے پر اور حبیب کو بن مانگے۔ پھر دونوں کے شرح صدر میں بھی زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔

اَلْوِزْرُ: اَلْحِمْلُ الثَّقِيْلُ۔ بار گراں

اَنْقَضَ: اس کی تشریح اَثْقَلَ ظَهْرَهٗ ایسا بوجھ جو پیٹھ کو بوجھل کر دے

صاحب قاموس نے اَنْقَضَ کا ایک اور معنی تحریر کیا ہے یعنی کسی چیز کا لاغر اور دبلا ہونا۔

قَالَ ابْنُ عَرَفَةَ اَیْ اَثْقَلَهٗ حَتّٰی جَعَلَهٗ نَقْضًا اَیْ مَهْزُوْلًا
وَهُوَ الَّذِیْ اَتْعَبَهُ السَّفَرُ وَالْحَمْلُ وَنَقَصَ لَحْمُهٗ

"یعنی اس بوجھ نے آپ کی پیٹھ کو دبلا اور لاغر کر دیا کیونکہ پیہم سفر اور متواتر کام سے گوشت دبلا ہو جاتا ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

آں بار کہ گراں کردہ بود پشت ترا

یعنی وہ بوجھ جس نے آپ کی پشت کو بوجھل بنا دیا تھا۔

1۔ روح المعانی

میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ویسے لغت عرب میں جب اونٹ کی پشت پر زیادہ بوجھ لادا جائے تو اس کی پسلیوں سے ایک قسم کی کڑ۔ کڑ کی آواز نکلتی ہے اسے بھی اَنْقَضَ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ بھاری بوجھ کیا تھا؟ جو پیٹھ کو گراں بار کر رہا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے اٹھالیا، اس کے بارے میں علماء تفسیر نے متعدد اقوال لکھے ہیں ان میں سے دو قول ہی پسندیدہ ہیں۔

1۔ اپنی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ کر خاطر عاطر کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ان کا بے جان بتوں کو پوجنا، فسق و فجور میں غرق رہنا، قمار بازی اور شراب نوشی میں اپنی صحت و دولت کو برباد کرنا، غریبوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حقوق غصب کرنا، باہمی جنگ و جدال اور قتل و غارت، ان کی اخلاقی پستی، ان کی معاشی بدحالی اور ان کی سیاسی ابتری، ان تمام چیزوں کو دیکھ کر حضور کو بہت دکھ ہوتا اور اس صورت حال کو یکسر بدل ڈالنے کیلئے دل ہر وقت مضطرب رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا اور قرآن کریم جیسا صحیفہ رشد و ہدایت عطا فرمایا۔ دین اسلام جیسا جامع اور مکمل نظام حیات مرحمت فرمایا جس سے یہ بوجھ اتر گیا۔ منزل کا تعین بھی ہو گیا اور اس منزل کی طرف لے جانے والا راستہ بھی نور نبوت سے روشن ہو گیا۔

2۔ یا اس بوجھ سے بار نبوت و رسالت مراد ہے۔ ایسے لوگ جو صدہا سال سے معبودان باطل کی پوجاپاٹ میں مشغول تھے۔ جن کی کئی پشتیں اخلاقی آوارگی کی نذر ہو چکی تھیں۔ ظلم و ستم لوٹ مار، جن کے نزدیک فخر و مباہات کا باعث تھی، ان کو ان پستیوں سے نکال کر توحید، اخلاق حسنہ اور نظم و ضبط کی بلندیوں پر لے جانا، بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس راستہ میں مشکلات کے فلک بوس پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے اور ناکامیوں کی عمیق غاریں منہ کھولے ہوئے نگل جانے کیلئے بے تاب تھیں۔ اس فرض کی ادائیگی کا احساس دل کو ہر وقت بے چین رکھتا۔ ان کا تعصب و عناد اور باطل سے چمٹے رہنے پر ان کا احمقانہ اصرار اس بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی دولت سے مالا مال فرما کر اس بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ طبیعت میں قلق و اضطراب کی جگہ صبر و عزیمت نے لے لی۔ اپنی قوم کی

بے اعتنائی اور دل آزاریوں پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ہمت وحوصلہ پیدا ہو گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے۔

''آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھیں، قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا تو وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔''

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَتَانِي جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ اَتَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قُلْتُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي۔

''حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے۔ کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔''

علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

وَاَيُّ رَفْعٍ مِّثْلُ اَنْ قَرَنَ اِسْمَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِاِسْمِهٖ عَزَّوَجَلَّ فِي كَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَجَعَلَ طَاعَتَهٗ طَاعَتَهٗ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فِي مَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ۔ وَخَاطَبَهٗ بِالْاَلْقَابِ كَيٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ، يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ وَذَكَرَهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى فِي كُتُبِ الْاَوَّلِيْنَ وَاَخَذَ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَاُمَمِهِمْ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مومنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب بھی خطاب کیا معزز القابات سے مخاطب فرمایا جیسے یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔"

آج دنیا میں کوئی آباد ملک ایسا نہیں جہاں روز و شب میں پانچ بار حضور نبی کریم کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔ حضور کے سوانح پر اپنوں اور بیگانوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں، دنیا کے کسی نبی، مصلح، فاتح اور سلطان کے بارے میں نہیں لکھی گئیں۔ بے شمار اعلیٰ پایہ کے لوگوں نے حضور کریم ﷺ کے ذکر پاک کو بلند کرنے کیلئے جس طرح اپنی زندگیاں، اپنی علمی قوتیں، روحانی طاقتیں، اپنا مال اور اپنے وسائل وقف کئے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے عشاق نے نثر و نظم میں انسانیت کو جو پاکیزہ ادب عطا فرمایا ہے اس کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ لادینیت کے اس دور میں بھی آپ کے دین کی تبلیغ اور آپ کی سنت کے احیاء کی کوششیں بڑے خلوص سے کی جا رہی ہیں۔ آپ کا نام پاک لے کر، آپ کا ذکر خیر کر کے اور آپ کے محاسن سن کر کروڑوں دلوں کو جو سرور اور فرحت نصیب ہوتی ہے اس کا جواب نہیں۔ اپنے تو رہے ایک طرف، بیگانوں اور متعصب مخالفوں کو بھی بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔

اگر آپ ان حالات کو پیش نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا لطف دوچند ہو جائے گا۔ ساری دنیا مخالف ہے، مکہ کے نامور سردار اور عوام چراغ مصطفوی کو بجھانے کے درپے ہیں، جس گلی سے گزرتے ہیں وہاں غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے جاتے ہیں اور کانٹے بکھیر دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو مرے ہوئے اونٹ کا اوجھ اٹھا کر گردن مبارک پر لاد دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ ان کا ذکر پاک دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہو گا۔ ان کے دین کی روشنی سے مہذب دنیا کا بہت بڑا علاقہ منور ہو گا اور

کروڑوں انسان ان کے نام پر جان دینے کو اپنے لئے باعث سعادت تصور کریں گے۔ لیکن جو وعدہ مولا کریم نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا وہ پورا ہو کر رہا اور قیامت تک ذکر محمدی کا آفتاب ضو فشانیاں کرتا رہے گا۔ اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے اپنے حبیب ﷺ کی جس طرح دل نشین انداز سے توصیف فرمائی ہے اور حضور کے گوناگوں کمالات اور خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ کتنی خوش بخت ہے وہ امت اور کتنے سعادت مند ہیں اس امت کے وہ جلیل القدر افراد جو قرآن کریم کی آیات میں اپنے محبوب کے حسن و جمال کی دل لبھانے والی اداؤں کو دیکھتے ہیں اور اپنے قلب و نگاہ کو اس کے نور سے روشن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ کے بحر جود و کرم سے ہمیشہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس شوق فراواں سے نوازے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کرام اور کاملین امت کو عطا فرمایا تھا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ (1)

"بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے۔ گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا۔ بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا۔ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم رحمۃ للعالمین ﷺ کے محامد و محاسن کو بڑے جامع اور دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کی ابتدا اس سے کی لَقَدْ جَآءَكُمْ : اے بنی نوع انسان تمہارے پاس تشریف لایا ہے جلیل القدر عظیم الشان رسول۔ رسول پر تنوین تفخیم یعنی عظمت شان کو بیان کرنے کے لئے ہے مِّنْ اَنْفُسِكُمْ فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ نووارد اور اجنبی نہیں جس کے اخلاق و کردار کے بارے میں تمہیں کوئی واقفیت نہ ہو بلکہ یہ وہ مکرم و محتشم ہستی ہے جس کی ولادت بھی تمہارے ہاں ہوئی۔ جس کا بچپنا بھی تمہارے سامنے گزرا۔ اس کی کتاب زندگی کا ہر ورق ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے، اس کا شباب اپنی ساری معصومیتوں کے ساتھ

1۔ سورۃ التوبہ 128

ہمیشہ تمہاری توجہ کا مرکز رہا ہے، الغرض اس نے تم میں چالیس سال کا طویل عرصہ گزارا ہے اور اس کی زندگی کا کوئی پہلو تم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اس لئے جب اس کی سابقہ زندگی کو تم بے داغ پاتے ہو، اب تک اس کو الصادق اور الامین کے القاب سے ملقب کرتے رہے ہو تو اب اس کی دعوت کے بارے میں تمہارا یہ انکار قطعاً معقول نہیں۔ جو ہستی عام انسانوں سے کذب بیانی کو روا نہیں رکھتی وہ کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کو منسوب کرے۔

اس کے بعد اپنے نبی مکرم کی تعریف وستائش میں چند جامع کلمات ذکر فرمائے جن میں معانی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ ان کلمات کا لفظی ترجمہ تو آپ نے پڑھ لیا ان کی مزید وضاحت کیلئے میں سرور عالم ﷺ کی دو صحیح احادیث پیش کرتا ہوں۔ ان کے پڑھنے سے نبی مکرم ﷺ کی ان صفات جلیلہ کی وسعتوں کا آپ کو اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔

اِنَّ رَبِّیْ اَعْطَانِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِنْ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ

فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هَلَّا اسْتَزَدْتَّهٗ؟

"میرے رب نے میری امت میں سے مجھے ستر ہزار مسلمان ایسے دیئے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔"

"حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا اچھا ہو تا اگر حضور اس تعداد سے زیادہ کے متعلق سوال کرتے۔"

فَقَالَ اسْتَزَدْتُّهٗ فَاَعْطَانِیْ هٰکَذَا وَفَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ وَبَسَطَ بَاعَیْهِ وَحَثٰی

"حضور نے فرمایا میں نے زیادہ کیلئے استدعا کی اور میرے رب نے اس قدر عطا فرمایا۔ اس قدر کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے اپنے ہاتھوں کو کھولا دونوں بازوؤں کو پھیلا دیا اور لَپ بھرا"

ہشام کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے اپنے محبوب کو دیا اور اس کی تعداد معلوم

نہیں ہو سکتی۔

عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین دن تک رسول کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ صرف نماز پنجگانہ کیلئے مسجد میں تشریف لاتے اور نماز سے فراغت کے بعد پھر خلوت نشین ہو جاتے۔ چوتھے دن حضور پرنور حسب معمول تشریف لائے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تین دن تک ہم سے الگ تھلگ رہے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ آقا و مولا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ یَحْدُثْ اِلَّا خَیْرًا اِنَّ رَبِّیْ وَعَدَنِیْٓ اَنْ یُّدْخِلَ مِنْ
اُمَّتِی الْجَنَّۃَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا بِلَا حِسَابٍ وَّاِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ
فِیْ ھٰذِہِ الثَّلٰثِ الْاَیَّامِ الْمَزِیْدَ فَوَجَدْتُ رَبِّیْ مَاجِدًا
کَرِیْمًا فَاَعْطَانِیْ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِیْنَ اَلْفًا۔

"یعنی اے میرے صحابہ! فکر و اندیشہ کی کوئی بات نہیں۔ بڑا دل خوش کن واقعہ رونپذیر ہوا ہے میرے رب نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں اپنے رب سے تین دن تک اس تعداد میں اضافے کی التجا کرتا رہا۔ پس میں نے اپنے پروردگار کو بڑا عظیم کریم پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار کے علاوہ ان میں سے ہر ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار عطا فرمائے جنہیں حساب لئے بغیر جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

اے یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

اور اس آیت کا اختتام بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ کے کلمات طیبات سے فرمایا۔ امت کے ساتھ اس کے آقا کا جو رشتہ محبت و الفت ہے، ان پاکیزہ الفاظ سے زیادہ بلیغ پیرایہ میں اس کا بیان ممکن نہیں۔

رَءُوْفٌ، مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا۔

رَحِیْمٌ، بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے ہر وقت رحم فرمانے والا۔

حسین بن فضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی نبی میں

جمع نہیں فرمایا۔

حضور کی صفت شہادت

يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًاO وَّ
دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًاO (1)

"اے نبی مکرم ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا۔"

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کو بڑے محبت بھرے انداز میں خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد ان جلیل القدر القابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا۔ ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ۔ ان تند و تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ منہ کھولے ہوئے گرداب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاح کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت، دوں حوصلہ، نااہل اور ناتجربہ کار ہو بلکہ اس کشتی کا ناخدا وہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفات جلیلہ سے متصف کیا ہے۔ تم صبر و استقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہو گی۔ ساتھ ہی دشمنان اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھانا چاہتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

اے میرے نبی مکرم! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ اور گواہ کیلئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو۔ اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے المفردات میں لکھا ہے۔

اَلشَّهَادَةُ وَالشُّهُوْدُ: اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ إِمَّا بِالْبَصَرِ أَوْ بِالْبَصِيْرَةِ۔

1۔ سورہ الاحزاب 45-46

"شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔"

یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی، یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔ یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمالیہ پر۔ کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کسی کو اس دعوت حق میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخصی وجاہت، علم اور فضل و کمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حضور کی اس شہادت سے وہ سارے حجابات تار تار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی کی شہادت توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور ﷺ، اسلام، اس کے عقائد، اس کے نظام عبادات و اخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہار جاوداں آسکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا، نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ انہیں کسی نے گناہوں سے روکا تو اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ رب العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو تختہ دار پر کھینچ دیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شَاهِدًا عَلٰى اُمَّتِكَ حضور اپنی امت پر گواہی دیں گے۔

اپنی اسی تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَيُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتُهٗ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ (1)

"عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح وشام حضور کی امت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اس لئے حضور ان پر گواہی دیں گے۔"

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فَقَوْلُهٗ تَعَالٰى شَاهِدًا عَلَى اللّٰهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَاَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ وَعَلَى النَّاسِ بِاَعْمَالِهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (2)

"حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔"

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَهُمْ وَتُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَدَاءً مَّقْبُوْلًا فِيْ مَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ۔ (3)

"حضور گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ حضور ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔"

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَطْلَعَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى اَعْمَالِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ اِلَيْهَا لِذٰلِكَ اُطْلِقَ عَلَيْهِ شَاهِدًا

1۔ تفسیر مظہری
2۔ تفسیر ابن کثیر
3۔ تفسیر روح المعانی

"یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرمادیا ہے حضور نے انہیں دیکھا ہے اس لئے حضور کو شاہد کہا گیا۔"

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد

زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

فَتَاَمَّلْ وَلَا تَغْفَلْ۔

"اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو"

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لکھتے ہیں

"اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔"

الغرض وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے اور عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل و خرد کی رسائی سے ماوراہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

حضور کا دوسرا لقب "مُبَشِّرًا" ہے یعنی خوشخبری دینے والے۔ آپ نے اپنی امت کو یہ خوش خبری دی کہ جو اس دین پر ایمان لائے گا اس کے ارشادات پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

مُبَشِّرًا لِاَهْلِ الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ بِالْجَنَّةِ وَلِاَهْلِ الْمَحَبَّةِ بِالرُّؤْيَةِ (1)

"اہل ایمان و طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی۔"

تیسرا لقب "نَذِيْرًا" ہے نذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کرنے والا۔ یہ بھی حضور کی شان ہے۔

1۔ تفسیر روح البیان

چوتھا لقب وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ہے حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اور یہ کام کیونکہ بہت ہی کٹھن اور دشوار ہے، کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کیلئے بآسانی تیار نہیں ہوتا، خصوصاً مکہ کے مشرک جو کورانہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، جنہوں نے غور و فکر کے سارے چراغ گل کردیئے تھے ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا یہی حالت یہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی اس لئے ساتھ ہی "بِاِذْنِهٖ" کا کلمہ بڑھادیا یعنی اے محبوب! ہم نے اس دشوار کام کو آپ کے لئے آسان بنادیا ہے۔ "بِاِذْنِهٖ اَیْ بِتَسْهِيْلِهٖ وَتَيْسِيْرِهٖ" اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبیین ﷺ کو ان گوناگوں خوبیوں اور دلفریبیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعت زیبا کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی ملکہ موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ عرب کے اجڈ اور سخت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں، اپنے آباد گھروں، قیمتی مال و متاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر در مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کی طرف کشاں کشاں جارہے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے خالد بن ولید نے میدان احد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کردیا تھا لیکن وہی فاتح خالد، مکہ کو الوداع کہہ رہا ہے اور اپنے گلے میں غلامی کا قلادہ ڈال کر سرکار مدینہ کی حاضری کیلئے کوہ و دمن، دشت و صحرا کو عبور کرتا ہوا چلا جارہا ہے۔ یہی "دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ" کی شان کا ایک ظہور ہے۔

پانچواں لقب: سِرَاجًا مُّنِيْرًا فرمایا اے محبوب! میں نے تجھے سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات و لطافات کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب، روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیاء کا منبع و مصدر بنادینے والا۔

اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے میں فقط حضرت عارف باللہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِلِسَانِهٖ دَاعِيًا اِلَى
اللّٰهِ تَعَالٰى وَبِقَلْبِهٖ وَقَالِبِهٖ كَانَ مِثْلَ السِّرَاجِ يَتَلَوَّنُ

اَلْمُؤْمِنُوْنَ بِاَلْوَانِهٖ وَيَتَنَوَّرُوْنَ بِاَنْوَارِهٖ۔ (1)

"یعنی حضور زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر تھے۔ اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں و تاباں ہوتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نور مجسم ﷺ کے انوار سے درخشاں راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝ (2)

"اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔"

یعنی جیسے ہم نے قبلہ کے معاملہ میں تمہیں راہ راست اختیار کرنے کی توفیق بخشی اسی طرح ہر معاملہ میں تمہیں امت وسط بنایا۔

وَسَطًا کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان۔ ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا بہترین حصہ ہوا کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ عہد شباب اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے۔ افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم ہیں۔ بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد ان کی شریعت ان کے نظام اخلاق، سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گزر نہیں یہاں اعتدال ہے، توازن ہے اور موزونیت ہے۔ جب مسلمانوں کو اپنے اس عظیم منصب کا پاس تھا اس وقت ان کا ہر قول اور ہر فعل آئینہ تھا اس ارشاد ربانی کا۔ لیکن آج تو ہم یوں بگڑ چکے

1۔ تفسیر مظہری

2۔ سورہ البقرہ: 143

کہ قرآن میں جس امت کے محاسن بیان کئے گئے ہیں ہم پہچان ہی نہیں سکتے کہ وہ ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے آمین۔

امت محمدیہ گواہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات کی وہ زندہ تصویر ہے۔ دنیا میں اس کا ہر قول اور ہر فعل، اس کی انفرادی اور اجتماعی خوشحالی، اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بلندی ہر چیز اسلام کی صداقت پر گواہی دے رہی ہے۔ قیامت کے روز جب اگلے پیغمبروں کی امتیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا تو اس وقت امت مصطفیٰ ﷺ گواہی دے گی کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام حرف بحرف پہنچا دیا تھا اور جب ان پر اعتراض ہو گا کہ تم اس وقت موجود ہی نہ تھے تم گواہ کیسے بن گئے تو یہ جواب دیں گے کہ اے اللہ! تیرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نبی کریم ﷺ اپنی امت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور اپنے امتیوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے ہیں:

> "باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا نکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔" (1)

> "تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو، کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں۔ تمہارے ایمان کے درجوں کو بھی۔ تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔"

1۔ تفسیر فتح العزیز

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (1)

"تاکہ ہو جائے رسول کریم تم پر گواہ اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر۔"

ملت ابراہیمی کے برحق، سراپا یمن و برکت اور سب اقوام عالم کیلئے آیہ رحمت ہونے پر اگر تمہیں کسی دلیل کی ضرورت ہو، اگر کسی کو کوئی گواہ درکار ہو تو یہ دیکھو میرا رسول مکرم، میرا حبیب معظم کھڑا ہے، اس کی کتاب زیست کا ہر ورق اس دین و ملت کی حقانیت و صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کی راتوں کا سوز و گداز، اس کے دنوں کی مصروفیتیں، اس کا ہر قول، اس کا ہر فعل، اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا برتاؤ، اپنے دشمنوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک اس کی جنگیں اور اس کی صلحیں، اس کی کلی زندگی غرضیکہ تم اسے جس پہلو سے دیکھنا چاہو دیکھو جس کسوٹی پر پرکھنا چاہو خوب پرکھو۔ اگر تمہاری چشم دل نور حق کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو تم بے اختیار کہہ اٹھو گے کہ اس سے سچا گواہ آج تک چشم فلک پیر نے نہیں دیکھا۔ تمہارا دل مان جائے گا کہ جس کی گواہی یہ دے رہا ہے اس کے برحق ہونے میں ذرا تامل نہیں کیا جا سکتا۔

اور اے ایسے سچے گواہ کی گواہی قبول کر کے ایمان لانے والو! مسلم کے معزز و محترم لقب سے سرفراز ہونے والو! بزم عالم میں تمہارا مقام بھی یہ ہے کہ تم اپنی گفتار، اپنے کردار، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس طرح بسر کرو کہ تم اس دین کے برحق ہونے کی ایسی گواہی دے سکو جس کو تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو چارۂ کار نہ ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر، تم سے مل کر اور تم سے معاملہ کر کے یہ یقین کر لیں کہ جس دین کے تم پیروکار ہو وہی سچا دین ہے۔ جس نظام حیات کے تم نقیب ہو، سارے جہان کی فلاح و سلامتی کا صرف یہی ضامن ہو سکتا ہے۔

اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اس شہادت کی ذمہ داریوں کو انجام دیتا رہا لوگ پروانوں کی طرح شمع اسلام پر نثار ہوتے رہے۔ ایک مرد حق آگاہ بھی اگر کسی ظلمت کدہ میں پہنچ گیا تو اس کے رخ انور کی تابانیوں سے وہاں ہر طرف اجالا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے آبائی عقائد و نظریات کے زنار توڑ کر مشرف باسلام ہوتے رہے۔ اشاعت اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تمہیں پتہ چلے گا کہ امت محمدیہ

1۔ سورہ الحج: 78

علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان افراد نے ہر جگہ ہدایت کے یہ چراغ روشن کئے جن کا ظاہر وباطن نور توحید سے جگمگا رہا تھا۔ جو کام سلطان محمود غزنوی کے حملوں اور شہاب الدین کی فتوحات سے نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیوں نے کیا اور اس خوبی اور شان سے کیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی روحانی تسخیرات کی ضیا پاشیوں میں کمی نہیں ہوئی۔ لاہور۔ اجمیر۔ دہلی۔ اورنگ آباد۔ گجرات، سلہٹ چٹاگانگ، گنگوہ، پاکپتن میں کس نے برسر اقتدار باطل کو شکست فاش دی اور اسلام کا پرچم لہرایا اور اس طرح لہرایا کہ آج بھی لہرا رہا ہے اور قیامت تک لہراتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ہستیاں اپنے ساتھ دولت کے خزانے نہیں لائی تھیں۔ لشکر جرار ان کے ہمرکاب نہ تھے۔ فن مناظرہ میں بھی مہارت کا انہیں دعویٰ نہ تھا۔ ان کے پاس اپنی زندگی کی کھلی کتاب تھی جس کی ہر سطر سے نور عرفان کے چشمے ابل رہے تھے۔ ان کے پاس اپنی دلربا سیرت اور بے داغ کردار تھا جو پکار پکار کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہا تھا۔ ان کی صداقت کی دلیل ان کے نورانی چہرے تھے جو مہر درخشاں کو شرمسار کر رہے تھے۔ کسی مخالف میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان کی گواہی کو مشکوک ثابت کر سکے۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جو دل حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے تھے وہ دوڑ کر آئے اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

آج بھی دین اسلام کو اپنی برتری اور افادیت ثابت کرنے کیلئے ایسے ہی گواہوں کی ضرورت ہے جو اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنی روحانی بلندی سے اور وسعت علم سے اس کے برحق ہونے کی ایسی شہادت دینے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کوئی انہیں جھٹلا نہ سکے ورنہ جو تبلیغ آج ہم کر رہے ہیں وہ بیگانوں کو تو کیا اپنوں کو بھی اسلام سے متنفر کر رہی ہے۔ چاک گریباں کو رفو کرنا تو کجا ہمارے مبلغین ان چاکوں کو اور زیادہ وسیع کر رہے ہیں۔ محبت و پیار کا درس دے کر ملت کے پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنا تو بڑی بات ہے، جہاں ان کے سبز قدم پہنچے وہاں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ آج ہاتھوں میں سوئی نہیں قینچی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔

یہ تو ہوئی اس دنیا میں شہادت۔ اور ایک شہادت حضور کریم ﷺ اور حضور کی امت قیامت کے دن دے گی۔ اس شہادت سے انبیاء سابقین اس الزام سے بری کئے جائیں گے جو ان کی امتیں ان پر لگائیں گی کہ الٰہی ان تیرے نبیوں نے ہمیں تیرا کوئی پیغام نہیں پہنچایا اور نہ

انہوں نے ہمیں دعوت توحید دی ورنہ ہم کبھی کفر و شرک میں مبتلا نہ رہتے۔ اس وقت غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء آگے بڑھیں گے اور گواہی دیں گے یا اللہ! تیرے رسولوں اور نبیوں نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا اور قصور انہی لوگوں کا ہے جو آج بڑے سلیم الطبع بنے بیٹھے ہیں۔

آیات بالا سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شان کبریائی کی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کی راہنمائی کیلئے جو جامع نظام حیات دے کر اس نبی کو مبعوث فرمایا، حضور اس کی صداقت کے بھی شاہد عدل ہیں۔ اس شہادت کا صلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی سچے ہونے اور نبی برحق ہونے کی جابجا شہادت دی، کہیں فرمایا واللہ یَعْلَمُ انك لرسوله۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے کہ آپ اس کے سچے رسول ہیں دوسری جگہ ارشاد فرمایا" ویقول الذین کفروا لست مرسلا- قل کفی باللہ شهیدا بینی وبینکم ومن عنده علم الکتاب "جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں آپ فرمائیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اس کے علاوہ بیسیوں ایسی آیتیں ہیں جن میں اپنے محبوب کی صداقت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے اور اس کے نورانی فرشتوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○ (1)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اور اپنے (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

دین کے غلبہ کی جو بشارت اس آیت میں دی گئی ہے اس سے مراد دونوں غلبے ہیں دلیل و برہان کے میدان میں بھی اسلام کو غلبہ نصیب ہو گا اور میدان جنگ میں بھی اسی کے مخلص پیروکاروں کو ہر میدان میں فتح و کامرانی نصیب ہو گی۔

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی

1۔ سورۃ الفتح: 28

هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ۝ (1)

"تو کیا حال ہو گا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے ہر امت سے
ایک گواہ اور (اے حبیب) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ۔"

قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال و اعمال پر شہادت دیں گے اور حضور پر نور علیہ انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے۔ اور ھولاء کا مشار الیہ امت مصطفویہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام اپنی امت کے احوال پر گواہی دیں گے۔ وَقِيلَ الْإِشَارَةُ إِلَى جَمِيعِ أُمَّتِهِ (قرطبی) علامہ قرطبی نے اس قول کی تائید کیلئے حضرت سعید بن میسب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا تُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَأَعْمَالِهِمْ فَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ (2)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر صبح و شام حضور کی امت پیش کی جاتی ہے۔ حضور اپنے ہر امتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اس علم کامل کے باعث حضور قیامت کے روز سب کے گواہ ہوں گے۔"

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں بظاہر عتاب ہے لیکن در حقیقت اپنے خصوصی لطف و احسان کا اظہار ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ

"درگزر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انہیں۔"

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ ۝ (3)

"یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو"

1۔ سورۃ النساء: 41

2۔ تفسیر قرطبی، جلد 5، صفحہ 198

3۔ سورۃ التوبہ: 43

منافقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کیلئے عذر بیان کرتے۔ حضور ﷺ اپنی کریم النفسی کے باعث انہیں پیچھے رہنے کی اجازت فرمادیتے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اگر انہیں رخصت نہ دی جاتی تو بھی وہ اس مہم میں شرکت کرنے سے انکار کردیتے۔ بہتر یہ تھا کہ ان کی معذرتوں کو ٹھکرادیا جاتا تاکہ جب وہ پیچھے رہ جاتے تو ان کے نفاق کا حال سب کو معلوم ہو جاتا۔

یہ دریافت کرنے سے پیشتر کہ اے محبوب! تو نے انہیں پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی یعنی ان کو ننگا کیوں نہ ہونے دیا، اتنا فرمانے سے پہلے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

یہاں یہ کلمات کسی گناہ کی معافی کا ذکر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اظہار تعظیم و تکریم کیلئے ہیں۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات سے کرتے امام رازی فرماتے ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى مُبَالَغَةِ اللّٰهِ فِىْ تَعْظِيْمِهٖ وَتَوْقِيْرِهٖ (1)

''ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و توقیر میں بڑے مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔''

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (2)

''اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ضرور مائل ہو جاتے ان کی طرف کچھ نہ کچھ۔''

علامہ زرکشی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَالْمَعْنٰى عَلَى النَّفْيِ اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَنْ اِلَيْهِمْ لَا قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا مِنْ جِهَةِ اَنَّ لَوْ لَا الْاِمْتِنَاعِيَةَ تَقْتَضِيْ ذٰلِكَ وَاَنَّهُ امْتَنَعَ مُقَارَبَةُ الرُّكُوْنِ الْقَلِيْلِ لِاَجْلِ وُجُوْدِ التَّثْبِيْتِ يَنْتَفِي الْكَثِيْرُ مِنَ الطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى۔ (3)

1۔ امام فخر الدین رازی، ''تفسیر کبیر''، (مطبع العامرہ۔ 1324ھ)، جلد 4، صفحہ 443

2۔ سورۃ الاسراء 74

3۔ امام بدر الدین زرکشی، ''البرہان فی علوم القرآن''، (مصر 1958ء)، جلد 4، صفحہ 137

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے پاؤں کو مضبوطی سے راہ راست پر مستحکم کر دیا ہے اس لئے کفار کی طرف ادنیٰ سا میلان بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضور سرور عالم ﷺ ان کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ "لولا" امتناعیہ کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا یہ مفہوم لیا جائے۔"

آگے چل کر پھر فرمایا:

كُلُّ ذٰلِكَ تَعْظِيْمًا لِشَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ الزَّكِيَّةُ مِنْ كَوْنِهٖ لَا يَكَادُ يَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا لِلتَّثْبِيْتِ مَعَ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ۔

"نفس کی طہارت کے ساتھ تثبیت خداوندی کی سعادت نے حضور کو اس مقام عالی اور شان رفیع پر فائز فرما دیا ہے۔"

اس سے حضور کی عظمت شان کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے اتنا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ "موئے در دیدہ بود کوہ عظیم"

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور تو معصوم تھے یہ تنبیہ حضور کی امت کو کی جا رہی ہے کہ وہ کسی صورت میں دین حق اور احکام شریعت کو چھوڑ کر کفار کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف مائل نہ ہوں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْصُوْمًا وَّلٰكِنْ هٰذَا تَعْرِيْفُ الْاُمَّةِ لِئَلَّا يَرْكَنَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ اَحْكَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَرَائِعِهٖ (1)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

"اے اللہ! مجھے چشم زدن کیلئے بھی اپنے نفس کے سپرد نہ کرنا۔"

ہر وہ شخص جو دعوت حق کا فریضہ ادا کر رہا ہے اسے ہر لمحہ ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہئے مبادا اس سے کوئی ایسی فروگزاشت ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 10، صفحہ 300

جائے۔ ہمارا علم ناتمام ہے۔ ہماری عقل خام ہے ہم شیطان کے وسوسہ اندازیوں کا صحیح طور پر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ صدق دل سے اور عجز و نیاز سے اپنی بے بسی کا پورا اعتراف کرتے ہوئے ہر قدم پر بارگاہ الٰہی میں یہی التجا کریں۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ۔

"اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور کائنات کی ہر چیز کو زندہ رکھنے والے میں تیری شان رحمت سے فریاد کرتا ہوں، الٰہی! ایک آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی تو مجھے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے تمام حالات کو خود درست فرمانا۔"

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَأُوْذُوْا حَتّٰى أَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَإِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (1)

"(اے حبیب) ہم جانتے ہیں کہ رنجیدہ کرتی ہے آپ کو وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور بیشک جھٹلائے گئے ہیں رسول آپ سے پہلے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر یہاں تک کہ آ پہنچی انہیں ہماری مدد اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو اور آہی چکی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں۔"

اس کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں حضور نبی کریم ﷺ بذات خود کچھ نہیں کہا کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہونے کی حیثیت سے ان کو تبلیغ کرتے تھے اس لئے حضور کی رسالت کا انکار اور تکذیب گویا آیات الٰہی کا انکار اور تکذیب ہی تھی۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور کو تو صادق اور راست گفتار یقین کرتے تھے جیسے

1۔ سورہ الانعام: 34-33

ابو جہل نے ایک دفعہ حضور سے کہا کہ ہم آپ کو تو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کی صداقت ہمارے نزدیک مسلمہ ہے لیکن یہ پیغام جو لے کر آپ آئے ہیں ہم اسے سچا تسلیم نہیں کرتے

وَكَانَ اَبُوْجَهْلٍ يَقُوْلُ مَا نُكَذِّبُكَ لِاَنَّكَ عِنْدَنَا صَادِقٌ وَّاِنَّمَا نُكَذِّبُ مَاجِئْتَنَا بِهٖ ۔ (1)

سنت الٰہی بھی یہی ہے کہ حق و باطل کی کشمکش جاری رہے، مصائب کے پہاڑ حق کے علمبرداروں پر ٹوٹتے رہیں اور وہ صبر و اولوالعزمی سے ان کو برداشت کرتے رہیں۔ حوادثات کے طوفانوں میں بھی شمع توحید کو ہر قیمت پر وہ روشن رکھیں۔ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار کے کفر و عناد سے بڑی تکلیف ہوتی تھی اور آپ کے رحیم و شفیق دل کو گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی کفر و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء مبعوث کئے گئے۔ کفار نے ان کو بھی ستایا اور انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ آپ بھی کفار کی اذیت رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں۔

جب انبیاء کرام نے تبلیغ اور صبر کا حق ادا کیا اور کفار کی اذیت رسانیوں اور تعصب کی حد ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آئی جس نے باطل کو سرنگوں اور ذلیل کر دیا اور حق کا بول بالا ہو گیا اور کفر کا سارا ترک و احتشام خدا کی نصرت کے وعدہ کو پورا ہونے سے نہ روک سکا۔ اس طرح اے حبیب! میں نے آپ سے اسلام کو سربلند کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی مختلف شانوں کی قسمیں کھا کر حضور کی علو مرتبت کا اعلان فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (2)

"اے محبوب! آپ کی زندگی کی قسم (یہ اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔"

علماء تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی حیات پاک کی قسم کھائی ہے اور یہ حضور کی عظمت شان اور شرف رفیع کی قوی

1۔ علامہ جار اللہ الزمخشری، "الکشاف"، مصر 1948ء)، جلد 1، صفحہ 502

2۔ سورہ الحجر: 72

دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ نَفْسًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَا اَقْسَمَ بِحَيَاةِ اَحَدٍ اِلَّا بِحَيَاتِهٖ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ السلام سے زیادہ کسی چیز کو معزز و مکرم پیدا نہیں کیا اور حضور کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔"

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

هٰذَا نِهَايَةُ التَّعْظِيْمِ وَغَايَةُ الْبِرِّ وَالتَّشْرِيْفِ

"اللہ تعالیٰ کا حضور کریم علیہ السلام کی زندگی کی قسم کھانا تعظیم و تکریم کی انتہا ہے۔"

اصل میں یہ لفظ عمر، یعنی ع پر ضمہ ہے لیکن یہ کثرت استعمال کے لئے مفتوح کر دیا گیا۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (1)

"اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن) کے ساتھ۔ (یہ نماز) زائد ہے آپ کیلئے۔ یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔"

اس سے پہلے نماز پنجگانہ کے اوقات بیان ہوئے جو ہر کس و ناکس پر فرض تھیں اب اس مخصوص نماز کی ادائیگی کا ذکر ہو رہا ہے جو حبیب کبریا علیہ السلام پر بطور فرض یا زائد عبادت لازم ہے یہ نماز تہجد ہے یعنی جب لوگ سو رہے ہوں، ہر طرف سناٹا چھایا ہو، آغوش شب میں ہر چیز محو خواب ہو، اے حبیب! اس وقت اٹھ اور خلوت گاہ ناز میں شرف باریابی حاصل کر کے جبین نیاز کو لذت سجدہ سے آشنا کر۔

یہ تیری بے خوابیاں، یہ قلق اور بے کلی، یہ اشکوں کا سیل رواں، یہ شان بندگی کا ظہور سب کو شرف قبول بخشا جائے گا اور آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ اس مقام کی جلالت شان دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں تیری ثناء گستری اور مدح و ستائش میں مصروف ہو جائیں گی۔ عَسیٰ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس وقت اس کا معنی یقین ہوتا

1۔ سورہ الاسراء: 79

ہے۔ عَسٰی وَلَعَلَّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاجِبَتَانِ(1)

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

هُوَالْمَقَامُ الَّذِیْ اَشْفَعُ فِیْهِ لِاُمَّتِیْ

"یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں، چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت خلیل کے اس قول کو پڑھا۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (2)

"اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تو غفور رحیم ہے۔"

پھر حضرت عیسیٰ کے اس جملہ کو بار بار دہرایا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (3)

"اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو ہی عزیز و حکیم ہے۔"

کافی دیر تک حضور ان آیات کی تلاوت فرماتے رہے اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔

اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ ثُمَّ بَكٰى

"اے میرے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے پھر حضور زار و قطار رونے لگے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

1۔ البرہان للزرکشی

2۔ سورہ ابرہیم: 36

3۔ سورہ المائدہ: 118

يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَقُلْ لَهٗ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ ۔

''اے جبریل میرے محبوب کے پاس جا اور جا کر میرا یہ پیغام دے کہ اے حبیب! ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔''

روز حشر جب ہر دل پر خوف وہراس طاری ہوگا، جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی، بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے، ساری مخلوق خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کر سکتا ہاں تمہیں ایک کریم کا آستان بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو۔ چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریاء ﷺ میں حاضر ہوں گے اور اپنی داستان غم پیش کریں گے حضور سن کر فرمائیں گے۔

''انا لھا انا لھا'' ہاں تمہاری دستگیری کیلئے تیار ہوں۔ میں تمہاری دستگیری کے لئے تیار ہوں۔ حضور عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سربسجود ہو جائیں گے۔ اپنی پاک اور اطہر زبان سے سبوح وقدوس رب کی حمد وثناء کریں گے ادھر سے آواز آئے گی۔

يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ اِسْئَلْ تُعْطَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ

''اے سراپا خوبی وزیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔''

اس طرح شفاعت حبیب کبریا سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پرنور سرور عالمیان پانچ شفاعتیں فرمائیں گے۔

1۔ شفاعت عامہ: جس سے مومن و کافر، اپنے اور بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

2۔ بعض خوش نصیبوں کیلئے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

3۔ وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

4۔ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے اور جنت میں پہنچائیں گے۔

5۔ اہل جنت کے مدارج کی ترقی کیلئے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچیے، جس کا دامن کرم سب کو ڈھانپے ہو گا، جس کی محبوبیت کا ڈنکا ہر جگہ بج رہا ہو گا، جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی، ایسے میں کون دل ہو گا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہیں کرے گا؟ کون سی زبان ہو گی جو اس کی تعریف و توصیف میں زمزمہ سنج نہ ہو گی؟

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ وَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَآئِیْ۔

"قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں فخر و مباہات مقصود نہیں۔"

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے بڑا بد بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔

قال السیوطی ھذا حدیث متواتر وتعس من اَنْکَرَ الشفاعۃ

امام بخاری و مسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا

اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قَوْمٌ یُّکَذِّبُوْنَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَ یُکَذِّبُوْنَ بِالشَّفَاعَۃِ۔

"یعنی اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کرے گا اور شفاعت کا بھی انکار کرے گا۔"

آج سے پہلے بھی معتزلہ اور خارجیوں نے اس کا انکار کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے۔ اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شان مصطفوی کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل روز حشر اس سے محروم کر دیا جائے گا۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (1)

"اے سید (عرب و عجم) قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔"

یٰس: اس کے متعلق علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں۔ (1) یہ سورت کا نام ہے۔ (2) قرآن کریم کے اسماء سے ہے۔ (3) یہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے۔ (4) یا سین کا معنی لغت طے میں یا انسان ہے اور اس سے مراد انسان کامل یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (5) رحمت عالمیان ﷺ کے اسماء مبارکہ سے ہے۔ (6) ابو بکر وراق کہتے ہیں: مخفف ہے یا سید البشر کا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔

اَللّٰہُ تَعَالٰی الْمُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ۔ فَمَنْزِلَتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَالَمِ بِاَسْرِہٖ بِمَنْزِلَۃِ الْقَلْبِ مِنَ الْبَدَنِ فَمَا اَلْطَفَ افْتِتَاحَ قَلْبِ الْقُرْاٰنِ بِقَلْبِ الْاَکْوَانِ (2)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دینے والا اللہ تعالیٰ اور بانٹنے والا

1۔ سورہ یٰسین: 3-1

2۔ روح المعانی

میں ہوں۔ اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں اور سورہ یاسین، قرآن کریم کا دل ہے۔ تو کتنا لطیف اور پیارا آغاز ہے اس سورت کا کہ قرآن کریم کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جارہا ہے۔"

کفار مکہ حضور سرور عالم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات اور استحالے پیش کرتے تھے۔ یہاں خداوند عالم قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اے انسان کامل! یا اے عرب و عجم کے سردار! مجھے اس قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

اے حبیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی قسم اٹھا کر، اس کے بعد اگر کوئی بدبخت تیری رسالت کو ماننے سے انکار کرے تو آپ کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔ قسم اٹھاتے ہوئے صرف "وَالْقُرْاٰنِ" نہیں فرمایا بلکہ "وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ" فرمایا۔ یعنی قرآن جس کی قسم اٹھائی جارہی ہے، یہ کوئی عام قسم کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب حکیم ہے یعنی یہ پر از حکمت ہے یا یہ ایسی محکم کتاب ہے کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (1)

"میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی درآں حالیکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں۔"

لا زائدہ ہے اور قسم کو موکد کرنے کیلئے مذکور ہوا ہے۔

البلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے یہاں شہر مکہ کی اس حیثیت سے قسم کھائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والثناء اس میں تشریف فرما ہے۔ یہ شہر اگرچہ گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے لیکن اس مکین ذی شان کی وجہ سے جو عزت و شرف اس کو حاصل ہوا اس کی شان ہی نرالی ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّۢ والا جملہ حال ہے مقسم بہ البلد کا، علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

1۔ سورہ البلد: 2-1

اَقْسَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِمَكَّةَ مُقَيِّدًا بِحُلُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِظْهَارًا لِمَزِيْدِ فَضَآئِلِهَا بِشَرَفِ التَّمَكُّنِ عَلٰى فَضْلٍ لَّهَا فِيْ نَفْسِهَا۔

''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی مشروط قسم کھائی ہے کیونکہ اے حبیب! آپ اس میں سکونت فرما ہیں اس طرح مکہ مکرمہ کے دیگر فضائل میں ایک عظیم المرتبت فضیلت کا اضافہ کیا گیا۔''

اگر چہ مکہ بذات خود بھی بڑی شرف و فضیلت کا حامل ہے لیکن اس مکین ذی شان کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ سے اس کی عظمتوں کو چار چاند لگ گئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے۔

''وَاَنْتَ حِلٌّ'' کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے:

ایک تو یہ کہ کفار کی اذیت رسانیوں پر اظہار تعجب کیا جارہا ہے کہ ویسے تو اس شہر کو یہ لوگ امن کا شہر قرار دیتے ہیں۔ نہ وہاں کسی جنگلی جانور کو ستاتے ہیں، نہ اس کے درختوں اور گھاس کو کاٹتے ہیں، ان کے باپ کا قاتل بھی اگر حرم میں پناہ لے لے تو وہ اس پر بھی دست درازی نہیں کرتے لیکن اسی حرم میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دکھ دینے اور اذیت پہنچانے کو اپنے لئے حلال سمجھ رکھا ہے اور حضور کریم ﷺ کو تکلیف دینے سے یہ لوگ باز نہیں آتے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ (1)

''قاف۔ قسم ہے قرآن مجید کی (کہ میرا رسول سچا ہے)''

ق: یہ حروف مقطعات میں سے ہے بعض علماء کے نزدیک یہ اس سورت کا نام ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ کی کنجی ہے جن کی ابتدا میں قاف ہے مثلاً القدیر۔ القادر۔ القہار وغیرہ۔ (2)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

1۔ سورہ ق: 1

2۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 17، صفحہ 3

وَالْحَقُّ اَنَّهٗ رَمْزٌ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ
اٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

"حق یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ایک رمز ہے
جسے بعض رَاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ ہی جانتے ہیں۔"

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَطَآءٍ اَقْسَمَ اللّٰہُ بِقُوَّۃِ قَلْبِ حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَیْثُ تَحَمَّلَ الْخِطَابَ وَالْمُشَاھَدَۃَ
وَلَمْ یُؤَثِّرْ ذٰلِکَ فِیْہِ لِعُلُوِّ حَالِہٖ۔ (1)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے
کہ عین حق کا مشاہدہ بھی کیا اور شرف تکلم بھی حاصل ہوا لیکن کلیم کی
طرح ایک تجلی صفت سے غش کھا کر گر نہیں پڑے۔"

بعض کتب میں لکھا ہے کہ ق سے مراد ایک پہاڑ ہے (کوہ قاف) جو ساری زمین کو گھیرے ہے وہ زبرجد کا بنا ہوا ہے۔ آسمان کی نیلاہٹ اسی زبرجد کا عکس ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ اسرائیلی خرافات ہیں جو مسلمانوں نے علماء اہل کتاب سے سنیں اور بغیر تحقیق اپنی کتب میں لکھ دیں بلکہ ان میں سے بھی جو زندیق تھے انہوں نے ایسی روایتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو دین حق سے بدگمان کیا جائے۔

وَعِنْدِیْ اَنَّ ھٰذَا وَاَمْثَالَہٗ وَاَشْبَاھَہٗ مِنِ اخْتِلَاقِ
بَعْضِ زَنَادِقِھِمْ

اس ضمن میں حضرت ابن عباس سے جو اثر منقول ہے اس کے بارے میں علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

لَا یَصِحُّ سَنَدُہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

"کہ حضرت ابن عباس سے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی قسم اٹھا رہے ہیں کہ میرا محبوب میرا سچا رسول ہے۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں کہ جب مجید قرآن کی صفت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے "اَلرَّفِیْعُ الْعَالِی"

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 17، صفحہ 3

عالیشان۔ بلند مرتبہ۔

علامہ راغب کہتے ہیں کہ قرآن کریم چونکہ مکارم دینوی واخروی کو شامل ہے اس لئے اسے مجید کہا گیا۔ فَوَصَفَهٗ بِذٰلِكَ لِكَثْرَةِ مَا يَتَضَمَّنُ مِنَ الْمَكَارِمِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ ۔

○

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ (1)

"قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔ تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے بڑے دانا نے۔ پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارہ پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا، اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ نے)۔ کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی (چشم مصطفیٰ) نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

1۔ سورہ النجم: 8-1

آیت کے الفاظ کا مفہوم پہلے ذہن نشین کر لیجئے۔ نجم: مطلق ستارہ کو بھی کہتے ہیں اور اَلنَّجْم ذکر کر کے اس سے ثریا (پروین) مراد لینا بھی اہل عرب میں عام مروج ہے۔ یہاں دونوں معنے لئے جاسکتے ہیں۔ ھَوٰی: یہ مادہ دو بابوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ باب عَلِمَ یَعْلَمُ: ھَوِیَ یَھْوٰی۔ اس وقت اس کا معنی محبت کرنا ہوتا ہے۔ ھَوَاهُ: اَحَبَّہٗ: دوسرا باب ضَرَبَ یَضْرِبُ: ھَوٰی یَھْوِیْ جیسے یہاں مذکور ہے۔ اس صورت میں یہ دو متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نیچے گرنا اور بلند ہونا۔ چنانچہ ھَوٰی یَھْوِیْ: سَقَطَ مِنْ عُلُوٍّ اِلٰی اَسْفَلَ اِرْتَفَعَ وَ صَعِدَ جب کوئی چیز اوپر سے نیچے گرے تب بھی کہتے ہیں ھَوَی الشَّیْءُ اور جب کوئی چیز پستی سے بلندی کی طرف جائے اس وقت بھی کہتے ہیں ھَوَی الشَّیْءُ البتہ مصدر دونوں حالتوں میں الگ الگ ہوگا۔ نیچے گرنے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ھَوٰی یَھْوِیْ ھُوِیًّا اور بلند ہونے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ھَوٰی یَھْوِیْ ھُوِیًّا۔

ستارہ رات کے اندھیرے میں روشنی بھی بہم پہنچاتا ہے۔ فضا کو بھی اپنی ٹمٹماہٹ سے حسن و زینت بخشتا ہے۔ لق و دق صحرا میں مسافر ستاروں ہی سے اپنی منزل کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ ستارہ جب آسمان کے وسط میں ہو تو اس وقت وہ راہنمائی نہیں کر سکتا، اس لئے صرف اَلنَّجْم کی قسم نہیں اٹھائی، بلکہ اس کی خاص حالت کی جب وہ طلوع ہو رہا ہو یا ڈھل رہا ہو، کیونکہ رہنمائی کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوِيُّهٗ نُزُوْلُهٗ مِنَ السَّمَآءِ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ وَجُوِّزَ عَلٰى هٰذَا اَنْ يُّرَادَ بِهُوَاكَا صُعُوْدُهٗ وَعُرُوْجُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلٰى مُنْقَطَعِ الْاَيْنِ۔ (1)

یعنی اَلنَّجْم سے مراد ذات پاک مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء ہے۔ "اِذَا ھَوٰی" سے مراد حضور کا شب معراج آسمان سے واپس زمین پر نزول فرمانا ہے۔ اس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں کہ "اِذَا ھَوٰی" سے یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ حضور کا شب معراج وہاں تک عروج کرنا جہاں مکان کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور واؤ قسمیہ ہے اور نجم سے مراد حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد پاک کے مطابق ذات پاک محمد مصطفیٰ ہے اور یہ قسم اس

1۔ سید محمود آلوسی بغدادی، "روح المعانی"، (مصر)، پارہ 27، صفحہ 44

بات کو آشکارا کرنے کیلئے اٹھائی گئی ہے کہ رحمت عالم کے تمام جوارح اور اعضاء ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہیں۔ حضور کے قلب مبارک کے بارے میں فرمایا "ما کذب الفواد ما رأی" اور زبان حق کی عصمت کو ظاہر کرنے کیلئے ارشاد فرمایا" وماینطق عن الھوی" اور چشم مازاغ کی عالی ہمتی کو واضح کرنے کے لئے فرمایا "مازاغ البصر وما طغی"

قرآن کریم کی وہ مقدار جو ایک مرتبہ نازل ہو، اس کو بھی نجم کہتے ہیں۔ بعض علماء نے یہاں اَلنَّجْمِ سے بھی قرآن کریم کا نازل شدہ حصہ مراد لیا ہے۔

قِيلَ اَرَادَ بِذٰلِكَ الْقُرْاٰنَ الْمُنَجَّمَ الْمُنَزَّلَ قَدْرًا فَقَدْرًا

یہاں اَلنَّجْمِ مقسم بہ ہے۔ اس کا جو معنی لیا جائے وہاں خاص مناسبت پائی جاتی ہے جو اہل نظر پر عیاں ہے۔

مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی یہ جواب قسم ہے۔ آیت کے کلمات کی تحقیق پہلے سماعت فرمائیے۔ آیت میں صَاحِبُکُمْ سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی سید اور مالک بھی ہے۔ کہتے ہیں صَاحِبُ الْبَيْتِ گھر کا مالک اور اس کا معنی ساتھی اور رفیق بھی ہے، لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو لَايُقَالُ فِي الْعُرْفِ اِلَّا لِمَنْ كَثُرَتْ مُلَازَمَتُهٗ (مفردات) علامہ راغب ضَلَال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَلضَّلَالُ: اَلْعُدُوْلُ عَنِ الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ وَيُضَادُّهُ الْهِدَايَةُ

وَيُقَالُ الضَّلَالُ لِكُلِّ عُدُوْلٍ عَنِ الْمَنْهَجِ عَمْدًا كَانَ اَوْسَهْوًا

يَسِيْرًا كَانَ اَوْكَثِيْرًا

سیدھے راستہ سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ اس کی ضد ہدایت ہے۔ بعض نے مزید تشریح کی ہے کہ راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر ہو، تھوڑی ہو یا زیادہ ہو، اس کو ضلال کہتے ہیں اور فاضل موصوف غوی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اَلْغَيُّ جَهْلٌ مِّنْ اِعْتِقَادٍ فَاسِدٍ (مفردات) یعنی وہ جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔ علامہ اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں۔

اَلْغَوَايَةُ هِيَ الْخَطَاءُ فِي الْاِعْتِقَادِ خَاصَّةً وَالضَّلَالُ اَعَمُّ مِنْهَا۔
يَتَنَاوَلُ الْخَطَاءَ فِي الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ وَالْاَخْلَاقِ وَالْعَقَائِدِ (1)

1۔ روح البیان، جلد 9، پارہ 27، صفحہ 210

اعتقادی غلطی کو غوَایہ کہتے ہیں اور ضلال عام ہے۔ یہ اقوال، افعال، اخلاق اور عقائد کی غلطی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حضور رحمت عالمیان ﷺ نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیااور اہل مکہ کو کفر وشرک سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو اہل مکہ نے کہنا شروع کیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں، اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے، ان کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ خالق ارض و سما نے پہلے قسم کھائی پھر ان کے الزامات کی تردید کی۔ فرمایاان کے قول، عمل اور کردار میں گمراہی کا نام ونشان تک نہیں۔ ان کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں اور "صَاحِبُکُم" فرماکر اپنے حبیب کی کتاب حیات کھول کر ان کے سامنے رکھ دی۔ یعنی یہ کوئی اجنبی نہیں جو دیار غیر سے آکر یہاں فروکش ہوگئے ہیں اور نبوت کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ تم ان کے ماضی سے، ان کے خاندانی پس منظر سے، ان کے اطوار واحوال سے اور سیرت وکردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ ان کا بچپن تمہارے سامنے گزرا۔ ان کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اسی شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے۔ سماجی، قومی اور ملکی مسائل میں ان کی فراست کے تم چشم دید گواہ ہو۔ ان کی کتاب زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے، کون سا ورق ہے جو تم سے مخفی ہے۔ جب ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے تو تمہیں ان پر ضلالت و غوایت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

کتنابار عب، حسین اور مدلل انداز بیان ہے۔

نیز اس آیت سے ' وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ' کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ اس آیت میں ضَالّ کا معنی گمراہ نہیں، بلکہ کسی کی محبت میں سرگرداں اور حیران ہونا ہے جو اس لفظ کا دوسرا معنی ہے۔ تحقیق ضیاء القرآن جلد پنجم، سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ: پہلی آیت کی مزید تائید کی جارہی ہے، یعنی کوئی غلط قدم اٹھانا، کسی باطل عقیدہ کو اپنانا تو بڑی دور کی بات ہے، ان کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہش نفس سے لبوں کو جنبش بھی نہیں دیتے، ان کی زبان پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں، جس کا محرک ان کی ذاتی خواہشات ہوں۔

اِنْ هُوَ اِلاَّ وَحْیٌ یُّوْحٰی: ھُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔ یہ آیت ایک سوال کا جواب ہے۔ جب وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں، تو پھر جو کلام یہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں، یہ کیا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اور جیسے وحی نازل ہوتی ہے، بعینہ وہ اسی طرح لوگوں کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں، اس میں سر مو ردو بدل ناممکن ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ "ھُوَ" کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے، وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں: جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں، اسے وحی جلی کہتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ ہو، لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور نے خود پہنایا ہو، اسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جیسے احادیث طیبہ۔ بعض علماء نے ان آیات کے پیش نظر حضور کے اجتہاد کا انکار کیا ہے، یعنی حضور کوئی بات اپنے اجتہاد سے نہیں کہتے، بلکہ جو ارشاد ہوتا ہے، وہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے، لیکن جمہور فقہا نے حضور کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرمائی ہے کہ یہ اجتہاد بھی باذن اللہ ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس اجتہاد کی پاسبانی کرتا ہے۔ حضور جو بات بذریعہ اجتہاد فرماتے ہیں، وہ بھی عین منشاء خداوندی ہوا کرتی ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا سَوَّغَ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاِجْتِہَادَ

کَانَ الْاِجْتِہَادُ وَمَا یَسْنُدُ اِلَیْہِ وَحْیًا لَا نُطْقًا عَنِ الْھَوٰی۔ (1)

کتب احادیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میرا یہ دستور تھا کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا، وہ لکھ لیا کرتا۔ قریش کے بعض احباب نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم حضور کا ہر قول لکھ لیا کرتے ہو، حالانکہ حضور انسان ہیں، کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیا کرتے ہیں، چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ بعد میں اس کا ذکر بارگاہ رسالت میں ہوا اور میں نے سلسلہ کتابت بند کرنے کی وجوہ بیان کیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقُّ اے عبد اللہ! تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔ اس مسئلے

1۔ روح المعانی، پارہ 27، صفحہ 46

پر مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیے فقیر کی تصنیف "سنت خیر الانام" علیہ الصلوٰۃ والسلام عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے لے کر لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی O تک کی تفسیر میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ ایسی روایات موجود ہیں جن سے صراحتہً پتہ چلتا ہے کہ عہد صحابہ میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف موجود تھا۔ جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کیے جاسکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کردے، ورنہ ایسے ارشاد نبوی کی موجودگی میں ایسا اختلاف سرے سے رونما ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح بعد میں آنے والے علمائے کرام ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق تو پہنچتا ہے کہ ان دو قولوں میں سے کوئی ایک قول اختیار کرلیں، لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔

یہ ہیچمیرز پہلے عام مفسرین کی رائے کے مطابق ان آیات کی تشریح پیش کرے گا اور اس کے بعد دوسرے مکتب فکر کی تحقیق پیش کی جائے گی۔ قارئین کرام اس کے بعد خود فیصلہ کرلیں کہ کس فریق کا قول زیادہ قرین صواب ہے۔

عام مفسرین کے نزدیک "شَدِیْدُ الْقُوٰی" سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، یعنی جبرئیل امین نے حضور کو قرآن کریم سکھایا۔ جبرئیل کے شَدِیْدُ الْقُوٰی ہونے میں کسی کو کیسے شک ہو سکتا ہے جو چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی سے فرش زمین پر پہنچ جائے، جو وحی کے بارگراں کا متحمل ہو، جس نے لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھیڑا، پھر انہیں آسمان کی بلندیوں تک اٹھایا، پھر انہیں اوندھا کر کے پھینک دیا۔ ایسی ہستی کی قوت و طاقت کا کیا کہنا۔

مِرَّۃٌ: اصل میں رسی کو بٹنے اور بل دے کر پختہ اور مضبوط بنانے کو کہتے ہیں۔

اَصْلُہٗ مِنْ شِدَّۃِ فَتْلِ الْحَبْلِ اسی لئے ذُوْمِرَّۃٍ کا معنی ذُوْقُوَّۃٍ یعنی طاقتور اور زور آور کیا گیا ہے۔ یہ لفظ جسمانی اور ذہنی دونوں قوتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے حکیم اور دانا کو بھی ذُوْمِرَّۃٍ کہتے ہیں۔

وَقَالَ قُطْرُبُ، تَقُوْلُ الْعَرَبُ لِکُلِّ جَزْلِ الرَّأْیِ حَصِیْفِ الْعَقْلِ ذُوْمِرَّۃٍ۔ (1)

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 17، صفحہ 86-85

شَدِیْدُ الْقُوٰی سے حضرت جبرئیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور ذُوْ مِرَّۃٍ سے ان کی دانش مندی اور عقلمندی کا ذکر ہے۔ بیشک جو ہستی تمام انبیائے کرام کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتی رہی اور پوری دیانت داری سے اس امانت کو ادا کرتی رہی، اس کی دانش مندی اور فرزانگی کے بارے میں کیسے شک ہو سکتا ہے۔

فَاسْتَوٰی کا فاعل بھی جبرئیل امین ہیں۔ مطلب یہ ہے فَاسْتَقَامَ عَلٰی صُوْرَتِہِ الْحَقِیْقِیَّۃِ الَّتِیْ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھَا "یعنی جبرئیل امین اپنی حقیقی ملکی شکل میں نمودار ہوئے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی ملکی شکل میں ظاہر ہو کر پیش ہوں۔ اوائل نبوت کا زمانہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا کے باہر تشریف فرما ہیں۔ مشرقی افق پر جبرئیل اپنے چھ سو پروں سمیت نمودار ہوئے۔ آپ کے وجود سے آسمان کے شرقی غربی کنارے بھر گئے، حالانکہ ابھی آپ نے اپنے چھ سو پروں سے صرف دو پر ہی پھیلائے تھے۔ انبیائے کرام میں سے صرف حضور ﷺ نے ہی جبرئیل کو اپنی اصلی ملکی شکل میں دیکھا۔

فَاسْتَوٰی کا ایک اور مطلب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اَیْ فَاسْتَوَی الْقُرْاٰنُ فِیْ صَدْرِہٖ یعنی جو قرآن جبرئیل نے آپ کو سکھایا، وہ آپ کے سینہ مبارک میں قرار پکڑ گیا۔ اب اس کے بھول جانے کا کوئی امکان نہیں۔

ھُوَ کا مرجع بھی جبرئیل امین ہیں۔ اُفُق اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں آسمان وزمین آپس میں ملتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اَعْلٰی: بلند ترین۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جبرئیل آسمان کے مشرقی کنارے پر جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے

دَنَا اور فَتَدَلّٰی دونوں فعلوں کا فاعل بھی جبرئیل امین ہیں۔ دَنَا کا معنی ہے قریب ہونا اور تَدَلّٰی کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح لٹکنا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔ جب ڈول کو کنوئیں میں لٹکایا جائے اور اس کی رسی لٹکانے والے نے پکڑ رکھی ہو تو کہتے ہیں "اَدْلٰی دَلْوًا" اسی طرح پھلوں کے وہ گچھے جو شاخوں سے لٹک رہے ہوتے ہیں، ان کو بھی دَوَالِی کہتے ہیں۔ اَلدَّوَالِیْ: اَلثَّمَرُ الْمُعَلَّقُ کَعَنَاقِیْدِ الْعِنَبِ جو شخص پلنگ پر بیٹھا ہو اور اپنی ٹانگیں لٹکائے ہو، اس کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ دَلّٰی رِجْلَیْہِ مِنَ

التّدبیر-(1)

علامہ قرطبی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اَصْلُ التَّدَلِّی: اَلنُّزُوْلُ اِلَی الشَّیْئِ حَتّٰی یَقْرُبَ مِنْہُ" اس صورت میں آیت کا مفہوم ہوگا کہ جبرئیل جو اپنی اصلی ملکی شکل میں اپنے چھ سو پروں سمیت شرقی افق پر نمودار ہوئے تھے، وہ حضور کے نزدیک آئے اور افق کی بلندیوں سے نزول کر کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بالکل قریب ہو گئے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى جبرئیل امین، رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے کس قدر قریب ہوئے، اس کو اس آیت میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ قاب کا معنی مقدار اور اندازہ ہے۔ قوسین، قوس (کمان) کا تثنیہ ہے۔ نہایت قرب کو بیان کرنے کے لئے اہل عرب یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ دو قبیلوں کے سردار جب اپنی باہمی دوستی کا اعلان کرنا چاہتے، تو وہ اپنی اپنی کمانوں کو ملا دیتے۔ یکجا شدہ کمانوں میں ایک تیر رکھ کر دونوں سردار اس کو چھوڑتے۔ یہ گویا اس بات کا اعلان ہوتا کہ یہ دونوں سردار متحد و متفق ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی کسی نے حملہ کیا یا زیادتی کی، تو دونوں مل کر اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں گے۔

بعد میں یہ الفاظ کامل یگانگت اور اتحاد کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیے جانے لگے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جبرئیل، رسول کریم کے بالکل نزدیک آ گئے جس طرح دو ملی ہوئی کمانیں ایک دوسرے کے نزدیک ہوتی ہیں اَوْ اَدْنٰی کہہ کر مزید قرب کی طرف اشارہ کر دیا کہ دو کمانوں میں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ فاصلہ اور مغائرت باقی رہتی ہے، یہاں تو اس سے بھی زیادہ قرب تھا۔ آیت میں اَوْ تشکیک کے لئے نہیں، بلکہ بل کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح "وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ یَعْنِیْ بَلْ یَزِیْدُوْنَ" (2)

اَوْحٰی کا فاعل بھی جبرئیل ہے۔ عَبْدِہٖ کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق اللہ تعالیٰ ہے، یعنی جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ بعض نے پہلے اَوْحٰی کا فاعل جبرئیل اور دوسرے اَوْحٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے۔ اس وقت آیت کا ترجمہ ہوگا جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر وحی کی تھی۔

1۔ روح المعانی، پارہ 27، صفحہ 46

2۔ تفسیر مظہری، جلد 9، صفحہ 105

مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے۔ واقعی یہ جبرئیل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آرہا ہے۔ یہ نظر کا فریب نہیں، نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا کہ حقیقت کچھ اور ہو اور نظر کچھ اور آرہا ہو۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی اس صورت حال سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا کہ آنکھوں کو تو کچھ نظر آرہا ہے، لیکن دل اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ فرمایا جارہا ہے کہ یہاں ایسی صورت حال نہیں ہے۔ آنکھیں جبرئیل کو دیکھ رہی ہیں اور دل تصدیق کر رہا ہے کہ واقعی یہ جبرئیل ہے۔ دل کو یہ عرفان اور ایقان کیونکر حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کی وسوسہ اندازیوں اور نفسانی شکوک و شبہات سے بالکل محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح ان کو منجانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے، اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہوتا، اسی طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے، جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں، جن انوار و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے، ان کے بارے میں بھی انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کا یقین حسب مراتب انسانوں، بلکہ حیوانات کو بھی مرحمت ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے انسان ہونے کے بارے میں قطعاً کوئی تردد نہیں۔ بطخ کے بچے کو انڈے سے نکلتے ہی یہ عرفان بخشا جاتا ہے کہ وہ پانی میں تیر سکتا ہے، چنانچہ وہ بلا تامل پانی میں کود جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تُمٰرُوْنَ : اَلْمِرَآءُ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے جھگڑنا، بحث و تکرار کرنا۔ مِنَ الْمِرَآءِ وَھُوَالْمُجَادَلَۃُ یعنی اے کفار، تم میرے رسول سے اس بات پر جھگڑتے ہو جس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ یہ تمہاری سراسر زیادتی ہے۔

وَلَقَدْرَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی تم تو اس بات پر جھگڑ رہے ہو کہ میرے رسول نے جبرئیل کو ایک بار بھی دیکھا ہے یا نہیں، حالانکہ انہوں نے جبرئیل کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے۔

عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی دوسری بار دیکھنے کی جگہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ دوسری دید سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہوئی۔ سِدْرَۃٌ: عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ مُنْتَھٰی: آخری کنارہ، آخری سرحد۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ بیری کا وہ درخت جو مادی جہان کی آخری سرحد پر ہے۔ اس کے بارے میں کتاب و سنت میں جو کچھ ہے، ہم اس کو بلا تاویل تسلیم

کرتے ہیں، البتہ وہ درخت کیسا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیا ہے؟ ہمیں ان کی ماہیت معلوم نہیں اور نہ ان کی ماہیت جاننے میں ہمارا کوئی دنیوی اور اخروی مفاد ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو خود بیان فرمادیتا۔ یہ ان اسرار میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى: مَاْوٰی اسم ظرف ہے۔ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان قرار پکڑتا ہے، آرام کرتا ہے۔ اس جنت کو جنت الماوی کیوں کہا گیا ہے، علمائے کرام نے اس کی متعدد توجیہیں ذکر کی ہیں۔ شہداء کی روحیں یہاں تشریف فرما ہیں۔ جبرئیل اور دیگر ملائکہ کی یہ رہائش گاہ ہے۔ پرہیزگار اہل ایمان کی روحیں یہاں ٹھہرتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى یعنی جن انوار و تجلیات کے ہجوم نے سدرہ کو ڈھانپ لیا، ان کو بیان کرنے کے لئے نہ کسی لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے۔ یہ جس طرح ذکر و بیان سے ماوراء ہے، اسی طرح فہم و ادراک کی رسائی سے بھی بالاتر ہے۔ اس دلاویز منظر کی تصویر کشی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ یہ کہ دیا جائے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى علامہ جوہری نے زاغ کے دو معنی لکھے ہیں۔

اَلزَّيْغُ: اَلْمَيْلُ وَقَدْ زَاغَ يَزِيْغُ وَزَاغَ الْبَصَرُ اَيْ كَلَّ (صحاح) یعنی کسی چیز کا دائیں بائیں مڑ جانا، ادھر ادھر ہو جانا۔ اس کو بھی زیغ کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ سرور عالمیاں ﷺ کی نگاہ اپنے مقصود کی دید میں محو رہی۔ ادھر ادھر، دائیں بائیں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ دوسرا معنی ہے نگاہ کا درماندہ ہو جانا۔ جیسے دوپہر کے وقت انسان سورج کو دیکھنے کی کوشش کرے تو آنکھ سورج کی روشنی کی تاب نہیں لا سکتی اور چندھیا جاتی ہے۔ فرمایا میرے محبوب کی آنکھیں ان انوار کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر چندھیا نہیں گئیں، درماندہ ہو کر بند نہیں ہو گئیں، بلکہ جی بھر کر ان کا دیدار کیا۔

وَمَا طَغٰى سے اپنے حبیب کی چشم پاک کی دوسری شان بیان کی گئی ہے۔ **طَغٰى** کہتے ہیں حد سے تجاوز کر جانا۔ **طَغٰى يَطْغِيْ وَيَطْغُوْ اَيْ جَاوَزَ الْحَدَّ** (صحاح)

یہاں تک ہم نے ایک مکتب فکر کے مطابق ان آیات کی تشریح کی ہے۔ اس ضمن میں الفاظ کی لغوی تحقیق بھی کافی حد تک کر دی گئی ہے۔ ان کے اعادے کی چنداں ضرورت

نہیں پڑے گی۔

دوسرے مکتب فکر کے علمائے اعلام کے سرخیل امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ان حضرات نے ان آیات کی جو تفسیر بیان کی ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

عَلَّمَهٗ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ شَدِيْدُ الْقُوٰى اور ذُوْمِرَّةٍ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو زبردست قوتوں والا دانا ہے، اس نے اپنے نبی کریم کو قرآن کریم کی تعلیم دی۔ جس طرح اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ میں صراحۃً مذکور ہے۔

فَاسْتَوٰى کا فاعل نبی کریم ہیں، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصد فرمایا جب کہ آپ سفر معراج میں افق اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ مکان کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکان میں رب العزت کے قریب ہوئے اور وہاں فائز ہو کر فتدلّٰی (سجدہ ریز ہو گئے) پس اتنے قریب ہوئے جتنا دو کمانیں قریب ہوتی ہیں جب انہیں ملایا جاتا ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ قریب۔ اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اس حریم ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ بے تاب نگاہوں نے کیا، دل نے اس کی تصدیق کی اور تمہارا یہ جھگڑا کہ یہ دیکھا وہ نہیں دیکھا، محض بے سود ہے۔ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا، دکھا دیا۔ دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کر دیکھ لیا۔ اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ نعمت دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوئی، بلکہ اترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی۔ یہ دوبارہ شرف دید سدرۃ المنتہی کے پاس ہوا۔

اس پر تقصیر کے نزدیک یہی قول راجح ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ عبد کی عبد سے ملاقات کو اس اہتمام، اس تفصیل اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان نہیں کیا جاتا۔ اگر یہاں حضور کی جبرئیل امین سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو ایک آیت ہی کافی تھی۔ کیف انگیز انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے۔ جہاں ایک طرف عشق ہے، نیاز ہے اور سرافگندگی ہے اور دوسری طرف حسن ہے، شان صمدیت ہے اور شان بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے۔ حضور کی ملاقات جبرئیل سے بھی بے شک بڑے فوائد کی حامل ہے، لیکن حضور کے لئے باعث ہزار سعادت و وجہ فضیلت فقط اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات ہے۔ ان آیات کو ایک مرتبہ پھر پڑھئے۔ آپ کا وجدان

اسلوب بیان کی رعنائیوں پر جھوم جھوم اٹھے گا۔

نیز کفار کا اعتراض یہ تھا کہ جو کلام آپ پڑھ کر انہیں سناتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ یا یہ خود گھڑ کر لاتے ہیں یا انہیں کوئی آکر سکھا پڑھا جاتا ہے۔ اس کی تردید اسی طرح ہونی چاہئے کہ فرمایا جائے کہ یہ کلام نہ انہوں نے خود گھڑا ہے نہ کسی نے انہیں سکھایا ہے، بلکہ اس خالق کائنات نے انہیں اس کی تعلیم دی ہے جو بڑی قوتوں والا اور حکیم و دانا ہے۔

اس کے علاوہ انتشار ضمائر کی وجہ سے ذہن میں جو پریشانی پیدا ہوتی ہے، جو قرآن کے معیار فصاحت سے بھی مناسبت نہیں رکھتی، اس سے رستگاری کا صرف یہی راستہ ہے کہ حضرت حسن بصری کے قول کو تسلیم کیا جائے۔

ان تمام وجوہ ترجیح کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے، تو وہ احادیث صحیحہ جن میں واقعات معراج کا بیان ہے، وہ اس مفہوم کی تائید کے لئے کافی ہیں۔ میں یہاں فقط دو احادیث نقل کرنے پر اکتفا کروں گا اور ان کا بھی فقط وہ حصہ جس سے ان آیات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے

امام مسلم اپنی صحیح میں ایک مفصل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا وہ حصہ درج ذیل ہے جس کا ہمارے مدعا سے تعلق ہے۔

.... ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ. قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قِيْلَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذُهِبَ بِيْ إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيْلِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ وَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحٰى إِلَيَّ مَا أَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ

فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ لِذٰلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ
وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى
أُمَّتِي وَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى وَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي
خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسٰى
عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ
يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ كَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلٰوةً وَمَنْ
هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ
لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهُ شَيْئًا
فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ
إِلَى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ۔

(1)

"...... پھر مجھے اور جبرئیل کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پھر پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ پس دروازہ کھلا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہی تک لے جایا گیا۔ (فقط مجھے لے جایا گیا) اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر جب ڈھانپ لیا اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا، تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 91

میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کو موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا فرمائیے آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ نے کہا اپنے رب کی طرف واپس جائیے اور تخفیف کی التجا کیجئے۔ آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کی اے پروردگار! میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں ..... چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب! یہ تعداد میں تو پانچ ہیں، لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ (اپنے حبیب کی امت پر مزید کرم کرتے ہوئے فرمایا) آپ کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اس ارادہ پر عمل نہ کیا، تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اگر اس پر عمل بھی کیا، تو دس نیکیاں لکھوں گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا، لیکن اس پر عمل نہ کیا، تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اس نے اس برائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اتر کر موسیٰ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کے لئے عرض کیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، اب مجھے شرم آتی ہے۔"

اس حدیث کے خط کشیدہ جملوں کو دوبارہ غور سے پڑھیے، حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ساتویں آسمان تک تو جبرئیل گئے۔ یہاں تک کے لئے عُرِجَ بِنَا جمع کی ضمیر استعمال کی جاتی رہی۔ اس کے آگے جبرئیل کی حد پرواز ختم ہو گئی اور حضور کو اکیلے لے جایا گیا، اس لئے ذُهِبَ بِيْ میں واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی۔ پھر فَاَوْحٰۤى اِلَيَّ مَاۤ اَوْحٰى اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ میں جو یکسانیت ہے، وہ محتاج بیان

نہیں۔ وحی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس مقام پر وحی کی جارہی ہے جہاں جبرئیل امین کی مجال نہیں۔ پھر فرض کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی ہے، تو وہ بارگاہ الٰہی میں واپس لوٹنے کا مشورہ دیتے ہیں، جبرئیل کے پاس نہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ عزت و جلال میں شرف باریابی حاصل کرتا رہا۔

دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝... وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی

ان کلمات طیبات میں آپ جتنا غور کریں گے، حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔

نویں مرتبہ جب بارگاہ رب العزت میں حاضری ہوئی تو صرف پانچ نمازیں ہی معاف نہیں کیں، بلکہ مزید کرم یہ فرمایا کہ اے حبیب! تیری امت کا کوئی فرد اگر نیکی کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ثواب دوں گا اور اگر عمل کرے گا تو دس نیکیاں اس کے نامہ عمل میں لکھوں گا، لیکن اگر برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے نامہ عمل میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جب گناہ کر بیٹھے گا تو فقط ایک گناہ لکھا جائے گا۔ قربان جائے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب کی نیاز مندیوں پر اور قربان جائے انسان اس کے رب کریم کی بندہ نوازیوں پر۔

یہاں یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں پانچ نمازیں ہی فرض کی جائیں گی، تو پھر پہلے پچاس فرض کرنے میں کونسی حکمت ہے۔ اس میں بھی اپنے بندوں کو، اپنے محبوب کے امتیوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ سارا لطف و کرم اس محبوب کریم کے صدقے تم پر ہوا ہے۔ اگر اس کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو تمہارے کندھوں پر یہ بار گراں لاد دیا جاتا۔ اس کے بعد یہ چیز بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب نے تخفیف کے لئے التجا کی تو ایک بار ہی پینتالیس نمازیں کیوں نہ معاف کر دی گئیں؟ اس راز کو صرف اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت ہی پسند ہے کہ میرا حبیب مانگتا جائے، میں دیتا جاؤں، وہ بار بار دامن طلب پھیلاتا جائے اور میں اس کو بھرتا جاؤں۔ اس بار بار کے مانگنے اور بار بار کے دینے میں جو لذت و سرور ہے، اس سے ہر کوئی لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر حاضر ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اب

اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میری امت ایسی نااہل ہے اور اتنی ناشکر گزار ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے میں پانچ بار بھی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہیں ہو گی۔ ہم غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا فرض ہے کہ حدیث کے اس آخری جملے کو کبھی فراموش نہ کریں۔

اب آیئے، ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے:

..... ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا إِبْرٰهِيمُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيرَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ مُوسٰى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قَالَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ لِي مُوسٰى فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا۔

(1)

..... حضور فرماتے ہیں پھر میں ابراہیم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے نبی صالح مرحبا! اے فرزند ارجمند خوش آمدید! میرے پوچھنے پر جبرئیل نے بتایا یہ ابراہیم ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری کہا کرتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے مجھے اقلام تقدیر کے چلنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ

1۔ مسلم شریف، جلد 1، صفحہ 93، مشکوۃ شریف

علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ۔ آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں لوٹ کر گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا......الخ"

ان خط کشیدہ جملوں کو ذرا غور سے پڑھئے۔ کیا جس مقام کا یہاں ذکر ہے وہاں جبرئیل موجود تھے؟ کیا ان کی رسائی وہاں ممکن تھی؟ کیا نمازوں کی فرضیت میں جبرئیل واسطہ تھے یا بار بار کی تخفیف میں کوئی اور واسطہ تھا؟ اب یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے کہ آپ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے لے کر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ تک کی آیات کو جبرئیل پر منطبق کرتے ہیں یا ان احوال وواقعات پر جو زبان رسالت سے ان احادیث صحیحہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

اس مقام پر انہی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علماء مفسرین نے اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ کیا حضور سرور عالم ﷺ کو شب معراج دیدار الٰہی نصیب ہوا یا نہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیروکار اس طرف گئے ہیں کہ شب معراج دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوا، لیکن حضرت ابن عباس، دیگر صحابہ، تابعین اور ان کے ہمنواؤں کی یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے محبوب کریم ﷺ کو دولت دیدار سے مشرف فرمایا۔ آیئے فریقین کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین!

دیدار الٰہی

جہاں تک امکان رؤیت کا تعلق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ اگر محال ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے، کیونکہ انبیاء کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال اور ممتنع۔ محال اور ممتنع کے بارے میں سوال کرنا درست ہی نہیں ہوتا۔

پہلے ہم وہ دلائل پیش کریں گے جن سے رؤیت باری کا انکار کرنے والے استدلال

کرتے ہیں:

۱۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ وَفِیْ قَوْلِهٖ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔ رَاٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ

''حضرت ابن مسعود نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔''

۲۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی: قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ جِبْرَئِیْلَ فِیْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

ابن مسعود نے اس آیت کی یوں تشریح کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کو ایک ریشمی حلہ (پوشاک) میں دیکھا کہ آپ نے آسمان و زمین کے مابین خلا کو پر کر دیا۔

۳۔ وَلِلتِّرْمِذِیِّ وَلِلْبُخَارِیِّ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ

ترمذی اور بخاری نے اس آیت کے ضمن میں لَقَدْ رَاٰی الاٰیۃ میں کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ دیا تھا۔

۴۔ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَاَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ فَکَبَّرَ حَتّٰی جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا بَنُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ کَعْبٌ اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ رُؤْیَتَهٗ وَکَلَامَهٗ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰی۔ وَکَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَیْنِ۔ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ وَقُلْتُ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ؟ وَقَالَتْ لَقَدْ تَکَلَّمْتَ بِشَیْءٍ قَفَّ لَهٗ شَعْرِیْ

قُلْتُ رُوَیْدًا ثُمَّ قَرَأْتُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی
فَقَالَتْ اَیْنَ تَذْھَبُ بِکَ؟ اِنَّمَا ھُوَ جِبْرَئِیْلُ مَنْ اَخْبَرَکَ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ؟... وَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَۃَ وَلٰکِنَّہٗ رَاٰی
جِبْرَئِیْلَ وَلَمْ یَرَہٗ فِیْ صُوْرَتِہٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ۔ مَرَّۃً عِنْدَ سِدْرَۃِ
الْمُنْتَھٰی وَمَرَّۃً فِیْ اَجْیَادٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ۔

"شعبی کہتے ہیں عرفہ کے میدان میں ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت کعب نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کی گونج پہاڑوں میں سنائی دی۔ ان کی حیرت کو دیکھ کر ابن عباس نے کہا کہ ہم بنو ہاشم ہیں۔ ہمارا تعلق خاندان نبوت سے ہے۔ میں کوئی معمولی آدمی نہیں کہ آپ میرے سوال کو ٹال دیں، تو کعب نے کہا، گویا یہ حضرت ابن عباس کے سوال کا جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد (روحی فداہ) اور موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ موسیٰ سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور محمد مصطفیٰ نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ علیہم السلام۔ مسروق کہتے ہیں یہ سن کر میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہی سوال پوچھا: کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ بولیں تو نے ایسی بات کی ہے جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کی مادر محترم! ذرا ٹھہریئے۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی"

آپ نے فرمایا تم کدھر جا رہے ہو۔ اس سے مراد تو جبرئیل ہے۔ جو شخص تمہیں یہ خبر دے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، اس نے بہت بڑا بہتان باندھا ہے، بلکہ حضور نے جبرئیل کو دیکھا اور اس کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا۔ ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری مرتبہ اجیاد کے پاس کہ اس نے سارے افق کو ڈھانپ لیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ وَقَالَتْ يَا اَبَا عَائِشَةَ: ثَلَاثٌ مَّنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ - قُلْتُ مَا هُنَّ؟ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ وَ قَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا وَجَلَسْتُ وَ قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ فَلَا تَعْجَلِيْنِيْ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ؟ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى؟ وَ قَالَتْ اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ اَرَهٗ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا اَعْظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَقَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ؟ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔

"مسروق سے مروی ہے انہوں نے کہا میں ام المومنین کی خدمت میں حاضر تھا، تو آپ نے فرمایا اے مسروق! (ابو عائشہ ان کی کنیت ہے) تین چیزیں ہیں جس نے ان میں سے کسی کے ساتھ تکلم کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ آپ نے کہا جو شخص یہ خیال کرے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا۔ میں ٹیک لگائے ہوئے تھا، اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کی اے ام المومنین! میری طرف دیکھئے۔ جلدی نہ کیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے خود نہیں فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ کہ آپ نے اسے افق مبین میں دیکھا اور دوبارہ دیکھا۔ آپ نے جواب دیا اس امت سے میں پہلی ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو

ان کی اصلی شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا...... مسروق! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا" لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ "کہ آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں۔ وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف و خبیر ہے۔

اور کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ الآیۃ کسی انسان کو یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ یا کوئی فرشتہ بھیجے۔" (مسلم)

۵۔ رَوَی الشَّیْخَانِ قَالَ مَسْرُوْقٌ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَیْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِیْلُ کَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ رَجُلٍ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ فِیْ هٰذِهِ الْمَرَّةِ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ۔

"شیخان (مسلم، بخاری) سے مروی ہے مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف آپ نے غور نہیں کیا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ تو حضرت عائشہ نے فرمایا ان فعلوں کے فاعل حضرت جبریل ہیں۔ وہ اکثر بشری صورت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ وہ اپنی اصلی صورت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے افق کو ڈھانپ لیا۔"

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہ رائے تھی کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ حضرت عائشہ بھی اس بارے میں بڑی متشدد تھیں۔ انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے دو آیتوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

اب ان لوگوں کے دلائل سماعت فرمایئے جو دیدار الٰہی کے قائل ہیں۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَیْنِ۔ (1)

"حضرت ابن عباس نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور نے

1۔ صحیح مسلم

اپنے رب کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ کیا۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَأٰی مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّہٗ قَالَ عِکْرَمَۃُ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَیْحَکَ ذَاکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ وَقَدْ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ۔

"حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ عکرمہ (آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں **لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ** کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ آپ نے فرمایا افسوس تم سمجھے نہیں۔ یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے۔ حضور نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ابن عمر دریں مسئلہ مراجعت بوے کردہ پرسید کہ **ھَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ** پس وے گفت "رَاٰہُ" پس ابن عمر تسلیم نمودہ و قطعاً براہ تردد و انکار نرفتہ۔"(1)

"حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا اور پوچھا کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ پس ابن عباس نے جواب دیا کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد و انکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں مندرجہ ذیل روایات نقل کرتے ہیں۔

۲- رَوَی ابْنُ خُزَیْمَۃَ بِاِسْنَادٍ قَوِیٍّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ وَبِہٖ قَالَ سَائِرُ اَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَکَعْبُ الْاَحْبَارِ وَالزُّھْرِیُّ وَصَاحِبُہٗ مَعْمَرٌ

"ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

1۔ اشعۃ اللمعات، جلد 4، صفحہ 431

کیا ہے کہ آپ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔
اسی طرح ابن عباس کے شاگرد، کعب احبار، زہری اور معمر کہا کرتے تھے"

۳۔ اَخْرَجَ النِّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ اَیْضًا مِنْ طَرِیْقِ عِکْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّةُ لِاِبْرٰهِیْمَ وَالْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّؤْیَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟

"یہ روایت نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور حاکم نے بھی صحیح سند کے ساتھ عکرمہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ آپ کہا کرتے کہ کیا تم لوگ اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت کا مقام ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام کا شرف موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہو۔

4۔ امام مسلم حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَیْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ

اس لفظ کو دو طرح سے پڑھایا گیا ہے۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ دوسرا نُوْرَانِیٌّ اَرَاهُ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نور ہے، میں اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ سراپا نور ہے، میں نے اسے دیکھا۔

5۔ مسلم کے اسی صفحہ پر ایک روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ ذَرٍّ لَوْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ اَیِّ شَیْءٍ کُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ کُنْتُ اَسْأَلُهُ هَلْ رَأَیْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَیْتُ نُوْرًا۔

کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ یہ روایت بھی دوسری توجیہ کی تائید کرتی ہے۔

6۔ حَکٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ حَلَفَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهُ (عمدۃ القاری ص۱۹۸ جلد۱۹)

کہ حسن بصری اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

7۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ خُزَیْمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ زُبَیْرٍ اِثْبَاتًا عروہ بن زبیر سے ابن خزیمہ نے نقل کیا ہے کہ وہ بھی رؤیت کے قائل تھے۔

8۔ علامہ ابن حجر نے امام احمد کے بارے میں لکھا۔

فَرَوَی الْخَلَالُ فِیْ کِتَابِ السُّنَّةِ عَنِ الْمَرْوَزِیِّ قُلْتُ لِاَحْمَدَ اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰہِ الْفِرْیَةَ فَبِاَیِّ شَیْءٍ یُدْفَعُ قَوْلُھَا قَالَ بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ رَبِّیْ۔ قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْبَرُ مِنْ قَوْلِھَا۔ (1)

"مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ام المومنین یہ کہا کرتیں کہ جس نے یہ کہا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے، تو حضرت عائشہ کے اس قول کا کیا جواب دیا جائے؟ آپ نے فرمایا حضور کے اس ارشاد کے ساتھ رَاَیْتُ رَبِّیْ کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیں گے اور حضور کریم ﷺ کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے بہت بڑا ہے۔"

یہ مختلف اقوال ہیں جو قائلین رؤیت کی طرف سے بطور استدلال پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں فحول صحابہ، مثلاً ابن عباس، کعب احبار، انس، ابی ذر کے علاوہ عروہ بن زبیر، حسن بصری، عکرمہ جیسے اکابر تابعین بھی موجود ہیں اور حضرت امام احمد کا قول بھی آپ سن چکے ہیں۔ ان اقوال کے علاوہ متعدد احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔

ان تمام دلائل کو بالتفصیل پیش کرنے کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں۔

اِذَا صَحَّتِ الرِّوَایَاتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ اِثْبَاتِ الرُّؤْیَةِ وَجَبَ الْمَصِیْرُ عَلٰی اِثْبَاتِھَا فَاِنَّھَا لَیْسَتْ مِمَّا یُدْرَکُ بِالْعَقْلِ

1۔ فتح الباری، جلد 8، صفحہ 494

وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ فَإِنَّمَا يُتَلَقَّى بِالسَّمَاعِ وَلَا يَسْتَجِيزُ أَحَدٌ أَنْ يَظُنَّ بِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِالظَّنِّ وَالْاِجْتِهَادِ ثُمَّ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَثْبَتَ شَيْئًا نَفَاهُ غَيْرُهُ وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔

''حضرت ابن عباس سے جب صحیح روایات ثبوت کو پہنچ گئیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے، تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بنا پر کہی ہو گی۔ یقیناً انہوں نے کسی مرفوع حدیث کی بنا پر ایسا کہا ہو گا۔ نیز ابن عباس ایک چیز کو ثابت کر رہے ہیں۔ دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہوتا ہے۔''

خلاصہ کلام کو علامہ نووی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ بِعَيْنَيْ رَاْسِهٖ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ ..... وَهٰذَا مِمَّا لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُتَشَكَّكَ فِيْهِ۔

کہ حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علما کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ علاوہ نووی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت صدیقہ نے اپنے موقف کی تائید میں کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں کی بلکہ محض اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا ہے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح مسلم جس کی شرح علامہ نووی کر رہے ہیں، اسی کے اگلے صفحے پر حدیث مرفوع موجود ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ اور وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کے بارے میں حضور سے پوچھا تو حضور نے فرمایا وہ جبرئیل امین تھے۔ جب مسلم میں یہ حدیث موجود ہے تو حیرت ہے کہ شارح مسلم علامہ نووی نے کیسے انکار کیا۔

علامہ ابن حجر کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ نے وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ کے بارے میں حضور سے استفسار کیا اور حضور نے فرمایا کہ وہ جبرئیل ہیں

اور یہ بلاشبہ درست ہے، کیونکہ یہ آیت سورۂ تکویر کی ہے اور وہاں حضرت جبرئیل کا ہی ذکر ہے۔ ارشاد ہے

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ (التکویر: ۱۹ تا ۲۳)

یہ سارا ذکر جبرئیل امین کا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے جب انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش کی، تو آپ آسمان کے افق پر نمودار ہوئے۔ وہ افق جہاں جبرئیل نمودار ہوئے اسے افق مبین کہا گیا ہے، لیکن یہاں جس افق کا ذکر ہو رہا ہے وہ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ہے۔ آسمان اور زمین کے افق کو افق مبین تو کہہ سکتے ہیں، لیکن افق اعلیٰ وہ ہوگا جو تمام آفاق سے بلند تر ہو، یعنی فلک الافلاک کا کنارہ۔ اس لئے امام نووی کا قول ہی درست ہے کہ شب معراج نفی رؤیت کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر و تشریح سے فارغ ہونے کے بعد دیدار الٰہی کے بارے میں اپنی ذاتی رائے کو یوں بیان کرتے ہیں:

وَأَنَا أَقُولُ بِرُؤْيَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ سُبْحَانَهُ وَبِدُنُوِّهِ مِنْهُ سُبْحَانَهُ عَلَى الْوَجْهِ اللَّائِقِ (1)

"اور میں یہ کہتا ہوں کہ سرور عالم ﷺ اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور کو قرب الٰہی نصیب ہوا، لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے جب دریافت کیا جاتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا دیدار کیا، تو آپ جواب میں فرماتے:

رَآهُ رَآهُ حَتَّى يَنْقَطِعَ نَفَسُهُ (2)

"ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔"

1۔ روح المعانی

2۔ ایضاً

مولانا سید انور شاہ صاحب اس مسئلے پر مفصل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

وَلٰكِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَشَرَّفَ بِرُؤْيَتِهٖ تَعَالٰى وَمَنَّ عَلَيْهِ رَبُّهٗ بِهَا وَكَرَّمَهٗ وَتَفَضَّلَ عَلَيْهِ بِنَوَالِهٖ وَاَفَاضَ عَلَيْهِ مِنْ اَفْضَالِهٖ فَرَاٰهُ رَاٰهُ كَمَا قَالَ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ اِلَّا اَنَّهٗ رَاٰهُ كَمَا يَرَى الْحَبِيْبُ اِلَى الْحَبِيْبِ وَالْعَبْدُ اِلٰى مَوْلَاهُ لَا هُوَ يَمْلِكُ اَنْ يَّكُفَّ عَنْهُ نَظْرَهٗ وَلَا هُوَ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّشْخَصَ اِلَيْهِ بَصَرَهٗ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ (1)

"حضور ﷺ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپ کو نوازا اور اپنے فضل و احسان سے عزت افزائی فرمائی۔ پس حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ جس طرح امام احمد نے فرمایا ہے، مگر یہ دیدار ایسا تھا جیسے حبیب اپنے حبیب کا دیدار کرتا ہے۔ نہ وہ آنکھیں بند کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ اس میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ ٹکٹکی باندھ کر روئے دلدار کو دیکھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے۔" مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○

حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کی جلد چہارم میں اس مسئلے کی تحقیق کرتے ہوئے اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

آیات کبریٰ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْاٰيَاتِ الْعَجَائِبُ الْمَلَكُوْتِيَّةُ الَّتِيْ رَاٰهَا فِيْ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ فِيْ مَسِيْرِهٖ وَعَوْدِهٖ مِنَ الْبُرَاقِ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالسِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَجَنَّةِ الْمَاْوٰى۔ (2)

1۔ فیض الباری شرح البخاری

2۔ تفسیر مظہری

"یعنی آیات کبریٰ سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا۔ جیسے براق، سموات، انبیاء، فرشتے، سدرۃ المنتہیٰ جنۃ الماویٰ وغیرہا۔"

پھر علامہ مذکور فرماتے ہیں اگرچہ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی بہت بڑی نشانی ہے، ان اشیاء کو آیات کبریٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جن مخصوص تجلیات کا تعلق ہے اور اللہ کی رحمتوں اور برکات کا نزول جس کثرت سے ان پر ہوتا ہے، وہ کسی دوسری آیت کو نصیب نہیں۔

حکیم اور علیم ذات کا ارادہ، ان کو معرض وجود میں لا رہا ہے۔ جس کی قدرت کا عالم یہ ہو اس کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حکیمانہ ہے تو وہ حضرت انسان کو اتنی قوتوں سے بہرہ ور کرنے کے بعد اس کو یوں چھوڑ نہیں دیتا کہ وہ ان سے پوچھے بھی نہیں کہ انہوں نے خدا کی دی ہوئی قوتوں اور نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا ہے؟ یہ بات بھی اس کی حکمت کے سراسر منافی ہے کہ جن لوگوں نے اس کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح استعمال کیا ہے، ان سے اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا، نیکی اور اخلاق حسنہ کی آبیاری کی، ان کو تو کوئی اجر نہ ملے اور جنہوں نے ان نعمتوں پر ناشکری کی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی تباہی کیلئے انہیں استعمال کیا اور فسق و فجور کی داغ بیل ڈالی ان کو ان کے کرتوتوں کی کوئی سزا نہ دی جائے۔

وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (1)

"قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً ہر

1۔ سورہ الضحیٰ 11-1

آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔ اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اس نے آپ کو حاجتمند پایا تو غنی کر دیا۔ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکئے اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔"

آیات کی تشریح سے پہلے ان کی شان نزول آپ سن لیں، سورۃ کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ شیخین کی روایت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ علالت طبع کے باعث دو تین روز سحری کے وقت بیدار ہو کر مصروف عبادت نہ ہوئے تو ابو لہب کی بیوی ام جمیل جس کا مکان حضور کے مکان کے پڑوس میں تھا، وہ آئی اور کہنے لگی: مَآ اَرٰى شَيْطَانَكَ اِلَّا قَدْ تَرَكَكَ لَمْ اَرَهٗ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثٍ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ دو تین رات سے میں نے اس کو تمہارے نزدیک آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی کے جواب میں یہ سورۂ پاک نازل فرمائی۔

دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزول وحی کا سلسلہ جاری رہا اور پھر یک دم رک گیا۔ یہ انقطاع بارہ یا پندرہ یا پچیس یا چالیس دن تک باختلاف روایات برقرار رہا۔ حضور کی طبع مبارک پر بہت گراں گزرا۔ وہ کان جو کلام الٰہی سننے کے عادی ہو چکے تھے، وہ دل جو ارشادات ربانی کا خوگر ہو چکا تھا اس کے لئے یہ بندش ناقابل برداشت تھی۔ نیز کفار نے بھی طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد (ﷺ) کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے، اس لئے وحی کا نزول رک گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان خرافات کی تردید قسم اٹھا کر کی اور اپنے محبوب کریم کو بھی تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گوناگوں حکمتیں ہیں اسی طرح نزول وحی اور پھر اس کے بعد انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

جب سورج پوری آب و تاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے اس وقت کو "الضحیٰ" کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضُّحٰی کا لفظ رات کے مقابلہ میں ذکر کیا جائے تو اس وقت اس سے مراد سارا دن ہوتا ہے جیسے سورۂ اعراف میں ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ؟
اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ؟ (1)

"کیا بستی کے باشندے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ کیا بستی کے باشندے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آئے جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔"

یہاں ضحی سے مراد چاشت کا وقت نہیں بلکہ سارا دن ہے۔

وَالضُّحٰی کے بعد وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ہے اس لئے یہاں بھی پورے دن کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ علامہ ابن منظور کی بھی یہی رائے ہے۔ اَیْ هُوَ النَّهَارُ کُلُّهٗ (لسان العرب)

جب رات خوب تاریک ہو جائے اور ہر سو آرام و سکون پھیل جائے تو عرب کہتے ہیں

سَجَی اللَّیْلُ قَالَ الْفَرَّاءُ اِذَا اَظْلَمَ وَرَکَدَ فِیْ طُوْلِهٖ کَمَا یُقَالُ بَحْرٌ سَاجٍ وَّلَیْلٌ سَاجٍ

سمندر پر سکون ہے اور رات پر سکون ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے مراد شب معراج ہے۔ (قرطبی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر عزیزی کی چند سطور اہل شوق و محبت کے مطالعہ کے لئے نقل کر رہا ہوں:

"بعضے از مفسرین چنیں گفتہ اند کہ مراد از ضحیٰ روز ولادت پیغمبر است ﷺ و مراد از لیل شب معراج است۔ و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ روئے پیغمبر است ﷺ و از لیل موئے او کہ در سیاہی ہمچو شب است۔ و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ نور علمے است کہ آنجناب را دادہ بود و بسبب آں پردہ نشینان عالم غیب منجلی و منکشف گشتند۔ و مراد از شب خُلق عفو اوست کہ عیوب امت را پوشید۔ و بعضے گویند کہ مراد از روز علانیہ

1۔ سورۃ الاعراف: 98-97

آنحضرت ﷺ است یعنی احوال ظاہرہ آنجناب ست کہ خلق بر اں مطلع شد و مراد از شب سر آنجناب یعنی احوال باطن او کہ غیر از علام الغیوب کسے بر آں مطلع نیست۔"

"بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مراد حضور کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شب معراج مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد حضور کا رخ انور ہے اور لیل سے زلف عنبریں۔ اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد نور علم ہے جو آنجناب کو دیا گیا تھا، جس کے سبب سے عالم غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد حضور کا عفو و درگزر کا خلق ہے جس نے امت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علما کا ارشاد ہے کہ دن سے مراد حضور ﷺ کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور رات سے مراد حضور کے احوال باطن ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

روشن دن اور تاریک اور پر سکون رات کی قسم کھا کر کفار کے اعتراضات اور مطاعن کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی اپنے حبیب کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب! آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے، بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی کئی حکمتیں مضمر ہیں۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ فرمایا بلکہ آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے، ہر آنے والی حالت گزشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ، بہتر سے بہتر، اور ارفع سے ارفع ہو گی۔ اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا سدباب بھی ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا بھی سنا دی۔

دعوت اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ گنتی کے چند افراد نے اس دین کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم مصمم کر لیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے، توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ لگا

رہے ہیں اسکا ایک ایک پودا جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔ اس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرۂ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم کو اللہ تعالیٰ وہ عزت و سروری اور شان محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارۂ ابرو پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے، اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أُرِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى أُمَّتِهٖ بَعْدَهٗ فَسُرَّ بِذٰلِكَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ بِقَوْلِهٖ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔

یعنی حضور کے بعد امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں۔ جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہو گی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی اشاعت و ترقی کے لئے ہر وقت فکر مند رہا کرتے۔ دین حق کی سربلندی کے لئے حضور نے اپنی تمام قوتیں اور کوششیں مرکوز کر رکھی تھیں۔ ایک لمحہ بھی چین سے نہ گزرتا تھا۔ اپنی امت کی بخشش و مغفرت کا خیال ہر وقت مضطرب رکھتا تھا۔ ان تمام تفکرات اور اضطرابات کو یہ فرما کر دور کر دیا کہ آپ کا رب اپنے لطف و کرم کا آپ پر وہ مینہ برسائے گا کہ آپ کا قلب مبارک خورسند و مسرور ہو جائے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

هُوَ عِدَةٌ كَرِيْمَةٌ شَامِلَةٌ لِمَا أَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ فِي الدُّنْيَا مِنْ كَمَالِ النَّفْسِ وَعُلُوْمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَظُهُوْرِ الْاَمْرِ وَإِعْلَاءِ الدِّيْنِ بِالْفُتُوْحِ الْوَاقِعَةِ فِي عَصْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ أَيَّامِ خُلَفَائِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُلُوْكِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَفُشُوِّ الدَّعْوَةِ وَالْاِسْلَامِ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا وَلِمَا ادَّخَرَ لَهٗ

وَعَدَلَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْكَرَامَاتِ الَّتِىْ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ۔

"یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان تمام عطیات کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو دنیا میں سرفراز فرمایا یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سربلندی، وہ فتوحات جو عہد رسالت میں ہوئیں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئیں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا دنیا کے مشارق و مغارب میں پھیل جانا۔ نیز یہ وعدہ ان عنایات اور عزت افزائیوں کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کے لئے آخرت کے لئے محفوظ رکھی ہیں جن کی حقیقت اور نہایت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔"

علامہ آلوسی نے یہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔

حرب بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے امام مذکور سے پوچھا کہ جس شفاعت کا ذکر اہل عراق کیا کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا حق ہے۔ میں نے محمد بن حنفیہ سے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشْفَعُ لِاُمَّتِىْ حَتّٰى يُنَادِىْ رَبِّىْ اَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ نَعَمْ يَا رَبِّ رَضِيْتُ۔

"حضرت سیدنا علی سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا کرے گا اور پوچھے گا یا محمد کیا آپ راضی ہوگئے؟ میں عرض کروں گا ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔"

اس کے بعد امام باقر نے اس شخص سے کہا کہ اے اہل عراق تم یہ کہتے ہو کہ قرآن کریم کی سب سے امید افزا آیت یہ ہے:

يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ

اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ (1)

لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب الٰہی میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے۔

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوۡلَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیۡ اِبۡرٰھِیۡمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ وَقَوۡلَہٗ تَعَالٰی فِیۡ عِیۡسٰی اِنۡ تُعَذِّبۡھُمۡ فَاِنَّھُمۡ عِبَادُکَ الۡاٰیَۃَ فَرَفَعَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ یَدَیۡہِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیۡ اُمَّتِیۡ وَبَکٰی۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَاجِبۡرَئِیۡلُ اذۡھَبۡ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَقُلۡ لَہٗ اِنَّا سَنُرۡضِیۡکَ فِیۡ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوۡءُکَ۔

"حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ (یعنی جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہے) پھر یہ آیت پڑھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اِنۡ تُعَذِّبۡھُمۡ الۡاٰیَۃَ (یعنی اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں) پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا اور عرض کی: الٰہی! میری امت، میری امت۔ پھر حضور زارو قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ اور اسے جا کر یہ پیغام پہنچاؤ کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔"

یہاں رب کی اضافت اس ضمیر کی طرف ہے جس کا مرجع حضور کی ذات ہے۔ اس میں لطف و کرم کا جو اظہار کیا گیا ہے وہ ارباب ذوق سے مخفی نہیں۔

اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی وہ لطف و کرم جس سے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم کو نوازنے والا ہے اس کے ذکر کے بعد اب ان انعامات و احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے جن سے آپ کو

1۔ سورہ الزمر: 53

اس سے پہلے سرفراز کیا جا چکا ہے تاکہ قلب مبارک کی تسکین و مسرت کا باعث ہو۔ اس لئے اس جملہ کو الگ مستقلاً ذکر کیا گیا۔

اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شکم مادر میں ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ پیدا ہوئے تو یتیم تھے، لیکن والدہ ماجدہ نے انتہائی محبت و پیار سے پروان چڑھایا۔ عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ بھی دار البقاء کو سدھاریں تو آپ کی پرورش کی خدمت آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے سنبھالی۔ آٹھ سال کی عمر میں جد محترم بھی داغ مفارقت دے گئے تو یہ سعادت حضور کے حقیقی اور شفیق چچا جناب ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے تادم واپسیں اس خدمت کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ویسے تو ہر ماں اپنے لخت جگر پر سو جان سے قربان ہوتی ہے، ہر دادا اپنے متوفی فرزند کے یتیم بچے کو بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے اور چچا کا پیار بھی اپنے فوت شدہ بھائی کے فرزند کے لئے بڑا عمیق ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ ہی بالکل جدا ہے۔ بچپن سے ہی جو علامات سعادت و نجابت وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں اس نے ماں، دادا اور چچا کی محبت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

حضور کی معصومانہ ادائیں اور پاکیزہ اطوار نجابت و سعادت کے وہ آثار جو ہر صبح و مسا نمایاں ہو رہے تھے انہوں نے حضور کی محبوبیت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا اور آپ کی قدر و منزلت کو ان حضرات کی نگاہوں میں اتنا بلند فرما دیا تھا جو اور کسی بچے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ ساری ادائے دلبری اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی اس لئے "فَاٰوٰی" کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ ہم نے اپنی خاص مہربانی سے ان کے دلوں میں حضور کی محبت اور ادب واحترام اور قدر و منزلت پیدا فرما دی۔

علامہ قرطبی نے مجاہد سے ایک تفسیر نقل کی ہے۔ قَالَ مُجَاهِدٌ هُوَمِنْ قَوْلِ الْعَرَبِ دُرَّةٌ يَتِيْمَةٌ کہ یہاں یتیم سے مراد وہ در شہوار ہے جو اپنی آب و تاب اور قدر و قیمت میں بے مثال ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں۔

وَالْاَوْلٰى اَنْ يُّقَالَ اَلَمْ يَجِدْكَ وَاحِدًا عَدِيْمَ النَّظِيْرِ لَمْ يَحْوِ مِثْلَكَ صَدَفُ الْاِمْكَانِ فَاٰوَاكَ اِلَيْهِ وَجَعَلَكَ فِيْ حَقِّ اصْطِفَآئِهٖ

"کہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوقات

میں یگانہ اور عدیم النظیر پایا۔ صدف امکان کو آپ جیسا موتی آج تک نصیب نہیں ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی آغوش رحمت میں آپ کو پناہ دی۔" (روح المعانی)

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیان علم نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے اس لئے اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔

ضَآلًّا: ضلالت سے اسم فاعل ہے۔ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے: راہ راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ و عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا۔ علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے۔ حضور ﷺ نے اس مشرکانہ ماحول میں عمر بسر کی، لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا، حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (1) میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گزاری ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ سورہ النجم کی اس آیت مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى میں بھی حضور سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں، تاریخ کی اٹل شہادت کے باوجود ضَآلًّا کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے۔ (العیاذ باللہ)

علمائے تفسیر نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں۔ ان میں سے چند آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

(1) ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى (2): اَیْ لَا یَغْفُلُ میرا رب نہ کسی چیز سے غافل ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کو فراموش کرتا ہے۔ مذکورہ آیت میں ضَآلًّا بمعنی غافل مستعمل ہوا ہے۔ یعنی آپ قرآن اور احکام

1۔ سورہ یونس: 16

2۔ سورہ طٰہٰ: 52

شرعیہ کو پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم بھی بخشا اور احکام شرعیہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا۔

اَیْ لَمْ تَکُنْ تَدْرِی الْقُرْآنَ وَالشَّرَائِعَ فَھَدَاکَ اللّٰہُ اِلَی الْقُرْآنِ وَشَرَائِعِ الْاِسْلَامِ۔

ضحاک شہر بن حوشب وغیرہما سے یہ قول منقول ہے۔ (قرطبی)

(2) جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں " ضَلَّ الْمَآءُ فِی اللَّبَنِ " کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا کُنْتَ مَغْمُوْرًا بَیْنَ الْکُفَّارِ بِمَکَّۃَ فَقَوَّاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی اَظْھَرْتَ دِیْنَہٗ (کبیر) یعنی آپ مکہ کے کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے دین کو غالب کیا۔

(3) ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں اَلضَّالُّ کہتے ہیں۔ " اَلْعَرَبُ تُسَمِّی الشَّجَرَۃَ الْفَرِیْدَۃَ فِی الْفَلَاۃِ ضَآلَّۃً " اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرۂ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو۔ صرف آپ کی ذات جہالت کے اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی۔ پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی۔ (کبیر)

فَاَنْتَ شَجَرَۃٌ فَرِیْدَۃٌ فِیْ مَفَازَۃِ الْجَھْلِ فَوَجَدْتُکَ ضَآلًّا فَھَدَیْتُ بِکَ الْخَلْقَ۔

(4) کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے۔ یہاں بھی یہی معنی ہے۔ اَیْ وَجَدَ قَوْمَکَ ضَآلًّا فَھَدَاھُمْ بِکَ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت بخشی۔ علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک رات خواب میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں ہے۔ وَجَدَ رَھْطَکَ ضَآلًّا فَھَدَا بِکَ پھر میں نے کہا کہ جس طرح وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ اصل میں وَاسْئَلْ اَھْلَ الْقَرْیَۃِ ہے اور اہل جو مضاف ہے محذوف ہے، اسی طرح یہاں بھی رَھْطِ مضاف

محذوف ہے۔ (البحر المحیط)

(5) حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضَآلًّا کا معنی مُتَحَیِّرًا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرما دی۔

(6) امام رازی کہتے ہیں کہ

اَلضَّلَالُ بِمَعْنَی الْمَحَبَّۃِ کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ

یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے، جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا قرب حاصل کر سکیں گے۔

علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

قَالَ بَعْضُ الصُّوْفِیَۃِ مَعْنَاہُ وَجَدَکَ مُحِبًّا عَاشِقًا مُفْرِطًا فِی الْحُبِّ وَالْعِشْقِ ... فَھَدَاکَ ..... اِلٰی وَصْلِ مَحْبُوْبِکَ حَتّٰی کُنْتَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

یعنی بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام پر فائز ہوئے۔"

علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبد المطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے۔ اسی اثناء میں ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار ایک ریوڑ کو ہانک کر لا رہا تھا۔ اس نے جب حضور کو دیکھا تو اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا۔ اتر کر حضور کو جا لیا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن اونٹنی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابو جہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی اور اس نے کہا یَا اَحْمَقُ ھُوَ الْاِمَامُ وَکَیْفَ یَکُوْنُ خَلْفَ الْمُقْتَدِیْ اے بیوقوف! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے

پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ اس نے ناچار آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابو جہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جد امجد تک پہنچایا۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى عائل کے دو معنی کئے گئے ہیں (1) اَلْمُفْتَقِرُ تنگدست۔ (2) ذُوْ عَيَالٍ "اہل و عیال والا۔ آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیالدار پایا (کیونکہ ساری امت حضور کی عیال ہے) تو غنی کر دیا یا آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنی کی تو صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی جان، اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے۔ چاہیں تو ابھی تقسیم کر دیں اور چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ ام المومنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے اپنا سارا مال و متاع حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، لیکن حقیقی غنی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ ارزانی فرمائی کہ قلب مبارک کو غنی کر دیا اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمادیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان فرمادیا۔ ایک دن حضور کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے تاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شکم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یارسول اللہ! اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں۔ لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ هٰذِهِ الْجِبَالُ ذَهَبًا حضور کا یہ فقر، فقر اضطراری نہ تھا بلکہ فقر اختیاری تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے خوب لکھا ہے۔

گزید فقر کہ فرماں روائے ملک ابد
بمشت خاک ندارد ہوائے سلطانی

یعنی حضور نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ آپ یتیم تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوش لطف و کرم کو آپ کے لئے

کشادہ کر دیا۔ اب دنیا بھر کے یتیموں کے لئے آپ کی بے پایاں شفقت و محبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔ کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا، اس پر غصہ ہونا یا اس سے بے اعتنائی کرنا آپ کو ہرگز زیبا نہیں۔ اس یتیم پرور آقا نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى

"کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ساتھ ہوں گے، پھر اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔"

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ الْيَتِيْمَ اِذَا بَكٰى اِهْتَزَّ لِبُكَائِهٖ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ کہ جب یتیم روتا ہے تو خداوند رحمٰن کا عرش لرزنے لگتا ہے۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائلوں سے برافروختہ وہ ہوتا ہے جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے اور یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں تو پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہوں۔ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے رہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔

سیرت کی کتب ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جود و کرم کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو سائل در اقدس پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا اور آج بھی کشور غنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ کوئی آئے، جو چاہے مانگے، اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔

حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی نے کیا خوب لکھا ہے:

"معلوم میشود کہ کار ہماں بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود میدہد۔" (اشعۃ اللمعات، جلد 1، صفحہ 396)

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دست ہمت و کرامت کے سپرد ہیں۔ جو چاہتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے کبھی کسی سائل کے جواب میں "لا" (نہیں) نہ فرمایا۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَہُّدِہٖ لَوْلَا التَّشَہُّدُ کَانَتْ لَاءُہٗ نَعَمْ

یعنی حضور نے لا کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اگر یہ کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور کی "نہ" بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر ان کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹنا شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آگیا۔ حضور نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے۔ میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف تو نہیں کیا۔ حضور کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوگئے۔ ایک انصاری بھی اس وقت بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرہ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہوگیا۔ ارشاد فرمایا کہ، مرا ہمیں طریق امر فرمودہ اند۔ یعنی میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرمائے اس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔ وَالتَّحَدُّثُ بِنِعَمِ اللّٰهِ وَالْاِعْتِرَافُ بِهَا شُكْرٌ (قرطبی)

اس آیت میں نعمت سے مراد کونسی نعمت ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنِّعْمَةِ مَآ اَفَاضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ فُنُوْنِ النِّعَمِ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِهَا مَا تَقَدَّمَ۔

(1)

"یعنی اس نعمت سے مراد وہ گوناگوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر فرمائی ہیں جن میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔"

چنانچہ سرور کون و مکاں، فخر زمیں و زماں، ﷺ، ان انعامات کا ذکر و اظہار اکثر فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں سے صرف ایک حدیث سن لیں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔ وَبِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ۔ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ وَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَآئِیْ۔ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

"حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا۔ یہ بات میں فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس روز حمد کا پرچم میرے دست مبارک میں ہو گا۔ یہ بات میں فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس دن تمام نبی، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا۔ یہ بات فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔"

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

وَمِنْ هٰذَا الْقَبِیْلِ مَا قَالَ الشَّیْخُ مُحْیِ الدِّیْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ:

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

1۔ روح المعانی

وَقَوْلُهٗ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

یعنی حضرت شیخ معین الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے ماہ چہاردہم ہیں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدد صاحب نے اپنے مدارج قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے، یہ اقوال بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فَمَنْ اَنْکَرَ عَلٰی مَا هٰؤُلَآءِ الرِّجَالِ فِیْ مِثْلِ هٰذِهِ الْمَقَالِ فَکَاَنَّهٗ اَنْکَرَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ الْکَرِیْمَةَ مِنَ اللّٰهِ ذِی الْجَلَالِ (1)

"جو شخص ان اعاظم رجال کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبان طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔"

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکریہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوص نیت کے ساتھ اسے خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور گناہوں سے مجتنب رہے اور علم و عرفان کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو راہ راست پر گامزن کرے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اس سورت کا ایک مجرب خاصہ ذکر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس سورت کو انسان سات بار پڑھے اور اپنے سر کے ارد گرد انگشت شہادت پھیرتا رہے۔ جب سات بار پڑھ چکے تو کہے۔ اَصْبَحْتَ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ وَاَمْسَیْتَ فِیْ جِوَارِ اللّٰهِ۔ اَمْسَیْتَ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ وَاَصْبَحْتَ فِیْ جِوَارِ اللّٰهِ۔ خوانده دستک زند۔ اور تالی بجائے۔" (2)

1۔ تفسیر مظہری

2۔ تفسیر عزیزی

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ ۝ (1)

"ن۔ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں، آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ عنقریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے (واقعی) مجنون کون ہے۔ بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو اس کی راہ سے بہک گئے ہیں اور انہیں بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ پس آپ بات نہ مانیں (ان) جھٹلانے والوں کی۔ وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ کہیں آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ اور نہ بات مانئے کسی (جھوٹی) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی جو بہت نکتہ چین چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ سخت منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے بڑھا ہوا، بدکار ہے۔ اکھڑ مزاج ہے، اس کے علاوہ بد اصل ہے (یہ غرور و سرکشی) اس لئے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے۔ جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ ہم بہت جلد اسکی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔"

ن، حروف مقطعات میں سے ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول مکرم کے درمیان راز ہیں اور اولیائے کاملین کو ان کا علم بارگاہ رسالت سے ارزانی ہوتا ہے۔

1۔ سورۃ القلم: 16-1

یہاں ایک اور توجیہ بھی قابل غور ہے جو سید شریف جرجانی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "التعریفات" میں لکھتے ہیں۔

اَلنُّوْنُ : اَلْعِلْمُ الْاِجْمَالِیُّ یُرِیْدُ بِہِ الدَّوَاۃَ فَاِنَّ الْحُرُوْفَ الَّتِیْ ھِیَ صُوَرُ الْعِلْمِ مَوْجُوْدَۃٌ فِیْ مِدَادِھَا اِجْمَالًا وَفِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی نٓ وَالْقَلَمِ : ھُوَ الْعِلْمُ الْاِجْمَالِیُّ فِی الْحَضْرَۃِ الْاَحَدِیَّۃِ وَالْقَلَمُ حَضْرَۃُ التَّفْصِیْلِ۔

اَلنُّوْنُ سے مراد دوات ہے جو علم اجمالی سے عبارت ہے، کیونکہ حروف جو علم کی صورتیں ہیں بالا جمال اس میں موجود ہیں اور (نٓ وَالْقَلَمِ) میں ن سے مراد علم اجمالی ہے جو مرتبہ احدیت میں ہوتا ہے اور اَلْقَلَم تفصیل کا مرتبہ ہے۔ وَاوٗ : قسم کے لئے ہے۔ اَلْقَلَمِ سے بعض حضرات نے وہ قلم مراد لیا ہے جس نے امر الٰہی سے تقادیر عالم کو لوح محفوظ میں تحریر کیا۔ جس کی ماہیت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اَلْقَلَمِ سے مراد جنس قلم ہے اور اسی کی قسم کھائی جارہی ہے۔ علوم و فنون، نظریات و افکار کی تعلیم اور اشاعت میں بے شک زبان کی قوت بیانیہ کا بڑا حصہ ہے لیکن اس کی افادیت زمان و مکان کی حد بندیوں میں محصور ہے۔ قلم، ایک ایسا آلہ ہے جو زمان و مکان کی مسافتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ گزشتہ صدیوں کے علوم وفنون سے حال و مستقبل کو روشن کرتا ہے اور دور دراز علاقوں میں پیدا ہونے والے اولوالعزم حکماء و فضلا کے افکار و نظریات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچاتا ہے۔

قرآن حکیم، جو علم و حکمت کی برتری کا علمبردار ہے، جس نے آدم خاکی کی عظمت کا راز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علوم و فنون کا گنجینہ تھا، کوئی مخلوق حتی کہ نوری فرشتے بھی اس کی ہمسری کا دعوی نہیں کرسکتے، اس لئے قرآن کریم نے قلم جو علم کی نشرو اشاعت کا موثر اور بے مثال ذریعہ ہے اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھائی تاکہ اس قرآن کریم کے ماننے والے قیامت تک حکمت و دانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں۔ اس کے حصول کے لئے پیہم جدوجہد سے اکتانہ جائیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لئے اپنی ہر امکانی کوشش کریں۔ صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گئی بلکہ وَمَا یَسْطُرُوْنَ فرما کر علم کے ان جواہر

پاروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو نوک قلم سے صفحہ قرطاس کی زینت بنتے ہیں۔ اس طرح ان کی شان کو بھی دوبالا کر دیا۔

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ یہ جواب قسم ہے۔ کفار و مشرکین، حضور سرور عالم ﷺ پر جنون کا بہتان لگاتے تھے۔ ان کے اس جھوٹے الزام کی تردید خود خالق دوجہاں قسم اٹھا کر کر رہا ہے۔ فرمایا قسم ہے قلم اور وَمَا يَسْطُرُوْنَ کی۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس ذات پاک کے بارے میں یہ ایسی لغو باتیں کرتے ہیں، وہ تو ایسی ستودہ صفات ہستی ہے کہ قلم کو اس کی تعریف و ثنا سے فرصت نہ ملے گی۔ وہی تحریریں علمی دنیا کے لئے باعث عز و افتخار ہوں گی جن میں اس محبوب دلربا کا ذکر پاک ہوگا۔ اس پر تو اس کے رب نے فضل و کرم فرمایا ہے۔ اس کے روئے زیبا کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہوتی ہیں، اس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں کے ویرانوں میں بہار آجاتی ہے۔ بدبخت، اس کی صحبت میں پل برابر بیٹھیں تو انہیں ابدی سعادت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے۔ اس کے نام مبارک پر جو لوگ اپنا سر کٹا دیتے ہیں انہیں حیات سرمدی سے سرفراز کر کے شہادت کے منصب عالی پر فائز کیا جاتا ہے۔ ہر سچائی، ہر صداقت کے لئے اس کا قول و فعل شاہد عادل تسلیم کیا جاتا ہے۔ خود سوچو، جس کا خلق، عظیم ہو، جس کا علم، بیکراں ہو، جس کا گلشن حکمت سدا بہار ہو، جس کی برکات بے شمار اور خوبیاں ان گنت ہوں، جس کی فصاحت و بلاغت کا دنیا بھر میں کہیں جواب ہی نہ ہو، کیا اس کو مجنون کہنا روا ہے؟ جو اس مرقع زیبائی و دلبری کو مجنون کہتا ہے اس سے بڑا دیوانہ، اس سے بڑا پاگل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت علامہ عارف ربانی اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کا ایک دوسرا مفہوم ذکر کرتے ہیں:

وَفِي التَّأْوِيْلَاتِ النَّجْمِيَّةِ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَسْتُوْرٍ عَمَّا كَانَ مِنَ الْاَزَلِ وَمَا سَيَكُوْنُ اِلَى الْاَبَدِ لِاَنَّ الْجِنَّ هُوَ السَّتْرُ وَمَا سُمِّيَ الْجِنُّ جِنًّا اِلَّا لِاسْتِتَارِهِ مِنَ الْاِنْسِ بَلْ اَنْتَ عَالِمٌ لِمَا كَانَ وَخَبِيْرٌ لِمَا سَيَكُوْنُ وَيَدُلُّ عَلَى اِحَاطَةِ عِلْمِهٖ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَوَضَعَ كَفَّهٗ عَلٰى كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ

''تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مجنون کا معنی مستور ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آپ پر جو ازل میں ہو چکا یا جو ابد تک ہونے والا ہے وہ مستور و پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ مجنون، جن سے ہے اور اس کا معنی پردہ ہے اور جن کو بھی جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ بلکہ آپ جو کچھ ہو چکا اس سے بھی واقف ہیں اور جو ہوگا اس سے بھی خبردار ہیں اور حضور کے اس علم کامل پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا۔ پس میں نے ماکان ومایکون کو جان لیا۔''

یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھا ہے۔

حَسَنٌ صَحِيحٌ فَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ الْبُخَارِيَّ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

''امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔''

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ اے حبیب! نبوت کے اس بارگراں کو جس خوبی سے آپ نے اٹھایا ہے، میرے دین کی تبلیغ واشاعت میں جس استقامت اور عزیمت کا مظاہرہ آپ نے کیا ہے، میری مخلوق کے قلوب واذہان کو میرے نور توحید سے جس طرح آپ نے روشن کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ آفتاب صداقت ابد تک درخشاں و تاباں ہی رہے گا۔ توحید کے یہ دل نشین نغمے بلند ہوتے ہی رہیں گے۔ قیامت تک آنے والے انسان اس سے فیض یاب ہوں گے۔ اس لئے آپ کا اجر بھی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ مَمْنُونٌ مَقْطُوعٌ کٹ جانا، ٹوٹ جانا، منقطع ہونا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ خالق کی زبان، اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی

ہے۔ اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو ذرا صبر سے کام لینا ہوگا۔ اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے، اس لئے ہر کلمہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرنا پڑے گا۔ شاید لطف خداوندی پردے کو سرکا دے اور شاہد معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

پہلے یہ سمجھئے کہ خلق کس کو کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اَلْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيْلَةِ۔ یعنی خلق، نفس کے اس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں کہ جس میں وہ پایا جائے، اس کے لئے افعال جمیلہ اور خصال حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہو جائے۔ (کبیر)

پھر فرماتے ہیں کسی اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا الگ چیز ہے، لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا الگ چیز ہے۔ کوئی کام خلق اسی وقت کہلائے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ (کبیر) یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے، کان بے تکلف سنتے ہیں، زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت، شجاعت، حیا، حق گوئی، تقویٰ وغیرہ تجھ سے کسی تردد اور توقف کے بغیر صدور پذیر ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو تیرے اخلاق شمار کیا جائے گا۔

عَظِيْمٌ بہت بڑا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ اَيْ لَا يُدْرِكُ شَاْوَهٗ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ مخلوق میں سے جس کی سرعت رفتار یا عزم بلند کو کوئی نہ پا سکے، اسے عظیم کہتے ہیں۔

عَلٰی: استعلاء کے لئے ہے یعنی کسی پر حاوی ہونے، چھا جانے اور قابو پا لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت یوں نہیں ہے۔ وَاِنَّ لَكَ خُلُقًا عَظِيْمًا بلکہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور ﷺ کا قبضہ ہے، یہ سب زیر فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں، حضور ﷺ ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ کو ان امور کیلئے کسی تکلیف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آفتاب ذات محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خودبخود پھوٹتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اے حبیب! آپ اعلان کر دیں کہ میں تم لوگوں سے نہ کسی اجر کا مطالبہ کرتا ہوں اور نہ میں تکلف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فرما کر بتادیا کہ حضور ﷺ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس واطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح، خلت ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدق اسماعیل، صبر یعقوب، تواضع سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام شرف الدین بوصیری نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب فرمایا ہے۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ — وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ
فَإِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا — يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ (1)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ظاہری شکل وصورت اور سیرت واخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے برتر ہیں۔ کوئی نبی آپ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضور کی ذات بزرگی کا آفتاب ہے۔ سارے انبیاء آپ کے ستارے ہیں اور وہ انبیاء اپنے اپنے عہد میں حضور کے انوار اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب کسی نے خلق مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دیا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ حضور کا خلق قرآن تھا۔ یعنی جن محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کا قرآن نے حکم دیا ہے حضور ان سے کمال درجہ متصف تھے اور جن لغو باتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے، حضور ان سے پوری طرح منزہ ومبرا تھے۔ ایک دوسرے شخص نے جب یہی سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا سورۃ المومنون کی پہلی دس آیتیں پڑھ لو۔ ان میں ہی حضور کے خلق کی صحیح تصویر ہے۔

محمد بن حکیم ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ہیچ خلق بزرگ تراز خلق محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نبودہ چہ زمشیت خود دست باز داشت وخود را کلی باحق گزاشت۔"

1۔ شیخ شرف الدین البوصیری، "قصیدہ بردہ شریف"، تاج کمپنی لاہور، (س ن)، جلد 10، صفحہ 13

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق سے کسی کا خلق اعلیٰ نہیں کیونکہ حضور اپنی مرضی اور مشیت سے دستکش ہو گئے اور اپنے آپ کو کلیتہً حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

امام قشیری کا ارشاد ہے: "نہ از بلا منحرف شد ونہ از عطا منصرف گشت" (روح البیان) یعنی نہ آلام و مصائب کے باعث شاہد حقیقی سے منہ موڑا اور نہ جود و عطا سے دامن بھر لینے کے بعد اس سے بے رخی برتی۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے ملاحظہ ہو:

سُمِّيَ خُلُقُهٗ عَظِيْمًا لِاَنَّهٗ لَمْ تَكُنْ لَهٗ هِمَّةٌ سِوَى اللهِ تَعَالٰى

حضور کے خلق کو عظیم اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر حضور کی کوئی خواہش نہ تھی۔ (قرطبی)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا ۔ وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

"حضور نبی کریم ﷺ کی ہمتیں اور حوصلے بے شمار ہیں۔ جو ان میں سے بڑے حوصلے ہیں ان کی تو حد ہی نہیں۔ حضور ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی ہمت اور حوصلہ زمانہ سے بزرگ و برتر ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ تَادِيْبًا حَسَنًا اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اس کا ادب سکھانا بہت خوب تھا۔

جب عبد کریم کا مؤدب، مربی اور معلم خود رب العالمین ہے تو پھر اس تلمیذ ارشد کے حسن ادب، حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے لگاتار دس سال حضور کی خدمت کی۔ حضور نے مجھے کبھی اف نہیں کہا۔ جو کام میں نے کیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اس کے متعلق کبھی نہیں پوچھا کہ کیوں نہیں کیا۔ حضور ﷺ حسن و جمال میں بھی تمام لوگوں سے برتر تھے۔ میں نے کسی اطلس یا ریشم کو حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ کوئی مشک، کوئی عطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے سے زیادہ خوشبودار میں نے نہیں سونگھا۔

شاہ خوباں ﷺ صرف خود ہی ہر کمال، ہر جمال کے پیکر رعنا اور تصویر جمیل نہ تھے بلکہ

اپنے نیاز مندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لئے وہ ایک دل کش نمونہ بن گئے۔ بے شمار ارشادات نبوی میں سے صرف چند آپ بھی سنئے جن میں صحابہ کرام کو اخلاق حسنہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔"

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ۔

"فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے بد زبان سے بغض رکھتا ہے۔"

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔

"فرمایا میزان عمل میں جتنی چیزیں رکھی جائیں گی، ان میں حسن خلق زیادہ وزنی ہو گا۔ انسان اپنے اخلاق کے باعث اس درجہ پر فائز ہوتا ہے جو رات بھر ذکر الٰہی میں کھڑے رہنے والے اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔"

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا... قَالَ اِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَیْهِقُوْنَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ۔

"حضرت جابر سے مروی ہے حضور نے فرمایا میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور روز قیامت تم میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے پھر فرمایا میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ دور بیہودہ باتیں کرنے والے، زبان دراز اور متفیہقون ہوں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! پہلے دو لفظوں کا مطلب ہماری سمجھ میں آ گیا، تیسرے لفظ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا متکبر لوگ۔"

روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلق کی تین سو ساٹھ صورتیں ہیں۔ جس میں توحید کے ساتھ ان میں سے ایک صورت بھی پائی گئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ فِیَّ مِنْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ صدیق نے عرض کی یارسول اللہ! ان میں سے کوئی چیز مجھ میں بھی پائی جاتی ہے؟ قَالَ کُلُّهَا فِیْكَ یَا اَبَا بَکْرٍ وَاَحَبُّهَا اِلَی اللّٰهِ السَّخَاءُ حضور نے فرمایا اے ابو بکر تم میں حسن خلق کی سب صورتیں موجود ہیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخاوت بہت محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل ہمیں بھی اخلاق حسنہ کی نعمت سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین!

اب ان آیات طیبات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ پر اپنے لطف واحسان اور تکریم واحترام کا ذکر فرمایا ہے۔

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى (1)

"طاھا۔ نہیں اتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں"

تشریح: "قبیلہ عکل اور قبیلہ عک میں طٰہٰ کا معنی یا رجل۔ یعنی اے شخص۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبیلہ عک میں طٰہٰ بمعنی یاحبیبی (اے میرے حبیب) استعمال ہوتا ہے۔"

بعض علماء کے نزدیک یہ اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور رحمت عالمیان ﷺ کا اسم مبارک ہے۔

بعض کے نزدیک طا، طہارت اور ھا، ہدایت کیلئے بطور رمز ذکر ہوا ہے اس کا معنی ہے۔

یَا طَاهِرًا مِنَ الذُّنُوْبِ یَا هَادِیَ الْخَلْقِ اِلٰی عَلَّامِ الْغُیُوْبِ

"اے گناہوں سے پاک اور اے خلق خدا کے راہنما۔" (القرطبی)

علامہ نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ایک اور لطیف توجیہ کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

وَقِیْلَ الطَّآءُ تِسْعَةٌ فِی الْحِسَابِ وَالْهَآءُ خَمْسَةٌ وَمَعْنَاهُ یَآ اَیُّهَا الْبَدْرُ

"کہ حساب جمل سے طا کا عدد نو اور ھا کا عدد پانچ ہے جن کا مجموعہ چودہ ہے اور اس کا معنی ہے اے چودھویں کے چاند۔"

حضور سرور عالم ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے اپنے رب سے منہ موڑ چکے ہیں اور رشتہ عبودیت توڑ چکے ہیں وہ پھر اپنے رحیم و کریم مالک کو پہچانیں اور اس سے اپنی بندگی کا رشتہ استوار کریں۔ انسان لَقَدْ كَرَّمْنَا کا تاج سر پر رکھے، لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے پیشانی رگڑ رہا ہو، انسانیت کی اس تذلیل سے حضور کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔ حضور ہر طرح اس کے لئے کوشاں رہتے کہ انسان اپنا بھولا ہوا مقام پہچانے اور عزت و تکریم کی جو مسند اس کے لئے بچھائی گئی ہے اس پر پھر تشریف فرما ہو لیکن حضور کی دلآویز شخصیت، پاک سیرت، درد و سوز میں ڈوبے ہوئے خطبے، اخلاص و ہمدردی سے بھرپور مواعظ اور پہاڑوں کا دل دہلا دینے والی قرآن کی آیات بینات، کوئی چیز بھی توان عقل کے اندھوں کو نور حق سے روشناس نہ کر رہی تھی۔ الٹا ان کے تعصب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان

1۔ سورۂ طٰہٰ: 2-1

کے اس رد عمل سے ہر وقت حزن و ملال کی گھٹائیں دل انور پر چھائی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم کی یہ بے چینی گوارانہ ہوئی۔ تسلی اور اطمینان دینے کیلئے یہ ارشاد فرمایا اے ماہ تمام! یہ قرآن اس لئے تو نازل نہیں کیا گیا کہ آپ روز و شب بیقرار رہیں۔ یہ تو ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے جس میں صلاحیت ہوگی اسے قبول کر لے گا اور جو حق پذیری کی استعداد سے محروم ہے اور ان آیات بینات کو سن کر بھی دعوت حق کو قبول نہیں کرتا تو اس کی قسمت۔ آپ آزردہ خاطر کیوں ہوں۔ اور آپ کو رنج و قلق کیوں ہو۔

بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ عہد نبوت کے ابتدائی ایام میں حضور انور ﷺ ساری ساری رات نماز و تلاوت میں کھڑے کھڑے گزار دیتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ حکم ہوا اپنے آپ پر سختی کی ضرورت نہیں آسانی سے آپ جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے۔

اَلشِّقَاءُ فِی اللُّغَۃِ الْعِنَاءُ وَالتَّعَبُ لغت میں شقاء کا معنی مشقت اور تھکاوٹ ہے۔ (قرطبی) ہو سکتا ہے کہ تشقیٰ، شقاوت (بد بختی) سے ہو جو سعادت کے مدمقابل ہے۔

ایک روز ابو جہل اور نضر بن حارث دونوں آئے اور جناب رسالتمآب سے کہنے لگے۔

اِنَّکَ شَقِیٌّ لِاَنَّکَ تَرَکْتَ دِیْنَ اٰبَآءِکَ

"(خاک بدہن اشقیاء) آپ شقی ہیں آپ نے اپنے آباء کا دین چھوڑ دیا ہے۔"

ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ پہلے سارا شہر آپ کی عزت کرتا تھا۔ آپ کے راستہ میں پلکیں بچھاتا تھا۔ اب آپ جہاں سے گزرتے ہیں نیچے کانٹے بچھائے جاتے ہیں اوپر سے پتھر برسائے جاتے ہیں اور آپ بالکل بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمقو! قرآن بدبخت بنانے کیلئے تو نازل نہیں ہوا۔ یہ تو بدبختوں اور رذیلوں کو اوج سعادت تک پہنچانے کیلئے آیا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

فَاُرِیْدَ رَدُّ ذٰلِکَ بِاَنَّ دِیْنَ الْاِسْلَامِ وَھٰذَا الْقُرْاٰنَ ھُوَ السُّلَّمُ اِلٰی نَیْلِ کُلِّ فَوْزٍ وَّالسَّبَبُ فِیْ دَرْکِ کُلِّ سَعَادَۃٍ

"یعنی ان آیات سے ابو جہل و نضر کی تردید کر دی گئی) کہ دین اسلام اور

یہ قرآن تو ہر کامیابی کیلئے زینہ ہے اور ہر سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ (1)

"قسم ہے زمانہ کی۔ یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے۔ بجز ان خوش نصیبوں کے جو ایمان لائے۔"

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ والعصر سے مراد وہ عہد ہمایوں ہے جب محمد عربی ﷺ کے وجود مسعود سے یہ جہان روشن تھا۔

ویسے تو ہر زمانہ اس سورت میں بیان کردہ مضامین کی حقانیت کا گواہ ہے لیکن جیسی اٹل اور ناقابل تردید شہادت عہد مصطفوی نے دی ہے اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ جن لوگوں نے دعوت محمدی کو قبول نہ کیا وہ اپنی امارتوں، ریاستوں اور گوناگوں دیگر خصوصیات کے باوجود مٹ گئے، نیست و نابود ہو گئے۔ انسانیت نے ان کو فراموش کر دیا۔ جن کی کچھ یاد باقی ہے ان کا نام گالی کے طور پر ہی استعمال ہوتا ہے لیکن جن خوش نصیبوں نے اس ہادی برحق کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کی غلامی کی سعادت سے بہرور ہونے کے باعث ان چاروں خوبیوں سے اپنی زندگی کا دامن بھر لیا وہ انسانیت کی آبرو بن گئے۔ چشم گیتی کا نور، گلشن ہستی کی بہار اور فخر روزگار بن گئے۔ ان کا نام زبان پر آتا ہے تو پاکبازی اور نفع رسانی کی دنیا میں نور پھیل جاتا ہے۔ ان کے ذکر سے طاغوتی طاقتوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار قدسیوں کا یہ گروہ اور ان کے نقوش پاک کو خضر راہ بنانے والے کارواں انسانیت کی قیادت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی للّٰہیت اور خلوص عمل سے انسان کے سر افتخار کو بلند کر دیا اس لئے اگر، والعصر سے عہد رسالت مراد لیا جائے تو نہایت موزوں ہوگا۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۝ (2)

"تو کیا آپ (فرط غم سے) تلف کر دیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے،

1۔ سورۃ العصر 1-2

2۔ سورۃ الکہف 6

اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر، افسوس کرتے ہوئے۔"

تشریح:۔"اُدھر جور و جفا کا یہ حال ہے کہ کسی معقول بات پر بھی غور نہیں کرتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں اور ادھر رافت و رحمت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قیمت پر انہیں ہلاکت کے گرداب میں گرنے سے بچانے کا خیال بے چین رکھتا ہے۔ مسجد حرام کے صحن میں، بازار مکہ کی ہنگامہ پرور فضاؤں میں، ان کی نشست گاہوں میں اور ان کے خلوت کدوں میں جا جا کر انہیں سمجھایا جا رہا ہے۔ وہ بار بار جھڑکتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، بھڑتے ہیں لیکن اخلاص و محبت کا یہ چشمہ رواں ہی رہتا ہے۔ جب رات کی خاموشی چھا جاتی ہے، ساری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں تو یہ اٹھتا ہے، سر نیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر ان کی ہدایت کیلئے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی التجائیں کرتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہا، تو اس کی جان پر بن آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھتا ہے جس میں کوئی ذاتی منفعت نہیں۔ وہ ان آہوں کے سوز سے واقف ہے، وہ ان آنسوؤں کو جانتا ہے جو اس کے محبوب کی چشم مازاغ کی پلکوں پر جھلملاتے ہیں اور پھر اس کے حضور اس کی رحمت کی بھیک مانگنے کیلئے گرتے ہیں۔ یہ بے خوابیاں، یہ بے تابیاں کن کیلئے ہیں؟ ان کیلئے جو جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو تسلی دیتے ہیں کہ اتنا غم نہ کیجئے۔

بخع کا معنی ہے غم واندوہ سے جان تلف کر دینا۔ اَلْبَخْعُ قَتْلُ النَّفْسِ غَمًّا (مفردات)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (1)

"سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔"

تشریح:۔اے میرے محبوب رسول! صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم آپ کو دیا جا رہا ہے اس کو برملا لوگوں کے سامنے بیان کیجئے اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے۔ فاصدع کا معنی ظاہر کرنا۔ الصدع: الشق صدع کا معنی چیرنا۔ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ کیا کرتے تھے اس آیت کے نزول کے بعد حضور نے برسر عام اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

1۔ سورۃ الحجر: 94

مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ (1)

"اور بلا شبہ مذاق اڑایا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے۔ پھر گھیر لیا انہیں جو مذاق اڑاتے تھے رسولوں کا اس چیز نے جس کے ساتھ مذاق اڑایا کرتے تھے۔"

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ عناد، یہ انکار اور یہ مذاق و تمسخر جس سے آپ کو واسطہ پڑ رہا ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء کے ساتھ منکرین حق کا یہی سلوک رہا ہے۔ وہ بھی ان گستاخیوں اور بے ادبیوں کے باعث برباد کر دیئے گئے اور ان کا انجام بھی سنت الٰہیہ کے مطابق یہی ہو گا کہ نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔

وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝ (2)

"اور اے حبیب! اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں (تو کوئی نئی بات نہیں)۔ آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔ اور (آخر کار) اللہ کی طرف ہی سارے کام لوٹائے جاتے ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب راہ حق سے ان کی روگردانی ملاحظہ فرماتے تو ازحد افسردہ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب! ان کا انکار کوئی اچنبھا نہیں۔ ہمیشہ سے باطل پرستوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ اس لئے رنجیدہ نہ رہا کریں سب معاملات آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر آنے والے ہیں وہ خود فیصلہ کر دے گا۔

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ ۝ (3)

"اسی طرح نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا دیوانہ۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! یہ اہل عرب آپ کو کبھی ساحر کہتے ہیں اور کبھی دیوانہ

1۔ سورہ الانعام: 10
2۔ سورہ الفاطر: 4
3۔ سورہ الذریات: 52

کہتے ہیں یہ کوئی نرالی بات نہیں۔ آپ سے پہلے بھی جو انبیاء تشریف لائے ان کی قدر ناشناس قوموں نے ایسے ہی القابات سے انہیں نوازا ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (1)

"اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے۔ پس آپ بلاشبہ ہماری نگاہوں میں ہیں۔"

تشریح:۔ جس قوم کو دعوت حق دینے کیلئے اے حبیب! آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے ان کے حالات سے آپ باخبر ہیں۔ وہ اکھڑ مزاج ہیں۔ عقل و دانش کے چراغ انہوں نے گل کر دیئے ہیں۔ غور و تدبر سے کام لینا ان کا معمول ہی نہیں۔ ہر وقت آپ کو اذیت پہنچانے اور دین حق کی شمع کو گل کرنے کے لئے وہ آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے آپ کو بھیجا ہے تاکہ ان کے بے نور سینوں کو آپ روشن کر دیں۔ ان درندہ صفت لوگوں کو فرشتہ سیرت بنادیں۔ ان کی ہٹ دھرمی کی خو کو یکسر بدل دیں اور تسلیم و رضا کا ان کو ایسا درس دیں کہ حق قبول کرنے میں انہیں پھر کبھی تامل نہ ہو۔ اتنا بڑا انقلاب برپا کرنا آسان نہیں۔ اس کے لئے آپ کو بڑی محنت کرنا پڑے گی۔ بڑے دکھ سہنے پڑیں گے۔ بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی اس کے لئے آپ صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اپنا فرض پوری دل سوزی سے انجام دیتے رہیں۔ ان کلمات میں آپ پھر غور فرمائیں، یہ نہیں فرمایا کہ ان کی اذیت رسانیوں پر صبر کریں بلکہ فرمایا کہ صبر کیجئے کیونکہ یہ آپ کے رب کا حکم ہے۔ اپنے مالک کے حکم کے باعث صبر کرنے میں جو لطف ہے اسے اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ ہم خود آپ کے محافظ و نگہبان ہیں۔ کوئی دشمن آپ کو ناکام نہیں بنا سکتا۔ اہل معرفت علماء لکھتے ہیں کہ اس قسم کا جملہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا گیا وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي تاکہ آپ میری نگاہ کے سامنے تیار ہوں۔ لیکن اس آیت میں عَیْن واحد اور حرف جار "علیٰ" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے میری ایک آنکھ کے سامنے لیکن یہاں فرمایا "بِأَعْيُنِنَا" حرف جار "با" اور اعین جمع، یعنی ایک آنکھ نہیں بلکہ ہماری ساری آنکھوں میں۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔

وَنَحْنُ نَرَاكَ بِجَمِيعِ عُيُونِ الصِّفَاتِ وَالذَّاتِ بِنَعْتِ الْمَحَبَّةِ

1۔ سورہ الطور: 48

وَالْعِشْقِ نَنْظُرُ بِهَا اِلَيْكَ شَوْقًا اِلَيْكَ وَحِرَاسَةً لَكَ (1)

"ہم آپ کو دیکھتے ہیں اپنی ذات اور اپنی صفات کی تمام آنکھوں سے بڑے محبت بھرے انداز سے ہم شوق سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کی نگہبانی کرتے ہیں۔"

علامہ آلوسی اس جملہ کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں۔

وَمَنْ نَظَرَ بِعَيْنِ بَصِيْرَتِهٖ عَلِمَ مِنَ الْاٰيَتَيْنِ الْفَرْقَ بَيْنَ الْحَبِيْبِ وَالْكَلِيْمِ عَلَيْهِمَا اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ التَّسْلِيْمِ (2)

"یعنی جو شخص نگاہ بصیرت سے ان دو آیتوں کا مطالعہ کرے گا اسے حبیب و کلیم کے درمیان جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا۔"

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہ نے اپنے مریدین کو صبح و شام کے وقت یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی آپ بھی اگر ان نورانی کلمات سے دست طلب پھیلائیں گے تو خداوند کریم اسے خالی واپس نہ کرے گا۔

اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاحْفَظْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا فَلَا نَهْلِكُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَاءُنَا۔ (3)

"اے اللہ! ہماری اس آنکھ سے نگہبانی فرما جو سوتی نہیں ہے اور اس گوشہ میں ہماری حفاظت فرما جس کا کوئی جابر قصد نہیں کر سکتا اور اپنی اس قدرت سے ہم پر رحم فرما جو تجھے ہم ناچیز بندوں پر حاصل ہے۔ جب تک تو ہمارا بھروسہ اور ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔"

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں دیگر انبیاء پر حضور کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

1۔ روح البیان، جلد 9، صفحہ 206

2۔ روح المعانی، پارہ 27، صفحہ 40

3۔ روح البیان، جلد 9، صفحہ 207

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (1)

"اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ! سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھرے اس (پختہ عہد) کے بعد تو وہی لوگ فاسق ہیں۔"

تشریح:۔ حضرت سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم و عالمیاں محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور کی رسالت پر ایمان لا کر آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی امتوں سے لیا۔

علامہ السید المحقق محمود آلوسی صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِنْ هُنَا ذَهَبَ الْعَارِفُوْنَ اِلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هُوَ النَّبِيُّ الْمُطْلَقُ وَالرَّسُوْلُ الْحَقِيْقِيُّ الْمُشَرِّعُ الْاِسْتِقْلَالِيُّ وَاَنَّ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ حُكْمِ التَّبَعِيَّةِ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (2)

"اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور جملہ دیگر انبیاء

1۔ سورہ آل عمران: 82-81

2۔ تفسیر روح المعانی

حضور علیہ السلام کے تابع ہیں۔"

شب معراج تمام انبیاء کا بیت المقدس میں جمع ہو کر فخر کائنات ﷺ کی امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق تھی اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمت شان اور جلالت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہو گا جب ساری مخلوق خدا خوف خدا سے لرزہ براندام ہو گی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء لواء حمد ہاتھ میں لئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ وَصَفِيِّكَ صَاحِبِ لِوَآءِ الْحَمْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ تَحْتَ لِوَآئِهٖ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ وَاَدْخِلْنَا مَعَهٗ فِي الْجَنَّةِ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝

☆

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (1)

"بیشک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے اور (جیسے) وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا

1۔ سورہ النساء: 66-163

ہے ہم نے آپ سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا۔ اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام۔ (بھیجے ہم نے یہ سارے رسول) خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کیلئے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے) بعد اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی) لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور گواہ۔"

لغت عرب میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا (1) حضرت زکریا نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کریں۔ اور اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے۔

بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی (2) نیز اپنے طبعی اور غریزی فرائض کی انجام دہی کیلئے جو ہدایت کسی کو فطری طور پر اپنے خالق کی طرف سے عطا ہوتی ہے اسے بھی وحی کہا جاتا ہے جیسے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (3) اور کسی کو پر اسرار طریقہ سے کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ (4) اور انبیاء کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو وحی کی جاتی ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔

اَوْحَی اللّٰهُ اِلٰۤی اَنْبِیَآئِهٖ هُوَ مَا یُلْقِیْهِ اِلَیْهِمْ مِنَ الْعِلْمِ الضَّرُوْرِیِّ
الَّذِیْ یُخْفِیْهِ عَنْ غَیْرِهِمْ بَعْدَ اَنْ یَكُوْنَ اَعَدَّ اَرْوَاحَهُمْ
لِیُلْقِیَهٗ بِوَاسِطَةِ الْمَلَكِ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ۔ (5)

1۔ سورہ مریم: 11

2۔ سورہ القصص: 7

3۔ سورہ النحل: 68

4۔ سورہ الانعام: 113

5۔ سید رشید رضا، "تفسیر المنار"، (1368ھ)، جلد 6، صفحہ 68

"اس علم یقینی اور قطعی کو وحی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے پنہاں اپنے انبیاء کے دلوں میں القا فرماتا ہے جن کے ارواح طیبہ کو اس نے پہلے سے اس علم کو قبول کرنے کیلئے تیار کیا ہوتا ہے۔ یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے اور کبھی بلاواسطہ براہ راست۔"

وحی کی حقیقت ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت پر غور فرمائیے۔ حضور نبی کریم کی نبوت کو یہود بڑے شک کی نگاہ سے دیکھتے اور بہت حیران ہوتے تھے کہ یہ کیونکر نبی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے اور انبیاء بھی مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ کی وحی نازل ہوئی ہے اور جب وہ ان کی نبوت اور ان پر نزول وحی کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ کو کیوں نبی نہیں مانتے۔ چند انبیاء کرام کے اسماء گرامی ذکر کر دیئے تاکہ انہیں مجال انکار نہ رہے۔ نیز اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ انبیاء صرف اتنے ہی ہوئے ہیں جن کے نام قرآن کریم میں موجود ہیں اس لئے فرمایا کہ بعض ایسے انبیاء بھی ہیں جن کا نام قرآن کریم میں نہیں آیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ دوسرے انبیاء کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم نہ تھا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

کہ حضور کو سب انبیاء کا علم تھا۔ یہاں نفی زمانہ گزشتہ کی ہو رہی ہے یہ اس کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی نہ بتایا ہو۔ لِاَنَّ نَفْیَ قَصِّهِمْ مِنْ قَبْلُ لَا یَسْتَلْزِمُ نَفْیَ قَصِّهِمْ مُطْلَقًا (1) مصدر کا ذکر تاکید اور رفع احتمال مجاز کیلئے ہے یعنی کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو موسیٰ علیہ السلام سے بھی بذریعہ فرشتہ ہوئی اور کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے بلکہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے بغیر کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنے خاص فضل سے ممتاز کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ بے واسطہ گفتگو ہمارے نبی کریم ﷺ سے بھی ہوئی لیکن موسیٰ سے وادی ایمن میں اور مصطفیٰ سے بالائے عرش۔ بس وہی فرق جو کلیم اور حبیب میں ہے وہی فرق دونوں کے شرف کلام میں ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ۔ کسی نبی کو جو معجزہ عطا ہوا وہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے بمع زیادتی اپنے محبوب کو بھی مرحمت فرمایا۔

بَلْ مَامِنْ ذَرَّةِ نُوْرٍ شَعَّتْ فِي الْعَالَمِيْنَ اِلَّا تَصَدَّقَتْ بِهَا
شَمْسُ ذَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ

1۔ روح المعانی

وَ لِلّٰهِ دَرُّ الْبُوْصِيْرِيِّ حَيْثُ يَقُوْلُ

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمٖ (1)

"یعنی سارے جہانوں میں نور کی کرن جو کہیں چمک رہی ہے وہ آفتاب محمدی کا صدقہ ہے اور علامہ بوصیری نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معزز و مکرم رسولوں کو جو معجزہ بھی ملا ہے وہ در حقیقت آپ کے نور کا فیضان ہے۔"

نیز ہم نے کثیر التعداد مختلف علاقوں اور وقتوں میں اس لئے نبی اور رسول مبعوث فرمائے تاکہ لوگوں کو اللہ کی معرفت اور اس تک پہنچنے کا راستہ بتائیں اور یوم حشر جب وہ ہماری جناب میں پیش ہوں تو یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہمیں ہماری گمراہی پر کیوں سزا دی جارہی ہے۔ کیا کوئی ایسا پیغمبر آیا جس نے ہمیں دعوت حق دی اور ہم نے قبول نہیں کی۔ جب ہمیں حق کی طرف بلانے والا آپ نے بھیجا ہی نہیں تو پھر ہمیں آج کیوں عذاب دیا جا رہا ہے۔ ان کے اس عذر کو دور کرنے کیلئے انبیاء ورسل مبعوث کئے گئے۔

جس ذات پاک نے آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں پر وحی نازل کی اس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے دوسرے لوگوں کی شہادت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، خود اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ اس کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے کہ اس نے اپنے کمال علم و حکمت سے اسے اتارا ہے۔ اس کتاب کی ہر آیت ہر جملہ بلکہ ہر کلمہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی جلوہ گاہ ہے۔ جو شخص تعصب سے بالاتر ہو کر اس کا مطالعہ کرے گا وہ بے ساختہ کہ اٹھے گا کہ یہ کتاب اللہ کی نازل کردہ ہے۔ اس آیت کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ بارگاہ رب العزت میں جو شان اور مقام خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو بخشا گیا ہے کسی اور نبی کو وہ مقام نہیں دیا گیا۔ اگرچہ سرکار دوعالم ﷺ ان تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے لیکن اس آیت میں حضور کے ذکر کو، جس سے حضور کی عظمت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، تمام انبیاء کے ذکر سے مقدم رکھا گیا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ الآیۃ میں دیگر انبیاء کا تذکرہ جن کا زمانہ پہلے تھا بعد میں کیا گیا اور سرکار دوعالم ﷺ کا زمانہ اگرچہ سب سے آخر میں تھا لیکن حضور کے ذکر کو تمام سے مقدم کیا گیا تاکہ لوگوں کو

1۔ روح المعانی

اللہ کے محبوب کی شان کا ادراک ہو جائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ (1)

"یہ سب رسول، ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر۔ ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجے۔ اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں۔ اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) وہ لوگ جو (ان) رسولوں کے پیچھے آئے بعد اس کے کہ آ گئیں ان کے پاس کھلی نشانیاں۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا، ان میں سے کوئی ایمان پر (ثابت) رہا اور ان میں سے کوئی کافر ہو گیا۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے سب رسول نفس رسالت میں اور جملہ انبیاء نفس نبوت میں برابر ہیں لیکن فضائل و کمالات، مراتب و مقامات، معجزات و کرامات میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ کسی کو ایک کمال سے متصف فرمایا کسی کو دوسرے شرف سے مشرف فرمایا لیکن ایک ذات پاک مصطفیٰ ﷺ ہے جو مظہر اتم ہے تمام کمالات جلالیہ اور جمالیہ کی۔ جو مراتب و کمالات دیگر انبیاء و رسل کو ایک ایک کر کے عنایت کئے گئے تھے وہ سب اپنی اعلیٰ ترین اور اکمل ترین صورت میں حضور کریم ﷺ کو عطا کئے گئے اور ان کے علاوہ آپ کو بے شمار مراتب اور ان گنت معجزات بخشے گئے جن میں کوئی نبی، کوئی رسول آپ کی ہمسری تو کیا محض شرکت کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔ حضور کو ساری نوع انسانی بلکہ ساری کائنات زمینی اور آسمانی کیلئے نبی بنایا گیا محدود وقت کیلئے نہیں بلکہ ابد تک کیلئے۔ قرآن جیسی کتاب ارزانی

1۔ سورۃ البقرہ: 253

فرمائی۔ کسی کو کلیم اور کسی کو روح فرمایا لیکن کائنات کے اس آخری سہارے کو صفوت، خلت، کلام وغیرہ کے علاوہ محبوبیت کی خلعت فاخرہ بخشی۔

مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے حضور کریم محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی نبی کو دوسرے نبی پر یوں فضیلت نہ دو کہ اس سے دوسرے نبی کی معاذ اللہ تحقیر ہو۔

قَالَ النَّحَّاسُ بَعْضُهُمْ هُنَا عَلٰى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّالشَّعْبِيِّ وَمُجَاهِدٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1)

اس آیت طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی تصریح کر دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ جلیل القدر رسول اپنوں اور بیگانوں کی افراط و تفریط کا نشانہ بن کر رہ گیا۔ نصاریٰ نے انہیں خدا کا بیٹا بنا رکھا تھا اور یہود انہیں ایک شریف انسان بھی ماننے کیلئے تیار نہ تھے اس لئے ان کا نام لیا اور ابن مریم یعنی مریم کا بیٹا کہہ کر ان کی الوہیت کا بطلان کر دیا۔ اور اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فرما کر یہود کی الزام تراشیوں کا رد کر دیا کہ وہ تو صاحب آیات بینات نبی تھے جس کی تائید کیلئے ہم نے روح القدس (جبرئیل امین) کو مقرر کیا ہے۔

اگر انسان اس آیت میں کماحقہ تامل نہ کرے تو وہ آسانی سے اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اس کے اپنے بس میں کچھ نہیں۔ ایک غیر مرئی قوت (اسے تقدیر کہہ لیجئے) کے ہاتھ میں یہ ایک کھلونا ہے اس کا کوئی اچھا یا برا فعل، اس کی ہر شائستہ اور ناشائستہ حرکت اس کے اپنے ارادہ سے سرزد نہیں ہوتی بلکہ اس سے جبراً کرائی جاتی ہے۔ لیکن آپ ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کریں گے تو آیت کے الفاظ ہی آپ کی اس غلط فہمی کو دور کر دیں گے اِخْتَلَفُوْا (وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ (ان میں سے بعض نے ایمان قبول کیا) وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ (اور ان میں بعض نے کفر اختیار کیا)۔ یہ تینوں فعل بغیر فاعل کے ارادہ اور اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان سب کا تعلق ظاہری اعضا سے نہیں جن پر جبر کا قانون چل سکتا ہے بلکہ ان کا تعلق ذہن اور قلب سے ہے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فکر کی صلاحیت اور عمل کی قوت عطا فرمائی پھر انبیاء کے ذریعہ اس پر ہدایت کا راستہ روشن اور واضح کر دیا۔ لیکن اسے صرف

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 3، صفحہ 264

سیدھے راستہ پر چلنے کیلئے مجبور نہیں فرمایا بلکہ اسے اتنا اختیار دیا کہ وہ ہدایت کی راہ پر چل نکلے یا گمراہی کی راہ پر۔ بعض لوگوں نے عقل و فکر سے کام لیتے ہوئے اپنی مرضی سے راہ راست اختیار کی اور بعض نے نفسانی خواہشات اور دنیاوی خواہشات پر اپنی خوشی سے اپنی روحانی ترقی کو قربان کر دیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا الخ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کو جو اختیار دیا گیا ہے اس سے وہ قدرت خداوندی سے باہر نہیں نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اتنی زبردست اور ہمہ گیر ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ جس طرح اس نے انسان کو عمل کرنے کی آزادی دی ہے اسی طرح وہ اس سے یہ آزادی سلب کر کے اسے صرف راہ راست پر چلنے کیلئے مجبور بھی کر سکتا ہے اور اس طرح اختلاف کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مصلحت عامہ اور حکمت بالغہ کا تقاضا یہی ہے کہ حق و باطل کی یہ آویزش جاری رہے۔ ہر شخص اپنی مرضی سے حق و باطل میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔

اب ان آیات قرآنی کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ میرے حبیب کا وجود مسعود نابکار اور عصیاں شعار کفار کے لئے بھی پناہ ہے۔

کفار اللہ تعالیٰ کے ساتھ سینکڑوں بتوں کو اس کا شریک اور ہم سر سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑ کر وہ ان اندھے بہرے بتوں کی پرستش میں شب و روز منہمک رہا کرتے تھے۔ جملہ اخلاقی کمزوریوں اور بدکاریوں کو انہوں نے اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اور طغیان و سرکشی کی راہ سے ہٹانے کیلئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو بجائے اس کے کہ وہ حضور کے دامن رحمت کو تھام لیتے اور حضور کی دعوت کو قبول کرتے انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی مخالفت میں اور اذیت رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ طرح طرح کی بہتان تراشیاں کرتے، پھبتیاں کستے، مذاق اڑاتے اور دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ سرکار دو عالم ﷺ جب طائف میں ان کو دعوت حق دینے کیلئے تشریف لے گئے، ان بدبختوں نے جس شقاوت قلبی کا اظہار کیا اس سے قارئین پوری طرح آگاہ ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بدسرشتوں اور نابکاروں پر عذاب الٰہی کی بجلی کوندتی اور ان کو خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل نہیں کیا۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا اے محبوب! جب تک تیرا وجود مسعود یہاں مکہ میں تشریف فرما رہے گا ان پر عذاب الٰہی نازل نہیں کیا جائے گا۔ تو سب

بدکاروں کیلئے امان ہے۔ میں نے تجھے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے اس لئے تیرے موجود ہونے کے باعث ان کو عذاب کی چکی میں نہیں پیسا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب تک سرکار دو عالم ﷺ مکہ میں تشریف فرما رہے تو یہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔ اور جب رحمت عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے اور حضور کے صحابہ کرام نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں اقامت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہوا۔ ان کے بڑے بڑے سردار مختلف جنگوں میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان کے اموال مسلمانوں نے اموال غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں کر لئے۔ ان کی ساری جمعیت بکھر گئی۔ ان کی صولت و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔ ان کا وقار اور ان کی آبرو پاؤں میں روند ڈالی گئی۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے محبوب! جب تک تو ان میں تشریف فرما ہو گا اس وقت تک ان پر تباہ کن عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (1)

"جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر ہو یہی قرآن سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں۔ (مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کیلئے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیز گار لوگ ہیں لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی۔"

1۔ سورۃ الانفال: 34-32

تشریح:۔ یہاں قدرۃً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار سالہا سال تک اسلام کو مٹانے اور پیغمبر اسلام کو اذیت پہنچانے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر رہے تھے۔ اب تو انہوں نے چیلنج بھی دے دیا تھا کہ اے خدا! اگر یہ دین اور رسول حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں ہلاک کر دے۔ اتنی باتوں کے باوجود غضب الٰہی کو کیوں حرکت نہ ہوئی اور ان پر کیوں ایسا عذاب نہ اتارا گیا جو انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیتا تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہوتی۔ اس آیت میں اسی سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ درست ہے کہ ان کے اعمال، ان کے کرتوت اور ان کا دانستہ کفر پر اصرار اس امر کے مقتضی تھے کہ ان کی خواہش کے مطابق ان پر تباہ کن عذاب نازل کیا جاتا لیکن اے میرے حبیب! جب تک تیرا وجود سراپا رحمت ان میں موجود ہے ان پر عذاب نہیں اترے گا۔ میں نے تیرے سر پر رحمۃ للعالمین کا تاج رکھا ہوا ہے۔ تیرے سایہ رحمت میں کفار اور عصیاں شعار سب کیلئے پناہ ہے لِاَنَّكَ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (1)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں تیرے ایسے غلام موجود ہیں جو ہر وقت میری بارگاہ اقدس میں سر نیاز خم کر کے طلب مغفرت کر رہے ہیں۔ کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا عزت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نیکوکار بندوں کی کہ ان کی برکت سے کفار اور نافرمان بھی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ مجاہد کی رائے ہے کہ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ سے مراد وہ سعید روحیں ہیں جو ان کفار کی پشتوں میں تھیں اور ابھی تک عالم اجسام میں ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔

جب حضور ﷺ اور حضور کے نام لیوا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اب وہ رہ گئے اور ان کے کرتوت! تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا جس نے ان کی نخوت و غرور کو پامال کر دیا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ پہلی آیت میں جس عذاب کی نفی کی گئی ہے وہ عذاب استیصال ہے جو ساری کی ساری قوم کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور اس آیت میں اس عذاب کا اثبات ہے جو محض تنبیہ اور سرزنش کیلئے کسی کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اتارا جاتا ہے۔

1۔ روح المعانی

اعداء اسلام کی شر انگیزیوں سے حفاظت کا وعدہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (1)

"کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کے لئے؟ (یقیناً کافی ہے)"

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپ کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود آپ کا حافظ و ناصر ہے اور جس کا حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہو کیا ایسے شخص کو کسی دوسرے سہارے اور مددگار کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ھُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ (2)

"وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے"

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (3)

"اے رسول! پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نہیں پہنچایا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کی قوم کو۔"

تشریح:۔ جس قوم کی اصلاح اور ہدایت کیلئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تھا، ان کی کوئی بات بھی تو درست نہ تھی۔ سیاسی طور پر وہ بدنظمی اور انتشار کا شکار تھے۔ معاشی طور پر ان کی بدحالی کی مثال نہ تھی۔ اخلاقی لحاظ سے ان کے ہاں الٹی گنگا بہتی تھی۔ شراب نوشی، جوابازی اور بدکاری سرداری اور دولت مندی کی علامات تھیں۔ ظلم و قتل کو شجاعت، معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو تقاضائے حمیت و غیرت اور اسراف و فضول خرچی کو سخاوت کہا نہیں جاتا تھا بلکہ یقین کیا جاتا تھا۔ دینی لحاظ سے تو اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے

1۔ سورۃ الزمر: 36

2۔ سورۃ الانفال: 62

3۔ سورۃ المائدہ: 67

کہ وہ گھر جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیلئے تعمیر کیا گیا تھا وہاں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی اور یہ ان کا دین تھا، ان کا عقیدہ تھا، انہیں اس پر کامل یقین بھی تھا اور اس سے والہانہ محبت بھی تھی۔ اب جو ہستی ایک ہمہ گیر انقلاب کی داعی بن کر آئی تھی اور جسے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر خرابی کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا، اس کا فرض تھا کہ اس سیاسی انتشار کے جو محرکات تھے ان پر ضرب کاری لگائے۔ وہ عناصر جن کی دھاندلیاں وہاں کی معاشی زندگی کو درہم برہم کر رہی تھیں ان کے منہ میں بھی لگام دے۔ وہ خبیث عادتیں اور وحشیانہ افعال جن پر اخلاق عالیہ کے دلکش غلاف چڑھے ہوئے تھے ان کو بھی بے نقاب کرے اور اخلاق فاضلہ کا صحیح مفہوم بھی ان کے ذہن نشین کرائے اور ان کی عقیدت کے صنم کدوں میں جتنے بت تھے پتھر کے، تانبے کے، پیتل کے، اپنی خواہشات کے، اپنے نفس کے، ذاتی اور قبائلی عصبیتوں کے ان سارے بتوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دے۔ اس کار عظیم کیلئے قدرت کی نظر انتخاب پڑی تو اس پر جس کا کوئی بھائی نہیں۔ جس کے سر پر باپ اور دادا کا سایہ نہیں۔ دولت نہیں، خدام نہیں اس کے پاس صرف اللہ کا نام ہے۔ یہی اس کی ساری قوتوں کا سرچشمہ ہے اور یہی اس کی ساری توانائیوں کا منبع ہے۔ اس نازک اور مشکل ترین خدمت کیلئے اسے متعین فرما کر اس کا رب اسے فرماتا ہے کہ آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور رسول کا کام یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کا پیغام بے خوف وخطر کسی ردوبدل کے بغیر پہنچا دے۔ اس لئے اپنے منصب رسالت کا پاس رکھتے ہوئے اپنے رب کریم کا جو حکم آپ کو ملے اس کو اس کی مخلوق تک پہنچا دیں۔ اگر کسی حکم کے پہنچانے میں پس و پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں غفلت برتی ہے اور اس کا ذرا حق ادا نہیں کیا۔ باقی رہی دشمنوں کی قوت، کفار کے حملے، منافقین کی سازشیں اور یہود کی ریشہ دوانیاں، تو سن لو اللہ تعالیٰ خود آپ کا نگہبان ہے، کوئی آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ اس صریح اور پر جلال حکم کے بعد کوئی یہ باور کر سکتا ہے کہ حضور نے کسی کی پاسداری کیلئے یا کسی کے خوف سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو چھپایا ہو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کے یہ الفاظ بڑے معنی خیز ہیں لکھتے ہیں۔

"نوع انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی آپ ﷺ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر

خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی۔"

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

(1)

"یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرمادے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے۔ وہی ہے جس نے اتارا اطمینان کو اہل ایمان کے دلوں میں تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (قوت) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ تاکہ داخل کردے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور دور فرمادے ان سے ان کی برائیوں کو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔"

اگرچہ بعض روایات میں اس فتح مبین سے مراد فتح مکہ بیان کی گئی ہے۔ اور بعض حضرات نے اس سے مراد فتح خیبر لی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ چنانچہ امام زہری لکھتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ الْحُدَيْبِيَةُ أَعْظَمَ الْفُتُوحِ وَذٰلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

1۔ سورۃ الفتح: 5-1

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلَیْھَا فِیْ اَلْفٍ وَّاَرْبَعِمِائَۃٍ لَمَّا وَقَعَتِ الصُّلْحُ مَشَی النَّاسُ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ وَعَلِمُوْا وَسَمِعُوْا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَآ اَرَادَ اَحَدُ الْاِسْلَامَ اِلَّا تَمَکَّنَ مِنْہُ فَمَا مَضَتْ تَانِکَ السَّنَتَانِ اِلَّا وَالْمُسْلِمُوْنَ قَدْجَآءُوْا اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ عَشَرَۃِ اٰلَافٍ۔ (1)

''صلح حدیبیہ ایک عظیم الشان فتح تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر صرف چودہ صد صحابہ حضور کے ہمرکاب تھے۔ صلح کے بعد لوگوں نے آنا جانا شروع کردیا۔ اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جاننے اور سننے کے مواقع میسر آئے اور جس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا وہ بآسانی اسلام لے آیا۔ صرف دو سال کے عرصہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ فتح کرنے کے لئے جب تشریف لائے تو دس ہزار جانباز حضور کے ہمرکاب تھے۔''

بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں۔ عفو و غفران کا مژدہ بجا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ حضور سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء سید الرسل ﷺ معصوم ہیں، حضور کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے۔

اس شبہ کو دور کرنے کیلئے علماء تفسیر نے متعدد جوابات دیئے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

1۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔
2۔ یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔
3۔ وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلاف اولیٰ لیکن حضور کی نگاہ عالی میں وہ نہیں جچتا اس لئے حضور کے مقام رفیع کے باعث اسے ذَنْبٌ (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔

1۔ قرطبی، ''الجامع لاحکام القرآن''، جلد 16، صفحہ 261

4۔ بعض علماء نے غَفَرَ کا معنی بچالینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہو گا۔

5۔ بعض علماء نے یہ توجیہہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عامہ کی بشارت دے کر حضور کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے۔ یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ بالفرض اگر کوئی سہوا سرزد ہو گئی ہو تو بھی اس سے عفو و درگزر کا مژدہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی خلش یا مواخذے کا اندیشہ نہ رہے۔

یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح مبین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے لیکن فتح و مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے اس آیت میں مزید غور و غوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔

ذَنبٌ کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

ذَنبٌ کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو۔ لیکن اہل لغت لفظ ذَنبٌ کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر بھی ہوا ہو بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں ذَنَبٌ اور ذَنُوبٌ۔ ذَنَبٌ کا معنی دم ہے جو جسم کے آخر میں چمٹی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ اسے چمٹا دیا گیا ہے اور پانی نکالنے والے ڈول کو بھی ذَنُوبٌ کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے اسی مناسبت سے ذَنبٌ کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

قرآن کریم میں بھی ذَنبٌ کا لفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی اور ایک قبطی کو باہم لڑتے دیکھا۔ قبطی، اسرائیلی کو زدوکوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کیلئے پکارا۔ آپ نے پہلے قبطی کو منع

کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم وزیادتی نہ کرے جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے ایک مکا دے مارا جو اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرنا، اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لئے حملہ آور کو مکا مارنا شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے۔ لیکن فرعون چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا اس لئے اس نے آپ پر قتل کا الزام لگا رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (1)

"انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔"

اس آیت میں ذَنْبٌ سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لئے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غَفَرَ کا معنی چھپا دینا۔ دور کر دینا۔ ماتقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ماتاخر سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

پہلے ہم قرآن کریم اور کتب حدیث سے ان الزامات کی چھان بین کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ وضاحت کریں گے کہ وہ الزامات اس فتح مبین سے کس طرح دور ہو گئے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم ﷺ پر عائد کئے جاتے تھے وہ یہ ہیں۔ یہ کاہن ہے۔ یہ شاعر ہے۔ یہ مجنون ہے۔ یہ ساحر ہے۔ یہ اوروں سے سن سن کر افسانے بنا لیتا ہے۔ اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

1۔ سورۃ الشعراء: 14

اس صلح سے پہلے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالت جنگ تھی۔ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا، مل بیٹھنا اور تبادلہ خیال کرنا ناممکن تھا۔ حضور کے خلاف جو بہتان اہل غرض تراشتے، سادہ لوح عوام انہیں سچ تسلیم کر لیتے اور اسلام سے کھچے کھچے رہتے۔ مسلمان صرف مدینہ طیبہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ ہجرت کے بعد مکہ میں ان کی آمدورفت ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔ مکہ کے سردار اپنے آدمی بھیج کر بادیہ نشین قبائل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکاتے رہتے۔ یوں عرصہ تک بدو قبائل میں تبلیغ اسلام کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی اس معاہدے پر سرسری نظر ڈالنے سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے بہت دب کر صلح کی ہے۔ اور کفار اپنی من مانی شرائط منوانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اسی وجہ سے لشکر اسلام کو ان شرائط کا جب علم ہوا تو انہیں بہت گراں گزرا۔ حضرت فاروق اعظم جیسی ہستی بھی بے تاب ہو گئی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔ اللہ کے حبیب نے ارشاد فرمایا۔

أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ لَنْ أُخَالِفَ أَمْرَهٗ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِيْ

"میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا۔"

اور ایسا ہی ہوا کہ اس صلح کی وجہ سے فریقین میں جنگ بند ہو گئی، امن قائم ہو گیا اور آمدورفت کی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ مسلمانوں کو ان الزامات کی تردید کا سنہری موقع مل گیا۔ شکوک و شبہات کی کالی گھٹائیں چھٹ گئیں۔ حقیقت اپنے روئے زیبا کے ساتھ آشکارا ہو گئی۔ غلط پراپیگنڈہ کے باعث دلوں میں جما ہوا غبار دور ہو گیا اور لوگ دھڑا دھڑ دین اسلام کو قبول کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعہ کے صرف دو سال بعد حضور ﷺ فتح مکہ کی مہم کیلئے روانہ ہوئے تو دس ہزار جانباز اور سرفروش غلاموں کا لشکر جرار ہمرکاب تھا۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھیے حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو فتح مبین سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ اپنے پے در پے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب! ہم نے اپنی نعمتوں کی انتہا کر دی۔ دین کو مکمل کر دیا۔ اسلام کی عظمت کا ڈنکا آفاق عالم میں بج رہا ہے۔ اس کے غلبہ کو دشمنوں

نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

بِاِعْلَاءِ الدِّیْنِ وَ انْتِشَارِہٖ فِی الْبِلَادِ وَ غَیْرِ ذٰلِکَ مِمَّا اَفَاضَ تَعَالٰی عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ النِّعَمِ الدِّیْنِیَّۃِ وَ الدُّنْیَوِیَّۃِ (1)

”یعنی یہ تکمیل نعمت عبارت ہے دین کی سربلندی اور دور دراز ممالک میں اس کے پھیل جانے سے۔ اس کے علاوہ دینی اور دنیوی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر فرمائی ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔“

فرائض رسالت کی انجام دہی اور احکام شریعت کی تنفیذ کوئی معمولی کام نہیں اس میں سر مو کوتاہی بھی ناقابل برداشت ہے اور سنگین نتائج کا باعث بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے حبیب! ہم نے آپ کو ان کٹھن، دشوار اور زہرہ گداز ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے خود راہ راست تک راہنمائی فرما دی۔ کوئی مشکل راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ کوئی اشکال باعث اضطراب نہیں بن سکتا۔ علامہ آلوسی نے بھی یہی تشریح کی ہے۔

اَیْ فِیْ تَبْلِیْغِ الرِّسَالَۃِ وَاِقَامَۃِ الْحُدُوْدِ (2)

ان انعامات خصوصی کے آخر میں فرمایا وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی نصرت فرمائے گا کہ حضور ہمیشہ غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری رونپذیر نہ ہوگی۔

یہاں ایک نکتہ غور طلب ہے۔ ان آیات میں مذکور تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے لیکن لِیَغْفِرَ اور یَنْصُرَ کے بعد اللہ تعالیٰ عَزَّ اِسْمُہٗ کو ظاہر کیا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ مغفرت کا تعلق عالم آخرت کے ساتھ ہے اور نصرت و غلبہ کا تعلق دنیا کے ساتھ۔ گویا فرما دیا اے محبوب! تیری دنیا اور تیری آخرت کے تمام امور ہمارے سپرد ہیں۔ نہ اس دنیا میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے اور نہ عقبیٰ کے بارے میں کسی اندیشہ کی ضرورت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَلّٰی اَمْرَکَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔ (3)

1۔ روح المعانی، پارہ 26، صفحہ 91

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً

"اللہ تعالیٰ آپ کے دنیوی اور اخروی تمام امور کا ذمہ دار ہے۔"

صلح حدیبیہ کے بعد سرور عالم ﷺ اپنے جاں نثاروں کی معیت میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو راستہ میں اس سورت کی پہلی آیات نازل ہوئیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے۔ حضور نے دوسری آیت پڑھ کر سنائی۔ جب زبان پاک سے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے کلمات طیبات ادا ہوئے تو صحابہ خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ مبارکیں پیش کرنے لگے۔ عرض کی هَنِيْئًا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (اے اللہ کے پیارے رسول! مبارک صد مبارک) اللہ تعالیٰ نے حضور کو تو بتا دیا جو معاملہ وہ آپ سے فرمانے والا ہے۔

وَمَا ذَا لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ "ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا یا رسول اللہ"

اس وقت چوتھی اور پانچویں آیات نازل ہوئیں۔

سَكِيْنَةٌ: اس اطمینان اور تسلی کو کہتے ہیں جس سے دل کو قرار آ جائے اور ہر قسم کے قلق اور تشویش کا قلع قمع ہو جائے۔

صحابہ کرام کو صلح حدیبیہ سے جو پریشانی اور تشویش تھی اور جس کے باعث ان کے دل بے چین اور بے قرار تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے مضطرب اور بے چین دلوں میں سکون و طمانیت کا نور انڈیل دیا۔ وہ اضطراب جس میں وہ بری طرح گرفتار تھے وہ اطمینان سے بدل گیا۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ مہم جن مرحلوں سے گزری، ہر مرحلہ بڑا صبر آزما اور ہمت شکن تھا۔ حالات کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ کسی قدم پر نظم و ضبط کے بند ٹوٹ سکتے تھے۔ جب زائرین حرم کا یہ قافلہ روانہ ہوا تو منافقوں نے برملا کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے کو جا رہے ہیں۔ تھوڑی سی تعداد اور وہ بھی غیر مسلح، ان کا بچ کر واپس آنا ممکن نہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شمع جمال کے پروانوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ راستہ میں جب یہ اطلاع ملی کہ کفار ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہ جنگ کی مکمل تیاری کر چکے تھے۔ یہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہوا بلکہ بڑی شیر دلی سے آگے بڑھتے گئے۔ پھر جب حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ گرم ہوئی اور بیعت

رضوان کی دعوت دی گئی اس وقت بھی ان کا جذبہ جان فروشی دیدنی تھا۔ آگے بڑھ کر بیعت کر رہے تھے اور اس عہد کو نبھانے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ اور جب صلح کی شرائط طے پا گئیں جو بادی النظر میں کفار کی فتح اور مسلمانوں کی ہار دکھائی دیتی تھیں تو اس وقت بھی حضور کی قیادت پر انہیں اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ سر تسلیم خم کر دیا۔ ان تمام مرحلوں میں نظم و ضبط کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا بیک وقت خوف و ہراس، اشتعال و انتقام، مایوسی اور بددلی کے تھپیڑوں کے سامنے ثابت قدم رہنا صرف اسی گروہ سے متوقع ہو سکتا ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تسکین و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا ہو۔

اسی تسلیم و رضا، جرأت و دلیری اور ہمت و استقامت، جس کا مظاہرہ انہوں نے قدم قدم پر کیا، کا اجر انہیں یہ دیا گیا کہ ان کی قوت ایمانی دوچند ہو گئی اور ان کے یقین کو پختگی نصیب ہوئی۔

زمین و آسمان کے سارے لشکر اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہیں۔ اس کا اشارہ ملے تو چشم زدن میں ساری طاغوتی قوتیں تہس نہس کر کے رکھ دی جائیں اور ان کو دم مارنے کی بھی مہلت نہ ملے لیکن اس کو محض اپنی قوت کا اظہار مطلوب نہیں۔ وہ تمام حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل سب اس کے سامنے عیاں ہیں اور اس کے سارے کام حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ صلح اس لئے نہیں کی گئی کہ کفار طاقتور تھے اور مسلمان کمزور اور ان سے ٹکر نہیں لے سکتے تھے بلکہ اس صلح میں گوناگوں حکمتیں ہیں جو اپنے اپنے موقع پر نمایاں ہوں گی۔

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ الایۃ۔ اس کا تعلق اَنْزَلَ کے ساتھ ہے یعنی مسلمانوں پر سکینہ کا نزول اس لئے ہوا کہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو ان انعامات سے نوازا جائے جن کا بیان اس آیت میں کیا گیا ہے۔

يُكَفِّرُ کا معنی يُغَطِّيْهَا۔ کسی چیز کو ڈھانپ دینا۔ کسی چیز پر اس طرح پردہ ڈال دینا کہ کسی کو اس کے وجود کا پتہ ہی نہ چلے علامہ آلوسی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَیْ يُغَطِّيْهَا وَلَا يُظْهِرُهَا وَالْمُرَادُ يَمْحُوْهَا سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَلَا يُؤَاخِذُهُمْ بِهَا (1)

1۔ روح المعانی، پارہ 26، صفحہ 94

"مقصد یہ ہے کہ اس سفر میں جو غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہمرکاب تھے ان کے اعمال نامہ سے ان کی برائیوں کو، ان کی خطاؤں اور ان کی لغزشوں کو محو کر دیا جائے گا اور ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔"

یہ کمال مغفرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں اور لغزشوں پر قلم عفو پھیر دے اور قیامت کے روز جب انسان بارگاہ خداوند ذوالجلال میں پیش ہوں تو فرشتے ان کے نامہ اعمال سے ایک جرم بھی بطور ثبوت پیش نہ کر سکیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فوز عظیم فرمایا ہے۔ اس فوز عظیم کے اولین مستحق اسلام کے وہ چودہ سو جانباز اور سرفروش ہیں جو اس سفر مبارک میں اپنے محبوب قائد کے ہمراہ تھے جن میں حضرات ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان، حیدر کرار سرفہرست ہیں۔ مدینہ میں منافق اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ اب مسلمان زندہ بچ کر واپس نہیں آئیں گے، کفار مکہ ان کا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔ کفار مکہ خوشی سے پھولے نہ سمارہے تھے کہ انہوں نے اس دفعہ اپنی من مانی شرائط پر مسلمانوں کو صلح پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں کی یہ غلط فہمی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ پیغمبر اسلام کا قدم عزت و منزلت کی طرف اٹھے گا۔ اسلام کا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمکے گا۔ جزیرہ عرب کے قبائل فوج در فوج اسلام کو قبول کر لیں گے۔ مکہ کے قابل فخر سردار خود چل کر آئیں گے اور حضور سرور عالم و عالمیان ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر طوق غلامی زیب گلو کریں گے اور اس غلامی پر فخر و ناز کریں گے۔ اسلام کی ترقی اور پیغمبر اسلام کی بے مثال کامیابی کو دیکھ کر منافقین و مشرکین پر دنیا تاریک ہو جائے گی۔ ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ جائے گی۔ ان کے دلوں سے غم والم کا دھواں اٹھے گا اور تباہی و بربادی کا جو چکر چلا کر وہ مسلمانوں کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتے تھے وہ خود ان کو پیس کر رکھ دے گا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (1)

"بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر اپنی رحمت کی خوشخبری سنانے والا عذاب سے بروقت ڈرانے والا تا کہ اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ پر اور

1۔ سورۃ الفتح: 9-8

اس کے رسول پر اور تاکہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو
اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح و شام۔"

تشریح:۔ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے نیک اعمال اور برے اعمال پر گواہ ہیں۔

شَاهِدًا عَلَيْهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ مِنْ طَاعَةٍ وَمَعْصِيَةٍ، شَاهِدًا
عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهُوَ شَاهِدٌ أَفْعَالَهُمُ الْيَوْمَ وَالشَّهِيْدُ
عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (1)

"حضور سرور عالم ﷺ اس دنیا میں اپنی امت کے نیک و بد اعمال کا
مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔"

علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

تَشْهَدُ عَلَى أُمَّتِكَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (2)

"یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد
ہے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔"

علامہ خازن لکھتے ہیں اَیْ شَاهِدًا عَلَى أَعْمَالِ أُمَّتِهِ (3) "اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔"

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

أَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ أَيْ شَاهِدًا
عَلَى أُمَّتِكَ وَشَاهِدًا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَنَّهُمْ قَدْ
بَلَّغُوْا (4)

"عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور
اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ انبیاء کے بارے میں گواہی دیں گے کہ

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 16، صفحہ 266
2۔ الکشاف، جلد 3، صفحہ 136
3۔ محمد بن ابراہیم بغدادی، (الخازن) تفسیر الخازن (مصر)، جلد 6، صفحہ 159
4۔ روح المعانی، پارہ 26، صفحہ 95

انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔"

اس کی مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ کیجئے ضیاء القرآن سورہ بقرہ آیت 143، سورۃ النساء آیت 41۔ سورۃ الاحزاب آیت 45۔

تُعَزِّرُوْهُ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

اَلتَّعْزِيْرُ: اَلنُّصْرَةُ مَعَ التَّعْظِيْمِ (1)

"کہ کسی کی نصرت واعانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھنا۔"

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

اَلتَّعْزِيْرُ: اَلنَّصْرُ بِاللِّسَانِ وَالسَّيْفِ (2)

"زبان و تلوار سے کسی کی امداد کرنا۔"

عَزَّرَهٗ: فَخَّمَهٗ وَعَظَّمَهٗ: کسی کی تفخیم و تعظیم کرنا۔

توقیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَقَّرَ الرَّجُلَ: بَجَّلَهٗ وَالتَّوْقِيْرُ التَّعْظِيْمُ وَالتَّرْزِيْنُ

"یعنی کسی کی تعظیم واحترام کرنا۔"

یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ۔ اس کی نصرت واعانت میں سر دھڑ کی بازی لگا دو۔ اس کے دین کی سربلندی کیلئے اپنے جملہ مادی اور ادبی وسائل کو پیش کر دو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو۔ حضور ﷺ کی اعانت اور اسی طرح حضور کی تعظیم و تکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ تُعَزِّرُوْهُ اور تُوَقِّرُوْهُ میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور کی ذات والا صفات ہے یہاں وقف تام ہے اور تُسَبِّحُوْهُ سے نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو۔ بعض علماء نے تمام افعال میں مفعول کی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے تاکہ تفریق ضمائر لازم نہ

1۔ المفردات

2۔ لسان العرب

آئے۔ وَمَنْ فَرَّقَ الضَّمَائِرَ فَقَدْ اَبْعَدَ

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ امام بغوی کا قول ہے کہ پہلے دو فعلوں میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور ﷺ اور تُسَبِّحُوْهُ میں ضمیر کا مرجع اللہ عزاسمہ ہے۔

اِسْتَبْعَدَ الزِّمَخْشَرِیُّ لِکَوْنِہٖ مُسْتَلْزِمًا لِاِنْتِشَارِ الضَّمَائِرِ
قُلْنَا لَا بَأْسَ بِہٖ عِنْدَ قِیَامِ الْقَرِیْنَۃِ وَعَدَمِ اللَّبْسِ (1)

"زمخشری نے اس قول کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس طرح انتشار ضمائر لازم آتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جب قرینہ موجود ہو اور التباس کا احتمال معدوم ہو تو اس وقت انتشار ضمائر میں کوئی قباحت نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ
اَیْدِیْہِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی
بِمَا عٰہَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ؕ (2)

"(اے جان عالم) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہو گا اور جس نے ایفا کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

حضور رحمت عالم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن ہیں۔ کفار مکہ بضد ہیں کہ کسی قیمت پر وہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے کیلئے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سفیر بن کر مکہ گئے ہیں اسی اثناء میں یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفار نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور ﷺ کے ساتھی جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے، احرام کی دو چادریں اور قربانی کے جانور ہی ان کا زاد سفر تھا، لیکن یکایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ تعداد کی قلت اور اسلحہ کے فقدان کی پروا کئے بغیر محض قوت ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکرانا ناگزیر ہو

1۔ قرطبی
2۔ سورۃ الفتح: 10

گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت جابر راوی ہیں کہ یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے، جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ موجود ہے، ہم میدان جنگ میں ڈٹے رہیں گے اور اہل مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی کی عبرت ناک سزا دیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ غلامان حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پروانہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے آقا و مولا کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جاں بازی اور سر فروشی کی بیعت کر رہے ہیں۔ الغرض چودہ سو ہمراہیوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اس نے بیعت نہ کی۔ بخدا مجھے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنی اونٹنی کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور سرور عالمیاں ﷺ نے اپنے ان چودہ سو جاں نثاروں اور سر فروش مجاہدین کے بارے میں اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اے اسلام کے قابل فخر مجاہدو! آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔ حضرت جابر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (1) جنہوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ اپنی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں:

> "آنحضرت اصحاب را در تحت شجرہ جمع کردہ ایشاں را تجدید بیعت امر نمود و اصحاب بر غبت تمام وجدی لا کلام دست بر دست پیغمبر نہادہ بیعت کردند کہ تا حین موت طریق متابعت آنحضرت ﷺ مرعی دارند و در ہیچ زمان طریق فرار سلوک نہ نمایند و بجہت کمال رغبت ایشاں بود کہ ایں بیعت مسمی شد بہ بیعت رضوان و در اثنائے آں ایں آیہ نازل شد۔" (2)

1۔ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، "ابن کثیر"، (مصر)، جلد 4، صفحہ 188

2۔ فتح اللہ کاشانی، "منہج الصادقین"، جلد 8، صفحہ 367

"آنحضرت نے اصحاب کو درخت کے نیچے جمع کیا اور انہیں از سر نو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام انتہائی شوق و رغبت اور بڑی سنجیدگی سے آگے بڑھے اور حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی بیعت کی کہ تادم واپسیں آنحضرت ﷺ کی متابعت کے راستے پر گامزن رہیں گے اور کسی وقت بھی راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام کے بے پناہ اشتیاق اور کامل رغبت کے باعث اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوئی۔"

یہ بیعت بظاہر اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر ہو رہی ہے لیکن درحقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ اگرچہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا، لیکن درحقیقت یہ دست خدا تھا۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت، اللہ سے بیعت اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی یہ تشریح کرتے ہیں۔

وَقَالَ اَهْلُ الْحَقِيْقَةِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ فَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ فَنِىَ عَنْ وُّجُوْدِهٖ بِالْكُلِّيَّةِ فَتَحَقَّقَ بِاللّٰهِ فِىْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَكُلُّ مَا صَدَرَ عَنْهُ صَدَرَ عَنِ اللّٰهِ (1)

یعنی اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت بعینہ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لئے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا درحقیقت اللہ سے صادر ہوتا۔

آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا اتباع ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں۔

يَقُوْلُ الْفَقِيْرُ ثَبَتَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ سُنَّةُ الْمُبَايَعَةِ وَاَخْذُ التَّلْقِيْنِ

1۔ روح البیان، جلد 9، صفحہ 20

مِنَ الْمَشَائِخِ الْكِبَارِ وَهُمُ الَّذِيْنَ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ قُطْبَ الْاِرْشَادِ بِاَنْ اَوْصَلَهُمْ اِلَى التَّجَلِّي الْعَيْنِيْ بَعْدَ التَّجَلِّي الْعِلْمِيْ۔

یعنی فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کبار سے اکتساب فیض ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشائخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ علمی تجلی سے ترقی دے کر انہیں مشاہدہ کی تجلی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت شداد ابن اوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

قَالَا كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ غَرِيْبٌ يَعْنِيْ اَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْبَابِ فَقَالَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ فَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَدَهٗ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَاَمَرْتَنِيْ بِهَا وَوَعَدْتَنِيْ عَلَيْهَا الْجَنَّةَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى غَفَرَ لَكُمْ

"ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بیگانہ (اہل کتاب) تو نہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں کوئی غیر آدمی نہیں ہے۔ ارشاد ہوا دروازہ بند کر دو اور اپنے ہاتھ بلند کر دو اور کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور گویا ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اے اللہ! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکارے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا۔ اے فرزندان اسلام! تمہیں مژدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرما دیا ہے۔"

اس قسم کی متعدد صحیح روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے۔ لیکن

ان کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے ایک پیالہ میں پہلے حضور ﷺ اپنا دست مبارک رکھتے۔ اس کے بعد اسے نکال لیتے پھر اس کے بعد ان کو اس پیالہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ حضور ﷺ نے کبھی کسی اجنبیہ کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جس نے اس بیعت کو پورا کیا اور اس عہد کو ایفا کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں اقامت گزیں ہوں گے اور اس میں انہیں ایسی نعمتوں سے نوزا جائے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں وہ کھٹکیں۔

هُوَ الْجَنَّةُ وَمَا يَكُونُ فِيهَا مِمَّا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ
وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ

جن نفوس قدسیہ نے اس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی ان میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ عَلَى
الْمَوْتِ وَعَلَى أَلَّا نَفِرَّ فَمَا نَكَثَ أَحَدٌ مِنَّا الْبَيْعَةَ إِلَّا جَدُّ بْنُ
قَيْسٍ وَكَانَ مُنَافِقًا اخْتَبَأَ تَحْتَ إِبِطِ بَعِيرِهِ (1)

یعنی ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ کے رسول سے بیعت کی کہ ہم جان دے دیں گے لیکن راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ پس ہم میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا بجز جد بن قیس کے۔ وہ درحقیقت منافق تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپا ہوا تھا۔ جس کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا۔ جس کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش اور جملہ خطاؤں کی آمرزش کا مژدہ سنایا، اس نبی ذی شان کی عظمت مرتبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اب ان آیات طیبات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تمام لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا اور اپنے محبوب کی عزت شان کو بیان فرمایا۔

1۔ الکشاف، جلد 3، صفحہ 37-136

وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ؕ وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ○ (1)

"اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

تشریح: اہل یثرب میں اسلام کی روشنی پھیلنے سے کفار مکہ کو یہ فکر دامن گیر ہو گئی تھی کہ کہیں حضور بھی ہجرت کر کے انہیں کے پاس نہ چلے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر اسلام کے خطرہ کا سدباب ان کے اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے انہوں نے اپنی پارلیمنٹ (دار الندوہ) میں قوم کے مفکرین اور دانشوروں کا اجلاس طلب کیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ آپ کو ایک تنگ و تاریک حجرے میں ہمیشہ کیلئے قید کر دیا جائے۔ بعض نے کہا کہ آپ کو یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے لیکن آخری فیصلہ ابو جہل کی رائے کے مطابق یہ ہوا کہ مکہ میں جتنے قبائل آباد ہیں ان میں سے ایک ایک بہادر منتخب کیا جائے۔ سارے قبائل سے چنا ہوا بہادروں کا یہ دستہ رات کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ کر لے۔ سحری کے وقت جب حضور باہر نکلیں تو یکبارگی آپ پر تلواروں کا مینہ برسا کر آپ کا چراغ حیات گل کر دیا جائے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ اس طرح مکہ کے سارے قبائل اس قتل میں شریک ہوں گے اور بنی ہاشم کس کس سے انتقام لے سکیں گے، آخر کار وہ دیت لینے پر رضامند ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر بآسانی دیت ادا کر دیں گے۔ سب نے اس کو پسند کیا۔ خصوصاً ابلیس جو شیخ نجد بن کر شریک اجلاس ہوا تھا وہ تو خوشی سے لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہنے لگا۔ ھٰذَا الرَّأْیُ لَارَأْیَ غَیْرُہٗ

ادھر لات و ہبل کے پرستار محبوب خدا کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے اور ادھر رب محمد اپنے محبوب کا بال بھی بیکا نہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ جبریل امین حاضر ہوئے اور اللہ کا حکم پہنچایا کہ آج کی رات ہجرت کی رات ہے۔ حضور نے امانتیں حضرت علی کے سپرد کیں۔ سورۂ یٰسٓ تلاوت فرماتے ہوئے اپنے کاشانہ اقدس سے قدم مبارک باہر رکھا۔

1۔ سورۃ الانفال: 30

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ الآية (1) آیت پڑھ کر ان شمشیر بکف مکی سورماؤں پر پھونکا جو محاصرہ کئے کھڑے تھے۔ ان کی بینائی سلب ہو گئی، نیند سے اونگھنے لگے اور اللہ کا حبیب اپنے اللہ کی حفاظت میں بخیر و عافیت وہاں سے نکل کر اپنے یار وفا شعار حضرت ابو بکر کے گھر آیا اور ان کو ہمراہ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت امام حسن عسکری نے اپنی تفسیر میں تشریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ وہ اس پر خطر سفر میں حضرت صدیق کو ہمراہ لے جائیں۔ وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ابو بکر کو ساتھ لے جائیں۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (2)

"اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی تو (کیا ہوا) ان کی مدد فرمائی ہے خود اللہ تعالیٰ نے جب نکالا تھا ان کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین ان پر۔ اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کافروں کی بات کو سر نگوں۔ اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سر بلند رہے گی اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

سفر ہجرت میں کئی جانگسل اور خطرناک مرحلے آئے لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے رب کریم کی حفاظت میں بخیر و عافیت مدینہ طیبہ میں پہنچ گیا۔ اس کی تفصیل آپ ضیاء النبی جلد دوم صفحات 27 تا 102 پر ملاحظہ کر آئے ہیں۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ

1۔ سورہ یٰسین: 9

2۔ سورۃ التوبہ: 40

هُوَ الْاَبْتَرُ۝ (1)

"بیشک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اس کی خاطر)۔ یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہو گا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی متعدد سورتوں میں مختلف عنوانوں سے ان انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب لبیب پر یا اس کے طفیل اس کی امت پر فرمائے ہیں۔ اس سورت میں ان تمام عنایات کو الکوثر کے ایک کلمہ میں سمو کر رکھ دیا تاکہ چشم حق بین حسن محمدی کے ایک ایک جلوے کو دیکھتی رہے اور سرشار ہوتی رہے۔ اس پیکر جمیل و رعنا کی رعنائیوں اور دلربائیوں میں کھوئی رہے۔ دل اس حسن سرمدی کی دلنوازیوں پر قربان ہوتا رہے۔ اس کی ایک ایک ادا جان پرور ہے، اس کا ایک ایک انداز روح افزا۔ زبان قدرت جہاں اپنے حبیب کی شان بیان کرتی ہے وہاں اسلوب ہی بڑا نرالا اختیار کیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا اِنَّا: ہم نے، جمع کی ضمیر استعمال ہوئی۔ جمع کا صیغہ کبھی کثرت اور تعدد پر دلالت کرتا ہے اور کبھی عظمت شان کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہی مقصد ہے۔ یعنی ہم نے جو زمین و آسمان کے خالق و مالک ہیں، ہم جو عروس گیتی کو سنوارنے اور نکھارنے والے ہیں، ہم جن کے جود و کرم کا وسیع دستر خوان ہر وقت بچھا ہوا ہے اور ہر ایک کے لئے صلائے عام ہے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ جو چیز ہم عطا فرمانا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو چیز ہم عطا فرمائیں اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

یہاں اٰتَیْنَا کے بجائے اَعْطَیْنَا مذکور ہے۔ ان دونوں کے مفہوم میں بیّن فرق ہے۔ اَعْطٰی کے لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور رقمطراز ہیں:

اَلْاِعْطَآءُ وَالْمُعَاطَاتُ جَمِیْعًا: اَلْمُنَاوَلَةُ وَقَدْ اَعْطَاهُ الشَّیْئَ
وَعَطَوْتُ الشَّیْئَ: تَنَاوَلْتُهٗ بِالْیَدِ

یعنی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز کسی کے حوالے کر دینا۔ (لسان العرب)

اس تحقیق کی رو سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے الکوثر آپ کے حوالے کر دیا، آپ کو اس کا مالک بنا دیا۔ علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

1۔ سورۃ الکوثر: 3-1

اس آیت میں گوناگوں مبالغہ ہے:

مِنْهَا التَّصْدِيرُ بِإِنَّ وَمِنْهَا الْجَمْعُ الْمُفِيدُ لِلتَّعْظِيمِ وَمِنْهَا لَفْظُ الْإِعْطَاءِ دُونَ الْإِيتَاءِ وَفِي الْإِعْطَاءِ دَلِيلُ التَّمْلِيكِ دُونَ الْإِيتَاءِ وَمِنْهَا صِيغَةُ الْمَاضِي الدَّالَّةُ عَلَى التَّحْقِيقِ - (1)

"اس آیت کی ابتداء اِنَّ سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ پھر ضمیر جمع ذکر کی گئی ہے جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔ نیز یہاں اعطا کا لفظ استعمال ہوا ہے ایتاء کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے ایتاء میں یہ معنی نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ ذکر کیا جو اس انعام کے وقوع پذیر ہو جانے پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ کام ہو گیا۔"

علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

وَفِي إِسْنَادِ الْإِعْطَاءِ إِلَيْهِ دُونَ الْإِيتَاءِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ ذٰلِكَ إِيتَاءٌ عَلَى جِهَةِ التَّمْلِيكِ

یہاں اعطاء کا اسناد ضمیر متکلم کی طرف کیا گیا ہے ایتاء کا نہیں اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو الکوثر کا مالک بنا دیا ہے۔ کیا شان جود و سخا ہے دینے والے کی اور کیا مقام رفعت و علا ہے لینے والے کا۔

اب ذرا الکوثر کو سمجھنے کی کوشش کیجئے تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں فضائل و مکارم کے کتنے سمندر سمو دیئے گئے ہیں۔

1۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

اَلْكَوْثَرُ، هُوَ فَوْعَلٌ مِنَ الْكَثْرَةِ صِيغَةُ مُبَالَغَةٍ اَلشَّيْئُ الْكَثِيرُ كَثْرَةً مُفْرِطَةً۔

کوثر، کثرت سے ماخوذ ہے۔ اس کا وزن فوعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

2۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

وَالْعَرَبُ تُسَمِّي كُلَّ شَيْءٍ كَثِيرٍ فِي الْعَدَدِ وَالْقَدْرِ وَالْخَطَرِ كَوْثَرًا (2)

1۔ نظام الدین نیشاپوری، "تفسیر غرائب القرآن حاشیہ طبری"، (مصر 1329ھ)، جلد 30، صفحہ 175

2۔ "الجامع للاحکام القرآن" جلد 20، صفحہ 216

یعنی جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں یکجا مذکور ہوتے ہیں، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے، لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کوثر (بیحد و بے حساب) عطا کی ہوتی تو اس کو ذکر کر دیا جاتا۔ اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کے بیان کا تکلف کیا جاتا--- یہاں تو حالت یہ ہے کہ جو عطا فرمایا بے حد و بے حساب عطا فرمایا۔ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا نہ کیا جائے۔ اس لئے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب ہم نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ بیحد و بے حساب ہیں۔ علم، حلم، جود و کرم، عفو و درگزر، الغرض جن محامد سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سرفراز فرمایا وہ ایک سمندر ہے بے پیدا کنار، جس کی حد کو کوئی پا نہیں سکتا۔

علمائے تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ چند آپ بھی سماعت فرمایئے:

1۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرما دی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ تُرْبَتُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَآءُهٗ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ۔

"یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔"

2۔ اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہو گا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ جس کے کناروں پر پیالے، آبخورے اتنی

کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ در حبیب پر آکر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس حوض کے بارے میں احادیث متواترہ مذکور ہیں اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے وَاِنَّ عَلٰی اَرْکَانِهَا الْاَرْبَعَۃِ خُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃ اس کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

3۔ النُّبُوَّۃُ: انبیاء تو حضور سے پہلے بھی تشریف لائے، لیکن نبوت محمدیہ کے فیوض و برکات کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ کی نبوت کا دامن ساری نوع انسانیت کو سمیٹے ہوئے ہے۔ بلکہ آپ ساری کائنات کے نبی ہیں۔ آپ کا بحر رسالت زمان و مکان کی حدود سے آشنا نہیں۔

4۔ کوثر سے مراد قرآن کریم ہے۔ انبیاء سابقین بھی صحائف اور کتابیں لے کر آئے لیکن جو جامعیت اور ابدیت اس کی تعلیمات میں ہے اس کی نظیر کہاں۔ علوم و معارف کے جو خزینے اس صحیفہ رشد و ہدایت میں مستور ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ انسانی زندگی کے ان گنت شعبوں پر جس طرح اس کتاب مبین کا نور ضیاپاشیاں کر رہا ہے وہ کسی بصیرت والے سے مخفی نہیں۔

5۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

6۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے جتنے صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے، کسی دوسرے نبی یا رسول کو اتنے صحابہ میسر نہیں آئے۔

7۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔ ساری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جس طرح اس نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

8۔ قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰبَائِهِ الْکِرَامِ السَّلَامُ۔ نُوْرٌ فِیْ قَلْبِهِ الَّذِیْ دَلَّهٗ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَقَطَعَهٗ عَمَّا سِوَاهُ۔

یعنی امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

9۔ مقام محمود۔ روز محشر جہاں شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

10۔ حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر بیان کی ہے اَلْخَيْرُ الْكَثِيْرُ یعنی خیر کثیر۔

حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے۔ هُوَ مِنَ الْخَيْرِ الْكَثِيْرِ

علامہ اسماعیل حقی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وَالْاَظْهَرُ اَنَّ جَمِيْعَ نِعَمِ اللّٰهِ دَاخِلَةٌ فِي الْكَوْثَرِ ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً۔ فَمِنَ الظَّاهِرِ خَيْرَاتُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْبَاطِنَةِ الْعُلُوْمُ اللَّدُنِّيَّةُ الْحَاصِلَةُ بِالْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ بِغَيْرِ اكْتِسَابٍ۔ (1)

یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تشریح کی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

اِنَّهُ الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ وَالنِّعَمُ الدُّنْيَوِيَّةُ وَالْاُخْرَوِيَّةُ مِنَ الْفَضَائِلِ وَالْفَوَاضِلِ ..... وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ مَا صَحَّ فِي الْاَحَادِيْثِ مِنْ تَفْسِيْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ بِالنَّهْرِ مِنْ بَابِ التَّمْثِيْلِ وَالتَّخْصِيْصِ لِنُكْتَةٍ

یعنی کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور دنیوی واخروی نعمتیں جن میں فضیلتیں اور فضائل سب شامل ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ احادیث میں کوثر کا معنی نہر بتایا گیا ہے یہ بطور تمثیل ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ الآیۃ پہلے اپنی بے پایاں عنایات سے اپنے حبیب کو سرفراز کرنے کا ذکر فرمایا۔ اب ان انعامات واحسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد ہے اے حبیب! اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کرو اور اسی کی خاطر قربانی دیا کرو۔ کم فہم لوگ کھاتے اللہ تعالیٰ کے دستر خواں سے ہیں، پلتے اس کی رحمت کے ٹکڑوں پر ہیں۔ نشوونما اس کے آغوش لطف و کرم میں پاتے ہیں، لیکن شکریہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔ عبادت باطل معبودوں کی کرتے ہیں۔ قربانیاں بتوں کے نام پر دیتے ہیں۔ اے میرے محبوب! آپ ان

1۔ روح البیان، جلد 30، صفحہ 524

کی روش کو اختیار نہ کرنا۔ یہ سب سے بڑی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔

اس عبد منیب اور حبیب لبیب کی تعمیل ارشاد کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات کھڑے رہ کر نماز ادا فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ پاؤں بھی سوج جاتے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یارسول اللہ! حضور اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں۔ فرمایا اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کیا میں اپنے رب کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ساری عمر ہی عبادت و ذکر الٰہی میں بسر ہوئی۔ روز و شب کا ایک لمحہ بھی تو غفلت میں نہ گزرتا تھا۔ جس نبی مکرم، ہادی معظم کی ساری زندگی سجود و رکوع اور خضوع و خشوع میں گزری اس کی امت اگر اپنے رب کے ذکر سے محروم ہو جائے، ان کی پیشانیوں پر اگر سجدوں کے نشان چمک نہ رہے ہوں، ان کو اگر نماز کی سعادت نصیب نہ ہو تو اس سے بڑی بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ الایۃ۔ جس کے دل میں بغض و عداوت ہو اس کو شانی کہتے ہیں۔ اَبْتَرُ بَتَرَ سے ہے اور بَتَرَ کا معنی اَلْقَطْعُ۔ کسی چیز کو کاٹ دینا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک وہ مرد جس کا فرزند نہ ہو اسے اَبْتَرْ کہتے ہیں۔ وہ چارپایہ جس کی دم نہ ہو، اسے بھی اَبْتَرْ کہتے ہیں۔ نیز ہر وہ کام جس کا نیک اثر باقی نہ رہے اس کو بھی اَبْتَرْ کہتے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور سرور عالم ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی: قاسم، پھر زینب، پھر عبد اللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ، صلی اللہ علیٰ ابیہم و علیہم اجمعین۔ پہلے قاسم کا انتقال ہوا۔ پھر عبد اللہ (جن کا لقب طیب و طاہر ہے) داغ مفارقت دے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کے بعد تو سارے مکہ والے دشمن بن گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے دونوں فرزند فوت ہو گئے ہیں، اب صرف صاحبزادیاں ہی ہیں تو انہوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ عاص بن وائل کہنے لگا قَدِ انْقَطَعَ نَسْلُهٗ وَهُوَ اَبْتَرُ کہ ان کی نسل منقطع ہو گئی، پس وہ ابتر ہیں۔

کفار جب اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے تو اپنا دل بہلانے کے لئے کہا کرتے: فکر کی کوئی بات نہیں، یہ چند روزہ کھیل ہے۔ لڑکا ان کا کوئی نہیں جو ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکے۔ یہ چند سال کے مہمان ہیں۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو ان کا یہ دین بھی اسی روز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت سے ان کی گستاخیوں کا منہ توڑ

جواب دیا۔ ان کی خوش فہمیوں کا خاتمہ کر دیا۔ فرمایا جو میرے محبوب کا دشمن ہو گا، جو اس کے دین کا بدخواہ ہو گا، جو اس کے نظام شریعت سے پرخاش رکھے گا، وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی۔ اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہو گا۔ اس کی اولاد بھی اس کا نام لینا چھوڑ دے گی۔ اس کی طرف ہر قسم کی نسبت ان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائے گی اور میرے محبوب کی یہ شان ہے کہ اس کا ہر امتی خواہ وہ کسی قبیلہ کا فرد ہو، کسی ملک کا رہنے والا ہو، کوئی زبان بولنے والا ہو، میرے محبوب کریم کے ذکر پاک کی شمع ہر وقت روشن رکھے گا۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے، لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نور نظر، لخت جگر بتول زہرا، خاتون جنت سیدہ طاہرہ زکیہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔

یہ سورت اپنے اختصار و ایجاز کے باوصف فصاحت و بلاغت کا وہ مرقع جمیل ہے کہ فصحائے عرب، بلغائے حجاز کو بھی اسے پڑھ کر کہنا پڑا مَاهٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّذِىْ اَعْطَاهُ رَبُّهُ الْكَوْثَرَ۔ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّهُ وَاتِّبَاعَهُ وَاحْشُرْنَا فِىْ زُمْرَتِهٖ تَحْتَ لِوَآئِهٖ وَاغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَذُرِّيَّتِنَا بِشَفَاعَتِهٖ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ يَا اَكْرَمَ الْمَسْئُوْلِيْنَ۔

☆

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (1)

"(اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کیلئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

1۔ سورۃ النحل: 44

تشریح:۔اس آیت طیبہ سے واضح ہو گیا کہ ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی و مطالب کے بیان، اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر و نواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب کریم ﷺ کو تفویض کیا۔ اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم و خرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالت مآب کے خلاف ہو۔

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

فَالرَّسُوْلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَيِّنٌ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مُرَادَهُ مِمَّا أَجْمَلَهُ فِي كِتَابِهِ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُفَصِّلْهُ (1)

"کہ رسول اللہ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مراد بیان کرنے پر مقرر ہیں۔ کتاب کے وہ احکام جن کا تعلق نماز، زکوٰۃ وغیرہ اور دیگر احکام شرعی کے ساتھ ہے ان کی وہ تفصیل معتبر ہوگی جو زبان اقدس رسالت مآب ﷺ نے فرمائی ہے۔"

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (2)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

تشریح: اس آیت کی تفسیر اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ ۔ اُعْطِيْتُ

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 10 صفحہ 109

2۔ سورۃ السبا: 28

جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ
وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا وَّ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ
كَافَّةً وَّ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ

"حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اس نے جوامع الکلم عطا فرمائے یعنی قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو بیان کر دینا۔ اس نے رعب سے میری مدد کی۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دیدی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنایا اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم کیا۔"

کَافَّۃً کے مفہوم اور ترکیب کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔

زجاج کے نزدیک کافۃ کا معنی جامع ہے۔

قَالَ الزَّجَّاجُ أَیْ وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا جَامِعًا لِّلنَّاسِ بِالْإِنْذَارِ وَالْإِبْلَاغِ

بعض کے نزدیک یہ کَفَّ کا اسم فاعل ہے جس کا معنی روکنا ہے۔ تا مبالغہ کیلئے ہے، یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ سب لوگوں کو کفر و عصیان سے روکیں۔

مَعْنَاہُ کَافَّةً لِّلنَّاسِ تَکُفُّهُمْ عَنْ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْکُفْرِ اور آخرت میں انہیں آپ دوزخ میں گرنے سے روکیں گے۔

اس کی ترکیب میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

بعض نے اسے مصدر محذوف کی صفت بنایا ہے اس تقدیر پر عبارت یوں ہو گی۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رِسَالَةً کَافَّةً یَعْنِیْ عَامِلَةً شَامِلَةً

بعض نے اسے أَرْسَلْنَاکَ کی ضمیر خطاب کا حال بنایا ہے اور لِلنَّاسِ جار مجرور اس کے ساتھ متعلق ہے۔ اور بعض نے اسے لِلنَّاسِ کا حال بنایا ہے۔ اگرچہ اکثر نحوی مجرور پر حال کو مقدم کرنا درست نہیں سمجھتے۔ لیکن یہاں اہتمام کی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔

وَكَآفَّةً حَالٌ مِّنَ النَّاسِ قُدِّمَ عَلَيْهِ لِلْاِهْتِمَامِ يَعْنِيْ اَرْسَلْنٰكَ لِاَجْلِ اِرْشَادِ النَّاسِ كَآفَّةً عَامَّةً اَحْمَرِهِمْ وَ اَسْوَدِهِمْ۔ (1)

"کَآفَّةً- اَلنَّاس کا حال ہے اور اس کے اہتمام کے پیش نظر اسے مقدم کیا گیا ہے یعنی ہم نے آپ کو بھیجا ہے تمام لوگوں کی راہنمائی کرنے کیلئے سرخ اور سیاہ سب کے لئے۔"

اس آیت سے اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ میرا حبیب سب اقوام عالم کیلئے تا روز قیامت ہادی و راہنما بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ زمین کا کوئی دور افتادہ خطہ اور اس کے کسی گوشہ میں جو قبائل آباد ہیں، قیامت تک ذات محمدی ان سب کیلئے آفتاب ہدایت بن کر ان کی شاہراہ حیات کو منور کرتی رہے گی۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (2)

"آپ فرمائیے اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ وہ اللہ جس کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کے دیگر تمام برگزیدہ رسول خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین، جس راہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان راہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ

1۔ تفسیر مظہری

2۔ سورۃ الاعراف: 158

کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالمگیر ہے اس طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام، ہر فقیر و امیر ہر عجمی و عربی، ہر رومی و حبشی کیلئے وہ مرشد بن کر آیا اس لئے اس بات کا اعلان اس کی زبان حقیقت ترجمان سے کر دیا کہ اے اولاد آدم! میں تم سب کیلئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمہارے لئے ہدایت و فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضر راہ بناؤ۔ میری سنت سے انحراف نہ کرو۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ (1)

"نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کتاب اللہ کی رو سے عام مومنوں اور مہاجروں سے مگر یہ کہ تم کرنا چاہو اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی (تو اس کی اجازت ہے)۔ یہ (حکم) کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے۔"

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کی کیفیت اور نوعیت بیان فرماتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کو اپنے غلاموں کے ساتھ ہے۔ بتایا تمہاری خیر خواہی، اصلاح احوال، فلاح دارین اور تم پر لطف و کرم فرمانے میں میرا محبوب تم پر تمہارے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہے جتنا میرے نبی کو تمہاری عزت، خوشحالی اور اخلاقی برتری کا خیال ہے تمہیں خود بھی اپنا اس قدر خیال نہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت ایک دوسری آیت میں کر دی گئی ہے۔

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (2)

1۔ سورۃ الاحزاب: 6

2۔ سورۃ التوبہ: 128

"یعنی جو چیز تمہارے لئے تکلیف دہ ہے وہ انہیں بھی گراں گزرتی ہے۔
وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اہل ایمان کیلئے بڑے مہربان اور رحیم
ہیں۔"

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی ہے اسے بھی پڑھئے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ
الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ یَقَعْنَ فِیْہِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ وَاَنْتُمْ
تَقَحَّمُوْنَ فِیْہِ (1)

"میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ
جلائی اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کیلئے دوڑتے چلے آ
رہے ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں
گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔"

صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰی بِہٖ فِی الدُّنْیَا
وَالْاٰخِرَۃِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ
اَنْفُسِھِمْ وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ مَّاتَ وَتَرَکَ مَالًا فَلْیَرِثْہُ عَصَبَتُہٗ
مَنْ کَانُوْا وَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضَیَاعًا فَلْیَاْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہٗ

"کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں۔ اگر تم
چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور جو مومن فوت
ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے
وارث ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس
آئے میں اس کا والی ہوں۔"

حضور کی شان کریمی پر انسان قربان جائے کتنی شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 14، صفحہ 122

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے، حضور کی خیر خواہی اور لطف و کرم کا یہ عالم ہے تو پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم حضور کی شریعت کو چھوڑ کر اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی میں لگ جائیں۔ اپنے دوستوں کو خوش کرنے کیلئے، اعلیٰ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہم اپنے نبی پاک کی اطاعت سے سر تابی کریں۔ نیز اسلامی حکومتوں اور قانون ساز اداروں کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کس رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ کا دامن چھوڑ رہے ہیں اور کس کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہیں۔

وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اَیْ اَرْاَفُ بِهِمْ وَاَعْطَفُ عَلَيْهِمْ اِذْ هُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى النَّجَاةِ وَاَنْفُسُهُمْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهَلَاكِ

یعنی حضور کے اولی بالمومنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ان پر ان کے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں کیونکہ حضور انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس انہیں ہلاکت کی دعوت دیتے ہیں۔

حضرت سہل فرماتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ يَرَ نَفْسَهٗ فِیْ مِلْكِ الرَّسُوْلِ وَلَمْ يَرَ وِلَايَتَهٗ عَلَيْهِ فِیْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ سُنَّتِهٖ۔

"یعنی جو شخص حضور کا اپنے آپ کو غلام نہ سمجھے اور تمام حالات میں اپنے آپ پر حضور کی حکمرانی تسلیم نہ کرے اس نے سنت کی شیرینی کا مزہ ہی نہیں چکھا۔"

حضور رسالت مآب علیہ التحیات والتسلیمات کی ازواج مطہرات کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اس تعلق کے باعث ہر مومن کا فرض ہے کہ ان کا اس طرح احترام کرے جس طرح اپنی ماں کا احترام کیا کرتا ہے۔ اگر ان جسمانی ماؤں کا احترام نہ کرنے والا رحمت الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے تو جو بد نصیب اپنی روحانی ماؤں کے متعلق گستاخیاں کرنے سے باز نہیں آتے انہیں اپنے حشر کا ابھی سے اندازہ لگا لینا چاہیئے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (1)

1۔ سورۃ النمل: 65

"آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی توحید پر واضح دلائل اور براہین ساطعہ ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ تخلیق کائنات، تدبیر شئون عالم، خستہ دلوں اور آشفتہ حالوں کی فریاد رسی، رزق رسانی وغیرہا صفات میں جس طرح اس کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ غیب کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: مَالَا يَقَعُ تَحْتَ الْحَوَاسِّ وَلَا تَقْتَضِيْهِ بَدَاهَةُ الْعَقْلِ اَلْغَيْبُ (المفردات) یعنی وہ علم جو حواس کی رسائی سے بالاتر ہو اور جو قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جا سکے اسے غیب کہتے ہیں۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں، فرشتے، جنات، انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء اور اولوالعزم رسل بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی، اَلْغَيْبُ، کو نہیں جان سکتا۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے۔

جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں مار سکتا اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سراسر خلاف ہو، ورنہ وہ قرآن حکیم کی حقانیت ثابت کرنے کے بجائے اپنے سامعین کے دل میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور تکذیب کرتی ہیں (العیاذ باللہ)۔ اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہو اسے عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جا سکتا چہ جائیکہ اسے خداوند علیم و حکیم کا کلام مانا جائے جو ہمہ بیں بھی ہے اور ہمہ دان بھی۔

قرآن کریم نے اپنے کلام الٰہی ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی پیش کی

ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا، ارشاد ہے۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (1) یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں جگہ جگہ پر اختلاف اور تضاد پاتے۔ گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جانا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی، حالانکہ قرآن کی بے شمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا، نزول وحی کا، قیامت، جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم ﷺ کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے۔ اس لئے ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہئے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا۔ خود قرآن حکیم نے بھی اس قول کی تصدیق فرمادی۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (2)

"اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔"

اس آیت نے بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے، ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کی حین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے۔ نیز اس کا یہ علم اس کا ذاتی ہے کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے۔ نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ نہایت۔ اگر کوئی شخص كَمًّا یا كَيْفًا یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا کسی کے لئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہوگا۔

1۔ سورۃ النساء: 82

2۔ سورۃ الجن: 26-25

اس لئے حضور پر نور امام الاولین والاخرین ﷺ کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم دینے سے حاصل ہوا۔ خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور سرور عالم کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر متناہی اور غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر موجودات ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کی وسعتوں کو یا دینے والا جانتا ہے یا لینے والا۔ یا سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو۔ ہم تم تو کس گنتی میں ہیں، جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ علم و معرفت کی وہ وسعتیں اور بے کرانیاں جن پر بیان کا ہر جامہ تنگ ہے، ان کی حد بر آری ہم کرنے لگیں گے تو ٹھوکریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہوگا۔

اس تلمیذ رحمٰن نے اپنی زبان حق ترجمان سے ہمیں خود جو کچھ بتایا ہے ہم اس کو حق تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول طیب ہم نے سنا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (1)

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں میں نے

1۔ اشعۃ اللمعات

عرض کی، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔"

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعتہ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود۔ عبارتست از حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطہ آں"

"پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا۔ (پھر فرماتے ہیں کہ) اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلی مجھے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔"

علامہ ملا علی القاری علیہ الرحمتہ اپنی کتاب المرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعُ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا ..... وَالْاَرْضُ ھِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ وَجَمِیْعُ مَا فِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا تَحْتَھَا ..... یَعْنِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَرٰی اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَشَفَ لَہٗ ذٰلِکَ وَفَتَحَ عَلَیَّ اَبْوَابَ الْغُیُوْبِ۔ (1)

"علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی

1۔ المرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد 1، صفحہ 463

دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔"

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سن لیجئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔ اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ یقیناً تسلی ہو جائے گی۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ (1)

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيتُهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَاٰهُ۔ (2)

"ایک روز حضور رسول اکرم ﷺ ایک مقام پر خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ

1۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ
2۔ صحیح مسلم

کوئی ایسی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے (کہ حضور ﷺ نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھے تو تو اسے پہچان لیتا ہے۔"

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔ (1)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دن رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتدا سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔"

علامہ علی القاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔

قَالَ الطِّيْبِيُّ حَتّٰى غَايَةُ اَخْبَرَنَا اَيْ اَخْبَرَ مُبْتَدِءًا مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى دُخُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَوَضْعُ الْمَاضِيْ مَوْضِعَ الْمُضَارِعِ مُبَالَغَةً لِلتَّحْقِيْقِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْاَمِيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (2)

"علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کے

1۔ صحیح البخاری

2۔ مرقات

لئے ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرمائے جبکہ جنتی اپنے اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہو گا اس لئے حَتّٰی یَدۡخُلَ یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ (حَتّٰی دَخَلَ) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیونکہ یہ خبر دینے والا صادق (سچا) اور امین دیانتدار) رسول ہے۔ اس نے آئندہ کے متعلق جو فرمادیا کہ ایسا ہو گا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنا اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو۔"

اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کا نور ایمان عطا فرمائے تب ہی کتاب و سنت کے آئینہ میں حق کا رخ زیبا نظر آتا ہے، ورنہ ساری عمر شک و شبہ کی جھاڑیوں میں دامن الجھا رہتا ہے اور قیل و قال سے ہی فرصت نہیں ملتی۔

قرآن کریم کی آیات طیبات اور ان احادیث صحیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے یہ ماننے یا زبان پر لانے یا اس کا تصور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ شیطان کا علم فخر عالم کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو گاؤ خر اور ہر سفیہ کو بھی حاصل ہے۔ اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ

اس آیت کا جو مفہوم میں نے بیان کیا علماء کرام کی تصریحات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الۡحَقَّ اَنۡ یُّقَالَ اِنَّ الۡعِلۡمَ الۡغَیۡبَ الۡمَنۡفِیَّ عَنۡ غَیۡرِہٖ جَلَّ وَعَلَا ھُوَ مَا کَانَ لِلشَّخۡصِ لِذَاتِہٖ اَیۡ بِلَا وَاسِطَۃٍ فِیۡ ثُبُوۡتِہٖ لَہٗ وَمَا وَقَعَ لِلۡخَوَاصِّ لَیۡسَ مِنۡ ھٰذَا الۡعِلۡمِ الۡمَنۡفِیِّ فِیۡ شَیۡءٍ ضَرُوۡرَۃً اَنَّہٗ مِنَ الۡوَاجِبِ عَزَّوَجَلَّ اَفَاضَہٗ عَلَیۡھِمۡ بِوَجۡہٍ مِّنۡ وُّجُوۡہٍ

1۔ روح المعانی، جلد 2، صفحہ 11

الْاِفَاضَۃِ۔ (1)

"یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا۔ اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انہیں حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرمایا ہے۔"

علامہ موصوف اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَۃِ عِلْمُ الْغَیْبِ بِلَا وَاسِطَۃٍ کُلًّا اَوْ بَعْضًا مَخْصُوْصٌ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا لَا یَعْلَمُہٗ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ اَصْلًا۔ (1)

"یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلاواسطہ کُلًّا اور بعضًا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔"

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَغَیْرُہٗ تَعَالٰی لَا یَعْلَمُ اِلَّا بِاِعْلَامِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے جتانے اور سکھانے سے۔"

آخر میں اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُلْتُ وَیُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَ التَّقْدِیْرُ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ بِشَیْءٍ اِلَّا بِاللّٰہِ اَیْ بِتَعْلِیْمِہٖ (2)

"یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔"

1۔ روح المعانی، جلد 2، صفحہ 11

2۔ تفسیر مظہری

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی صاحب ہم اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی۔ اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لئے دعائے ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پرس ہو گی۔ اور اس پر آشوب دور میں امت مصطفویہ علیٰ نبیہا افضل الصلوات واز کی التسلیمات میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے پر اسے روز حشر جوابدہ ہونا ہو گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
فضائل و کمالات

احادیثِ نبوی کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

اور

اپنے ربّ (کریم)

کی

نعمتوں کا ذِکر فرمایا

کیجئے!

(سورۃ الضحیٰ ۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرور عالم ﷺ کے فضائل و کمالات

احادیث نبوی کی روشنی میں

اس سے پہلے میں نے آپ کے سامنے فرقان حمید کی ان آیات طیبہ کو بیان کیا ہے جن میں رب العزت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے مقامات رفیعہ اور محامد سنیہ، اپنی زبان قدرت سے بیان کئے ہیں۔ اگرچہ میں نے قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کی ہیں لیکن درحقیقت قرآن کریم کی ان آیات کا احاطہ میرے لئے ممکن نہیں جن کے آئینہ میں جمال وکمال حبیب کبریاء کا عکس جمیل منعکس ہو کر قلوب واذہان کو اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔ صدق دل اور دقت نظر سے جو خوش نصیب فرقان حمید کا مطالعہ کرے گا اسے بیشمار ایسی آیات مبارکہ ملیں گی جو میں اپنی تنگ دامانی یا کم علمی کی وجہ سے اس ضمن میں پیش نہیں کر سکا۔ مذکورہ آیات، ان قرآنی آیات کا عشر عشیر بھی نہیں جو قرآن کریم کے صفحات پر اپنے انوار بکھیر رہی ہیں۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحب مقام محمود، محبوب رب العالمین، قائد الغر المحجلین المبعوث رحمتہ للعالمین کی ان دلربا جلوہ آرائیوں کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے فرمان الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے مرشد جن وانس، راہبر انسانیت ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے ذکر فرمائی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بحر بے پید اکنار ہے جس کے کنارے پر کوئی شناور نہیں پہنچ سکتا۔ یہ سمندر اپنی پہنائیوں کے باوجود اتنا عمیق ہے کہ کوئی غواص اس کی تہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

بطور تبرک ان احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے چند منتخب احادیث پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ دل باختگان جمال نبوت کو ان کے مطالعہ سے تسکین نصیب ہو گی اور

بادیہ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے محبوب کا صحیح عرفان میسر آئے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلاَّ بِاللّٰهِ۔

اب سنبھل کر بیٹھیے اور اپنے دیدہ و دل کو روشن کرنے کیلئے اپنے ہادی برحق ﷺ کے نورانی ارشادات کا مطالعہ فرمائیے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ اَسْقَعَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ - وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِىْ كِنَانَةَ - وَ اصْطَفٰى مِنْ بَنِىْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَّاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَّاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ - (1)

"حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل کو چن لیا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ کی اولاد سے قبیلہ قریش کو فضیلت بخشی اور قبیلہ قریش سے خاندان ہاشم کو ممتاز کیا اور خاندان بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

(اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّىْ وَلَا فَخْرَ۔ (2)

"آدم علیہ السلام کی تمام ذریت سے میں اپنے رب کے نزدیک معزز و مکرم ہوں۔ میں یہ بات فخر و مباہات کیلئے نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

1۔ محمد بن یوسف الصالحی "سبل الہدیٰ والرشاد"، (قاہرہ -1972)، جلد 1، صفحہ 270

2۔ سنن ترمذی

سَلَّمَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ

"میں تمام پہلے گزرے ہوئے انسانوں سے اور بعد میں آنے والے انسانوں سے بارگاہ الہٰی میں زیادہ معزز و مکرم ہوں۔ میرا یہ قول از راہ فخر ومباہات نہیں بلکہ یہ اظہار حقیقت ہے۔"

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَہَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اَرَ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ۔

"حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک روز جبرئیل میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان مارا ہے لیکن میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جو محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہو اور نہ کوئی خاندان دیکھا ہے جو خاندان بنو ہاشم سے ارفع و اعلیٰ ہو۔" رواہ الطبرانی وابو نعیم والبیہقی

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں سواری کیلئے براق پیش کیا گیا تو اس نے شوخی دکھانا شروع کی۔ جبرئیل امین نے اسے جھڑک کر کہا۔ کیا اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ کے سامنے شوخی دکھا رہے ہو۔ آج تک تیری پشت پر کوئی ایسا آدمی سوار نہیں ہوا جو بارگاہ ایزدی میں ان سے زیادہ معزز و محترم ہو۔ جبرئیل کی اس سرزنش پر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔"

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَبَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِیْئَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ (1)

"امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی

1۔ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ، "الشفاء للقاضی عیاض"، (بیروت)، جلد 1، صفحہ 220

اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔ اور اس وقت جبکہ میں سویا ہوا تھا زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں اور میری ذات پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ۔ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَآ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا (1)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اے میرے امتیو! میں تمہارا پیش رو ہوں۔ اور میں تم پر گواہی دینے والا ہوں۔ اور میں بخدا یہاں بیٹھے ہوئے اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور بلاشبہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا فرما دی گئی ہیں۔ اور مجھے خدا کی قسم! اس بات کا ذرا اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے۔ البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا کی دولت کو اور سامان عشرت کو جمع کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے۔"

اس حدیث پاک سے متعدد امور واضح کر دیئے گئے ہیں۔

1۔ حضور نے فرمایا۔ میں تمہارا پیشرو ہوں۔ عربی میں فَرَطَ پیشرو اس کو کہتے ہیں جو اپنے کارواں سے پہلے اگلی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ وہاں جا کر ان کیلئے طعام و قیام کا انتظام کرتا ہے ان کے جانوروں کے لئے چارے کا بندوبست کرتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ یہاں اپنے آپ کو فَرَطَ کے لفظ سے ذکر فرما رہے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں تمہارے ایمان اور اعمال صالحہ پر بارگاہ رب العزت میں گواہی دوں گا۔

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 221

اور یہاں اپنی چشم مازاغ کی قوت بینائی کا ذکر بھی فرمادیا کہ مسجد نبوی میں منبر پر بیٹھے ہوئے کروڑوں میل دور حوض کوثر کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ یہ بھی وضاحت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی ساری کنجیاں اپنے حبیب مکرم کے حوالے فرمادی ہیں۔ سرور عالم ﷺ کو اپنے علم خداداد سے اس بات کا علم تھا کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ لوگ میرے غلاموں پر شرک کی تہمت لگائیں گے اس لئے اپنے غلاموں کی صفائی پیش کرتے ہوئے فرمادیا کہ مجھے اس چیز کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے البتہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دولت وثروت کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو گے۔

رُوِیَ عَنْ اِبْنِ وَهْبٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ:
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى
سَلْ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْتُ مَا اَسْئَلُ يَا رَبِّ۔ اِتَّخَذْتَ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا وَّكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَّاصْطَفَيْتَ نُوْحًا وَّاَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ۔
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ مَا اَعْطَيْتُكَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ۔ وَجَعَلْتُ اِسْمَكَ مَعَ اِسْمِيْ۔ وَيُنَادٰى بِهٖ فِيْ جَوْفِ السَّمَآءِ وَجَعَلْتُ الْاَرْضَ طَهُوْرًا لَّكَ وَلِاُمَّتِكَ۔ وَغَفَرْتُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ فَاَنْتَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَغْفُوْرًا لَّكَ فَلَمْ اَصْنَعْ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ وَجَعَلْتُ قُلُوْبَ اُمَّتِكَ مَصَاحِفَهَا۔ وَخَبَاْتُ لَكَ شَفَاعَتَكَ وَلَمْ اَخْبَاْهَا لِنَبِيٍّ غَيْرِكَ۔ (1)

"ابن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں۔ تو نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا، موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا، نوح

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 23-215

علیہ السلام کو چن لیا، سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عظیم عطا کیا جو آپ کے بعد کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اپنے حبیب کریم ﷺ کا یہ جواب سن کر اللہ جل مجدہ نے فرمایا: اے میرے حبیب! جو میں نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ ان تمام انعامات سے اعلیٰ و افضل ہے۔ میں نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ میں نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جو ہر اذان و شہادت کے وقت فضا میں گونجتا رہتا ہے۔ اور میں نے بنایا ہے زمین کو آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے طہارت کا سبب۔ اور آپ پر جو الزامات ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد لگائے گئے میں نے ان سب سے آپ کے دامن کو پاک کر دیا ہے۔ آپ لوگوں میں اس حالت میں چلتے ہیں کہ آپ مغفور ہیں اور یہ مہربانی آپ سے پہلے میں نے کسی کے ساتھ نہیں کی۔ اور میں نے آپ کے امتیوں کے دلوں کو قرآن کریم کا حامل بنادیا ہے۔ اور میں نے مقام شفاعت آپ کے لئے مخصوص کر رکھا ہے حالانکہ میں نے آپ کے بغیر کسی نبی کو یہ شان عطا نہیں فرمائی۔"

اس حدیث پاک میں بھی، اللہ تعالیٰ نے جن مخصوص انعامات سے اپنے حبیب مکرم کو سرفراز فرمایا ہے، ان کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس امر کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اگرچہ حضور کی آمد سے پہلے اولوالعزم رسولوں کو مقام رفیعہ پر فائز کیا گیا لیکن جو شانیں اور عظمتیں آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہیں وہ تمام سابقہ انعامات سے اعلیٰ وارفع ہیں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ بَشَّرَنِي يَعْنِي رَبِّهِ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ دَمَعِي مِنْ أُمَّتِي سَبْعُوْنَ أَلْفًا وَّمَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ۔

وَأَعْطَانِي أَنْ لَا تَجُوْعَ أُمَّتِي وَلَا تُغْلَبَ

وَأَعْطَانِي النَّصْرَ وَالْعِزَّةَ وَالرُّعْبَ يَسْعٰى بَيْنَ يَدَيْ أُمَّتِي شَهْرًا۔

وَطَيَّبَ لِي وَلِأُمَّتِي الْمَغَانِمَ

وَاَحَلَّ لَنَا كَثِيْرًا مِّمَّا شُدِّدَ عَلٰى مَنْ قَبْلَنَا
وَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْنَا فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (1)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے رب کریم نے مجھے یہ بشارتیں دی ہیں۔

1۔ جنت میں سب سے پہلے میں داخل ہوں گا اور اس وقت میرے ساتھ ستر ہزار امتی ہوں گے اور ہر امتی کے ساتھ ستر ہزار اہل ایمان ہوں گے جو سب میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے روز محشر کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ میری امت فاقہ سے فنا نہیں ہوگی اور نہ دشمن اس کو مغلوب کر سکیں گے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصرت، عزت اور رعب اس طرح عطا فرمایا ہے کہ میرا دشمن مجھ سے اور میری امت سے اگر ایک ماہ کی مسافت پر ہو گا تو پھر بھی وہ لرزاں و ترساں ہو گا۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اور میری امت کیلئے اموال غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔ اور بہت سی ایسی چیزیں جو پہلی امتوں پر حرام تھیں انہیں ہمارے لئے حلال فرما دیا ہے۔

5۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جس سے ہمیں تنگی اور حرج ہو۔"

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّىْ عَبْدُ اللهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِىْ طِيْنَتِهٖ اَنَا دَعْوَةُ اَبِىْ اِبْرٰهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

"حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 31-215

میں اللہ کا بندہ ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میں اس وقت خاتم النبیین تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا کیچڑ ابھی گوندھا جا رہا تھا۔ میں وہ دعا ہوں جو میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی۔ میں وہ مژدہ ہوں جو حضرت عیسیٰ بن مریم نے نوع انسانی کو سنایا تھا۔"

ابو محمد مکی، ابو للیث سمرقندی اور ان کے علاوہ دیگر علماء روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ اٰدَمَ عِنْدَ مَعْصِیَتِہٖ قَالَ اللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ۔

"آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہوئی تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی، اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میری خطا کو معاف فرمادے اور میری توبہ قبول فرمالے۔

فَقَالَ لَہُ اللّٰہُ مِنْ اَیْنَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ تونے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟"

قَالَ رَاَیْتُ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ مِّنَ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"آپ نے عرض کی کہ میں نے جنت میں ہر جگہ پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ اَکْرَمُ خَلْقِکَ عَلَیْکَ فَتَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَغَفَرَ لَہٗ۔

"اس طرح میں نے جان لیا کہ یہ ہستی جس کا نام نامی محمد ﷺ ہے وہ تمام مخلوق سے تیرے نزدیک زیادہ معزز و مکرم ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ دعا، جو آپ نے نبی رحمت کے وسیلہ سے مانگی تھی، اس کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا۔"

اس حدیث کے راوی یہ کہتے ہیں کہ **فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ** میں کلمات سے مراد یہی دعائیہ کلمات ہیں۔

علامہ ابو بکر محمد بن حسین الاجری البغدادی، جو ایک جلیل الشان کتاب، کتاب الشریعۃ فی السنۃ اور دیگر کتب کے مصنف ہیں جو ساری عمر مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے

اور 360ھ میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے آدم علیہ السلام کے واقعہ توبہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَقَالَ اٰدَمُ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا فِیْهِ مَکْتُوْبٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ قَدْرًا عِنْدَکَ مِمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهٗ مَعَ اسْمِکَ۔

"آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے جان لیا کہ یہ ہستی جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ یکجا لکھا ہے اس کی قدر و منزلت تیری بارگاہ میں بہت بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو یہ وحی کی۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّهٗ لَاٰخِرُ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُکَ۔

"مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم تیری اولاد میں یہی ہستی خاتم النبیین ہے اور اگر یہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں اس آیت کَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قَالَ لَوْحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِیْهِ مَکْتُوْبٌ عَجَبًا لِمَنْ اَیْقَنَ بِالْقَدْرِ کَیْفَ یَنْصَبُ عَجَبًا لِمَنْ اَیْقَنَ بِالنَّارِ کَیْفَ یَضْحَکُ عَجَبًا لِمَنْ رَاَی الدُّنْیَا وَتَقَلُّبَهَا بِاَهْلِهَا کَیْفَ یَطْمَئِنُّ عَلَیْهَا۔ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ۔

اس خزانہ میں سونے کی ایک تختی تھی جس میں مندرجہ بالا عبارت کندہ تھی جس کا ترجمہ پیش ہے۔

"اس آدمی کی حالت پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو قدر پر ایمان رکھتا ہے اور پھر بھٹک جاتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو نار جہنم پر یقین رکھتا

ہے کہ وہ کیسے ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کو اور اس کی گردشوں کو دیکھتا ہے کہ اسے اطمینان کیسے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس سونے کی تختی کے آخر میں لکھا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے بغیر اور کوئی اللہ نہیں ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبٌ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔ (1)

"کہ جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میرے بغیر اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ میرے رسول ہیں۔ جس نے یہ کلمہ پڑھا میں اس کو عذاب نہیں دوں گا۔"

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 239

روز محشر سرور کائنات ﷺ کی بے مثال عزت افزائیاں

حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے کہ شفیع عاصیاں ﷺ نے فرمایا۔

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي عَلَى تَلٍّ وَيَكْسُونِي رَبِّي حُلَّةً خَضْرَاءَ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِي فَأَقُولُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَقُولَ فَذَٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ۔ (1)

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع فرمائے گا۔ میں اور میری امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے۔ میرا پروردگار اس دن مجھے سبز پوشاک پہنائے گا۔ پھر مجھے لب کشائی کی اجازت دی جائے گی اور جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ میں کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور نے فرمایا کہ روز قیامت مجھے عرش کی دائیں جانب ایسے مقام پر کھڑا کیا جائے گا جہاں کسی اور کو قدم رکھنے کی مجال نہ ہوگی۔ اس وقت اولین و آخرین میرے ساتھ رشک کریں گے۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

خُيِّرْتُ بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعَمُّ أَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِينَ لَا وَلَٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَّائِينَ۔ (3)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ یا میں اپنی نصف امت کو جنت میں داخل

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 290

2۔ مسند احمد

3۔ ابن ماجہ

کرالوں یا شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو پسند کیا کیونکہ شفاعت کا فیضان عام ہے (اگر نصف امت کو جنت میں داخل کرنے پر میں قناعت کرتا تو باقی نصف امت کا کون پرسان حال ہوتا) چنانچہ میں نے شفاعت کو پسند کیا تاکہ جب تک میری امت کا آخری فرد بھی جنت میں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں شفاعت کا حق استعمال کرتا رہوں۔ پھر فرمایا یہ شفاعت متقین کیلئے نہیں ہوگی بلکہ میری شفاعت گناہ گاروں اور خطاکاروں کیلئے ہوگی۔"

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ یَقُوْلُ لَكَ اَتَدْرِیْ كَیْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اَللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ یَقُوْلُ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ۔ (1)

"حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک روز جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ میرا رب اور آپ کا رب آپ کو فرماتا ہے کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ حضور نے جواب میں کہا اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے جبرئیل امین نے جواب دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس رفع ذکر کی صورت یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا اس وقت میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔" جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (2)

"حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول

1۔ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی، "حجۃ اللہ علی العالمین" (مصر)، جلد 1

2۔ بخاری شریف و مسلم شریف

ﷺ کو یہ کہتے سنا۔ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں بن سکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اپنے والد، اپنے بیٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔"

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ

"حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا: میں مجسم رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور ہدیہ عطا فرمائی ہے۔"

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ابراهیم: ۳۶) وَقَوْلَهٗ تَعَالٰی۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (المائدة: ۱۱۸) فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَكٰی وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا یُبْكِیْهِ فَاَتَاهُ جِبْرِیْلُ فَسَئَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ لَهٗ اِنَّا سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ
(1)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے دو آیتیں تلاوت فرمائیں (اے میرے پروردگار ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو۔ پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے بیشک تو غفور و رحیم ہے) اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔) حضور یہ آیتیں پڑھتے رہے اور بارگاہ رب العزت میں دست

1۔ مسلم شریف

سوال دراز کر کے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بار بار عرض کرتے اے اللہ! میری امت میری امت! اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا، فرمایا: فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ۔ اگرچہ تیرا رب سب کچھ جانتا ہے لیکن میرے حبیب سے پوچھو کیوں رو رہے ہیں۔ جبرئیل امین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ حضور ﷺ نے عرض کی میں اپنی امت کی بخشش کیلئے رو رہا ہوں۔ جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ جواب پیش کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پہلے بھی جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا فوراً میرے محبوب کی بارگاہ میں جاؤ اور میری طرف سے انہیں یہ پیغام دو اے حبیب! آپ کی۔ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کریں گے اور اس بارے میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے۔"

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ۔ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْئَلُوا اللّٰهَ الْوَسِيْلَةَ۔ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ۔ فَمَنْ سَئَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہ جملے دہراتے جاؤ جو وہ کہہ رہا ہے۔ جب تم اذان سے فارغ ہو تو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس بار اس پر درود شریف بھیجتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے وسیلہ کے مرتبہ پر فائز کرے۔ جنت میں یہ ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں سے کسی ایک کو عطا فرمایا جائے گا، مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ پھر اپنے امتیوں کو فرمایا جو شخص میرے لئے اس مقام کے حصول کی دعا کرے گا اس کے

لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔"

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ۔

"حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز تمام تعلقات اور رشتہ داریاں منقطع ہو جائیں گی لیکن میرا تعلق اور میرا نسب اس روز بھی قائم رہے گا۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ جَلَسَ اُنَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰی اِذَا دَنَا مِنْھُمْ سَمِعَھُمْ یَتَذَاکَرُوْنَ۔ قَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا۔ قَالَ اٰخَرُ مُوْسٰی کَلَّمَہُ اللّٰہُ تَکْلِیْمًا۔ وَاٰخَرُ وَعِیْسٰی کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ۔ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ وَخَرَجَ عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَعَجَبَکُمْ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ۔ مُوْسٰی نَجِیُّ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ۔ وَعِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ۔ وَاٰدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ وَھُوَ کَذٰلِکَ۔ اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَتَحْتَہٗ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حِلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْھَا وَمَعِیْ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ۔

(1)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز بعض صحابہ کرام ایک جگہ بیٹھے تھے حضور اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو جہاں صحابہ بیٹھے تھے اس کے قریب پہنچ کر کھڑے ہوگئے۔ سنا کہ صحابہ

1۔ ترمذی شریف

آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔ کسی نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ کسی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ کچھ دیر حضور خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے رہے پھر ان کے پاس تشریف لائے اور اپنے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے اور تمہاری حیرت و استعجاب کا بھی اندازہ کیا ہے۔ تم نے کہا ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں۔ بیشک وہ اس کے خلیل ہیں۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم کو چنا بیشک یہ صحیح ہے، لیکن کان کھول کر سن لو۔ میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہہ رہا قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں نے اٹھایا ہو گا، آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء اس کے سائے میں ہوں گے۔ میں یہ فخریہ نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔ میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے جنت کے کنڈے کو میں جنبش دوں گا، اللہ تعالیٰ میرے لئے جنت کے دروازے کو کھولے گا، پھر مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ میری امت کے فقراء کا ایک جم غفیر ہو گا۔ یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تمام پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ مکرم و محترم ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کر رہا بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں۔"

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَ اَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَیِسُوْا۔ اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ۔ اَنَا

أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي يَطُوفُ عَلَيَّ أَلْفُ خَادِمٍ كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ أَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُورٌ۔ (1)

"حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے میں مرقد انور سے باہر نکلوں گا۔ جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کیلئے جائیں گے میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب وہ مہر بلب ہوں گے میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب انہیں روک دیا جائے گا میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے میں ان کو مغفرت کی خوشخبری سناؤں گا۔ ساری عزتیں اور سارے خزانوں کی کنجیاں قیامت کے روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اللہ کی بارگاہ میں تمام اولاد آدم سے میں معزز و مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم میری خدمت کیلئے جنت میں دست بستہ حاضر ہوں گے۔ وہ اتنے خوبصورت ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے انڈے ہوں یا بکھرے ہوئے موتی ہوں۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَأُكْسَى حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي۔ (2)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: حضور نے فرمایا سب سے پہلے میری قبر شریف کھلے گی اور میں باہر آؤں گا۔ مجھے جنت کی پوشاکوں سے ایک خلعت پہنائی جائے گی۔ پھر میں عرش الٰہی کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ میرے علاوہ کسی کو اس مقام پر کھڑا ہونے کا شرف نصیب نہیں ہو گا۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

1۔ ترمذی شریف
2۔ ایضاً

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّقْضِیَ بَیْنَ خَلْقِہٖ نَادٰی مُنَادٍ اَیْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتُہٗ فَاَقُوْمُ وَ تَتْبَعُنِیْ اُمَّتِیْ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الطُّھُوْرِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ وَ اَوَّلُ مَنْ یُّحَاسَبُ وَتَفَرَّجُ لَنَا الْاُمَمُ مِنْ طَرِیْقِنَا وَتَقُوْلُ الْاُمَمُ کَادَتْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ اَنْ تَکُوْنَ اَنْبِیَآءَ کُلُّھَا۔ (1)

"حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی کرنے والا بلند آواز سے اعلان کرے گا: کہاں ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ اور کہاں ہے ان کی امت۔ میں کھڑا ہو جاؤں گا، میری امت میرے پیچھے پیچھے ہو گی، ان کی پیشانیاں اور ان کے پاؤں وضو کے اثر سے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں اور ہمارا سب سے پہلے حساب ہو گا۔ اور امتوں کو حکم ہو گا کہ وہ ہمارا راستہ خالی کر دیں۔ میری اور میرے غلاموں کی یہ عزت افزائی دیکھ کر ساری امتیں حیران و ششدر ہو جائیں گی اور کہیں گی یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارے انبیاء ہیں۔"

عَنْ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ۔ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُکْرًا لِرَبِّیْ ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ وَ سَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ وَسَاَلْتُ رَبِّیْ فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ۔

1۔ سنن ابی داؤد

"حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب کریم سے سوال کیا اور اپنی امت کی شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کا تیسرا حصہ مجھے عطا فرمایا۔ میں اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرنے کیلئے سر بسجود ہو گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر رب کریم کی بارگاہ میں اپنی امت کی بخشش کیلئے التجا اور شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی امت کا دوسرا تہائی حصہ عطا فرمایا۔ اپنے کریم رب کے لطف عمیم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر کچھ دیر کیلئے سر کو اٹھایا، پھر اپنی امت کی بخشش کیلئے التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرماتے ہوئے وہ آخری تہائی بھی مجھے عطا فرمائی۔ میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔"

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ هَبَطَ جِبْرَئِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ - اِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا - فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا - وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ - وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا - (1)

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز جبرئیل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی بیشک آپ کا رب فرماتا ہے اگرچہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے لیکن آپ کو میں نے اپنا حبیب بنایا ہے میں نے آج تک کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو آپ سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے دنیا اور اس کے رہنے والوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ میں آپ کی کرامت اور آپ کے درجہ رفیعہ سے ان کو آگاہ کروں۔ اگر آپ کی ذات نہ ہوتی تو میں دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔"

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 1

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی الصحیح میں حضرت ابو زید عمرو بن اخطب سے ایک جامع حدیث روایت کرتے ہیں اس کا متن ہدیہ قارئین ہے۔

قَالَ (اَبُوْزَیْدٍ) صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ وَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ. وَ اَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ وَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (1)

"ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور منبر سے نیچے تشریف لائے اور ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اس کے بعد پھر حضور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور منبر سے تشریف لائے اور ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر حضور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور نے اپنے اس مفصل اور طویل خطبہ میں، جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے، اس کے بارے میں ہمیں خبردار کیا۔ جتنا زیادہ کسی کو وہ خطبہ یاد ہے اتنا ہی وہ سب سے بڑا عالم ہے۔"

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔ (2)

1۔ مسلم شریف، جلد 2، صفحہ 390

2۔ مشکوٰۃ شریف، صفحہ 5-6

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ایک روز سرکار دو عالم ﷺ ایک جگہ قیام فرما ہوئے (اور خطبہ ارشاد فرمایا) اس میں ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک جب اہل جنت اپنی منزلوں میں فروکش ہوں گے اور دوزخی جہنم میں آگ میں جل رہے ہوں گے ہمیں تمام حالات کی خبر دی۔ یاد رکھا ان ارشادات نبوت کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا انہیں جس نے بھلا دیا۔"

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی، بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملاء اعلیٰ کے مکین کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔"

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعتہ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینہا بود۔ عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں

"پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں) کہ اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی وکلی مجھے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔"

علامہ علی القاری علیہ الرحمتہ اپنی کتاب المرقاۃ شرح مشکوۃ میں پہلے اس حدیث پاک کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعُ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا ..... وَالْاَرْضُ هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ وَجَمِیْعُ مَا فِی الْاَرْضِ السَّبْعِ وَمَا تَحْتَهَا ..... یَعْنِیْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَرٰی اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَشَفَ لَهٗ ذٰلِكَ وَفَتَحَ عَلَیَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ۔ (1)

”علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا۔ اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

وَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ قَدْ وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ۔ (2)

”اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ اور دست قدرت کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پس ہر چیز میرے لئے واضح ہو گئی اور ان کو میں نے پہچان لیا۔“

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سنئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہوا تو بفضلہ تعالیٰ یقیناً تسلی

1۔ المرقاۃ، جلد 1، صفحہ 463

2۔ ترمذی شریف، تفسیر سورہ ص

ہو جائے گی۔

رواہ احمد والترمذی۔ وقال حسن صحیح وسالت محمد بن اسمعیل البخاری من ھذا الحدیث فقال ھذا حدیث صحیح (1)

"اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا توانہوں نے فرمایایہ حدیث صحیح ہے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی پیاری حدیث روایت کی ہے اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ انہیں حبیب کریم ﷺ کی بے عدیل فصاحت وبلاغت پر مطلع ہونے کے ساتھ ساتھ ان جذبات عبدیت پر بھی آگاہی حاصل ہو جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور محبوب بندے کے دل میں اپنے خالق و مالک کے بارے میں موجزن رہتے تھے۔

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد حتی یسمعھم الداعی و ینفذھم البصر حفاۃ عراۃ کما خلقوا سکوتا لا تکلم نفس الا باذنہ۔

"اللہ تعالیٰ روز قیامت سب لوگوں کو ایک وسیع میدان میں جمع فرمائے گا حتیٰ کہ وہ بلانے والے کی آواز کو سن سکیں گے اور نگاہ ان سے پار ہو سکے گی۔ وہ پاؤں سے ننگے اور عریاں ہوں گے جس طرح وہ جب ماں کے شکم سے باہر آئے تھے تو عریاں تھے۔ سب پر سکتہ طاری ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص لب کشائی کی جرات نہیں کر سکے گا۔"

اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ندا فرمائے گا۔ یا محمد پیکر عجز و نیاز محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ان کلمات طیبات سے اپنی بندگی کا اظہار فرمائیں گے۔

لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والشر لیس الیک و المھتدی من ھدیت وعبدک بین یدیک ولک والیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک۔ تبارکت وتعالیت سبحٰنک

1۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ، صفحہ 72-71

رَبَّ الْبَيْتِ۔ (1)

محبت و نیاز کے جذبات سے معمور، دل میں اتر جانے والے ان پیارے پیارے کلمات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو یا محمد کہہ کر ندا فرمائیں گے تو حضور جواباً عرض کریں گے۔

"اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ ساری سعادتیں تیرے دست قدرت میں ہیں، ساری بھلائیاں تیرے قبضہ میں ہیں، شر کا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہدایت یافتہ وہی ہوتا ہے جسے تو ہدایت دے۔ تیرا یہ بندہ دست بستہ تیرے سامنے حاضر ہے۔ میں تیرا ہوں اور میرے سارے معاملات تیرے سپرد ہیں۔ میرے لئے کوئی پناہ گاہ اور نجات کی جگہ نہیں ہے سوا تیرے۔ تو بڑی برکتوں والا ہے بڑی اونچی شان والا ہے۔ اے خانہ کعبہ کے پروردگار! تو ہر عیب سے پاک ہے۔"

کوثر و سلسبیل سے دھلے ہوئے یہ کلمات طیبات ارشاد فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ ہے وہ مقام محمود، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کیا ہے۔

قاضی عیاض نے بیہقی اور النسائی سے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

شفاعت کی مفصل حدیث

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیحین میں حدیث شفاعت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بالتفصیل بیان کیا ہے جس کا مطالعہ ہم جیسے خطاکاروں اور گناہ گاروں کیلئے باعث صد طمانیت ہے۔ اس لئے اس حدیث مبارک کو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

"جب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے تو سورج ان کے سروں کے بالکل نزدیک ہوگا۔ لوگ ناقابل برداشت غم و اندوہ میں مبتلا ہوں گے۔ طویل انتظار کے بعد ان کو یارائے صبر نہ رہے گا۔ وہ آپس میں

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 292

مشورہ کریں گے اور کہیں گے کہ کیا تم کسی ایسی ہستی کے پاس نہیں چلتے جو تمہارے لئے خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں شفاعت کرے۔ چنانچہ وہ سب ابو الانبیاء آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور یوں عرض گزار ہوں گے۔"

اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ ۔اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ۔

"آپ آدم ہیں، ساری نوع انسانی کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی۔ پھر آپ کو جنت میں بسایا۔ تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ اے بڑی شان والے ہمارے پدر بزرگوار! ازراہ عنایت ہمارے لئے بارگاہ رب العزت میں شفاعت کیجئے تاکہ اس تکلیف دہ موقف سے ہمیں رہائی نصیب ہو۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس کرب و غم میں مبتلا ہیں۔

آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج بہت غضبناک ہے۔ وہ اس سے پہلے اتنا غضبناک کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد وہ کبھی اتنا غضبناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا، میں نافرمانی کر بیٹھا۔ نفسی نفسی اذھبوا الی غیری یعنی مجھے تو آج اپنی فکر ہے مجھے تو آج اپنی فکر ہے شفاعت کی التجا کرنے کیلئے کسی اور کے پاس جاؤ۔"

پھر ساری مخلوق نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کریں گے۔

اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا

اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ اَلَا تَرٰی مَا بَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ

"اے نوح علیہ السلام! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبداً شکوراً (شکر گزار بندہ) کا لقب ارزانی فرمایا ہے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ کیا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت نہیں کریں گے؟"

حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے۔

"آج میرا پروردگار از حد غضبناک ہے، اتنا غضبناک نہ وہ کبھی پہلے ہوا تھا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا۔ نفسی نفسی: مجھے تو آج اپنی ذات کی فکر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک دعا مانگنے کا حق دیا تھا جو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ میں نے اپنا یہ حق استعمال کر لیا ہے اور اپنی قوم کی بربادی کی دعا مانگی ہے۔ اب میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کیلئے لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔

پھر ساری مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ اور بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ اَنْتَ نَبی اللہ وخلیلہ من اهل الارض اشفع لنا الی ربك الاتری مانحن فیہ "آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام اہل زمین میں سے اللہ کے خلیل ہیں۔ ازراہ نوازش اپنے خداوند کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔"

حضرت سیدنا ابراہیم بھی وہی جواب دیں گے کہ آج میرا رب از حد غضبناک ہے۔ میں تمہارے لئے شفاعت نہیں کر سکتا مجھے تو آج اپنی جان کی فکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات جیسی کتاب

مرحمت فرمائی ہے اور اس کو قریب بلا کر اس سے سرگوشی کی ہے۔
ساری مخلوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عرضداشت بصد ادب پیش کرے گی۔آپ بھی معذرت کریں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔

پس سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت زار بیان کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ بارگاہ الٰہی میں وہ ان کی شفاعت کریں۔

آپ بھی معذرت فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی پریشان حال اور غم و اندوہ سے نڈھال مخلوق کو ایک ایسے کریم اور محبوب کا پتہ بتائیں گے جس کے دروازے پر آنے والا کوئی سائل کبھی محروم نہیں لوٹتا۔ آپ انہیں کہیں گے کہ محمد عربی کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر یہ فریاد کرو۔ کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ساری مخلوق در در کی ٹھوکریں کھانے اور ہر دروازہ سے مایوس ہونے کے بعد میرے پاس آکر فریاد کرے گی۔ تو میں انہیں جواب دوں گا۔

آنا لہا آنا لہا ہاں مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کروں یعنی اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

کہ میں وہاں سے چل کر عرش الٰہی کے پاس حاضر ہوں گا اور اپنے رب سے شفاعت کرنے کی اجازت طلب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ جب میں اپنے کریم پروردگار کو عرش عظیم پر جلوہ فرما دیکھوں گا تو سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ مجھے شرح صدر کی نعمت مرحمت فرمائے گا اور میں اس کے ایسے محامد بیان کروں گا

اور اس کی ایسی ثنا و ستائش کروں گا کہ آج تک اس طرح میں حمد و ثنا نہیں کر سکا تھا۔ میں دیر تک سجدہ ریز ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ. سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

"اے میرے محبوب! اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھاؤ اور مانگو جو تم مانگو گے میں عطا کروں گا۔ آپ شفاعت کریں جس کی آپ شفاعت کریں گے اس کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول ہو گی۔"

یہ مژدہ جانفزا سن کر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔

يَا رَبِّ أُمَّتِيْ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ : اے میرے پروردگار میری امت پر رحم فرما اور اس کو نجات دے۔ اے میرے پروردگار میری امت پر رحم فرما اور ان کو نجات دے۔ میرا پروردگار مجھے فرمائے گا۔

أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔

"جنت کے دروازوں سے دائیں جانب کے دروازے سے اپنے ان امتیوں کو داخل کرو جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

اور جنت کے دوسرے دروازوں سے بھی آپ کی امت جنت میں داخل ہو گی۔"

حضرت انس سے اس سلسلے میں یہ الفاظ مروی ہیں۔

ثُمَّ أَخِرُّ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ وَ يُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ وَانْطَلِقْ وَافْعَلْ۔

"میں پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں سربسجود ہو جاؤں گا۔ مجھے کہا جائے گا اے میرے حبیب اپنا سر مبارک اٹھاؤ تم جو عرض کرو گے میں سنوں گا۔ تم جس کی شفاعت کرو گے میں شفاعت قبول کروں گا۔ آپ جو

مانگیں گے وہ ضرور آپ کو دیا جائے گا۔ اس اذن عام کے بعد میں عرض
کروں گا، اے میرے پروردگار میری امت کو بخش دے۔"

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے یہ جواب ملے گا۔

آپ تشریف لے جائیے اور آپ کے جس امتی کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جائیے۔

حسب ارشاد میں جاؤں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جن کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا ان کو بھڑکتے ہوئے جہنم سے نکال کر فردوس بریں کی بہاروں میں داخل کرادوں گا۔

پھر لوٹ کر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا۔ پھر اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر مجھے فرمائیں گے۔ اے حبیب! اب عجز و نیاز کی انتہا ہو چکی اب سجدہ سے سر مبارک اٹھائیے تم مانگتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا۔ تم کہتے جاؤ میں سنتا جاؤں گا۔ تم سفارش کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔

پھر ارشاد ہو گا ہر وہ شخص جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے اس کو نکال کر جنت میں پہنچاؤ چنانچہ میں اپنے تمام امتیوں کو جن کے دلوں میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو گا ان کو فردوس بریں میں پہنچادوں گا۔

تیسری مرتبہ پھر یہی صورت حال ہو گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى اَدْنٰى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ
خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

اے میرے محبوب! جس تیرے غلام کے دل میں رائی کے دانے سے
بھی کم بہت کم بہت کم ایمان ہے اس کو بھی جہنم سے نکال کر جنت میں
پہنچادیں چنانچہ میں ایسا ہی کروں گا۔"

چوتھی مرتبہ پھر عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم کی شان رفیع کا مالک اللہ کا رسول اور ہمارا آقا پھر سجدہ ریز ہو گا۔ اپنی عاجزانہ التجاؤں سے رحمت الٰہی کو پھر اپنی طرف ملتفت کرے گا۔ پھر ارشاد ربانی یوں سامع نواز ہو گا۔

اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ سَلْ تُعْطَهْ

"اے میرے حبیب! اپنا سر مبارک اٹھاؤ: تم کہتے جاؤ میں سنتا جاؤں گا۔ تم شفاعت کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔ تم مانگتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا۔"

حضور فرماتے ہیں میں چوتھی بار یہ عرض کروں گا۔

یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

"اے میرے پروردگار مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ ہر اس شخص کو جنت میں پہنچاؤں جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے حبیب! یہ میرا کام ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم، اپنی کبریائی کی قسم، اپنی عظمت کی قسم، اپنے جبر و قہر کی قسم! میں ہر اس شخص کو آتش جہنم سے نکال لوں گا جس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (1)

یہ حدیث شفاعت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بالتفصیل مذکور ہے۔ میں نے یہ حدیث الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض کی جلد اول مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت سے نقل کی ہے۔

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ جب لوگ بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کیلئے التجا کریں گے تو پل صراط کو بچھا دیا جائے گا۔ حضور کی شفاعت سے جن کو نجات مل جائے گی وہ اس پل سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔ بعض لوگ بجلی کی تیزی سے گزریں گے۔ بعض ہوا کی رفتار سے گزریں گے اور بعض پرندوں کی طرح پرواز کرتے گزریں گے۔ حضرت حذیفہ آخر میں فرماتے ہیں۔

وَنَبِیُّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَی الصِّرَاطِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰی یَجْتَازَ النَّاسُ

"جب حضور ﷺ کی شفاعت سے نجات پانے والے لوگ اس پل صراط سے گزر رہے ہوں گے تو سرور عالم ﷺ اس پل کے قریب کھڑے ہوئے التجا کر رہے ہوں گے۔ اے میرے اللہ! میرے امتیوں کو اس نازک مرحلہ سے سلامتی سے گزارنا۔"

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 99-289

کیا شان رحمتہ للعالمینی ہے، اس محبوب رب العالمین کی کہ دنیا میں بھی اپنے امتیوں کی بخشش اور نجات کیلئے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے اور قیامت کے دن بھی کبھی مقام محمود پر سرفراز ہو کر اور کبھی پل صراط کے قریب کھڑے ہو کر ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ
وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کی اجازت دی گئی جس کی قبولیت کا رب العالمین نے وعدہ کیا۔ سب انبیاء نے اپنی اس مخصوص دعا کو اس دنیا میں مانگ لیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اس مقبول دعا کو چھپا رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن میں اس دعا کو امت کی شفاعت کیلئے مانگوں۔"

سید الانبیاء والمرسلین کے اسماء مبارکہ

جب کوئی شخص جمال و کمال کی اداؤں کا مرقع زیبا بن کر ظاہر ہوتا ہے تو وہ لوگوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بن جاتا ہے اور اس کی صفات حمیدہ کے باعث مختلف ناموں سے اسے موسوم کیا جاتا ہے۔ جتنی کسی شخصیت میں محبوبیت ہو گی اتنے ہی اس کے نام کثیر تعداد میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم سے زیادہ کسی کو حسین و جمیل نہیں بنایا۔ کسی کو ان مقامات رفیعہ پر فائز نہیں کیا جہاں اللہ کے محبوب کا طائر ہمت آشیاں بند ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ اپنے بے شمار ناموں سے موسوم ہوئے۔

ہم قارئین کی خدمت میں ان پیارے پیارے ناموں کا ذکر کرتے ہیں جن سے یا تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو موسوم فرمایا۔ یا رحمت عالم ﷺ نے ان اسرار سے پردہ اٹھایا، یا جو مقبولان بارگاہ خداوندی کی زبان سے ادا ہوئے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ
أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ

وَاَنَا الْحَاشِرُ وَاَنَا الْعَاقِبُ۔ (1)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پانچ نام ہیں۔ (1) میں محمد ہوں۔ (2) میں احمد ہوں (3) میں الماحی ہوں میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ (4) میں الحاشر ہوں۔ یعنی میں سب سے پہلے قبر انور سے نکلوں گا اور لوگ میرے بعد قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ (5) میں العاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد آنے والا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اپنے حبیب کو ان دوناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح: 29) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الآیۃ۔ (الاحزاب: 60) يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف: 6)

اللہ تعالیٰ نے جن ناموں سے اپنے محبوب کو مشرف فرمایا ہے یہ حضور کے نام بھی ہیں اور ان میں حضور ﷺ کی مدح وثنا بھی ہے اور ان میں اظہار تشکر بھی ہے۔

اَحْمَدُ اور مُحَمَّدٌ کا مادہ حَمَد ہے۔ احمد کا وزن اَفْعَلُ ہے۔ یہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اپنے رب کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔ حمد کی صفت حضور ﷺ کی ذات میں پایہ تکمیل تک پہنچی ہوئی ہے۔ مُحَمَّدٌ ﷺ کا وزن مُفَعَّلٌ ہے یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور کثرت حمد پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی جس کی سب سے زیادہ حمد کی گئی ہو۔ یعنی نبی اکرم ﷺ جن لوگوں کی حمد کی گئی ان سب سے جلیل القدر اور عظیم الشان ہیں نیز احمد سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ احمد المحمودین ہیں اور احمد الحامدین ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی حمد و ستائش کی گئی ہے ان سب میں سے حضور اپنے رب کی زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ روز قیامت حضور کو لواء الحمد عطا کیا جائے گا جس سے حضور کی صفت حمد کی تکمیل ہوگی۔ میدان حشر میں حضور صاحب لواء الحمد کے نام سے مشہور ہوں گے۔

شفاء شریف کے محشی علی محمد البجاوی لواء الحمد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَمَعْنَى لِوَآءِ الْحَمْدِ اَنَّهٗ لِوَآءٌ يَتْبَعُهٗ كُلُّ حَامِدٍ وَمَحْمُوْدٍ

"یہ وہ جھنڈا ہے جس کی ہر حامد اور محمود پیروی کرے گا۔"

نیز روز محشر اللہ تعالیٰ حضور کو مقام محمود پر فائز کرے گا جس کا وعدہ اس کریم پروردگار نے اپنے اطاعت گزار بندے سے کیا تھا۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

1۔ "الشفاء"، جلد 1، جلد 1، صفحہ 8-306

"اے حبیب آپ کا رب یقیناً آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ اس مقام رفیع پر جلوہ فرما ہوں گے اور سب کیلئے شفاعت کریں گے تو اس وقت اگلے اور پچھلے سب انسان حضور ﷺ کی ثناگستری میں رطب اللسان ہوں گے جس کے صدقے انہیں حشر کی گھٹن سے نجات ملی۔ جس کی شفاعت سے ان کے گناہ بخشے گئے اور جس کی شفاعت سے ان کے لئے جنت الفردوس کے دروازے کھول دیئے گئے نیز اسی روز اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو شرح صدر کی نعمت سے مالامال فرمائے گا اور اس شرح صدر کی برکت سے اللہ کا محبوب بندہ اپنے رب کریم کی حمد و ثنا میں ایسے ایسے پھول کھلائے گا جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر موجزن ہو گا اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہوں گی۔

انبیاء سابقین کی کتب میں حضور کی امت کو حمادین کے لقب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ان امور کے باعث اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو محمد اور احمد کے اسماء جلیلہ سے موسوم فرمایا ہے۔

ان اسماء میں اگر غور کیا جائے تو عجیب و غریب خصوصیات آشکارا ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کے عصر مبارک سے پہلے اہل عرب میں سے کسی باپ نے اپنے کسی بچے کا نام احمد نہیں رکھا تھا لیکن انبیاء سابقین نے حضور کا یہ نام لے کر بشارتیں دی گئی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے کسی کو یہ توفیق نہیں دی کہ وہ اپنے کسی بچے کا نام احمد رکھے تاکہ ایسے بچے کا وجود کسی اشتباہ کا باعث نہ ہو۔ اور کوئی شخص اس لئے گمراہ نہ ہو جائے کہ قرآن میں آنے والے نبی کا نام احمد ہے اور اس کا نام بھی احمد ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

اسی طرح محمد بھی اہل عرب میں حضور کی ولادت سے پہلے کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ البتہ جب حضور کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا تو تمام قبائل و شعوب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے اور اس نبی کا نام محمد ہو گا اس لئے بعض لوگوں نے اس وجہ سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شائد اس کا بیٹا وہ خوش نصیب ہو جس کے سر پر عنقریب نبوت کا تاج سجایا جانے والا ہے۔ اس کے باوجود صرف چھ آدمی ایسے ملتے ہیں جن کا نام ان کے والدین نے محمد رکھا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

محمد بن احیحہ۔ محمد بن مسلمہ الانصاری۔ محمد بن براء البکری۔ محمد بن سفیان بن مجاشع۔

محمد بن عمران الجعفی۔ محمد بن خزاعی السلمی۔(1)

اور کوئی ساتواں لڑکا ایسا نہیں جس کا نام محمد ہو۔

نام کی مشابہت سے جس اشتباہ کا امکان تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کالعدم کر دیا کہ ان چھ آدمیوں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی اور شخص نے ان میں سے کسی کو نبی کہا۔

حضور کا تیسرا اسم مبارک اَلْمَاحِیْ ہے اس کا معنی ہے مٹانے والا۔

حضور ﷺ کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اَلَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰهُ بِیَ الْكُفْرَ حضور ﷺ کی تبلیغ اور جد وجہد سے کفر کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

مکہ مکرمہ اور جزیرہ عرب کے اطراف واکناف سے کفر وشرک کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔

حدیث پاک میں اس کی تفسیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

اَلَّذِیْ مُحِیَتْ بِهٖ سَیِّئَاتُ مَنِ اتَّبَعَهٗ

"یعنی جو حضور ﷺ کے پیروکار ہوں گے یہ نبی مکرم ان کی ساری بدکاریوں کو مٹا کر رکھ دے گا۔"

چوتھا اسم مبارک: اَلْحَاشِرُ ہے۔ یعنی تمام لوگ حضور کی پیروی میں میدان حشر میں داور محشر کی بارگاہ میں جمع ہوں گے۔

پانچواں اسم مبارک اَلْعَاقِبُ ہے۔ یعنی سب سے پیچھے آنے والا۔ حضور ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سرور عالم ﷺ نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ

"میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

سرور عالم ﷺ نے دوسری حدیث پاک میں فرمایا جو ابو نعیم نے اپنے حلیہ میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں روایت کی ہے۔

حضور کریم نے فرمایا:

لِیْ عَشَرَةُ اَسْمَآءٍ وَذَكَرَ مِنْهَا طٰهٰ وَیٰسٓ (2)

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 313

2۔ ایضاً، صفحہ 316

"میرے دس نام ہیں ان میں سے دونام ذکر فرمائے۔ طٰہٰ و یٰسین۔"

علامہ آلوسی نے طٰہٰ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

یَا بَدْرَ سَمَاءِ عَالَمِ الْاِمْکَانِ

"اے عالم امکان کے آسمان کے ماہ تمام اور اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند۔"

اور یٰسین، کا معنی اے سید عرب و عجم کیا ہے۔ ابو بکر وراق کہتے ہیں کہ یہ مخفف ہے سید البشر کا۔

وَرَوَی النَّقَّاشُ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِیْ فِی الْقُرْاٰنِ سَبْعَةُ اَسْمَاءٍ۔ مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَيٰسٓ۔ طٰهٰ۔ اَلْمُدَّثِّرُ۔ اَلْمُزَّمِّلُ۔ عَبْدُ اللّٰهِ

"نقاش نے روایت کی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم میں میرے سات نام ہیں محمد۔ احمد۔ یٰس۔ طٰہٰ۔ المدثر۔ المزمل۔ عبداللہ۔"

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور ﷺ ہمیں اپنے یہ اسماء گرامی بتایا کرتے تھے، فرماتے:

اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّی وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ۔ نَبِیُّ الْمَلْحَمَةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ۔

"میں محمد ہوں۔ احمد ہوں۔ مقفی ہوں۔ نبی التوبہ ہوں۔ نبی الملحمہ ہوں۔ نبی الرحمتہ ہوں۔"

نبی الملحمہ کا معنی ہے جہاد وقتال کا نبی۔ نبی الرحمتہ کا معنی ہے سراپا رحمت نبی۔

ان اسماء گرامی کے علاوہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو متعدد ذیشان القابات سے یاد فرمایا ہے جو بطور اسم زبان زد خاص وعام ہیں۔ ان میں سے چند القابات جلیلہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

اَلنُّوْرُ۔ اَلسِّرَاجُ الْمُنِیْرُ۔ اَلْمُنْذِرُ۔ اَلنَّذِیْرُ۔ اَلْمُبَشِّرُ۔ اَلْبَشِیْرُ۔ اَلشَّاهِدُ۔ اَلشَّهِیْدُ۔ اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ اَلرَّؤُفُ۔

اَلرَّحِیْمُ - اَلْاَمِیْنُ - قَدَمَ صِدْقٍ - رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ -
نِعْمَةُ اللهِ - اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰی - اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ - اَلنَّجْمُ
الثَّاقِبُ - اَلْکَرِیْمُ - اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ - دَاعِیَ اللهِ - (دَاعِیْ اِلَی اللهِ)

بعض اسماء گرامی جو احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اَلْمُصْطَفٰی - اَلْمُجْتَبٰی - اَبُوالْقَاسِمِ - اَلْحَبِیْبُ رَسُوْلُ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - اَلشَّفِیْعُ - اَلْمُشَفَّعُ - اَلْمُتَّقِیْ - اَلْمُصْلِحُ
اَلطَّاهِرُ - اَلْمُهَیْمِنُ - اَلصَّادِقُ - اَلْمَصْدُوْقُ - اَلْهَادِیْ
سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ - سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ - اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ - قَائِدُ
الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ - حَبِیْبُ اللهِ - خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ - صَاحِبُ الْحَوْضِ
الْمَوْرُوْدِ - صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ - صَاحِبُ
الْوَسِیْلَةِ وَالْفَضِیْلَةِ وَالدَّرَجَةِ الرَّفِیْعَةِ - صَاحِبُ التَّاجِ
وَالْمِعْرَاجِ وَاللِّوَآءِ وَالْقَضِیْبِ - رَاکِبُ الْبُرَاقِ وَالنَّاقَةِ
وَالنَّجِیْبِ - صَاحِبُ الْحُجَّةِ وَالسُّلْطَانِ الْخَاتَمُ - اَلْعَلَامَةُ -
اَلْبُرْهَانُ - صَاحِبُ الْهِرَاوَةِ وَالنَّعْلَیْنِ -

انبیاء سابقین پر جو آسمانی کتب نازل کی گئیں ان میں محبوب رب العالمین ﷺ کو ان اسماء گرامی سے یاد کیا گیا۔

اَلْمُتَوَکِّلُ - اَلْمُخْتَارُ - (تورات میں) مُقِیْمُ السُّنَّةِ (تورات و زبور میں)
اَلْمُقَدَّسُ - رُوْحُ الْحَقِّ انجیل میں۔ (انجیل میں حضور ﷺ کا اسم مبارک اَلْبَارْقَلِیْطُ مذکور ہے اس کا معنی ہے حق و باطل میں تفریق کرنے والا) مَاذْمَاذْ اس کا معنی طیب و پاکیزہ ہے۔ حَمْطَایَا - خَاتَم - سریانی زبان میں حضور ﷺ کا اسم مبارک مُشَفَّعٌ اور اَلْمُنْحَمَنَّا ہے تورات میں اُحَیْد نام نامی بھی مذکور ہے۔" (1)

مشکل الفاظ کی تشریح:

قَضِیْبٌ: لوہے کی تلوار۔ اَلنَّجِیْبُ اونٹ۔ هَرَاوَةٌ عصا۔ حَمْطَایَا محرمات جن کا زمانہ جاہلیت

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 321

میں رواج تھا ان سے منع کرنے والا۔ اَلْبَار قَلِیط۔ حق و باطل میں امتیاز کرنے والا۔ اَلْخَاتَمُ۔ اَلْمُشَفَّعُ اس کا معنی محمد ﷺ۔ اَلْمُنْحَمَنَّا۔۔ اس کا معنی محمد۔ اَلتَّاجُ سے مراد عمامہ۔ اس وقت صرف اہل عرب ہی سر پر دستار باندھا کرتے تھے چنانچہ کہا گیا اَلْعَمَآئِمُ تِیجَانُ الْعَرَبِ۔ عمامے اہل عرب کے تاج ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کے اوصاف گرامی۔ القاب جلیلہ اور خصائص حمیدہ کثیر تعداد میں کتب تاریخ و سیرت میں مرقوم ہیں۔ ان میں سے ان چند اسماء والقاب کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ناموں کی برکات سے اور یہ نام لینے والوں کی توجہات سے دارین میں سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے۔

کنیت: حضور کی جو کنیت زبان زد خاص و عام تھی وہ اَبُوالْقَاسِمِ ہے۔ حضور کے فرزند حضرت ابراہیم جب تولد ہوئے تو جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا اِبْرَاهِيْمَ سے حضور کو مخاطب کیا۔

اللہ تعالیٰ کے وہ اسمائے گرامی جن سے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو موسوم فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی	حضور کے اسماء گرامی
اَلرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ	لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○
اَلْحَقُّ الْمُبِيْنُ	قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ یہاں حق سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے
اَلنُّوْرُ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم النور ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے

اس کا مفہوم بیان کیا گیا ہے اَیْ خَالِقُہٗ اَوْ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْاَنْوَارِ وَمُنَوِّرُ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْھِدَایَۃِ۔
اللہ زمین و آسمان کا نور ہے یعنی اس کا خالق ہے یا زمین و آسمان کو روشن کرنے والا ہے یا ہدایت کے نور سے مسلمانوں کے دلوں کو روشن کرنے والا ہے۔

اَلشَّھِیْدُ
اس کا معنی ہے کائنات کی ہر چیز کو جاننے والا

وَیَکُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا یہاں شہید سے مراد سرورِ عالم کی ذات اقدس ہے

اَلْکَرِیْمُ

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ یہاں کریم سے مراد حضور کی ذات ہے حدیث پاک میں ہے اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ میں تمام اولاد آدم سے زیادہ مکرم ہوں۔

اَلْجَبَّارُ

زبور میں حضور کو اس نام سے مخاطب کیا گیا تَقَلَّدْ اَیُّھَا الْجَبَّارُ سَیْفَکَ فَاِنَّ نَامُوْسَکَ وَشَرَائِعَکَ مَقْرُوْنَۃٌ بِھَیْبَۃِ یَمِیْنِکَ۔ آپ تلوار کو اپنے گلے میں ڈال لیں کیونکہ آپ کی وحی اور شریعت کی عزت آپ کے دست مبارک سے قائم ہے۔

اَلْخَبِیْرُ

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا یہاں خبیر سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے

اَلشَّکُوْرُ
اس کا معنی ہے اَلْمُثِیْبُ عَلَی الْعَمَلِ الْقَلِیْلِ وَقِیْلَ الْمُثْنِیْ عَلَی الْمُطِیْعِیْنَ تھوڑے سے نیک عمل کر ثواب جزیل دینے

ارشاد نبوی ہے
اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا
کیا میں اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندوں سے نہ بنوں۔

والا اور اطاعت گذاروں کی ثناء کرنے والا

اَلْاَوَّلُ - اَلْاٰخِرُ

کُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِیَآءِ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ۔ تمام انبیاء سے پہلے میری تخلیق کی گئی اور تمام انبیاء کے بعد مجھے مبعوث کیا گیا۔

اَلْوَلِیُّ - اَلْمَوْلٰی

ان کا معنی ہے اَلنَّاصِرُ مددگار یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہیں۔

یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی عطا فرمائے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ[1] بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

حدیث پاک میں ہے اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ میں ہر مومن کا مددگار ہوں۔

ان اسماء کے علاوہ اور بھی اسماء حسنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں اور نبی رحمت ﷺ پر بھی ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں الشفا للقاضی عیاض جلد اول صفحہ 323 تا 336 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت۔

ایک شبہ کا ازالہ

میں نے آپ کے سامنے ان اسماء کا ذکر کیا ہے جو درحقیقت تو اللہ رب العزت کی صفات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ان ناموں سے اپنے محبوب کو موصوف کر کے اپنے حبیب کی رفعت شان کا اظہار فرمایا۔ اسی کی طرف شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

وَشَقَّ لَہٗ مِنِ اسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٗ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان کو اعلیٰ وارفع کرنے کیلئے اپنے نام سے اپنے محبوب کا نام مشتق کیا ہے جو عرش کا مالک ہے وہ محمود ہے اور جو اللہ کا محبوب ہے وہ محمد ہے۔"

1۔ سورۃ المائدہ: 55

ان دونوں اسماء کا مادہ اشتقاق ایک ہے یعنی حمد

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے ازالہ کے لئے علامہ قاضی عیاض نے ایک خصوصی فصل قلم بند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''یہ شبہ صرف ان لوگوں کو پریشان کرتا ہے جن کے ذہن کمزور ہوں۔ جن کے دل بیمار ہوں اور فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کی کیفیت سے دوچار ہوں۔ ذہین اور دانشمند آدمی جو دل کی بیماری سے محفوظ ہو اس کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ کسی ذہنی خلش سے اس کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔''

وہ شبہ جو صرف کند ذہن لوگوں اور مریض دلوں کے مالکوں کو پریشان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب محمد رسول اللہ ﷺ باوجود مراتب عالیہ اور مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کے عبد ہے اور حادث ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حادث اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ سے متصف ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر یہ شرک نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔

اس شبہ کو دور کرنے کیلئے حضرت قاضی عیاض نے بڑی مختصر اور ایمان افروز بحث تحریر کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ اس بحث کو آسان سے آسان اسلوب میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں تاکہ ہر شخص اپنی ذہنی استعداد کے مطابق اس سے پوری طرح مستفید ہو سکے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وَهُوَ اَنْ يَّعْتَقِدَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَلَّ اِسْمُهٗ فِىْ عَظَمَتِهٖ وَكِبْرِيَآئِهٖ وَمَلَكُوْتِهٖ وَحُسْنٰى اَسْمَآئِهٖ وَعُلٰى صِفَاتِهٖ لَا يُشْبِهُ شَيْئًا مِّنْ مَخْلُوْقَاتِهٖ وَلَا يُشَبَّهُ بِهٖ (1)

''مومن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل اسمہ اپنی شان عظمت میں، اپنی کبریائی میں، اپنی سلطانی میں اور اپنے اسماء حسنیٰ میں اور اپنی اعلیٰ وارفع صفات میں اپنی مخلوق میں سے کسی چیز سے مشابہت نہیں رکھتا اور نہ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں مشابہت کا تصور تک کر سکتی ہے۔''

مندرجہ بالا عقیدہ ہر مومن کا پختہ عقیدہ ہے۔ اور مختلف کلمات کی تشریح و تطبیق کرتے

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 337

ہوئے اس عقیدہ کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔

کسی عبارت کا مفہوم بتاتے ہوئے متکلم کے عقیدہ کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ علماء معانی و بلاغت نے اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایک مثال بیان کی ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی الجھاؤ باقی نہیں رہتا۔ لکھتے ہیں۔

اس جملہ میں اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ النَّبَاتَ (کھیتی کو موسم بہار نے اگایا ہے) ہم دیکھیں گے کہ اس کے متکلم کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر وہ مومن ہے تو یہ جملہ حقیقی معنی پر محمول نہ ہوگا بلکہ اس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور جملہ شئون کائنات کا اس کی ذات کو فاعل حقیقی سمجھتا ہے اس لئے اس جملہ کو مجاز پر محمول کیا جائے گا کہ انبات کے فعل کی نسبت ربیع کی طرف حقیقی نہیں مجازی ہے۔ کیونکہ بہار کا ہی وہ موسم ہے جس میں خزاں کے بعد کھیتوں میں سرسبزی و شادابی ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی کسی فعل کی نسبت اس کے زمانے کی طرف کردی جاتی ہے اور وہ نسبت مجازی ہوتی ہے۔

اور اگر اس جملہ کا قائل کافر ہے تو یہ جملہ مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہوگا۔ کیونکہ اس کافر متکلم کے نزدیک موسم بہار بذات خود عالم نباتات کو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔

اس مثال سے یہ بتانا مقصود ہے کہ متکلم کے کلام کا مفہوم اور مصداق متعین کرنے کیلئے اس کے عقیدہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا۔

اب جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مومن اللہ کی ذات و صفات میں کسی مخلوق کو اس کا ہم پلہ اور مشابہ قرار نہیں دے سکتا۔ اسی طرح کوئی مخلوق کسی جہت سے بھی اپنے خالق کی ذات و صفات میں اس کی مشابہ نہیں ہو سکتی۔

اب قرآن کریم کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو اپنے حبیب کی شان رفیع کے اظہار کیلئے بیان فرمایا ہے وہاں درحقیقت کسی جہت سے، کسی پہلو سے، خالق اور اس کے بندے کے درمیان مشابہت کا واہمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مشابہت ہوگی تو فقط لفظی ہوگی، مثلاً رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے بھی ہے اور خود مولا کریم نے ان دو صفاتی ناموں سے اپنے محبوب کو بھی موصوف فرمایا ہے۔ الفاظ تو یکساں ہیں لیکن اپنے معانی کے اعتبار سے ان کے مصداق میں بعد المشرقین سے بھی زیادہ دوری ہے۔

علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

فَلَا تَشَابُہَ بَیْنَھُمَا فِی الْمَعْنَی الْحَقِیْقِی
وَکَمَا اَنَّ ذَاتَہٗ لَا تُشْبِہُ الذَّوَاتِ کَذٰلِکَ
صِفَاتُہٗ لَا تُشْبِہُ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِیْنَ (1)

"حقیقی معنی کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی مشابہت کا تصور تک بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قدیم کی صفات اور مخلوق کی صفات میں بعد المشر قین ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات دوسری حادث ذاتوں سے مشابہت نہیں رکھتی اسی طرح کوئی حادث ذات خالق قدیم کی صفات سے بھی مشابہت نہیں رکھتی۔"

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

کیونکہ مخلوق کے اعمال یا تو جلب نفع کیلئے یا دفع ضرر کیلئے ہوتے ہیں یا فاعل کے پیش نظر کوئی اور غرض ہوتی ہے۔ نیز جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو اس کے لئے اسے اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ جیسے مکان بنانے کیلئے اینٹیں لکڑی سریا سیمنٹ وغیرہ۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے جتنے افعال ہیں وہ ان اغراض سے پاک ہیں۔ نہ وہ اپنے ان افعال سے کسی نقصان سے بچنا چاہتا ہے اور نہ کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اس کے ثمرات اور اس کی حکمتیں پیش نظر ہوتی ہیں کیونکہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ "حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔"

علامہ قاضی عیاض نے اس مسئلہ کو مزید واضح کرنے کیلئے چند علماء ربانیین کی عبارات نقل کی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ مِنَ الْعُلَمَآءِ الْعَارِفِیْنَ الْمُحَقِّقِیْنَ:
اَلتَّوْحِیْدُ اِثْبَاتُ ذَاتٍ غَیْرِ مُشْبِھَۃٍ لِلذَّوَاتِ وَلَا مُعَطَّلَۃٍ
عَنِ الصِّفَاتِ۔ (2)

"جس عالم ربانی نے یہ لکھا ہے کیا خوب لکھا ہے کہ توحید اس کو کہتے ہیں

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 39-238

2۔ ایضاً

کہ کسی ایسی ذات کا اثبات جو کائنات کی کسی چیز سے کوئی مشابہت نہیں
رکھتی اور نہ وہ صفات کمال سے عاری ہوتی ہے۔"

اس نکتہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ واسطی رحمتہ اللہ نے جو بات لکھی ہے وہی ہمارا مقصود و مدعا ہے فرماتے ہیں۔

لَيْسَ كَذَاتِهٖ ذَاتٌ - وَلَا كَاسْمِهٖ اِسْمٌ - وَلَا كَفِعْلِهٖ فِعْلٌ -
وَلَا كَصِفَتِهٖ صِفَةٌ اِلَّا مِنْ جِهَةِ مُوَافَقَةِ اللَّفْظِ اللَّفْظَ -

"یعنی اس کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں اس کے اسم کی طرح کوئی
اسم نہیں۔ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل نہیں۔ اس کی صفت کی
طرح کوئی صفت نہیں۔ بجز اس کے کہ لفظ ایک جیسے ہیں۔"

لیکن وہ اپنے معانی اور مطالب و مصادیق کے اعتبار سے باہمی کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ یہی عارف ربانی اپنے اس جملہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَجَلَّتِ الذَّاتُ الْقَدِيْمَةُ اَنْ تَكُوْنَ لَهَا صِفَةٌ حَدِيْثَةٌ كَمَا
اسْتَحَالَ اَنْ تَكُوْنَ لِلذَّاتِ الْمُحْدَثَةِ صِفَةٌ قَدِيْمَةٌ -

"جو ذات قدیم ہے وہ اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کی کوئی صفت
حادث ہو جس طرح یہ امر محال ہے کہ وہ ذات جو حادث ہے وہ کسی ایسی
صفت سے موصوف ہو جو قدیم ہو۔"

یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَهٰذَا كُلُّهٗ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ رَضِيَ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ -

"ہم نے جو اوپر لکھا ہے یہ اہل حق اور اہل سنت و جماعت رضی اللہ عنہم
کا عقیدہ ہے اور یہ مذہب ہے جس پر وہ کاربند ہیں۔"

امام ابو القاسم القشیری رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے عارف کامل تھے، علامہ واسطی کے مندرجہ بالا قول کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هٰذِهِ الْحِكَايَةُ تَشْتَمِلُ عَلٰى جَوَامِعِ مَسَائِلِ التَّوْحِيْدِ -

"ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے یہ توحید کے تمام مسائل کا جامع ہے۔"

ایک اور شیخ طریقت نے اپنے مریدوں کو توحید کا درس دیتے ہوئے یہ فرمایا۔

مَا تَوَهَّمْتُمُوْهُ بِاَوْهَامِكُمْ اَوْ اَدْرَكْتُمُوْهُ بِعُقُوْلِكُمْ فَهُوَ مُحْدَثٌ مِّثْلُكُمْ۔

"ہر وہ چیز جو تمہارے وہم و گمان میں آجائے یا تم عقل و فہم سے اس کا ادراک کر لو وہ حادث اور فانی ہے وہ اللہ نہیں جو قدیم ہے۔"

ابو المعالی الجعینی جو اپنے عہد میں فقہ، اصول فقہ اور کتاب و سنت کے ماہر عالم تھے انہوں نے اپنے اس جملہ میں اس مفہوم کو مزید نکھار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مَنِ اطْمَاَنَّ اِلٰى مَوْجُوْدٍ اِنْتَهٰى اِلَيْهِ فِكْرُهٗ فَهُوَ مُشَبِّهٌ۔

"جو شخص اپنے فکر سے کسی موجود تک رسائی حاصل کرتا ہے اور پھر وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ ہے تو اس نے ٹھوکر کھائی وہ تو مُشَبِّہ ہے یعنی اس نے خالق قدیم کو مخلوق حادث کے ساتھ تشبیہ دینے کی غلطی کی ہے۔"

پھر لکھتے ہیں۔

وَمَنِ اطْمَاَنَّ اِلٰى نَفْيِ الْمَحْضِ فَهُوَ مُعَطِّلٌ۔

"جو شخص صفات کی نفی کر کے مطمئن ہو جاتا ہے وہ بھی موحد نہیں بلکہ وہ معطل ہے یعنی اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کاملہ کا انکار کیا ہے۔"

آخر میں اپنے اس کلام کا خلاصہ اس سراپا حکمت و حقیقت جملہ میں بیان فرماتے ہیں۔

وان قطع بموجود اعترف بالعجز عن درك حقيقته فهو مؤحد

"جو شخص اس ذات پر ایمان لایا جس کے بارے میں اس نے یہ اعتراف کیا کہ میری عقل و دانش اس کے فہم سے قاصر ہے تو وہ سچا مومن ہے۔"

علامہ قاضی عیاض اس جملہ کی تصویب کرتے ہیں اور اسے اس آیت کی تفسیر سمجھتے ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ان دعائیہ جملوں پر قاضی عیاض اپنی علمی تحقیقی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَالْاِثْبَاتِ وَالتَّنْزِيْهِ وَ جَنَّبَنَا طَرَفَيِ الضَّلَالَةِ وَالْغَوَايَةِ مِنَ التَّعْطِيْلِ وَالتَّشْبِيْهِ

بمنّہٖ ورحمتہٖ
(1)

"اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس توحید خالص پر ثابت قدم رکھے۔ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہیں ہم وہ ثابت کریں اور وہ صفات جو اس کے شایان شان نہیں، ہم اسے ان سے منزہ مانیں۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ افراط و تفریط دونوں گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ نہ ہم تعطیل کی گمراہی میں مبتلا ہوں اور نہ تشبیہ کی ضلالت میں گرفتار ہوں۔"

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَعُلَمَآءِ مِلَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

☆

سرور کائنات سید الانبیاء والمرسلین کو جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا

وسیلہ، درجہ رفیعہ، کوثر، فضیلہ

اِنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْٓا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ۔ وَمَنْ سَاَلَ اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ
(2)

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو کلمات وہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تم بھی انہیں اپنی زبان سے دہراتے جاؤ۔ اس کے بعد مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 340-337

2۔ ایضاً، 4-303

مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرو کہ وہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے۔ وسیلہ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے صرف ایک بندے کو مرحمت فرمایا جائے گا اور مجھے امید واثق ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لئے اس مقام وسیلہ پر فائز ہونے کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

اَلْوَسِیْلَۃُ اَعْلٰی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ

"وسیلہ جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں سے ایک درجہ کا نام ہے۔"

یہ حدیث، جسے امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اپنی اپنی صحاح اور سنن میں نقل کیا ہے، اہل سنت وجماعت اذان کے بعد اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو درود و سلام پڑھتے ہیں، اس صحیح حدیث سے اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کی فکری خطا آشکارا ہو گئی ہے۔ جو لوگ اہلسنت پر اس وجہ سے طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک وہ اذان جو حضور کے زمانے میں دی جاتی تھی وہ نامکمل تھی اب اسے یہ سنی لوگ مکمل کر رہے ہیں، اس بہتان کی لغویت بھی واضح ہو گئی کہ یہ اذان کے ساتھ اضافہ نہیں ہے جو سنیوں نے کر دیا ہے بلکہ حضور کے ارشاد کی تعمیل ہے کہ جب موذن اذان کہہ لے تو پھر مجھ پر درود پڑھا کرو اور ساتھ ہی اس درود کی فضیلت بیان کر دی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس مرتبہ اس پر درود بھیجتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا۔

بَیْنَمَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذْ عُرِضَ لِیْ نَهْرٌ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ قُلْتُ لِجِبْرَئِیْلَ مَا هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ (1)

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 304

"دریں اثنا کہ میں جنت میں سیر کر رہا تھا میرے سامنے ایک نہر پیش کی گئی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ارزانی فرمایا ہے۔"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جہاں سے یہ نہر بہہ رہی ہے اس کی زمین پر موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

اَلْكَوْثَرُ: اَلْخَيْرُ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ

"کوثر: وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم کو عطا فرمائی ہے۔"

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔

اَلنَّهْرُ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ (1)

"وہ نہر، جو جنت میں جاری ہے وہ ان خیرات میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مرحمت فرمائی ہیں۔"

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ اس دنیا اور دار آخرت میں جو مقام رفیع اللہ تعالیٰ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کو عطا فرمایا ہے اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

لیکن دیگر متعدد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ وہ انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کریں۔

علماء کرام نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیئے ہیں لیکن جامع اور مختصر جواب یہ ہے۔ مطلق تفضیل سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بلکہ ایسی فضیلت سے منع کیا گیا ہے جس سے دوسرے انبیاء کی

1۔ الشفاء، صفحہ 305

تنقیص ہوتی ہے(1) یا ان کے مقام رفیع کے بارے میں کسی کے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی شان رفیع کا عرفان عطا فرمائے اور دیگر انبیاء کرام کی تنقیص کے تصور سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

خداوند قدوس نے جملہ کمالات، کسبی ہوں یا وہبی سے اپنے محبوب کریم کو مشرف فرمایا

ہر خوبی اور ہر کمال، جس کا تعلق جسم سے ہو یا روح سے، ظاہر سے ہو یا باطن سے، دنیا سے ہو یا آخرت سے، فکر سے ہو یا عمل سے، فرد واحد سے ہو یا ساری قوم سے، زمانہ ماضی سے ہو یا حال و مستقبل سے، کسی کی جدوجہد کا نتیجہ ہو یا محض عطاء الٰہی ہو، یہ گوناگوں خوبیاں اور بوقلموں کمالات اپنی جملہ رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ ذات پاک سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ اطیب التحیۃ والثناء میں بعطائے الٰہی اپنی اکمل ترین صورت میں پائے جاتے ہیں۔

جمال و جلال محمد رسول اللہ علیہ السلام کا تذکار ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہے جس کا احاطہ انس و ملک میں سے کسی کے بس کا روگ نہیں۔

ہم بیشمار و ان گنت فضائل و کمالات احمدی میں سے چند ایسے امور بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جن کی صحت اور صداقت پر اس خیر الامم کے علماء نے مہر تصدیق ثبت کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کے حبیب کے شمائل کے ذکر سے اس ناچیز کی دنیا و آخرت بھی سنور جائے گی اور اس کے قارئین کے دلوں میں بھی اس کے حبیب مکرم علیہ السلام کی عظمت اور محبت کے چراغ روشن ہو جائیں گے۔

جسم مقدس کا حسن و جمال

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک کثیر جماعت نے اپنے محبوب مکرم کے سراپا کی رعنائیوں اور دلربائیوں کا ذکر بڑے ذوق شوق سے کیا ہے۔ اسے پڑھ کر دل پر کیف و سرور کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں ان حضرات صحابہ کے اسماء گرامی سے اس صفحہ کو مزین کر رہا ہوں۔ پھر ان کے فصاحت و بلاغت کے قالب میں ڈھلے ہوئے

1۔ "الشفاء" جلد 1، صفحہ 308

ارشادات کو ذکر کر کے اپنے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کی سعی کروں گا۔ التوفیق من اللہ۔
مندرجہ ذیل گرامی قدر حضرات نے اپنے آقا کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

"سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ۔ حضرات انس بن مالک۔ ابو ہریرہ۔ براء بن عازب۔ ام المومنین سیدتنا صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ابن ابی ہالہ۔ ابی جحیفہ۔ جابر بن سمرہ۔ ام معبد۔ حضرت ابن عباس۔ معرز بن معیقیب۔ ابو الطفیل۔ عداء بن خالد۔ خریم بن فاتک۔ حکیم بن حزام۔ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔" (1)

ان حضرات نے حضور ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

مِنْ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ	حضور سرور عالم ﷺ کا رنگ مبارک سرخ و سپید تھا
أَدْعَجَ	چشم مازاغ بڑی بڑی تھیں۔ ان کا سفید حصہ بہت سفید اور سیاہ حصہ بہت سیاہ تھا۔
أَنْجَلَ	چشم ہائے مبارک بڑی تھیں
أَشْكَلَ	آنکھ کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے تھے
أَهْدَبَ الْأَشْفَارِ	مژگان مبارک لمبی تھیں
أَبْلَجَ	ابروں کا درمیانی حصہ بالوں سے صاف تھا ابرو
أَزَجَّ	کمان کی طرح خمیدہ اور لمبے تھے
أَقْنَىٰ	ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی
أَفْلَجَ	دندان مبارک پیوستہ نہ تھے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔
مُدَوَّرَ الْوَجْهِ	رخ انور گول تھا
وَاسِعَ الْجَبِيْنِ	پیشانی مبارک فراخ تھی
كَثَّ اللِّحْيَةِ	ریش پر نور گھنی تھی

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 82

تَمْلَأُ صَدْرَهُ	جو سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔
سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ	شکم مبارک اور سینہ مبارک ہموار تھے
وَاسِعَ الصَّدْرِ	صدر پرنور کشادہ تھا۔
عَظِيْمَ الْمَنْكِبَيْنِ	کندھے بڑے بڑے تھے۔
ضَخْمَ الْعِظَامِ	جسم کی ہڈیاں بھاری بھر کم تھیں
عَبْلَ الْعَضُدَيْنِ وَالذِّرَاعَيْنِ وَالْاَسَافِلِ	کہنیوں سے کندھوں تک اور دونوں کلائیاں اور پنڈلیاں بہت مضبوط اور طاقتور تھیں
رَحْبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ	ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں مبارک پاؤں کشادہ تھے۔
سَائِلَ الْاَطْرَافِ	انگشت ہائے مبارک ہموار تھیں
اَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ	جسم مبارک نورانی تھا
دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ	سینہ کے بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے ناف تک چلی جاتی ہے وہ پتلی تھی
رَبْعَةَ الْقَدِّ	قامت زیبا درمیانہ تھی
لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ	حضور زیادہ دراز قامت نہ تھے اور نہ از حد پست قامت
وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ	بایں ہمہ اگر کوئی دراز قامت انسان سرور عالم ﷺ کے ساتھ چلتا تھا تو حضور ﷺ اس سے اونچے دکھائی دیتے تھے
وَمَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ يُمَاشِيْهِ اَحَدٌ	
يُنْسَبُ اِلَى الطُّوْلِ اِلَّا طَالَ	
رَجِلَ الشَّعْرِ	گیسوئے مبارک زیادہ گھنگھریالے نہ تھے۔
اِذَا افْتَرَّ ضَاحِكًا	جب حضور ہنستے تو دندان مبارک یوں چمکتے تھے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے وقت گرنے والے دانے۔
اِفْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرْقِ	
وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ	
اِذَا تَكَلَّمَ	جب حضور گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا

رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ ثَنَايَاهُ	کہ دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔
اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا	حضور کی گردن مبارک تمام لوگوں کی گردنوں سے زیادہ خوبصورت تھی
لَيْسَ بِمُطَهَّمٍ وَّلَا مُكَلْثَمٍ	حضور کا جسم اطہر نہ زیادہ فربہ تھا اور نہ لاغر
مُتَمَاسِكَ الْبَدَنِ	بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا۔
ضَرْبُ اللَّحْمِ (1)	جسم پر گوشت زیادہ نہ تھا۔

وارفتگان جمال محمدی نے اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر اپنے جذبات صادقہ کا اظہار ایک ایک جملہ میں کیا ہے۔ وہ جملے بھی حرز جان بنانے کے لائق ہیں۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"میں نے کسی لمبی زلفوں والے کو سرخ لباس پہنے ہوئے اتنا حسین و جمیل نہیں دیکھا جتنے رحمت عالم ﷺ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ، وَاِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ فِي الْجُدُرِ۔

"کہ میں نے کسی کو رسول کریم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آفتاب حضور کے رخ انور میں درخشاں ہے۔ حضور جب ہنستے تھے تو اس کی روشنی سے دیواریں چمکنے لگتی تھیں۔"

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں۔

قَالَ لَهٗ رَجُلٌ كَانَ وَجْهُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ فَقَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا۔ (2)

ایک شخص نے سرور انبیاء کے بارے میں کہا۔ حضور کا رخ انور تلوار کی

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 3-82

2۔ ایضاً، صفحہ 84

طرح چمکدار تھا۔ آپ نے کہا ہر گز نہیں۔ بلکہ حضور کا رخ انور آفتاب وماہتاب کی طرح گول تھا۔

حضرت ام معبد نے نبی کریم علیہ السلام کا حلیہ مبارک اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے اس کا مفصل تذکرہ ضیاء النبی علیہ السلام جلد دوم صفحہ 75-174 میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ یہاں صرف ایک جملہ کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

اَجْمَلُ النَّاسِ مِنْ بَعِيْدٍ وَ اَحْلَاهُ وَاَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيْبٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغٰفِلُوْنَ

"حضور کو جب دور سے دیکھا جاتا تھا تو حضور تمام لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل دکھائی دیتے تھے اور جب قریب سے آپ کو دیکھا جاتا تو حضور کے حسن خداداد کی مٹھاس اور اس کی دلربائی دلوں کو فریفتہ کر لیتی تھی۔"

حضرت ابوہالہ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا یہ جملہ ملاحظہ فرمائیے۔

يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

"حضور سرور کائنات کا رخ انور یوں چمکتا تھا جس طرح چودھویں کی رات کو بدر تمام چمکتا ہے۔"

وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ اٰخِرِ وَصْفِهٖ لَهٗ۔

مَنْ رَاٰهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ وَ مَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ (1)

"سیدنا علی مرتضیٰ اپنے مرشد وہادی کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو حضور کو اچانک دیکھتا تھا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو حضور کے ساتھ میل جول کرتا تھا وہ حضور کی محبت کا اسیر بن جایا کرتا تھا۔"

حضور کی مدح سرائی کرنے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔

يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 86-85

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"کہ ایسا پیکر جمیل نہ اس نے پہلے کبھی دیکھا اور نہ حضور کے بعد اسے کبھی دکھائی دے گا۔"

اگرچہ بحث بڑی دلکش بھی ہے اور روح پرور بھی لیکن ہم انہی چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

جسم اطہر کی نظافت و پاکیزگی

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے جسم مبارک کو اتنا لطیف اور نفیس بنایا تھا کہ گرد و غبار کی وہاں گنجائش ہی نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بڑے نظافت پسند تھے اور اپنے غلاموں کو بھی اپنے جسم و لباس کو صاف رکھنے کی ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک ارشاد گرامی سنئے، فرمایا۔

بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ

"دین اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے۔"

حضرت انس، خادم خاص بارگاہ نبوت، فرماتے ہیں۔

مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک شاہ خوباں ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔"

حضرت جابر بن سمرہ اپنے محبوب کی اس روح پرور ادا کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ خَدَّهٗ قَالَ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا وَرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ (1)

"یعنی ایک روز سرور انبیاء ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا۔ تو حضور کے دست مبارک کی خنکی اور مہک میں نے محسوس کی تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے عطار کی صندوقچی سے یہ دست مبارک ابھی ابھی نکالا تھا۔"

1۔ الشفاء، ج 1، صفحہ 87

علامہ خفاجی لکھتے ہیں۔ جب کوئی شخص حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا تو سارا دن اس کا ہاتھ خوشبو سے مہکتا رہتا تھا سرورِ عالم اگر کسی بچے کے سر پر دستِ رحمت پھیرتے تو اس خوشبو کے باعث وہ تمام بچوں میں شناخت کیا جا سکتا تھا۔

ایک روز سرکارِ دوعالم ﷺ، حضرت انس کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں استراحت فرما ہوئے۔ نیند کی حالت میں حضور کو پسینہ آ گیا۔ حضرت انس کی والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور رحمتِ عالم ﷺ کے پسینے کے قطرے جمع کرنے لگیں۔ سرورِ عالم ﷺ کی آنکھ کھلی تو حضور نے ان سے پوچھا۔ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کے پسینے کے قطروں کو میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی۔ اس طرح میری خوشبو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہو جائے گی۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ کبیر" میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔
"نبی کریم ﷺ جس گلی سے گزر جاتے تھے وہ گلی خوشبو سے مہک جاتی تھی۔ لوگ پہچان لیتے تھے کہ جانِ بہاراں ﷺ کا گزر اس گلی سے ہوا ہے۔"

حضور کے جسمِ مبارک سے ہر وقت خوشبو اٹھتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور عطر استعمال کئے ہوتے تھے بلکہ کوئی خوشبو استعمال کئے بغیر حضور کے جسمِ اطہر سے جو فضا چھو جاتی تھی وہ از خود مہکنے لگتی تھی۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
حضور کے وصال کے بعد میں نے جسدِ اطہر کو غسل دیا۔ اس میں کسی آلودگی اور نجاست کا نشان بھی نہ تھا جو عام طور پر ہر میت میں پائی جاتی ہے۔ میں اپنے آقا کی اس حالت میں بھی ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ میں نے کہا طِبْتَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا یا رسول اللہ آپ زندگی کی حالت میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی حضور طیب و پاکیزہ ہیں۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی حضور کے جسمِ مبارک سے خوشبودار ہوا کی لپٹیں اٹھتی تھیں۔ اتنی خوشبودار ہوا آج تک میں نے کہیں نہیں پائی۔

جنگِ احد میں نبی مکرم ﷺ کی پیشانی مبارک میں جب خود کی کڑیاں چبھ گئیں تو حضرت مالک بن سنان نے اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو نکالا اور جب اس زخم سے خون بہنے

لگا تو حضرت مالک نے اس کو چوس لیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا مالک! خون تو ناپاک ہوتا ہے تو نے اسے کیوں چوسا۔ بلکہ حضور ﷺ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور انہیں بشارت دی۔

لَنْ تُصِيْبَهُ النَّارُ (1) (مالک کو کبھی کوئی آگ نہیں چھوئے گی۔)

ایک دفعہ نبی مکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ حجام نے حضور کے خون کو ایک برتن میں رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ یہ خون لے جاؤ اور کسی پاک جگہ پر ڈال دو۔ آپ لے کر گئے، ادھر ادھر دیکھا کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جو اس قابل ہو کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب کا خون پاک ڈال دیا جائے، تھوڑی دیر تامل کیا پھر یہ فیصلہ کیا کہ میں اسے اپنے اندر انڈیل دوں اس سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ سارا خون آپ نے پی لیا۔

جب واپس آئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ خون تم نے کہاں ڈالا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی جہاں آپ کا مبارک خون انڈیلوں تو آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اس کو پی لوں۔ یہی بہترین جگہ ہے۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا کہ خون حرام ہے، حرام چیز کو تو نے کیوں پیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اس خون کے پینے سے تمہارے اندر ایسی قوت اور شجاعت پیدا ہو گی کہ جو دشمن تمہارے ساتھ لڑائی کرے گا تم اس کو موت کے گھاٹ اتار دو گے۔ حضور نے فرمایا۔

وَيْلٌ لَّكَ مِنَ النَّاسِ وَيْلٌ لَّهُمْ مِنْكَ

"جو لوگ تم سے لڑیں گے ان پر تمہاری طرف سے ہلاکت ہو گی اور وہ تمہاری ہلاکت کا باعث بنیں گے۔"

ان روایات اور دیگر روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات اور خون دیگر انسانوں کی طرح ناپاک اور بدبودار نہیں ہیں بلکہ وہ طیب و طاہر ہیں ورنہ نبی کریم ﷺ اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور ان بشارتوں سے انہیں خورسند نہ کرتے۔ اسی طرح ایک صحابیہ جن کا نام برکۃ تھا۔ انہوں نے ایک رات حضور کا پیشاب پی

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 89

لیا۔ حضور نے ان کو منہ دھونے اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

یہ روایت امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ یہ خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت گزار تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ رسول مکرم ﷺ کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو حضور کی چارپائی کے نیچے پڑا رہتا تھا تاکہ حضور کو رات کے وقت اگر پیشاب کی حاجت ہو تو اس کو استعمال کریں۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح بیدار ہوئے، پیالہ دیکھا تو وہ خالی تھا۔ نبی کریم نے حضرت برکہ سے پوچھا کہ پیشاب کہاں گیا انہوں نے عرض کیا کہ رات کو بیدار ہوئی مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی میں نے اس پیالہ میں جو تھا وہ پی لیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس میں پیشاب ہے۔ حضور نے اسے بشارت دی کہ اس کی برکت سے تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔

دوسرے تمام انسانوں کو اگر نیند آجائے اور وہ باوضو ہوں تو نیند سے ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن رحمت عالمیان ﷺ وضو کر کے سو جاتے تھے یہاں تک کہ گلے سے خرخر کی آواز بھی آتی تھی لیکن جب حضور بیدار ہوتے تو نیا وضو کئے بغیر نماز ادا فرماتے۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

عَيْنَايَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (1)

"میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل بیدار رہتا ہے۔"

فہم وذکا

ہادی انس و جان ﷺ کو جس قوم کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا گیا وہ حلم و بردباری کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں، خون کے دریا بہنے لگتے اور کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ اور قتل و غارت کا یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا۔ ایسی تیز مزاج قوم کو حضور پرنور نے حلم و بردباری کا علمبردار بنا دیا۔ نیز وہ قوم جو اخلاقی لحاظ سے پستی کی انتہا میں گر چکی تھی، فسق و فجور کی دلدل میں تا بدوش غرق تھی، پیشہ ور عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کر کے لوگوں کو دعوت گناہ دے رہی ہوتی تھیں، بڑے بڑے شرفاء وہاں جا کر اپنا منہ کالا کرتے لیکن نہ ان کو کسی سے شرم محسوس

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 90

ہوتی اور نہ انہیں کوئی برا بھلا کہتا، وہ قوم شراب جس کی گھٹی میں تھی، وہ قوم جو گاڑھے پسینے کی کمائی ہوئی دولت کو شراب خوری اور قمار بازی میں پانی کی طرح بہا دینے کے عادی تھے، اور اس کو وہ باعث عز وافتخار سمجھتے تھے ایسی قوم کو انتہائی دانشمندی سے رحمت دو عالم ﷺ نے قعر مذلت سے نکالا اور عفت و پاکدامنی کا خوگر بنایا۔ وہ قوم جو کسی کی اطاعت کیلئے تیار نہیں تھی، جس کی انانیت کسی قانون اور دستور کی پابند نہ تھی، جن کے ہاں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کوئی عیب شمار نہ ہوتا تھا، اس قوم کو سرور عالم ﷺ نے اپنے حکیمانہ کلمات اور دلنشین مواعظ سے جس طرح قانون و آئین کی پابندی کا خوگر بنا دیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ وہ قوم جو متعدد قبائل میں بٹی ہوئی تھی، ایک دوسرے کی جان و مال کو نقصان پہنچانا ہر طاقتور اپنا حق سمجھتا تھا، ان بکھرے ہوئے قبائل کو خدا کے مقدس رسول نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح یکجان کیا اور عدل و انصاف کے ضابطوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا عادی بنا دیا۔

یہ ہمہ پہلو انقلاب جو عرب کے اجڈ بدوؤں میں برپا ہوا یہ سب امور حضور کی دانش و خردمندی کی ناقابل تردید دلیلیں ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی قوم کے ظاہر کو ہی نہیں بدلا بلکہ اس کے باطن کو بھی صدق و صفا، عفت و تقویٰ، تواضع و انکسار اور جذبہ اطاعت امیر سے مزین کر دیا۔ جب سے اولاد آدم اس کرہ ارضی پر آباد ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی فاتح عالم، کوئی سلطان ہفت اقلیم، کوئی سیاسی مدبر، ایسا جامع انقلاب برپا نہ کر سکا جس طرح اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ نے قلیل ترین وقت میں برپا کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کی برتری ثابت کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے ہر قسم کے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے مزاج، اور انکی فطرت، بدل کر رکھ دی علامہ زینی دحلان کا یہ تجزیہ غور طلب ہے۔

قَدْ اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰی ظَوَاهِرِ اَحْوَالِ الْخَلَائِقِ وَخَفِيَّاتِهَا حَتّٰى يُصْلِحَهَا وَيُرْشِدَهُمْ لِلْاَحْسَنِ مِنْهَا وَهُوَ مَبْعُوْثٌ اِلٰى سَائِرِ الْعِبَادِ دَاعٍ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ بِاِصْلَاحِ بَوَاطِنِهِمْ وَ ظَوَاهِرِهِمْ وَهُوَ يَتَوَقَّفُ عَلٰى مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ وَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ بِالظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ

وَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى ظَوَاهِرِ الْخَلَائِقِ وَبَوَاطِنِهِمْ وَيُعَامِلُ كُلَّ اِنْسَانٍ بِمَا يَقْتَضِيْهِ حَالُهٗ مِنْ رِعَايَةِ ظَاهِرِهٖ وَبَاطِنِهٖ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو تمام مخلوقات کے ظاہری و باطنی احوال پر آگاہ کر دیا تھا تاکہ حضور ان احوال کی اصلاح فرما سکیں اور جو بہترین حالات ہیں ان کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور یہ کام اس وقت تک انجام پذیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کے ظاہر و باطن کی اصلاح نہ کر دی جائے اور اس بات کا دار و مدار ان ظاہری و باطنی حالات کے جاننے پر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو ہمارے ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا۔ حضور مخلوقات کے ظاہر و باطن کے جملہ احوال کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے جس طرح اس کے ظاہری و باطنی حالات کا تقاضا ہوتا۔"

اسی لئے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے اکہتر کتابوں کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے اور ان کتب کے جملہ مصنفین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَّاَفْضَلُهُمْ رَاْيًا۔ (2)

"یعنی حضور عقل و دانش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ہر معاملہ میں حضور کی رائے تمام لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔"

انہیں وہب سے یہ روایت بھی منقول ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُعْطِ جَمِيْعَ النَّاسِ مِنْ بَدْءِ الدُّنْيَا اِلٰى اِنْقِضَائِهَا مِنَ الْعَقْلِ فِيْ جَنْبِ عَقْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَحَبَّةِ رَمْلٍ مِنْ بَيْنِ رِمَالِ الدُّنْيَا۔ (3)

1۔ احمد بن زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، (الاھلیہ للنشر والتوزیع)، جلد 3، صفحہ 230

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً، صفحہ 231

"ابتدائے آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو فہم و فراست عطا فرمائی ہے، نبی کریم کی عقل ورائے کے سامنے اس کی حیثیت اتنی بھی نہ تھی جتنی ریت کے ایک ذرہ کی دنیا کے تمام ریگستانوں کے ذرات سے ہوتی ہے۔"

سبل الہدیٰ کے مصنف کا یہ قول بھی آپ کی توجہ کا مستحق ہے۔

وَالْعَقْلُ مِائَةُ جُزْءٍ، تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُزْءٌ فِي سَائِرِ النَّاسِ۔ (1)

"اگر عقل کی سو جزئیں تصور کی جائیں تو ان میں سے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارزانی فرمائے اور ایک حصہ ساری مخلوق کو عطا فرمایا۔"

اس ساری مخلوق میں دانشور، علماء، فضلاء، فلاسفر، سائنس دان، موجد، شعراء، خطباء، فاتحین عالم سب شامل ہیں۔

حضور کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو جسمانی قوت بھی اس قدر عطا فرمائی تھی کہ کوئی بڑے سے بڑا پہلوان بھی حضور کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

رکانہ، عرب کا ایک نامور پہلوان تھا جس کی جسمانی طاقت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ اکیلا دو سو آدمیوں کا مقابلہ کر کے انہیں پچھاڑ سکتا ہے۔ سنن ترمذی میں ہے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ عرب کے کسی کوہستانی علاقہ سے گزر رہے تھے کہ رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ سرور عالم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص بھی ملاقات کرتا حضور اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت اپنے من موہنے انداز میں ضرور دیتے۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے رکانہ کو بھی دعوت دی کہ تم بت پرستی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے اس پر ایمان لے آؤ۔ اس نے کہا۔ میں ایک شرط پر آپ کی اس دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہوں، اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔

1۔ محمد بن یوسف الصالحی، "سبل الہدیٰ"، (قاہرہ 1986)، جلد 7، صفحہ 11

نبی رحمت ﷺ جن کے دن اکثر فاقہ کشی سے گزرتے تھے۔ کئی کئی ماہ تک حضور ﷺ کے کاشانہ رحمت میں چولہے میں آگ تک نہیں جلائی جاتی تھی، گاہے کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال کر پانی پی لیا اور شب و روز گزار لئے، رکانہ تو ہر روز معلوم نہیں کتنی مقدار گوشت گھی اور دودھ کی استعمال کرتا ہوگا، بایں ہمہ حضور پر نور ﷺ نے اس پیل تن پہلوان کی اس شرط کو قبول کیا، فرمایا اے رکانہ! اگر تم اس شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہو تو میں وہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔

چنانچہ رکانہ لنگوٹہ کس کر میدان میں آ کھڑا ہوا۔ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء بھی اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑا اور ایک جھٹکے میں اسے چاروں شانے چت گرا دیا۔ وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر اٹھا اور کہنے لگا کہ میں ابھی سنبھلا نہیں تھا، بے دھیانی میں آپ نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، ایک مرتبہ پھر آپ مجھے گرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ اس داعی برحق نے اس کے اس چیلنج کو قبول کیا، حضور اکھاڑے میں تشریف لائے، اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور زمین پر پٹخ دیا۔ اسے سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس کو یوں گرا دیا جائے گا۔ سراسیمہ ہو کر پھر اٹھا اور تیسری بار پھر کشتی کی دعوت دی۔ حضور ﷺ نے اسے یہ نہیں کہا کہ دو مرتبہ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی اب تم ایمان نہیں لاتے تو تمہاری قسمت بلکہ حریص علیکم کی جو شان تھی اس کا اظہار فرماتے ہوئے تیسری بار بھی فرمایا تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ پھر اس کو اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ چشم زدن میں زمین پر آ پڑا۔ اب اسے یارائے انکار نہ رہا اس نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ یہ جسمانی قوت نہیں۔ آپ نے مجھے اپنی روحانی قوت سے تین بار پٹخا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرعت رفتار میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضور چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین خود بخود لپٹی چلی جا رہی ہے۔ ہم چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے اور حضور ﷺ بڑی بے پرواہی سے جادہ پیما ہوتے پھر بھی کوئی شخص حضور ﷺ کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہ کر سکتا۔

فصاحت وبلاغت

اہل عرب فصاحت و بلاغت میں تمام اقوام عالم سے برتر اور افضل تھے۔ انہیں اپنے اس وصف پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجمی (گونگا) کہتے تھے۔ ان فصحاء و بلغاء میں بھی حضور ﷺ کی شان فصاحت عدیم المثال تھی۔

حضور کی شان فصاحت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضور کے کلام میں بلا کی سلاست و روانی تھی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کلمات نور کے سانچے میں ڈھل کر زبان اقدس سے ادا ہو رہے ہیں۔ جو بات زبان مبارک سے نکلتی وہ ہر عیب سے پاک ہوتی۔ اس میں تکلف کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو جوامع الکلم سے نوازا تھا۔ یعنی الفاظ قلیل ہوتے لیکن لطائف و معانی کا ایک سمندر ان میں موجزن ہوتا تھا۔ حضور کی زبان مبارک سے ایسے حکیمانہ جملے صادر ہوتے جو حکمت و دانائی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

عرب کے مختلف خطوں میں جو عربی بولی جاتی تھی اس میں بڑا تفاوت ہوتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کا وطن مبارک اگرچہ حجاز تھا لیکن حضور ﷺ اہل حجاز کی لغت میں بھی جب گفتگو فرماتے تو فصاحت و بلاغت کے چمن آباد ہو جاتے اور عرب کے دیگر علاقوں کی علاقائی زبانوں میں بھی اس سلاست و قادر الکلامی سے گفتگو فرماتے کہ سننے والے حیران ہو جاتے۔ حضور ﷺ جب بھی کسی کو مخاطب فرماتے تو اس کی علاقائی زبان میں خطاب فرماتے۔ اسی زبان کے محاورے استعمال فرماتے۔ انہیں کی شان فصاحت کا مقابلہ کرتے یہاں تک کہ صحابہ کرام جب کسی دوسرے علاقہ کی زبان میں حضور کو گفتگو کرتے سنتے تو کئی الفاظ کی تشریح و وضاحت کیلئے اپنے آقا کی طرف رجوع کرتے۔

ذوالمعشار ہمدانی سے اس وقت ملاقات ہوئی جب حضور تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ بنی نہد کے خطیب طہفہ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی اور حضر موت کے قبیلوں کے رؤسا اور یمن کے بادشاہوں سے گفتگو فرماتے تو انہیں کی زبان اور انہیں کے لہجہ سے۔

بطور مثال ہادی برحق ﷺ کا ایک مکتوب یہاں پیش کر رہا ہوں جو سرکار نے قبیلہ ہمدان کے سردار ذوالمعشار الہمدانی کی طرف اس کی زبان میں لکھا تھا۔

اِنَّ لَکُمْ فِرَاعَهَا وَ وِهَاطَهَا وَعَزَازَهَا۔ تَأْکُلُوْنَ عِلَافَهَا وَتَرْعَوْنَ عَفَاءَهَا لَنَا مِنْ دِفْئِهِمْ وَصِرَامِهِمْ مَا سَلَّمُوْا بِالْمِیْثَاقِ وَالْاَمَانَةِ وَلَهُمْ مِنَ الصَّدَقَةِ الثِّلْبُ وَالنَّابُ وَالْفَصِیْلُ۔ وَالْفَارِضُ وَالدَّاجِنُ وَالْکَبْشُ الْحُوَرِیُّ وَ عَلَیْهِمْ فِیْهَا الصَّالِغُ وَالْقَارِحُ۔ (1)

(اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں یہ سارے جملے اہل عرب کیلئے بھی غریب اور مشکل ہیں)

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر متعدد علاقائی زبانوں کے نمونے نقل کیے ہیں۔

بنی نہد قبیلہ کے سردار طہفہ کیلئے حضور کے ارشادات، وائل بن حجر کے نام حضور ﷺ کا گرامی نامہ، مختلف قبائل کے رؤسا اور سلاطین کی طرف حضور ﷺ کے مکتوبات، اگرچہ ہم ان کلمات میں سے اکثر کو نہیں سمجھ سکتے لیکن ان میں جو روانی اور سلاست، جو جزالت اور فصاحت ہے، پڑھنے والا سمجھے بغیر اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جب عرب کی ان علاقائی زبانوں میں جو متداول نہ تھیں، حضور کی فصاحت و بلاغت کا سمندر یوں ٹھاٹھیں مار رہا ہو تا کہ پڑھنے اور سننے والے سمجھے بغیر ان کی فصاحت و جزالت سے لطف اندوز ہوتے تو روزمرہ کی زبان میں جو شیرینی اور دلکشی ہو گی اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

کئی ادباء نے سرور عالم ﷺ کے جوامع الکلم اور حکیمانہ اقوال کے مجموعے تالیف کئے ہیں جو عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہیں اور ہل عرب کیلئے فخر و مباہات کا باعث ہیں جوامع الکلم اور اقوال حکمت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد نبوی ہے:

1۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَآءُهُمْ تمام مسلمانوں کا خون مساوی ہے۔
یعنی قصاص و دیت میں کسی شخص کو اس کی ثروت اور اس کے خاندان کے پیش نظر ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ سب کا قصاص یکساں ہو گا۔

2۔ یَسْعٰی بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ اگر کوئی کم درجے والا مسلمان کسی قوم کو امان دے گا یا عہد کرے گا تو سب مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہو گی۔

1۔ ''الشفاء''، جلد 1، صفحہ 8-97

3۔ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ تمام مسلمان دشمن کے مقابلہ میں یکجان ہوں گے۔

یہ تین چھوٹے چھوٹے جملے ہیں لیکن اگر ان میں غور کیا جائے تو ان سے علم و حکمت کے چشمے ابلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی تشریح میں بڑے بڑے دفاتر لکھے جا سکتے ہیں۔

حضور کے متعدد ارشادات جو جوامع الکلم میں سے ہیں اور ان کا دامن حکمت کے انمول موتیوں سے معمور ہے ان میں سے چند ایک یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ اَلنَّاسُ كَاَسْنَانِ الْمُشْطِ تمام انسان اس طرح برابر ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔

2۔ وَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ہر انسان کو اس کی معیت حاصل ہو گی جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

3۔ لَا خَيْرَ فِىْ صُحْبَةِ مَنْ لَّا يَرٰى لَكَ مَا تَرٰى لَهٗ۔ اس شخص کی ہم نشینی میں کوئی فائدہ نہیں کہ تو اس کے بارے میں خیر کی تمنا کرے اور وہ تمہیں زک پہنچانے کے منصوبے بناتا رہے۔

4۔ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ لوگوں کے مزاج مختلف قسم کے ہوتے ہیں جس طرح زمین میں مختلف قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔

5۔ وَمَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ جو اپنی قدر کو پہچانتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

6۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ وَهُوَ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ جب تک وہ اپنی رائے کا اظہار نہ کرے بلکہ خاموش رہے اسے اختیار ہے کہ وہ مشورہ دے یا نہ دے۔

7۔ رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ اَوْسَكَتَ فَسَلِمَ (1) اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اچھی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے یا سکوت اختیار کرتا ہے اور تمام لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتا ہے۔

یہاں علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوامع

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 102-101

الکلمات کی بہت سی نادر مثالیں درج کی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے یقیناً نور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب عالی اور وطن ذی شان

سرکار دو عالم ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا جو جملہ قبائل عرب میں افضل و اکرم شمار ہوتا تھا۔ اس قبیلہ کی ایک شاخ بنو ہاشم تھی جو اپنی گوناگوں خوبیوں اور کمالات کے باعث لاثانی تھی۔ حضور کے والدین کریمین اسی قبیلہ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندانی برتری کے ساتھ ساتھ وہ خود جملہ کمالات جلیلہ سے بھی متصف تھے۔

جس ہستی کے قبیلہ، خاندان اور والدین کریمین کی یہ شان ہو اس کی عالی نسبی ثابت کرنے کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کا مولد اقدس مکہ مکرمہ ہے، جس میں حرم شریف ہے جو اپنے دامن میں بیت اللہ شریف کے انوار و تجلیات اور برکات و سعادات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ کوئی دوسرا شہر اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرٰھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا۔ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ (1)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل کو چنا۔ حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا۔ بنی کنانہ سے قریش کو چنا۔ اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔"

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا "ھذا حدیث صحیح" یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

دوسری روایت جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے اس میں حضور پر نور کا یہ ارشاد گرامی یوں منقول ہے۔

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 108

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اخْتَارَ خَلْقَهٗ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِىْ اٰدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِىْ اٰدَمَ فَاخْتَارَ مِنْهُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَ الْعَرَبَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ قُرَيْشًا ثُمَّ اخْتَارَ قُرَيْشًا فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِىْ هَاشِمٍ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاخْتَارَنِىْ مِنْهُمْ وَلَمْ اَزَلْ خِيَارًا مِّنْ خِيَارٍ اَلَا مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ۔ (1)

"اللہ تعالی نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اور ان تمام انواع خلق سے بنی آدم کو منتخب فرمایا۔ پھر بنی آدم سے عرب کو منتخب فرمایا۔ پھر اہل عرب سے قریش کو ممتاز کیا۔ پھر قریش سے خاندان بنی ہاشم کو امتیاز بخشا۔ اور خاندان بنو ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ خبر دار! جس نے عرب سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اہل عرب سے محبت کی۔ اور جس نے اہل عرب سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔"

حضور کا خلق عظیم

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (2)

اس سے پیشتر کہ سرور عالم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں گفتگو کی جائے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے لفظ خلق کی تشریح کر دی جائے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ خلق کا مفہوم کیا ہے۔

اگرچہ علماء محققین نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے لیکن میں حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے خلق کی تشریح کروں گا۔ آپ کی ہستی، دانش ایمانی اور دانش برہانی دونوں کی جامع ہے۔ آپ کی عبارت اگرچہ مختصر ہے لیکن لفظ خلق کی تعریف و تشریح کیلئے اس سے بہتر تعبیر شائد ممکن نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

فَالْخُلُقُ عِبَارَةٌ عَنْ هَيْئَةٍ فِى النَّفْسِ رَاسِخَةٍ۔ عَنْهَا تَصْدُرُ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 108

2۔ سورۃ القلم 4

اَلْاَفْعَالُ بِسُهُوْلَةٍ وَيُسْرٍ مِنْ غَيْرِحَاجَةٍ اِلٰى فِكْرٍ وَرَوِيَّةٍ۔ (1)

"خلق، نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے میں کسی سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ وہ اعمال جو کسی سے اتفاقاً کسی وقتی جذبہ اور عارضی جوش سے صادر ہوتے ہیں وہ خواہ کتنے ہی اعلیٰ و عمدہ ہوں انہیں خلق نہیں کہا جائے گا۔ خلق کا اطلاق ان خصائل و عادات پر ہوگا جو پختہ ہوں۔ جن کی جڑیں قلب و روح میں بہت گہری ہوں۔

لغت عرب کے امام علامہ ابن منظور اپنی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں لکھتے ہیں۔

اَلْخُلُقُ وَالْخُلْقُ، اَلسَّجِيَّةُ وَهُوَ الدِّيْنُ وَالطَّبْعُ وَالسَّجِيَّةُ وَحَقِيْقَتُهٗ اَنَّهٗ لِصُوْرَةِ الْاِنْسَانِ الْبَاطِنَةِ وَهِيَ نَفْسُهٗ وَ اَوْصَافُهَا وَمَعَانِيْهَا الْمُخْتَصَّةِ بِهَا بِمَنْزِلَةِ الْخَلْقِ لِصُوْرَتِهٖ الظَّاهِرَةِ وَاَوْصَافِهَا وَمَعَانِيْهَا۔

"خلق اور خلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے۔ انسان کی باطنی صورت کو بمع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خلق کہتے ہیں جس طرح اس کی ظاہری شکل و صورت کو خلق کہا جاتا ہے۔"

علامہ یوسف الصالحی الشامی اپنے سفر جلیل، "سبل الہدیٰ والرشاد" میں خلق کی تعریف اور اخلاق حسنہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَحَقِيْقَةُ حُسْنِ الْخُلُقِ، قُوًى نَفْسَانِيَّةٌ تَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْاِتْيَانُ بِالْاَفْعَالِ الْحَمِيْدَةِ وَالْاٰدَابِ الْمَرْضِيَّةِ فَيَصِيْرُ ذٰلِكَ كَالْخِلْقَةِ فِيْ صَاحِبِهٖ۔ (2)

"حسن خلق کی حقیقت وہ نفسانی قوتیں ہیں جن کی وجہ سے افعال حمیدہ اور آداب پسندیدہ پر عمل کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیزیں اس کی فطرت بن جاتی ہیں۔"

1۔ احیاء العلوم

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 26

یعنی جس طرح آنکھ بغیر کسی تکلف کے دیکھتی ہے اور کان بغیر تکلف کے ہر آواز کو سنتے ہیں اسی طرح وہ تمام افعال حسنہ پر بغیر تکلف کے عمل پیرا ہو جاتا ہے۔

خلق کی تعریف کے بعد آپ اخلاق حمیدہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: حسن خلق میں مندرجہ ذیل امور کو شامل کیا جاتا ہے۔

انسان، بخل و کنجوسی سے پرہیز کرے، جھوٹ نہ بولے، دیگر اخلاق مذمومہ سے مجتنب رہے۔ لوگوں کے ساتھ ایسی گفتگو کرے اور ایسے کام کرے جو پسندیدہ ہوں۔ کشادہ روئی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرے تاکہ ان کی نگاہوں میں اس کا وجود محبوب ہو جائے۔ وہ اپنے رشتہ داروں اور بیگانوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آئے۔ وہ تمام معاملات میں آسانی کو ملحوظ رکھے اور سب سے درگزر کرے۔ کسی سے قطع تعلق نہ کرے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی طرف سے جو تکلیف اسے پہنچے اس پر وہ ترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔

آخر میں کہتے ہیں۔ فِی هٰذِهِ الْخِصَالِ تَجْمَعُ مَحَاسِنُ الْاَخْلَاقِ وَمَكَارِمُ الْاَفْعَالِ
انہیں خصال حمیدہ میں تمام اخلاق حسنہ اور افعال کریمانہ منحصر ہیں اور رحمت عالم ﷺ میں یہ تمام صفات جلیلہ وجمیلہ کامل ترین صورت میں پائی جاتی تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کیلئے یہ فرمایا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (1)

اس آیت میں "علیٰ" اظہار غلبہ کیلئے ہے یعنی نبی اکرم ﷺ ان اخلاق عالیہ پر پوری طرح قابو رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ امور بڑے مشکل ہیں اور ہر موقع پر ان پر عمل پیرا ہونا ازحد دشوار ہے، لیکن سرور کائنات کیلئے ان کو بجالانے میں کوئی دقت نہ تھی۔ حضور بڑی سہولت اور آسانی سے تمام حالات میں ان پر عمل پیرا رہتے تھے۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضور کے خلق کو خلق عظیم اس لئے کہا گیا ہے لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ هِمَّةٌ سِوَى اللّٰهِ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضور کے دل میں کوئی آرزو نہ تھی۔

عام طور پر خلق کی صفت، کرم ذکر کی جاتی ہے جیسے خلق کریم، لیکن یہاں مولا کریم

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 27

نے اپنے محبوب کے خلق کی صفت کرم بیان نہیں کی بلکہ اس کی عظمت کو بیان کیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کریم کہا جاتا تو اس سے صرف عفو و درگزر، سماحت و لطافت کا ذکر تو آجاتا لیکن حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کی جامعیت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی۔ کیونکہ حضور ﷺ صرف نرم خو ہی نہ تھے بلکہ جب کفار اور فساق سے معاملہ ہوتا تو حضور ﷺ کی سختی اور شدت سے پہاڑ بھی لرز جاتے۔ کیونکہ رحمت عالم ﷺ کا خلق، ان دونوں پہلوؤں کا مرقع زیبا تھا اس لئے حضور ﷺ کے خلق کو عظیم کی صفت سے متصف کیا۔

بَلْ كَانَ رَحِيمًا بِالْمُؤْمِنِينَ، رَقِيقًا بِهِمْ شَدِيدًا عَلَى الْكُفَّارِ غَلِيظًا عَلَيْهِمْ مُهِيبًا فِي صُدُورِهِمْ (1)

"حضور مسلمانوں کے ساتھ رحمت و رافت کا سلوک فرماتے۔ حضور کے رعب و دبدبہ سے کفار کے دل ان کے سینوں میں کانپتے رہتے تھے۔"

امام راغب رحمتہ اللہ علیہ خلق اور خلق کا فرق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"کہ انسان کی وہ ہیئت و صورت جس کا ادراک بصر سے کیا جاتا ہے اس کو خَلق کہا جاتا ہے اور انسان کی وہ قوتیں اور خصلتیں جن کا ادراک بصر سے نہیں بلکہ نور بصیرت سے کیا جاتا ہے ان کو خُلق کہا جاتا ہے۔"

اہل علم کا اس بات پر اختلاف ہے کہ خلق کیا محض عطاء خداوندی اور وہبی ہے یا کسب اور ریاضت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے؟

جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ خلق ایک فطری قوت ہے یعنی محض عطاء خداوندی ہے ان حضرات نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ أَرْزَاقَكُمْ۔ (2)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح اس نے تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم کیا ہے۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 27-26

2۔ ایضاً، صفحہ 28

امام قرطبی فرماتے ہیں۔

"خلق، نوع انسانی کی ایک جبلت ہے۔ لوگوں کے اس میں درجات مختلف ہیں۔ بعض لوگ تو ان صفات حسنہ اور خصال حمیدہ کے ذروہ کمال پر خیمہ زن ہوتے ہیں اور ساری دنیا ان کی ثنا اور ان کی مدح میں رطب اللسان ہوتی ہے اور بعض میں یہ صفات ہوتی تو ہیں لیکن ان کا درجہ بہت مختلف ہوتا ہے۔ ان میں بعض خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان خامیوں کو دور کرنے کیلئے انہیں ریاضت اور کسب سے کام لینا پڑتا ہے تاکہ وہ ان نقائص سے پاک ہو کر بلند درجوں تک رسائی حاصل کر سکیں۔"

بنی عبد القیس کا ایک فرد جس کا نام المنذر بن عائذ بن المنذر بن حارث تھا اور جو اشج کے لقب سے مشہور تھا، ایک روز سرور عالم ﷺ نے اسے فرمایا۔

اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ: اَلْحِلْمُ وَالْاِنَاءَةُ۔

"کہ تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے۔ خود ہی بتایا وہ خصلتیں یہ ہیں: حلم اور بردباری اور سنجیدگی و وقار۔"

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ میں یہ صفتیں پہلے سے ہیں یا اب پیدا ہوئی ہیں۔ حضور نے فرمایا پہلے سے، یہ سن کر اشج نے کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَبَلَنِیْ عَلٰى جِبِلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى (1)

"میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس نے مجھے دو ایسی خصلتیں دی ہیں جو میری جبلت کا حصہ ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اخلاق وہ ہیں جو فطری اور وہبی ہیں، انسان کے کسب کا ان میں کوئی دخل نہیں اور بعض اخلاق ریاضت اور مشق سے حاصل ہوتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کی یہ دو دعائیں اس مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 28

2۔ ایضاً

"اے اللہ! جس طرح تو نے میری ظاہری شکل و صورت کو حسین و جمیل بنایا ہے اس طرح میرے خلق کو بھی حسین و جمیل بنادے۔"

حضرت امام احمد اور ابن حبان روایت کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ جب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو یوں عرض کرتے۔

وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ إِنَّهُ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ (1)

"اے اللہ! میرے اخلاق کو دلکش و زیبا بنادے کیونکہ خوبصورت اخلاق کی طرف تو ہی راہنمائی فرماتا ہے۔"

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور کے خلق کی وضاحت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور کے اخلاق، اخلاق ربانیہ کا عکس جمیل ہیں۔ لیکن بارگاہ خداوندی کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے یہ تو نہیں کہا کہ حضور اخلاق خداوندی سے متصف و مزین ہیں بلکہ فرمایا حضور کا خلق قرآن کریم کے اوامر و نواہی کے عین مطابق تھا۔

آپ نے انوار الٰہی کی چمک دمک سے خجالت محسوس کرتے ہوئے یہ تعبیر اختیار کی۔

اِسْتِحْيَاءً مِنْ سُبُحَاتِ الْجَلَالَةِ (2)

بعض حضرات نے اس تعبیر کی وجہ یہ بیان کی ہے۔

جس طرح قرآن کریم کے معانی کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح رحمت عالم ﷺ کے اخلاق کریمہ کی اداؤں کی بھی کوئی نہایت نہیں۔"

تربیت خداوندی

نبی مکرم ﷺ نے نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، نہ علماء و فضلاء کی مجالس میں شرکت کی، نہ سابقہ کتب کا مطالعہ کیا، اس کے باوجود اخلاق و کردار کا وہ عظیم الشان اور

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 29

2۔ ایضاً

دلکش مظاہرہ کیا کہ کوئی شخص ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس نوع انسانی کیلئے ہدایت و حکمت کا وہ بلند مینار ثابت ہوئی جس کی شوخ کرنوں نے انسانی زندگی کے جملہ شعبوں کو آج تک منور کیا اور اب بھی منور کر رہی ہیں اور تا قیامت نور برساتی رہیں گی۔

نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (1)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تاکہ میں اخلاق حسنہ کو درجہ کمال تک پہنچادوں۔"

راز دار اسرار نبوت و رسالت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کے خلق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دے کر اس شخص کی اور قیامت تک آنے والے ایسے سائلوں کی راہنمائی فرمائی، آپ نے فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ يَرْضٰى بِرِضَاهُ وَيَسْخَطُ بِسُخْطِهٖ

"حضور کا خلق قرآن تھا اس کے امر و نہی کی تعمیل حضور کی فطرت کا تقاضا تھا۔ اس کے بارے میں حضور کو غور و فکر اور سوچ و بچار کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔"

ایک اور حدیث ہے جسے ائمہ حدیث، ابن ابی شیبہ، بخاری فی الادب المفرد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں ام المومنین حضرت صدیقہ نے حضور کے خلق کو تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ایک روز کسی شخص نے سرور عالم کے خلق کے بارے میں حضرت ام المومنین سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

مَا كَانَ اَحَدٌ اَحْسَنَ خُلُقًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ يَرْضٰى بِرِضَاهُ وَيَغْضَبُ بِغَضَبِهٖ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا ـ وَلَا صَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ لَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ ـ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 17
2۔ ایضاً، صفحہ 16

"رسول اللہ ﷺ سے کوئی شخص بھی زیادہ اخلاق حسنہ سے متصف نہ تھا۔ حضور کا خلق قرآن تھا۔ جس سے قرآن راضی ہوتا اس سے حضور راضی ہوتے، جس سے قرآن ناراض ہوتا حضور اس سے ناراض ہوتے۔ حضور فحش کلام نہ تھے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن عفو و درگزر حضور کا شیوہ تھا۔"

ان ارشادات کے بعد آپ نے اس سائل کو بتایا کہ وہ سورۃ المومنون کی پہلی دس آیتیں تلاوت کرے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے۔

ثُمَّ قَالَتْ اِقْرَاْ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنُوْنَ - اِقْرَاْ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلَى الْعَشْرِ -

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

"بیشک دونوں جہانوں میں بامراد ہو گئے ایمان والے، وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں عجز و نیاز سے ادا کرتے ہیں۔ اور وہ جو ہر بیہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ بیشک انہیں ملامت نہ کی جائے گی۔ اور جس نے خواہش کی ان دو کے علاوہ کسی اور کی تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں-- نیز وہ (مومن بامراد ہیں) جو اپنی

امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں -- اور وہ جو نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں -- یہی لوگ وارث ہیں، جو وارث بنیں گے فردوس (بریں) کے -- وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

بزاز سے مروی ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (1)

"مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تا کہ میں اخلاق حسنہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا دوں۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رحمت کائنات ﷺ نے اپنے لئے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ۔ (2)

"اے الہ العالمین جس طرح تو نے میری شکل و صورت کو حسین بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی دلکش و دلربا بنا دے۔"

بزاز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا وَّمُيَسِّرًا۔ (3)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی اور شدت کرنے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا ہے اور آسانیاں پیدا کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔"

حضور سرور کائنات ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بارے میں خادم خاص حضرت انس کی رائے ملاحظہ کریں تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن خلق کی وسعت اور گہرائی کا آپ کو اندازہ ہو سکے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول کی دس سال خدمت کی۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ میں سفر و حضر میں حضور کی خدمت انجام دیا کرتا تھا۔ اس طویل عرصہ میں رحمت عالم ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا۔ جو کام میں کرتا اس کے بارے میں کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ جو کام نہ کرتا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 17-16

2۔ ایضاً، صفحہ 17

3۔ سبل الہدیٰ

اس کے بارے میں کبھی نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا۔ حضور نے کبھی میرے کسی کام کی تنقیص نہیں کی۔ (رواہ الشیخان)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک بڑی دل پذیر روایت نقل کی ہے لکھتے ہیں۔

"معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک روز وہ سرور عالم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا یرحمك الله (اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے)۔ دوسرے نمازی مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ پھر میں نے اس شخص کو کہا یرحمك الله۔ پھر قوم مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگی۔ ان کی اس حرکت سے میں حیران ہو کر رہ گیا۔ میں نے کہا واثكل امّاه۔ ہائے میری ماں مرے! یہ لوگ مجھے کیوں گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ پھر نمازیوں نے اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مارے۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ وہ مجھے خاموش رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔

جب رحمت عالم ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو مجھے اپنے پاس بلایا۔

فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ۔

"میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں میں نے حضور سے پہلے اور حضور کے بعد کوئی ایسا معلم نہیں دیکھا جو اس بہترین انداز سے تعلیم دیتا ہو۔"

وَاللّٰهِ مَا ضَرَبَنِيْ وَلَا سَبَّنِيْ وَلَا نَهَرَنِيْ وَلٰكِنْ قَالَ اِنَّ صَلٰوتَكَ هٰذِهٖ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (1)

"نہ حضور نے مجھے مارا، نہ مجھے برا بھلا کہا، نہ مجھے جھڑکا، صرف اپنے من موہنے انداز میں اتنا کہا کہ تیری اس نماز میں لوگوں کی طرح گفتگو درست نہیں بلکہ نماز میں تو اللہ کی تسبیح و تکبیر کہی جاتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 18

ایک نوجوان کی اصلاح سرورِ انبیاء نے اس دل پذیر انداز میں فرمائی کہ وہ جس گناہ کا دلدادہ تھا اس سے متنفر ہو گیا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

ایک نوجوان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجئے۔ لوگ اس کی ناشائستہ بات پر چیخ اٹھے اور اسے کہا بکواس بند کرو لیکن اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اسے اپنے قریب بلایا اور اس کو یوں تلقین فرمائی۔

اس سے پوچھا اَتُحِبُّ لِاُمِّكَ جس فعل کے بارے میں تو نے اذن طلب کیا ہے کیا تم اس فعل کو اپنی ماں کیلئے پسند کرتے ہو۔

اس نے عرض کی ہرگز نہیں۔

پھر حضور ہادی برحق نے فرمایا وَكَذٰلِكَ النَّاسُ لَا يُحِبُّوْنَهٗ لِاُمَّهَاتِهِمْ جس طرح تو اپنی ماں کیلئے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس فعل بد کو اپنی ماؤں کیلئے پسند نہیں کرتے۔ پھر اس ماہر نفسیات انسانی نے اس سے پوچھا اَتُحِبُّهٗ لِاُخْتِكَ کیا اس فعل شنیع کو تم اپنی بہن کیلئے پسند کرتے ہو۔

اس نے عرض کی ہرگز ہرگز نہیں۔

حضور نے فرمایا كَذٰلِكَ النَّاسُ لَا يُحِبُّوْنَهٗ لِاَخَوَاتِهِمْ جس طرح تو اس فعل کو اپنی بہن کیلئے ناپسند کرتا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کیلئے اس فعل شنیع کو ناپسند کرتے ہیں۔

پھر اس سے پوچھا اَتُحِبُّهٗ لِعَمَّتِكَ کیا اس فعل بد کو تم اپنی پھوپھی کیلئے پسند کرتے ہو۔

اس نے عرض کی ہرگز نہیں۔

حضور نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس فعل شنیع کو اپنی پھوپھیوں کیلئے پسند نہیں کرتے۔ اس کے دل سے ان آلودگیوں کو دور کرنے کے بعد آخری نصیحت فرمائی جس نے اس کو ہمیشہ کیلئے متقی و پارسا بنا دیا فرمایا۔

فَاكْرَهْ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ وَاَحِبَّ لَهُمْ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 19

"(اے نوجوان) جس چیز کو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسند کرو اور جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اس کو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز یہودیوں کا ایک جتھہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ۔ السام کا معنی موت ہے۔ انہوں نے اپنے خیال میں حضور کو بددعا دی سرور عالم نے کسی غصہ اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا صرف اتنا فرمایا علیکم

حضرت عائشہ صدیقہ نے یہودیوں کی اس بات کو سن لیا اور انہیں یارائے ضبط نہ رہا۔ انہوں نے ان کے جواب میں کہا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ وَاللَّعْنَۃُ تم پر موت نازل ہو اور اللہ کی پھٹکار۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

مَھْلًا یَا عَائِشَۃُ ۔اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ

"اے عائشہ اتنی تندی کا اظہار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔"

ام المومنین نے عرض کی یارسول اللہ! جو بکواس انہوں نے کیا ہے حضور نے نہیں سنا؟ فرمایا۔ میں نے سنا ہے اور میں نے علیکم کہہ کر ان کو جواب بھی دیدیا ہے۔ (1)

حضرت ابویعلی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

ایک روز آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

ہم اللہ کے پیارے رسول کے ساتھ سفر و حضر میں ہوتے تھے یعنی حضور کی کوئی بات ہم سے مخفی نہ تھی حضور کا یہ معمول تھا۔

کَانَ یَعُوْدُ مَرْضَانَا حضور ہمارے بیماروں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔

وَیُشَیِّعُ جَنَائِزَنَا ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سرور عالم ﷺ کی عادات مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب کوئی شخص حضور کے ساتھ مصافحہ کیا کرتا تو سرور عالم ﷺ اس

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 20

وقت تک اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ اور جب کوئی شخص حاضر خدمت ہوتا تو حضور اس کی طرف سے روگردانی نہ فرماتے جب تک وہ شخص اٹھ کر نہ چلا جاتا۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اپنے جاں نثار غلاموں کی مجلس میں حضور بیٹھے ہوں اور اپنے کسی ہم جلیس کے سامنے اپنا پاؤں مبارک دراز کر دیا ہو۔ (1)

نور مجسم ﷺ کی شان تعلیم و تربیت کا ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ سماعت فرمائیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک روز ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ اس نے دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا۔

"اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور (حضور کا نام لے کر) آپ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحمت نہ فرما۔"

سرور عالم ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا۔

لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا تو نے بڑی وسیع چیز کو بہت محدود کر دیا ہے۔

پھر تھوڑی دیر رکنے کے بعد وہ اعرابی اٹھا اور مسجد کے ایک کونہ میں جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگ اسے روکنے کیلئے دوڑے۔ اللہ کے کریم نبی نے ان لوگوں کو سختی سے منع کیا اور فرمایا۔

لاتزرموہ اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو۔

چنانچہ اس نے اطمینان سے پیشاب کیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضور نے پہلے اپنے صحابہ کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ

"اے میرے صحابہ تمہیں آسانیاں پیدا کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے تمہیں

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 1، صفحہ 21

لوگوں کو مشقت میں مبتلا کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا۔"

پھر فرمایا

عَلِّمُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

"لوگوں کو علم سکھاؤ ان پر آسانیاں کرو اور ان پر سختی مت کرو۔"

پھر فرمایا، جہاں اس نے پیشاب کیا وہاں پانی کا ایک ڈول بہادو

جب اعرابی کو دین کے مسائل کی سمجھ آگئی تو اس نے کہا۔

میرے ماں باپ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول پر قربان ہوں۔ اس ناشائستہ حرکت پر حضور نے نہ مجھے جھڑ کا نہ برا بھلا کہا، بلکہ اپنے من موہنے انداز میں صرف اتنا فرمایا۔

إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيهِ إِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلِلصَّلٰوةِ ۔ (1)

"اس مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا اس کو اس لئے تعمیر کیا گیا ہے کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔"

حضرت امام احمد، بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں قبیلہ دوس کا رئیس طفیل بن عمرو، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ گزارش کی یا رسول اللہ! قبیلہ دوس نے بڑی سرکشی کا مظاہرہ کیا، میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انہوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ حضور ان کیلئے بددعا فرمائیے۔

طفیل کی یہ گزارش سن کر حضور قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کیلئے اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند کیا۔ لوگ چیخ اٹھے کہنے لگے ھلکوا الیوم دوس کا سارا قبیلہ آج تباہ و برباد ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے دست دعا بلند کر کے اپنے کریم و رحیم مولا کی بارگاہ میں ان کیلئے یہ التجا کی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ جَمِيْعًا ۔ ثَلَاثًا (2)

"اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان سب کو میرے پاس لے آ۔"

یہ مبارک دعائیہ جملہ حضور نے تین مرتبہ دہرایا۔

1۔ سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 7، صفحہ 22

2۔ ایضاً، صفحہ 23

چنانچہ بہت جلد وہ دن آیا جس روز قبیلہ دوس کے تمام مرد و زن چھوٹے بڑے بارگاہ رسالت میں شرف باریابی حاصل کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت ابوالحسن بن ضحاک، زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سے حدیث مرسل روایت کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ایک قوم کے پاس سے گزرے جو ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینک رہے تھے (یعنی وہ تفریح طبع کیلئے یہ کھیل کھیل رہے تھے کسی کو زخمی کرنا یا قتل کرنا مقصود نہ تھا)۔ حضور ان کے پاس سے گزر گئے اور کسی کو کچھ نہ کہا۔ بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر حضور ان کو جھڑک دیتے تو بہتر ہوتا۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُيَسِّرًا لَمْ أُبْعَثْ مُنَفِّرًا (1)

"اللہ نے مجھے آسانیاں پیدا کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے، لوگوں پر ناروا پابندیاں لگا کر انہیں متنفر کرنے کیلئے نہیں بھیجا۔"

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ تفریح طبع کیلئے کوئی کھیل کھیلنا اسلام میں مباح ہے۔ حضور نے صحابہ کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ اگر ناجائز ہوتا تو سرور عالم ﷺ ضرور انہیں منع فرماتے۔

حضرت عباس کے ایک صاحبزادے جن کا نام تمام تھا روایت کرتے ہیں: سرکار دو عالم ﷺ حضرت عباس کے صاحبزادوں عبداللہ۔ عبیداللہ، کثیر اور قثم وغیرہم کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور پھر فرماتے تم دوڑ لگاؤ۔ جو سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گا اس کو یہ یہ انعام ملے گا۔

وہ صاحبزادگان دوڑ لگاتے اور پھر کوئی حضور کی پشت مبارک پر کوئی سینہ اقدس تک پہنچ جاتا۔ فَيُقَبِّلُهُمْ وَيَلْزَمُهُمْ حضور از راہ محبت و شفقت ان کو بوسے دیتے اور سینے سے لگا لیتے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ اگر کسی صحابی کو تین دن تک

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 23

2۔ ایضاً، صفحہ 24

نہ دیکھتے تو خود اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ سفر پر ہے تو اس کی بخیریت واپسی کیلئے دعا فرماتے۔ اگر وہ گھر میں موجود ہوتا تو اس کی ملاقات کیلئے خود قدم رنجہ فرماتے۔ اور اگر پتہ چلتا کہ وہ بیمار ہے تو اس کی عیادت کیلئے خود تشریف لے جاتے۔

محمد بن عمرو الاسلمی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جب سفر کا ارادہ فرمایا تو صدیق اکبر نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک اونٹ ہے اس پر سامان سفر اور کھانے پینے کی چیزیں لاد لیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا وذاك اذن ٹھیک ہے۔

ایک بار برداری کا اونٹ سرور عالم ﷺ کا تھا اور ایک صدیق اکبر کا۔ سفر کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹا اور ستو ہمراہ لئے۔ یہ سارا سامان حضرت صدیق اکبر کی اونٹنی پر لاد دیا گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے وہ اونٹ اپنے ایک غلام کے حوالے کیا کہ وہ اونٹ اور اس پر لدے ہوئے سامان کی حفاظت کرے۔ راستہ میں ایک روز غلام سو گیا اور وہ اونٹ بھاگ گیا۔ جب سرور عالم ﷺ اپنی سواری کے اونٹ سے اترے تو غلام حاضر ہو گیا۔ ہاتھ میں نہ اونٹ تھا نہ زاد راہ۔ حضرت صدیق اکبر نے پوچھا اونٹ کدھر ہے؟ اس نے عرض کی وہ گم ہو گیا ہے۔ صدیق اکبر اس کو مارنے لگے کہ ظالم تیرے پاس صرف ایک اونٹ تھا تو اس کی حفاظت بھی نہ کر سکا اور اس کو گم کر دیا۔ اگر اونٹ پر صرف میرا زاد سفر ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس پر تو سرور عالم ﷺ اور حضور کے اہل خانہ کا زاد راہ بھی تھا۔

حضرت صدیق اپنے غلام کو جھڑک رہے تھے اسے سخت سست کہہ رہے تھے اور حضور سرور عالم ﷺ اپنے یار کے غصہ کو دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے اور فرماتے لوگو! تم نہیں دیکھ رہے کہ جس شخص نے احرام باندھا ہوا ہے وہ کیا کر رہا ہے۔ بعض صحابہ کرام نے حسیس کا ایک پیالہ بھرا، بارگاہ رسالت میں لے کر آئے اور خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔

اَلْحَيْسُ طَعَامٌ مِّنَ التَّمْرِ وَالْاَقِطِ وَالسَّمْنِ

"یہ ایک کھانا ہے جس میں کھجور، اقط (ترکاری) اور پھل ملا کر پکایا جاتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پاکیزہ غذا بھیج دی ہے۔

صدیق اکبر کا غصہ ابھی فرو نہیں ہوا تھا۔ انہیں اپنی فکر نہ تھی بلکہ سرور کائنات ﷺ اور حضور کے اہل خانہ کی فکر تھی۔ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اے ابو بکر! فکر مت کرو۔ یہ نہ تیری ذمہ داری ہے اور نہ میری۔ یہ غلام تو از حد حریص تھا کہ اونٹ گم نہ ہو۔ چنانچہ حضور پر نور نے وہ کھانا اپنے اہل خانہ سمیت مل کر کھایا۔ جتنے دوسرے ہمراہی تھے ان کو بھی کھلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ (1)

احمد بن عبد اللہ بن محمد جو محبّ طبری کے لقب سے معروف ہیں وہ روایت کرتے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں ایک سفر پر تھے۔ جب ایک جگہ آرام فرمانے کیلئے رکے تو صحابہ کو حکم فرمایا کہ بکری کا گوشت تیار کریں۔ ایک صحابی نے عرض کی۔ بکری کو ذبح کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں۔ دوسرے نے عرض کی یا رسول اللہ اس کا چمڑہ اتارنا میرے ذمہ ہے۔ ایک اور غلام گویا ہوا یا رسول اللہ! اس کو پکانا اور اس کو تیار کرنا میرے ذمہ ہے۔ سرور انبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

وَعَلَیَّ جَمْعُ الْحَطَبِ

(سارے کام تم کرو) میں جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لے آؤں گا تاکہ اس بکری کا گوشت پکایا جائے۔ صحابہ کرام اپنے آقا کا یہ ارشاد سن کر عرض پرداز ہوئے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکْفِیْکَ الْعَمَلَ اے اللہ کے پیارے رسول! ہم غلام یہ فریضہ ادا کریں گے، ہمارے ہوتے ہوئے حضور کیوں زحمت برداشت کریں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا

قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمْ تَکْفُوْنِیْ میں یہ جانتا ہوں کہ تم اس کام کو کر سکتے ہو اور مجھے اس کام کیلئے زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

وَلٰکِنْ اَکْرَہُ اَنْ اَتَمَیَّزَ عَلَیْکُمْ لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو تم پر فوقیت دوں۔

اس ارشاد کے بعد حضور نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جس میں تمام بعد میں آنے والوں کیلئے درس ہدایت ہے، فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 26

وَاِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ مِنْ عَبْدِہٖ اَنْ یَّرَاہُ مُتَمَیِّزًا بَیْنَ اَصْحَابِہٖ (1)

"بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ وہ اپنے احباب میں سے اپنے آپ کو ممتاز دیکھے۔"

(یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ محبّ طبری اور ابن جریر طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ محب طبری کا نام احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری ہے۔ ان کا سال وفات 694ھ ہے۔ اور ابن جریر طبری کا مکمل نام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ہے۔ ان کا سال وفات 310ھ ہے۔ یہ ابن جریر طبری المؤرخ کے نام سے مشہور ہیں)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 26

امام الانبیاء

محمد رسول اللہ ﷺ

کے اخلاقِ کریمہ کا تذکارِ جمیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

○

اور بے شک آپ
عظیم الشّان خُلق کے مالک ہیں

(سورۃ القلم : ۴)

امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کا تذکار جمیل

اب ہم یہاں قدرے تفصیل سے راہبر انسانیت، قافلہ سالار بنی نوع انسان کے اخلاق حسنہ کی چند جھلکیاں قارئین کو دکھلانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ اس تذکار جمیل کی برکت سے ہم بھی اخلاق رذیلہ سے نجات حاصل کر کے اخلاق عالیہ کو اپنانے کی جرأت پیدا کریں اور جو فسق و فجور اور کفر و طغیان کی گہرائیوں میں گر چکے ہیں وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے مقام رفیع پر آشیاں بند ہونے کا حوصلہ پیدا کر سکیں۔

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حسنہ

حلم، احتمال، عفو اور صبر

یہ چند الفاظ بظاہر قریب المعنی ہیں لیکن اس کے باوجود ہر ایک میں ایک امتیازی شان ہے جو اسے دوسرے کلمات سے ممتاز کرتی ہے۔

حلم کی تعریف علماء محققین نے یہ فرمائی ہے۔

اِنَّ الْحِلْمَ حَالَةٌ تَوَقُّرٍ وَّ ثُبَاتٍ عِنْدَ الْاَسْبَابِ الْمُحَرِّکَاتِ

"یعنی بڑے اشتعال انگیز عوامل کے باوجود انسان میں چھچھورے پن کا ظہور نہ ہو بلکہ وہ کوہ وقار بنا ہوا اپنے موقف پر ڈٹا رہے۔"

اَلصَّبْرُ حَبْسُ النَّفْسِ عِنْدَ الْاٰلَامِ وَالْمُؤْذِیَاتِ

"یعنی تکلیف پہنچانے والے اور اذیت رساں حالات میں انسان اپنے آپ کو بے قابو نہ ہونے دے بلکہ اپنے نفس کی باگ مضبوطی سے پکڑے رہے تاکہ وہ سلطان عقل کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور

عقل اسے جو حکم دیتی ہے اس پر اطمینان سے گامزن ہو جائے۔" یہ صبر ہے اور اَلْاِحْتِمَالُ کا بھی یہی مفہوم ہے

اَلْعَفْوُ : هُوَ تَرْكُ الْمُؤَاخَذَةِ

"یعنی کسی زیادتی کرنے والے سے وہ بدلہ لینے کے بارے میں سوچے بھی نہیں۔"

یہ تمام صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی تادیب و تربیت کی تھی اور ان کو ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تھا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (1)

"قبول کیجئے معذرت خطاکاروں سے۔ حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ انور پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے۔"

اس آیت کی تشریح کیلئے ضیاء القرآن سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تادیب و تربیت کرتے ہوئے تین مکارم اخلاق کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

1۔ جو قصوروار معذرت طلب کرتا ہوا آپ کے پاس آئے اسے کمال فراخدلی اور شفقت سے معاف کر دیجئے۔ بدلہ اور انتقام لینے پر اصرار نہ کیجئے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ اَیْ خُذِ الْعَفْوَ عَنِ الْمُذْنِبِیْنَ اَلْمُرَادُ اُعْفُ عَنْهُمْ یعنی آپ گناہ گاروں کو معاف فرمادیں۔

2۔ مفید اور عمدہ چیزوں کے کرنے کا آپ لوگوں کو حکم دیں۔

اَلْعُرْفُ : اَلْمَعْرُوْفُ : اَلْمُسْتَحْسَنُ عَنِ الْاَفْعَالِ

لفظ عرف کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

جو باتیں اچھی اور مستحسن ہیں ان کو اپنائیے۔

3۔ جاہل اور ناسمجھ لوگ اگر آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھئے نہیں۔

حضرت امام جعفر الصادق علیہ و علیٰ آباءہ السلام نے فرمایا۔

قرآن کریم میں اخلاق حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے۔

1۔ سورۃ الاعراف: 199

وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ اَجْمَعُ لِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ

ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے متصف ہونا چاہئے۔ خصوصاً اس طبقہ کو جن کے ذمہ اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ ہے انہیں خصوصی طور پر اپنے آپ کو ان خصائل حمیدہ سے مزین کرنا چاہئے۔ اس مضمون کو حضور نبی کریم ﷺ نے زیادہ تفصیل سے اس ارشادگرامی میں بیان فرمایا ہے۔

اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ اَلْاِخْلَاصُ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَ اَنْ اَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ نُطْقِیْ ذِکْرًا وَّصَمْتِیْ فِکْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَۃً۔

"مجھے میرے پروردگار نے 9 باتوں کا حکم دیا ہے۔
ظاہر و باطن میں اخلاص کو اپنا شعار بناؤں۔
خوشنودی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں عدل کروں۔
خوشحالی اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کروں۔
جو مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کردوں۔
جو مجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کروں۔
اس کو دوں جو مجھے محروم رکھے۔
میری زبان گویا ہو تو ذکر الٰہی سے۔
خاموشی کی حالت میں، میں اس کی آیتوں میں غور وفکر کروں۔
میرے دیکھنے میں عبرت پذیری ہو۔"

علامہ سیوطی نے ابن جریر۔ ابن ابی حاتم ابو شیخ کی تفاسیر کے حوالہ سے لکھا ہے۔
کہ جب یہ آیت خُذِ الْعَفْوَ الْاٰیَۃِ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے جبرئیل سے اس کے مفہوم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر اس کا مفہوم بیان کرسکتا ہوں۔ چنانچہ جبرئیل اجازت لے کر بارگاہ رب العزت میں حاضر

ہوئے وہاں سے یہ پیغام لے کر واپس آئے عرض کی۔

یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِیَ مَنْ حَرَمَکَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ۔ (1)

"یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ سے قطع رحمی کرے اس سے آپ صلہ رحمی کریں۔ جو آپ کو محروم رکھے اس کو آپ عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اس سے آپ عفوو درگزر کریں۔"

اسی سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے۔

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (2)

"چاہئے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم اس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے اور اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔"

اگرچہ اس مضمون کی بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن میں صرف اسی ایک آیت کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز التجا کرتا ہوں کہ مجھ ناچیز کو اور تمام غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ان اخلاق حسنہ اور فضائل عالیہ سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہی وہ اخلاق عالیہ ہیں جن میں عظمت انسانی کا راز پنہاں ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (3)

"جو شخص (مصائب و آلام میں) صبر کرتا ہے اور جو شخص مخالفین (کے جور و جفا) کو معاف کرتا ہے تو بیشک یہ طرز عمل ان امور میں سے ہے جن کی شان بڑی بلند ہے۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے صحیحین میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے حلم و عفو کی شان جلیل کو آشکارا کرنے کیلئے ایک واقعہ قلمبند کیا ہے جو نقل کر رہا ہوں۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 32

2۔ سورۃ النور: 22

3۔ سورۃ الشعراء: 43

رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا کُسِرَتْ رُبَاعِیَتُہٗ وَشُجَّ وَجْھُہٗ یَوْمَ اُحُدٍ شَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِہٖ شَدِیْدًا وَقَالُوْا لَوْ دَعَوْتَ عَلَیْھِمْ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (1)

"جنگ احد میں جب حضور پرنور کے دندان مبارک شہید کر دیئے گئے اور رخ انور کو زخمی کر دیا گیا تو صحابہ کرام کو ازحد تکلیف ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ ان موذیوں اور بدکاروں کیلئے اگر حضور بددعا کر دیتے تو غضب خداوندی انہیں ملیامیٹ کر دیتا۔ رحمت مجسم نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام کو یہ ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ! میں لعنت بھیجنے کیلئے مبعوث نہیں کیا گیا (یعنی بددعا کرنے کے لئے) بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کا داعی اور سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس ارشاد کے بعد حضور نے اپنے مبارک ہاتھ دعا کیلئے بارگاہ رب العالمین میں پھیلا دیئے۔ اور ان ظالموں اور جفاکاروں کی تباہی کے بجائے یہ التجا کی: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے (ساتھ ہی ان کی عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کی) یا اللہ ان کی یہ ظالمانہ حرکتیں اس لئے ہیں کہ وہ مجھے جانتے نہیں۔ اگر وہ مجھے پہچان لیتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔"

کفار مکہ کے علاوہ عرب کے اکھڑ مزاج اور گنوار بھی ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے جن سے درگزر کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ صرف ذات پاک مصطفیٰ ہی تھی جو ان دل آزاریوں پر صبر کا مظاہرہ فرماتی تھی۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جابر نے فرمایا۔

اَبْصَرَتْ عَیْنَایَ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ بِالْجِعْرَانَۃِ وَفِیْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّۃٌ وَّکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْبِضُھَا عَلَی النَّاسِ یُعْطِیْھِمْ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 4، صفحہ 38

قَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِعْدِلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَيْلَكَ فَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ - لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَمْ اَعْدِلْ -

"کہ یہ واقعہ میری دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے دو کانوں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ جعرانہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال کی چادر میں چاندی تھی۔ حضور ﷺ اسے تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ تقسیم میں عدل وانصاف فرمائیے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو فرمایا تیرا خانہ خراب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں خائب و خاسر ہوں۔"

یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ دَعْنِیْ اَقْتُلْ هٰذَا الْمُنَافِقَ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ يَّتَحَدَّثَ النَّاسُ اَنِّیْ اَقْتُلُ اَصْحَابِیْ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ میرے بارے میں یہ گفتگو کرنے لگیں کہ اب میں نے اپنے صحابہ کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

پھر اس منافق کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا وَاَصْحَابَهٗ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ (1)

"یہ (گستاخ) شخص اور اس کی پارٹی وہ لوگ ہیں جو قرآن کی قرات کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح تیر اپنے ہدف سے۔"

حضور کے اس آخری ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ جو نبی رحمت ﷺ کی ذات اقدس پر کوئی اعتراض کرتے ہیں وہ گستاخ اور بے ادب ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک ایسا فرقہ ہوگا جن کا ایسا عقیدہ ہوگا۔ قرآن ان کے گلے میں ہی اٹک کر رہ جائے گا۔ ان کے دل تک قرآنی تعلیمات کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور دین سے وہ بھاگتے ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔

علامہ طبرانی نے حضرت ابی امامہ سے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے جسے پڑھ کر حضور

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 37

کے حلم کی وسعتوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک عورت ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی میں معروف تھی۔ ہر مرد سے وہ ناشائستہ گفتگو کرنے کی عادی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ ثرید تناول فرمارہے تھے اور ایک چٹان پر بیٹھے تھے۔ وہ یہیں سے گزری۔ کہنے لگی ذرا دیکھو ان کی طرف، غلاموں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی طرح کھارہے ہیں۔ حلم و وقار کے اس کوہ گراں نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا وَاَیُّ عَبْدٍ اَعْبَدُ مِنِّیْ مجھ سے بڑھ کر اور عبد اور غلام کون ہے۔ پھر وہ کہنے لگی خود تو کھارہے ہیں اور مجھے نہیں کھلاتے۔ حضور نے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ پھر کہنے لگی مجھے اپنے ہاتھ سے دیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ثرید دی۔ پھر کہنے لگی یہ نہیں جو آپ کے منہ میں ہے وہ مجھے دیجئے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے لقمہ نکال کر اسے دیا۔ جب اس نے وہ لقمہ کھایا تو حضور کے اس متبرک لقمہ کی برکت سے اس کی ساری بداخلاقیاں اور بے حیائیاں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئیں۔ جب تک زندہ رہی پھر کبھی اس نے کسی سے بیہودہ گفتگو نہ کی۔" (1)

غورث بن حارث (ایک مشرک)

لشکر اسلام ایک دفعہ جہاد سے واپس آرہا تھا۔ دوپہر ہو گئی۔ گرم لو اور چلچلاتی دھوپ نے مزید سفر کو تکلیف دہ بنادیا۔ ایک جگہ گھنے درخت تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے مجاہدین کو ان درختوں کی گھنی چھاؤں میں قیلولہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ہر مجاہد نے اپنے لئے مناسب جگہ تجویز کی اور وہاں لیٹ گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے بھی آرام فرمانے کیلئے ایک جگہ منتخب کی اور حضور وہاں لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی۔ اسی اثناء میں غورث بن حارث وہاں پہنچا اور جب اس نے دیکھا کہ حضور استراحت فرمارہے ہیں۔ آنکھ لگ گئی ہے اور قرب وجوار میں کوئی صحابی بھی نہیں تو اس نے حضور ﷺ کی اس تنہائی سے فائدہ اٹھانے کیلئے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور حضور ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر کے آگے بڑھا۔ اچانک حضور کی آنکھ کھل گئی اور غورث کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی تلوار لہرا رہا ہے۔

اس نے حضور سے کہا مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ (2)

1۔ سعید حوی، "الرسول"، (بیروت)، جلد 2، صفحہ 126

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 33

دشمن کے اچانک در آنے سے حضور ﷺ پر خوف وہراس کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی۔ پورے وثوق سے فرمایا "اللہ" مجھے میرا رب بچائے گا۔ یہ پر جلال جواب سن کر اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کو اٹھایا پھر اس سے پوچھا مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ اب بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ (یعنی جو اپنے مخالف پر قابو پا کر اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں آپ ان میں سے ہو جائیں) حضور نے اس کو معاف کر دیا اور چلے جانے کی اجازت دیدی۔"

جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچا تو بیساختہ کہنے لگا۔

جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ

"وہ شخص جو تمام لوگوں سے بہترین ہے میں اس کے پاس سے آیا ہوں۔"

حضور کی شان عفو و درگزر کو پوری طرح سمجھنے کیلئے اگر آپ کو مزید کسی دلیل کی ضرورت ہو تو اس یہودی عورت کو یاد کرو جس نے حضور ﷺ کو ایسی بکری کا گوشت کھلایا تھا جس میں اس نے زہر ملا دی تھی۔ اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا لیکن رحمت عالم ﷺ نے اپنی بے مثل عفو و درگزر کا اظہار کرتے ہوئے اس کو معاف کر دیا۔

لبید بن اعصم یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس کا راز فاش کر دیا اور اسے پکڑ کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے اسے کوئی سزا دینا تو کجا سرزنش تک بھی نہ کی اور اس کو رہا کر دیا۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی کارستانیاں کسی سے مخفی نہیں۔ وہ حضور کے راستہ میں قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کرتا تھا۔ حضور ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا۔ جنگوں میں جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتا تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھی اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کیلئے لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہوتے لیکن چند فرلانگ لشکر اسلام کے ساتھ چل کر بلا وجہ واپس لوٹ آتے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ بقیہ لشکر اسلام میں بے دلی پیدا ہو جائے اور وہ جم کر کفار کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس کی حجت بازیاں، اس کی دل آزاریاں، اس کی بہتان تراشیاں، اس کے خطرناک منصوبے اور لشکر اسلام کو دھوکہ دینے کی وارداتیں، ان کے ذکر سے سیرت و

تاریخ کی ساری کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ ان منافقین کو ان کے سردار کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار کر واصل جہنم کر دیا جائے۔ سرور عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے اس مشورہ کو مسترد کر دیا۔ فرمایا اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ کہیں گے۔

اِنَّ مُحَمَّدًا یَّقْتُلُ اَصْحَابَہٗ

"کہ محمد (ﷺ) نے اپنے صحابہ کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔"

میں دشمنوں کو ایسا پراپیگنڈہ کرنے کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بتایا کہ میں ایک روز اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں تھا۔ حضور ﷺ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس کے کنارے بڑے کھردرے تھے۔ دریں اثناء ایک اعرابی آیا اس نے اس چادر کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا۔ اور اتنے زور سے کھینچا کہ حضور ﷺ کی گردن مبارک پر اسکے نشان پڑ گئے۔ اس گستاخانہ حرکت کے بعد وہ بڑی بے حیائی سے کہنے لگا۔

یَا مُحَمَّدُ اِحْمِلْ لِیْ عَلٰی بَعِیْرَیَّ ھٰذَیْنِ مِنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ

"اللہ کا جو مال تیرے پاس ہے اس سے میرے ان دو اونٹوں کو لاد دو۔"

فَاِنَّکَ لَا تَحْمِلُ لِیْ مِنْ مَّالِکَ وَمَالِ اَبِیْکَ۔

"(مزید بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا) آپ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے میرے اونٹوں کو نہیں لاد رہے۔"

ایسی گستاخانہ جسارت پر سراپا رحمت ورافت نبی نے ذرا برہمی کا اظہار نہ کیا اور سکوت اختیار کیا۔

پھر فرمایا

اَلْمَالُ مَالُ اللّٰہِ وَاَنَا عَبْدُہٗ۔

"کہ بیشک جو مال میرے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔

پھر فرمایا جو تم نے چادر کھینچ کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے میں اس کا انتقام تم سے ضرور لوں گا۔

وہ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ اس بدو نے کہا۔

لِاَنَّکَ لَا تُکَافِئُ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ

"(کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں) کہ آپ کا شیوہ یہ ہے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے۔"

سرکار دو عالم ﷺ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جو کی بھری بوریاں لاد دو اور دوسرے پر کھجوریں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے آقائے نامدار کے اخلاق کریمہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اگر کسی نے آپ پر ظلم اور زیادتی کی ہو تو حضور ﷺ نے اس سے اس کا انتقام لیا ہو، جب تک کوئی شخص اللہ کی حدود سے کسی حد کو نہ توڑتا۔ سرور عالم ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ کسی خادم کو کبھی مارا اور نہ کبھی کسی عورت کو۔(1)

حضرت امام احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ حضرت جعدہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ بارگاہ رسالت پناہ میں ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ اس کے بارے میں عرض کی گئی کہ اس شخص نے ارادہ کیا ہے کہ حضور ﷺ کو شہید کر دے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ۔ فرمایا۔

لَنْ تُرَاعَ لَنْ تُرَاعَ

"ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔ ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔"

پھر فرمایا اگر تو یہ ارادہ کرتا تب بھی اللہ تعالیٰ تجھے مجھ پر مسلط نہ کرتا۔(2)

عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے کہ زید بن سعنہ جو یہود کا بڑا جید عالم تھا، اس نے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی جتنی علامتیں ہماری کتب میں بیان کی گئی ہیں میں نے ان سب کا مشاہدہ کر لیا کہ وہ حضور ﷺ میں بتمامہا پائی جاتی ہیں مگر دو علامتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں نے ابھی حضور ﷺ کی آزمائش نہیں کی تھی وہ دو باتیں یہ تھیں۔

اَنْ یَسْبِقَ حِلْمُہٗ جَہْلَہٗ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 140، زینی دحلان، جلد 3، صفحہ 223، سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 34-33

2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 141، سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 33

"اس کا حلم، اس کے جہل سے سبقت لے جاتا ہے۔"

وَلَا تَزِيْدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ اِلَّا حِلْمًا۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جہالت اور حماقت کا جتنا مظاہرہ کیا جائے اتنا ہی حضور ﷺ کے حلم میں اضافہ ہوتا ہے۔"

میں لطائف الحیل سے ان دو صفات کا حضور ﷺ میں مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کیلئے سرور عالم ﷺ سے کھجوریں خریدیں اور ان کی قیمت نقد ادا کر دی۔ حضور ﷺ نے وہ کھجوریں اس کے حوالے کرنے کیلئے ایک تاریخ مقرر فرما دی۔ ابھی اس میعاد کو دو دن باقی تھے کہ میں آ گیا اور کھجوروں کا مطالبہ کر دیا۔ میں نے حضور ﷺ کی قمیص اور چادر کو زور سے پکڑ لیا اور بڑا غضبناک چہرہ بنا کر آپ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کا نام لے کر کہا۔

"کیا تم میرا حق ادا نہیں کرو گے، اے عبد المطلب کی اولاد! بخدا تم بہت ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ مجھے تمہاری اس عادت کا پہلے بھی تجربہ ہے۔"

اس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ اقدس میں حاضر تھے انہوں نے جب ابن سعنہ کی یہ گستاخانہ گفتگو سنی۔ تو اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اَیْ عَدُوَّ اللّٰهِ! اَتَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَسْمَعُ۔

"اے اللہ کے دشمن! تم یہ بکواس اللہ تعالیٰ کے رسول کے بارے میں میری موجودگی میں کر رہے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔"

نبی کریم ﷺ حضرت عمر کی اس گفتگو کو بڑے سکون و تحمل کے ساتھ سنتے رہے اور مسکراتے رہے پھر حضرت عمر کو فرمایا۔

اَنَا وَهُوَ كُنَّا اَحْوَجَ اِلٰى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ يَا عُمَرُ تَاْمُرُنِيْ بِحُسْنِ الْاَدَاءِ وَتَاْمُرُهُ بِحُسْنِ التِّبَاعَةِ۔

"اے عمر! جو بات تو نے اسے کہی ہے ہمیں تو اس سے بہتر بات کی توقع تھی۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے کہتے کہ میں حسن و خوبی سے اس کی کھجوریں اس کے حوالے کر دوں اور اسے کہتے کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ

شائستگی سے کرے۔"

عمر جاؤ۔ اور اس کا حق (کھجوریں) اس کے حوالے کر دو اور جتنا اس کا حق ہے اس سے بیس صاع زائد کھجوریں اس کو دو تا کہ تو نے اسے جو خوفزدہ کیا ہے اس کا بدلہ ہو جائے اور اس کی دلجوئی ہو جائے۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے میری کھجوریں بھی میرے حوالے کر دیں اور بیس صاع اس سے زیادہ بھی مجھے دے دیئے۔

اس وقت میں نے حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے عمر! حضور ﷺ کی نبوت کی جتنی علامات ہماری کتب میں مذکور تھیں ایک ایک کر کے ان سب کا مشاہدہ میں نے آپ کی ذات میں کر لیا مگر دو علامتیں ایسی تھیں جن سے میں نے ابھی تک حضور ﷺ کو آزمایا نہیں تھا۔ اب میں نے ان دونوں کو بھی آزمالیا ہے۔

فَأُشْهِدُكَ أَنِّي رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نَبِيًّا۔ (1)

"آج میں اے عمر آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس بات پر راضی ہو گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہو اسلام میرا دین ہو اور سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ میرے نبی ہوں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک اعرابی سے اونٹ خریدے اور اس کے عوض بطور قیمت کھجوریں دینے کا وعدہ فرمایا۔ پھر فرمایا ہم تمہیں ذخیرہ کی کھجوریں بطور قیمت ادا کریں گے (ذخیرہ ایک خاص جگہ کا نام ہے جہاں کی کھجوریں اعلیٰ قسم کی ہوتی تھیں)۔ حضور سرور عالم ﷺ گھر واپس تشریف لائے اور ذخیرہ کی کھجوروں کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملیں۔ حضور ﷺ اس اعرابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے فرمایا اے اللہ کے بندے! ہم نے تجھ سے اونٹ خریدے ہیں اس کے بدلے میں تمہیں ذخیرہ کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس قسم کی کھجور ہمارے پاس نہیں ہے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 36

اعرابی بولا وَاغدرَاه وَاغدرَاه ہائے دھوکہ بازی ہائے دھوکہ بازی۔

صحابہ نے اس گستاخی پر اسے جھڑکا حضور ﷺ نے جب دیکھا تو صحابہ کو منع کیا کہ اسے کچھ نہ کہو فان لصاحب الحق مقالا حق دار کو بات کرنے کی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بات تین بار دہرائی۔ جب حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس اعرابی کو اس بات کی سمجھ نہیں آئی تو حضور ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ خولہ بنت حکیم بن امیہ صحابیہ کے پاس جائے اور انہیں حضور ﷺ کا یہ پیغام دے کہ اگر تمہارے پاس ذخیرہ کی کھجوروں کا وسق ہو تو وہ ہمیں مستعار دیدو جس وقت ہمارے پاس اس قسم کی کھجوریں آئیں گی ہم ادا کر دیں گے۔

حضرت خولہ کو یہ پیغام ملا۔ انہوں نے عرض کی اس قسم کی کھجور میرے پاس ہے۔ حضور ﷺ اس آدمی کو میرے پاس بھیج دیں میں اس کے حوالہ کر دوں گی۔ سرور عالم ﷺ نے اس آدمی کو کہا کہ جاؤ۔ اور اس اعرابی کا جتنا حق بنتا ہے اس کو ادا کر دو۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت خولہ سے مطلوبہ مقدار کھجوروں کی لے کر اس اعرابی کے سپرد کر دی۔ وہ اپنی کھجوریں وصول کرنے کے بعد واپس لوٹا۔ دیکھا کہ اللہ کا رسول اپنے صحابہ کے حلقہ میں تشریف فرما ہے تو اس کو یارائے ضبط نہ رہا۔ کہنے لگا۔

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَقَدْ اَوْفَيْتَ وَاَطْيَبْتَ (1)

"اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بیشک حضور ﷺ نے میرا حق پورا پورا ادا کر دیا ہے اور بڑی عمدگی کے ساتھ۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح و ثنا جس طرح قرآن کریم میں مذکور ہے بعینہ اسی طرح تورات میں بھی موجود ہے (تورات کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے)

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ۔ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّغَلِيْظٍ وَّلَا صَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 37

السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَصْفَحُ۔ (1)

"اے نبی مکرم ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر۔ نیز بشارت دینے والا۔ بروقت ڈرانے والا۔ ناخواندہ لوگوں کیلئے پناہ۔ تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ سختی کرنے والا نہ تند مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔"

تورات کی اس آیت کے آخر میں محبوب رب العالمین ﷺ کی چند خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں آیت ہے۔

لَنْ يَّقْبِضَهٗ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَآءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحَ اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا (2)

"اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک کہ کج رو ملت کو درست کر دیں۔ کہ وہ یہ کہنے لگیں لا الہ الا اللہ اور یہاں تک کہ اندھوں کو بینا کر دیں، بہروں کو شنوا کر دیں اور طرح طرح کے غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں سے یہ غلاف اتار دیں۔"

سرکار دو عالم ﷺ کی شان حلم و عفو کے بارے میں محیر العقول واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں، یہاں سب کا احاطہ ممکن نہیں۔ اور یہ روایات درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں ان کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

قریش مکہ حضور پرنور ﷺ پر جس طرح، طرح طرح کے مظالم توڑا کرتے تھے اور اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے، پھر ان اذیت رسانیوں پر حضور ﷺ جس جوانمردی سے استقامت کا مظاہرہ فرماتے تھے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے دلوں کو ہلا دینے والے جور و ستم کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ مکہ مکرمہ نے اپنے بند دروازے اللہ کے نبی مکرم کیلئے کھول دیئے۔ حضور ﷺ بڑی فاتحانہ شان سے اپنے جانثاروں کے جم غفیر کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے

1۔ ابوالفداء ابن کثیر، "شمائل الرسول"، (بیروت)، صفحہ 61

2۔ ایضاً

ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے نبی محتشم ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں تین صد ساٹھ بت نصب کئے گئے تھے۔ جس بت کی طرف آپ اپنی چھڑی کا اشارہ کرتے وہ دھڑام سے منہ کے بل گر پڑتا۔ صحابہ کرام نے ان بتوں کو اٹھایا اور دور باہر پھینک دیا۔ اللہ کے گھر کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے منزہ کرنے کے بعد حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور بیت اللہ شریف کے دروازے پر توقف فرمایا۔

سارا حرم شریف لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ تل دھرنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ کفار مکہ کو اپنی کارستانیاں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ ان کا قتل عام کیا جائے گا اور کسی کو زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں نبی رحمت عالم ﷺ کی صدا بلند ہوئی انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

مَا تَقُوْلُوْنَ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِکُمْ

"مجھے بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔"

"انہوں نے جواب دیا خَیْرًا۔ اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ

ہمیں حضور ﷺ سے خیر کی امید ہے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہی تھی۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○

"(اے مکہ کے جفاکارو) آج تم پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت کی تلاوت کے بعد ان کو آزادی کا مژدہ سنایا۔ فرمایا

اِذْھَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

"چلے جاؤ۔ تم آزاد ہو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں ایام میں ایک روز جب حضور ﷺ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے اور تمام اہل ایمان صفیں باندھے اپنے آقا کی اقتدا میں مصروف

عبادت تھے، تنعیم کی طرف سے اسی کفار نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن فرزندان اسلام نے ان کو فوراً دبوچ لیا اور انہیں اپنا قیدی بنالیا۔

جب ان احسان فراموش ظالموں کو پکڑ کر بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے پھر بھی انہیں جھڑکا تک نہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ دو روز پہلے تمہارے سنگین جرائم کو معاف کیا، تمہیں آزادی کی نعمت سے نوازا، میرا وہ احسان تم بھول گئے اور بڑی خست کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم نے ہم پر حالت نماز میں حملہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی بلکہ انہیں عفو عام کی بشارت سنا کر آزاد کر دیا۔(1)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس خلق جمیل پر یہ آیت نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (2)

"اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں باوجودیکہ تمہیں ان پر قابو دیدیا تھا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔"

ابو سفیان کی اسلام دشمنی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس نے فتح مکہ سے پہلے اپنی ساری زندگی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں صرف کر دی۔ میدان جنگ میں ہادی برحق ﷺ کو شکست سے دوچار کرنے کیلئے بار بار کوششیں کیں۔ جنگ خندق میں عرب کے تمام مشرک قبائل کو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے اس نے جمع کیا۔ میدان احد میں حضور ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ پھر ان کے کان، ناک اور آنکھیں کاٹ کاٹ کر ان کا مثلہ کیا۔ ان کے پیٹ چاک کئے اور ان کے دل و جگر کو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کے ہار پرو کر اپنے گلوں میں ڈالے۔ لیکن ان ستم کیشیوں کے بعد وہ فتح مکہ کے دن بارگاہ رحمت للعالمین میں گرفتار کر کے پیش کیا گیا تو اس رحمت مجسم نے اس کی جملہ سفاکیوں، سنگین زیادتیوں، خطاؤں، اذیت رسانیوں اور ہولناک سازشوں پر قلم عفو پھیر

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 34

2۔ سورۃ الفتح: 24

دیا۔ اور بڑے محبت بھرے انداز میں اس سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو شفیق کریم نے بڑے شفقت سے اسے فرمایا۔

وَيْحَكَ يَا اَبَا سُفْيَانَ اَلَمْ يَأْنِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

"اے ابو سفیان! تیرا خدا بھلا کرے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو اس روشن حقیقت کو جان لے اور مان لے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں؟"

ابو سفیان یہ شفقت سے لبریز جملے سن کر پانی پانی ہو گیا اور عرض کی۔

بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا اَحْلَمَكَ وَمَا اَوْصَلَكَ وَمَا اَكْرَمَكَ (1)

"میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان جائیں۔ آپ کتنے حلیم ہیں۔ آپ کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ آپ کتنے کریم ہیں۔ میرے جیسے بدکار اور سنگدل مجرم کو اپنی شان رحمت سے نواز رہے ہیں۔"

یہ حضور ﷺ کے عفو و درگزر کا اثر تھا کہ حضور ﷺ اپنی امت پر ایسے احکام نافذ نہیں کرتے تھے جن پر عمل کرنا امتیوں کیلئے دشواری کا باعث ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ گزرتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں تو وہ مسواک کریں۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا امتیوں کیلئے مشقت کا باعث تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا اگر میرے امتیوں کو تکلیف نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز رات کا تیسرا حصہ گزرنے کے بعد ادا کیا کریں۔

کیونکہ اتنی دیر تک جاگنا امتیوں کیلئے باعث تکلیف اور مشقت تھا اس لئے یہ حکم نہیں دیا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے صوم وصال سے اپنی امت کو روکا کیونکہ حضور کا اتباع کرتے ہوئے اگر لوگ صوم وصال رکھیں گے تو انہیں بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسی طرح بہت سے احکام ہیں جن میں فرزندان اسلام کی سہولت اور آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ نبی رحمت ﷺ کی یہ صفات حلم و عفو اور رافت و کرم ان امور کے بارے میں تھیں جن کا تعلق حضور ﷺ کی اپنی ذات والا صفات کے ساتھ تھا۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 236

لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کو کوئی توڑنے کی جرأت کرتا تھا تو حضور ﷺ کے غیظ و غضب کی حد نہیں رہتی تھی۔ شان جلال نبوت کا یوں اظہار ہوتا تھا کہ ہر چیز لرزنے لگتی تھی۔

جب غزوۂ خندق میں ایک روز مشرکین نے اپنی پیہم تیر اندازی اور سنگ افگنی کے باعث نماز عصر ادا کرنے کی مہلت نہ دی اور نماز قضا ہو گئی تو اس وقت حضور ﷺ نے ان کیلئے زبردست بددعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ امْلَأْ بُطُوْنَھُمْ نَارًا

"اے اللہ ان کی قبروں کو آتش جہنم سے بھر دے۔"

مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا

"اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔"

حضور کی شان جود و کرم

عربی زبان میں جود، کرم، سخا اور سماحت ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی قریب قریب ہیں۔ لیکن لغت عرب کے ماہرین نے ان میں بڑا لطیف فرق بیان کیا ہے جس کے سمجھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مترادف ہونے کے باوجود ان الفاظ میں انفرادیت موجود ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "الشفاء" میں وہ لطیف فرق بیان کئے ہیں جو ان کلمات میں ہیں۔ کرم کا معنی یہ بتاتے ہیں۔

اَلْکَرَمُ: اَلْاِنْفَاقُ بِطِیْبِ النَّفْسِ فِیْمَا یَعْظُمُ خَطَرُہٗ وَنَفْعُہٗ

ایسی چیز کو خرچ کرنا جو بڑی قدر و منزلت کی مالک ہو اور نفع بخش ہو۔ اور خوش دلی سے خرچ کرنا۔ اس کو کرم کے لفظ سے تعبیر کیا جائے گا۔ اور اسے حریت بھی کہا جاتا ہے۔

اس کا مد مقابل نزالت ہے۔ خِسّت اور کمینگی۔

السخا: کسی قبیح چیز کے کسب کرنے سے مجتنب رہنا اور مال کو بڑی آسانی سے خرچ کرنا۔

اَلسَّخَاءُ سُھُوْلَۃُ الْاِنْفَاقِ وَتَجَنُّبُ اِکْتِسَابِ مَا لَا یُحْمَدُ

الجود: اس کا بھی تقریباً یہی معنی ہے اس کا مد مقابل التقتیر ہے جس کا معنی ہے التضییق فی الانفاق خرچ کرتے وقت تنگدلی محسوس کرنا۔

قَالَ النَّحَّاسُ اَلْجَوَادُ، اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلٰی مَنْ یَّسْتَحِقُّ وَ یُعْطِیْ مَنْ لَّا یَسْئَلُ وَ یُعْطِی الْکَثِیْرَ وَلَا یَخَافُ الْفَقْرَ مِنْ قَوْلِہِمْ مَطَرٌ جَوَادٌ اِذَا کَانَ کَثِیْرًا وَ فَرَسٌ جَوَادٌ

لغت و نحو کے امام نحاس، جواد کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: جواد وہ ہے جو مستحق کو عطا کرتا ہے۔ اور جو سوال نہیں کرتا اس کو دیتا ہے اور جب دیتا ہے تو قلیل نہیں دیتا بلکہ کثیر دیتا ہے۔ اسے فقر و افلاس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ موسلا دھار بارش کو عرب مطر جواد۔ تیز رفتار گھوڑے کو فرس جواد اور جو سائل کے سوال کرنے سے پہلے اس کی جھولی بھر دیتا ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں اسے اہل عرب جواد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ جود اور سخا مترادف ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جواد کا مرتبہ سخی سے ارفع ہے۔

اَلسَّمَاحَۃُ: اَلتَّجَافِیْ عَمَّا یَسْتَحِقُّہُ الْمَرْءُ عِنْدَ غَیْرِہٖ بِطِیْبِ النَّفْسِ۔ (1)

کسی آدمی کی کوئی چیز کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ خوش دلی سے اس چیز کو اس سے واپس نہ لینا اور اس کو نظر انداز کر دینا سماحت کہلاتا ہے۔

حضور کی شان جود و کرم

صفت جود و کرم، سخاوت و فیاضی میں کوئی شخص بھی صاحب خلق عظیم، نبی کریم کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہر شخص جس کو کبھی بارگاہ نبوت میں حاضری کی سعادت میسر آئی ہو اور زبان مبارک سے رشد و ہدایت کے ارشادات سننے کا شرف حاصل ہوا ہو، وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

کثیر التعداد جلیل القدر محدثین کرام جن میں سے بعض کے اسماء گرامی ہدیہ ناظرین ہیں۔ ابو علی الصدفی الشہید۔ قاضی ابو الولید الباجی۔ ابو ذر الہروی۔ ابو الہیثم الکشمیہنی ابو محمد السرخسی۔ ابو اسحاق البلخی۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث ابو عبد اللہ الفربری نے سنائی وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ہمیں بتائی۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن کثیر نے سفیان سے روایت

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 91

کی انہوں نے ابن المنکدر سے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا (1)

"ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے کسی سائل نے کوئی سوال کیا ہو اور حضور ﷺ نے اس کے جواب میں نہ فرمایا ہو۔"

فرزدق نے کیا خوب کہا ہے۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشَهُّدِهِ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نَعَمْ (2)

"میرے ممدوح نے تشہد کے بغیر کبھی "لا" نہیں کہا اور اگر تشہد میں اشھد ان لاالہ الا اللہ کہنا ضروری نہ ہوتا تو پھر ان کی "لا" بھی نعم ہوتی۔"

حضرت ابن عباس حضور ﷺ کی شان جود و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ وَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (3)

"نبی کریم ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں ساری دنیا سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان المبارک میں حضور ﷺ کی شان جود و کرم نرالی ہوا کرتی تھی۔ حضور ﷺ کی جب جبرئیل امین سے ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک آدمی نے حضور ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا تو حضور کے دست جود و سخا نے اس کو اتنی بکریاں عطا فرمائیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی وسیع وادی بھر گئی۔ لوٹ کر جب وہ اہل وطن کے پاس آیا تو اس نے انہیں کہا۔

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 82

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 82

3۔ شمائل ترمذی، صفحہ 74۔ مسلم شریف، صفحہ 180

أَسْلِمُوا فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ (1)

"وقت ضائع کئے بغیر فوراً اسلام قبول کر لو کہ محمد کریم ﷺ جب کسی کو کوئی چیز عطا فرماتے ہیں تو پھر اسے فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔"

حضور ﷺ کی یہ فیاضی صرف اس سائل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان گنت لوگ آئے اور اپنی جھولیاں بھر کر لے گئے۔ دینے والے نے انہیں ان کی توقعات سے کہیں زیادہ عطا فرمایا۔

جس رات غار حرا میں حضور پر نور ﷺ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا تو آپ گھر واپس تشریف لائے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ حضور ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس حاضر ہوئیں۔ تو حضرت ورقہ نے حضور ﷺ کے حالات سن کر فرمایا۔

إِنَّكَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ

"(آپ کو پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں) آپ تو قرض کے بار گراں کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو نادار ہو اس کی ضروریات زندگی مہیا فرماتے ہیں۔"

اس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی حضور ﷺ کی شان جود و کرم زبان زد خاص و عام تھی۔

غزوۂ حنین میں قبیلہ ہوازن سے مقابلہ ہوا۔ ان کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے چھ ہزار مرد و زن کو فرزندان اسلام نے جنگی قیدی بنا لیا اور بیشمار اموال غنیمت قبضہ میں لئے گئے۔ کچھ روز بعد بنو ہوازن کے چند نمائندے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان کی رہائی کیلئے التجا کی۔ حضور سرور عالم ﷺ نے ان تمام قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا اور بنی ہوازن کا جو وفد یہ درخواست کرنے آیا تھا ان کے سپرد کر دیا اور کہا انہیں لے جاؤ۔

ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا سحاب کرم برسا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بہت زیر بار ہوں۔ غزوۂ بدر کے بعد میں نے اپنا فدیہ بھی ادا کیا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ بھی ادا کیا اس لئے مجھے کچھ عطا فرمائیے۔ حضور ﷺ کے پاس

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 74

سونے چاندی کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ حضرت عباس نے اپنی چادر بچھادی اور اس ڈھیر سے سونا چاندی اٹھا اٹھا کر اپنی چادر پر رکھنے لگے۔ جب وہ اپنے دل کی حسرت پوری کر چکے تو گٹھڑی باندھی۔ جب اس کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھنے لگے تو وہ اتنی وزنی تھی کہ اسے اٹھا نہ سکے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! اس کے اٹھانے میں میری مدد فرمائیں۔ حضور ﷺ نے انکار کر دیا پھر عرض کی کسی اور کو حکم دیں کہ وہ اس کے اٹھانے میں میری مدد کرے۔ حضور ﷺ نے پھر بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ وزن کم کیا اور باقی ماندہ کو بدقت سر پر اٹھایا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب تک حضرت عباس نظر آتے رہے حضور ﷺ ان کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔

اس روایت کے بعد علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت عباس طاقتور بلند قامت اور سلیم الفطرت آدمی تھے اس قوت و قامت کے باعث جو کچھ انہوں نے گٹھڑی میں اٹھایا وہ چالیس ہزار سے کم نہ تھا۔ (1)

ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں نوے ہزار درہم پیش کیے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چٹائی پر ان کو رکھ دو۔ پھر حضور ﷺ اسے تقسیم کرنے کیلئے خود کھڑے ہوئے۔ جو شخص بھی آیا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا یہاں تک کہ وہ درہم ختم ہو گئے۔ اس کے بعد ایک سائل حاضر ہوا، اس نے طلب کا دامن پھیلایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو اب کوئی چیز نہیں ہے البتہ ایسا کرو فلاں دکاندار کے پاس جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں میرے نام پر خرید لو۔ جب دکاندار میرے پاس آئے گا تو میں یہ رقوم اسے ادا کر دوں گا۔

حضرت فاروق اعظم خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے عرض کی۔

مَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ

"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس بات کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ میں قدرت نہیں ہے۔"

نبی رحمت ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی۔

ایک انصاری وہاں حاضر تھے انہوں نے عرض کی۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 86

2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 146

"اے اللہ کے پیارے رسول! آپ بے دھڑک خرچ کریں اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا رب جو عرش کا مالک ہے وہ آپ کو تنگ دست کر دے گا۔"

اپنے غلام کی یہ بات سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔ خوشی کے آثار رخ انور پر دکھائی دینے لگے اور فرمایا۔

بِھٰذَا اُمِرْتُ: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت معوذ بن عفراء سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں ایک بڑے طشت میں تازہ کھجوریں بھر کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے چاندی اور سونے کی مٹھی بھر کر مجھے عطا فرمائی۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ۔

"نبی رحمت ﷺ کل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔"

بارگاہ رسالت میں ایک روز ایک آدمی حاضر ہوا اور سوال کیا۔ سرکار کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ایک دکاندار سے نصف وسق (وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ہر صاع چار سیر کا) لیا۔ جس سے قرض لیا تھا وہ آدمی اپنا قرض مانگنے کیلئے حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے نصف وسق اسے واپس نہیں کیا بلکہ پورا وسق دیا۔ فرمایا نصف وسق قرض کی ادائیگی کیلئے اور نصف وسق تمہیں عطیہ دیا جاتا ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ ایک روز بزاز کے ہاں تشریف لے گئے اور اس سے چار درہم کی قمیص خریدی۔ وہ قمیص پہن کر حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ ایک انصاری آگیا عرض کی یا رسول اللہ!

اُكْسُنِيْ قَمِيْصًا كَسَاكَ اللّٰهُ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ

"ازراہ کرم یہ قمیص مجھے پہنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا لباس پہنائے۔"

رحمت عالم علیہ نے بلا تامل وہ قمیص اتاری اور اس انصاری کو مرحمت فرمادی۔ پھر دکان پر تشریف لے گئے اور اپنے لئے چار درہم کی ایک اور قمیص خریدی۔ حضور پرنور علیہ جب گھر سے تشریف لائے تھے اس وقت حضور علیہ کے پاس دس درہم تھے۔ آٹھ درہم خرچ ہوگئے باقی دو رہ گئے۔ اچانک حضور علیہ نے دیکھا ایک لونڈی راستے پر کھڑی رو رہی ہے۔ رحمت عالم نے اس سے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! میرے گھر والوں نے مجھے دو درہم دیئے تھے تاکہ ان کا آٹا خرید کر لاؤں۔ وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں اس لئے رو رہی ہوں کہ گھر کی مالکہ مجھے سزا دے گی۔ سرکار دو عالم علیہ کے پاس جو دو درہم باقی رہ گئے تھے وہ حضور علیہ نے اس کو عطا فرمائے پھر کچھ وقفہ کے بعد اس بچی کی طرف دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ حضور علیہ نے پوچھا اب تم کیوں رو رہی ہو دو درہم تو تم نے لے لئے ہیں۔ اس نے عرض کی میں ڈر رہی ہوں کہ میرا مالک مجھے مارے گا۔ غریب نواز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سفارشی بن کر اس کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ جب ان کے گھر کے باہر پہنچے تو حسب معمول اہل خانہ کو السلام علیکم فرمایا۔ انہوں نے آواز سن بھی لی، پہچان بھی لی کہ سلام دینے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضور علیہ نے دوبارہ سلام فرمایا پھر کچھ دیر کیلئے انتظار کی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ تیسری بار پھر حضور علیہ نے سلام فرمایا اس وقت اہل خانہ نے سلام کا جواب عرض کیا۔ سرور عالم علیہ نے پوچھا جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں سلام کیا تھا تو کیا تم نے سنا تھا؟ انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ہم نے سنا تھا۔ ہم دانستہ خاموش رہے تاکہ حضور علیہ ہمیں بار بار سلام فرمائیں اور حضور علیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آفت سے سلامت رکھے۔

انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ حضور علیہ پر قربان ہوں۔ آپ نے کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ حضور علیہ نے فرمایا یہ بچی ڈر رہی تھی کہ تم اسے مارو گے اس کی سفارش کیلئے میں اس کے ہمراہ آیا ہوں۔ اس بچی کے مالک نے عرض کی۔ **هِيَ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ لِمَمْشَاكَ مَعَهَا** حضور علیہ کے اس کے ہمراہ تشریف لانے کے باعث ہم نے اس لونڈی کو لوجہ اللہ آزاد کر دیا ہے۔

کریم آقا نے انہیں بھلائی اور جنت کی خوشخبری سے خورسند فرمایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین پھر حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دس درہموں میں بڑی برکت ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی اس سے قمیص پہنائی، ایک انصاری کو بھی قمیص پہنائی اور ایک لونڈی کو بھی اس کی وجہ سے آزاد کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنَا هٰذَا بِقُدْرَتِهٖ (1)

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ رزق عطا فرمایا۔"

امام بخاری اور دیگر محدثین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ وہ ایک چادر ہمراہ لائی جس کا حاشیہ بھی تھا اور عرض کی یارسول اللہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے تاکہ حضور ﷺ اسے زیب تن فرمائیں پس ازراہ نوازش اسے قبول فرمائیں۔ سرو عالم ﷺ نے اپنی جان نثار خادمہ کی محبت بھری پیشکش کو قبول فرمایا۔ حضور ﷺ اس چادر کو بطور تہبند باندھ کر باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ فوراً ایک اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں مہربانی کر کے یہ چادر مجھے عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں یہ چادر تمہیں دوں گا۔ کچھ دیر نبی رحمت اس مجلس میں تشریف فرما رہے پھر کاشانہ اقدس میں واپس چلے گئے۔ اس چادر کو تہ کیا اور اس اعرابی کی طرف بھیج دی۔ لوگوں نے اسے کہا کہ تمہیں یہ معلوم تھا کہ سرور عالم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ آپ سے جب کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو حضور ﷺ دینے سے انکار نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی تم نے یہ سوال کیوں کیا۔

اعرابی نے کہا خدا کی قسم! میں نے یہ چادر تہبند بنانے کیلئے نہیں مانگی بلکہ میں نے تو اس لئے اس کے بارے میں درخواست کی ہے کہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں گا۔ مجھے یہ امید ہے کہ سرکار نے اس کو پہنا ہے، حضور ﷺ کی برکت سے یہ میرے لئے عذاب سے نجات کا باعث ہو گی۔

چنانچہ اس شخص نے اس چادر کو سنبھال کر رکھ لیا تاکہ اس کا کفن بنائے۔ حضور ﷺ نے ایک پارچہ باف کو کہا کہ اس شخص کیلئے چادر بنائے۔ مقصد یہ تھا کہ اس چادر کے بجائے

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 68-67

اسے نئی چادر بنوا کر دے دی جائے لیکن اس سے پیشتر کہ نئی چادر تیار ہوتی وہ اس سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہو گیا اور اسے اس چادر میں کفن دیا گیا جسے حضور علیہ السلام کے جسم اطہر کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل تھا۔(1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ وہ اونٹ بہت تھکا ہوا تھا بڑی مشکل سے قدم اٹھاتا تھا۔ سرور عالم علیہ السلام حضرت جابر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ان کا اونٹ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا ہے تو سرکار نے اپنی چھڑی سے اسے کچوکا دیا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی۔ چنانچہ وہ بڑی تیز رفتاری سے چلنے لگا۔ اس سے پہلے وہ اتنا تیز نہ چلا تھا۔ سرکار دو عالم علیہ السلام نے حضرت جابر کو کہا یہ مجھے فروخت کر دو۔ حضرت جابر نے عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ اور میری ماں حضور پر تصدق ہوں۔ میں یہ اونٹ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، از راہ بندہ پروری قبول فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مفت نہیں لوں گا قیمت ادا کروں گا۔ چنانچہ حضرت جابر نے وہ اونٹ حضور علیہ السلام کو فروخت کر دیا۔ سرکار دو عالم علیہ السلام نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ جابر کو اس اونٹ کی قیمت ادا کرو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد رحمت عالم نے حضرت جابر کو فرمایا۔

اِذْهَبْ بِالثَّمَنِ وَالْجَمَلِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِمَا (2)

"اے جابر! یہ قیمت بھی لے جاؤ اور اپنا اونٹ بھی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں تیرے لئے برکت دے۔"

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ الْاَجْوَدِ۔ اَللّٰهُ الْاَجْوَدُ وَاَنَا اَجْوَدُ وُلْدِ اٰدَمَ (3)

"فرمایا کیا تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے خود ہی جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے۔ اور اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ سخی میں ہوں۔ اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہو گا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 84
2۔ ایضاً، صفحہ 87
3۔ ایضاً

جس نے علم پڑھا پھر اپنے علم کو پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے قبر سے اٹھائے گا تو وہ شخص فرد واحد نہیں ہو گا بلکہ پوری امت کی حیثیت سے حاضر ہو گا۔ نیز وہ شخص سب سے زیادہ سخی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔"

ابن ابی خثیمہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ آپ جب سرور عالم ﷺ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوتے تو حضور ﷺ کی سخاوت کا ضرور ذکر کرتے۔ فرماتے کان اجود الناس کفا یعنی حضور ﷺ اپنی ہتھیلی مبارک سے عطیہ دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَوْ اَنَّ لِیْ مِثْلَ جِبَالِ تِهَامَةَ ذَهَبًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ كَذُوْبًا وَلَا بَخِيْلًا۔ (1)

"اگر میرے پاس اتنا سونا ہوتا جتنے تہامہ کے پہاڑ ہیں تو اس سارے سونے کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ جھوٹا پاتے اور نہ بخیل۔"

بعض نیاز مندوں نے اپنے آقا و مولا حضور ﷺ کیلئے بڑے شوق سے ایک جبہ بنوایا۔ اس جبہ کو بنوانے میں جو صوف استعمال ہوئی اس کی رنگت کالی تھی۔ اس قسم کا جبہ عام طور پر اعرابی پہنا کرتے تھے۔ ایک روز حضور پر نور ﷺ وہ جبہ زیب تن فرما کر اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے۔ ایک اعرابی نے جب حضور ﷺ کو ایسا خوبصورت جبہ پہنے دیکھا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ مجھے عطا فرمائیں رحمتہ للعالمین ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی سائل حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگتا تو حضور ﷺ اس کے جواب میں "لا" یعنی نہ نہ کرتے۔ حضور ﷺ نے اس اعرابی کو فرمایا "نَعَمْ" میں تیرا یہ سوال قبول کرتا ہوں۔ پھر اپنا جبہ اتار کر اس کو دے دیا۔ اگرچہ وہ حضور ﷺ کو بہت پسند تھا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 88

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب غزوہ حنین میں بے شمار اموال غنیمت مسلمانوں کے حصہ میں آئے تو حضور نے گائے بکریاں اونٹ ان لوگوں میں بے محابہ تقسیم فرمادیئے یہاں تک کہ ہر چیز ختم ہوگئی۔

امام الانبیاء علیہ السلام کے جود و کرم اور فیض و عطا کے پیش نظر شہرت یا نیک نامی نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ حضور علیہ السلام کی یہ ساری ادائیں محض رضائے الٰہی کیلئے ہوا کرتی تھیں۔ حضور علیہ السلام کے فیض و عطا کا ایک انداز نہ تھا بلکہ متعدد انداز تھے۔ کبھی حضور علیہ السلام سارا مال فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے۔ کبھی مجاہدین فی سبیل اللہ کو جنگی ساز و سامان مہیا کرنے کیلئے خرچ کرتے۔ کبھی ان لوگوں کی تالیف قلب کیلئے خرچ کرتے جن کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو تقویت پہنچنے کی توقع ہوتی اور کبھی اپنی ذات اور اپنی اولاد کی ضرورتوں کو بھی پس پشت ڈال دیا کرتے۔ جو کچھ موجود ہوتا محتاجوں میں بانٹ دیا کرتے۔ حضور علیہ السلام کو خود اور اہل و عیال کو فقر و فاقہ کی طویل عرصہ تک مشقت برداشت کرنا پڑتی۔ کبھی کبھی ایک دو ماہ تک کاشانہ نبوت میں چولہے میں آگ نہ جلائی جاتی۔ حضور علیہ السلام کی جود و عطا کی ایک اور ادا بڑی ہی دلفریب ہے۔ ایک روز سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور اپنے رءوف و رحیم والد گرامی کے سامنے اپنے ہاتھ پیش کئے جن پر پیہم چکی چلانے سے گٹے پڑے تھے۔ عرض کی گھر کے سارے کام یہاں تک کہ جھاڑو دینے کی خدمت بھی مجھے خود ادا کرنا پڑتی ہے۔ میں نے سنا ہے حضور علیہ السلام کے پاس چند جنگی قیدی آئے ہیں اگر ایک خادم مجھے عطا فرمائیں تو میری اس تکلیف میں تخفیف ہو جائے گی۔ اپنی جان سے عزیز تر صاحبزادی کی یہ درخواست سن کر اللہ کے پیارے محبوب نے فرمایا

لَا اُعْطِیْكِ وَاَدَعُ اَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِیْ بُطُوْنُهُمْ مِنَ الْجُوْعِ

آپ نے فرمایا اے فاطمہ! یہ ناممکن ہے کہ میں تمہیں خادم مہیا کروں اور اہل صفہ کو نظر انداز کردوں کہ وہ خالی پیٹ پہلو بدلتے رہیں البتہ میں تمہیں ایک اور تحفہ دیتا ہوں ہر نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد اللہ 34 بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔

سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا کے جود و کرم کا اگر آپ نے اندازہ لگانا ہو تو صرف اس مال غنیمت کا اندازہ لگایئے جو جنگ حنین کے بعد حضور علیہ السلام کے حصہ میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ

نے اموال غنیمت سے پانچواں حصہ اپنے رسول کے لئے مقرر فرمایا تھااور حنین کے غزوہ کے بعد جو مال غنیمت مسلمانوں کو ہاتھ آیا تھااس کا خمس جو حضور ﷺ کا حصہ تھااس کی تفصیل یوں ہے۔

آٹھ ہزار بکریاں، چار ہزار آٹھ صد اونٹ۔ آٹھ ہزار اوقیہ چاندی۔ گیارہ سو جنگی قیدی۔ اسی ایک مال غنیمت سے جو خمس حضور ﷺ کے قبضہ میں آیا تھااس کا آپ نے اندازہ لگایا۔ اس کے علاوہ بنی قریظہ، بنی نضیر کے اور دیگر غزوات میں جو اموال غنیمت مسلمانوں کو ملے تھے ان سب میں سے پانچواں حصہ حضور ﷺ کا حصہ تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ کے دل میں اگر دولت کی محبت ہوتی تو حضور ﷺ اس گراں بہاسرمایہ کو مزید کاروبار میں لگاکر بے شمار نفع حاصل کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب نے انتہائی سادگی اور قناعت سے زندگی بسر فرمائی اور کئی بار فاقہ کشی تک نوبت پہنچتی۔ جب حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو چند صاع جو کے عوض حضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ اس سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ جو دولت حضور ﷺ کے حصہ میں آتی تھی وہ سرکار دوعالم بڑی دریادلی سے ضرورت مندوں، فقیروں، بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کردیا کرتے تھے۔ یہ ہے اللہ کے محبوب کا وہ جودوکرم جس کی تمہیں کہیں مثال نہیں ملتی۔(1)

حضور ﷺ کے اس جودوکرم کا نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں حضور ﷺ کی عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی وہ اس جودوکرم کے باعث حضور کے متوالے بن گئے اور شمع رسالت پر پروانوں کی طرح سب کچھ لٹانے کیلئے بیقرار ہو گئے۔

حضور کی شان شجاعت

لفظ شجاعت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

اَلشَّجَاعَةُ فَضِيلَةُ قُوَّةِ الْغَضَبِ وَانْقِيَادُهٗ لِلْعَقْلِ

"یعنی شجاعت قوت غضب کی ایک فضیلت ہے۔ جہاں یہ غضب عقل کے ماتحت ہو اس کو شجاعت کہتے ہیں۔"

لغت عرب میں تین لفظ ہیں۔ تھور، جبن اور شجاعۃ۔

(1) تھوّر: اس کو کہتے ہیں کہ سوچے سمجھے بغیر خطرات میں کود جانا۔ قوت غضبیہ کا یہ وہ پہلو

1۔ "الرسول"، صفحہ 127

ہے جس کو افراط کہتے ہیں۔

(2) جبن: بزدلی۔ جہاں خطرات کا مقابلہ ضروری ہو اس وقت پسپائی اختیار کرنا جبن کہلاتا ہے۔

(3) شجاعتہ: عقل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطرات کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جانا، اس کو شجاعت کہا جاتا ہے اور یہی چیز محمود اور قابل تعریف ہے۔

علماء اخلاق نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قوت ودیعت کی ہے جو ہولناک خطرات کے وقت پیش قدمی پر جرأت دلاتی ہے۔ ایسے مواقع پر بسا اوقات جان بھی قربان کرنا پڑتی ہے لیکن اس قوت غضبیہ کے باعث وہ جان قربان کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور اس کے سامنے یہ جملہ رہتا ہے۔

لَا يُغْنِي حَذَرٌ مِّنْ قَدَرٍ

"کوئی احتیاط انسان کو تقدیر کے فیصلہ سے بچا نہیں سکتی۔"

اس صفت کی تین حالتیں ہیں افراط۔ تفریط۔ اعتدال

شجاعت کا ہم معنی ایک لفظ النجدۃ ہے اس کی تعریف قاضی عیاض نے اس جملہ سے کی ہے۔

اَلنَّجْدَۃُ ثِقَۃُ النَّفْسِ عِنْدَ اِسْتِرْسَالِهَا اِلَى الْمَوْتِ

"جب نفس موت کی طرف پیش قدمی کر رہا ہو تو اسے کوئی خوف نہ ہو اور بڑے اطمینان سے وہ موت کو گلے لگانے کیلئے تیار ہو۔"

آپ نے سیرت نبوی کا مطالعہ فرمایا ہے۔ بیسیوؤں ایسے واقعات اور حالات رونما ہوئے جن کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے۔ ان کے ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں اور بجائے پیش قدمی کے وہ پسپائی پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن از حد خطرناک حالات میں بھی ہم نے سرور عالم ﷺ کو ہمیشہ مصائب کے مقابلہ میں سینہ سپر دیکھا ہے۔ قلق یا اضطراب، خوف یا ڈر کا کہیں دور دور تک نشان نہیں ملتا۔ سفر ہجرت جو خطرات سے لبریز ہے، غزوۂ بدر جس میں دشمن کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اسلام کے پرچم کے نیچے ایک قلیل تعداد ہے، احد، جبکہ ایک موقع پر بڑے بڑے نامور جنگ آزماؤں کے قدم پھسل گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی، غزوۂ حنین، جبکہ دشمن کی اچانک تیر افگنی سے بڑے بڑے جوانمردوں کے حوصلے پست ہوگئے، ان تمام واقعات میں کہیں بھی نبی

کریم ﷺ کو پریشان و مضطرب نہیں دیکھا گیا۔ دشمن کے ہجوم کے سامنے، تیروں کی بارش میں، ننگی تلواروں کے جھرمٹ میں، سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرماتے رہے، جنگ حنین میں جب مجاہدین جان بچانے کیلئے ادھر ادھر ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس خچر پر سوار تھے اس کو ایڑ لگا رہے تھے تاکہ دشمن کی طرف بڑھے اور نبی مکرم ﷺ بلند آواز سے یہ اعلان فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عرب کے سردار اور بنی ہاشم کے رئیس اعظم عبد المطلب کا فرزند ہوں۔"

خوف وہراس کی اس کیفیت میں جب حضور ﷺ نے اپنے بکھرے ہوئے ساتھیوں کو للکارا تو اپنے آقا کی للکار سنتے ہی وہ پروانوں کی طرح دوڑتے چلے آئے اور سرکار دو عالم ﷺ کے آس پاس حلقہ باندھ کر دشمن کے سامنے ایک فولادی دیوار قائم کر دی۔

اس قسم کے متعدد سنگین واقعات آپ نے پڑھے ہوں گے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی شان شجاعت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی غصہ آتا تھا۔ جہاں کسی نے اللہ تعالیٰ کی کسی حد کو توڑا یا اس کے کسی فرمان سے سرتابی کی تو حضور ﷺ کا غضب و جلال دیدنی ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بڑے اشتعال انگیز حالات میں بھی حضور ﷺ کو غصہ نہیں آتا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے۔

مَا رَأَیْتُ اَشْجَعَ وَلَا اَنْجَدَ وَلَا اَجْوَدَ وَلَا اَرْضٰی وَلَا اَفْضَلَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ (1)

"میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی شجاع دیکھا ہے نہ بہادر دیکھا ہے نہ سخی دیکھا ہے اور نہ جلد راضی ہونے والا اور نہ کسی کو کسی صفت میں بھی حضور ﷺ سے برتر دیکھا ہے۔"

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے آقا علیہ السلام کی شجاعت و بسالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

1۔ شمائل ترمذی، صفحہ 62

"جب جنگ شدت اختیار کر لیتی تھی اور فرط غضب سے آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں تو ہم سرکار دو عالم ﷺ کے دامن میں آ کر پناہ لیتے تھے۔ حضور ﷺ سب سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔ میں نے حضور پر نور ﷺ کو معرکہ بدر میں دیکھا کہ حضور ﷺ دشمن کے سامنے چٹان بنے کھڑے ہیں اور ہم حضور ﷺ کے قرب میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اس روز حضور ﷺ کی قوت وصولت بے مثال و بے نظیر تھی۔ ہم اسکو شجاع کہا کرتے جو حضور ﷺ کے قریب ہوا کرتا۔" (1)

جتنے بہادر اور شجاع لوگ گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کا قدم کبھی نہ کبھی پھسلا ہے صرف حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے جو ہر میدان جنگ میں ہر مشکل گھڑی میں، ہر قسم کے خطرناک حالات میں ثابت قدم رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین، سخی اور زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اچانک مدینہ طیبہ کے کسی سمت شور اٹھا، اہل مدینہ گھبرا کر اٹھے، جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف روانہ ہو گئے تاکہ معلوم کریں کہ یہ آواز کس کی ہے۔ جب اہل مدینہ اس آواز کی تحقیق کیلئے، کوئی پیادہ کوئی سوار، جا رہے تھے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا آقا و مولا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اس آواز کی تحقیق کے بعد مدینہ لوٹ رہے ہیں۔ حضور ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کی پشت ننگی تھی اس پر کوئی زین نہیں تھی۔ تلوار حضور ﷺ کے گلے میں حمائل تھی۔ حضور ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا لن تراعوا لن تراعوا مت گھبراؤ مت گھبراؤ۔ میں ساری بات کی تحقیق کر کے آ رہا ہوں کوئی خطرے کی بات نہیں۔(2) ابو طلحہ کا گھوڑا اپنی سست رفتاری کی وجہ سے مشہور تھا حضور ﷺ کی سواری کی برکت سے اتنا تیز ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ سرور عالم ﷺ نے واپس آ کر فرمایا، وَجَدْنَاہ بَحْرًا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں جب کبھی کفار کے لشکر سے ہماری ٹکر ہوئی حضور ﷺ سب سے پہلے ان پر وار کیا کرتے تھے۔ (3)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 257 2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 151 3۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 78

غزوۂ احد کے موقع پر کسی نے ابی بن خلف کو دیکھا۔ وہ پوچھ رہا تھا این محمد محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ لانجوت ان نجا۔ اگر وہ آج صحیح سلامت واپس چلے گئے تو میری بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جس روز اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کا فدیہ ادا کر کے اسے رہا کروایا تھا اس دن اس نے محبوب رب العالمین کو مخاطب کرتے ہوئے ہذیان سرائی کی۔ اس نے ڈینگ ماری۔

عِنْدِیْ فَرَسٌ اَعْلِفُهَا كُلَّ يَوْمٍ فَرَطًا مِنْ ذُرَةٍ اَقْتُلُكَ عَلَيْهَا

اس احمق نے کہا "میرے پاس بڑا طاقتور گھوڑا ہے۔ ہر روز میں اس کو سولہ رطل مکئی کا دانہ کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر (معاذ اللہ) آپ کو قتل کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے اس دشمن اسلام کو جواب دیا۔

تم میں یہ جرأت کہاں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکو البتہ اس روز میں تمہیں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ انشاء اللہ۔

جب غزوۂ احد میں معرکہ کارزار گرم ہوا تو ابی بن خلف اپنا گھوڑا دوڑا کر حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ صحابہ کرام اس کے آگے کھڑے ہو گئے اور گھوڑے کو روک لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اس کا راستہ روکے کھڑے ہیں تو حضور ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا۔

اے میرے صحابہ! ہٹ جاؤ اس کو میرے سامنے آنے دو۔

صحابہ کرام سامنے سے ہٹ گئے وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا جب نزدیک آیا تو محبوب رب العالمین ﷺ نے حارث بن صمہ سے چھوٹا نیزہ لیا اور اس پر بجلی کی سی سرعت سے حملہ کیا۔ وہ نیزہ اس کی گردن میں لگا وہ لڑکھڑایا اور گھوڑے کی پشت سے زمین پر آگرا۔ پھر دوڑ کر لشکر قریش میں آگھسا اور شور مچا دیا قَتَلَنِیْ مُحَمَّدٌ۔ قَتَلَنِیْ مُحَمَّدٌ مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ اس کے دوست اس کو تسلی دے رہے تھے کہ اے ابی! یہ بالکل معمولی زخم ہے تم نے یوں ہی شور مچا رکھا ہے۔ چند دنوں میں زخم بھر جائے گا اور تم تندرست ہو جاؤ گے۔

وہ بولا احمقو! جو ضرب مجھے لگی ہے اگر وہ تمام لوگوں پر بانٹ دی جائے تو کوئی بھی اس سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ کیا انہوں نے میرے بارے میں یہ نہیں کہا تھا۔ اَنَا اَقْتُلُكَ اِنْ شَاءَ

اللہ میں تم کو قتل کروں گا۔ بخدا اگر وہ مجھ پر نیزے کا وار کرنے کے بجائے تھوک بھی دیتے تب بھی وہ تھوک میرے لئے موت کا پیغام ہوتی کیونکہ اسے یقین تھا کہ زبان مصطفیٰ سے جو نکلتا ہے وہ تقدیر مبرم ہے پوری ہو کر رہتی ہے۔

جب یہ لشکر کفار احد سے خائب و خاسر ہو کر مکہ کے لئے روانہ ہو کر اسرف کے مقام پر پہنچا تو ابی نے دم توڑ دیا اس طرح سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ذی شان پورا ہوا انا اقتلتك انشاء الله میرے اللہ نے چاہا تو میں تجھے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔

حضور کی روحانی قوت کا اندازہ لگانا ہمارے لئے ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو جسمانی طاقت و قوت ارزانی فرمائی تھی اس کو دیکھ کر بھی لوگ حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ غزوہ خندق میں جب مدینہ طیبہ کو مشرکین عرب کے لشکر جرار کی زد سے بچانے کے لئے خندق کھودنے کا منصوبہ طے کیا گیا تو سارے صحابہ اپنے اپنے حصہ کی کھدائی میں مصروف ہو گئے اتفاق سے ایک جگہ ایک ایسی چٹان آ گئی جس کو توڑنے کیلئے تمام مجاہدین اسلام نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن اس کو توڑنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لاچار ہو کر محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے فریاد کی یا رسول اللہ! ایک ایسی چٹان حائل ہو گئی ہے کہ اگر اس کو یوں ہی رہنے دیتے ہیں تو خندق کھودنے کی ساری محنت رائیگاں جائے گی دشمن اس کو پل کے طور پر استعمال کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہو جائے گا۔

رحمت دو عالم ﷺ وہاں پہنچے جہاں وہ فولادی چٹان تھی۔ حضور نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے ایک گینتی پکڑی اور اللہ کا نام لے کر اس چٹان پر ضرب لگائی اس ضرب سے اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر پرے جا گرا۔ پھر دوسری مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اسے ضرب لگائی اس کا ایک اور تہائی حصہ ٹوٹ کر پرے جا گرا۔ تیسری مرتبہ اللہ کے محبوب نے اپنے خداوند قدوس کے نام کا نعرہ بلند کیا اور بقیہ تیسرا حصہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔

وہ چٹان جس پر سارے صحابہ جن میں حضرت علی مرتضیٰ جیسے خیبر شکن پہلوان موجود تھے اس کو توڑنے سے قاصر رہے اس ذات اقدس واطہر نے جب اس پر اللہ کا نام لے کر ضرب لگائی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

رکانہ پہلوان کو چاروں شانے چت گرانے کا واقعہ آپ ابھی ابھی پڑھ آئے ہیں۔ یہ شخص دو سو پہلوانوں کا تنہا مقابلہ کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ اس کا بیٹا یزید بن رکانہ جس کے پاس تین صد بکریاں تھیں، حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کیا آپ میرے ساتھ کشتی کریں گے؟ حضور نے فرمایا اگر میں تمہیں گرادوں تو تم مجھے کیا دو گے؟ اس نے کہا ایک سو بکری۔ حضور نے اس کے ساتھ کشتی لڑی اس کو گرادیا پھر اس نے کہا آپ دوسری مرتبہ میرے ساتھ کشتی کرنے کے لئے تیار ہیں؟ حضور نے فرمایا اگر دوسری بار گرادوں تو کیا دو گے؟ تو اس نے کہا ایک سو بکری۔ پھر حضور نے اس کو گرادیا۔ تیسری بار پھر وہ عرض کرنے لگا ایک بار پھر۔ حضور نے پھر اس کا چیلنج قبول کیا اور کشتی ہوئی تو حضور نے پھر اس کو زمین پر پٹخ دیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی اسے خفت اٹھانا پڑی تو کہنے لگا آپ سے پہلے اس زمین پر کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے میری پیٹھ لگائی ہو۔ میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں تھا لیکن آج میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضور اس کے سینے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو وہ تین صد بکریاں واپس کر دیں۔

عرب کا ایک اور پہلوان تھا جس کا نام ابوالاسود جمحی تھا۔ وہ بہت طاقتور تھا اس کی قوت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا اور دس آدمی اس چمڑے کو اس کے نیچے سے کھینچتے وہ چمڑا پارہ پارہ ہو جاتا لیکن اس کو جنبش نہ ہوتی تھی۔

ایسے پہلوان نے اللہ کے محبوب کو کشتی کی دعوت دی اور کہا اگر آپ نے مجھے گرادیا تو میں حضور پر ایمان لاؤں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک بار نہیں بار بار گرایا لیکن وہ ایمان نہ لایا۔

بدر، احد اور حنین کے معرکوں میں بڑے بڑے ہوشربا حالات بھی رونما ہوئے لیکن سرکار دو عالم ﷺ بڑی جرات و حوصلہ کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتے رہے اور کبھی سرمو پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیا۔ ہر بہادر اور شجاع کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ کبھی نہ کبھی اس نے پسپائی اختیار کی لیکن ایک اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ذات ستودہ صفات ہے جس کے دامن پر پسپائی کا کوئی داغ نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ بنی قیس کے ایک آدمی نے ان سے پوچھا۔

اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَوْمَ حُنَیْنٍ

کہ کیا معرکہ حنین کے روز آپ لوگ حضور کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

حضرت براء نے جواب دیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے، حضور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ پھر حضرت براء نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ بنو ہوازن بلا کے تیر انداز تھے ان کا تیر نشانہ سے خطا نہیں ہوا کرتا تھا۔ حنین کے معرکہ میں پہلے ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ فرار ہو گئے۔ جب دشمن بھاگ گیا اور میدان خالی ہو گیا تو ہم اموال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جب بنی ہوازن نے ہمیں اموال غنیمت جمع کرنے میں مصروف پایا تو وہ پلٹ آئے اور انہوں نے ہم پر تیروں کی موسلا دھار بارش کر دی۔ اس مشکل وقت میں بھی میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور ابو سفیان بن حارث نے اس کی لگام پکڑی ہوئی ہے اور حضور بڑی جرأت سے یہ اعلان کر رہے ہیں۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

لوگو! سن لو میں اللہ کا نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور بنو ہاشم کے سردار عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

اس خطرناک موقع پر حضور کا اپنے خچر پر سوار رہنا اور سر مو دائیں بائیں نہ ہونا یہ حضور کی بے مثال شجاعت کی روشن دلیل ہے۔ جنگ کے موقع پر عام طور پر جنگجو تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں تاکہ کروفر اور دشمن پر حملہ کرنے میں آسانی ہو لیکن خچر میں گھوڑے کی تیز رفتاری کہاں پائی جاتی ہے۔ حضور کا اس سست رفتار جانور پر سوار ہو کر ڈٹے رہنا اور پھر اپنے بارے میں یہ اعلان کرنا کہ میں وہ نبی مکرم ہوں جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تم سب آئے ہو۔ ایسے مواقع پر عام طور پر دشمن سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے لیکن حضور بلند آواز سے اعلان فرما رہے ہیں تاکہ اگر کسی کو حضور کی یہاں موجودگی کا علم نہیں تو اب اسے معلوم ہو جائے۔

حضور کی شرم وحیااور چشم پوشی

الحیاء: قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ حیاء کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلْحَیَاءُ رِقَّةٌ تَعْتَرِیْ وَجْهَ الْاِنْسَانِ عِنْدَ فِعْلِ مَا یُتَوَقَّعُ کَرَاهَتُهٗ۔ (1)

"جب انسان سے کوئی ناپسندیدہ فعل صادر ہوتا ہے تو اس کے اثرات چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اس کیفیت کو حیا کہا جاتا ہے۔"

الاغضاء: چشم پوشی کرنا

اَلتَّغَافُلُ عَمَّا یَکْرَهُ الْاِنْسَانُ بِطَبِیْعَتِهٖ

"کسی انسان کو کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے از راہ تغافل آنکھیں پھیر لینا۔"

شرم وحیاء میں اور پردہ پوشی میں حضور کریم ﷺ تمام انسانوں سے ارفع واعلیٰ تھے۔ کسی شخص کو اگر کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتے دیکھتے تو اس کی طرف سے از راہ تغافل آنکھیں پھیر لیتے۔

ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا۔ وَکَانَ اِذَا کَرِهَ شَیْئًا عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ۔

"رسول اللہ ﷺ ایک پردہ نشین کنواری سے بھی زیادہ حیادار اور شرمیلے تھے۔ جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو (زبان سے کچھ نہ فرماتے) اس کے آثار رخ انور پر نمایاں ہو جاتے تھے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں۔

جب کسی شخص کے بارے میں بارگاہ رسالت میں کوئی شکایت کی جاتی تو حضور ﷺ اس کا علیحدہ ذکر کر کے اس کو شرمندہ نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 152

ایسا ایسا کرتے ہیں۔

علامہ زینی دحلان نے حیاء کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔

وَفِي الشَّرْعِ ، اَلْحَيَاءُ ، خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى اجْتِنَابِ الْقَبِيحِ وَ يَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ - (1)

"شریعت میں حیاء اس خلق کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی قبیح چیز سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے اور کسی حق دار کے حق کی ادائیگی میں کمی کو گوارا نہیں کرتا۔"

ایک حدیث پاک میں ہے۔

اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ - وَالْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ

"حیاء ایمان کا حصہ ہے اور حیا بتمامہ خیر ہی خیر ہے۔"

دوسری حدیث شریف میں ہے۔

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

"جب تم حیا کی چادر اتار کر پھینک دو تو پھر جو چاہو کرتے رہو، تمہارا ضمیر کسی حیاسوز حرکت پر تمہیں ملامت نہیں کرے گا۔"

حیاء کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک قسم کو حیاء بندگی کہتے ہیں۔ کہ بندہ اپنے خالق کی حکم عدولی کی جسارت نہیں کرتا۔ جب اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ بندہ ہے اور یہ فرمان اس کے پروردگار نے اسے دیا ہے تو پھر اس میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ حکم عدولی کر سکے۔

دوسری قسم اپنی ذات سے حیا کرنا ہے۔ یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جو شریف اور کریم النفس ہوتے ہیں انہیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتے ہوئے اس کے کسی حکم سے سرتابی کریں یا اس کے بندوں سے کسی بندے کی حق تلفی یا دل آزاری کریں۔ اس حیاء کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور عالم انسانیت کیلئے ان کا وجود سراپا خیر و برکت ہوتا ہے۔

اور حیاء کا اکمل ترین درجہ یہ ہے، کہ وہ اپنے مالک و خالق سے شرم و حیا کرے اور اس حیاء کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 253

وَهُوَ اَنْ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ وَلَا يَفْقِدَكَ حَيْثُ اَمَرَكَ (1)

"یعنی وہ تمہیں ایسی جگہ موجود نہ پائے جہاں قدم رکھنے سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اور وہاں تمہیں غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا اس نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے۔"

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشَافِهُ اَحَدًا بِمَا يَكْرَهُ حَيَاءً وَكَرَمَ نَفْسٍ۔ (2)

"سرکار دو عالم ﷺ اپنے طبعی شرم و حیا اور کریم النفسی کے باعث کسی کے منہ پر ایسی بات نہ کہتے جس کو وہ ناپسند کرتا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سرور عالم کی صفت حیاء کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا کرتیں۔

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا بِالْاَسْوَاقِ۔ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ۔ لٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ۔ (3)

"نبی کریم ﷺ کوئی فحش بات اپنی زبان پر نہ لاتے تھے۔ اور نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ حضور ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔"

حضور کریم کی تواضع

تواضع کی تشریح کرتے ہوئے علامہ الصالحی الشامی رقمطراز ہیں۔

اَلتَّوَاضُعُ: مَصْدَرُ تَوَاضَعَ هُوَ هَضْمُ النَّفْسِ مِنَ الْمَلَكَاتِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُوْرِثَةِ لِلْمَحَبَّةِ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ خَلْقِهِ

"تواضع باب تفاعل کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے عجز و انکسار: اور یہ ان خصائل حمیدہ میں سے ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کے

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 254

2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 153

3۔ شمائل ترمذی، صفحہ 68

موصوف سے محبت فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو جن اعلیٰ وارفع مقامات پر فائز کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اتنا بلند مرتبہ پا لینے کے باوجود حضور ﷺ میں غرور اور تکبر کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ حضور ﷺ اپنے قول و فعل میں ہمیشہ عجز وانکسار کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

ابو نعیم، ابن عساکر نے متعدد طرق سے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے حضرت عائشہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً نقل کی ہے۔

ایک روز سرور عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ خدمت اقدس میں حضرت جبرئیل امین حاضر تھے کہ اچانک آسمان ایک کنارے سے پھٹا۔ اچانک ایک فرشتہ کو دیکھا کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہے۔ وہ حضرت اسرافیل تھے جو نہ اس سے پہلے کبھی کسی نبی پر نازل ہوئے اور نہ آج کے بعد کبھی وہ آسمان سے اتریں گے۔ انہوں نے عرض کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ، اِنَّ رَبَّكَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ۔ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ اِلَیْكَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُخَیِّرَكَ اِنْ شِئْتَ نَبِیًّا عَبْدًا وَّاِنْ شِئْتَ نَبِیًّا مَلِكًا۔ فَنَظَرْتُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَالْمُسْتَشِیْرِ فَاَشَارَ اِلَیَّ جِبْرَئِیْلُ بِیَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ بَلْ نَبِیًّا عَبْدًا۔ یَا عَائِشَةُ لَوْ كُنْتُ نَبِیًّا مَلِكًا ثُمَّ شِئْتُ لَصَارَتْ مَعِیَ الْجِبَالُ ذَهَبًا۔ (1)

"یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور آپ کا پروردگار بھی آپ کو سلام فرماتا ہے۔ میں آپ کے رب کی طرف سے آپ کی خدمت میں بحیثیت قاصد حاضر ہوا ہوں۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو عبد ہے اور چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو بادشاہ ہے۔ جبرئیل پہلے ہی حاضر خدمت تھے۔ حضور ﷺ نے مشورہ طلب کرتے ہوئے ان کی طرف نگاہ فرمائی۔ انہوں نے تواضع اختیار کرنے کے بارے میں عرض کی۔ حضور ﷺ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 54

نے حضرت اسرافیل کو فرمایا بل نَبِیًّا عبدا میں ایسا نبی بننا چاہتا ہوں جو اپنے خالق و مالک کا بندہ ہو۔ اور اے عائشہ اگر میں ایسا نبی بننا پسند کرتا جو بادشاہ ہو تو یہ پہاڑ سونا بن کر میرے ہمراہ ہوتے۔"

نبی کریم ﷺ میں کوئی ایسی خو نہ تھی جو متکبروں اور مغروروں کا شیوہ ہوا کرتی ہے۔ جو شخص بھی حضور ﷺ کی دعوت کرتا وہ سرخ رنگ کا ہو یا سیاہ، حضور ﷺ اس کی دعوت قبول فرماتے۔ زمین پر گری ہوئی کھجور پاتے تو اسے اٹھا لیتے۔ حضور ﷺ ایسے گدھے پر سواری کرنے کو عار محسوس نہ کرتے جس کی پیٹھ پر کوئی کپڑا نہ ڈالا گیا ہو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک روز سرور عالم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے گئے۔ کندھے پر جو عبا ڈالی تھی اس کے دونوں طرفوں کو گرہ دی ہوئی تھی۔ ایک اعرابی حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے ایسی عبا کیوں پہنی ہوئی ہے؟ فرمایا۔ وَيْحَكَ إِنِّي لَبِسْتُ هٰذَا لِاَقْمَعَ بِهِ الْكِبْرَ (1) میں نے اس لئے یہ معمولی قبا پہنی ہے تاکہ میں کبر و نخوت کی بیخ کنی کر سکوں۔

حجتہ الوداع کے موقع پر جبکہ جزیرۂ عرب کے دور دراز گوشوں سے شمع جمال محمدی کے پروانے اپنے آقا کی زیارت اور حضور ﷺ کی قیادت میں حج ادا کرنے جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا جو کجاوہ تھا وہ پرانا اور بوسیدہ تھا۔ اور جو چادر اس پر ڈالی ہوئی تھی اس کی قیمت صرف چار درہم تھی۔ اس عجز و انکسار کے ساتھ ساتھ حضور سراپا عجز و نیاز بن کر اپنے مولا کریم کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً لَّا رِيَاءَ وَلَا سُمْعَةَ (2)

"اے اللہ! اس حج کو حج مبرور بنا جس میں کوئی ریاکاری اور شہرت کی خواہش نہ ہو۔"

ابن سعد حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء گدھے پر سوار ہوتے تھے اپنے پیچھے کسی اپنے خادم کو بھی بٹھا لیتے۔ اور اگر کوئی غلام بھی حضور ﷺ کی دعوت کرتا تو اس کی دعوت قبول فرماتے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 55

2۔ ایضاً، صفحہ 56

امام بخاری بزاز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ خندق کے وقت اللہ کے پیارے رسول سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ خندق کھودتے اور اس کی مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے۔ اس مٹی کے گرنے سے سارا شکم مبارک گرد آلود ہو گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کثرت سے ذکر الٰہی کرتے تھے اور فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی نماز لمبی ہوتی تھی اور خطبہ مختصر۔ اگر کسی بیوہ مسکین کے ساتھ ان کے کسی کام کیلئے جانا پڑتا تو حضور ﷺ اس سے نفرت نہ کرتے بلکہ ان کے کام کیلئے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سرور عالم ﷺ کو تکیہ لگا کر کھانا تناول کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اور نہ حضور ﷺ سب سے آگے چلا کرتے۔

حضور ﷺ کی شان تواضع کو بیان کرتے ہوئے حضرت انس فرماتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے۔ اس پر کھانا تناول فرماتے۔ بکری کی ٹانگیں باندھ کر اس کو دوہتے۔ اگر کوئی غلام دعوت کیلئے عرض کرتا تو حضور ﷺ قبول فرماتے۔ سرور انبیاء کے معمولات میں سے تھا کہ حضور ﷺ گدھے پر سواری فرماتے، مریض کی عیادت کرتے، جنازہ میں شمولیت فرماتے اور اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو قبول فرماتے۔ جس روز یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ پر حملہ کیا گیا اس وقت حضور ایسے گدھے پر سوار تھے جس کے منہ میں ایسی لگام تھی جو کھجوروں کے پتوں کو بٹ کر بنائی گئی تھی اور اس کے اوپر جو خوگیر تھا وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ جب کوئی آدمی ملاقات کرتا تو سب سے پہلے حضور ﷺ اسے سلام فرماتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهِ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْلَقُ دُوْنَهُ الْاَبْوَابُ وَلَا يَكُوْنُ دُوْنَهُ الْحُجَّابُ۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَلْقٰى نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهٗ كَانَ يَجْلِسُ

عَلَى الْاَرْضِ وَيَطْعَمُ وَيَلْبَسُ الْغَلِيْظَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ وَيَلْعَقُ يَدَهٗ - (1)

"نبی کریم ﷺ جس حجرہ میں تشریف فرما ہوتے اس کا دروازہ بند نہ کیا جاتا اور نہ دربان مقرر کئے جاتے جو لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکیں۔ جو شخص حضور ﷺ سے ملاقات کا ارادہ کرتا حضور ﷺ اس سے ملاقات کرتے۔ حضور ﷺ زمین پر بھی بیٹھ جاتے سادہ کھانا کھاتے، کھردرا لباس پہنتے، گدھے پر سواری کرتے، اپنے پیچھے کسی خادم کو بٹھاتے اور اپنے ہاتھ مبارک کو چاٹ لیتے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے گفتگو فرمائی تو وہ خوف کے مارے کانپنے لگا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ لَسْتُ بِمَلِكٍ اِنَّمَا اَنَا ابْنُ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ (2)

"گھبراؤ نہیں، اطمینان کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی اس خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

حضرت عبد اللہ بن بسر روایت کرتے ہیں۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی۔ حضور ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا طریقہ ہے۔ اس سراپا رحمت والفت نبی نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَّلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا - (3)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کریم النفس بندہ بنایا ہے مجھے صاحب جبروت اور سرکش نہیں بنایا۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 58

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً

ابو بکر الشافعی اور ابو نعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز سرور عالم ﷺ اپنے بہت سے عقیدت مندوں کی معیت میں ایک راستہ میں تشریف لے جارہے تھے۔ سامنے سے ایک خاتون آگئی۔ عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول! میں ایک ضرورت کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے مادر فلاں! اس گلی میں جس جگہ تم چاہو بیٹھو میں تیرے پاس بیٹھوں گا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ بھی بیٹھ گئے اور اس وقت تک بیٹھے رہے جب تک وہ خاتون اپنی عرضداشت پیش کرنے سے فارغ نہ ہوئی۔

عدی بن حاتم سے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ وہ ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ کیا دیکھا کہ ایک خاتون اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ حضور ﷺ کے بالکل نزدیک بیٹھی ہے اور اپنی معروضات پیش کر رہی ہے۔ عدی کہتے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کسریٰ و قیصر کی طرح بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کے نبی ہیں۔

ابو بکر بن ابی شیبہ، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کی کمسن بچیاں اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ اگر کسی بچی کو کوئی کام ہوتا تو وہ اپنے آقا کا دست مبارک پکڑ کر آپ کو اپنے ساتھ لے جاتی اور حضور ﷺ اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے کھینچتے نہیں تھے جب تک اس کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

حضرت ابو امامہ روایت کرتے ہیں۔

ایک مفلوک الحال مسکینہ بیمار ہو گئی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا کہ حضور ﷺ کی فلاں خادمہ بیمار ہے۔ حضور ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ فقراء و مساکین کی عیادت فرمایا کرتے اور ان کا حال دریافت کرتے۔

ایک روز حضرت معاذ بن جبل ایک بکری کی کھال اتار رہے تھے۔ حضور ﷺ پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ اسے کھال اتارنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! ہٹ جاؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے اس بکری کی کھال اتار کر دکھائی پھر فرمایا یاغلام ھکذا فاسلخ اے نوجوان اس طرح کھال اتارا کرو۔

سرور کائنات ﷺ فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ جاہ و جلال سے مکہ میں داخل ہوئے تو

سرور عالم ﷺ نے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی، حضور ﷺ کی ریش مبارک پالان کے سامنے والی لکڑیوں کو چھو رہی تھی اور چشم ہائے مبارک سے از راہ تواضع اشک رواں تھے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے سر تاج کے معمولات کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَرْقَعُ دَلْوَهٗ وَيَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ۔

"میری سرکار اپنے پارچات کو خود سیا کرتے، جوتے کو خود گانٹھتے تھے، اپنے ڈول کو بھی درست کرتے تھے، اپنی بکری کا خود دودھ دوہتے تھے اور اپنی خدمت خود کیا کرتے تھے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن اخلاق اور تواضع کی ایک جھلک دکھاتی ہیں: جو شخص بھی حضور ﷺ کو پکارتا، وہ صحابہ سے ہو یا اہل خانہ سے کوئی بھی ہو، حضور ﷺ اس کے جواب میں ہمیشہ لَبَّیْکَ (میں حاضر ہوں) فرماتے۔
حضرت عائشہ سے جب حضور ﷺ کی خانگی مصروفیات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

كَانَ أَلْيَنَ النَّاسِ بَسَّامًا ضَحَّاكًا لَمْ يُرَ قَطُّ مَادًّا رِجْلَيْهِ بَيْنَ أَصْحَابِهٖ۔ (1)

"حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے۔ ہر وقت مسکراتے اور ہنستے رہتے۔ کسی نے حضور ﷺ کو کبھی اپنے صحابہ کی محفل میں پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا۔"

امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو بیکار نہ رہتے۔ اگر کوئی کپڑا پھٹا ہوتا تو اسے سیتے، اپنے جوتے کی مرمت فرماتے، کنوئیں سے ڈول نکالتے اور اس کی مرمت کرتے۔ اپنی بکری خود دوہتے، اپنے ذاتی کام خود انجام دیتے، کبھی کبھی کاشانہ اقدس کی صفائی بھی فرمادیتے۔ اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھتے۔ اپنی اونٹنی کو چارہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 238

ڈالتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ حضرت عائشہ کے ساتھ آٹا گوندھتے بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھالاتے۔

یہ سارے کام اس لئے کرتے تاکہ اپنے صحابہ کو تواضع وانکسار کا طریقہ سکھائیں اور تکبر وغرور سے باز رہنے کی عملی تلقین کریں۔

حضور نبی کریم ﷺ جب سفر سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے بچے حضور ﷺ کے استقبال کیلئے دوڑ کر آتے۔ حضور ﷺ ان کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔ اگر کچھ بچے رہ جاتے تو صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ ان کو اپنے ساتھ سوار کریں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب بنی قریظہ اور بنی نضیر کے قلعوں پر حملہ کیا تو اس وقت حضور ﷺ کسی عربی گھوڑے پر سوار نہیں تھے بلکہ ایک گدھے پر سوار تھے اور اس کے منہ میں جو لگام تھی وہ کھجور کے پتوں سے بٹ کر بنائی گئی تھی اور اس کی پشت پر کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی تھی۔ وہ ذات پاک کہ زمین و آسمان اور پہاڑ جس کے ادنیٰ اشارے کے منتظر رہتے ہوں اس کے تواضع وانکساری کی یہ شانیں درحقیقت فخر کائنات ﷺ کی حقیقی عظمتوں اور سچی رفعتوں کی شاہد عدل ہیں۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ خوش طبعی بھی فرمایا کرتے۔ ان کے ساتھ میل جول کرتے۔ ان سے بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ ان کے بچوں سے بھی کھیلتے ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ مدینہ طیبہ کے دور دراز محلوں میں اگر کوئی صحابی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے۔ اگر کسی شخص سے کوئی قصور سرزد ہوتا اور وہ معافی طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے معاف فرمادیتے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ سے سرگوشی کرتا تو حضور ﷺ اپنا کان مبارک اس سے نہ ہٹاتے جب تک وہ سرگوشی سے فارغ نہ ہو جاتا۔ جب کوئی آپ کا دست مبارک پکڑتا، جب تک وہ دست مبارک کو پکڑے رہتا حضور ﷺ خود اپنے دست اقدس کو نہ کھینچتے۔ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں سے اپنے گھٹنوں کو آگے نہ کرتے۔ جو حضور ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرتا حضور ﷺ اسے سلام کہنے میں پہل فرماتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ حضور ﷺ اپنے ملاقاتیوں کی عزت افزائی کیا کرتے۔ بسا اوقات اپنی چادر مبارک ان کیلئے بچھاتے اور اس کے اوپر بیٹھنے پر اصرار کرتے۔

اور اگر تکیہ ہوتا تو اپنے مہمان کو پیش کرتے اور اسے مجبور کرتے کہ وہ اس پر بیٹھے۔ اپنے صحابہ کو کنیت سے بلاتے تاکہ ان کی عزت افزائی ہو۔ اگر کسی صحابی کے متعدد نام ہوتے تو اس نام سے اسے یاد کرتے جو اسے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔ اگر کوئی شخص گفتگو کر رہا ہوتا تو قطع کلام نہ کرتے۔ حضور ﷺ اگر نماز میں مصروف ہوتے تو کوئی شخص ملاقات کیلئے حاضر ہوتا تو حضور ﷺ اپنی نماز کو مختصر کر دیتے اور اس سے ازراہ لطف دریافت کرتے کہ وہ کیوں آیا ہے۔ جب اس کی حاجت براری سے فارغ ہوتے تو دوبارہ نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ السلام سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے خدام صبح سویرے اپنے پانی سے بھرے برتن لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور سرور عالم ﷺ اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈالتے، خواہ پانی کتنا ٹھنڈا اور موسم کتنا خنک ہوتا۔ وہ حضور ﷺ کے دست مبارک کے لمس سے اس پانی کو متبرک بنانے کیلئے حاضر ہوتے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے حسن اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قاضی عیاض رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کرنے کی کوشش فرماتے اور ایک دوسرے سے متنفر نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر کسی قبیلہ کا سردار حاضر ہوتا تو حضور ﷺ اس کی تکریم فرماتے اور اسی کو اس قبیلہ کا رئیس بناتے۔ اپنے تمام ہم نشینوں کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے۔ حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے والا کوئی شخص بھی یہ گمان نہ کرتا کہ فلاں آدمی مجھ سے زیادہ حضور ﷺ کی نگاہوں میں معزز ہے۔ کوئی شخص اگر کسی ضرورت کیلئے حاضر ہوتا اور حاضرین کے ہجوم میں قریب ہونے کی کوشش کرتا تو حضور ﷺ اس کو اپنے قریب کرتے اور صبر و تحمل سے اس کی داستان سنتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس چلا جاتا۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ سے کوئی حاجت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے خالی واپس نہ بھیجتے۔ اگر اس کی حاجت براری ممکن نہ ہوتی تو اس کے ساتھ حضور ﷺ بڑے پیار سے گفتگو فرماتے یہاں تک کہ وہ خوش و خرم واپس ہوتا۔

ان خوبیوں اور کمالات کے باعث حضور ﷺ کو سب مسلمان اپنا باپ سمجھتے تھے۔ جس طرح ہر بچے کا اپنے باپ پر حق ہوتا ہے اسی طرح حضور ﷺ کے سب صحابہ اپنے آقا کی

نگاہوں میں برابر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کی اس ادائے دلنوازی کو اس آیت کریمہ میں بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (1)

"پس صرف اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کیلئے۔ اگر ہوتے آپ تند مزاج اور سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے۔"

دوسری آیت میں ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ (2)

"دور کرو برائی کو اس چیز سے جو بہت بہتر ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ بیان کرتے ہیں۔"

محب طبری اپنی مختصر سیرت نبوی میں لکھتے ہیں۔

حضور ﷺ ایک دفعہ ننگی پشت والے گدھے پر سوار ہو کر قبا کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ کیا تمہیں اپنے ساتھ سوار نہ کرلوں؟ عرض کی یارسول اللہ جیسے حضور کی مرضی۔ حضور نے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جا۔ انہوں نے سوار ہونے کیلئے چھلانگ لگائی۔ وہ سوار نہ ہو سکے اور حضور کو پکڑ لیا یہاں تک کہ دونوں زمین پر آ گئے۔ پھر حضور سوار ہوئے ابوہریرہ کو دوبارہ فرمایا کہ تجھے سوار کرلوں؟ عرض کی یارسول اللہ جیسے حضور کی مرضی۔ فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ دوسری بار بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سوار نہ ہو سکے۔ حضور ﷺ کو پکڑ لیا یہاں تک کہ دونوں زمین پر آ رہے۔

تیسری بار پھر حضور سوار ہوئے پھر پوچھا ابوہریرہ کیا تجھے سوار کرلوں؟ عرض کی یارسول اللہ نہیں مجھ میں حضور کے ساتھ سوار ہونے کی ہمت نہیں۔ میں تیسری بار حضور کو نیچے لانے کا سبب نہیں بن سکتا۔ (3)

1۔ سورۂ آل عمران: 159

2۔ سورۃ المومنون: 96

3۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 240

ابن اسحاق اور بیہقی حضرت ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حبشہ سے نجاشی کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ بذات خود ان کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ہم غلام ان کی خدمت کیلئے کافی ہیں حضور کیوں تکلیف فرماتے ہیں اس کریم آقا نے فرمایا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لِاَصْحَابِنَا مُكْرِمِيْنَ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُكَافِئَهُمْ (1)

"ان لوگوں نے میرے صحابہ کی بڑی تکریم کی تھی میں چاہتا ہوں کہ میں خود اس کا بدلہ دوں۔"

امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جعرانہ کے موقع پر اپنے آقا علیہ السلام کو تشریف فرما دیکھا۔ میں اس وقت نو عمر تھا۔ اسی اثنا میں ایک خاتون آگئی اور سرکار دو عالم ﷺ کے قریب ہوگئی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھائی اور اس کو اس کے اوپر بٹھایا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون صاحبہ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہے جس نے حضور کو دودھ پلایا تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں ایک روز سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کا رضاعی باپ حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر کا ایک گوشہ اس کے لئے بچھادیا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ آپ کی والدہ تشریف لائیں حضور نے اپنی چادر کا دوسرا گوشہ اس کے لئے بچھایا وہ بھی اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی آیا۔ حضور کھڑے ہوگئے اور اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں۔

اگر کوئی بیوہ عورت یا مسکین شخص کسی کام کیلئے حاضر خدمت ہوتا تو حضور ذرا ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرتے بلکہ ان کی حاجت براری کیلئے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ سجدے میں گئے تو حضرت حسن حضور کی پشت مبارک پر سوار ہوگئے۔ حضور ﷺ نے سجدے کو اس وقت تک لمبا کیا

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 240

جب تک حضرت حسن نیچے نہ اترے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی صحابی نے عرض کی یارسول اللہ آج حضور ﷺ نے بڑا لمبا سجدہ کیا ہے۔ کریم نانا نے فرمایا میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں اس کو جلدی اترنے پر مجبور کروں۔

ایک دفعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دونوں نور نظر سیدنا امام حسین اور امام حسن حضور ﷺ کی پشت پر سوار ہیں۔ حضرت جابر نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا اے حسنین کریمین تمہارا اونٹ بہترین اونٹ ہے۔

اس نکتہ شناس اور دلنواز آقا نے فرمایا وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ هُمَا (اے جابر تم نے صحیح کہا کہ ان کی سواری بہترین ہے) لیکن سواروں کو تو دیکھو یہ کتنے بہترین ہیں۔

حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب کی صاحبزادی حضرت امامہ بھی بسا اوقات، حضور ﷺ جب حالت نماز میں ہوتے، تو سوار ہو جاتیں۔

اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے سوار ہونے سے حضور ﷺ کے خضوع و خشوع میں خلل واقع ہوتا ہوگا اور حضور ﷺ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتی ہوگی۔ اس موقع پر عالم ربانی ولی کامل سید احمد بن زینی دحلان نے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مِثْلُ هٰذَا لَا يُشْغِلُ اَرْبَابَ الْكَمَالِ عَمَّا هُمْ فِيْهِ مِنْ حُسْنِ الْحَالِ حَيْثُ وَصَلُوْا اِلٰى مَرْتَبَةِ جَمْعِ الْجَمْعِ۔

"اس قسم کے حالات ارباب کمال کو ان کیفیات سے منحرف نہیں کرتے کیونکہ وہ جمع الجمع کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔"

فَلَا تَمْنَعُهُمُ الْوَحْدَةُ عَنِ الْكَثْرَةِ وَلَا الْكَثْرَةُ عَنِ الْوَحْدَةِ

"جو اس مقام پر فائز ہوتے ہیں، نہ وحدت انہیں کثرت سے روکتی ہے اور نہ کثرت انہیں وحدت سے روکتی ہے۔"

فَهُمْ كَائِنُوْنَ بَائِنُوْنَ قَرِيْبُوْنَ غَرِيْبُوْنَ عَرْشِيُّوْنَ فَرْشِيُّوْنَ بِحَسَبِ الْاَرْوَاحِ اللَّطِيْفَةِ وَالْاَشْبَاحِ الشَّرِيْفَةِ

"یہ ارواح لطیفہ اپنے مختلف مدارج کے باعث متحد بھی ہوتے ہیں جدا

بھی ہوتے ہیں۔ قریب بھی ہوتے ہیں دور بھی۔ عرشی بھی ہوتے ہیں فرشی بھی۔"

علامہ مذکور کا آخری جملہ غور طلب ہے۔

وَالَّذِیْ مَا زَاغَ بَصَرُہٗ وَمَا طَغٰی فِیْمَا رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ (1)

"کہ وہ ذات پاک کہ اپنے رب کریم کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرتے ہوئے جن کی نگاہیں حد ادب سے آگے نہیں بڑھیں، ان کو یہ معمولی چیزیں کس طرح اپنے رب سے دور کر سکتی ہیں۔ اور یہ ساری باتیں حضور علیہ السلام کی شان تواضع اور حسن خلق کی شاہد عدل ہیں۔"

حضور علیہ السلام ہر بیمار کی عیادت کیلئے تشریف لے جایا کرتے خواہ وہ کافر اور یہودی ہو۔

ایک دفعہ نبی رحمت ایک یہودی نوجوان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ یہودی حضور علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حضور علیہ السلام اس کے سرہانے کے قریب بیٹھ گئے، فرمایا: اَسْلِمْ۔ اسلام قبول کرلے۔ اس بیمار نے اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا اس سے اذن طلب کر رہا تھا۔ اس کے باپ نے اس سے کہا اطع ابا القاسم ابو القاسم محمد رسول اللہ جو فرماتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ چنانچہ وہ خوش بخت مسلمان ہوگیا۔ حضور علیہ السلام اس کے پاس سے تشریف لائے تو حضور کی زبان پر یہ کلمات حمد تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ

"ساری تعریفیں اللہ کریم کیلئے ہیں جس نے اس کو آتش جہنم سے نجات دی۔"

سرور عالم مرشد برحق علیہ السلام صرف خود ہی بیماروں کی عیادت کیلئے تشریف نہ لے جایا کرتے بلکہ مختلف اسالیب سے اپنے امتیوں کو بھی تلقین کیا کرتے کہ وہ بھی بیماروں کی عیادت کیلئے جایا کریں۔

امام ترمذی اپنی سنن میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادَاہُ مُنَادٍ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 242

تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔

”جو شخص کسی مریض کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو ایک منادی کرنے والا یہ ندا کرتا ہے تو پاک ہو گیا اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہو گیا اور جنت میں ایک بلند منزل پر تجھے متمکن کر دیا گیا۔“

امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

”جو شخص وضو کرتا ہے اور بڑی احتیاط سے وضو کرتا ہے، پھر محض رضائے الٰہی کیلئے اپنے بیمار بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت پر دور کر دیا جائے گا۔“

علامہ قسطلانی المواہب اللدنیہ میں رقمطراز ہیں۔

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ایک دن خزیرہ (ایک کھانے کا نام) پکایا اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ اس روز ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ میرے درمیان اور حضرت سودہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ میں نے حضرت سودہ کو کہا آپ بھی کھائیے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے دوسری بار کہا انہوں نے انکار کیا۔ تیسری بار کہا لَتَأْكُلِنَّ اَوْ لَاُلَطِّخَنَّ بِهَا وَجْهَكِ آپ کو یہ کھانا پڑے گا ورنہ میں یہ آپ کے چہرے پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا۔ میں نے اس برتن سے خزیرہ لیا اور ان کے چہرے پر مل دیا۔ حضور ﷺ میرے اس فعل پر خوب ہنسے۔ پھر حضور ﷺ میرے سر کو اپنی ران پر رکھا اور حضرت سودہ سے کہا اب یہ قابو کی ہوئی ہے تو اپنا بدلہ لینے کیلئے وہ کھانا اس کے چہرے پر مل دے۔ انہوں نے بھی اس برتن سے کھانا لیا اور میرے چہرے پر مل دیا حضور ﷺ اس روز خوب ہنسے۔

حضرت امام احمد ازواج مطہرات کے ساتھ حضور کے حسن معاشرت کو بیان کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا۔

ایک روز میں سفر میں حضور ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئی۔ اس وقت بالکل نوخیز تھی

اور دبلی پتلی تھی، میرے جسم پر ابھی گوشت نہیں چڑھا تھا۔ حضور ﷺ نے دوسرے لوگوں کو کہا کہ تم آگے چلے جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے حضور ﷺ نے مجھے فرمایا تعالی حتی اسابقک آؤ میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرو۔ میں اس وقت ہلکی پھلکی تھی میں آگے نکل گئی۔ حضور ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔ چند سال بعد جب میں فربہ ہو گئی تو پھر ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو فرمایا آگے چلے جاؤ۔ مجھے حکم دیا آؤ میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرو۔ اب میں بہت فربہ تھی اور حضور علیہ السلام مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ حضور ﷺ ہنسے اور فرمایا ھذا بتلک یہ اس کے مقابلے میں ہے تطیبیاً لخاطرھا حضرت صدیقہ کے دل کو خوش کرنے کیلئے حضور ﷺ نے ایسا کیا۔(1)

امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں حضرت انس سے روایت کیا ہے: ایک روز صحابہ کرام حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا پیالہ کھانے سے بھرا ہوا پیش کیا گیا جو حضرت ام سلمہ نے بھیجا تھا۔ وہ پیالہ حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور کھاؤ۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک بڑھایا اور ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے ام سلمہ کا پیالہ حضور ﷺ کے سامنے جب دیکھا تو انہوں نے بھی جلدی سے کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جب عائشہ کھانا پکا چکیں تو وہ کھانا لے آئیں اور حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت ام سلمہ کا پیالہ اٹھایا اور اس کو زمین پر دے مارا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا: حضرت عائشہ کے کھانے سے کھاؤ۔ غارت امکم تمہاری ماں کو بڑی غیرت آتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے عائشہ کا پیالہ ام سلمہ کی طرف بھیجا، فرمایا طعام کے بدلے طعام اور برتن کی جگہ برتن۔

حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنے کئے پر بڑی ندامت ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ۔ ما کفارته اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا اِنَاءٌ کَاِنَاءٍ وَّطَعَامٌ کَطَعَامٍ برتن کے بدلے برتن طعام کے بدلے طعام۔

ان تمام حالات میں حضور ﷺ نے اپنی کسی زوجہ پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا نہ اسے ملامت کی۔ یہ سرکار دو عالم ﷺ کے حسن خلق کا ایک دلکش واقعہ ہے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 244

عبد الرزاق اپنی مصنف اور امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

سرور عالم ﷺ کا ایک صحابی جن کا نام زہیر بن حرام الاشجعی تھا۔ صحرا میں اقامت گزیں تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ جب بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کیلئے آتا تو صحرا کی عمدہ سبزیاں اور لذیذ پھل لاتا اور خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا۔ سرکار دو عالم ﷺ اس کے عوض اس کو شہر کی پسندیدہ اور قیمتی چیزیں بطور تحفہ عطا فرماتے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے: زہیر ہمارا صحرا ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور ﷺ اس سے بڑی محبت کیا کرتے۔ ایک روز حضور بازار تشریف لے گئے، زہیر کو دیکھا سامان فروخت کر رہا ہے۔ حضور ﷺ اس کی پشت کی طرف سے آئے اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچا۔ زہیر نے جان لیا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی پشت کو حصول برکت کیلئے حضور کے صدر مبارک کے ساتھ کافی دیر تک رگڑتا رہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے پیچھے سے اس کو اپنے بازوؤں میں لیا۔ اس نے نہ دیکھا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں کس نے لیا ہے۔ اس نے کہا ارسلنی من ھذا مجھے چھوڑو تم کون ہو۔ پھر اس نے توجہ کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے آقا ہیں جو اس پر لطف و کرم فرما رہے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضور ﷺ ہیں تو وہ دیر تک اپنی پشت کو حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے رگڑتا رہا اور لذت حاصل کرتا رہا۔ نبی رحمت ﷺ نے اس کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے کہا: ہے کوئی اس غلام کو خریدنے والا؟ زہیر نے عرض کی یا رسول اللہ اگر حضور ﷺ مجھے فروخت کریں گے اِذًا تَجِدُنِی کَاسِدًا مجھے آپ کھوٹا پائیں گے جس کی کوئی قیمت نہ ہو گی۔ حضور نے از راہ بندہ پروری فرمایا تم کھوٹے نہیں بَلْ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰہِ غَالٍ بلکہ بارگاہ خداوندی میں تم گراں قیمت ہو۔(1)

یہ تھی سرکار دو عالم ﷺ کی شان تواضع کی ایک دلیل کہ بدوؤں اور گنواروں کے ساتھ حضور ﷺ کس طرح لطف و کرم کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

ایک اور صاحب تھے جن کا نام عبد اللہ تھا، حمار کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کا طریقہ تھا کہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور ایک کپی گھی یا شہد کی پیش کرتے۔ اس کپی کا مالک آتا اور اس سے قیمت طلب کرتا تو وہ اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، عرض

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 47-246

کرتا یارسول اللہ اس گھی اور شہد کا یہ مالک ہے اور قیمت کا مطالبہ کر رہا ہے اسے عطا فرمائیے۔
حضور ﷺ اپنے غلام کی اس ظرافت پر ناراضگی اور برہمی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ مسکرا کر اس کی دلجوئی فرماتے اور حکم دیتے اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ (1)
اس قسم کا واقعہ حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ الانصاری کے بارے میں بھی مروی ہے۔
ایک اور صاحب تھے جن کا نام طرفہ تھا۔ انہیں جب مدینہ طیبہ آنے کا کبھی اتفاق ہوتا تو وہ ادھار پر کوئی چیز خریدتے اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، عرض کرتے یارسول اللہ! اس ناچیز کی طرف سے بطور تحفہ قبول فرمائیں۔ اس چیز کا مالک جب نعمان کو تلاش کرتے ہوئے پہنچتا تو وہ اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا عرض کرتا یارسول اللہ اس کا سامان تھا اس کی قیمت ادا فرمائیں۔ حضور فرماتے تو نے کیا یہ چیز بطور تحفہ نہیں دی؟ وہ عرض کرتا یا رسول اللہ! بطور تحفہ دی ہے لیکن بخدا میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی نہ تھی میں نے اسے اس لئے پیش کیا کہ حضور ﷺ اسے کھائیں گے۔
حضور ﷺ اس زندہ دلی پر از راہ مسرت ہنستے اور اس آدمی کو اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیتے۔ خوش طبعی اور زندہ دلی حضور ﷺ کا معمول تھا لیکن اس وقت بھی حضور ﷺ ہمیشہ سچ بولا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں حکم دیا کہ وہ اپنے رسول کی اطاعت کریں۔ اگر حضور کسی وقت بھی غلط بیانی سے کام لیتے تو لوگوں کو جھوٹ بولنے کا عذر ہاتھ آتا۔
حضور سرور عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ ہیبت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ جو شخص سامنے آتا وہ شدت خوف سے لرزنے لگتا۔ اس لئے حضور ﷺ اگر صحابہ کرام کے ساتھ خوش روئی سے پیش نہ آتے اور گفتگو کے وقت خوش طبعی اور زندہ دلی کا مظاہرہ نہ کرتے تو لوگ مارے خوف کے قریب آنے کی جرأت نہ کرتے اور آب حیات کے اس چشمہ شیریں سے فیض یاب نہ ہو سکتے۔ حضور ﷺ کی مزاح اور فکاہت کے بہت سے واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔
امام ترمذی، ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے ایک واقعہ لکھا ہے۔
ایک شخص جو امور دنیا کے بارے میں غافل تھا وہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یارسول اللہ مجھے اونٹ عطا فرمائیں اس پر سوار ہو کر میں جہاد کروں۔ حضور ﷺ نے از راہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 247

خوش طبعی اسے فرمایا میں اونٹنی کے بچے پر تمہیں سوار کروں گا۔ اس نے سمجھا کہ اس سے مراد اونٹنی کا چھوٹا بچہ ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ میں اونٹنی کے بچے پر سوار ہو کر کیا کروں گا۔ حضور نے فرمایا وَيْحَكَ هَلْ يَلِدُ الْجَمَلَ إِلَّا النَّاقَةُ تیرا بھلا ہو کیا اونٹ کو اونٹنی ہی نہیں جنتی۔

اسی طرح ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے اونٹ کے بچے پر سوار کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں اس بچے کو لے کر کیا کروں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا هَلْ يَلِدُ بَعِيْرٌ اِلَّا اِبْنَ بَعِيْرٍ کیا اونٹ کے بچے کے ہاں ہی اونٹ پیدا نہیں ہوتا۔"

ایک دفعہ حضرت صفیہ جو حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں، حضرت زبیر بن عوام کی والدہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی یارسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے زبیر کی اماں! بوڑھیاں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ سن کر وہ گھبرا گئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں مطمئن کرنے کیلئے فرمایا جب تم جنت میں داخل ہونے لگو گی تو اللہ تعالیٰ تم کو نوجوان بنا دے گا۔ کیا تم نے اللہ کا فرمان نہیں سنا إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا کہ ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے اور پس بنا دیا انہیں کنواریاں۔(1)

خلق خدا پر حضور کریم کی شفقت ورحمت

قرآن کریم کی بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں سرور عالم کی اس صفت جلیلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے متعدد آیات کا مطالعہ آپ مختلف مقامات پر کر چکے ہیں صرف آپ کی یاد تازہ کرنے کیلئے ایک دو آیتیں پیش کرتا ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (2)

"گراں گزرتا ہے آپ پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا۔ وہ بہت ہی خواہشمند ہیں تمہاری بھلائی کے۔ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی

1۔ سورۃ الواقعہ: 6-35

2۔ سورۃ التوبہ: 128

فرمانے والے اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔"

دوسرا ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (1)

"نہیں بھیجا ہے ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کیلئے سراپا رحمت بنا کر۔"

تیسری آیت مبارکہ میں ہے۔

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

"اور آپ مومنین کے ساتھ بڑے مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔"

اس شفقت ورحمت نبوی کو واضح کرنے کیلئے ایک ایمان افروز حدیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے حضور سرور عالم ﷺ کی جہاں شان شفقت ورحمت کا قارئین کو علم ہو گا وہاں وہ باہمی تعلق بھی آشکارا ہو جائے گا جو نبی رحمت کو اپنی امت سے تھا۔

ایک روز ایک بدو خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اسے کوئی چیز عطا کی جائے۔ سرور عالم ﷺ نے اس وقت جو میسر تھا اسے دیدیا اور پوچھا۔ کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی احسان کیا ہے؟ اعرابی بولا نہ آپ نے میرے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے اور نہ کوئی قابل تعریف بات کی ہے۔

اس کے اس گستاخانہ جواب کو سن کر اہل اسلام غصہ سے بھر گئے اور اس کی طرف دوڑے تاکہ اس گستاخ کا سر قلم کر دیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں سختی سے حکم دیا، کُفُّوا رک جاؤ، کوئی آگے نہ بڑھے۔

اس ارشاد کے بعد حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ بدو کو بھی بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس کو مزید عطا فرمایا اور اس کی جھولی بھر دی۔ پھر دریافت کیا کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے۔ کہنے لگا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول آپ نے بڑا احسان فرمایا وَجَزَاكَ اللّٰهُ مِنْ اَهْلٍ وَّعَشِيْرَةٍ خَيْرًا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرے اہل وعیال کی طرف سے بھی اور میرے قبیلہ کی طرف سے بھی۔

نبی کریم ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو اسے فرمایا کہ تم نے پہلے جو بات کہی تھی اس سے میرے صحابہ کو بڑا دکھ ہوا۔ اگر تم پسند کرو تو یہی بات ان کے سامنے دہرا دو تاکہ ان کا رنج

1۔ سورۃ الانبیاء: 107

دور ہو جائے اور تیرے بارے میں ان کے سینے میں جو خلش ہے وہ نکل جائے۔ اس نے عرض کی بصد مسرت میں ان کے سامنے یہ جملہ دہرانے کیلئے تیار ہوں۔

دوسرے روز صبح یا عشاء کے وقت وہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اس اعرابی نے کل جو بات کہی تھی اور تم نے سنی پھر ہم نے اس کو مزید عطا فرمایا اور اس کی جھولی بھر دی تو اس نے بتایا کہ وہ اب راضی ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اب اس اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اَكَذٰلِكَ کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ تم راضی ہو گئے ہو۔ اس نے کہا، نعم۔ میں راضی ہوں جَزَاكَ اللّٰهُ مِنْ اَهْلٍ وَّعَشِيْرَةٍ خَيْرًا اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور قبیلہ کی طرف سے حضور ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ جو آپ نے عطا فرمایا ہے یہ ان کے فقر و افلاس کو دور کر دے گا۔

اس کے بعد نور مجسم رحمت عالم ﷺ نے اس تعلق کی وضاحت کی جو حضور ﷺ کا اپنے امتیوں کے ساتھ ہے جس میں حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کی صفت جلیلہ کے جلوے نمایاں ہو رہے ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے حاضرین کی طرف توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بھاگ نکلے۔ لوگ اس کو پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ وہ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سن کر اور زیادہ بدکے اور تیزی سے بھاگنا شروع کر دے۔ اسی اثناء میں اس کا مالک آ جائے تو وہ تعاقب کرنے والوں کو بلند آواز سے کہے خَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَاقَتِيْ میرے درمیان اور میری اونٹنی کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ درمیان سے ہٹ جاؤ اور اس کا تعاقب نہ کرو فَاِنِّيْ اَرْفَقُ بِهَا مِنْكُمْ وَاَعْلَمُ میں تم سے زیادہ اپنی اونٹنی کا مزاج شناس ہوں اور اس کے ساتھ نرمی کرنے والا ہوں۔

اس کی بات سن کر تمام لوگ رک گئے۔ اس نے اپنے دامن میں سبز چارہ ڈالا اور اونٹنی کی طرف بڑھا۔ اونٹنی نے اپنے مالک کی جب مانوس آواز سنی اس نے مڑ کر دیکھا کہ اس کا مالک اپنی جھولی میں سبز چارہ لئے دوڑا آ رہا ہے۔ وہ اونٹنی رک گئی اور جہاں اس کا مالک تھا اسی طرف جانے لگی۔ مالک نے اس کی نکیل پکڑ لی اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گئی پھر اپنا کجاوہ اس

پر کس کر باندھا اور اس پر سوار ہو گیا۔

یہ مثال بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔

فَاِنِّیْ لَوْ تَرَکْتُکُمْ حَیْثُ قَالَ الرَّجُلُ مَا قَالَ فَقَتَلْتُمُوْہُ دَخَلَ النَّارَ۔ (1)

"(کل اس شخص نے جو گستاخانہ بات کی تھی اور تم اس کو قتل کرنے کیلئے دوڑے تھے) اگر میں درمیان میں رکاوٹ نہ بنتا اور تم اس کو قتل کر دیتے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔"

میں نے اس کو اپنے حکیمانہ انداز سے بارگاہ رسالت کی تعظیم اور ادب کو ملحوظ رکھنے کی طرف راہنمائی کی۔ وہ جہنم سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق قرار پایا۔

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے۔

ہم لوگ جو امتی ہیں اور اس کے باوجود احکام الٰہی کی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں ہماری مثال اس بھاگنے والی اونٹنی کی ہے۔

گویا ہم اس بھاگے ہوئے اونٹ کی طرح ہیں جس کو پکڑنے کی کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں اور وہ ڈر کر مزید تیز بھاگتا ہے۔ ہمارے نبی رؤف رحیم ہیں۔ وہ ہمارے مالک ہیں۔ جو راستہ دوزخ کی طرف جاتا ہے اس سے ہٹا کر اس راستہ پر گامزن کرنا جو جنت کی طرف لے جاتا ہے ہمارے نبی کریم کا کام ہے۔ خدا کرے ہم وہ سرکش اونٹ ہوں جس کے مالک ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ جو اپنی شفقت اور شان رحمت سے ہمیں دوزخ میں گرنے سے بچا لیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے کیلئے ہمیں جنت میں پہنچا دیں۔

اپنی امت کے ساتھ حضور ﷺ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے احکام کی بجا آوری کا انہیں مکلف نہیں بنایا کرتے تھے جو ان پر گراں گزرتے ہوں۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یہ امر گراں نہ گزرتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں مسواک ضرور کیا کریں۔ کیونکہ اس حکم سے کئی لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے یہ حکم نہیں دیا۔

نماز تہجد کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اس نماز کو تم پر لازم نہیں کیا کہ کہیں تم پر یہ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 160

نماز فرض نہ کر دی جائے پھر تم اس کو ادا نہ کر سکو اور مجرم و گنہگار ٹھہرو۔

حضور کی عظیم شفقت کے بارے میں امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لَمَّا كَذَّبَهُ قَوْمُهُ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ۔ وَقَدْ أَمَرَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ۔ فَنَادَاهُ مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَقَالَ مُرْنِي بِمَا شِئْتَ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُوا أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔ (1)

"جب سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو انہوں نے بڑی ترش روئی سے ایسا جواب دیا جس سے حضور ﷺ کو از حد دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا اے جبرئیل! میرے محبوب کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے بتاؤ کہ آپ کی قوم نے جو ہذیان سرائی کی ہے آپ کے اللہ نے اس کو سن لیا ہے۔ اور پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو اور ان نابکاروں کیلئے جو سزا آپ تجویز کریں وہ اس کے مطابق عمل کرے۔ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا اور اس کے بعد یہ گزارش کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کے بارے میں جو حضور ﷺ کی مرضی ہو اس کو بجا لاؤں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اخشبین (دو پہاڑوں) کو اکھاڑ کر اس قوم کے اوپر دے ماروں اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہنے دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ خداوند کریم ان کی پشتوں سے ایسی نسلیں پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس لئے میں تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ ان پہاڑوں کو

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 163

جڑوں سے اکھیڑ کران پر دے مارو اور ان کو تہس نہس کر دو۔"

ابن المنکدر سے مروی ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے ہر فرمان کی تعمیل کریں۔ حضور نے جواب دیا۔ میں اپنی امت کو مہلت دینا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی توبہ قبول کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا۔ (1)

"رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفہ وقفہ کے بعد وعظ و نصیحت فرمایا کرتے۔ ہر روز اس لئے وعظ نہ فرماتے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔"

سرکار دو عالم ﷺ ہر روز ہمیں وعظ نہیں فرمایا کرتے تاکہ ہم اس سے تنگ نہ آجائیں بلکہ کچھ وقفہ کے بعد ہمیں وعظ و نصیحت کرتے تاکہ ہم شوق سے سنیں اور اس پر عمل کرنے کیلئے تیار رہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک رات حضور ﷺ نے قیام فرمایا۔ ایک ہی آیت کی بار بار تلاوت فرماتے رہے۔ کبھی رکوع کبھی سجدہ میں کبھی کھڑے ہو کر اس آیت کو دہراتے، یہاں تک کہ سپیدۂ سحر طلوع ہو گیا۔ وہ آیت یہ تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (2)

"اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔"

صبح میں حاضر خدمت ہوا عرض کی یارسول اللہ آج ساری رات حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے بارے میں اپنے رب سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ

1۔ صحیح مسلم۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 164

2۔ سورۃ المائدہ: 118

نے کیا جواب دیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس التجا کو قبول کر لیا۔ حضرت ابو ذر نے عرض کی اجازت ہو تو میں لوگوں کو یہ مژدہ سنا دوں؟ فرمایا بیشک۔ حضرت فاروق اعظم حاضر خدمت تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ! ابوذر کو یہ بشارت سنانے کی اجازت نہ دیں ورنہ لوگ عبادت سے غافل ہو جائیں گے چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے ابوذر کو واپس بلا لیا۔(1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ آج لمبی تلاوت کروں گا۔ پھر مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں مختصر کر دیتا ہوں۔"

یہ رحمت صرف اپنوں تک ہی محدود نہ تھی۔ صرف انسان ہی اس چشمہ رحمت و شفقت سے سیراب نہیں ہوا کرتے بلکہ پرندوں، اور دیگر حیوانات پر بھی حضور ﷺ کا ابر شفقت یوں ہی برسا کرتا تھا۔

امام بخاری "الادب" میں حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ وہاں ایک چڑیا کا گھونسلا تھا۔ کسی شخص نے اس گھونسلے سے اس کے انڈے اٹھالئے۔ وہ چڑیا آئی اور حضور ﷺ کے سر پر چکر لگانے لگی۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ "یا رسول اللہ! انڈے میں نے اٹھائے ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس کے انڈے اس کے گھونسلے میں رکھ دو۔"(2)

ابن ابی شیبہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز رسول مکرم ﷺ نے نماز پڑھائی اور بڑی مختصر چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کیں۔ حضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابو سعید خدری نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے آج نماز ادا کی ہے اور آج تک میں نے حضور ﷺ کو ایسی مختصر نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضور نے فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 48

2۔ ایضاً، صفحہ 50

اَنَا سَمِعْتُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ خَلْفِیْ وَتَرَصُّفَ النِّسَآءِ اَرَدْتُ اَنْ تَفْرُغَ لَہٗ اُمُّہٗ

"اثنائے نماز میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی اور مسلم خواتین بھی صفیں باندھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ یقیناً اس میں اس بچے کی ماں ہوگی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں جلدی نماز سے فارغ ہوں تا کہ وہ ماں نماز سے فارغ ہو کر اپنے بچے کو گود میں لے اور اسے چپ کرادے۔"

حضور ﷺ کی شان رحمت کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عرج کے مقام سے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ایک کتیا دیکھی جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرا رہی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کیلئے یہاں کھڑا رہے تاکہ کوئی لشکری انہیں اذیت نہ پہنچائے۔ (1)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت انس کی معیت میں اپنے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے فرزند کو بلایا اسے سینے سے لگالیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں نے دیکھا ان پر نزع کی حالت طاری تھی۔ اس حالت میں اپنے لخت جگر کو دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں فرمایا۔

تَدْمَعُ الْعَیْنُ وَیَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا وَاِنَّا بِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ ۔ (2)

"آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم اپنی زبان پر صرف وہی جملہ لاتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرنے کا باعث ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری اس جدائی پر از حد غمزدہ ہیں۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 51

2۔ ایضاً، صفحہ 52

وفائے عہد

عبد اللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے میں نے حضور ﷺ کو کوئی چیز فروخت کی لیکن جو چیز میں نے فروخت کی وہ ساری کی ساری اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ میں نے وعدہ کیا کہ حضور ﷺ یہاں ٹھہریں میں ابھی بقیہ لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ میں چلا گیا، مجھے یہ بات بھول گئی اور دیگر کاموں میں مصروف ہو گیا۔ تین دن کے بعد مجھے اچانک یاد آیا کہ میں تو آپ کے ساتھ وعدہ کر آیا ہوں کہ میں بقیہ چیز آپ کو لا کر دیتا ہوں آپ میرا انتظار کریں۔ جب میں وہ چیز لے کر وہاں پہنچا تو رحمت دو عالم ﷺ اسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں میں حضور کو چھوڑ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کسی ناراضگی اور غضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنے من موہنے انداز میں اتنا فرمایا۔

يَا فَتٰى لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ وَاَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ اَنْتَظِرُكَ (1)

"اے نوجوان: تو نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے میں تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔"

صلہ رحمی

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ نبوت میں جب کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ یہ فلاں خاتون کو پہنچا دو کیونکہ وہ میری رفیقہ حیات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی تھی۔ وہ حضرت خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کی طرف بھیجا کرتے۔ ایک دفعہ آپ کی بہن حضور ﷺ کی ملاقات کیلئے آئی۔ حضور ﷺ نے بڑی خوشی سے ان سے گفتگو کی اور ان کی بات سنی۔

ایک دن ایک خاتون حاضر خدمت ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس کے حالات احسن طریق سے دریافت کئے۔ وہ چلی گئی تو حضور ﷺ نے

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 165

فرمایا: یہ وہ خاتون ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے زمانہ میں اکثر حاضر ہوتی تھی۔
حضور نے فرمایا

اِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ (1)

"پرانے تعلقات کو ملحوظ رکھنا اور جو تم سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا اور جو تیرے محبت کرنے والے سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔"

سرور عالم ﷺ کی نواسی جن کا نام امامہ تھا حضور ﷺ نماز کی حالت میں بھی ان کو اپنے کندھوں پر بٹھاتے۔ جب سجدہ میں جاتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے پھر جب قیام فرماتے تو ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھتے۔

حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا۔ حضور ﷺ بنفس نفیس ان کی مہمانداری اور خاطر مدارات کا انتظام کرنے لگے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں ہم ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے، حضور ﷺ خود کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ اس کریم آقا نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لِاَصْحَابِنَا مُكْرِمِيْنَ وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُكَافِئَهُمْ (2)

"میرے صحابہ جب وہاں گئے تو ان لوگوں نے ان کی بڑی عزت کی۔
میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو اس خاطر مدارات کا خود صلہ دوں۔"

غزوۂ ہوازن کے جنگی قیدیوں میں حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بھی شامل تھی۔ اس نے حضور ﷺ کو اپنا تعارف کرایا کہ میں حضور ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی، اس کو اوپر بٹھایا پھر اسے فرمایا اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس ہی قیام کرو۔ ہم تمہاری عزت و تکریم کریں گے اور تجھ سے محبت کی جائے گی۔ اور اگر تم واپس اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جانا چاہو تو ہم تجھے انعام واکرام سے واپس کر دیں گے۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! میں اپنے اہل خانہ کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے اسے ساز و سامان دے کر عزت واحترام کے ساتھ واپس جانے کی

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 165

2۔ ایضاً، صفحہ 166

اجازت دے دی۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا، جب میں ابھی بچہ تھا، کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں آئی جب وہ قریب پہنچی تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھادی اور اس کو اپنی چادر پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون خاتون ہے جس کی حضور ﷺ اتنی تعظیم و تکریم فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہے۔

ثویبہ جو ابو لہب کی لونڈی تھی اس نے سرور عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ حضور ﷺ ہمیشہ اس کی طرف تحائف بھیجتے جن میں اس کے پہننے کے کپڑے بھی ہوتے۔ جب وہ فوت ہوگئی تو حضور ﷺ نے اس کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں پوچھا۔ عرض کی گئی اس کا کوئی رشتہ دار زندہ نہیں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اس کے قریبی رشتہ داروں سے کوئی زندہ ہوتا تو حضور ﷺ اس کو بھی ضرور اپنے انعام و اکرام سے نوازتے رہتے۔

جس شب جبرئیل امین نے غار حرا میں حاضر ہو کر پہلی وحی (اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ) سے مشرف فرمایا تو حضور ﷺ گھر واپس آئے اور اپنی رفیقہ حیات کو سارا ماجرا سنایا۔ حضور ﷺ پر تحیر اور سراسیمگی کی حالت طاری تھی۔ اس وقت حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ نے جن کلمات طیبات سے حضور ﷺ کی دلجوئی کی اور تسلی دی، اس میں سرکار دو عالم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور شمائل جمیلہ کا اس طرح اظہار فرمایا کہ رحمت دو عالم ﷺ کو تسلی ہوگئی۔ آپ نے عرض کی۔

اَبْشِرْ، فَوَاللهِ لَا يُخْزِيْكَ اللهُ اَبَدًا۔
اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ
تَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (1)

"یارسول اللہ! مژدہ باد۔ بخدا اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اپنی کمائی سے غریبوں، ناداروں کی امداد فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اگر کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی امداد فرماتے ہیں۔"

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 167

حضور کی شان صداقت وامانت اور عفت وپاکدامنی

امانت، عفت، سچائی اور عدل، محبوب رب العالمین ﷺ کی وہ صفات تھیں کہ وہ دشمن جو حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے، اسلام کا نام و نشان مٹانے کیلئے اپنی جان کی بازی لگانے کیلئے مستعد رہتے تھے، ایسے دشمن بھی حضور ﷺ کی ان صفات کا انکار نہیں کرسکتے تھے بلکہ تسلیم کرتے تھے کہ حضور ﷺ سے زیادہ سچا اور امین اور کوئی نہیں ہے۔

نبوت کے اعلان سے پہلے ہی حضور ﷺ امین اور صادق کے القاب سے اپنے معاشرہ میں معروف و مشہور تھے۔ جب کعبہ شریف کی پہلی عمارت پے در پے سیلابوں سے شکستہ ہوگئی تو اہل مکہ نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب اس کی بنیادیں وہاں تک پہنچ گئیں جہاں حجر اسود کو رکھنا تھا تو اس شرف کو حاصل کرنے کیلئے ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو۔ اس کشمکش نے یہ سنگین صورت اختیار کرلی کہ قریب تھا کہ خونریز جنگ شروع ہو جائے اور کشتوں کے پشتے لگ جائیں۔ کسی صاحب نے کہا کہ اس بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے کے بجائے تم اپنے میں کوئی ثالث چن لو جو اس کے بارے میں تمہارے اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور طے یہ پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہو وہ ہمارا ثالث ہوگا۔ جو فیصلہ وہ کرے گا ہم تمام قبائل دل و جان سے اس کو قبول کریں گے۔ چنانچہ دوسرے دن لوگ اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے کون شخص سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہوتا ہے۔

جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کا محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ وہ پہلے شخص ہیں جو حرم شریف میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر سب کے دل مطمئن ہوگئے اور خوشی سے وہ یہ کہنے لگے۔

هٰذَا مُحَمَّدُ الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِهٖ (1)

"یہ محمد مصطفیٰ ہیں جو امین ہیں۔ ہم اپنی رضامندی سے ان کو اپنا ثالث تسلیم کرتے ہیں۔"

رحمت دو عالم ﷺ اگر چاہتے تو حجر اسود کو خود اٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دیتے اور سارا

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 172

شرف خود حاصل کرتے لیکن جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تھا وہ ایسا کام کرنے کیلئے تیار نہیں تھی جس سے سارا شرف آپ کو حاصل ہو اور باقی سارے قبیلے اس سے محروم قرار پائیں۔ رحمت للعالمین نے اس طرح اس کام کو انجام دیا کہ اپنے بیگانے سب لوگ مطمئن بھی ہو گئے اور خوش بھی۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھائی، حجر اسود کو اٹھایا اور اس چادر مبارک میں رکھ دیا پھر تمام قبائل کے رئیسوں کو بلایا۔ سب کو کہا اس چادر کو پکڑ لیں اور حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ سب نے اس چادر کو اٹھایا۔ جب حجر اسود کو لیکر اس جگہ پہنچے جہاں اسے رکھنا تھا تو وہاں خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس پتھر کو اٹھا کر اس جگہ پر رکھ دیا۔

حضور ﷺ کی اس تدبیر سے اہل مکہ قتل و غارت سے بھی بچ گئے اور ہر ایک کو حجر اسود کو کعبہ شریف میں رکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ نے پڑھا جب کفار نے صبح سویرے حضور کریم ﷺ کو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوتے دیکھا تو پکار اٹھے۔ هٰذَا مُحَمَّدُ الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَابِهٖ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے جس شہر میں بچپن، لڑکپن اور جوانی گزاری تھی، اس شہر کے لوگ آپ کی امانت کے قائل تھے۔

ربیع بن خثیب فرماتے ہیں: اعلان نبوت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی جب کوئی ایسا مشکل مرحلہ ہوتا تھا جس کا تصفیہ وہ نہیں کر پاتے تھے تو اس نزاع کے دور کرنے کیلئے وہ سرکار دو عالم ﷺ کو اپنا ثالث مقرر کیا کرتے۔ گویا تمام اہل عرب کو آپ کی امانت اور شان عدل و انصاف پر کامل یقین تھا اور بڑی خوشدلی سے اپنے تنازعات کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔

سرکار دو عالم ﷺ اپنے بارے میں خود فرمایا کرتے۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَمِیْنٌ فِی السَّمَآءِ اَمِیْنٌ فِی الْاَرْضِ (1)

"یعنی آسمان کے مکین بھی مجھے امین جانتے ہیں اور زمین کے بسنے والے بھی مجھے امین تسلیم کرتے ہیں۔"

ابو جہل جیسا دشمن حق بھی حضور ﷺ کی صداقت کو تسلیم کرتا تھا۔ سیدنا علی کرم اللہ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 173

وجہ سے مروی ہے۔

کہ ایک روز ابو جہل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ مَا جِئْتَ بِہٖ (1) ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہم تو اس دین کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (2)

"وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

جب اسلام اور کفر کی فوجیں میدان بدر میں صف بندی کر رہی تھیں تو اخنس بن شریق کی تنہائی میں ابو جہل سے ملاقات ہوئی تو اس نے ابو جہل سے پوچھا اے ابو الحکم (ابو جہل کی کنیت) یہاں ہم تنہا ہیں، میرے اور تیرے بغیر کوئی ہماری گفتگو کو سن نہیں رہا، مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری (حضور ﷺ کا نام نامی لیکر) ان کے بارے میں کیا رائے ہے، وہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

اس تنہائی میں ابو جہل کے منہ سے یہ سچی بات نکل کر رہی، اس نے کہا:

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَصَادِقٌ وَمَا كَذَبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ (3)

"خدا کی قسم محمد (ﷺ) یقیناً سچے ہیں اور آج تک محمد (ﷺ) نے جھوٹ نہیں بولا۔"

اب ابو جہل نے حضور ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حقیقت سے پردہ اٹھایا۔

اِذَا ذَهَبَ بَنُوْ قُصَيٍّ بِاللِّوَآءِ وَالسِّقَايَةِ وَالْحِجَابَةِ وَالنَّدْوَةِ وَالنُّبُوَّةِ فَمَاذَا يَكُوْنُ لِسَائِرِ قُرَيْشٍ (4)

"یعنی جب عزت و منصب کے سارے مناصب لواء، سقایہ، حجابہ، ندوہ

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 173

2۔ سورہ الانعام: 33

3۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 173

4۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 263

سب پہلے ہی بنو قصی کے پاس ہیں، اگر نبوت بھی ہم ان کیلئے مخصوص کر دیں تو عزت و شرف کے مناصب میں ہمارے لئے کیا رہ جائے گا۔"

اس سے واضح ہو گیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب اس لئے نہیں کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ سچے نہیں یا قرآن کلام الٰہی نہیں یا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور سچا خدا ہے۔ ان کا وہ انکار نہیں کرتا تھا۔ جھگڑا سارا جاہ و منصب کا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اگر نبوت بھی بنی قصی میں چلی گئی تو ہمارے لئے کیا رہ جائے گا۔

اسی طرح ہرقل نے جب ابو سفیان سے یہ سوال کیا کہ ان کے نبوت کے دعویٰ سے پہلے کیا تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگایا کرتے تھے، تو اس دشمن اسلام کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا۔

"لا" کہ ہم نے کبھی حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہیں لگائی۔

نضر بن الحارث، مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مظلوم اور بے بس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر اسے بڑی مسرت ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے قریش سے پوچھا کہ نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے محمد (ﷺ) نے تم میں اپنی کافی زندگی بسر کی۔ ان کے عنفوان شباب کو بھی تم نے دیکھا۔ اس وقت تم سب میں ان کی شخصیت پسندیدہ تھی۔ وہ صادق القول تھے۔ ان کی صفت امانت شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ یہ تو اس وقت ان کی کیفیت تھی جب وہ جوان تھے اور جب اس کی کنپٹیوں میں سفید بال ظاہر ہونے لگے جو بڑھاپے کی علامت ہے اور وہ قرآن کریم لے کر تمہارے پاس آئے تو تم نے یہ کہنا شروع کر دیا: یہ ساحر ہے جادوگر ہے۔ ہرگز نہیں، خدا کی قسم! وہ جادوگر نہیں ہے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ حضور کی عفت و پاکدامنی کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں۔

مَا لَمَسَتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ لَا يَمْلِكُ رِقَّهَا (2)

"میرے آقا کے ہاتھ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جو حضور ﷺ کی زوجیت میں نہ تھی۔"

مشہور ادیب اور نحوی، ابو العباس المبرد لکھتے ہیں۔

کسریٰ شہنشاہ ایران نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کیا ہوا تھا، وہ کہتا تھا جس روز

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 174

2۔ ایضاً، بحوالہ بخاری

ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو وہ دن سونے کیلئے ہے۔ جس دن بادل گھر کر آئے ہوں وہ دن شکار کیلئے مخصوص ہے۔ جس روز بارش برس رہی ہو وہ مے نوشی اور لہو ولعب کیلئے ہے اور جس دن سورج نکلا ہو وہ دن لوگوں کی حوائج کو پورا کرنے کیلئے ہے۔

لیکن ایک دانشور ابن خالویہ کہتے ہیں کہ کسریٰ کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ نے جس طرح اپنے اوقات کو تقسیم فرمایا ہوا تھا۔ اس کا مطالعہ کریں، آپ کو خود بخود ایک شہنشاہ اور اللہ کے نبی میں جو فرق ہے معلوم ہو جائے گا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے ہر دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد کیلئے۔ دوسرا حصہ اپنے اہل خانہ کیلئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات کیلئے۔

پھر اپنے تیسرے حصہ کو حضور ﷺ نے لوگوں کی حوائج سننے اور ان کو پورا کرنے کیلئے وقف کیا تھا۔ حضور ﷺ عوام کے حالات کو جاننے کیلئے خواص سے رابطہ قائم کرتے اور انہیں فرماتے۔

اَبْلِغُوْا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغِيْ فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ (1)

"وہ لوگ جو اپنی تکالیف مجھے نہیں پہنچا سکتے۔ ان کی حاجات تم مجھے پہنچایا کرو کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی تکلیف کو حضور ﷺ تک پہنچاتا ہے جو خود رسائی حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے روز محشر خوف سے امن عطا فرمائے گا۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْخُذُ اَحَدًا بِقَذْفِ اَحَدٍ وَلَا يُصَدِّقُ اَحَدًا عَلٰى اَحَدٍ۔ (2)

"حضور سرور عالم ﷺ کسی کے تہمت لگانے سے کسی کو سزا نہیں دیتے تھے۔ اگر کوئی کسی کے خلاف شکایت کرتا تو اس کی تصدیق نہ فرماتے۔"

1۔ شمائل ترمذی، الشفاء، جلد 1، صفحہ 175

2۔ ایضاً

نبی رحمت ﷺ کی شان زہد و قناعت

اس موضوع پر اظہار خیال سے پہلے ضروری ہے کہ زہد کا مفہوم قارئین کے ذہن نشین کیا جائے تاکہ وہ حضور ﷺ کی شان عالی کا صحیح طور پر اندازہ کر سکیں۔

نسیم الریاض کے مصنف زہد، کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَلزُّهْدُ: مَعْنَاهُ تَرْكُ الدُّنْيَا رَغْبَةً فِيمَا عِنْدَ اللهِ۔ (1)

"یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس جو ابدی نعمتیں اور سرمدی راحتیں ہیں ان کو حاصل کرنے کیلئے دنیا کے سامان عیش و عشرت سے دستبردار ہو جانا۔"

نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی اسی زہد سے عبارت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب کے حوالے کر دی تھیں لیکن حضور ﷺ نے ان تمام نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کیلئے فاقہ کشی اور عسرت کی زندگی بسر فرمائی۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، جو محبوب پروردگار کی جلوتوں اور خلوتوں میں روپذیر ہونے والے تمام واقعات و حالات سے خبردار تھیں، حضور ﷺ کی شان زہد کے بارے میں آپ نے جو ارشادات فرمائے ہیں وہی اس زہد کی عظمتوں اور رفعتوں کی ترجمانی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتی ہیں۔

مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزٍ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيلِهٖ۔

"رسول کریم ﷺ نے ساری حیات طیبہ میں کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔"

دوسری روایت میں آپ فرماتی ہیں۔

مَا شَبِعَ آلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ تَعَالٰى۔ (2)

"رحمت عالم ﷺ کی آل اطہار نے گندم کی روٹی سے لگاتار تین دن

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 179 (حاشیہ)

2۔ ایضاً، صفحہ 180

تک شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔"

پہلی حدیث میں حضور ﷺ کا ذکر ہے، دوسری میں حضور ﷺ کے اہل بیت کا ذکر ہے۔ یعنی صرف خود ہی فاقہ کشی کو اپنا معمول نہیں بنایا بلکہ حضور کے اہل بیت کی حالت بھی ایسی ہی تھی کہ حضور ﷺ کے اہل بیت نے گندم کی روٹی سے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔

یہ حضرت صدیقہ ہی فرماتی ہیں کہ پورا مہینہ گزر جاتا تھا ہم چولہے میں آگ نہیں جلاتے تھے کھجور اور پانی پر ہماری گزر اوقات تھی۔

آپ ہی ارشاد فرماتی ہیں: سرور عالم ﷺ نے جب اس جہان فانی سے رحلت فرمائی تو کوئی دینار، درہم کوئی بکری اور اونٹ بطور ترکہ نہیں چھوڑا۔

ام المومنین حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک چادر تھی جس کو ہم دوہرا کر کے حضور ﷺ کے بستر پر بچھاتی تھیں۔ ایک روز ہم نے اس کو دوہرا کرنے کے بجائے چوہرا کر کے بچھایا تاکہ بستر نرم اور گداز ہو جائے اور حضور ﷺ آرام سے استراحت فرمائیں۔

جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج رات تم نے میرے لئے کیسا بستر بچھایا؟ ہم نے عرض کی کہ وہی چادر ہم نے چوہری کر کے آج رات کو بچھائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو بلکہ پہلے کی طرح دوہری کر کے بچھایا کرو۔ کیونکہ آج شب بستر کے گداز ہونے کی وجہ سے میں رات کو نہیں جاگ سکا۔

حضور عام طور پر ایسی چارپائی پر آرام فرماتے جو کھردرے پٹھے سے بنی ہوتی اور حضور ﷺ لیٹتے تو اس کے نشانات حضور کے جسم اطہر پر نمایاں ہو جاتے۔

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔

کہ کئی بار فاقہ کشی کے باعث حضور ﷺ کا شکم مبارک کمر سے لگ جاتا۔ میں اس پر ہاتھ پھیرتی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، عرض کرتی۔

نَفْسِيْ لَكَ الْفِدَآءُ! لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يَقُوْتُكَ۔

"اے اللہ کے محبوب میری جان آپ پر قربان آپ اپنے رب سے اتنا تو مانگتے کہ فاقہ کشی سے یہ نوبت نہ آتی۔"

امام الانبیاء نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا (1)

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 184

"اے عائشہ میرا اس دنیا سے کیا تعلق ہے۔"

پھر فرمایا! مجھ سے پہلے جو اولوالعزم رسول گزرے ہیں انہوں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ حالت پر صبر کیا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انجام کو بہت معزز بنادیا اور ان کے ثواب کو عظیم کر دیا اگر میں اس دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں بارگاہ رب العزت میں اپنے بھائیوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں اور مجھے پیچھے رہنے سے حیا آتی ہے۔

میری عزیز ترین تمنا یہ ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ مل کر بارگاہ ایزدی میں حاضری کا شرف حاصل کروں۔

نبی رحمت کا یہ فاقہ اور افلاس اضطراری نہیں تھا کہ حضور ﷺ کی خواہش تو یہ تھی کہ مجھے عیش و راحت کے سارے سامان میسر ہوں، رہائش کیلئے آراستہ پیراستہ محل ہو، دستر خوان بچھے ہوں، ان پر انواع واقسام کے لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے چنے جائیں، خدام کا ایک لشکر ہو جو تعمیل حکم کیلئے ہمہ وقت مستعد ہو، لباس پہنیں تو بڑا قیمتی اور زرق برق، ان امور میں سے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کی خواہش محبوب رب العالمین کے دل میں پیدا ہوئی ہو۔ اگر کوئی آرزو تھی، اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جس رب کریم کا میں بندہ ہوں، جس نے مجھے یہ شان رفیع ارزانی فرمائی ہے۔ جس نے مجھے تمام انبیاء کا امام بنایا ہے. میں اس کریم رب کی زیادہ سے زیاہ رضا اور خوشنودی حاصل کر سکوں۔ تو یہ حالت افلاس اضطراری نہ تھی بلکہ اختیاری تھی۔

سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دانستہ اور عمداً دنیا کی ساری نعمتوں اور لذتوں، عیش و عشرت کے سامانوں سے علیحدگی اختیار کی تاکہ قرب الٰہی کی نعمت سے مالا مال ہوں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا اگر تو چاہے تو میں مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنادوں۔ میں نے عرض کی یارب العالمین! مجھے اس کی خواہش نہیں، میری آرزو یہ ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں جس روز میں فاقہ کروں اس روز میں تیری بارگاہ میں عجز و نیاز کا ہدیہ پیش کروں اور تیرے ذکر اور تیری یاد میں مصروف رہوں۔ اور جس روز سیر ہو کر

کھاؤں اس دن میں تیرا شکر کروں۔ سارا وقت تیری حمد و ثنا میں گزاروں۔"(1)

ایک روز جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ اَتُحِبُّ اَنْ اَجْعَلَ هٰذِهِ الْجِبَالَ ذَهَبًا وَّتَكُوْنُ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں ان پہاڑوں کو سونا بنادوں اور جدھر آپ تشریف لے جائیں وہ آپ کے ساتھ جائیں۔"

یہ سن کر کچھ دیر کیلئے حضور علیہ السلام نے سر مبارک جھکالیا اور غور و فکر کرنے لگے کہ اس خداوندی پیشکش کا کیا جواب دوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سر مبارک اٹھایا فرمایا۔

يَا جِبْرَئِيْلُ اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ قَدْ يَجْمَعُهَا مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ۔

"اے جبرئیل! دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا اور کوئی گھر نہ ہو اور یہ اس کا مال ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو۔ اس دنیا کو وہ آدمی جمع کرتا ہے جو عقل و دانش سے محروم ہو۔"

سرور عالم علیہ السلام کا یہ جواب سن کر حضرت جبرئیل نے عرض کی۔

ثَبَّتَكَ اللّٰهُ يَا مُحَمَّدُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

"اے اللہ کے محبوب! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ حق پر ثابت قدم رکھے۔"

نیز امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔

وہ حدیث شریف میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ ان کو اس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔

فَصَلّٰى عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ كَاَنَّهٗ مُوَدِّعٌ اَصْحَابِهٖ عَنْ قَرِيْبٍ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ لَسْتُ

1۔ "سبل الہدیٰ"، جلد 7، صفحہ 123

اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تُنَافِسُوْا فِیْهَا وَتَهْلِکُوْا کَمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔ (1)

"حضور علیہ السلام ایک روز شہداء احد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی اور انہیں الوداعی سلام فرمایا۔ پھر حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارا پیشرو ہوں۔ اور میں تم پر گواہی دوں گا۔ میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ اور میں یہاں منبر پر بیٹھ کر حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی ساری کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا کو جمع کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔ اس وجہ سے تم ہلاک ہو گے جس طرح پہلی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں۔"

اس الوداعی پیغام میں جو ہادی برحق علیہ السلام نے اس دنیا سے رحلت کرنے سے چند روز قبل منبر پر بیٹھ کر اپنی امت کو پہنچایا اس سے کئی مسائل ثابت ہو جاتے ہیں۔

1۔ ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اتنی بینائی عطا فرمائی ہے کہ اپنی مسجد میں منبر پر بیٹھ کر حوض کوثر کا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ مدینہ طیبہ سے حوض کوثر کی دوری کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو بینائی مرحمت فرمائی اس کے سامنے یہ دوریاں اور فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

2۔ دوسرا یہ مسئلہ حضور علیہ السلام نے حل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کی سارے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب کو مرحمت فرمائیں۔ کنجیوں کا گچھا اس لئے نہیں دیا کہ حضور علیہ السلام اسے اٹھائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا بلکہ ان کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے حبیب کو ان میں تصرف کرنے کا اختیار دیا۔

3۔ نیز رحمت عالم علیہ السلام نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں قطعاً اندیشہ نہیں کہ میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد شرک کریں گے۔ فرمایا مجھے

1۔ ابوالحسن ندوی، "السیرۃ النبویہ"، صفحہ 456

تمہارے بارے میں اگر اندیشہ ہے تو یہ کہ دولت جمع کرنے میں تم ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے اور یہ چیز تمہاری ہلاکت کا باعث بنے گی جس طرح پہلی قوموں کی ہلاکت کا باعث بنی۔

اس ارشاد نبوی سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی امت میں کوئی شخص شرک کا مرتکب نہیں ہوگا۔ وہ حضرات جو امت مسلمہ پر شرک کے فتوے لگانے میں بڑے جری ہیں وہ اللہ کے پیارے رسول کے اس ارشاد پر غور کریں اور اس فتنہ طرازی سے باز آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب کو سارے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں تو حضور ﷺ کا فقر قطعاً اضطراری نہ تھا۔ جس کے قبضہ میں ساری دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ہوں وہ نادار و مفلس کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کا یہ فقر اختیاری ہے اور حضور ﷺ نے دانستہ ان تمام چیزوں کو پس پشت ڈال دیا اور ساری زندگی اپنے رب کریم کی رضا جوئی کیلئے وقف فرمادی۔

اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے رحمت للعالمین جلد اول کے اختتام پر بارگاہ رسالت میں جو قصیدہ لکھا ہے اس کا یہ شعر اس الجھن کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں۔

گزید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد
بہ مشت خاک ندارد ہوائے سلطانی

"یعنی نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی مرضی سے دولت و ثروت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور فقر کو اپنے لئے اختیار کیا کیونکہ حضور ﷺ ملک ابد کے فرمانروا ہیں اور جس کی سلطانی کا یہ عالم ہو اسے ایک مشت خاک پر حکومت کرنے کا خیال کب آسکتا ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن سرور انبیاء ایک چٹائی پر استراحت فرما ہوئے۔ اس کے پٹھے کے نشانات پہلو مبارک میں نظر آنے لگے۔ جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو میں اس جگہ کو ملنے لگا جہاں نشانات پڑے تھے۔ اسی اثناء میں میں نے عرض کی یارسول اللہ اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم یہاں آرام دہ بستر بچھا دیں، اس پر حضور آرام فرمائیں۔ حضور ﷺ نے میری اس گزارش پر یہ ارشاد فرمایا!

مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا ، مَآ اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ سَارَ فِيْ يَوْمٍ

كَرَاكِبٍ قَالَ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ تَرَكَهَا (1)

"میرا دنیا سے کیا تعلق ہے میری اور دنیا کی یہ مثال ہے جس طرح کوئی مسافر ہو گرمی کے موسم میں دن میں سفر کرے۔ دوپہر کا وقت آئے تو قیلولہ کرنے کیلئے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرے۔ پھر آرام کے بعد اس جگہ کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں ایک دفعہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کھردرے بان کے ساتھ بنی ہوئی چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور اس کے نشان حضور ﷺ کے پہلو میں صاف نظر آ رہے ہیں۔ میں نے سر اٹھا کر کاشانہ اقدس کو دیکھا تو بخدا مجھے وہاں کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جو آنکھوں کے سامنے سد راہ بن سکے بجز تین چمڑوں کے جن کو رنگنے کیلئے لٹکایا گیا تھا اور ایک کونہ میں جو کا ایک ڈھیر تھا۔ اس بے سرو سامانی کو دیکھ کر میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ سرکار نے پوچھا عمر کیا ہو گیا ہے کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔

اَنْتَ صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهٖ وَكِسْرٰى وَقَيْصَرُ فِيْمَا هُمَا فِيْهِ۔

"حضور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں (اور حضور ﷺ کی یہ حالت ہے) اور کسریٰ و قیصر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

حضرت عمر کی بات سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے تلمیذ ارشد کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِيْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا

"قیصر و کسریٰ وہ لوگ ہیں جن کو اس دنیوی زندگی میں ساری راحتیں دے دی گئی ہیں۔"

اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ۔

"اے میرے تلمیذ رشید! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ انہیں تو دنیا دے دی جائے اور ہمیں آخرت میں انعامات سے سرفراز کیا جائے۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 124۔ شمائل، صفحہ 89

حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے عرض کی میں اس تقسیم پر راضی ہوں۔

فَاَحْمَدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ میں اپنے رب کریم کی حمد وثنا کرتا ہوں۔

ابوالحسن بن ضحاک نے اس جملہ کا اضافہ کیا ہے۔

حضور نے فرمایا۔

یَا عُمَرُ لَوْشَاءَ اَنْ یُّسَیِّرَ الْجِبَالَ الرَّاسِیَاتِ مَعِیَ ذَهَبًا لَسَارَتْ (1)

"اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ ساتھ چلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور میرے ساتھ چلا دیتا۔"

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی نذرانہ پیش کیا گیا۔ سرکار نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی جس میں اس ہدیہ کو رکھا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو نیچے رکھ دو میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح پیتا ہوں جس طرح غلام پیتا ہے۔ آخر میں فرمایا۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَی الْکَافِرَ مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ۔ (2)

"اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس دنیا کی اتنی بھی قدر ہوتی جتنی مچھر کے پر کی ہے تو کوئی کافر پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پی سکتا۔"

امام بخاری اور دیگر محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوپہر کو مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ بھی اسی وقت اس چلچلاتی دھوپ میں باہر نکل آئے اور مسجد کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے جب صدیق اکبر کو مسجد کی طرف جاتے دیکھا تو پوچھا یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَخْرَجَکَ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اے ابوبکر اس وقت کیوں آپ گھر سے نکل کر مسجد کی طرف آئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے کسی پہلو آرام نہیں آ رہا تھا اس لئے مسجد میں جانے کا قصد کیا۔ آپ نے عرض کی اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں بھی اس چلچلاتی دھوپ میں اسی وجہ سے مسجد کی

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 124

2۔ ایضاً

طرف جارہا ہوں۔ اسی اثناء میں سرورِ عالمیاں ﷺ بھی تشریف لائے اور اپنے دونوں یاروں سے پوچھا کہ اس وقت تم گھروں سے نکل کر کدھر جارہے ہو۔ دونوں نے عرض کی یارسول اللہ! مسلسل فاقہ کی وجہ سے کسی پہلو قرار نہیں آتا تھا اس لئے خانہ خدا کا قصد کیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَآ اَخْرَجَنِیْ غَیْرُہٗ

کہ بخدا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میرے اس وقت گھر سے باہر آنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ تینوں حضرات حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ انہیں جب اس حقیقت کا علم ہوا تو آپ نے ایک بکری ذبح کی، اسے پکایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے اس بھنی ہوئی بکری کا ایک حصہ کاٹا، اسے روٹی پر رکھا، فرمایا اے ابو ایوب! یہ (میری لختِ جگر) فاطمہ کو پہنچادو۔ کیونکہ اس نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھالیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہی وہ نعیم ہے جس کے بارے میں قیامت کے روز تم سے پوچھا جائے گا ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (1) یہ بات صحابہ کرام پر بہت گراں گزری تو سرورِ عالم ﷺ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کیلئے ایک نسخہ بتایا۔ فرمایا جس وقت تم کھانے کیلئے ہاتھ بڑھاؤ تو کہو بسم اللہ جب سیر ہو جاؤ تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ فَاِنَّ ھٰذَا کِفَافُ ھٰذَا (2)

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ ذات جس نے ہمیں کھلایا اور جس نے ہم پر انعام فرمایا اور وہ ذات سب سے زیادہ افضل ہے پس بے شک یہ کافی ہے۔"

یہ اس کا بدلہ ہو جائے گا اور ان نعمتوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

ابن عدی، ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے تمام صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے ان ایمان افروز ہدایات سے انہیں سرشار کیا۔ فرمایا۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ لَا یَحْمِلَنَّکُمُ الْعُسْرُ عَلٰی طَلَبِ الرِّزْقِ مِنْ غَیْرِ حِلِّہٖ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِیْرًا

1۔ سورۃ التکاثر: 8   2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 163

وَلَا تَوَفَّنِيْ غَنِيًّا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ فَاِنَّ اَشْقَى الْاَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْآخِرَةِ (1)

"اے لوگو! تمہیں تنگدستی اور غربت اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم حرام ذریعہ سے رزق طلب کرو کیونکہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا اے اللہ! میری وفات ہو تو فقر کی حالت میں۔ مجھے غنی کر کے اس دنیا سے رخصت نہ فرما۔ میرا حشر بھی زمرہ مساکین میں ہو۔ (اس ارشاد گرامی کا آخری جملہ از حد غور طلب ہے۔ فرمایا) سب سے زیادہ شقی اور بدبخت وہ ہے جس کے لئے یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں: جب تک زندہ رہے فقر و فاقہ اس کا مقدر ہو اور آخرت میں وہ ابدی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک روز حضرت صدیق اکبر کے ساتھ تھا کہ آپ نے پینے کیلئے پانی طلب فرمایا۔ پانی میں شہد ملا کر پیش کیا گیا۔ جب آپ نے وہ برتن اپنے ہاتھ پر رکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ ہمیں خیال گزرا کہ آپ کو کوئی تکلیف ہے لیکن ہم پوچھ نہ سکے۔ جب آپ پانی پینے سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی اے اللہ کے محبوب رسول کے خلیفہ آپ اچانک یوں زار و قطار کیوں رونے لگے؟ آپ نے فرمایا مجھے (عہد نبوت کا) ایک واقعہ یاد آ گیا میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ اپنے دست اقدس سے کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں لیکن وہ چیز ہمیں نظر نہ آئی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ہمیں تو کوئی چیز نظر نہیں آئی حضور ﷺ کس کو دھکیل رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلدُّنْيَا تَطَلَّعَتْ لِيْ کہ دنیا میری طرف جھانک رہی تھی۔

میں نے فرمایا **اِلَيْكِ عَنِّيْ** مجھ سے دور ہو جاؤ۔

اس دنیا نے مجھے کہا: یارسول اللہ میری مجال نہیں کہ میں حضور ﷺ کے دامن کو چھو سکوں۔ یہ بیان کرنے کے بعد صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا۔ پس یہ مشروب مجھ پر گراں گزرا (ٹھنڈے پانی میں شہد ملا کر مجھے دیا گیا) مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا مجھے اپنے دام

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 126

میں پھنسا لے۔ اس لئے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

محدث کبیر ابن عساکر، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا ایک روز انصار کی ایک خاتون میرے گھر آئی۔ نبی رحمت ﷺ کا بستر ملاحظہ کیا۔ اس پر ایک کھردری قسم کی عباء رکھی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر چپکے سے چلی گئی اور میری طرف ایک ایسا بستر بھیجا جس کے اندر صوف بھری ہوئی تھی۔ میں نے وہ بستر بچھا دیا پھر اللہ کے پیارے رسول ﷺ تشریف لائے اور نرم و گداز بستر کو دیکھ کر فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ فلاں انصاریہ آئی تھی حضور ﷺ کے بستر کو دیکھا تو چپکے سے چلی گئی اور میری طرف یہ بستر حضور ﷺ کے استعمال کیلئے بھیجا۔ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا اس بستر کو واپس بھیج دو۔ حضور ﷺ نے بار بار مجھے حکم دیا کہ میں یہ بستر اس خاتون کو واپس کر دوں۔ جب میں نے اس بستر کے واپس کرنے میں تامل کیا تو رحمت عالم ﷺ نے زور دے کر فرمایا۔

رُدِّيهِ يَا عَائِشَةُ فَوَاللهِ لَوْشِئْتُ لَاَجْرَى اللهُ مَعِيَ الْجِبَالَ ذَهَبًا وَّفِضَّةً۔ (1)

"اے عائشہ اس بستر کو لوٹا دو، بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنا دیتا اور وہ پہاڑ سفر میں میرے ہمرکاب رہتے۔"

حضرت امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِي الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَّاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَّكَانَ عَامَّةُ خُبْزِهِمُ الشَّعِيْرُ (2)

"یعنی رسول اللہ ﷺ مسلسل کئی راتیں بغیر کچھ کھائے گزارا کرتے تھے اور حضور ﷺ کے اہل بیت کے پاس رات کا کھانا بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور ان کا عمومی کھانا جو کی روٹی ہوتی تھی۔"

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب کو ملنے کے بعد

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 127

2۔ ایضاً، ص 128۔ شمائل ترمذی، صفحہ 96

آخر میں ازواج مطہرات سے رخصت ہوتے۔ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ کے حجرہ مبارکہ میں قدم رنجہ فرماتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ حسب معمول حضرت سیدہ کی ملاقات کیلئے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا آپ کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا ہے اور آپ کے دونوں فرزندوں حسین و حسن نے چاندی کے کڑے پہنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی رحمت عالم ملاقات کئے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ مزاج شناس نبوت تھیں آپ فوراً سمجھ گئیں کہ میں نے جو پردہ لٹکا رکھا ہے اور بچوں کو چاندی کے کڑے پہنا رکھے ہیں حضور ﷺ کو یہ دونوں چیزیں ناگوار گزری ہیں اور حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے اسی وقت پردہ اتار کر پھینک دیا اور معصوم بچوں سے دونوں کڑے چھین لئے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دونوں صاحبزادے رونے لگے پھر ان کڑوں کے ٹکڑوں کو بانٹ دیا۔ دونوں صاحبزادے اپنے جد کریم کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں پکڑ لیا اور فرمایا اے ثوبان! میرے اس بچے کو فلاں انصاری کے گھر لے جاؤ اور اس کے پاس سے فاطمہ کیلئے ایک ہار (جو ایک سمندری جانور جس کو فرعون کہا جاتا تھا اس کے پٹھوں سے ہار بنائے جاتے تھے ان میں سے ایک ہار) اور ہاتھی دانت کا ایک کڑا خرید کر لاؤ۔ اور فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے نیک اعمال کا اجر اسی دنیا میں کھا کر یہاں سے جائیں۔ (1)

حمیدی، حبیب بن ابی ثابت سے اور وہ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ کارکنان قضا و قدر نے ایک روز عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر حضور ﷺ کی مرضی ہو تو ہم دنیا کے سارے خزانے اور ان کی کنجیاں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ یہ بے انداز نعمتیں نہ آپ سے پہلے کسی کو عطا کیں اور نہ آپ کے بعد کسی کو عطا کریں گے۔ دنیا میں نعمتوں کی یہ فراوانی آخرت میں آپ کے درجات کو کم کرنے کا باعث نہیں بنے گی۔
اس کے جواب میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اَجْمَعُوْهَا لِیْ فِی الْاٰخِرَةِ ان تمام نعمتوں کو میرے لئے آخرت میں جمع فرما دیں۔

جب اللہ کے حبیب نے دنیوی نعمتوں اور آسائشوں سے یوں بے رخی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 129

نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (1)

"بڑی خیر و برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنادے آپ کیلئے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات، رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنا دے آپ کے لئے بڑے بڑے محلات۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اسے تناول فرمالیا پھر ایسی بے چینی ہوئی کہ ساری رات نیند نہ آئی ایک زوجہ محترمہ نے عرض کی یارسول اللہ آج ساری رات آپ نہیں سوئے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بستر پر ایک کھجور کا دانہ پایا اسے کھالیا پھر مجھے خیال آیا میرے پاس صدقہ کی کھجوریں تھیں کہیں یہ کھجور ان میں سے نہ ہو اس بے چینی کی وجہ سے نیند نہ آئی۔

سرور عالم ﷺ کے زہد کی کیفیت کا آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جہاں کسی چیز کے ناجائز ہونے کے بارے میں واہمہ بھی ہوتا اس بنا پر بھی حضور ﷺ اس چیز سے اجتناب فرمایا کرتے۔

امام بوصیری پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے، حضور ﷺ کی شان زہد میں کیا پیاری باتیں لکھی ہیں، آپ نے کہا۔

رَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ   عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَیَّمَا شَمَمٍ

"بڑے اونچے اونچے سونے کے پہاڑوں نے حضور ﷺ کو للچانا چاہا لیکن حضور سرور عالم ﷺ نے اپنی بے نیازی کی وہ بلند چوٹیاں انہیں دکھائیں کہ وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔"

وَكَیْفَ تَدْعُوْا اِلَى الدُّنْیَا ضَرُوْرَةُ مَنْ   لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ (1)

"تم دنیا کی طرف حضور ﷺ کے احتیاج کا کیسے دعویٰ کر سکتے

1۔ سورۃ الفرقان، 10

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 131

ہو حالانکہ حضور ﷺ کی ذات پاک تو وہ ذات ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو دنیا کبھی بھی پردۂ عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔"

امام بخاری اور امام مسلم اپنی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کرتے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا

"اے اللہ! آل محمد کے رزق کو قُوْتْ بنادے۔"

روزمرہ کے اخراجات کی ادائیگی

امام ابوداؤد اور بیہقی ابی عامر عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال مؤذن النبی ﷺ سے حلب میں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا اے بلال! مجھے بتاؤ کہ نبی رحمت ﷺ کے روزمرہ کے اخراجات کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت بلال نے انہیں بتایا کہ حضور ﷺ کے روزمرہ کے اخراجات کی ادائیگی کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ حضور ﷺ کے یوم بعثت سے لے کر یوم وصال تک میں ہی ان اخراجات کو ادا کرتا تھا۔ جب بھی کوئی شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا اور حضور ﷺ دیکھتے کہ وہ برہنہ ہے حضور ﷺ مجھے حکم دیتے اور میں کہیں سے قرض لے کر اس سے پارچات خرید کر اسے پہناتا اور اسے کھانا بھی کھلاتا۔ ایک روز مشرکین میں سے ایک آدمی میرے پاس آیا کہنے لگا اے بلال! میرے پاس دولت فراواں ہے اور میرے علاوہ کسی اور سے قرض نہ لیا کرو، میں خود اس کا انتظام کر دیا کروں گا۔ میں نے اس کی بات مان لی اور اس کے بعد جب بھی قرض کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اسی سے لیا کرتا۔ ایک دن میں نے وضو کیا اور پھر نماز کیلئے اذان دینے کیلئے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کے ایک دستہ کو ہمراہ لئے میرے پاس آیا اور مجھے بڑے درشت لہجہ میں کہنے لگا۔ یَا حَبَشِیُّ۔ اے حبشی! میں نے کہا لبیک۔ پھر اس نے خشمناک چہرہ بنا کر بڑے اکھڑپن سے مجھے یہ بات کہی کہ تمہیں علم ہے کہ تیرے درمیان اور میرے درمیان اور تیری تاریخ ادائیگی کے درمیان صرف چار راتیں رہ گئی ہیں۔ اس روز میں اپنا تمام قرضہ تم سے وصول کروں گا۔ میں نے تمہیں جو قرضہ دیا ہے اس لئے نہیں دیا کہ میرے دل میں

تمہاری بڑی عزت تھی اور نہ اس لئے کہ تمہارے صاحب کا میرے دل میں بڑا احترام تھا بلکہ میں نے اس لئے تمہیں قرض دیا ہے کہ میں تمہیں اپنا غلام بنا سکوں اور تم پھر میری بکریاں چرایا کرو۔

مجھے اس کی اس بات سے بڑا دکھ ہوا۔ پھر میں مسجد میں گیا اور اذان کہی۔ جب میں نماز عشاء پڑھنے سے فارغ ہوا تو رحمت عالم ﷺ اپنے اہل خانہ کے پاس گئے۔ میں نے حاضری کیلئے اذن طلب کیا، چنانچہ اذن مل گیا۔ حاضر خدمت ہو کر میں نے التجا کی یارسول اللہ میرا باپ اور ماں حضور ﷺ پر قربان ہوں وہ مشرک جس کے بارے میں، میں نے عرض کیا تھا اس نے مجھے کہا ہے کہ جب بھی تمہیں قرض کی ضرورت ہو مجھ سے آکر لے لیا کرو۔ میں کافی عرصہ سے اسی سے قرض لیتا رہا آج وہ مجھے ملا ہے اس کا چہرہ بڑا خشمناک تھا۔ اس کی آواز میں بلا کی سختی تھی اس نے مجھے کہا ہے اگر مقررہ میعاد کے روز تم نے مجھے پوری ادائیگی نہ کی تو میں تمہیں پکڑ کر اپنا غلام بنالوں گا اور ہمارے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں جس سے ہم اس کا قرض ادا کریں۔ وہ تو ہمیں بازار بھر میں رسوا کر دے گا۔ اگر حضور ﷺ اجازت فرمائیں تو میں ان قبائل کے پاس جاؤں جو مسلمان ہوئے ہیں اور ان سے قرض لے کر میں اس مشرک کا قرض ادا کروں۔ حضور ﷺ نے مجھے اجازت فرمائی۔ بلال کہتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا۔ میں نے اپنا سامان سفر تلوار، نیزہ اٹھایا اور جوتیاں سر کے پاس رکھ دیں اور سونے کیلئے لیٹ گیا۔ میں نے اپنا رخ مشرق کی طرف کیا جب بھی آنکھ لگتی فوراً کھل جاتی۔ اس مشرک کی اس دھمکی میں ساری رات پریشان رہا۔

صبح صادق تک میں یوں ہی پہلو بدلتا رہا پھر اٹھا ان قبائل میں جانے کا ارادہ کیا تو میں نے سنا کوئی شخص مجھے بلند آواز سے بلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے، یا بلال اجب رسول اللہ ﷺ اے بلال! بارگاہ رسالت پناہ میں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ حاضر ہوا تو نبی رحمت نے فرمایا ابشر یا بلال اے بلال خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرا قرضہ ادا کرنے کیلئے انتظام فرمادیا ہے۔ یہ اونٹ جو تم نے دیکھے ہیں جو کچھ ان پر لدا ہے وہ سب تمہارے لئے ہے۔ ان اونٹوں پر پارچات تھے، کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ فدک کے رئیس نے اسے بارگاہ رسالت میں بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے

بلال ان کو اپنے قبضہ میں لے لو اور ان سے قرضہ ادا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ سامان اتار کر اونٹوں کے گھٹنوں کو باندھا اس سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی نماز کیلئے اذان دینے واپس آیا۔ رحمت عالم ﷺ جب نماز صبح سے فارغ ہوئے تو میں جنت البقیع میں آیا۔ میں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور بلند آواز سے اعلان کیا۔ اگر کسی نے رحمت عالم ﷺ سے کوئی قرضہ لینا ہے تو فوراً حاضر ہو جائے۔ چنانچہ جن لوگوں نے کچھ لینا تھا وہ آتے گئے، میں ضرورت سے زیادہ چیزیں فروخت کرتا رہا اور جو قیمت ملتی وہ میں قرض خواہوں میں تقسیم کرتا رہا یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کے مطالبات پورے کر دیئے گئے اور اڑھائی اوقیہ بچ گیا۔ پھر میں مسجد کی طرف گیا بہت سا دن گزر چکا تھا رحمت عالم ﷺ مسجد میں تنہا رونق افروز تھے میں نے سلام عرض کیا۔ مجھے ارشاد فرمایا جو چیزیں تمہارے پاس تھیں ان کے بارے میں کیا کیا؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے پیارے حبیب۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذمہ جتنا قرض تھا، وہ سب کا سب ادا کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کوئی چیز بچی؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ کو یوں رکھ نہ چھوڑنا بلکہ ان کے حقداروں تک پہنچا کر مجھے آرام پہنچاؤ۔ میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا جب تک ان سب چیزوں کو تم خرچ نہ کر لو۔

بلال فرماتے ہیں سارا دن گزر گیا لیکن میرے پاس کوئی طلبگار نہ آیا۔ چنانچہ رات حضور ﷺ نے مسجد میں گزاری۔ دوسرا دن پھر حضور ﷺ کا مسجد میں گزر گیا جب اس دن کا آخری وقت آیا تو دو سوار میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنی ضرورت کیلئے درخواست کی۔ میں ان دونوں کو لے کر بازار گیا، کپڑے سلوا کر پہنائے، انہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلایا پھر عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کریم آقا نے مجھے یاد فرمایا اور پوچھا بلال کیا بنا۔ میں نے عرض کی۔ لَقَدْ رَاحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ جو بچ گیا تھا جس سے حضور ﷺ بڑی تکلیف محسوس فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سے حضور ﷺ کو نجات دی ہے اور حضور ﷺ کی راحت کا سامان فرما دیا ہے۔ یعنی وہ سب میں نے ضرورت مندوں میں بانٹ دیا اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ یہ سن کر فرط مسرت سے حضور ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ حضور ﷺ کو یہ کوفت اس لئے تھی کہ حضور ﷺ کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ میں رفیق اعلیٰ کی طرف کوچ کر جاؤں اور میرے گھر میں اس سامان سے کوئی چیز باقی رہ جائے۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ حضور ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور ہر زوجہ کریمہ کو سلام فرمایا پھر اپنے اس حجرہ میں تشریف لائے جہاں حضور ﷺ نے وہ رات بسر کرنا تھی۔
یہ بیان کرنے کے بعد آپ نے کہا
هٰذَا الَّذِیْ سَئَلْتَنِیْ عَنْهُ اے ابو عامر! جو سوال تو نے مجھ سے کیا ہے اس کا یہ جواب ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَاحِبِ الْخُلُقِ الْعَظِیْمِ۔ (1)

امام بیہقی، ابن مسعود سے اور ابو داؤد الطیالسی اور ابن سعد واثلہ بن اسقع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارگاہ رسالت میں ایک مہمان آیا۔ سرور عالم ﷺ نے امہات المومنین کی طرف آدمی بھیجا کہ کسی کے پاس اگر کھانے کیلئے کچھ ہو تو وہ ہمارے نووارد مہمان کیلئے بھیجے لیکن کسی ام المومنین کے ہاں کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہوئی جو مہمان کے سامنے پیش کی جائے۔ عبد منیب ﷺ نے اپنے کریم مالک کے سامنے دست سوال دراز کیا اور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَاِنَّهٗ لَا یَمْلِكُهَا اِلَّا اَنْتَ۔

"اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کی بھیک مانگتا ہوں کیونکہ صرف تو ہی فضل و رحمت کے خزانوں کا مالک ہے۔"

یہ کہنے کی دیر تھی کہ ایک بھونی ہوئی بکری اور تازہ روٹیاں کوئی لے کر حاضر ہو گیا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ نے اہل صفہ کو کھلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا اے صحابہ! ہم نے اپنے پروردگار سے اس کے فضل اور اس کی رحمت کی بھیک مانگی ہے اس کا فضل تو یہ ہے جو تم نے تناول کیا اور ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔ (2)

ابن سعد اور دار قطنی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ ابو حازم عوف بن عبد الحارث کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا عہد رسالت پناہ ﷺ میں

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 145

2۔ ایضاً، صفحہ 149

چھانی کا رواج تھا؟ آپ نے کہا کہ میں نے عہد رسالت میں چھانی نہیں دیکھی اور نبی رحمت ﷺ نے چھنا ہوا جو کا آٹا کبھی استعمال نہیں فرمایا یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہم جو پیسا کرتے، اس کے آٹے کے اوپر جو چھلکے جمع ہو جاتے ان کو پھونک مار کر اڑاتے۔ کچھ اڑ جاتے کچھ بچ جاتے اسی کا آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جاتی۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے اہل خانہ پر پے در پے تین مہینے گزرتے کہ ان کے چولہے میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔ نہ روٹی پکانے کیلئے نہ سالن پکانے کیلئے۔ سننے والوں نے پوچھا اے ابوہریرہ پھر وہ زندہ کیسے رہتے تھے؟ آپ نے بتایا کہ کھجور اور پانی پر گزر اوقات تھی۔ نیز انصار میں سے بعض گھرانے ان کے پڑوسی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے وہ اپنی شیر دار اونٹنیوں کا دودھ ارسال کیا کرتے تھے۔

امہات المومنین کے گھروں میں رات کے وقت دیا بھی نہیں جلتا تھا۔

حضرت جریری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک روز اللہ کے محبوب رسول ﷺ اپنے ایک صحابی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ نے اپنے پیٹ کو دبایا اس صحابی نے عرض کی یارسول اللہ میرا باپ اور میری ماں حضور ﷺ پر قربان جائیں کیا پیٹ میں تکلیف ہے جس لئے آپ دبا رہے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں بھوک کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں۔ وہ صحابی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور انصار کے ایک باغ میں گیا۔ دیکھا ایک انصاری ڈول نکال نکال کر اپنے باغ کے درختوں کو پانی دے رہا ہے۔ اس صحابی نے اس انصاری سے کہا کیا تمہیں یہ بات منظور ہے کہ میں تمہارے باغ کی آبپاشی کر دوں اور تم ہر ڈول کے بدلے ایک اچھی قسم کی کھجور مجھے دیدو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ چنانچہ اس صحابی نے اپنی چادر اتار کر رکھ دی اور پھر ڈول نکال نکال کر پانی دینا شروع کر دیا۔ وہ صحابی بڑا طاقتور تھا۔ کچھ دیر جب جوش و خروش سے ڈول نکالتا رہا اس کا سانس پھول گیا اور وہ رک گیا۔ پھر اس نے اس باغ کے مالک کو کہا کہ اب مجھے کھجوریں گن کر دو جب وہ کھجوریں گنی گئیں تو رطل یعنی 1/2 سیر کے برابر تھیں۔ وہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کے قدموں میں انہیں بکھیر کر رکھ دیا۔ حضور ﷺ ان کھجوروں سے مٹھی بھرتے اور حکم

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 154

دیتے اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰی فُلَانَة یہ فلاں خاتون کو پہنچادو۔ پھر مٹھی بھرتے فرماتے یہ فلاں خاتون کو پہنچادو۔ اسی طرح حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر نام لے لے کر بھجواتے رہے۔ وہ صحابی جو کھجوریں لے کر حاضر ہوا وہ یہ دیکھ کر بڑا حیران ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر دے رہے ہیں اور کھجوریں ویسی کی ویسی موجود ہیں، ان میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر دے رہے ہیں اور یہ کھجوریں ویسی کی ویسی پڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ آیت نہیں پڑھا کرتے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ کون سی آیت۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (1)

"جو چیز تم خرچ کرتے ہو تو اس کی جگہ اور دے دیتا ہے۔ وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب مسلمان اس پتھریلی زمین میں خندق کھود رہے تھے تو تین دن گزر گئے نہ سرور عالم ﷺ نے کوئی چیز کھائی اور نہ صحابہ کرام کو ایک لقمہ تک نصیب ہوا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے جب قریب ہو کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا تا کہ بھوک کی وجہ سے کمر جھک نہ جائے۔ (رواہ احمد والشیخان وابو یعلی بسند جید)

امام ترمذی نے سند جید قوی کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نے بارگاہ رسالت میں اپنی فاقہ کشی کی شکایت کی اور قمیص کا پلہ اپنے پیٹ سے اٹھا کر دکھایا کہ ہر ایک نے اس پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ نبی رؤف ورحیم ﷺ نے بھی اپنے شکم مبارک سے جب قمیص کا پلہ اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک کے بجائے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

محمد بن جابر نے، جو اندلس کے بڑے غزل گو شاعر ہیں، بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہوئے کچھ اشعار عرض کئے ہیں، ان میں سے چند اشعار آپ کی ضیافت طبع کیلئے پیش خدمت ہیں۔

كَاَنَّ عِيَالَ النَّاسِ طُرًّا عِيَالُهٗ فَكُلُّهُمْ مِمَّا لَدَيْهِ يُعَالُ

1۔ سورۃ السباء: 35

"سب لوگوں کے اہل و عیال خود حضور ﷺ کے اہل و عیال ہیں اور سب اہل و عیال کی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہے۔"

یَبِیتُ عَلَی فَقْرٍ وَلَوْشَاءَ حُوِّلَتْ لَهُ ذَهَبًا مَحْضًا رُبَی وَجِبَالُ

"حضور ﷺ فقر و فاقہ پر رات بسر کرتے تھے اور اگر حضور ﷺ چاہتے تو تمام ٹیلے اور پہاڑ حضور ﷺ کے لئے زر خالص بنا دیئے جاتے۔"

وَمَا كَانَتِ الدُّنْيَا لَدَيْهِ بِمَوْقِعٍ وَقَدْ صُرِمَتْ فِيهَا لَدَيْهِ حِبَالُ

"حضور ﷺ کی بارگاہ میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اس سے تعلقات کی ساری رسیاں کاٹ دی گئی تھیں۔"

رَأَى هٰذِهِ الدُّنْيَا سَرِيعًا زَوَالُهَا وَلَمْ يَرْضَ شَيْئًا يَعْتَرِيهِ زَوَالُ

"حضور ﷺ نے دیکھا کہ یہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے۔ پس حضور ﷺ نے اس چیز کو ہرگز پسند نہ کیا جس کو زوال لاحق ہوتا ہے۔"

أَتَتْهُ مَفَاتِيحُ الْكُنُوزِ فَرَدَّهَا وَكَانَتْ يَمِينٌ مِّنْهُمَا وَشِمَالُ

"حضور ﷺ کی خدمت میں زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن حضور ﷺ نے ان کو مسترد کر دیا۔"

جَمِيلٌ جَلِيلٌ مَانِحٌ غَيْرُ مَانِعٍ عَلَيْهِ وَقَارٌ ظَاهِرٌ وَجَلَالُ

"حضور ﷺ جمال و جلال سے مزین تھے آپ عطا کرنے والے تھے منع کرنے والے نہیں تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ کے رخ انور پر وقار اور جلال ظاہر ہو رہا تھا۔"

شَفِيعٌ رَفِيعٌ نَاصِرٌ نَاصِحٌ لَنَا رَحِيمٌ رَحِيبُ الْعَفْوِ حِينَ يُنَالُ

"حضور ﷺ گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اونچی شان کے مالک ہیں۔ اپنے غلاموں کی مدد کرنے والے ہیں اور ہمارے خیر خواہ ہیں۔ حضور رحیم ہیں اور حضور کو کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو حضور ﷺ کی عفو و درگزر بڑی کشادہ ہوتی ہے۔"

حَبِيبٌ إِلَى رَبِّ الْأَنَامِ مُحَبَّبٌ إِلَى الْخَلْقِ إِلَّا مَنْ لَدَيْهِ ضَلَالُ (1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 162

"حضور ﷺ تمام مخلوق کے پروردگار کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق کے محبوب ہیں۔ بجز اس بدبخت کے جس کے مقدر میں ضلالت و گمراہی ہو۔"

خشیت الٰہی

اللہ جل مجدہ کی الوہیت و کبریائی کا جتنا کسی کو عرفان نصیب ہوتا ہے اسی قدر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ ساری کائنات میں سے اپنے رب کا جتنا عرفان محبوب رب العالمین ﷺ کو حاصل تھا اتنا نہ کسی پیغمبر کو اور نہ کسی فرشتہ کو حاصل تھا۔ اسی لئے سرکار دوعالم ﷺ کے قلب کریم میں اللہ تعالیٰ کا جتنا خوف تھا کوئی فرشتہ، کوئی مقبول بارگاہ الٰہی، کوئی نبی، کوئی اولوالعزم رسول اس مقام پر رسائی حاصل نہ کر سکا۔

امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا ..... وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْئَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى (قَالَ اَبُوْذَرٍّ) لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ شَجَرَةٌ تُعْضَدُ۔ (1)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چیں چیں کر رہا ہے اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ آسمان پر چار انگشت کی مقدار بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔ بخدا اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ اور تم بلند و بالا راستوں پر نکل جاتے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریادیں کرتے۔"

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 185

حضرت ابوذر نے اس روایت کے بعد کہا میں پسند کرتا ہوں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

رحمت عالم ﷺ رات کو نفل پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو اتنی دیر قیام فرما رہتے کہ حضور ﷺ کے قدم مبارک سوج جاتے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! حضور ﷺ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مغفرت کی نوید سنا دی۔

نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بے پایاں انعامات اور احسانات فرمائے ہیں) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے آقا و مولا ﷺ کے عمل کی یوں تصویر کشی کرتی ہیں فرماتی ہیں۔

كَانَ عَمَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْمَةً وَّ اَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ يُطِيْقُ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا عمل مسلسل ہوا کرتا تھا یعنی اس میں انقطاع نہیں ہوتا تھا اور تم میں سے کون ہے جس میں اتنی طاقت و ہمت ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو ارزانی فرمائی تھی۔"

یعنی حضور ﷺ جو عمل فرمایا کرتے اس میں تسلسل اور دوام ہوتا۔ حضور ﷺ پابندی سے اسے انجام دیتے اس میں انقطاع اور ناغہ نہ ہوتا اور ہم میں سے کون ہے جس میں اتنی ہمت اور طاقت ہو جتنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو ارزانی فرمائی۔

حضرت عوف بن مالک نے فرمایا کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کی معیت میں گزاری۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو پہلے مسواک کیا، وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ میں بھی اپنے آقا کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے سور بقرہ سے تلاوت کا آغاز کیا۔ جہاں بھی کوئی رحمت کی آیت آتی تو حضور ﷺ رک جاتے اور اس رحمت کے بارے میں التجائیں کرتے رہتے۔ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے تو وہاں بھی توقف فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے اس عذاب سے پناہ مانگتے۔ سورہ بقرہ کو ختم کرنے کے بعد رکوع میں گئے اور اتنی دیر ہی رکوع میں ٹھہرے رہے

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 186

جتنی دیر حضور ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ اور یہ تسبیح پڑھتے رہے **سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَۃِ** یعنی اے جبر و قہر کے مالک! اے وسیع و عریض مملکت کے بادشاہ! اے ساری عظمتوں کے مالک! تو ہر شریک اور ہر ضد سے ہر ند سے اور ہر عیب سے پاک ہے۔

رکوع کے بعد حضور ﷺ سجدے میں گئے اور وہاں بھی اتنی ہی دیر لگائی پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کی تلاوت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

سَجَدَ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِہٖ جتنی دیر حضور ﷺ نے قیام فرمایا اتنی دیر ہی سجدہ میں تسبیح و تہلیل کرتے رہے۔ پھر دو سجدوں کے درمیان جلوس فرمایا اور یہاں بھی اتنی دیر لگائی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان نوافل میں سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ تلاوت فرمائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ اللہ کے محبوب کریم ﷺ نے ایک روز نماز شروع کی اور ایک آیت تلاوت فرمائی۔ ساری رات یہی ایک آیت تلاوت فرماتے رہے۔ اور ملا علی قاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی یہ آیت تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (1)

"اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور دانا ہے۔"

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِکْرَۃِ لَیْسَتْ لَہٗ رَاحَۃٌ۔

"رحمت عالم ﷺ ہمیشہ حزن و ملال کی کیفیت میں رہتے تھے۔ ہمیشہ اپنی امت کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ کبھی راحت و آرام نہیں پایا تھا۔"

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے

1۔ سورۃ المائدہ: 118

حضور ﷺ کے طریقہ کار کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (1)

اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِيْ	اللہ تعالیٰ کی معرفت میری پونجی ہے
وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ	عقل و دانش میرے دین کی اساس ہے
وَالْحُبُّ اَسَاسِيْ	اور اللہ تعالیٰ کی محبت میری بنیاد ہے۔
وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ	قرب الٰہی کے حصول کا شوق میری سواری ہے۔
وَذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ	اللہ تعالیٰ کا ذکر میری دلجوئی کرنے والا ہے
وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے۔
وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ	حزن واندوہ میرا رفیق راہ ہے۔
وَالْعِلْمُ سِلَاحِيْ	اور علم میرا ہتھیار ہے۔
وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ	اور صبر میری چادر ہے۔
وَالرِّضَاءُ غَنِيْمَتِيْ	اور اللہ تعالیٰ کی رضا میرے لئے غنیمت ہے
وَالْعِجْزُ فَخْرِيْ	اور بارگاہ الٰہی میں میرا عجز و نیاز میرا فخر ہے
وَالزُّهْدُ حِرْفَتِيْ	مال و دولت سے اجتناب میرا پیشہ ہے۔
وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِيْ	اور یقین میری قوت کا سرچشمہ ہے۔
وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ	اور سچائی میری شفاعت کرنے والی ہے
وَالطَّاعَةُ حَسْبِيْ	اللہ تعالیٰ کی اطاعت میرا سرمایہ افتخار ہے۔
وَالْجِهَادُ خُلُقِيْ	اور اللہ کے راہ میں جہاد میرا اخلق ہے۔
وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔
ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ فِيْ ذِكْرِهٖ	اور میرے دل کا ثمر اللہ کا ذکر ہے۔
وَغَمِّيْ لِاَجْلِ اُمَّتِيْ	میرا غم واندوہ محض اپنی امت کے لئے ہے
وَشَوْقِيْ اِلٰى رَبِّيْ	میرا راہوار شوق قرب الٰہی کی طرف گامزن ہے۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں

1۔ "الشفاء"، جلد 1، صفحہ 8-187

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو جو بتایا تھا وہ ہم ابتدا میں بھی لکھ آئے ہیں لیکن یہاں ایک جملہ کا اضافہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو وہاں لکھا نہیں گیا تھا۔

وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِي حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغِي حَاجَتَهٗ فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں اور میری گفتگو سن رہے ہیں یہ ان لوگوں کو پہنچائیں جو اس مجلس سے غیر حاضر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص براہ راست مجھے اپنی حاجت سے آگاہ نہیں کر سکتا اسکی حاجت تم لوگ مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ کیونکہ جو شخص کسی سلطان کو ایسے آدمی کی تکلیف و حاجت سے آگاہ کرتا ہے جو خود ایسا کرنے سے قاصر ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے دن ثابت قدم رکھے گا۔ جب وہ پل صراط سے گزریں گے تو ان کا پاؤں پھسلے گا نہیں بلکہ ثابت قدم رہیں گے۔''

ہادی انس و جاں ﷺ حقائق کو مختلف انداز سے اس طرح بیان فرماتے کہ سامعین کے دل میں حضور ﷺ کے ارشادات اتر جاتے اور پھر انکے نقوش کبھی مدہم نہ پڑتے۔

خشیت الٰہی کے مضمون کو مختلف اسالیب سے رحمت دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ہر ادا نرالی ہے، ہر اسلوب دلکش اور دلفریب ہے۔ حضور ﷺ کی شان خشیت الٰہی کو حضرت ابو ہریرہ ارشاد نبوی سے یوں بیان کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَارِبُوْا، سَدِّدُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَنْ يَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهٖ ۔ وَفِيْ لَفْظٍ: لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ مِّنْكُمُ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهٖ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (1)

''شیخین'' حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 94

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میانہ روی اختیار کرو سیدھے راستہ پر چلو۔ اچھی طرح جان لو کہ کوئی شخص اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پا سکتا۔ کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ آپ بھی؟ فرمایا میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَنَعَ شَیْئًا وَرَخَّصَ فِیْہِ فَتَنَزَّہَ عَنْہُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَ وَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَنَزَّھُوْنَ عَنِ الشَّیْءِ اَصْنَعُہٗ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَہٗ خَشْیَۃً (1)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کو کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی لیکن بعض لوگوں نے اس کو کرنے سے اجتناب کیا۔ یہ بات بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی تو حضور ﷺ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر فرمایا اس قوم کا کیا انجام ہو گا جو اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں سب لوگوں سے زیادہ اپنے پروردگار کے ساتھ علم رکھتا ہوں اور سب لوگوں سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سخت ہوا چلتی یا بادل کے گرجنے کی آواز سماعت فرماتے تو شدت خوف سے حضور ﷺ کی رنگت تبدیل ہو جاتی اور اس خوف کے اثرات حضور ﷺ کے چہرے سے معلوم ہونے لگتے۔

امام ترمذی، حافظ منذری اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ۔ حضور ﷺ بوڑھے ہو گئے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 94

قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (1)

"ان سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (کیونکہ ان میں اہوال قیامت کا ذکر کیا گیا ہے) یعنی ھود۔ الواقعہ۔ المرسلات۔ عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت۔"

امام بیہقی اور ابن عساکر نے ابی علی اشبولی سے روایت کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور ﷺ سے جو یہ مروی ہے کہ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ، کیا یہ درست ہے؟ قَالَ نَعَمْ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں قُلْتُ مَا الَّذِيْ شَيَّبَكَ میں نے عرض کی ان سورتوں میں کون سی ایسی چیز ہے جس نے حضور ﷺ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ ان میں انبیاء کے واقعات ہیں، امتوں کی ہلاکت کا لرزا دینے والا تذکرہ ہے، کیا اس سے حضور ﷺ پر بڑھاپا کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں؟ قَالَ لَا وَلٰكِنْ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے تو اس آیت نے بوڑھا کر دیا: "جس طرح آپ کو حکم کیا گیا اس طرح آپ ان اوامر کو پابندی سے بجالائیں۔"

ابو حرب بن المسور سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

عَنْ اَبِيْ حَرْبِ ابْنِ الْمُسْوَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَرَاَ اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا۔

"بیشک ہمارے پاس ان کیلئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب۔"

فَلَمَّا بَلَغَ اِلَيْهَا صَعِقَ جب حضور ﷺ نے یہاں تک آیت پڑھی تو خشیت الٰہی سے حضور ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابن ابی شیبہ ثقہ راویوں کی بنا پر حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ابو سعید نے کہا کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ حضور از حد غمزدہ ہیں۔ کسی نے عرض کی اے اللہ کے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 96

پیارے رسول۔ میرا باپ اور میری ماں حضور ﷺ پر قربان ہوں۔ اس غمزدگی کی وجہ کیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا سَمِعْتُ هَدَّةً وَلَمْ أَسْمَعْ مِثْلَهَا کہ میں نے ایک خوفناک آواز سنی ہے آج تک اتنی خوفناک آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ میرے پاس جبرئیل آئے میں نے اس آواز کے بارے میں ان سے پوچھا تو آپ نے جواب میں کہا۔

هٰذِهٖ صَخْرَةٌ هُدَّتْ مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ مِنْ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهٰذَا حِيْنَ بَلَغَتْ قَعْرَهَا اَحَبَّ اَنْ يُّسْمِعَكَ صَوْتَهَا۔ (1)

"ایک چٹان جہنم کے کنارے سے ستر سال پہلے نیچے گرائی گئی اور جب وہ جہنم کی گہرائی میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کو سنائی جائے یہ وہ آواز ہے۔"

ابو سعید کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد کبھی حضور ﷺ کو قہقہہ لگاتے نہیں سنا گیا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (اے دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا)

علامہ زینی دحلان نے یہاں ایک لطیف نکتہ تحریر فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے خوف کے کئی درجات ہیں اور ہر درجہ کے الگ الگ نام تجویز کئے گئے ہیں۔ عام اہل ایمان کے دلوں میں اپنے رب کا جو ڈر ہوتا ہے اسے خوف کہتے ہیں۔ علماء ربانیین کے دلوں میں اپنے مالک کا جو ڈر ہوتا ہے اسے خشیۃ کہتے ہیں۔ ذات باری کے عشاق کے دلوں میں جو ڈر ہوتا ہے اس کو ہیبت کہتے ہیں۔ بارگاہ رب العزت کے مقربین کے دلوں میں جو ڈر ہوتا ہے اس کو اجلال کہتے ہیں۔ حضور ﷺ تمام محبین اور مقربین سے اکمل وافضل تھے اس لئے حضور ﷺ کے قلب مبارک میں اپنے خداوند قدوس کا جو ڈر تھا وہ ہیبت واجلال کا جامع تھا۔ پروردگار عالم کے تمام عشاق اور مقربین میں جو شان حضور ﷺ کی تھی وہ اکمل وافضل تھی چنانچہ حضور ﷺ کے دل میں اپنے خداوند قدوس کا جو ڈر تھا وہ ہیبت واجلال کا جامع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یقین کے تمام مدارج پر فائز کیا تھا۔ آپ علم الیقین نہیں عین الیقین اور حق الیقین کے مدارج عالیہ پر بیک وقت فائز تھے۔ تمام چیزوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا کرتے اور عظمت

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 98

خداوندی کا تصور ہر وقت مستحضر اور پیش نظر رہتا تھا۔ اور یہ مقام رفیع کسی اور کو نصیب نہیں ہوا اس لئے نبی مکرم نے اپنی شان رفیع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان اتقاکم وَاَعْلَمَکُمْ باللہ انا (1) تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سب سے زیادہ اللہ کی شان جمال و کمال کا جاننے والا میں ہوں۔"

شفیع عاصیان ﷺ کی شان استغفار و توبہ

سرور عالم ﷺ اس مقام رفیع کے باوجود جس پر حضور ﷺ کو رب کریم نے فائز فرمایا تھا دن میں بار بار استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔

امام بخاری کی روایت میں ستر بار اور طبرانی کی روایت میں سو بار کے الفاظ آئے ہیں۔ دونوں اعداد سے مراد کثرت استغفار و توبہ ہے۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے رجال صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَغْفِرُكَ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (2)

"اے اللہ میں مغفرت طلب کرتا ہوں تجھ سے جو میں نے پہلے کیا جو بعد میں کیا جو میں نے چھپ کر کیا جو میں نے اعلانیہ کیا تو ہی ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہ دعا اپنی امت کو استغفار کا طریقہ سمجھانے کیلئے ارشاد فرمائی گئی ہے۔

امام احمد اور امام بخاری نے ادب مفرد اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت اغر سے یہ حدیث نقل کی ہے، اغر نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنِّيْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ۔ (3)

"اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو میں اللہ سے ہر روز سو مرتبہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 254

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 101

3۔ ایضاً

توبہ کرتا ہوں۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: حضور ﷺ نے ایک روز مجھے ارشاد فرمایا۔

أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ يَا حُذَيْفَةُ (1)

"اے حذیفہ تم طلب مغفرت میں کیوں سستی کا مظاہرہ کرتے ہو۔"

اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

"میں باوجود ان کمالات کے ہر روز اللہ تعالیٰ کی جناب میں سو بار مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے محبوب ﷺ کو اس طرح استغفار کرتے دیکھا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ مِائَةً۔ (2)

"میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ وہ اللہ جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے اور خود ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو زندہ رکھنے والا ہے۔ میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔"

آپ مجلس برخواست کرنے سے پہلے سو مرتبہ توبہ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حضور سرور عالم ﷺ اپنی وفات سے پہلے ان کلمات کا کثرت سے اور ہر وقت تکرار فرمایا کرتے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

"اے اللہ تو پاک ہے ہر شریک اور ہر عیب سے۔ میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 101

2۔ ایضاً، صفحہ 102

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز عرض کی یارسول اللہ! ان کلمات کو حضور ﷺ کیوں ہر وقت دہراتے رہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے اس کی اتباع کر رہا ہوں۔

استغفار کی حکمت

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سرور عالم ﷺ صغیرہ و کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم تھے اور استغفار کی تو اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ جب حضور ﷺ معصوم تھے تو پھر استغفار کا کیا مطلب ہے۔ اس اشکال کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔

1۔ حضور سرور عالم ﷺ جو مباح کام کیا کرتے تھے مثلاً کھانا، پینا، سونا آرام کرنا، لوگوں سے میل جول رکھنا، ان کے فائدے کیلئے غور و فکر کرنا، کبھی ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اور کبھی ان سے خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا، متنفر دلوں میں الفت پیدا کرنے کیلئے کوئی کام کرنا، یہ چیزیں اگرچہ مباح اور بعض بڑی پسندیدہ ہیں لیکن ہر حال میں وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہونے اور اس کی بارگاہ میں عجز و نیاز کرنے، اس کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنے اور اس کے مراقبہ میں مشغول ہونے میں کچھ نہ کچھ حارج ہوتی تھیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کے مقام رفیع کے باعث حضور ﷺ ان چیزوں کو بھی ذنوب میں شمار کرتے تھے اس لئے ان سے استغفار فرماتے۔

2۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ اس لئے کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تاکہ امت حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا رہے اور کوئی بھی استغفار اور توبہ سے غفلت نہ برتے۔

3۔ یا یہ استغفار اپنی امت کے گناہوں کیلئے فرماتے اَوْ مِنْ ذُنُوْبِ اُمَّتِہٖ

4۔ اس سلسلہ میں ایک لطیف بات یہ کہی گئی ہے جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرف منسوب ہے کہ بمقتضائے فرمان الٰہی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی یعنی تیری ہر آنے والی ساعت، ہر آنے والی گھڑی گزشتہ ساعتوں اور لمحوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اس لئے حضور ﷺ کا عقاب ہمت ہمہ وقت خداداد رفعتوں اور بلندیوں کی طرف مصروف پرواز رہتا تھا۔ اس چھوڑی ہوئی منزل میں جو لمحہ گزرا تھا وہ بھی نگاہ مصطفوی میں ایک ذنب تھا اس سے بار بار استغفار کیا جا رہا ہے۔

5۔ ایک اور بڑی پیاری بات کہی گئی ہے کہ استغفار جو بظاہر تو طلب مغفرت ہے لیکن اس کا مدعا اللہ تعالیٰ کی مزید محبت کی طلب ہے۔ حضور ﷺ کا ہر لمحہ استغفار و توبہ میں مصروف رہنا در حقیقت ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافے اور زیادتی کی التجا ہے۔

وَمِنْهَا اَنَّ فِي الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ مَعْنًى لَطِيْفًا وَهُوَ اسْتِدْعَاءٌ لِمَحَبَّةِ اللهِ تَعَالٰى فَاِدَامَتُهُ لِلْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ اِسْتِدْعَاءٌ لِمَحَبَّةِ اللهِ تَعَالٰى (1)

6۔ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے لغت عرب کے امام اصمعی سے پوچھا کہ اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ اصمعی نے شعبہ سے دریافت کیا۔ یہ جملہ کس سے روایت کیا گیا ہے؟ میں نے کہا نبی کریم ﷺ سے یہ جملہ مروی ہے۔ تو اصمعی نے اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا۔

لَوْ كَانَ قَلْبُ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفَسَّرْتُهُ وَاَمَّا قَلْبُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدْرِيْ

"اگر نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کے قلب کا یہاں ذکر ہوتا تو میں اس کی تفسیر کرتا لیکن سرور عالم ﷺ کے قلب مبارک کی حقیقت کو نہ میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں یارائے تکلم ہے۔"

اسی طرح عارف ربانی حضرت جنید نے بھی اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا تھا۔

لَوْلَا اَنَّهُ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَكَلَّمْتُ فِيْهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ عَلٰى حَالٍ اِلَّا مَنْ كَانَ مُشْرِفًا عَلَيْهِ

"اگر نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا حال مذکور ہوتا تو میں اس میں گفتگو کرتا۔ حال کے بارے میں اس شخص کو ہی گفتگو کرنے کا حق ہے جو اس حال پر پوری طرح آگاہ ہو۔ لیکن نبی رحمت ﷺ کے حالات پر آگاہی کا دعویٰ تو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔"

امام رافعی رحمتہ اللہ علیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنے بلند مقام کے باوجود یہ کہا کرتے کاش میں حضور ﷺ کے حال پر آگاہ ہوتا اور

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 3-102

کاش میں اس چیز کا مشاہدہ کرتا جس سے سرور کائنات نے استغفار کیا ہے۔

7۔ حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری سے اس حدیث کے بارے میں ایک بڑا لطیف قول مروی ہے۔ قارئین کی بصیرت میں اضافہ کیلئے وہ قول پیش کرتا ہوں۔ آپ اسے پڑھئے اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ یقیناً آپ محظوظ ہوں گے۔

ذَكَرَ ابْنُ عَطَاءِ اللهِ فِي كِتَابِ لَطَائِفِ الْمِنَنِ اَنَّ الشَّيْخَ اَبَا الْحَسَنِ الشَّاذِلِيَّ قَدَّسَ اللهُ سِرَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَئَلْتُهٗ عَنْ حَدِيْثٍ "اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ" وَقَالَ يَا مُبَارَكُ ذٰلِكَ غَيْنُ الْاَنْوَارِ۔ (1)

''حضرت ابو الحسن شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضور ﷺ سے اس حدیث کے بارے میں (انه لیغان علی قلبی) دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے مبارک اس پردے سے مراد انوار و تجلیات کا پردہ ہے۔''

اہل دل سے درخواست ہے کہ وہ سبل الہدی جلد سات صفحات 102 تا 106 کا مطالعہ کریں۔ یقیناً انہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے مقامات رفیعہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرفان نصیب ہوگا اور علماء ربانیین کے ادب و احترام کا بھی اندازہ ہوگا جو وہ ان ارشادات کے بارے میں کرتے تھے جن کا تعلق حضور ﷺ کی ذات گرامی سے تھا۔

قصر املہ ﷺ (یعنی حضور ﷺ کا دنیوی زندگی میں لمبی امیدوں سے اجتناب)

لوگ اپنی زندگی کے بارے میں بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی میرا عنفوان شباب ہے۔ میری طاقت اور قوت قابل رشک ہے۔ مجھے آرام دہ زندگی بسر کرنے کیلئے ساری سہولتیں میسر ہیں۔ اور اگر کوئی بیماری وغیرہ آ بھی گئی تو علاج کیلئے بڑے ماہر اور قابل معالج اسے میسر ہیں چنانچہ ان حالات کے پیش نظر وہ توقع کرتا ہے کہ وہ تادیر زندہ رہے گا اور اس عرصہ میں وہ اپنی مالی خوشحالی اور معاشرہ میں اعلیٰ مقام تک رسائی کے بارے میں طرح طرح کی منصوبہ بندیاں کرتا رہتا ہے لیکن یہ سب چیزیں نفس کا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 106

قریب ہیں۔ کوئی ناگہانی مصیبت، کوئی غیر متوقع حادثہ اس کے امنگوں کے ان رفیع و عریض محلات کو مسمار کر سکتا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ جس طرح دیگر حجابات کو تار تار کرنے کیلئے تشریف لائے اسی طرح حضور ﷺ نے اس دبیز پردے کو بھی لوگوں کے سامنے سے ہٹا دیا اور انہیں اس بات کی تلقین کی کہ وہ موت سے کسی وقت بھی غافل نہ رہیں۔

سرور عالم ﷺ سے کئی ایسی صحیح احادیث مروی ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی مکرم ﷺ اپنے بارے میں اس قسم کی توقعات سے ہمیشہ دور رہا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کی تلاش کیلئے نکلتے اور پھر مٹی سے تیمم فرمالیتے۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی بالکل قریب ہے وہاں پہنچ کر وضو فرمالیں تو رحمت عالم ﷺ فرماتے وَمَا يُدْرِيْنِيْ لَعَلِّيْ لَا أَبْلُغُهُ مجھے کیا معلوم کہ میں وہاں تک پہنچوں گا یا نہیں۔

حضور ﷺ نے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا بَنِيْ آدَمَ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ فَعُدُّوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (1)

"اے اولاد آدم! اگر تم میں عقل و دانش ہے تو اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آئے گا اور تم اس وعدہ کو ٹال نہیں سکتے۔"

حضرت عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ ایک روز عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم ﷺ بڑی تیزی سے روانہ ہوئے۔ لوگ اس سرعت رفتار کی وجہ معلوم نہ کر سکے۔ حضور ﷺ جب واپس تشریف لائے اور اپنے ساتھیوں کے چہروں پر تعجب اور حیرت کے آثار ملاحظہ فرمائے تو ان کو مطمئن کرنے کیلئے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

كَانَ عِنْدِيْ تِبْرٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ عِنْدِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ

"میرے پاس کچھ سونا تھا۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ سونا اس رات میرے گھر میں رہے اس لئے میں تیز تیز وہاں پہنچا اور اس کو تقسیم

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 108

کرنے کا حکم دیا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز شام کے بعد آٹھ درہم بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے جن کے باعث حضور ﷺ کو بڑی بے چینی ہوئی۔ کبھی اٹھتے کبھی بیٹھتے بستر پر پہلو بدلتے لیکن نیند نہ آتی۔ اسی اثناء میں ایک سائل گلی سے گزرا اس نے سوال کیا۔ سرور عالم ﷺ میرے بستر سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس بے چینی کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا میرے پاس شام کے بعد آٹھ درہم آئے تھے جب تک میں ان کو تقسیم نہ کر چکا چین نہ آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا ظَنُّ مُحَمَّدٍ بِرَبِّهٖ لَوْ مَاتَ وَهٰذِهٖ عِنْدَهٗ

"اپنے رب کے ساتھ میرا حسن ظن کہاں رہے گا اگر میں اس دنیا سے رخصت ہوں اور اتنے درہم میرے پاس ہوں۔"

حضرت حسن بن محمد رحمتہ اللہ سے مروی ہے۔

قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيْلُ مَالًا عِنْدَهٗ وَلَا يَبِيْتُ۔ (1)

"حضور ﷺ نہ تو مال کو دن بھر اپنے پاس رہنے دیتے اور نہ رات بھر...... یعنی اگر صبح کو مال آتا تو دوپہر ہونے سے پہلے اسے تقسیم فرما دیتے اور اگر سہ پہر کو مال آتا تو رات آنے سے پہلے مستحقین میں بانٹ دیتے۔"

حضور نبی کریم ﷺ کی شان عدل

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے آئے تو ایک شخص اجازت طلب کر کے حاضر خدمت ہوا اور ایک امیر کی شکایت کی کہ اس نے اس کو مارا ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے ارادہ کیا کہ اس کو اجازت دیں کہ وہ اس امیر سے اپنا بدلہ لے۔ حضرت عمرو بن العاص وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کی اَتُقِيْدُهٗ مِنْهُ کیا اس شخص کو آپ اجازت دیں گے کہ اپنے امیر سے بدلہ لے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرو بولے تو پھر ہم آپکے لئے کام نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ تم میرے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 110

ماتحت کام نہیں کرو گے۔ میں بدلہ اس سے ضرور لوں گا۔ میں نے اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیا کرتے تھے۔ عمرو بن عاص بولے کیا ہم اسے راضی نہ کرلیں۔ حضرت فاروق نے فرمایا اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اس کو راضی کر لو۔ یعنی اگر وہ خود راضی ہو کر معاف کر دے تو پھر اس شخص کو بھی معاف کیا جائے گا۔(1)

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر کسی کو تکلیف پہنچتی تو حضور ﷺ اس کو اجازت دیتے کہ اتنی تکلیف حضور ﷺ کو پہنچا کر بدلہ لے لے۔ اسی طرح ہم نے صدیق اکبر، فاروق اعظم کو کرتے ہوئے دیکھا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو حکم دیا کہ اس خراش کا بدلہ لے لے جو اسے حضور ﷺ سے نادانستہ پہنچی ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے اعرابی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ آپ سے بدلہ لے۔ اعرابی نے عرض کی: میں نے جناب کو معاف کیا۔ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں میں ہرگز بدلہ نہیں لوں گا خواہ میری جان پر بھی بن جائے۔ حضور ﷺ نے اس کو دعائے خیر سے مشرف فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ انہیں ایک شخص نے بتایا: غزوۂ حنین کے موقع پر ایک دفعہ بڑی بھیڑ تھی۔ میرے پاؤں میں بڑی سخت قسم کا جوتا تھا میں نے اس جوتے کے ساتھ حضور ﷺ کے قدم مبارک کو لتاڑ دیا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی اس کے ساتھ مجھے کچوکا دیا اور فرمایا تو نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ رات بھر میں اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا اور اپنے آپ کو کہتا رہا کہ تو نے اللہ کے پیارے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص میرے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ وہ شخص کہاں ہے۔ میں نے کہا حاضر ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں اس کے ساتھ لرزاں ترساں چل پڑا شائد میری کل کی کارستانی کی مجھے سزا دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل تو نے اپنی بھاری بھرکم جوتی سے میرے پاؤں کو لتاڑا تھا اور مجھے تکلیف پہنچائی تھی پھر میں نے تمہیں کچوکا دیا تھا۔ یہ اسی اونٹنیاں اس کچوکے کا بدلہ ہیں جو کچوکا میں نے تجھے دیا تھا۔

اس طرح کی متعدد روایات کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 111

اسی طرح غزوۂ بدر میں ایک ایمان افروز واقعہ رونپذیر ہوا۔ جب کفار نے اپنی صف بندی کرلی تو قائد لشکر اسلامیان محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے مجاہدین کو صفیں بنانے کا حکم دیا۔ جب مجاہدین صفیں بنا چکے تو سرور عالم ﷺ ان کے معائنہ کیلئے تشریف لائے۔ جب ایک صف کے سامنے سے حضور ﷺ گزر رہے تھے، ہاتھ میں ایک تیر تھا تو حضور ﷺ کا گزر حضرت سواد بن عزیہ کے پاس سے ہوا جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں جو تیر تھا اس سے ان کے شکم پر کچوکا دیا اور فرمایا اِسْتَوِیَا سَوَادُ اے سواد: صف کو درست کرو پیچھے ہٹو۔ سواد پیچھے تو ہٹ گئے لیکن معاً ایک درخواست بھی کی۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَوْجَعْتَنِیْ فَقَدْ بَعَثَكَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فَاَقِدْنِیْ (1)

"اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تیر سے مارا ہے مجھے وہاں درد ہو رہا ہے۔ میں قصاص کی التجا کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور عدل قائم کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔"

سرکار دو عالم ﷺ نے فوراً اپنے شکم مبارک سے کپڑے کو ہٹا دیا اور فرمایا اے سواد! میں حاضر ہوں اپنا قصاص لے لو۔

سواد جھپٹ کر آئے اور حضور ﷺ کے شکم مبارک کو چوم لیا اور حضور ﷺ کو سینے سے لگا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا حَمَلَكَ عَلٰی ھٰذَا یَا سَوَادُ؟

"اے سواد! جو حرکت تم نے کی ہے اس کا باعث کیا ہے؟"

سواد نے عرض کی۔

حَضَرَ مَا تَرٰی وَاَرَدْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اٰخِرُ الْعَھْدِ بِكَ اَنْ یَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَكَ

"یارسول اللہ! سارے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کی اس آخری ملاقات میں میری جلد، حضور ﷺ کے

1۔ تقی الدین احمد بن علی المقریزی، "امتاع الاسماع"، (قاہرہ)، جلد 1، صفحہ 85

جسم پاک کے ساتھ چھو جائے۔"

حضور رحمت عالم ﷺ نے ان کے اس محبت آمیز جواب پر انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے اس جاں نثار صحابی کے دل میں یقین تھا کہ اگر میرا جسم حضور ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ چھولے گا تو آتش جہنم اسے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے گی۔

یہ محبت و عقیدت تھی صحابہ کرام کو اپنے ہادی و مرشد کے ساتھ اسی لئے تو بصد شوق وہ اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے مختلف مواقع پر بڑے اثر انگیز انداز میں انسانی مساوات کا درس دیا۔ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ مطاف اور مسجد حرام لوگوں سے کھچا کھچ بھری تھی۔ اس وقت ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِآبَائِهَا فَالنَّاسُ رَجُلَانِ رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَجُلٌ فَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ۔

"اے لوگو! آج اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد جاہلیت کی نخوت اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کی عادت دور کر دی ہے۔ اب لوگوں کی صرف دو قسمیں ہیں ایک وہ جو نیکوکار، پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معظم و مکرم ہیں دوسرے وہ جو فاسق ہیں بد بخت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں حقیر اور ذلیل ہیں۔ پس سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔"

حجتہ الوداع کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ خطبہ بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ ذرا صاحب جوامع الکلم کی فصاحت و بلاغت اور تقریر کی دلربائی و دلپذیری کی شان ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ

وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلَى اَحْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلَى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔

"اے لوگو! خوب سن لو تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری حاصل ہے۔ نہ کوئی کالا کسی سرخ سے نہ کوئی سرخ کسی کالے سے افضل ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ کیا تم کو میں نے پیغام پہنچادیا؟ سب نے جواب دیا بیشک۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہنچادیں جو یہاں حاضر نہیں۔"

سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے دو ارشادات طیبات سے اپنے امتیوں کے دلوں میں انسانی مساوات کے عقیدے کو پختہ کردیا۔ بتادیا کہ یہاں کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں ہے یہاں کوئی شریف و حقیر نہیں ہے۔ سب اللہ وحدہ کے بندے ہیں اور قانون کی نگاہ میں یکساں اور برابر ہیں۔ کیونکہ جب تک لوگوں کے ذہنوں میں انسانی مساوات کا عقیدہ راسخ نہ ہو جائے اس وقت تک عدل وانصاف کا کوئی محل تعمیر نہیں کیا جاسکتا۔

اس سلسلہ میں دوسرا اہم قدم یہ اٹھایا جو اس آیت میں بیان کیا گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ (1)

"بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔ اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہر چیز دیکھنے والا ہے۔"

1۔ سورۃ النساء: 58

اس آیت میں امت کے ارباب بست وکشاد کو واضح الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ حکومت کے عہدوں پر تقرر کیلئے کنبہ پروری اور دوست نوازی کے بجائے صرف اہلیت اور قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب تم عدالت کی کرسی پر بیٹھو اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے اصولوں کو قطعاً نظرانداز نہ کرنا اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اس جملہ میں اپنے بندوں کی جو دلنوازی فرمائی گئی ہے۔ کون ہے جو اس نکتہ کو سمجھے اور جھوم نہ اٹھے۔ فرمایا تمہارے رب کریم نے یہ نصیحتیں جو تمہیں کی ہیں یہ تمہارے لئے ازبس مفید اور باعث برکت ہیں جب تک تم ان ہدایات پر کاربند رہو گے تمہارا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمکتا رہے گا۔

انسانی مساوات کے عقیدہ کو فرزندان اسلام کے اذہان میں راسخ کرنے کے بعد دوسرا سبق یہ دیا کہ کرسی عدالت پر صرف ان لوگوں کو بٹھاؤ جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرسکتے ہیں۔ اگر حریص، لالچی اور کمزور مزاج لوگ کرسی عدل پر بیٹھیں گے تو وہ عدل و انصاف کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ پھر ان لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے جن کو اس منصب ارفع پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْہِ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ رَعِیَّۃً یَمُوْتُ یَوْمَ یَمُوْتُ وَھُوَ غَاشٌّ لِرَعِیَّتِہٖ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ۔

"وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا والی بناتا ہے اور وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکے اور فریب کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیتا ہے۔"

اس ارشاد سے ان لوگوں کو جھنجھوڑا جو عدل وانصاف کی کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں، کہ اگر انہوں نے کسی وجہ سے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کیا اور اس امانت کو ادا کرنے میں خیانت سے کام لیا تو وہ کان کھول کر سن لیں کہ جنت کے دروازے ان پر ہمیشہ کیلئے بند کردیئے جائیں گے۔ اسی سلسلہ کا حضور سرور عالم ﷺ کا ایک پرجلال ارشاد سماعت فرمائیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَنْ تَنَالَهُمَا شَفَاعَتِیْ اِمَامٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ
وَکُلُّ غَالٍ مَّارِقٍ۔

"یعنی حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو ایسے گروہ ہیں جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہو گی۔ وہ فرمانروا جو ظالم اور خائن ہو اور وہ شخص جو دھوکہ دینے والا دین کی حدوں کو توڑنے والا ہو۔"

کثیر آیات اور صدہا احایث سے صرف چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ حق شناس پر یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہو گی کہ عدل کا جو جامع نظریہ اسلام نے پیش کیا اس کی نظیر دنیا کے قدیم و جدید دساتیر اور مجموعہ ہائے قوانین پیش نہیں کر سکتے۔ اسلامی نظام عدل کی برتری گزشتہ زمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ انسانیت کا کارواں چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اس مقام پر ابھی نہیں پہنچ سکا جس پر نبی امی ﷺ کے فیض نگاہ اور حسن تربیت سے عرب کے اکھڑ مزاج ان پڑھ بدو پہنچ گئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور منظر اس وقت دکھائی دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول اس دار فانی سے رخصت ہونے والا ہے، رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے، مسجد نبوی میں مسلمانوں کا ہجوم ہے، حضور ﷺ بیماری کی حالت میں تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ! مَنْ کُنْتُ جَلَدْتُّهٗ ظَهْرًا فَهٰذَا ظَهْرِیْ فَلْیَسْتَقِدْ مِنْهُ وَمَنْ کُنْتُ شَتَمْتُهٗ عِرْضًا فَهٰذَا عِرْضِیْ فَلْیَسْتَقِدْ مِنِّیْ وَمَنْ اَخَذْتُ لَهٗ مَالًا فَهٰذَا مَالِیْ فَلْیَاْخُذْ مِنْهُ وَلَا یَخْشَی الشَّحْنَآءَ وَهِیَ لَیْسَتْ مِنْ شَاْنِیْ۔

"اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔
اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے۔

اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔

تم میں سے کوئی شخص یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا۔ میری یہ شان نہیں ہے۔"

آپ خود سوچئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب اور اہل اسلام کے ایمان کی جان محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء اپنی ذات اقدس کو، اپنے خاندان اور اپنے اقرباء کو قانون شرعی سے بالاتر نہیں سمجھتا تو قیامت تک آنے والا کوئی کلمہ گو خواہ اس کا سیاسی و سماجی مقام کتنا ہی اونچا ہو اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا کیونکر ہو سکتا ہے۔

ہادی برحق ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری

حضرت مطرف بن شخیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے محبوب رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کے سینہ سے رونے کی آواز آرہی ہے جیسے چکی چلائی جارہی ہے۔ اور نسائی میں یہ الفاظ ہیں وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ (1) حضور ﷺ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جس طرح ہانڈی جب ابلتی ہے تو اس سے آواز آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب یمن کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو انہوں نے التجا کی اَسْمِعْنَا بَعْضَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْكَ ہمیں وہ کلام پاک سنائیے جو حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ رحمت عالم نے سورہ الصافات کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچے۔ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ تو انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے آنسو حضور ﷺ کی ریش مبارک پر تیزی سے گر رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ رو رہے ہیں۔ کیا جس ذات اقدس نے آپ کو ہادی انس وجان بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اس کے خوف سے آپ رو رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک اور وجہ بیان کی۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 117

إِنَّهُ بَعَثَنِيْ عَلٰى طَرِيْقٍ مِّثْلِ حَدِّ السَّيْفِ

"کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے کٹھن راستہ پر چلنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہے۔"

یہاں معمولی سی غفلت بھی اندوہناک انجام تک پہنچادیتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت سالم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: سرور عالم ﷺ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَبْكِيَانِ تَذْرِفَانِ الدُّمُوْعَ وَتُشْبِعَانِيْ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْاَضْرَاسُ جَمْرًا (1)

"اے اللہ! مجھے وہ آنکھیں عطا فرما جو بارش کی طرح آنسو گرائیں۔ وہ آنکھیں روئیں اور اشک افشانی کریں اور مجھے تیرے خوف سے سیر کر دیں اس سے پیشتر کہ یہ آنسو خون میں بدل جائیں اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے کہا سرور عالم ﷺ حطیم کی طرف تشریف لے آئے اور اپنے دونوں لبہائے لعلیں اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر توجہ فرمائی تو دیکھا کہ حضرت عمر رو رہے ہیں۔ مرشد کامل نے فرمایا۔ يَا عُمَرُ هٰهُنَا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ

"اے عمر! یہی وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جانے چاہئیں۔"

ایک روز رحمت عالم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو فرمایا۔

اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔

انہوں نے ازراہ حیرت عرض کی، میں حضور ﷺ کو قرآن پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ قرآن حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

آقا نے فرمایا اَشْتَهِيْ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ میری یہ خواہش ہے کہ میں اسے دوسروں سے سنوں۔

انہیں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے مجھے فرمایا۔

1۔ "سبل الہدیٰ"، جلد 7، صفحہ 117

اِقْرَأْ قرآن کریم پڑھو۔ میں نے سورہ النساء کی ابتدا سے تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (1)

"تو کیا حال ہو گا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے ہر امت سے ایک گواہ اور (اے حبیب) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ۔"

تو میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا حَسْبُكَ بس اتنا کافی ہے۔

یہ آیت جس نے نبی رحمت ﷺ کو رلا دیا بڑی اہم آیت ہے۔ اسکی مختصر تشریح ضیاء القرآن سے پیش خدمت ہے۔

قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال و اعمال پر شہادت دیں گے اور حضور پر نور ﷺ انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے۔ ھؤلاء کا مشار الیہ امت مصطفویہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال پر گواہی دیں گے۔ وَقِيلَ الْإِشَارَةُ إِلَى جَمِيعِ أُمَّتِهِ علامہ قرطبی نے اس قول کی تائید کیلئے حضرت سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا تُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً وَيَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَأَعْمَالِهِمْ كَذَٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ۔

"یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر صبح و شام حضور ﷺ کی امت پیش کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ اپنے ہر امتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اس علم کامل کے باعث حضور ﷺ قیامت کے روز سب کے گواہ ہوں گے۔" (2)

1۔ سورۃ النساء: 41

2۔ پیر محمد کرم شاہ، "تفسیر ضیاء القرآن" (ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، جلد 1، صفحہ 346

حضور نبی کریم ﷺ کا وقار اور ہیبت

سرورکائنات ﷺ کی حیات طیبہ ہر قسم کے تکلف اور تصنع سے منزہ اور پاک تھی۔ حضور ﷺ کا لباس زینت و آرائش سے بالکل پاک تھا۔ نشست برخاست اور آمدورفت میں کسی قسم کا رکھ رکھاؤ نہیں ہوتا تھا۔ مکمل سادگی کی پاکیزہ ترین تصویر ہوتی۔ اس کے باوجود جو دیکھتا ہیبت نبوت سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ کتب سیرت میں بیسیوں ایسی مثالیں ہیں کہ جب کوئی شخص نور جمال محمدی کو پہلی بار دیکھتا تو تھر تھر کانپنے لگتا۔

ابن سعد اور ابن جریر حضرت قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے اللہ کے رسول مکرم ﷺ کو خضوع و خشوع کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں برق تجلی کو برداشت نہ کر سکی اور خوف کے باعث کانپنے لگی۔ ایک صحابی جو سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کی يَارَسُوْلَ اللهِ اُرْعِدَتِ الْمِسْكِيْنَة یارسول اللہ اس مسکینہ پر تو لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے میری طرف دیکھے بغیر فرمایا، اور میں حضور ﷺ کی پشت کے پیچھے بیٹھی تھی۔

يَامِسْكِيْنَةُ عَلَيْكِ بِالسَّكِيْنَةِ (1)

"اے اللہ کی مسکین بندی اطمینان و تسکین کو لازم پکڑو"

سرور عالم ﷺ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے جب یہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے سارے خوف و رعب کو میرے دل سے نکال دیا۔

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی معیت میں حجتہ الوداع کی سعادت حاصل کی۔ ایک دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور کر کے متوجہ ہوئے۔ اچانک لوگوں کے پیچھے دو آدمی نظر آئے جنہوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو خوف سے کانپ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں ادا کی۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہم اپنے خیموں میں نماز پڑھ کر یہاں

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 171

حاضر ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے خیمہ میں نماز پڑھ کر آئے اور دیکھے کہ لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی جماعت میں شریک ہو جائے اور یہ اس کی نفلی نماز ہوگی۔

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالمیان ﷺ کی مجلس میں ہم حاضر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے گفتگو فرمائی تو وہ بڑا مرعوب ہو کر کانپنے لگا۔

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ

"حضور ﷺ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا مت خوفزدہ ہو، میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت کھاتی تھی۔"

کتنے پیارے انداز میں نبی کریم ﷺ نے اس کو تسلی دی کہ انسان ڈرتا تو اس وقت ہے جب کسی جابر بادشاہ کے سامنے وہ پیش ہوتا ہے۔ میں تو بادشاہ نہیں ہوں اور قریش کی ایک غریب خاتون کا بیٹا ہوں۔

ابن عدی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ جب ہم بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں بیٹھا کرتے تو ہم اس طرح بے حس و حرکت ہو کر بیٹھتے جیسے ہمارے سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے، اگر ہم نے ہلکی سی حرکت بھی کی تو وہ اڑ جائے گا۔ ہم میں سے کسی کو یارائے تکلم نہ ہوتا تھا بلکہ ہم سر جھکائے ساکت و صامت بیٹھے رہتے البتہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما گفتگو کر لیا کرتے۔

امام ترمذی نے شمائل میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا بڑا پیارا جملہ نقل کیا ہے۔

مَنْ رَآى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ۔ (1)

"جو سرور عالم ﷺ کو اچانک دیکھتا وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو پہچان کر حضور ﷺ سے میل جول کرتا وہ حضور ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا۔"

1۔ سبل الہدی، جلد 7، صفحہ 120

حضرت امام مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ دلنشین اور حقیقت افروز جملہ نقل کر کے اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔

ایک روز آپ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ سے زیادہ مجھے کوئی اور محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہوں میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کا رتبہ تھا۔ میری مجال نہ تھی کہ میں آنکھیں بھر کر حضور ﷺ کو دیکھ سکوں مگر کوئی شخص مجھے کہے کہ میں حضور ﷺ کا حلیہ بیان کروں تو میں اس سے قاصر رہوں گا کیونکہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو آنکھیں بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن بریدہ اپنے والد ماجد سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

کہ ہم جب اللہ کے رسول ﷺ کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تو نبوت کی عظمت واحترام کے باعث ہمیں یہ جرأت نہ ہوتی کہ ہم سر اونچا کر کے حضور ﷺ کو دیکھ سکیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم پر ایسی ہیبت وجلال کا القا کیا تھا کہ کوئی دیکھنے کی جرات نہ کر سکتا۔

ام معبد نے سرور عالم ﷺ کی جس طرح تصویر کشی کی ہے وہ اس حقیقت کی بہترین ترجمان ہے وہ فرماتی ہیں۔

إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ
لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّونَ بِهِ إِنْ قَالَ أَنْصَتُوا لِقَوْلِهِ فَإِنْ أَمَرَ
ابْتَدَرُوا إِلَى أَمْرِهِ، مَحْفُودٌ مَحْشُودٌ۔ لَا عَابِسٌ وَلَا مُعْتَدٍ (1)

"حضور اگر سکوت فرماتے تو رخ انور پر وقار ہوتا اور اگر گفتگو فرماتے تو چہرہ اقدس پر ایک روشنی ہوتی۔ حضور ﷺ کے ایسے رفقاء تھے جو ان کے اردگرد حلقہ بنائے رہتے۔ اگر حضور ﷺ گویا ہوتے تو وہ لوگ حضور ﷺ کی گفتگو سننے کیلئے خاموش ہو جاتے اور جب کوئی حکم فرماتے تو تعمیل ارشاد کیلئے سب دوڑ پڑتے۔ حضور ﷺ اپنے تمام صحابہ کے مخدوم بھی تھے اور سب حضور ﷺ کے اردگرد حلقہ بنائے رہتے تھے۔ حضور ﷺ نہ درشت رو تھے اور نہ زیادتی کرنے والے تھے۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 174

حضور کریم ﷺ کی شان ظرافت

ان بلندیوں اور رفعتوں پر سرفراز ہونے کے باوجود حضور سرور عالم ﷺ کی خوش طبعی، دلوں کو موہنے میں اہم کردار ادا کیا کرتی تھی۔ وہاں زہد خشک نہ تھا بلکہ اپنے صحابہ کے ساتھ دل لگی کر کے حضور ﷺ ان کے ذہنوں کو جلا دیتے اور ان کے دلوں میں سچی محبت اور بے لوث پیار کے چشمے جاری فرما دیتے۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ اپنے آقا علیہ السلام کے بارے میں فرماتے۔

كَانَ اَفْكَهَ النَّاسِ خُلُقًا

"حضور ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر خوش طبع تھے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا

"میں مزاح تو کرتا ہوں لیکن ہمیشہ سچ کہتا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ کی خوش طبعی کی وضاحت کرتے ہوئے ام نبیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

ایک دفعہ ہم اپنی ایک نوجوان بچی کو اس کے خاوند، جو قبیلہ بنی نجار کا فرد تھا، کے پاس لے جا رہی تھیں۔ میرے ساتھ بنی نجار کی عورتیں بھی تھیں۔ میرے پاس دف تھی جو میں بجا رہی تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی۔

اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيُّوْنَا نُحَيِّيْكُمْ

"ہم تمہیں سلام کہتی ہیں تم ہمیں سلام کہو۔"

وَلَوْلَا الذَّهَبُ الْاَحْمَرُ مَا حَلَّتْ بِوَادِيْكُمْ

"اور اگر تمہارے پاس سرخ سونا نہ ہوتا تو یہ عروسہ تمہاری وادی میں نہ اترتی۔"

ہم اس طرح گزر رہی تھیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے ام نبیط یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں حضور ﷺ پر قربان، یا رسول اللہ! یہ قبیلہ بنی نجار کی دلہن ہے جسے ہم اس کے خاوند کے پاس لے جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم کیا کہہ رہی تھیں میں نے اپنے وہ

گیت سنائے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

وَلَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ مَا سَمِنَتْ عَذَارِيكُمْ (1)

"اگر یہ گندم نہ ہوتی تو تمہاری یہ کنواریاں اتنی موٹی تازہ نہ ہوتیں۔"

حضرت انس حضور ﷺ کی خوش طبعی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ ہم میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کی چڑیا مر گئی وہ بڑا افسردہ اور مغموم تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی افسردگی کو دور کرنے کیلئے فرمایا۔

يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ "اے ابو عمیر تیری چڑیا کدھر گئی۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک روز اللہ کے پیارے رسول نے ہمارے پاس قدم رنجہ فرمایا اور پوچھا أَيْنَ لُكَعُ؟ بچہ کہاں ہے۔ یہ ارشاد سن کر حضرت حسن باہر تشریف لائے۔ آپ نے ایک لحاف اوڑھا ہوا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی طرف بڑھا رہے تھے اور حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھایا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ هٰذَا (2)

"جو شخص میرے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اس فرزند بلند اقبال کے ساتھ محبت کرے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک سفر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب ہم فارغ ہو کر واپس مدینہ طیبہ آرہے تھے تو راستے میں سرکار دو عالم ﷺ میرے ساتھ گفتگو فرماتے اور مزاح بھی کرتے۔ پھر فرمایا اے جابر! تم نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے تو شادی کر لی ہے۔ پھر فرمایا أَثَيِّبًا أَمْ بِكْرًا کیا شادی شدہ خاتون سے یا کنواری سے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ شادی شدہ خاتون سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا باکرہ کے ساتھ کیوں نہیں کی۔ وہ تمہارے ساتھ لہو و لعب کرتی اور تم اس کے ساتھ لہو و لعب کرتے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے سات بچیاں چھوڑیں۔ اس لئے میں نے ایسی خاتون سے شادی کی جو ان کی صحیح تربیت بھی کر

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 176

2۔ ایضاً، 78-177

سکے اور ان کو اکٹھا بھی رکھ سکے۔ حضور ﷺ نے میری اس بات کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا اَصَبْتَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ اللہ کی برکت سے تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔

پھر فرمایا جب ہم صرار پہنچیں گے (ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تین میل کی مسافت پر تھا) تو ہم وہاں اونٹ ذبح کریں گے، سارا دن وہیں ٹھہریں گے۔ جب تیری بیوی ہماری آمد کے بارے میں سنے گی تو وہ اپنے قالین وغیرہ سے گرد و غبار جھاڑ دے گی۔ خود بھی صاف ستھری ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ہم ناداروں کے پاس قالین کہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہت جلد تمہارے پاس قالین ہو جائیں گے۔ جب تم وہاں پہنچو تو عقلمندوں کی طرح کام کرنا۔

حضرت جابر کہتے ہیں جب صرار کے گاؤں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ہم سارا دن وہاں رہے جب شام ہو گئی تو سرور عالم اور ہم اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ میں نے ساری بات اپنی بیوی کو سنائی۔

امام ترمذی، ابو داؤد اور احمد بن حنبل، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس سے روایت کی۔ ایک آدمی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، عرض کی یارسول اللہ سواری کیلئے مجھے کوئی اونٹ وغیرہ دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّا حَامِلُوْكَ عَلٰى وَلَدِ النَّاقَةِ ہم تمہیں اونٹنی کے بچے کے اوپر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا هَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ کیا اونٹوں کو اونٹنیاں ہی نہیں جنا کرتیں۔

امام ابو داؤد اور ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں يَاذَا الْاُذُنَيْنِ اے دو کانوں والے کہہ کر یاد فرمایا۔

امام ابو داؤد اسناد جید سے حضرت اسید بن حضیر کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: ایک انصاری تھا جو بڑا خوش طبع تھا۔ جب وہ قوم سے بات کرتا تو انہیں خوب ہنساتا۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور جو چھڑی حضور ﷺ کے دست مبارک میں تھی اس کے ساتھ اس کی کمر کو کھجلایا۔ اس شخص نے عرض کی یارسول اللہ میں تو بدلہ لوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک بدلہ لو۔ اس نے عرض کی جب حضور ﷺ نے مجھے کھجلایا تو میں نے قمیص نہیں پہنی تھی حضور ﷺ نے قمیص پہنی ہوئی ہے اس طرح اگر کروں تو بدلہ نہیں

ہو گا۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیص اوپر اٹھائی۔ وہ دوڑ کر آیا، حضور ﷺ کو گلے لگایا اور حضور ﷺ کی کمر کو بوسے دینے لگا عرض کی میں نے یہ سارا حیلہ اس مقصد کے لئے کیا تھا۔

امام احمد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ایک خادم زاہر نامی تھا ایک روز حضور نے اسے بازار میں دیکھا۔ وہ اس وقت اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ اس کی شکل بھی اچھی نہ تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ چپکے سے تشریف لائے اور پیچھے سے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اس شخص نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ کہنے لگا اَرْسِلْنِیْ مَنْ هٰذَا کون صاحب ہو مجھے چھوڑ دو۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا، رحمت عالم کو پہچان لیا اور حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے اپنی پشت کو رگڑتا رہا، حضور ﷺ فرماتے رہے مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر حضور ﷺ مجھے بیچیں گے تو آپ کو میری بہت کم قیمت ملے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

وَلٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ۔

"لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔"

یا حضور ﷺ نے یہ جملہ فرمایا۔

وَلٰكِنْ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ (1)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تم گراں قیمت ہو۔

ابن عساکر اور ابو یعلی صحیح راویوں کے واسطہ سے حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن حریرہ پکایا اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی حاضر تھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے کہا یا تو کھاؤ یا میں یہ حریرہ تمہارے چہرہ پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ میں نے اس حریرہ میں ہاتھ ڈالے اور اسے لے کر حضرت سودہ کے چہرہ پر مل دیا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی ران مبارک پر رکھا اور فرمایا تم بھی اسی طرح اس حریرہ سے عائشہ کے چہرہ پر لیپ کر دو۔ چنانچہ حضرت سودہ نے میرے چہرہ پر وہ حریرہ مل دیا۔ ہم دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ خوب ہنسے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 81-180۔ شمائل الرسول، صفحہ 82

حضرت زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام ام ایمن تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی، عرض کی میرا خاوند حضور ﷺ کو بلا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کون ہے، وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ وہی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی سفیدی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں اس کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے عرض کی نہیں بخدا نہیں۔ نبی کریم نے اس کی وجہ سمجھائی کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کی آنکھوں کا کوئی حصہ سفید نہ ہو۔

ایک اور خاتون آئی اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اس کو اونٹ کے بچے پر سوار کر دو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اسے کیا کروں گی وہ مجھے نہیں اٹھا سکے گا۔ حضور ﷺ نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: ہر اونٹ کیا اونٹ کا بچہ نہیں ہوتا؟ اس قسم کی خوش طبعیاں صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کا معمول تھا۔

حضرت امام احمد ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ایک دفعہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمرکاب تھی۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اور میرا بدن ہلکا پھلکا تھا۔ حضور نے لوگوں کو کہا کہ تم آگے چلے جاؤ وہ سب آگے چلے گئے پھر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا آؤ آپس میں دوڑ لگائیں۔ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی۔ میں آگے نکل گئی۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں فربہ ہو گئی وہ واقعہ میں بھول گئی۔ پھر ایک مرتبہ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھی۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تم آگے چلے جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا آؤ دوڑ لگائیں۔ چنانچہ اس دفعہ حضور ﷺ آگے نکل گئے۔ آپ ہنستے رہے فرمایا هٰذِهٖ بِتِلْكَ کہ اب بدلہ چکا دیا گیا۔

امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، کوئی بات دریافت کی۔ سرکار دو عالم نے ازراہ مذاق اسے کہا کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ سرور عالم ﷺ نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس بوڑھی عورت نے رونا شروع کیا، خوب روئی یہاں تک کہ حضور کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا

رسول اللہ جب سے حضور ﷺ نے اس بوڑھی عورت کو یہ فرمایا ہے کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اس وقت سے یہ زار و قطار رو رہی ہے۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے، فرمایا: بیشک جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَالَ، اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے۔ پس ہم نے بنا دیا انہیں کنواریاں۔ (دل و جان سے) پیار کرنے والیاں، ہم عمر۔ یہ سب نعمتیں اصحاب یمین کیلئے مخصوص ہوں گی۔

امام بخاری نے ادب میں حضرت سفینہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سفر میں مجاہدین کے ساتھ جو بوجھ تھا وہ بہت گراں محسوس ہونے لگا۔ سرور عالم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم اپنی چادر بچھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا بوجھ اس میں ڈال دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اِحْمِلْ فَاَنْتَ سَفِيْنَةٌ اسے اٹھالو تم تو کشتی ہو۔ یعنی کشتی میں سارا بوجھ سما جاتا ہے اور وہ اٹھا لیتی ہے۔

حضرت سفینہ فرماتے ہیں جب رحمت عالم نے مجھے سفینہ فرمایا تو اس کے بعد سات اونٹوں کے بوجھ تک اگر مجھ پر لاد دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری معلوم نہ ہوتا۔

حضرت سفیان ثوری، حضرت ابن زبیر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ امام حسن و حسین حضور ﷺ کی پیٹھ پر ہیں، حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔

نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ اَنْتُمَا (1)

"تمہارا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین بوجھ ہو۔"

یہ بھی سرور عالم ﷺ کی خوش طبعی کا نمونہ ہے اور اس کے علاوہ اس میں حسنین کریمین کی منقبت بھی ہے۔ اور اس سے ایک فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی انسان میں ایسی خوبیاں ہوں جو کسی جانور میں ہوتی ہیں تو بطور تشبیہ اس جانور کے نام کا اطلاق انسان پر بھی ہو سکتا ہے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 187

حضور ﷺ کی ہنسی اور مسکراہٹ

امام ترمذی۔ نے حارث بن جزءرضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَا کَانَ ضِحْکُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا۔

"حضرت حارث نے کہا کہ میں نے حضور پر نور ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضور کی ہنسی تبسم تھی۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے تو حضور ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: آپ کا سلوک عام لوگوں کے سلوک کی طرح تھا۔

اَکْرَمُ النَّاسِ خُلُقًا کَانَ ضَاحِکًا بَسَّامًا (1)

"کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ کریم الاخلاق تھے ہنستے بھی تھے اور مسکراتے بھی تھے۔"

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا۔

کہ میں اس آدمی کو بھی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا۔ ایک آدمی کو قیامت کے روز پکڑ کر لایا جائے گا اور فرشتوں کو کہا جائے گا پہلے اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے گناہوں کو پوشیدہ رکھو۔ جب اسے کہا جائے گا کہ یہ یہ گناہ تم نے کئے۔ وہ اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور اسے ان چھوٹے گناہوں کا کوئی خوف نہ ہوگا البتہ اسے یہ اندیشہ ضرور ہوگا کہ اگر اس کے بڑے گناہ پیش کئے گئے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ جب اس کے سامنے جو گناہ پیش کئے جائیں گے ان کو وہ تسلیم کرے گا تو فرشتوں کو فرمایا جائے گا۔ اَعْطُوْہُ مَکَانَ کُلِّ السَّیِّئَۃِ عَمِلَھَا حَسَنَۃً ہر گناہ کے بدلے جو اس نے کیا ہے اس کو نیکی دے دو۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 191

وہ کہے گا میرے پروردگار! میرے تو ایسے گناہ بھی تھے جو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بڑے گناہ بھی پیش کئے جائیں اور ان کو بھی نیکیوں سے بدل دیا جائے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور خوب ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ (1)

ابن عساکر حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا تباہ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خدا تیرا بھلا کرے کیا بات ہے۔ اس نے عرض کی میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے صحبت کی ہے۔ سرکار دوعالم نے فرمایا بطور کفارہ ایک غلام آزاد کرو۔ اس نے عرض کی میرے پاس نہیں ہے۔ فرمایا لگاتار دو ماہ کے روزے رکھو۔ عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو یہ طاقت نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ کی خدمت میں بہت سی کھجوریں پیش کی گئیں آپ نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لے لو اور اپنا کفارہ ادا کرو۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ حاجت مند اور نادار کوئی نہیں ہے۔ نبی رحمت ہنس پڑے یہاں تک کہ حضور ﷺ کی سامنے والی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر اسے فرمایا یہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا تم لے لو اور اپنے اہل خانہ کو کھلاؤ۔

علی بن ابی الدنیا سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک روز میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضور ﷺ زور سے ہنسے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں حضور ﷺ کیوں ہنسے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میری امت کے دو آدمی اللہ کی جناب میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں، ان میں سے ایک نے عرض کی اے میرے پروردگار اس میرے بھائی نے جو مجھ پر ظلم کیا ہے وہ مجھے واپس دلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کہیں گے اپنے بھائی پر جو ظلم تو نے کیا ہے جو حق اس کا چھینا ہے وہ واپس کرو۔ وہ آدمی عرض کرے گا میرے رب! میرے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہی میں اسے کیا دوں۔ وہ مظلوم کہے گا یا اللہ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 93-192

میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دو۔ اس وقت رحمت عالم ﷺ کی دونوں چشم ہائے مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دن بہت بڑا دن ہے اس دن لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہو گی کہ کوئی ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو کہیں گے اپنا سر اٹھاؤ اور جنت کی طرف دیکھو۔ اس نے سر اٹھایا عرض کی اے رب! مجھے چاندی کے بنے ہوئے شہر نظر آ رہے ہیں جن میں سونے سے بنے ہوئے محلات ہیں جن کے اوپر موتی جڑے ہیں۔ یہ کس نبی کیلئے ہیں کس صدیق کیلئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا یہ اس شخص کو ملیں گے جو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ وہ بندہ عرض کرے گا کس طرح: فرمایا اگر تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کر دے تو پھر گویا تو نے ان تمام چیزوں کی قیمت ادا کر دی۔ اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔

اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور دونوں فریقوں کی رنجش کو دور کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

حضرت صہیب سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، جب حضور ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں پکی ہوئی کھجوریں اور نیم پختہ رکھی تھیں۔ میری ایک آنکھ دکھتی تھی میں نے کھانے کیلئے ایک کھجور اٹھالی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا أَتَأْكُلُ التَّمْرَ عَلَىٰ عَيْنَيْكَ وَأَنْتَ رَمِدٌ کیا تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے؟ میں نے عرض کی إِنَّمَا آكُلُ عَلَىٰ شِقِّي الصَّحِيحِ میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ہنس پڑے۔ (1)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ نامی ایک شخص حضور ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا۔ وہ کئی بار شراب پینے کے جرم میں حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور اس پر شراب پینے کی حد لگائی گئی۔ جب وہ کئی بار پیش ہوا تو ایک شخص نے اس کے بارے میں کہا لعنه الله ما اكثر ما يعطى به اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے کتنی بار اس جرم میں اس کو پکڑ کر لایا گیا اور سزا دی گئی لیکن پھر بھی باز نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا لَا تَلْعَنْهُ فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اس کو لعنت مت کرو یہ اللہ اور اس کے رسول

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 194

سے محبت کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرائم کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے بھی اس نعمت عظمیٰ سے متصف ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کا ایک حدی خوان تھا جو دوران سفر ازواج مطہرات کے اونٹوں کے سامنے حدی خوانی کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حدی کے اشعار کہے تو اونٹوں پر مستی کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ تیز تیز چلنے لگے سرور عالم ﷺ نے اپنے حدی خواں کو فرمایا وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ اِرْفَقْ بِالْقَوَارِيْرِ اے انجشہ تیرا بھلا ہو کانچ کی نازک شیشوں کے ساتھ نرمی کرو یعنی اونٹوں کو آہستہ چلنے دو مبادا انہیں کچھ اذیت پہنچے۔

سرور عالم کی خوشنودی اور ناراضگی کی پہچان

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں خوشی کی حالت میں حضور ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور جب حضور ﷺ غصے میں ہوتے تو چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ حضور ﷺ جب زیادہ غصہ میں ہوتے تو اپنی ریش مبارک کو بار بار چھوتے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے ایک روز نبی رحمت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک فرط غضب سے سرخ ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انار کے دانے حضور ﷺ کے رخ انور پر نچوڑ دیے گئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور جھڑکتے ہوئے فرمایا۔

اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ

"کیا اس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا مجھے اس لئے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے؟ تم سے پہلے جن لوگوں نے اس معاملہ میں باہم جھگڑا کیا وہ ہلاک ہوگئے۔"

عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا (1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 199

"میں تمہیں تاکید مزید کرتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ کیا کرو۔"

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ہماری باہمی گفتگو شروع ہوئی۔ ایک نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کی گفتگو سنی، باہر تشریف لائے، فرط غضب سے حضور ﷺ کا چہرہ سرخ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اناروں کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ کیا ان باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا؟ کیا تم اس کے لئے پیدا کئے گئے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو ایک دوسرے سے مت ٹکرایا کرو۔

اسی وجہ سے پہلی قومیں گمراہ ہوگئی تھیں۔ غور سے ان چیزوں کو دیکھو، جن چیزوں سے روکا جائے ان سے رک جاؤ۔

امام ترمذی عبد اللہ بن ابی بکر سے وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبد الاشہل کے ایک آدمی کو صدقات جمع کرنے کیلئے عامل مقرر کیا۔ جب وہ صدقات جمع کر کے واپس آیا تو عرض کرنے لگا یارسول اللہ صدقہ کے اونٹوں سے مجھے عطا فرمائیے۔ فرط غضب سے حضور ﷺ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں پھر فرمایا کوئی آدمی مجھ سے ایسی بات کا سوال کرتا ہے جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے۔ اگر میں اس کو نہ دوں تو مجھے یہ بات ناپسند ہے اور اگر اس کو دوں تو میں اسے وہ چیز دوں گا جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے جائز ہے۔ اس آدمی نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا اَسْئَلُكَ شَيْئًا مِّنْهَا ان صدقات سے کوئی چیز میں حضور ﷺ سے نہیں مانگوں گا۔ (1)

سرور عالم ﷺ کا انداز تکلم

حضور ﷺ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ، ہر لفظ الگ الگ کر کے تلفظ فرماتے اور بسا اوقات ایک لفظ کو یا جملہ کو تین بار دہراتے تاکہ تمام سامعین اس کو پوری طرح سن بھی لیں اور اس کا مفہوم سمجھ بھی لیں۔ اثناء گفتگو حضور ﷺ بکثرت تبسم فرمایا کرتے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ دہن مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

1۔ "سبل الہدیٰ"، جلد 7، صفحہ 200

اثناء گفتگو حضور ﷺ بعض دفعہ اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بلا ضرورت گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا سکوت بہت طویل ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کی زبان پاک سے جوامع الکلم صادر ہوتے، نہ ان میں غیر ضروری طوالت ہوتی اور نہ ایسا اختصار ہوتا جس سے کلام کے معانی کو سمجھنا مشکل ہو جائے۔

ام معبد نے حضور ﷺ کے انداز تکلم کو خوب بیان کیا ہے فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَاِذَا تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ فَكَانَ حُسْنَ الْمَنْطِقِ۔ (1)

"جب حضور ﷺ خاموشی اختیار فرماتے تو پیکر وقار معلوم ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو ایک خاص قسم کی چمک روئے اقدس پر رونما ہو جاتی۔ حضور ﷺ کی گفتگو بڑی حسین اور دلکش ہوتی۔

انداز جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے: آپ نے فرمایا عمار نے ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کیلئے اذن طلب کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی آواز پہچان لی تو اکھڑا ہوا جواب نہیں دیا بلکہ بڑے محبت بھرے اور دل موہ لینے والے انداز میں فرمایا مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو فطرۃً پاک ہے جس کو رحمت الٰہی نے پاکیزہ بنا دیا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ آپ کی چال ہو بہو حضور کریم ﷺ کی چال تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو دیکھا تو خوش آمدید فرمایا پھر حضرت سیدہ کو اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔

ایسی بات، جس کو صراحۃً بیان کرنا آداب شرم و حیا کے خلاف ہے، سرکار دو عالم ﷺ اس کا ذکر بطور کنایہ فرماتے تاکہ بات سننے والوں کو اس کی حقیقت سمجھ بھی آجائے اور زبان

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 204

سے ایسا کلام بھی ادا نہ ہو جس کو ادا کرنا شرم و حیا کے خلاف ہو۔

بطور مثال: ایک حدیث بیان کی گئی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی عرض کی یارسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق دیدی ہے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کی ہے اس میں مجامعت کی قوت نہیں وہ اس طرح ہے جیسے کسی چادر کا پلو ہوتا ہے۔

حضور نے اسے فرمایا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ

''کیا تم یہ چاہتی ہو کہ پھر رفاعہ سے شادی کر لو؟''

پھر خود ہی فرمایا نہیں کیونکہ اس طرح وہ شرط پوری نہیں ہو گی جو مذکور ہے۔

حَتّٰى تُذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ (1)

ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ اپنے والد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اس وقت زرد رنگ کی قمیص پہنی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا سنہ سنہ۔ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے بہت خوبصورت بہت خوبصورت۔ میں حضور ﷺ کی پشت کی طرف سے آئی اور مبارک کندھوں کے درمیان ختم نبوت کو دیکھا تو میں اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔ میرے والد نے مجھے جھڑکا تو حضور ﷺ نے میرے والد کو فرمایا دَعْهَا بچی کو کچھ نہ کہو وہ کھیلتی ہے تو کھیلنے دو۔

پھر حضور ﷺ نے مجھے دعا دی۔ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ تم لباس پہنتی رہو اور پرانا کر کے اتارتی رہو۔ پھر ایسا کرو (یہ عمر دراز کیلئے دعا کا ایک انداز ہے)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈالی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فوراً فرمایا كَخْ كَخْ باہر پھینک دو، باہر پھینک دو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھایا کرتے۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 205

2۔ ایضاً، صفحہ 208

زمین پر لکڑی سے لکیریں بنانا

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرور عالم ﷺ کی معیت میں ایک نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ آپ مٹی کو اس سے اوپر نیچے کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کے جنتی اور دوزخی ہونے کے بارے میں فیصلہ نہ کرلیا گیا۔ ہو بعض نے عرض کی افلا نتکل کیا ہم اس فیصلہ پر بھروسہ نہ کریں۔ فرمایا

اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ

عمل کیا کرو۔ اور ہر شخص کے لئے وہ کام آسان بنا دیا جائے گا جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

اثنائے خطبہ مختلف حالات میں مختلف حرکات

اثنائے کلام اگر کوئی تعجب کی بات ہوتی تو حضور ﷺ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے۔ جب حیرت کا اظہار کرتے تو اس کو الٹا کر دیتے اور اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو ضرب لگاتے۔

حالت تعجب میں تسبیح

امام بخاری حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اچانک فرمایا

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ

"جو خزانے آج نازل کئے گئے ہیں اور جو فتنے نازل کئے گئے ہیں۔ ان پر میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں پھر فرمایا مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبُ الْحُجَرِ يُرِيْدُ بِهٖ اَزْوَاجِهٖ حَتّٰى يُصَلِّيْنَ کون ہے جو حجرے میں آرام کرنے والی میری ازواج کو جگائے تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ پھر فرمایا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْاٰخِرَةِ کئی عورتیں دنیا میں زرق برق لباس پہنتی ہیں لیکن قیامت کے روز عریاں ہوں گی۔ (1)

1۔ "سبل الہدیٰ" جلد 7، صفحہ 212

حضور ﷺ کے کسی وقت ہونٹ چبانے کے بارے میں امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو العالیہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن صامت سے پوچھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دوست ابو ذر سے پوچھا فرماتے ہیں میں ایک دن وضو کا پانی لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اپنے سر مبارک کو حرکت دی پھر اپنے دونوں ہونٹوں کو چبایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں کیا میں نے حضور ﷺ کو اذیت تو نہیں دی؟ فرمایا نہیں۔ یہ میرا سر کا ہلانا اور ہونٹوں کو چبانا اس لئے ہے کہ تم ایسے امراء کا زمانہ پاؤ گے جو نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی مجھے حضور ﷺ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرو اور اگر بعد میں وہ جماعت کرائیں تو ان کے ساتھ مل کر پڑھ لیا کرو اور یہ نہ کہنا کہ میں پہلے نماز پڑھ چکا ہوں اب نہیں پڑھوں گا (ہو سکتا ہے وہ لوگ تمہیں اس وجہ سے اذیت دیں)

تعجب کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپ فرماتے ہیں ایک رات رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ جس کمرہ میں میں اور حضور ﷺ کی نور نظر سیدہ فاطمہ تھیں اس کو کھٹکھٹایا۔ فرمایا کیا تم نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! سب اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے جس وقت وہ چاہے ہمیں اٹھائے ہم اس وقت اٹھ بیٹھتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ میری بات سن کر واپس مڑ گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر میں نے سنا کہ حضور ﷺ پیٹھ پھیر کر تشریف لے جا رہے ہیں اور اپنی رانوں پر دست مبارک مار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

انگشت شہادت اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) کو ملا کر اشارہ کرنا

ابی جبیرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ جَمِيعًا كَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔

"حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو اکٹھا کر کے

فرمایا میری بعثت اور قیامت یوں ہیں یعنی بالکل قریب قریب۔"

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں داخل کرنا

حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ - (1)

"ایک مومن دوسرے مومن کیلئے اس طرح ہے جس طرح عمارت، کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے۔ یہ کہا اور اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں داخل کر دیا۔"

طبرانی میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا اس وقت تمہارا کیا طریقہ ہو گا جب تمہیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا جائے گا جبکہ انسانوں کا تلچھٹ ہو گا جنہوں نے اپنے وعدوں کو، اپنی قسموں کو اور اپنی امانتوں کو گڈمڈ کر دیا ہو گا۔ یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

تَاْخُذُوْنَ مَا تَعْرِفُوْنَ وَتَدَعُوْنَ مَا تُنْكِرُوْنَ - وَيُقْبِلُ اَحَدُكُمْ عَلٰى خَاصَّةِ نَفْسِهٖ وَيَذَرُ اَمْرَ الْعَامَّةِ (2)

"کہ دین کی جن چیزوں کو تم جانتے ہو ان پر عمل کرو۔ جن کو تم نہیں جانتے ان کو چھوڑ دینا۔ ہر آدمی اپنی خیر منائے اور عام لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک روز سرور کریم نے ان سے پوچھا اے ابوذر! جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں پھنس جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو گا۔ اس وقت حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اِصْبِرْ اِصْبِرْ اِصْبِرْ صبر

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 214

2۔ ایضاً، صفحہ 215

کرنا۔ صبر کرنا۔ صبر کرنا۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔ وَخَالِفُوْهُمْ فِیْ اَعْمَالِهِمْ ان کے کاموں میں ان کی مخالفت کرنا۔

حقائق کو تمثیل سے ذہن نشین کرنا

ہادی برحق ﷺ جب اپنے صحابہ کو وعظ و نصیحت فرماتے تو بعض دفعہ مثالیں دیتے تاکہ ان کو حقیقت حال سے پوری آگاہی ہو جائے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: ایک دن حضور سرور عالم ﷺ نے ایک کلی زمین میں ٹھونکی پھر اس کے ایک طرف ایک اور کلی گاڑی پھر دوسری طرف بہت دور تیسری کلی گاڑ دی۔ پوچھا تم سمجھتے ہو یہ کیا ہے؟ سب نے عرض کی اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے درمیان والی کلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ انسان ہے۔ اور دائیں ہاتھ والی کلی جو نزدیک تھی، فرمایا یہ اس کی موت ہے۔ بائیں ہاتھ والی جو دور تھی یہ اس کی امید ہے۔ پھر انسان اپنی امیدوں کو برلانے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے راستہ میں موت کی کلی آجاتی ہے اور اس کے سارے پروگرام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

امام احمد نے ابی رزین العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا پوچھا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی اللہ تعالی مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم کسی قحط زدہ زمین کے پاس سے گزرے ہو جس کے درخت اور گھاس سب خشک ہو چکے ہوں پھر کبھی تم اس زمین کے پاس سے گزرے جبکہ بارش نے اس کو ہرا بھرا کر دیا ہو؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ بیشک ایسی زمین کے پاس سے گزرا ہوں فرمایا۔ کَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح لوگ زمین سے نکلیں گے جس طرح بارش کے بعد یہ گھاس پودے باہر نکل آتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: سردیوں کے موسم میں ایک روز حضور ﷺ چل رہے تھے اور درختوں کے زرد پتے نیچے گر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یا ابا ذر! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا بندہ مسلم جب محض اللہ کی رضا کیلئے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

امام طبرانی سند جید سے حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہادی برحق ﷺ نے رزق کے بارے میں مثال بیان فرمائی۔ فرمایا رزق ایسے ہے جس طرح ایک باغ ہو جس کے اردگرد فصیل ہے۔ اس فصیل میں ایک جگہ دروازہ ہے اس دروازے کے سامنے کا علاقہ ہموار ہے اور دیوار کے اردگرد کا راستہ بڑا پتھریلا اور دشوار گزار ہے۔ پس جو آدمی اس باغ کی طرف اس کے دروازے کے راستے سے آتا ہے تو اس باغیچہ میں داخل ہوتا ہے پھل کھاتا ہے اور ہر قسم کی رکاوٹوں سے محفوظ ہوتا ہے اور جو اس کی فصیل کی طرف سے داخل ہونا چاہتا ہے وہاں دشوار گزار راستے ہیں۔ گرم ریتلا علاقہ ہے جس میں پاؤں دھنس جاتا ہے۔ جو شخص اس طرف سے باغ میں آتا ہے وہ جب ان مشکل راستوں کو طے کرتا ہوا اس باغ تک پہنچتا ہے تو اسے وہی کچھ ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر رکھا ہوتا ہے۔(1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 219

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
اعضائے مبارکہ کے
کمالات

ثنائے زلف و رخسارِ تو اے ماہ
ملائک وردِ صبح و شام کردند

حضور ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے کمالات

حضور کا ظاہری حسن و جمال

نور مجسم، فخر آدم و بنی آدم محمد رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء و رسل کی طرح کسی ایک قبیلہ کی طرف اور وہ بھی محدود وقت کیلئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے تا قیام قیامت حضور ﷺ کی ذات اقدس وہ آفتاب عالمتاب تھی جس کی روشنی ظاہر و باطن کو اپنے انوار سے منور کرنے والی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضور ﷺ کے ظاہری جسمانی محاسن بھی تمام انبیاء سابقین سے اعلیٰ و برتر ہوں کیونکہ یہ مظاہر جسم باطن کی عظمت کے گواہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جب تمام بنی نوع انسان کیلئے ہادی و مرشد بنا کر بھیجا تو یقیناً حضور ﷺ کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور وسعتیں دی ہوں گی کہ کوئی اس کی ہمسری کا گمان بھی نہ کر سکے۔ اسی حقیقت کو عاشق صادق حضرت شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَهُوَ الَّذِيْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ　　ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

"وہی ذات ہے جو معنوی و صوری لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور ﷺ کو اپنا محبوب بنانے کیلئے چن لیا۔"

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ　　فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

"نبی رحمت ﷺ اپنے محاسن اور کمالات میں شریک سے پاک ہیں۔ حضور ﷺ کے حسن و کمال کا جوہر منقسم نہیں ہے یعنی حسن کی تمام ادائیں حضور کی ذات میں مجتمع ہیں۔ جہاں کہیں بھی حسن و کمال پایا جاتا ہے وہ ذات پاک مصطفوی کا فیضان ہے۔"

صاحب المواہب اللدنیہ علامہ قرطبی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَجْزِنَا عَنْ ذٰلِكَ(1)

"سرکار دو عالم ﷺ کا تمام حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر حضور ﷺ اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے تو ہماری آنکھیں اس کی دید کی طاقت نہ رکھتیں کیونکہ ہم اس بات سے عاجز ہیں کہ آفتاب محمدی کی جلوہ سامانیوں کا صحیح ادراک اور احاطہ کر سکیں۔"

علامہ قرطبی رحمت عالم کے خداداد جمال و کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضور ﷺ کے حسن و جمال کا آفتاب پوری طرح ہمارے سامنے نمایاں نہیں ہوا اگر وہ پوری طرح نمایاں ہوتا تو کوئی ہستی اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکتی آنکھیں چندھیا جاتیں، دل ہیبت زدہ ہو جاتے اور حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا نہ ہوتا۔"

اس لئے مولا کریم نے اپنی حکمت بالغہ سے اپنے محبوب کے حسن و جمال کو صرف اتنا ظاہر ہونے دیا جس کی لوگ تاب لا سکیں اور چشمہ فیض کے قریب پہنچ کر اپنی پیاس بجھا سکیں۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کی ساری اداؤں کا احاطہ کرلے تو یہ ممکن نہیں۔

امام بوصیری فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَآءُ

"انہوں نے صفات میں حضور ﷺ کی جلوہ گری کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے جس طرح پانی میں ستاروں کا عکس ہے جو ستاروں کی حقیقت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔"

اب ہم بڑے اجمال کے ساتھ سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر کے اوصاف کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

1۔ زرقانی علی "المواہب اللدنیہ"، جلد 3، صفحہ 195

(۱) محبوب رب العالمین کا رخ انور

امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم ﷺ کے بارے میں بیان کیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا

"اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کا چہرہ انور تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا اور حضور ﷺ کے خلق بھی تمام لوگوں سے زیادہ دلکش اور زیبا تھے۔"

امام ترمذی، احمد اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول روایت کیا ہے۔

مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ

"میں نے آج تک کہیں بھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو اللہ کے حبیب سے زیادہ حسین ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سورج چہرہ اقدس میں طلوع ہو رہا ہے۔"

حضور ﷺ کے رخ انور کا ہر حصہ آفتاب حسن کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

لِمَ لَا يُضِيْئُ بِكَ الْوُجُوْدُ وَلَيْلُهٗ ۔ فِيْهِ صَبَاحٌ مِّنْ جَمَالِكَ مُسْفِرٌ (1)

"حضور ﷺ کے انوار سے سارا عالم وجود اور اس کی رات کیوں نہ چمک اٹھے کیونکہ اس میں ایسی صبح ہے جو حضور ﷺ کے جمال کے صدقے روشن ہے۔"

وَبِشَمْسِ حُسْنِكَ كُلَّ يَوْمٍ مُّشْرِقٌ ۔ وَبِبَدْرِ وَجْهِكَ كُلَّ لَيْلٍ مُّزْهِرٌ

"حضور ﷺ کے حسن کے آفتاب کے ساتھ ہر دن روشن ہو رہا ہے۔ اور آپ ﷺ کے چہرہ کے ماہ تمام سے ہر رات حسین اور دلکش ہو رہی ہے۔"

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 196

امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔
اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِثْلَ السَّيْفِ کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔
حضرت براء نے جواب دیا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا کیونکہ چاند میں روشنی بھی ہے اور گولائی بھی ہے، جو چہرے کا صحیح حسن ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت براء نے یہ کیوں نہ کہا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ فرماتے ہیں کہ سورج میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی۔ اس کو جب کوئی دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور تھکن محسوس کرتی ہیں لیکن چاند میں روشنی ہے اور اس کے ساتھ پریشان کرنے والی تپش نہیں بلکہ خنکی اور ٹھنڈک ہے۔ کوئی افسردہ خاطر آدمی چاند کو دیکھے تو اس کے دل میں سکون اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ (1)

امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ وہ چاندنی رات تھی سرکار دو عالم ﷺ نے ایک سرخ پوشاک زیب تن فرما رکھی تھی۔ میں کبھی سرکار دو عالم کے روئے انور کو دیکھتا اور کبھی چودھویں کے چاند کی طرف۔ میں کافی دیر دیکھتا رہا موازنہ کرتا رہا لیکن میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضور ﷺ چودھویں کے چاند سے زیادہ دلربا اور خوبصورت ہیں۔

امام بخاری حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں: سرکار دو عالم ﷺ جب خوش ہوتے تو حضور ﷺ کا چہرہ چمکنے لگتا یوں محسوس ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ایک دن حضور ﷺ نے میرے حجرہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کے تمام خدوخال چمک رہے ہیں۔

دارمی، بیہقی، ابو نعیم اور طبرانی ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کی صِفِی لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ہمیں حضور ﷺ کے حلیے سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا

قَالَتْ لَوْ رَاَيْتَهٗ لَقُلْتَ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

"کہا اگر تو حضور ﷺ کو دیکھتا تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا: گویا چہرہ اقدس سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔"

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 196

امام مسلم نے ابی طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے، یہ عامر نبی کریم ﷺ کے سب سے آخری صحابی تھے جنہوں نے وفات پائی۔ آپ کی عمر مبارک سو سال تھی۔ زندگی کے آخری دنوں میں آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کی اور آج میرے ساتھ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا موجود نہیں جس نے رخ انور کی زیارت کی ہو۔ لوگوں نے کہا رحمت عالم ﷺ کا حلیہ شریف بیان فرمائیں۔
آپ نے دو لفظوں میں سمو دیا۔

كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحَ الْوَجْهِ

"چہرہ مبارک روشن تھا لیکن اس میں ملاحت کی ملاوٹ تھی۔"

صاحب المواہب اللدنیہ نے ایک عارف کامل سید علی وفی رضی اللہ عنہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں جو بڑے وجد آفرین ہیں۔ آپ بھی ان کے دو تین اشعار سماعت فرمائیں اور لطف اٹھائیں۔

أَلَا يَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ سَأَلْتُكَ لَا تَغِيبُ فَأَنْتَ رُوحِي

"اے دلکش چہرے والے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوں کیونکہ آپ میری روح ہیں۔"

مَتَى مَا غَابَ شَخْصُكَ عَنْ عِيَانِي رَجَعْتَ فَلَا تَرَى إِلَّا ضَرِيحِي

"میری نگاہوں سے اگر آپ کی ذات پوشیدہ ہو جائے گی تو جب آپ لوٹ کر آئیں گے تو صرف میری قبر دیکھ سکیں گے۔"

بِحَقِّكَ جُدْ لِرِقِّكَ يَا حَبِيبِي فَدَاوِ لَوْعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِيحِ

"حضور ﷺ کے حق کی قسم! اے میرے حبیب اپنے غلام پر احسان فرمائیں اور میرا زخمی دل جو سوز محبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمائیے۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے عرض کی۔ کہ حضور سرور عالم ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بتائیے۔ آپ نے جواب دیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (1)

"حضور ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان دکھائی دیتے تھے۔ حضور ﷺ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں کا چاند۔"

جو لوگ صاحب بصیرت اور صاحب قلب سلیم تھے انہیں سرور عالم ﷺ کا روئے تاباں دیکھ کر یقین ہو جاتا تھا کہ حضور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اسی کی طرف سے یہ دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کیلئے انہوں نے رخ انور دیکھنے کے بعد نہ دلیل طلب کی اور نہ کسی معجزہ کا مطالبہ کیا۔ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوئے کہ جب لوگوں نے حضور ﷺ کا رخ انور دیکھا تو بغیر کوئی دلیل طلب کئے اور بغیر کسی معجزے کی فرمائش کئے، ان کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ اللہ کا دین ہے۔

عبد اللہ بن سلام مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے سر تاج علماء سے تھے۔ وہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے، وہاں کے لوگ قطار در قطار حضور ﷺ کی زیارت کیلئے حضور کی قیام گاہ پر جانے لگے۔ میں نے دل میں سوچا چلو زیارت تو کر لیں۔ جب وہاں پہنچے تو صرف حضور ﷺ کا نورانی چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضور اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اسی وقت آپ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے جس کا تفصیلی بیان پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح امام بیہقی نے جامع بن شداد سے روایت کیا کہ ہمیں ایک شخص نے، جس کا نام طارق تھا، بتایا کہ ایک دفعہ ہم مدینہ طیبہ سے باہر قیام پذیر تھے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس کوئی قابل فروخت چیز ہے؟ ہم نے ایک اونٹ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بیچنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے قیمت پوچھی تو جو قیمت بتائی وہی حضور ﷺ نے منظور فرمائی اور حضور ﷺ اونٹ کی نکیل پکڑ کر واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت ہم لوگ خاموش رہے جب حضور ﷺ چلے گئے تو ہمیں فکر دامن گیر

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 198

ہوئی کہ ہم نے ایک شخص سے سودا کیا ہے اور اپنا اونٹ اس کے حوالے کر دیا ہے جس کا نہ نام جانتے ہیں نہ پتہ معلوم ہے۔ ہم میں ایک خاتون تھی، جس نے ہمیں پریشان دیکھا تو کہا جس کو تم نے اونٹ فروخت کیا ہے میں نے اس کا روشن چہرہ دیکھا ہے۔ وہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ نہیں ہے۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن سویرے حضور علیہ السلام کا ایک آدمی طے شدہ کھجوریں لے کر ہماری قیام گاہ میں آیا اور اس نے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ علیہ السلام نے مجھے یہ کھجوریں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے، پہلے سیر ہو کر کھاؤ اس کے بعد جتنی وسق میرے ذمہ ہیں وہ تول کر پوری کر لو۔

السید محمد وفی کے چند اشعار مطالعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس روئے زیبا کو جب ایک عاشق زار دیکھا کرتا تھا تو اس کے تاثرات کی کیفیت کیسے ہوتی تھی۔ فرماتے ہیں۔

کم فیہ للابصار حسن مدھش　　کم فیہ للارواح راح مسکر

"اس کے مدہوش کرنے والے حسن میں آنکھوں کیلئے کتنا سرمایہ تھا۔ اور روحوں کیلئے اس کی یاد ایک شراب نایاب کی طرح مدہوش کن تھی۔"

سبحان من انشاہ من سبحانہ　　بشرا بأسرار الغیوب یبشر

"پاک ہے وہ ذات جس نے اسے اپنے انوار سے پیدا کیا اور بشر بنایا ایسا بشر جو غیبی اسرار سے خوشخبری دینے والا تھا۔"

فجمالہ مجلی لکل جمیلۃ　　ولہ منار کل وجہ نیر (1)

"حضور علیہ السلام کا حسن تمام حسین چہروں کیلئے آئینہ ہے اور حضور علیہ السلام کا (سراپا) ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔"

علامہ ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں۔

میں کوئی کپڑا سی رہی تھی، رات کا وقت تھا، گھر میں کوئی چراغ روشن نہ تھا، اندھیرا چھایا ہوا تھا، اچانک سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ میں نے بہت ہاتھ مارا کہ وہ سوئی مجھے مل جائے لیکن نہ ملی۔ اچانک رحمت عالمیاں علیہ السلام اس حجرہ میں تشریف لے آئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے انوار سے سارا حجرہ روشن ہو گیا اس روشنی میں مجھے اپنی سوئی مل گئی۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 199

حضور ﷺ کی خدمت میں جب میں نے عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا حُمَيْرَاءُ اَلْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ ثَلَاثًا لِمَنْ حُرِمَ النَّظَرَ اِلٰى وَجْهِيْ

"ہلاکت ہے اس شخص پر، ہلاکت ہے اس شخص پر، ہلاکت ہے اس شخص پر جو میرے رخ انور کی زیارت سے محروم رہا۔"

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ فِي الْجُدُرِ۔

"میں نے کوئی چیز اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے خوبصورت نہیں دیکھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا سورج حضور ﷺ کے چہرے میں رواں ہے جب حضور ﷺ ہنستے تو دیواریں بھی چمکنے لگتی تھیں۔"

امام ابو نعیم دلائل نبوت میں لکھتے ہیں عبادہ بن عبد الصمد فرماتے ہیں ہم ایک روز حضرت انس بن مالک کی خدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ دستر خوان لاؤ تاکہ ہم کھانا کھائیں۔ پھر وہ کنیز ستر خوان لے آئی پھر آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ رومال بھی لاؤ۔ جب رومال لائی تو بڑا میلا کچیلا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ تندور میں آگ جلاؤ۔ انہوں نے آگ جلائی۔ حکم دیا کہ یہ رومال اس بھڑکتے تندور میں پھینک دو۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے نکالا تو وہ دودھ کی طرح سفید تھا۔

ہم حیران ہو کر پوچھنے لگے یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا رومال ہے۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ اپنے روئے انور کو صاف کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے تندور میں پھینک دیتے ہیں اور دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔

لِاَنَّ النَّارَ لَا تَأْكُلُ شَيْئًا مَرَّ عَلَيْهِ

"کیونکہ آگ کی مجال نہ تھی کہ وہ اس چیز کو جلائے جس کو حضور ﷺ کے ہاتھوں نے چھوا ہے۔"

چشم مازاغ

حضور کی چشم مبارک کی تعریف قرآن کریم اس طرح کرتا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (النجم)

ابن عدی، ابن عساکر اور دیگر محدثین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس سے اس طرح روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي اللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ۔

"سرور عالم ﷺ رات کی تاریکی میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا، فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا سُجُوْدُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ۔

"تم نہیں دیکھتے کہ میرا قبلہ تو ادھر ہے جس طرف میرا منہ ہوتا ہے لیکن خدا کی قسم تمہارا رکوع کرنا، سجدہ کرنا مجھ پر چھپا نہیں رہتا۔ میں تم کو پیچھے کی طرف سے دیکھتا ہوں۔"

دوسری روایت میں ہے۔

تمہارا خشوع (جس کا تعلق دل سے ہے) اور تمہارا رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ (1)

مجاہدین کا ایک لشکر موتہ میں قیصر کے لشکر جرار کا مقابلہ کرنے کیلئے حضور ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ جو مجاہد اسلام کا پرچم اٹھاتا اور جس صورت میں شرف شہادت سے مشرف کیا جاتا حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں بیٹھے وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور حاضرین کو اس سے آگاہ کر رہے تھے۔ جب خالد بن ولید نے پرچم اٹھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا اب خالد بن ولید نے علم اسلام اٹھایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَلْاٰنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ اب لڑائی کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ کچھ دنوں بعد یعلی بن منبہ جنگ موتہ کی خبر سنانے کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اِنْ شِئْتَ فَاَخْبِرْنِيْ وَاِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ اگر تو چاہتا ہے تو تو وہاں کے حالات ہمیں سنا اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تمہیں وہاں کے حالات سناتا ہوں۔ ابو یعلی نے عرض کی یارسول اللہ سنائیے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 20

چنانچہ نبی الانبیاء علیہ السلام نے وہاں کے تفصیلی حالات مسلمانوں کو بتائے۔ سن کر ابو یعلی نے کہا جو کچھ میدان جنگ میں یہاں سے سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہوا بعینہ حضور ﷺ نے وہ سب کا سب بیان کر دیا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا تَرَکْتَ مِنْ حَدِیْثِھِمْ حَرْفًا۔

''اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے حضور ﷺ نے وہاں کی کوئی بات نہیں چھوڑی۔''

امام بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

11 ہجری میں پہلے شہداء احد کے پاس حضور ﷺ تشریف لے گئے انہیں سلام دیا پھر ان کیلئے دعائیں فرمائیں۔ پھر جنت البقیع میں تشریف لائے وہاں بھی اپنے جان نثار غلاموں کو اپنی زیارت کا شرف بخشا ان کے لئے دعائیں فرمائیں اور الوداع فرمایا۔ پھر حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس کے چند جملے آپ بھی سماعت فرمائیں۔

قَالَ اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَیْکُمْ شَھِیْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ فَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔

''میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں اور تمہاری میری ملاقات روز قیامت حوض کوثر پر ہو گی۔ اور میں آج بیٹھا ہوا یہاں سے اس کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں مجھے قطعاً اس چیز کا اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا کی تلاش میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہو گے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہو گے۔''

ابن سعد اور بیہقی علاء بن محمد الثقفی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک کے سفر میں حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔ صبح سورج طلوع ہوا۔ اس کی روشنی اس کی چمک دمک بالکل الگ نوعیت کی تھی۔ پہلے سورج کبھی اس طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔ جبرئیل

امین حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا آج صبح سورج کی ضیاپاشیاں معمول سے بہت زیادہ تھیں کیا وجہ ہے۔

جبرئیل امین نے عرض کی۔ یارسول اللہ حضور ﷺ کا ایک صحابی مدینہ طیبہ میں وفات پا گیا ہے اسکے جنازے میں شرکت کیلئے آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں یہ انہیں کی چمک دمک تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کس عمل کے بدلے میں یہ عزت و شان اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ جبرئیل نے عرض کی

كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفِي مَمْشَاهُ وَقِيَامِهٖ وَقُعُوْدِهٖ۔

"اس لئے رحمت فرمائی گئی کہ وہ سورہ اخلاص کثرت سے پڑھا کرتا تھا۔ رات کے وقت، دن کے وقت، چلتے، کھڑے، بیٹھے۔ جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا ہے۔"

جبرئیل امین نے پر مارا۔ راستہ میں جتنے درخت اور پہاڑ تھے سب دور ہو گئے۔ اس صحابی کی چارپائی بلند کی گئی حضور ﷺ نے اسے دیکھا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر دی۔ پھر صحابہ کرام سمیت مدینہ طیبہ میں جنازہ گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

کتب احادیث میں سینکڑوں ایسی احادیث صحیحہ ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ دور دراز کی مسافت سے حضور علیہ السلام چیزوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ثریا میں بارہ ستارے دیکھ رہا ہوں حالانکہ علم نجوم کے ماہرین نے بڑی بڑی طاقتور دوربینوں سے ثریا کے ستاروں کو گننے کی کوشش کی اور وہ زیادہ سے زیادہ سات ستاروں کو دیکھ سکے۔ نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے جو قوت بینائی عطا فرمائی اس سے حضور ﷺ نے بارہ ستاروں کو دیکھا۔

جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کے معراج پر اعتراض کیا اور مسجد اقصیٰ کے در و دیوار کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے وہاں بیٹھے ہوئے مسجد اقصیٰ کو ملاحظہ فرمایا اور اس کی ہر چیز گن کر انہیں بتا دی۔ (1)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 201

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم ﷺ کی چشمان مبارک کی یوں توصیف کی ہے۔

كَانَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ۔

"ادعج اس آنکھ کو کہتے ہیں جو آنکھ کشادہ اور بڑی ہو اس کے سفید حصے میں باریک باریک سرخ ڈورے ہوں۔ اشکل کا بھی یہی معنی ہے حضور ﷺ کی مژگان مبارک لمبی تھیں۔ یہ دونوں چیزیں آنکھ کی زیبائی میں حرف آخر ہیں۔"

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضور ﷺ کا حلیہ مبارک ان پاکیزہ کلمات سے بیان فرمایا۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ ، اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ۔ مَقْرُوْنَ الْحَاجِبَيْنِ

"کہ حضور ﷺ کی چشمان مبارک کشادہ تھیں، ان میں باریک باریک سرخ ڈورے تھے، پلکیں مبارک لانبی تھیں اور ابرو مبارک باریک تھے اور باہم ملے ہوئے نہ تھے۔"

مواہب لدنیہ میں ہے: سرور انبیاء ﷺ نے جب سیدنا علی مرتضیٰ کو یمن روانہ فرمایا کہ وہاں جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں تو آپ نے اپنا وہاں کا معمول بتاتے ہوئے فرمایا ایک دن میں وعظ کرتا تا کہ جو مسلمان ہو چکے ہیں ان کا ایمان مزید پختہ ہو اور جو ابھی اس شرف سے محروم ہیں وہ اسلام قبول کر کے اس سعادت ابدی سے بہرہ یاب ہوں۔ اس مجلس میں ایک یہودیوں کا بہت بڑا عالم (حبر) ہاتھ میں کتاب لئے کھڑا رہتا، جب میں تقریر کرتا تو وہ اس کتاب میں غور سے دیکھتا پھر اس نے مجھے کہا صِفْ لِیْ اَبَا الْقَاسِمِ میرے سامنے حضرت ابوالقاسم کا حلیہ بیان کرو میں نے کہا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَ لَا بِالْقَصِيْرِ الحدیث حضور ﷺ کا بہت لمبا قد نہ تھا اور نہ بہت چھوٹا تھا۔

میں نے یہ ساری صفت بیان کی۔ پھر میں خاموش ہو گیا اس نے پوچھا حضور ﷺ کا اور حلیہ بیان کرو۔ میں نے کہا سر دست مجھے اتنا یاد ہے اس وقت اس حبر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا

ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں؟ حضور ﷺ کی ڈاڑھی مبارک خوبصورت ہے؟ آپ نے ہاں میں جواب دیا۔ اس حبر نے کہا یہ حلیہ جو آپ نے بیان کیا ہے یہ میرے آباء واجداد کی کتاب میں موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث گئے ہیں۔

ابن مردویہ نے سلیمان تیمی کے واسطہ سے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَى السَّمَآءِ رَاَیْتُ مُوْسٰی یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات کو مجھے آسمان پر لے جایا گیا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔"

غزوۂ خندق میں جب سرور عالم ﷺ نے اس چٹان کو توڑا تو پہلی ضرب پر آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَبْصُرُ الْقُصُوْرَ الْحُمْرَ السَّاعَةَ

"اللہ اکبر۔ مجھے اس ضرب کی برکت سے شام کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں۔ بخدا میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔"

پھر دوسری ضرب لگائی چٹان کا دوسرا حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ فَارِسَ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَبْصُرُ قَصْرَ مَدَآئِنَ الْاَبْيَضَ الْاٰنَ۔

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے فارس کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں میں اس وقت مدائن کے قصر ابیض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔"

پھر بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو تیسرا ٹکڑا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ فرمایا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْيَمَنِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَبْصُرُ اَبْوَابَ الصَّنْعَآءِ السَّاعَةَ۔

"مجھے یمن کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ بخدا اس آن میں صنعاء (1) کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔"

حضرت ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عقیدہ تھا کہ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِعَیْنِہٖ وَمَرَّۃً بِقَلْبِہٖ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک دفعہ اپنی ظاہری آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ نَظَرَ مُحَمَّدٌ اِلٰی رَبِّہٖ قَالَ عِکْرَمَۃُ فَقُلْتُ لَہٗ نَظَرَ مُحَمَّدٌ اِلٰی رَبِّہٖ۔ قَالَ نَعَمْ جَعَلَ الْکَلَامَ لِمُوْسٰی وَالْخُلَّۃَ لِاِبْرَاہِیْمَ وَالنَّظَرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ عکرمہ فرماتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: کیا حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کلام فرمایا، حضرت ابراہیم کو خلت کا مرتبہ عطا فرمایا اور اپنے دیدار کے لئے حضرت محمد ﷺ کو مخصوص فرمایا۔"

امام طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا ہے کہ میں اس کو اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں گویا میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

آپ کے لب مبارک

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کو مرقد منور میں رکھا گیا میں نے اس وقت حضور ﷺ کے رخ انور کا آخری بار دیدار کیا۔ میں نے

1۔ صنعاء، یمن کے دار السلطنت کا نام ہے

دیکھا حضور ﷺ کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے کان حضور ﷺ کے لب ہائے مبارک کے قریب کر دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اے میرے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میں نے صحابہ کو بتایا وہ اس بات سے حیران ہوئے کہ حضور ﷺ کی امت پر کتنی شفقت تھی۔(1)

آپ کا دہن مبارک

سرور عالم ﷺ کے دہن اقدس سے کبھی بدبو نہیں آئی۔ بلکہ جس چیز کا تعلق حضور ﷺ کے دہن مبارک سے ہو جاتا تھا اس سے کستوری کی لپٹیں نکلا کرتی تھیں۔ امام بیہقی اور ابن ماجہ نے ابو نعیم اور امام احمد نے وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے پانی کا بھرا ہوا ڈول حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پانی لیا پھر منہ میں پانی بھر کر اس ڈول میں ڈال دیا۔ پھر ڈول کا پانی اس کنوئیں میں انڈیل دیا تو فَفَاحَ مِنْهُ مِثْلُ رَائِحَةِ مِسْكٍ پھر اس کنوئیں سے ہمیشہ کستوری کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

امام طبرانی نے ضمیرہ بنت مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی بہنوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ دھوپ میں خشک کیا ہو گوشت تناول فرما رہے تھے۔ سرکار نے اسے دانتوں میں چبایا پھر ان سب کو تھوڑا تھوڑا دیدیا۔ جن بچیوں نے حضور ﷺ کا چبایا ہوا گوشت کھایا مرنے تک کبھی ان کے منہ سے بدبو نہیں آئی۔

امام ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا کہ جو بات میں رسول اکرم ﷺ کی سنتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان کلمات طیبات کو حفظ کر لیا کروں لیکن قریش نے مجھے اس بات سے روکا کہ تم ہر چیز لکھتے جاتے ہو۔ حضور ﷺ بشر ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں اور کبھی رضا کی حالت میں گفتگو فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کی بات سن کر لکھنا ترک کر دیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ ماجرا بیان کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ لکھا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، ان لبوں سے حق کے بغیر کچھ

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، کنز العمال

نہیں نکلتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے قصیدہ اطیب النغم میں اپنے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے حسن وجمال کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔(1)

جَمِیْلُ الْمُحَیَّا اَبْیَضُ الْوَجْہِ رَبْعَۃٌ
جَلِیْلُ کَرَادِیْسَ، اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ

"حضور ﷺ کا رخ انور من موہنا ہے۔ اس کی رنگت سفید ہے۔ قد مبارک درمیانہ ہے۔ اور اعضاء کی ہڈیوں پر گوشت ہے اور آپ کے ابرو باریک اور کمان کی طرح طویل ہیں۔"

صَبِیْحٌ مَّلِیْحٌ اَدْعَجُ الْعَیْنِ اَشْکَلُ
فَصِیْحٌ لَّہُ الْاِعْجَامُ لَیْسَ بِشَائِبِ

"حضور ﷺ کا چہرہ مہتاب کی طرح روشن ہے۔ حضور ﷺ کا حسن دل لبھانے والا ہے۔ چشم مازاغ کی سیاہی بہت شدید ہے اور اس کے سفید حصہ میں سرخ ڈوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو از حد پرکشش بنا دیا ہے۔ آپ کے کلام میں ایسی فصاحت وبلاغت ہے کہ اس میں عجمیت کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔"

وَاَحْسَنُ خَلْقِ اللّٰہِ خُلْقًا وَّخِلْقَۃً
وَاَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ

"حضور سرور عالم ﷺ اپنے اخلاق کریمہ اور محاسن جسمانی میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ حسین ودلکش ہیں اور لوگوں کو جب آلام ومصائب کے طوفان گھیر لیتے ہیں تو اس وقت ان کو آپ سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ حضور ﷺ کی دعا اور توجہ سے مصیبت کی گھٹائیں ناپید ہو جاتی ہیں اور رنج والم کے طوفانوں کا رخ پھر جاتا ہے۔"

یوم بدر میں حارثہ بن سراقہ الانصاری شہید ہو گئے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ میدان بدر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف فرما ہو گئے تو ان کی والدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

1۔ حضرت شاہ ولی اللہ "قصیدہ اطیب النغم

ہوئیں۔ عرض کی یارسول اللہ! مجھے حارثہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں، اگر وہ آگ میں ہے تو میں خوب رو کر اپنے دل کے ارمان پورے کرلوں اور مرتے دم تک روتی رہوں اور اگر وہ جنت میں ہے تو میں رونا بند کر دوں۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ام حارثہ! اللہ تعالیٰ کی ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ حضرت ام حارثہ ہنستی ہوئی واپس آئیں کہتی تھیں بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا حَارِثَۃُ اے حارثہ تمہیں مبارک۔ تمہیں مبارک ہو۔

رحمت عالم ﷺ نے ایک برتن منگوایا اس میں پانی ڈالا پھر اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور منہ میں پانی بھر کر اس برتن میں کلی کر دی پھر وہ پانی والا برتن پہلے ام حارثہ کو دیا اس نے پانی پیا پھر اسکی بیٹی کو دیا اس نے اس سے پیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اپنے سینہ پر اس کے چھینٹے ڈال لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر رخصت ہو کر گھر لوٹیں۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ مدینہ طیبہ میں ان دو عورتوں سے زیادہ کوئی خوش نہ تھی۔ اور جس طرح ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں یہ سعادت اور کسی خاتون کو نصیب نہیں ہوئی۔

امام بیہقی نے ایک انصاری سے روایت کیا ہے: ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ جب کھانا رکھا گیا تو حضور ﷺ نے اس کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالا اور اس کو منہ میں چباتے رہے پھر فرمایا یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے۔ چنانچہ اس عورت سے پوچھا گیا تم نے جو گوشت پکایا ہے وہ کہاں سے لیا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں نے اپنی پڑوسن سے بکری لی ہے۔ اس وقت اس کا خاوند موجود نہیں تھا اس کی اجازت کے بغیر یہ بکری اس نے مجھے دی ہے اور میں نے یہ بکری ذبح کر کے گوشت پکایا ہے۔

بزاز اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسِعَ الْفَمِ أَشْنَبَ مُفْلِجَ الْأَسْنَانِ

"سرکار دو عالم ﷺ کا دہان مبارک وسیع تھا۔ دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور دندان مبارک آپس میں بھنچے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"حضور کے سامنے والے دانت بڑے چمکدار تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ

"سرور عالم ﷺ کے دانت بھنچے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔ جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک سے نور کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔"

صاحب المواہب اللدنیہ ابی قرصانہ جندرہ بن خشینہ الکنانی اللیثی الصحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ میں، میری والدہ، میری خالہ، ہم سب نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب ہم رخصت ہوئے تو راستہ میں میری ماں اور میری خالہ نے مجھے کہا۔

يَا بُنَيَّ مَا رَاَيْنَا مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ اَىْ خَلْقًا وَّخُلُقًا لَا اَحْسَنَ وَجْهًا وَّلَا اَنْقَى ثَوْبًا وَّلَا اَلْيَنَ كَلَامًا وَّرَاَيْنَا كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ۔ (1)

"اے بیٹے! ہم نے خلق اور خلق میں کوئی آدمی ان کا ہمسر نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے زیادہ خوبرو، آپ سے زیادہ پاکیزہ لباس والا اور آپ سے زیادہ نرم گفتگو کرنے والا دیکھا ہے۔ جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا گویا منہ مبارک سے نور نکل رہا ہے۔"

لعاب دہن

دوسرے لوگ خواہ کتنے صاف ستھرے ہوں اور بہترین خوشبوؤں سے معطر ہوں لیکن جب وہ تھوکتے ہیں تو دیکھنے والے پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ہسپتالوں، ٹرینوں، بسوں اور تمام عمومی عمارتوں پر یہ جابجا لکھا ہوتا ہے: تھوکیے مت، کیونکہ اس سے

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 205

بیماری پھیلتی ہے اور صاف مقامات غلیظ ہو جاتے ہیں لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کے لعاب دہن کی شان ہی نرالی تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ کی بیمار آنکھوں میں ڈالا تو فوراً شفا ہو گئی۔ اسلام کے مجاہد، ابو جہل کے قاتل کا ایک بازو دشمن کی تلوار لگنے سے کٹ گیا، دوڑتے ہوئے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی بازو لٹک رہا ہے درد ہوتا ہے نگاہ کرم فرمائیں۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی تھوک مبارک کٹے ہوئے بازو پر ڈالی، فوراً زخم مندمل ہو گیا، درد کافور ہو گیا اور لٹکتا ہوا بازو پیوست ہو گیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر تیر لگا تھا۔ ڈھیلا باہر نکل آیا وہ بھی اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر نظر کرم کے ملتجی ہوئے۔ حضور ﷺ نے اس کے ڈھیلے کو لیا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر اس پر لعاب دہن ملا اور وہ چشم زدن میں درست ہو گئی۔ درد بھی ختم ہوا اور اس کی بینائی تندرست آنکھ سے زیادہ تیز ہو گئی۔ اور یہ امتیاز ان کی اولاد میں کئی نسلوں تک باقی رہا کہ قتادہ کی جس آنکھ کو نبی رحمت نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا وہ خوبصورتی اور بینائی میں نمایاں ہوا کرتی تھی۔ لوگ ان کے بچوں کو دیکھ کر سمجھ جایا کرتے تھے کہ حضرت قتادہ کے فرزند ہیں۔ یہ ان کی نسل سے ہیں جن کی آنکھ کا درماں نبی کریم نے اپنے لعاب دہن سے فرمایا تھا۔

امام طبرانی اور بیہقی ام عاصم سے روایت کرتے ہیں، یہ ام عاصم عتبہ بن فرقد کی زوجہ تھیں، وہ فرماتی ہیں عتبہ کی ہم چار بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ ایسی خوشبو استعمال کرے جو ان کی دوسری بیویوں سے زیادہ عمدہ ہو۔ ہم دیکھتیں کہ عتبہ ہمارے خاوند کبھی کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے اسکے باوجود ہم چاروں سے زیادہ ان کے جسم و لباس سے خوشبو اٹھتی تھی۔ جب آپ لوگوں کے پاس جاتے تو سارے کہتے جیسی خوشبو عتبہ استعمال کرتا ہے ایسی ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں۔ آخر ایک روز ہم نے مجبور ہو کر اپنے خاوند سے پوچھا جناب آپ کون سا عطر استعمال کرتے ہیں جو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے۔ انہوں نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتایا کہ عہد نبوت میں میرے جسم پر سرخ سرخ پھنسیاں نکل آئیں۔ میں نے اس کی شکایت اپنے آقا کی بارگاہ میں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اوپر والے کپڑے اتار دو۔ میں کپڑے اتار کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور رانوں پر کپڑا ڈال لیا پھر میرے آقا نے کچھ پڑھا اور اپنی ہتھیلیوں پر پھونک دیا پھر رحمت عالم نے اپنا وہ دست مبارک میرے پیٹ شکم پر پھیرا۔ اسی وقت سے مجھ پر یہ

انعام ہوا کہ بیماری چلی گئی، پھنسیاں درست ہو گئیں اور میرے سارے جسم سے خوشبو کی لپٹیں نکلنے لگیں۔ اس وقت سے اب تک یہی کیفیت ہے اس میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ابن ابی شیبہ امام بغوی اور ابو نعیم حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے والد اسے ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئی تھیں اور بینائی ختم ہو گئی تھی۔ رحمت عالم کے قدموں میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ایک دفعہ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا اس وقت سے میری بینائی سلب ہو گئی اور آنکھیں سفید ہو گئیں۔ رحمت عالم ﷺ نے پھونک ماری جس میں کچھ لعاب دہن کی بھی آمیزش تھی۔ اسی وقت اس کی بینائی لوٹ آئی اور میں نے اپنے باپ کو اسی سال کی عمر میں دیکھا کہ اگرچہ آنکھوں کی سفیدی تو باقی تھی لیکن بینائی اتنی تیز تھی کہ اس پیرانہ سالی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے اپنے اپنے طرق سے خباب بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ میرے دادا خبیب کو کسی لڑائی کے دن سخت ضرب لگی کہ اسکا ایک بازو چر کر نیچے لٹک گیا۔ وہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا چرا ہوا بازو پیش کیا۔ رحمت عالم نے اس پر تھوکا اور دونوں حصوں کو جوڑ دیا۔ وہ ایسا مل گیا گویا چرا ہی نہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ مصطفوی ہسپتال میں اپریشن کرانے کی دیر تھی کہ اسی وقت میرا بازو درست ہو گیا۔ اس چرے ہوئے بازو سے میں نے اپنے اس دشمن پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابو یعلی نے بطریق عبدالرحمٰن بن حارث سند جید سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں ابوذر کی ایک آنکھ کسی دشمن کے تیر سے نکل گئی۔ سرور عالم ﷺ نے اس کے ڈھیلے کو اس کے خانہ میں رکھا، اپنا لعاب دہن اس پر لگا دیا۔ درد فوراً بند ہو گیا اور آنکھ ایسی درست ہوئی کہ دوسری آنکھ سے بہتر دکھائی دیتی تھی۔

ابن عساکر اور اسحاق رملی نے بشیر بن عقربہ الجہنی سے روایت کی کہ جنگ احد میں میرا باپ قتل ہو گیا۔ میں روتا ہوا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ تیری ماں ہو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا تو جہاں آپ کا دست مبارک پھرا وہاں اب تک بڑھاپے میں بھی بال سیاہ ہیں اور باقی سفید۔ میری زبان

میں لکنت تھی حضور ﷺ نے میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا لکنت جاتی رہی۔ پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے میں نے عرض کی بحیر۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بل انت بشیر۔ نہیں تم بشیر ہو۔ اس وقت سے اسی نام سے یہ مشہور ہو گئے۔

بزاز اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا ہم ایک روز جب غزوۂ ذات الرقاع کی طرف جا رہے تھے۔ جب ہم حرہ واقم پر پہنچے تو ایک بدوی عورت اپنے بچے کو لئے حاضر خدمت ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا ہے اس پر جن غالب ہو گیا ہے نظر کرم فرمائیں۔ سرور عالم نے اس بچہ کا منہ کھولا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ دور ہو جا اللہ کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ جملہ تین بار فرمایا پھر اس بدوی عورت کو کہا اپنے بچے کو لے جاؤ کوئی جن اس کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔

جب ہم لوٹ کر آئے تو ہم نے اس عورت سے اس کے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا جب سے رحمت عالم نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا ہے پھر وہ جن کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔

امام بخاری یزید بن ابی عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا سلمہ یہ چوٹ کیسے لگی؟ انہوں نے فرمایا یہ خیبر کے دن مجھے لگی تھی۔ جب مجھے یہ ضرب لگی تو مشہور ہو گیا کہ سلمہ کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ میں اپنے مسیحا نفس آقا کے پاس حاضر ہوا اپنا زخم دکھایا۔ سرور عالم ﷺ نے تین مرتبہ اس زخم پر دم کیا اس کے بعد آج تک مجھے پھر کوئی درد نہیں ہوا۔

امام بیہقی اور ابو نعیم نے عروہ کے واسطہ سے، موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ کو تیس سواروں کے ساتھ جن میں عبد اللہ بن انیس بھی تھا بشر بن رزم یہودی کی طرف بھیجا۔ جب ہماری مڈ بھیڑ ہوئی تو بشر نے عبد اللہ بن انیس پر وار کیا اور ان کو سخت زخمی کر دیا۔ عبد اللہ سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے زخم کے بارے میں التجا کی۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی تھوک مبارک اس کے زخم پر ڈالی اور جب تک وہ زندہ رہا زخم خراب نہ ہوا نہ اس میں پیپ پڑی اور نہ کسی طرح سے ان کو اس کی کبھی تکلیف ہوئی۔

طبرانی نے جرہد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں بائیں ہاتھ سے کھایا کرتا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا۔ میں نے عرض کی میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر پھونکا ایسا کہ آپ کے لب مبارک کی چھینٹے اس پر جا پڑے۔ پڑتے ہی وہ ہاتھ درست ہو گیا اور آخر دم تک اس کا ہاتھ تندرست رہا اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

نسائی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن حاطب نے کہا کہ میں جب بچہ تھا ابلتی ہوئی ہنڈیا مجھ پر آگری جس سے میرا تمام جسم جل گیا۔ میرا باپ فوراً مجھے حضور کریم ﷺ، بیماروں کے طبیب کی خدمت میں اٹھا لایا۔ حضور ﷺ نے میرے بدن پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنا دست مبارک تمام جلی ہوئی جگہ پر مل دیا۔ اور زبان مبارک سے پڑھا اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اے تمام مخلوق کے پروردگار اس کی یہ تکلیف دور فرما۔ میں اسی وقت تندرست ہو گیا گویا مجھے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔

حضور کی قوت سماعت

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ۔ لَیْسَ فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَ مَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبِیْنَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ (1)

”میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں وہ آوازیں سن رہا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چیں چیں کر رہا ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ آسمان پر چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہا ہو۔“

ابو نعیم، حکیم بن خرام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک روز اللہ کا پیارا رسول اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا جو میں سن رہا

1۔ زینی دحلان، ”السیرۃ النبویہ“، جلد 3، صفحہ 202

ہوں کیا وہ تم بھی سن رہے ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ﷺ کیا سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں آسمان کی چیں چیں سن رہا ہوں۔ اس کے باعث آسمان کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ایک بالشت کے برابر بھی کوئی جگہ خالی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کر رہا ہو یا کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر رہا ہو۔

طبرانی نے ابو ایوب سے روایت کیا ہے: رحمت عالم ﷺ نے ابو ایوب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يَآ اَبَا اَيُّوْبَ - اَتَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ - اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْيَهُوْدِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ -

"اے ابو ایوب کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ خود فرمایا جو یہودی قبروں میں سینکڑوں من مٹی کے نیچے دفن ہیں میں ان کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور دار قطنی نے حضرت ابن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا: ہم ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر تھے تو اچانک حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کس کے سلام کا حضور ﷺ نے جواب دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس سے جعفر بن ابی طالب فرشتوں کے ایک انبوہ کے ساتھ گزرے ہیں اور انہوں نے مجھے سلام دیا ہے جس کا میں نے جواب دیا ہے۔

ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے ام المومنین حضرت میمونہ کے حجرہ شریفہ میں رات بسر کی۔ صبح سویرے وضو خانہ میں تشریف لے گئے۔ اچانک حضور ﷺ نے فرمایا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ حضرت ام المومنین حضرت میمونہ نے عرض کی حضور ﷺ کس کو جواب دے رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا بنو خزاعہ جو ہمارے حلیف تھے ان پر بنی بکر اور قریش نے مل کر حملہ کیا اور ان کے بہت سے جوانوں کو قتل کر دیا۔ ان کے راجز نے فریاد کی تھی اور اس کے جواب میں میں نے یہ کلمات کہے۔

گویا حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے کی وہ قوتیں عطا فرمائی تھیں کہ سینکڑوں میل دور سے حضور ﷺ کی جناب میں فریاد رسی کی درخواست کی گئی، حضور ﷺ نے سنا اسی وقت

جواب عطا فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

"جب کوئی شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔"

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ

"میری طرف کسی کے قرب کا سب سے محبوب طریقہ یہ ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کرے جو میں نے اس پر لازم کئے ہیں۔"

مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ۔
وَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِیْ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِیْ۔

"بندہ نوافل کے ذریعے میرے قرب کو حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی قوت سماعت ہو جاتا ہوں میری اس دی ہوئی قوت سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں میری اسی بینائی سے وہ دیکھتا ہے۔"

طبرانی نے ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَکْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

"جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ وہ ایسا دن ہے جب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔"

کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے الا بلغنی صوته حیث کان مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے جہاں کہیں وہ ہے۔

ہم نے عرض کی حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی حضور ﷺ سنیں گے؟ حضور

ﷺ نے فرمایا وفات کے بعد بھی۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ۔

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"

حضور کی زبان مبارک

امام طبرانی اور ابن عساکر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ سرور عالم ﷺ کی ہمراہی میں باہر نکلے۔ جب کچھ راستہ طے کر چکے تو حضور ﷺ نے حسنین کریمین کے رونے کی آواز سنی۔ حضور ﷺ نے سیدہ سے فرمایا میرے بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کی یارسول اللہ پیاسے ہیں۔ حضور ﷺ نے لوگوں میں اعلان کیا: کسی کے پاس پانی ہے؟ لیکن کسی کے پاس سے قطرہ پانی دستیاب نہ ہوا۔ رحمت عالم نے حضرت سیدہ کو فرمایا کہ ایک بچہ مجھے پکڑا دو آپ نے چادر کے نیچے بچہ لے لیا اور سینہ سے لگا لیا۔ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھ دی۔ اس نے جب چوسا تو خاموش ہو گیا پھر ان کے رونے کی آواز نہیں آئی۔ پھر دوسرے کو لیا اس کو سینہ سے لگایا اپنی زبان ان کے منہ میں ڈالی اس نے چوسی وہ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا کہ مالک کے ساتھ مکاتبت کرو چنانچہ چالیس اوقیہ سونا زر کتابت مقرر ہوا۔ ایک روز سرور کائنات ﷺ نے ایک انڈا سونے کا عطا فرمایا کہ اس سے اپنا زر کتابت ادا کرو۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ ایک چھوٹا سا انڈا ہے، اس سے کیسے چالیس اوقیہ سونا ادا کیا جا سکتا ہے؟ سرور عالم ﷺ نے انڈا ان سے لے کر اپنی زبان اس پر پھیری فرمایا جاؤ ادا کرو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی زبان مبارک کے لگنے سے اس میں اتنی برکت ہو گئی کہ چالیس اوقیہ سونا اپنے مالک کو ادا کر دیا اور پھر بھی چالیس اوقیہ ان کے لئے باقی رہا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

"یعنی ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر ان کی قوم کی زبان میں"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکار دو عالم ﷺ کو تمام عالم انسانیت کیلئے ہادی و مرشد بنا کر مبعوث کیا گیا۔ دنیا بھر کی مختلف اقوام کی مختلف زبانیں تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو تمام زبانوں کا ماہر بنا کر بھیجا تھا۔ سرور عالم ﷺ ہر زبان میں اہل زبان سے زیادہ فصیح و بلیغ گفتگو فرمایا کرتے۔ یہاں تک کہ اہل زبان جب حضور ﷺ کو گفتگو کرتے سنتے تو دنگ رہ جاتے۔(1)

ابن عساکر نے محمد بن عبدالرحمٰن الزہری سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ایداللك الرجل امراته، حضور ﷺ نے جواب دیا اِذَا کَانَ مُفْلِجًا حضرت ابو بکر حاضر تھے عرض کی اس نے آپ سے کیا کہا اور حضور ﷺ نے کیا جواب دیا۔ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آدمی اپنی عورت سے قرض اٹھا کر ادائے قرض میں دیر لگادے تو جائز ہے؟ میں نے کہاں ہاں جبکہ مفلس و نادار ہو۔ صدیق اکبر نے عرض کی میں اکثر عرب کے شہروں اور اطراف میں پھرا ہوں بڑے بڑے فصحاء سے ملا ہوں لیکن میں نے حضور ﷺ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے اپنے یار غار کو جواب دیا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ وَنَشَأْنِیْ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ میرے رب نے میری تادیب فرمائی اور بنو سعد قبیلہ میں پروان چڑھا ہوں۔

بنو سعد قبیلہ فصاحت و بلاغت میں تمام قبائل عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

علامہ حلبی شواہد النبوۃ سے نقل کرتے ہیں: جب سلمان فارسی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی گفتگو کو نہ سمجھ سکے۔ حضور ﷺ نے کسی ترجمان کو تلاش کیا۔ ایک یہودی تاجر حاضر کیا گیا کہ یہ فارسی اور عربی دونوں زبانیں جانتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی نے اپنی مادری زبان فارسی میں حضور ﷺ کی مدح و ثنا کی اور یہود کی مذمت کی جس سے یہودی بہت غضبناک ہو گیا اور سلمان فارسی کے کلام میں تحریف کر دی اور کہا کہ سلمان (معاذ اللہ) آپکو گالی دے رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہم کو کیونکر برا کہہ سکتا ہے۔ یہ تو ہماری تعریف کر رہا ہے اور یہودیوں کے حق سے انکار کرنے کی شکایت کر رہا ہے۔ ترجمان نے کہا اگر آپ اس کے کلام کو سمجھ سکتے تھے تو مجھے بلا کر میرا وقت کیوں ضائع

1۔ المواہب اللدنیہ

کیا؟ فرمایا ابھی مجھے جبرئیل نے فارسی سکھائی۔ یہ سن کر یہودی نے کہا اس سے پہلے میں آپ کو برا جانتا تھا لیکن اب مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

حضرت زبیر بن بکار، محمد بن ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے مجاہدین سمیت غزوہ ذی قرد کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزر ہوا جسے التبیان کہا جاتا تھا جو کھاری تھا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا، بل ھو نعمان وھو طیب اس کا نام نعمان ہے اس کا ذائقہ کھاری نہیں بلکہ میٹھا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کا نام بدل دیا۔ حضور ﷺ کے رب نے اس کھاری پانی کو میٹھے پانی میں بدل دیا۔ حضرت طلحہ نے اس کنوئیں کو خریدا اور اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

امام احمد، امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ضماد جو ازد شنوہ کا فرد تھا، مکہ مکرمہ آیا۔ یہ جنات وغیرہ کا دم کیا کرتا تھا۔ مکہ کے احمقوں نے سنا، انہوں نے ضماد کو بتایا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ مجنون ہیں۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں جنون وغیرہ بیماریوں کا دم کیا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے دم سے شفا دے دیتا ہے۔ پس آؤ میں آپ کو دم کروں شاید آپ کی تکلیف دور ہو جائے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

"ضماد نے عرض کی ایک مرتبہ پھر پڑھئے۔ حضور ﷺ نے ان کلمات طیبات کو پھر دہرایا پھر اس کی خواہش پر تیسری بار دہرایا۔ ضماد نے کہا خدا کی قسم! میں نے کئی کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنیں لیکن یہ جو حضور ﷺ سے میں نے سنا، یہ تو ایک بحر ذخار اور دریائے بے پیدا کنار ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

خداوند کریم کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو بصدق دل قبول کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مسلمان ہوا اور وہ جو اس کو لے آئے تھے نادم و حیران ہو کر واپس لوٹ گئے۔"

ابن عساکر نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا۔

میں ایک روز حضرت ابو بکر کے پاس بیٹھا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر اپنی مخلوق کی راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔ کیا تیرا دل چاہتا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے کچھ سنے؟ میں نے کہا بیشک میں ان کے پاس جانے کیلئے تیار ہوں۔ پس حضرت عثمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا عُثْمَانُ اَجِبِ اللّٰهَ اِلَى الْجَنَّةِ فَاِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ وَاِلٰى خَلْقِهٖ۔

"اے عثمان! اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کر اور جنت کا حق دار بن جا، میں تمہاری طرف اور اللہ کی مخلوق کی طرف اس کا رسول ہوں۔"

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اتنا فرمایا تو مجھے یارائے ضبط نہ رہا میں نے فوراً حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن سعد نے حضرت حلیمہ سے روایت کیا ہے: جب حضور ﷺ دو ماہ کے ہوئے تو گھٹنوں کے بل صحن خانہ میں ہر طرف پھرتے۔ تیسرے مہینہ میں آپ پیروں پر کھڑے ہونے لگے۔ چوتھے مہینے میں آپ دیوار کو پکڑ پکڑ کر چلنے لگے۔ پانچویں مہینہ میں آپ چلتے پھرتے۔ آٹھویں ماہ میں آپ پوری طرح کلام کرنا سیکھ گئے اور 9 ماہ کی عمر میں ایسا فصیح و بلیغ بولتے تھے کہ آپ کی قوم کے فصحاء و بلغاء آپ کا کلام سن کر حیران رہ جاتے تھے۔

حضور کی آواز مبارک

کسی آواز کی دو ہی خوبیاں ہوتی ہیں خوش الحان ہو اور بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی آواز میں یہ دونوں خوبیاں رکھی تھیں۔

ابن عساکر حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلَّا بَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ وَبَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اسے خوبرو بنا کر اور خوش آواز بنا کر مبعوث فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کا چہرہ انور بھی بڑا دلکش تھا اور حضور ﷺ کی آواز بھی بڑی شیریں تھی۔"

یہی روایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بھی مروی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شب رحمت عالم ﷺ نے نماز عشاء میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ کی سورت تلاوت فرمائی۔ میں نے آج تک اتنی شیریں آواز کسی کی نہیں سنی تھی۔

طبرانی اور امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب گفتگو فرمایا کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک سے نور کی لہریں بہہ رہی ہیں۔ اور حضور ﷺ کی آواز بہت دور تک سنائی دیتی تھی۔ کسی شخص کی آواز اتنی دور نہیں سنائی دیتی تھی۔

براء بن عازب روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا۔ دور دراز محلوں میں جو خواتین تھیں انہوں نے اپنے پردوں میں حضور ﷺ کا یہ خطبہ سنا۔

ابو نعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ جمعہ کے روز حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، لوگوں کو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ کی آواز عبد اللہ بن رواحہ نے بنی غنم کے محلہ میں سنی جو وہاں سے کافی دور تھا اور اس جگہ بیٹھ گئے۔

حضرت ابن سعد نے عبد الرحمن بن معاذ التیمی جو طلحہ بن عبد اللہ کے عم زاد تھے، کو یہ کہتے سنا: اللہ کے رسول مکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا ہم دور دراز اپنی منازل میں جہاں بھی تھے حضور ﷺ کا یہ خطبہ ہر ایک نے سنا۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں آدھی رات کے وقت کعبہ شریف کے پاس

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 209

نبی رحمت ﷺ قرأت فرمایا کرتے اور میں اپنی چارپائی پر بیٹھ کر حضور ﷺ کی دلنواز قرأت کو سنا کرتی تھی۔(1)

حضور کا ہنسنا

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا - أَيْ ضِحْكًا تَامًّا۔ (2)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی قہقہہ لگاتے نہیں سنا کہ حضور ﷺ کا منہ پورا کھل جائے اور حلق کا گوشت نظر آنے لگے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ایک دن حضور ﷺ ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔اور یہ نادر ہوا کرتا تھا جسے حضرت صدیقہ نے نہیں دیکھا اور ابوہریرہ نے دیکھا۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور کی ہنسی اکثر تبسم ہوا کرتی تھی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں حضور ﷺ کا اکثر معمول یہ تھا کہ حضور ﷺ تبسم فرمایا کرتے۔اور کبھی کبھی ہنسنے کی نوبت بھی آتی تھی لیکن وہ ہنسی بھی قہقہہ سے کم ہوتی تھی۔اور ہنسی سے مکروہ یہ ہے کہ کثرت سے ہنسا جائے کیونکہ یہ وقار کو ختم کر دیتا ہے۔

حضور ﷺ کے جن افعال کی پیروی ضروری ہے وہ ایسے افعال ہیں جن کو حضور ﷺ ہمیشہ کیا کرتے تھے،اور وہ تبسم تھا اور اونچی آواز سے ہنسنا وہ محض بیان جواز کیلئے تھا۔

امام بخاری نے ادب مفرد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ (3)

''کثرت سے ہنسا نہ کرو کیونکہ کثرت سے ہنسا دل کو مار دیا کرتا ہے۔''

1۔زینی دحلان،''السیرۃ النبویہ''،جلد3،صفحہ 210

2۔ایضاً

3۔ایضاً

حضور کا گریہ و فغاں

جس طرح سرکار دو عالم ﷺ ہنستے وقت قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے اسی طرح جب روتے تھے تو آواز بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے اور موسلا دھار بہتے تھے۔ البتہ سینے میں رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضور ﷺ کبھی کسی میت پر ازراہ رحمت اشک فشانی کرتے اور کبھی اپنی امت پر عذاب الٰہی کے خوف سے رویا کرتے اور کبھی قرآن کریم سنتے وقت چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگتے۔ کبھی حالت نماز میں گریہ طاری ہو جاتا۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جمائی لینے سے محفوظ رکھا تھا۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھائی فرماتے ہیں۔

مَا تَثَاءَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ (1)

"حضور ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی۔"

بخاری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی لینے کو ناپسند کرتا ہے۔

حضور کے دست مبارک

حضور ﷺ کے دست مبارک کی یوں توصیف کی گئی۔

حضور ﷺ کی ہتھیلیاں اور انگلیاں جوانمردوں کی طرح موٹی تھیں ان میں درشتی نہ تھی نہ وہ چھوٹی تھیں۔ یہ صفت مردوں کیلئے حسن و جمال ہے اور عورتوں میں یہ قابل مذمت ہے۔ حضور ﷺ کی کلائیاں بھی بڑی فربہ اور طاقتور تھیں۔ حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک روز جابر بن سمرہ کے رخساروں پر بطور انس و شفقت اپنا دست مبارک پھیرا۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی مجھے یوں معلوم ہوا کہ ابھی ابھی یہ دست مبارک عطار کی صندوقچی سے نکلا ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔

"کہ اللہ کے رسول کے ساتھ میں مصافحہ کیا کرتا تھا۔ میری جلد حضور ﷺ کی جلد کو مس کرتی تھی اور میں کافی دیر تک یہ اثر محسوس کرتا رہتا

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 211

تھا۔ اور اس میں کستوری سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔"

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے پکڑایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔

طبرانی مستورد بن شداد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

"میں نبی رحمت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ریشم سے زیادہ گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔"

امام احمد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت سعد جب بیمار ہو گئے تو حضور ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ سعد فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے، سینے اور میرے پیٹ پر پھیرا۔ اب تک یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی خنکی میرے کلیجے کو ٹھنڈا کر رہی ہے۔

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے۔

مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْعَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ اَوْعَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1)

"میں نے آج تک کسی ریشم اور دیباج کو نہیں دیکھا جو حضور ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے آج تک کوئی ایسی خوشبو سونگھی ہے جو حضور ﷺ کی خوشبو اور مہک سے زیادہ پاکیزہ ہو۔"

حضرت ابن سعد عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ آگ میں پھینکنے کو تیار تھے کہ رحمت للعالمین شفیع یوم الدین مطفی نار المفسدین سید المرسلین شفیع المذنبین رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنا دست رحم و شفقت عمار کے سر پر رکھ کر فرمایا اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے تو ابراہیم پر ہوئی تھی اور اسے دکھ نہ دے۔ اے عمار! تیرے مرنے کا وقت یہ نہیں بلکہ ایک اور وقت باغیوں کی جماعت تمہیں قتل کرے گی۔ آپ کا یہ فرمان سن کر آگ سرد ہو گئی۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 212

بعد ازاں عرصہ دراز کے بعد امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شامی باغیوں کے گروہ نے آپ کو قتل کیا۔ اس طرح حضور ﷺ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی۔

امام بیہقی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں۔

"ایک روز آقائے نامدار میرے حجرے میں تشریف لائے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک ڈھال تھی جس پر عقاب کی تمثال بنی تھی۔ حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر رگڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نام و نشان مٹا دیئے۔"

ابن ماجہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے: حضور سرور عالم ﷺ نے جب مجھے یمن بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ میں تو ناتجربہ کار ہوں کچھ جانتا نہیں۔ میں پیچیدہ مقدمات کے فیصلے کیونکر کروں گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنا دست فیض میرے سینہ پر مارا اور دعا کی۔ اے اللہ! اس کے دل کو احقاق حق کی قوت دے اور اس کی زبان پر حق چلا۔ حضرت علی فرماتے ہیں اس وقت سے تادم واپسیں فریقین کے مقدمات کے فیصلہ کرنے میں مجھ سے ذرا بھر کبھی غلطی نہیں ہوئی۔

امام بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے نو گھروں میں یعنی نو امہات المومنین کے پاس کسی کو بھیجا کہ اگر کسی کے گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دے۔ آپ کے پاس آپ کے صحابی تھے مگر کسی گھر سے کچھ نہ ملا۔ اتفاق سے حضور ﷺ کو ایک پٹھوری نظر آئی جو ابھی شیر دار نہیں ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرتے ہی اس کے تھن دودھ سے بھر گئے اور اس کی ٹانگوں کے درمیان نیچے لٹک آئے۔ حضور ﷺ نے لکڑی کا بڑا پیالہ منگوایا پٹھوری کو دوہا اور اپنی نو ازواج مطہرات کو ایک ایک کاسہ دودھ کا بھرا ہوا بھیجا۔ پھر آپ نے حاضرین مجلس کو دودھ سے سیر کیا۔(1)

اس سے پیشتر آپ بیسیوں ایسے واقعات پڑھ چکے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کے چھو دینے سے تھوڑا کھانا ہزاروں کیلئے کافی ہو جایا کرتا تھا۔ تھوڑے پانی کے ساتھ جب حضور ﷺ کا دست مبارک لگتا تھا تو ہزاروں انسان اس سے سیراب ہوتے تھے۔ ہزارہا جانور اس

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین

سے پیاس بجھاتے تھے۔ تمام مسلمان اس سے وضو کرتے لیکن اس قلیل پانی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ یہ دست مبارک بیماروں کو چھوتا تو وہ کلیتہً شفایاب ہو جاتے۔ اس قسم کے بیشمار واقعات آپ پڑھ آئے ہیں اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور ان سینوں پر جب حضور ﷺ ہاتھ رکھا کرتے تھے جہاں کفر و شرک نے ڈیرا جمایا ہوا ہوتا تو ساری نجاستیں اور آلودگیاں دست مبارک کے پھرنے سے کافور ہو جایا کرتی تھیں اور وہ خوش نصیب حضور پر ایمان لانے کی دولت سے مالا مال ہو جایا کرتے تھے۔

ام معبد ایک دفعہ اپنے بیٹے کے ہمراہ مدینہ منورہ میں آئی۔ اچانک اس کے بیٹے کی نظر حضرت صدیق اکبر پر پڑ گئی اس نے آپ کو پہچان لیا۔ اپنی ماں سے کہا یہ وہ شخص ہے جو ایک دفعہ مبارک کے ساتھ ہمارے ہاں ٹھہرا تھا۔ اور جس کی برکت سے ہمارے گھر میں دودھ کی نہر بہنے لگی تھی۔ اس کی والدہ اٹھ کر حضرت ابو بکر کے پاس آئی اور کہا تجھے خدا کی قسم وہ تیرے ساتھ کون تھا جس نے ہمارے خیمہ کے ایک گوشہ میں کھڑی بکری کو دوہ کر ہمیں دودھ پلایا تھا؟ ابو بکر نے کہا تجھے نہیں معلوم؟ وہ بولی نہیں۔ چنانچہ صدیق اکبر نے کہا وہی حضور ﷺ جو تمام جہاں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ بولی مجھے ان کے پاس لے چل۔ حضرت ابو بکر کہتے ہیں میں اس کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا۔ اس نے کچھ پنیر اور جنگلی لوگوں کے تحفے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے اسے کپڑے بنوا دیئے اور کچھ نقدی بھی عنایت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق کہتے ہیں میرا یہی خیال ہے کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھی۔

ابو نعیم نے ابو قرصافہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میرا باپ مر گیا میری ماں اور خالہ زندہ تھیں۔ ہمارے پاس چند ایک بکریاں تھیں جنہیں میں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ اکثر اوقات مجھے تاکید کیا کرتی تھی کہ کبھی اس شخص (محمد) ﷺ کے پاس نہ جانا بلکہ اس کے قریب سے نہ گزرنا کیونکہ اگر تو اس کے قابو آگیا تو وہ تجھے گمراہ کر دے گا۔ لیکن میں جب بکریاں لے کر چراگاہ میں پہنچتا تو بکریوں کو وہیں چھوڑ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور دن بھر حضور ﷺ کے کلام معجز نظام کو سنا کرتا۔ مجھے اس قدر لذت آتی کہ اور کچھ یاد نہ رہتا۔ شام کو بھوکی بکریاں گھر لے آتا۔ میری خالہ پوچھا کرتی کہ تمہیں کیا ہوا تو انہیں لے جا کر کیا کرتا ہے یہ خالی پیٹ رہتی ہیں اور دن بدن لاغر ہوتی جاتی ہیں۔

میں کہتا مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا۔ اسی طرح دو روز اس نے بکریوں کو دیکھا اور مجھے خوب ڈانٹا کہ تو کہاں رہتا ہے یہ کیوں بھوکی رہتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تو چراتا نہیں۔

تیسرا دن ہوا تو حسب معمول حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا اور ساتھ ہی یہ شکایت کر دی کہ میری خالہ مجھے آپ کے پاس آنے سے منع کرتی ہے کیونکہ میں تمام دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں اور بکریاں کہیں بیٹھی رہتی ہیں۔ خالہ یہ دیکھ کر بہت خفا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا جا اپنی بکریاں میرے پاس لے آ۔ میں ہانک کر انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لایا۔ حضور ﷺ نے ان کے پٹھوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کے تھنوں کو بھی ہاتھ لگایا اور دعائے برکت کی۔ ان کے تھن فوراً دودھ سے بھر آئے اور گوشت وچربی سے فربہ ہو گئیں۔

جب انہیں گھر لے کر آیا تو میری خالہ نے کہا ہاں اس طرح چرایا کر اور جہاں آج چراتا رہا ہے ہر روز وہاں لے جایا کر۔ میں نے کہا خالہ جی آج کسی اور جگہ نہیں چریں اور نہ ان کو چراتا رہا ہوں یہ اس شخص کی برکت ہے جس کے پاس سے گزرنے سے تم منع کرتی ہو۔ اگر تم کہتی ہو تو اس کے پاس جایا کروں کہتی ہو تو نہ جایا کروں۔ اس کو کہہ آؤں گا کہ اپنی برکت واپس لے لے خالہ نہیں چاہتی۔ یہ سن کر بولی نہیں بچہ کیوں نہیں چاہتی اس کے پاس ضرور جایا کر۔ جو وہ کہے اسے غور سے سنا کر بہت برکت والا اور ہدایت والا آدمی ہے میرا دل کہتا ہے وہ سچا ہے۔ پھر وہ اور میری ماں دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئیں۔

جب ہم آپ کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری ماں اور خالہ کہتی تھیں کہ ہم نے کسی کو آپ سے زیادہ خوبصورت، خوش لباس اور نرم کلام نہیں دیکھا۔ آپ کے منہ سے گفتگو کے وقت نور نکلتا ہے۔

ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بیہقی نے بطریق الباء بن احمر ابو زید انصاری سے روایت کیا ہے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو زید کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی الٰہی! اس کو حسن وجمال عطا فرما۔ وہ ایک سو سال سے زائد زندہ رہے لیکن سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے اور چہرہ پر کوئی شکن نہ تھا۔ صاف اور روشن چہرہ جیسے نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ (1)

1۔ ترمذی، (دہلی)، جلد 2، صفحہ 204

فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔ ان کی اذان سن کر بعض قریش تمسخر کرنے لگے۔ ان کی آواز کی نقل اتارنے لگے۔ ان میں ایک نوجوان بھی تھا جس کا نام محذورہ تھا۔ اس کی آواز حضور ﷺ کو پسند آئی۔ جب اس نے ازراہ تمسخر بلال کی نقل اتاری تو اسے حضور ﷺ کے حکم سے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے سمجھا کہ میں نے گستاخی کی ہے مجھے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ وہ کہتا ہے: رحمت عالم ﷺ نے میری پیشانی پر اپنا دست مبارک پھیرا تو حضور ﷺ کے دست مبارک پھیرنے سے میرا دل ایمان و یقین سے لبریز ہو گیا۔ میں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے اسے خود اذان کے کلمات یاد کرائے اور اسے حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں اذان دیا کرے۔ اس وقت ان کی عمر چھبیس سال تھی اور ان کی اولاد بعد میں بطور وراثت کے مکہ مکرمہ میں اذان کی سعادت حاصل کرتی رہی۔

ابن سعد اور بیہقی نے بطریق ثابت بن قیس، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ام سلیم کا ایک لڑکا ابو طلحہ سے تھا۔ وہ کسی کام گئے تھے ان کی غیر حاضری میں وہ لڑکا مر گیا۔ ابو طلحہ جب گھر آئے پوچھا لڑکے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا اب وہ آرام سے ہے۔ یہ کہہ کر ابو طلحہ کے آگے کھانا رکھا جب کھانے سے فارغ ہوئے آپ کے لئے بستر بچھایا۔ رات ابو طلحہ نے اپنی اہلیہ سے خوشدلی سے گزاری۔ صبح جب بیدار ہوئے تو ام سلیم نے کہا اگر کوئی شخص اپنی امانت تجھ سے مانگے تو کیا تو اسے نہ دے گا اور دے کر پھر پچھتائے گا غم کرے گا؟ کہا نہیں۔ کہا تیرا لڑکا خداوند کریم نے امانت دے کر واپس لے لی۔ پھر ابو طلحہ نے یہ سارا ماجرا حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خداوند کریم تمہاری آج کی رات کو تمہارے لئے بابرکت کرے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے ان کو لڑکا عطا فرمایا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ لڑکا اپنے وقت میں سب سے زیادہ نیک تھا اور انصار میں اس سے زیادہ کوئی عابد نہ تھا۔ جب پیدا ہوا تو اس کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اس کا نام عبداللہ رکھا جب تک زندہ رہا آپ کے دست مبارک پھیرنے کی جگہ بہت روشن اور نورانی نظر آتی تھی۔

بخاری نے تاریخ میں اور بغوی اور ابن مندہ نے بطریق صاحب بن علاء بن بشر اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ بشر بن معاویہ سے روایت کیا: وہ کہتے ہیں میں اپنے باپ معاویہ بن ثور کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ راوی کہتا ہے جہاں حضور ﷺ کا دست مبارک پھرا تھا وہ جگہ بڑی چمکیلی اور روشن تھی۔ اور جب بھی وہ کسی بیمار چیز پر ہاتھ پھیرتا اسے شفا ہو جاتی تھی۔

واقدی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے عرباض بن ساریہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں جنگ تبوک میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک رات حضور ﷺ نے بلال سے پوچھا اس وقت کے کھانے کو کچھ ہے۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی حق و پیکر رحمت بنا کر بھیجا ہے ہم تو کب سے اپنے توشہ دان خالی کئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنی تھلیاں جھاڑو۔ شاید کچھ نکل آئے۔ آخر چند ایک کو جھاڑ کر کسی سے ایک کسی سے دو، کل سات کھجوریں ملیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک دستر خوان پر اسے پھیلا دیا اور اپنا دست مبارک ان پر رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم تین تھے حضور ﷺ کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھا رہے تھے۔ میں نے سیر ہو کر اپنی گٹھلیوں کو شمار کیا تو چوّن تھیں۔ اسی طرح دوسرے دو ساتھیوں نے بھی مجھ سے کم زیادہ کھائیں۔ جب ہم سیر ہو کر پیچھے ہٹے تو ساتوں کھجوریں بدستور موجود تھیں۔ حضور ﷺ نے بلال کو فرمایا ان کو سنبھال کر رکھو پھر کام آئیں گی۔ جب دن چڑھا اور کھانے کا وقت ہوا تو سرورِ عالم ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ وہ یہ سات کھجوریں لے آئے۔ حضور ﷺ نے دستر خوان پر رکھیں اور اپنا دست مبارک ان پر رکھ دیا۔ فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اس وقت دس آدمی حاضر تھے۔ جب سیر ہو گئے کھجوریں ویسی کی ویسی موجود پائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم نہ آتی تو یہی سات کھجوریں واپس مدینہ پہنچنے تک ہمارے لئے کافی ہوتیں۔ پھر حضور ﷺ نے کھجوریں ایک لڑکے کو عطا فرمائیں جو اس نے کھالیں۔

بیہقی اور ابو نعیم نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر تھا۔ اچانک سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہا السلام تشریف لائیں اور

حضور ﷺ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں۔ رحمت عالم نے ان کی طرف دیکھا تو آپ کا چہرہ پیہم فاقہ کشی سے زرد ہو چکا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھایا اور فاطمہ زہرا کے سینہ مبارک پر رکھ دیا جہاں بار ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ اَشْبِعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"اے بھوکوں کو سیر کرنے والے۔ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی لخت جگر فاطمہ کو بھی سیر کر دے۔"

عمران کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ اسی وقت آپ پر شادابی کے آثار نظر آنے لگے اور چہرہ کی زردی کافور ہو گئی۔ اس کے بعد بھی کئی دفعہ مخدومہ عالم کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت ہوئی آپ فرمایا کرتیں۔

اے عمران اس دن کے بعد میں کبھی بھوکی نہیں ہوئی۔

بیہقی کہتے ہیں کہ عمران نے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے حضرت سیدہ کو دیکھا تھا۔

امام بخاری اور مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جب سرکار دو عالم ﷺ کی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو میری والدہ ام سلیم نے کھجوریں گھی اور پنیر ملا کر ایک حلوہ پکایا جس کو حیس کہتے ہیں، اسے ایک بڑے پیالہ میں رکھا اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ کھانا لے کر جاؤں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں۔ نیز مجھے یہ بھی ہدایت کی کہ یہ بھی عرض کرنا کہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ کھانا بھیجا ہے، وہ حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں۔ اور یہ بھی عرض کرتی ہیں کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہم غلاموں کی طرف سے اے اللہ کے رسول قبول فرمائیں۔

چنانچہ میں وہ کھانا لے کر حاضر ہوا۔ آقا نے فرمایا اسے رکھ دو اور چند آدمیوں کا نام لے کر فرمایا انہیں بلاؤ۔ جتنے لوگ راستہ میں ملیں ان کو بھی بلا لاؤ۔ تعمیل ارشاد میں میں گیا۔ جن کے نام حضور ﷺ نے ذکر کئے تھے اور جو مجھے راستہ میں ملے ان سب کو میں نے آقا علیہ السلام کی طرف سے دعوت دی۔ جب میں واپس آیا تو مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ انس سے پوچھا گیا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا تین سو کے قریب۔ پھر میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنا بابرکت ہاتھ اس حلوے پر رکھا اور جتنا اللہ

تعالیٰ نے چاہا کچھ پڑھا پھر حضور ﷺ نے دس دس کو بلانا شروع کیا۔ پہلے دس آتے کھا کر چلے جاتے پھر دوسرے دس آتے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مہمان سیر ہو کر کھا چکے۔ جس وقت ایک ٹولی بیٹھتی تھی حضور ﷺ ان کو ہدایت فرماتے اُذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ وَلْیَأْکُلْ کُلُّ رَجُلٍ مِّمَّا یَلِیْہِ۔ اللہ تعالیٰ کا نام لو اور ہر شخص اپنے سامنے والا کھانا کھائے۔ جب سب کھانا کھا چکے تو سرور عالم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا اے انس! دستر خوان اٹھالے۔ جب میں نے کھانے والا برتن اٹھایا تو میں یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ جب مہمانوں کے کھانے سے پہلے میں نے یہ برتن رکھا تھا اس وقت حلوہ زیادہ تھا یا اب جبکہ سینکڑوں آدمی خوب سیر ہو کر چلے گئے ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھے اسامہ بن زید اللیثی نے داؤد بن حصین سے اور انہوں نے بنی عبد الاشہل کے چند مردوں سے روایت کیا ہے کہ مسلمہ بن اسلم بن حریش۔ غزوۂ بدر کے وقت کفار و مشرکین سے مصروف پیکار تھے، اچانک آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اب ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا جس سے وہ کفار سے جنگ کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کھجور کے درخت کی ٹہنی جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی اسے عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ وہ دشمن پر حملہ کرتا تھا وہ اس طرح ان کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہی تھی جس طرح کوئی اعلیٰ قسم کی تلوار۔ حضرت مسلمہ فرماتے ہیں یہ تلوار ہمیشہ میرے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ کی قیادت میں جسر کا معرکہ ہوا۔ اس وقت یہ خود بھی شرف شہادت سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ تلوار کدھر گئی۔

اسی طرح جنگ احد میں سرور عالم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو کھجور کی ٹہنی اپنے دست مبارک سے عطا فرمائی تو وہ بھی بہترین تلوار کی طرح دشمن کے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہی۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں لکھا ہے کہ ہلب بن یزید بن عدی ایک وفد کے ہمراہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ یہ گنجے تھے ان کے سر پر کوئی بال نہ تھا۔ سرور عالم نے اپنا دست مبارک ان کے گنجے سر پر پھیرا تو فوراً بال اگ آئے۔ اسی وجہ سے ان کا نام ہلب مشہور ہو گیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ زیاد بن مالک ایک وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ اور اوپر سے پھیرتے پھیرتے اس کی ناک تک لے گئے۔ اس بات کی برکت سے وہ اپنے قبیلہ بنو ہلال میں بابرکت مشہور ہو گیا۔

ابو رافع یہودی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دن رات سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس کی دل آزاریوں سے تنگ آکر رحمت عالم ﷺ نے چند انصار کو روانہ کیا کہ اس کا کام تمام کردیں۔ اس وفد کے سردار عبداللہ بن عتیک تھے انہوں نے جاکر اسے واصل جہنم کیا۔ واپسی پر سیڑھیوں پر سے ان کا پاؤں پھسلا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنی پگڑی سے اس ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو مضبوطی سے باندھ دیا پھر سرور کائنات علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی پنڈلی کے بارے میں عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں آگے کرو۔ آگے کیا تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا فوراً تندرست ہو گئی گویا انہیں خراش تک نہ آئی تھی۔

حضور کی انگشتان مبارک (انگلیاں مبارک)

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کسی پانی کے کنارے پر تھے۔ وہاں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ آنکلا اور حضور ﷺ کا نام لے کر کہا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو جو پانی کے سامنے کے کنارے پر پڑا ہے بلائیے کہ وہ ہماری طرف پانی پر تیرتا چلا آئے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی وہ اپنی جگہ سے پانی پر تیرتا ہوا حضور ﷺ کے آگے آرہا اور بزبان فصیح، اللہ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ حضور ﷺ نے عکرمہ سے پوچھا اب مطمئن ہو گئے ہو؟ کہنے لگا اگر یہ پتھر تیرتا ہوا اپنی جگہ پر پہنچ جائے تو پھر مان لوں گا۔

امام بیہقی ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ بنی لیث قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام فراس بن عمرو تھا اس کو سخت سر درد ہوا کرتا تھا۔ اس کا باپ اسے حضور کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کی آنکھوں کی جلد کو پکڑا اور کھینچا۔ اس کا سر درد کافور ہو گیا اور جہاں حضور ﷺ کی انگلیوں نے اس کے چمڑے کو چھوا تھا وہاں بال اگ آئے۔

پھر جب خارجیوں نے سیدنا علی مرتضیٰ کے مقابلہ کا قصد کیا تو اس شخص نے ارادہ کیا کہ خارجیوں کے لشکر میں شامل ہو کر امام برحق سے جنگ کرے۔ اس کے باپ نے اسے کمرے میں بند کر دیا۔ اس حالت میں جو بال اگے تھے وہ گر گئے اور درد سر شدت سے ہونے لگا باپ نے اسے جھڑکا اور اس نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سر درد کو دور کر دیا اور اس کے بال جو گرے تھے وہ پھر اگ آئے۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی تینوں حالتیں دیکھی ہیں۔

امام بیہقی محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں: بارگاہ رسالت میں ایک شخص کو لایا گیا جس کے پاؤں میں پھوڑا نکلا ہوا تھا۔ تمام اطباء سے علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے جب اسے لایا گیا تو حضور ﷺ نے اپنی انگلی اپنے لعاب دہن پر رکھی پھر اس انگلی کو زمین پر رکھا پھر اسے اٹھایا پھر اس کو اس پھوڑے پر رکھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی پڑھا بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ رِيْقُ بَعْضِنَا بِتُرْبَةِ اَرْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

"اے اللہ تعالیٰ تیرے نام کی برکت سے ہم میں سے بعض کی تھوک جب وہ زمین پر پڑتی ہے تاکہ اپنے رب کی اجازت سے ہمارے بیماروں کیلئے نسخہ شفا ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی"۔

حضور کی ہتھیلی مبارک

امام بخاری شعبہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔

میں نے ابوحجیفہ سے سنا انہوں نے کہا ایک روز دوپہر کے وقت رحمت عالم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے نکل کر بطحاء میں گئے۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا ظہر کی دو رکعت ادا فرمائی، حضور ﷺ کے سامنے نیزے کا سترہ رکھا تھا تاکہ لوگ اس کے پیچھے سے گزریں۔ سرکار دو عالم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سارے لوگ کھڑے ہو گئے۔ وہ حضور ﷺ کے دونوں دست مبارک پکڑتے اور چہرے پر ملتے۔ میں نے بھی حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور چہرے پر ملا۔ اس چلچلاتی دھوپ اور شدید گرمی میں دست مبارک برف کی طرح ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام احمد اور بزاز نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے: ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک لڑکا حاضر ہوا اس نے کہا میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں میں اور میری بہن دونوں یتیم ہیں، دونوں کی ماں بیوہ ہے۔ مہربانی فرما کر ہمارے کھانے کیلئے کچھ عنایت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس سے کھلائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے گھروں میں سے کسی گھر پر جا کر سوال کرو جس گھر سے کچھ ملے وہ ہمارے پاس لاؤ۔ وہ گیا اور اکیس عدد کھجور لے آیا اور حضور ﷺ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے ان کھجوروں کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ کھجوروں کو دم کرنے کے بعد فرمایا انہیں لے جا کر سات خود لے لے اور سات اپنی بہن کو دے اور سات اپنی ماں کو پیش کر دے۔ تم تینوں روزانہ ایک ایک کھجور کھانا تو یہ کھجوریں تمہیں ایک ہفتہ کیلئے کافی ہوں گی۔

بیہقی نے ابن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر میں سرکار دو عالم ﷺ نے شق کے قلعوں پر حملہ کیا تو وہ ایک قلعہ میں جمع ہو گئے، دروازے بند کر دیئے اور بڑی قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ ان کے تیر اندازوں کے تیر حضور ﷺ کے لباس مبارک میں پیوست ہوتے رہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھری اور ان کے قلعے پر پھینکی۔ اسی وقت قلعہ لرزنے لگا اور زمین میں دھنسنے لگا یہاں تک کہ اسلام کے مجاہدین وہاں پہنچ گئے اور اس قلعہ میں جو یہودی تھے ان کو پکڑ لیا۔

امام احمد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس کے واسطہ سے حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا: آپ نے فرمایا ایک روز مشرکین قریش حجر میں اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ جب محمد (فداہ امی وابی) ہمارے پاس سے گزرے تو ہر شخص اسے ایک ایک ضرب لگائے۔ حضرت سیدہ فرماتی ہیں میں نے ان کی سازش کو سنا اور اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ کو جا کر اطلاع دی۔ میں نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری بات بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے میری نور نظر خاموش رہو! پھر آپ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب ان مشرکین نے حضور ﷺ کو دیکھا کہنے لگے قَالُوْا هَا هُوَذَا یہ تو وہی ہے جس کے بارے میں ہم مشورہ کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں انہوں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ ان کی ٹھوڑیاں جھک گئیں اور سینے کے ساتھ

جالگیں اور انہیں محسوس ہوا جیسے کسی نے ان کو اپنی نشستوں کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔ حضور ﷺ کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی نہ کسی کو جرات ہوئی کہ کوئی حضور ﷺ کی طرف جائے۔

حضور ﷺ تشریف لائے جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں کھڑے ہو گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھری اور ان کی طرف پھینک دی زبان سے فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ جس کسی کو بھی اس مٹی سے کچھ کنکری لگی وہ میدان بدر میں قتل کر دیا گیا۔

حضور کے ناخن مبارک

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز سرور کائنات ﷺ نے اپنے ناخن کٹوائے اور اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیئے۔

حضور کے دوش مبارک

بزاز اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب کبھی رسول اللہ ﷺ اپنے کندھوں سے چادر اتار دیتے تو یوں معلوم ہوتا کہ یہ کندھے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔

حاکم نے سیدنا علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اکرم ﷺ مجھے ساتھ لائے جب ہم کعبہ میں پہنچے تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ رحمت عالم ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے اور حکم دیا، اٹھو۔ میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے محسوس کر لیا کہ یہ بوجھ میرے لئے بہت گراں ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھا۔ حضور ﷺ اتر آئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا میرے کندھے پر سوار ہو۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے میں نے ایسا ہی کیا پھر حضور ﷺ مجھے لے کر اٹھے مجھے یوں محسوس ہوا اگر چاہتا تو آسمان کے کناروں کو پالیتا۔

امام رازی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ایک روز ابو جہل نے ارادہ کیا کہ اب جب حضور ﷺ حرم میں آئیں گے تو میں حضور ﷺ کو پتھر ماروں گا۔ جب ابو جہل اس مذموم ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اٹھا اور آپ کے قریب آیا تو بڑے بڑے اژدھا حضور ﷺ

کے کندھوں پر منہ کھولے ہوئے دیکھے جو اس پر ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہیں۔ وہ ڈر کر وہاں سے بھاگا پھر تمام عمر اس نے کبھی ایسی جرات نہ کی۔

آپ کی بغل مبارک

امام بخاری، مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ میں نے دعا مانگتے ہوئے حضور ﷺ کو اپنے دست مبارک اٹھائے ہوئے دیکھا مجھے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

حضور ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے تو حضور ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضور ﷺ کی بغلوں کی رنگت سیاہی مائل نہ تھی بلکہ سفید براق تھی۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں جب ماعز کو رجم کیا جارہا تھا تو میں خوف سے کھڑا نہ رہ سکا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا۔ اس وقت حضور ﷺ کی مبارک بغلوں سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اور ان سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔

حضور کے بازو مبارک

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے: مکہ مکرمہ میں ایک شخص تھا جس کا نام رکانہ تھا۔ اس کا شمار سب سے زیادہ طاقتور لوگوں میں ہوتا تھا لیکن وہ مشرک تھا اور وادی اضم میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز نبی کریم ﷺ مکہ سے نکلے اور اس وادی کی طرف تشریف لے گئے۔ راستے میں رکانہ سے ملاقات ہوگئی۔ حضور ﷺ اس وقت اکیلے تھے۔ رکانہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمیں ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو عزیز و حکیم ہے؟ پھر اس نے کہا اگر میرے اور آپ کے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو میں آپ سے اس وقت تک بات نہ کرتا جب تک کہ آپ کو قتل نہ کر دیتا۔ اب آپ میرے قابو میں ہیں اپنے خدا کو جو عزیز و حکیم ہے اسے بلائیے وہ آپ کو مجھ سے نجات دلائے۔

پھر رکانہ نے کہا میں آج آپ کے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ

سے کشتی لڑوں اور آپ اپنے اللہ کو جو عزیز و حکیم ہے، پکاریں کہ میرے مقابلے میں آپ کی امداد کرے اور میں اپنے خداؤں لات و عزیٰ کو پکاروں گا۔ اگر آپ مجھے گرادیں تو میری بکریوں سے دس بکریاں چن لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھ سے کشتی لڑنے کیلئے تیار ہوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جھٹکا دیا، چشم زدن میں وہ چاروں شانے چت زمین پر آرہا۔ اور حضور ﷺ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ رکانہ نے کہا میرے سینہ سے اٹھیے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خدا، جو عزیز حکیم ہے، کا کمال ہے۔ میرے خداؤں لات و عزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔ آج تک کسی نے میری پشت نہیں لگائی تھی پھر رکانہ بولا۔ ایک مرتبہ اور آپ مجھ سے کشتی لڑیں، اگر آپ پھر بھی مجھے گرادیں تو میرے ریوڑ سے دس بکریاں چن لیں۔ دونوں کشتی کیلئے تیار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے خداوند عزیز و حکیم کو مدد کیلئے پکارا۔ اس نے اپنے لات و عزیٰ کو مدد کیلئے پکارا۔ لیکن رحمت عالم ﷺ نے اسے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رکانہ پھر کہنے لگا اٹھیے یہ آپ کا کمال نہیں ہے آپ کے رب کا کمال ہے۔ اس نے آپ کی مدد کی لیکن میرے خداؤں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ رکانہ پھر کہنے لگا کہ ایک مرتبہ پھر آیئے اگر اس دفعہ آپ پھر گرالیں تو میرے ریوڑ سے دس مزید بکریاں چن لیں۔ تیسری بار بھی حضور ﷺ نے جھٹکا دیا اور وہ زمین پر چت گر پڑا۔ کہنے لگا یہ آپ کا کمال نہیں بلکہ آپ کے رب کا کمال ہے جو عزیز و حکیم ہے مجھے میرے خداؤں لات و عزیٰ نے رسوا کیا ہے۔

حسب وعدہ آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں چن لیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا رکانہ مجھے تیری بکریوں کی ضرورت نہیں یہ اپنے پاس رکھ۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ تجھے آتش جہنم میں جھونک دیا جائے۔ رکانہ اسلام قبول کر لے، عذاب جہنم سے بچ جائے گا۔ کہنے لگا جب تک آپ مجھے کوئی نشانی نہ دکھائیں میں آپ کی دعوت کو قبول نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں تجھے نشانی دکھادوں تو کیا تو میری دعوت کو قبول کر لے گا؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور ﷺ کے نزدیک ہی ایک بیری کا درخت تھا جس کی شاخیں اور ٹہنیاں دور دور تک پھیلی تھیں۔ سرور عالم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اسے فرمایا اَقْبِلِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے اذن سے میرے پاس آجا۔ اسی وقت اس کے دو

حصے ہو گئے ایک نصف اپنی ٹہنیوں شاخوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ رکانہ کہنے لگا بیشک آپ نے بہت بڑی نشانی دکھائی ہے لیکن اب آپ اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے تب مانوں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ درخت اپنی شاخوں سمیت واپس چلا گیا اور جو نصف وہاں نصب تھا اس کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا رکانہ حسب وعدہ اب اسلام قبول کرو اور عذاب الٰہی سے بچ جاؤ لیکن رکانہ نے کہا مجھے اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ تیرا خدا سچا ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے لیکن اسلام قبول کرنے سے میرا نفس جھجک رہا ہے کیونکہ مجھے خوف ہے اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے جہاں جہاں سنیں گے کہیں گے رکانہ نے کشتی میں گر کر اسلام قبول کیا ہے۔ وہ کہنے لگا آپ میرے ریوڑ سے تمیں بکریاں لے جائیں۔ جن کا وعدہ کر چکا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے ان بکریوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے میری خواہش ہے کہ لوگ اپنے خالق حقیقی پر ایمان لائیں اور تمام باطل خداؤں کی عبادت ترک کر کے اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے سربسجود ہوں۔ یہ کہہ کر حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم حضور ﷺ کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے کسی نے بتایا کہ حضور ﷺ تو وادی اضم تشریف لے گئے ہیں۔ ادھر روانہ ہوئے اور جنگل کے کنارے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب ناگہاں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں دونوں دوڑ کر اپنے آقا کی پیشوائی کیلئے بڑھے۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ آپ اکیلے اس جنگل کی طرف کیوں چلے گئے۔ حضور ﷺ جانتے ہیں یہاں ایک مشہور پہلوان رکانہ کا قبضہ ہے۔ بڑا طاقتور بھی ہے اور آپ کا دشمن بھی۔ حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ان خدشات کو سن کر ہنس پڑے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور اس کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ وہ خود میری حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ رکانہ کی کیا مجال تھی کہ میرے سامنے اف بھی کر سکتا۔

حضور ﷺ نے رکانہ سے کشتی کا ماجرا بیان کیا یہ سن کر حضور ﷺ کے دونوں جاں نثاروں کی خوشی کی حد نہ رہی۔

بعض علماء سیرت نے روایت کیا ہے کہ رکانہ کے بیٹے محمد نے بتایا کہ رکانہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اسی طرح حاکم نے مستدرک میں اور سہیلی اور بیہقی نے ابوالاسود جمحی سے کشتی لڑنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بھی بڑا طاقتور پہلوان تھا جس کو آج تک کسی نے گرایا نہیں تھا۔ وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہوتا اور دس طاقتور آدمی اس کو کھینچتے تاکہ اس کے قدموں سے اس چمڑے کو نکال لیں لیکن وہ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا لیکن وہ ابوالاسود سر مو اپنی جگہ سے نہ سرکتا تھا۔

اس نے کہا کہ اگر مجھے آپ گرادیں تو میں ایمان لاؤں گا۔ سرورِ عالم ﷺ نے چشم زدن میں اس کو چت گرادیا لیکن اس کی بدبختی تھی کہ اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

حضور ﷺ کی کلائی مبارک

ابویعلی اور طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر یہ سب حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں حضور ﷺ سے امداد کا خواستگار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے ایسے کرو ایک شیشی لو جس کا منہ فراخ ہو اور ایک ٹہنی کاٹ کر لاؤ۔ پس وہ لے کر حاضر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ کی کلائی پر پسینے کے قطرے نمودار تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے پسینے کے قطرے انگلی سے نچوڑ کر اس شیشی میں ٹپکا دیئے جس سے وہ بھر گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ لے جاؤ اپنی بیٹی کو جا کر دو اور اسے کہو جس وقت اس نے خوشبو لگانی ہو تو اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈال کر نکال لے اور جو نمی اس کے ساتھ لگے اس سے اپنے آپ کو معطر کر لے وہ پسینہ اس قدر خوشبودار تھا کہ جب بھی وہ ملا کرتی تو تمام مدینہ کی فضا اس کی خوشبو سے معطر ہو جاتی۔ لوگوں نے اس گھر کا نام بیت مطیبین رکھ دیا "خوشبو والوں کا گھر"

امام مسلم نے حضرت ابی برزہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہاد میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا لشکر اسلام سے کچھ لوگ مفقود تو نہیں؟ صحابہ نے عرض کی فلاں فلاں نظر نہیں آرہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں تلاش کرو۔ جب وہ سب کو تلاش کر کے اکٹھا

کر کے لائے فرمایا کوئی اور تو غائب نہیں؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ سب کی لاشیں مل گئیں ہیں اب کوئی مفقود نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تو جلیبیب کو نہیں دیکھ رہا اس کو تلاش کرو۔ صحابہ اس کی تلاش میں نکلے جہاں سات کافروں کے لاشے تھے وہاں قریب ہی جلیبیب کی لاش تھی جس نے پہلے ان سات کو قتل کیا پھر اس کو کسی مشرک نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ اس کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی کلائیوں پر اٹھالیا اور فرمایا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ سرکار نے اس وقت تک اپنے غلام کو اپنی کلائیوں پر اٹھائے رکھا جب تک ان کی قبر تیار نہ ہوگئی پھر جب قبر تیار ہو گئی تو حضور ﷺ نے خود اپنے جاں نثار مجاہد کو اپنے دست مبارک سے لحد میں سلادیا۔

حضور کی گردن مبارک

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابو جہل نے چند اشخاص سے کہا کہ محمد (فداہ ابی وامی) تمہارے سامنے آکر اپنا منہ اور ماتھا زمین پر رگڑتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ابو جہل بولا مجھے لات وعزیٰ کی قسم اگر میں اسے ایسا کرتا دیکھ لوں گا تو میں اپنے قدموں سے اس کی گردن لتاڑ دوں گا اس کا منہ خاک میں ملا دوں گا۔ ایک روز وہ آیا۔ سرور عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ اپنے مذموم ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس طرف آیا جہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے لیکن جب قریب پہنچا تو پیچھے منہ کر کے بھاگنا شروع کر دیا۔ لوگ اس کی اس حالت کو دیکھ کر از حد متعجب ہوئے۔ اس سے پوچھا ابو جہل تجھے کیا ہوا کہ جب حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو تو منہ پھیر کر وہاں سے بھاگ نکلا؟ اس نے کہا میں نے جب قریب پہنچ کر آپ کی گردن پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا میرے اور آپ کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے۔ مجھے یقین ہو گیا اگر میں آگے بڑھا تو اس آگ کی خندق میں گر پڑوں گا اس لئے واپس بھاگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کی یہ بات سنی تو فرمایا اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کا جوڑ جوڑ الگ کر کے آگ کی گھاٹی میں پھینک دیتے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ

حضور کا سینہ مبارک

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے سینہ مبارک کی خود تعریف فرمائی ہے ارشاد الٰہی ہے۔
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا یعنی کر دیا ہے)

علامہ راغب اصفہانی الشرح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَصْلُ الشَّرْحِ: بَسْطُ اللَّحْمِ وَنَحْوُهٗ يُقَالُ شَرَحْتُ اللَّحْمَ وَشَرَحْتُهٗ وَمِنْهُ شَرْحُ الصَّدْرِ۔ اَیْ بَسْطُهٗ بِنُوْرٍ اِلٰهِيٍّ وَّسَكِيْنَةٍ مِّنْ جِهَةِ اللّٰهِ وَرَوْحٍ مِّنْهُ (1)

"گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں۔
اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الٰہی سے سینہ کا کشادہ ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طمانیت کا حاصل ہو جانا اور اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہو جانا۔"

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔
اَلشَّرْحُ اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کیلئے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں۔

قَدْ يُرَادُ بِهٖ تَاْيِيْدُ النَّفْسِ بِقُوَّةٍ قُدْسِيَّةٍ وَّاَنْوَارٍ اِلٰهِيَّةٍ، بِحَيْثُ تَكُوْنُ مَيْدَانًا لِمَوَاكِبِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَسَمَآءً لِكَوَاكِبِ الْمَلَكَاتِ وَعَرْشًا لِاَنْوَاعِ التَّجَلِّيَاتِ وَفَرْشًا لِسَوَآئِمِ الْوَارِدَاتِ فَلَا يُشْغِلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَّيَسْتَوِيْ لَدَيْهِ يَكُوْنُ وَكَآئِنٌ وَّمَا كَانَ۔ (2)

"شرح صدر کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الہیہ سے اس طرح موید کرنا کہ وہ معلومات کے قافلوں کیلئے میدان بن

1۔ المفردات
2۔ روح المعانی

جائے، ملکات کے ستاروں کے لئے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کیلئے عرش بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں وَالْاَنْسَبُ بِمَقَامِ الْاِمْتِنَانِ هُنَا اِرَادَةُ هٰذَا الْمَعْنَى الْاَخِيْرِ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر احسانات کا ذکر فرما رہا ہے اس لئے یہاں شرح صدر کا یہی آخری معنی مناسب ہے۔"

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

فَالْمَعْنَى اَلَمْ نَفْسَحْ صَدْرَكَ حَتّٰى حَوٰى عَالَمَيِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ وَجَمَعَ بَيْنَ مَلَكَتَيِ الْاِسْتِفَادَةِ وَالْاِفَادَةِ فَمَا صَدَّكَ الْمُلَابَسَةُ بِالْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِيَّةِ عَنِ اقْتِبَاسِ اَنْوَارِ الْمَلَكَاتِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَمَا عَاقَكَ التَّعَلُّقُ بِمَصَالِحِ الْخَلْقِ عَنِ الْاِسْتِغْرَاقِ فِىْ شُئُوْنِ الْحَقِّ ۔ (1)

"آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہاں اس میں سما گئے ہیں۔ استفادہ اور افادہ کی دونوں ملکتیں جمع ہو گئی ہیں۔ علائق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکات روحانیہ کے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت الٰہی میں استغراق سے رکاوٹ نہیں۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے۔ لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا۔

حضور کا قلب مبارک

محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین کے قلب مبارک کی وسعتوں اور گہرائیوں

1۔ روح المعانی

کا اندازہ لگانا، اس کے بارے میں لب کشائی کی جرات کرنا انسان کے حیطہ امکان سے باہر ہے، اس لئے ہم اپنی طرف سے اس قلب منیر کے بارے میں کچھ کہنے کا نہ حق رکھتے ہیں اور نہ ہم میں مقدرت ہے کہ اس کے بارے میں لب کشائی کر سکیں۔ البتہ احادیث طیبہ میں اس قلب عظیم کے بارے میں جو مروی ہے اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اس کے صرف سادہ ترجمہ پر اکتفا کریں گے۔ کیونکہ ان کلمات طیبات کی تشریح و توضیح ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کا متن درج ذیل ہے۔

عَنْ یُوْنُسَ بْنِ مَیْسَرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ مَلَکٌ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَھَبٍ فَشَقَّ بَطْنِیْ فَاسْتَخْرَجَ حَشْوَۃَ جَوْفِیْ فَغَسَلَھَا ثُمَّ ذَرَّ عَلَیْھَا ذَرُوْرًا ثُمَّ قَالَ قَلْبُکَ قَلْبٌ وَّکِیْعٌ یَعِیْ مَا وَقَعَ فِیْہِ عَیْنَاکَ بَصِیْرَتَانِ وَاُذُنَاکَ تَسْمَعَانِ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الْمُقَفِّی الْحَاشِرُ قَلْبُکَ سَلِیْمٌ لِسَانُکَ صَادِقٌ وَّنَفْسُکَ مُطْمَئِنَّۃٌ وَّخُلُقُکَ قَیِّمٌ وَّاَنْتَ قُثَمٌ۔

"یونس بن میسرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک روز میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے پاس سونے کا ایک طشت تھا۔ اس نے میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اور میرے پیٹ میں جو چیزیں زائد تھیں ان کو نکالا پھر اس کو دھویا پھر اس پر کوئی چیز چھڑ کی پھر فرمایا: یارسول اللہ آپ کا دل ایسا ہے جو بات اس میں ڈالی جاتی ہے حضور ﷺ اس کو سمجھتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی دو آنکھیں ہیں جو خوب دیکھتی ہیں۔ حضور ﷺ کے دو کان ہیں جو خوب سنتے ہیں آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں ساری دنیا آپ کی پیروی کرے گی۔ میدان حشر میں سب لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے۔ آپ کا دل قلب سلیم ہے۔ آپ کی زبان سچی ہے۔ حضور ﷺ کا نفس مطمئن ہے۔ حضور ﷺ کا خلق مضبوط ہے۔ آپ قثم یعنی تمام اخلاق

حمیدہ کے جامع ہیں۔"

دوسری حدیث جسے دارمی اور ابن عساکر نے ابن غنم سے روایت کیا ہے اس کا متن درج ذیل ہے۔

قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِيلُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَقَّ بَطْنَهٗ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ قَلْبٌ وَكِيْعٌ فِيْهِ أُذُنَانِ سَمِيْعَتَانِ - وَعَيْنَانِ بَصِيْرَتَانِ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الْمُقَفَّى الْحَاشِرُ خُلُقُكَ قَيِّمٌ وَلِسَانُكَ صَادِقٌ وَنَفْسُكَ مُطْمَئِنَّةٌ -

"جبرئیل امین سرکار دوعالم ﷺ پر نازل ہوئے۔ حضور ﷺ کے شکم مبارک کو شق کیا اور پھر عرض کی یارسول اللہ حضور ﷺ کا قلب مبارک، جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ اس کو سمجھتا بھی ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ اس قلب کے دو کان ہیں جو خوب سننے والے ہیں۔ دو آنکھیں ہیں جو خوب دیکھنے والی ہیں۔ آپ کا نام محمد ﷺ ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی پیروی کی جائے گی۔ ساری مخلوق قیامت کے روز آپ کے پیچھے ہو گی۔ حضور ﷺ کا خلق قیم ہے۔ یعنی مستحکم ہے۔ حضور ﷺ کی زبان سچی ہے۔ حضور ﷺ کا نفس مطمئن ہے۔"

تیسری حدیث میں ہے۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيْتُ وَاَنَا فِيْ اَهْلِيْ فَانْطُلِقَ بِيْ اِلٰى زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِيْ ثُمَّ غُسِلَ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ اِيْمَانًا وَّحِكْمَةً فَحُشِيَ بِهَا صَدْرِيْ - قَالَ اَنَسٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ يُرِيْنَا اَثَرَهٗ فَعَرَجَ بِيَ الْمَلَكُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا۔

"امام مسلم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جب اپنے گھر میں تھا میرے پاس ایک فرشتہ آیا

مجھے لے کر وہ چاہ زمزم تک گیا پھر اس نے میرا سینہ شق کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ پس وہ طشت میرے سینے میں انڈیل دیا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شق صدر کے نشان دکھاتے تھے جو سینہ شق کرنے اور پھر اس کو سینے سے باقی رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے فرشتہ آسمان کی طرف لے چلا۔"

امام بیہقی کہتے ہیں کہ شق صدر ایک مرتبہ نہیں ہوا بلکہ کئی بار ہوا۔ سب سے پہلے جب حضور ﷺ حضرت حلیمہ کے پاس ایام رضاعت میں تھے۔ دوسری مرتبہ بعثت سے پہلے۔ تیسری مرتبہ واقعہ معراج سے پہلے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ جب اپنی حیات طیبہ کے کسی اہم مرحلہ میں قدم رکھتے تھے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آتا تھا اور اس کا مدعا یہ تھا کہ حضور ﷺ زندگی کے نئے مرحلہ میں جن ذمہ داریوں کو سنبھالنے والے ہیں ان کی ادائیگی پوری قوت اور ہمت سے کر سکیں۔ بعثت سے پہلے اس شق صدر کی حکمت محتاج بیان نہیں، مسند نبوت پر فائز ہونے کے بعد قرآن کریم کا نزول اور اس کے اوامر و نواہی پر صدق دل سے عمل، یہ کوئی معمولی مرحلہ نہ تھا، یہ تو گراں بہا امانت کو اٹھانے کا وقت تھا جس کو اٹھانے سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے معذرت کی تھی۔ اس بار گراں کو اٹھانے کیلئے جس یقین اور حکمت بالغہ کی ضرورت تھی اس کے لئے حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو شق کر کے اس میں ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا زریں طشت انڈیل دیا گیا۔ پھر معراج شریف سے پہلے بھی اس عمل کو دہرایا گیا کیونکہ یہ وہ سفر تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی شان جلالت والوہیت، اس کے علم محیط اور اس کی حکمت بالغہ کی آیات بینات کو دکھایا جانے والا تھا۔ اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کو ایسے انوار اور ایسی قوتوں سے معمور کر دیا جائے تا کہ اللہ کا محبوب ان کا صحیح انداز میں مشاہدہ کر سکے، اس سے اپنے قلب منیر کو روشن کرے اور اس کی تجلیات سے اس ظلمت کدہ عالم کو بھی روشن کر دے۔(1)

ان روایات سے آپ کو اس قلب منور کی عظمتوں اور عزیمتوں کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویۃ"، جلد 3، صفحہ 215

ہوگا۔ اس کا ایک ظاہری مظہر جس کا مشاہدہ ہر کوئی کر سکتا تھا وہ ہے جو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

"میں نے ایک روز عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔"

اور حضرت انس سے جو حدیث مروی ہے وہ بھی اس حدیث کی تائید کرتی ہے۔

حضرت امام بخاری اور مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا يَنَامُ قُلُوْبُهُمْ۔

"انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل بیدار ہوتے ہیں۔"

محبوب رب العالمین ﷺ کے قلب منیر کے بارے میں علامہ زینی دحلان نے اپنی سیرت نبویہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ قارئین کے پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں۔

یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس مرتبہ کمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو فائز فرمایا ہے کسی اور کیلئے یہ منزلت رفیعہ ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے راز اور اخلاص کا مقام دل کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندے کے دل کو چن لیتا ہے اس کو اپنے راز کا امین بنا لیتا ہے اور سب سے پہلے جس مبارک دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کا امین بنایا وہ قلب مبارک سید الخلق رحمتہ للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ خلق میں سب سے پہلے ہیں اور ظہور میں سب انبیاء سے آخر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اجسام و قوالب کے اخلاق کو دلوں میں مخفی رازوں کی علامت اور نشانی بنایا ہے پس جس کے دل میں راز خداوندی متحقق ہو گیا اس کے اخلاق میں بڑی وسعتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کی شفقت کا سایہ کسی ایک نوع اور جنس کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا بلکہ اللہ

تعالٰی کی ساری مخلوق، اس کا تعلق نباتات سے ہو، جمادات سے ہو یا حیوانات سے ہو، سب پر یکساں رہتا ہے۔ وہ نوع انسانی میں ہر فرد کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آتا ہے جس سے اس کا بگاڑ دور ہوتا ہے اور اس میں خوبیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اور اسی شفقت کے پیش نظر کبھی اس کو سختی سے بھی پیش آنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اس کی خیر خواہی کیلئے اس پر حدود بھی نافذ کی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر نرمی اور ہر سختی ہر پیار اور ہر شدت میں اس کی بہتری ملحوظ ہوتی ہے۔

طبرانی نے ابی عقبہ الخولانی سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ اٰنِیَةً مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ وَاٰنِیَةُ رَبِّكُمْ قُلُوْبُ عِبَادِهِ الصَّالِحِیْنَ وَاَحَبُّهَا اِلَیْهِ اَلْیَنُهَا وَاَرَقُّهَا۔ (1)

"ساکنان زمین میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالٰی کے برتن ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب ہوا کرتے ہیں اور ان میں سے بھی اللہ کو پیارا وہ ہوتا ہے جو اس کی مخلوق کیلئے بڑا نرم اور رقیق ہوتا ہے۔"

سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء شرف معراج سے مشرف ہونے سے پہلے جب کفار و مشرکین کو شرک میں مستغرق دیکھتے اور انہیں قرآن کریم پر طعن و تشنیع کے تیر چلاتے ہوئے پاتے اور حضور ﷺ کے ساتھ تمسخر اڑایا کرتے تو حضور ﷺ کو بڑا دکھ ہوتا تھا اور طبیعت میں گھٹن پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اس آیت میں فرمایا۔

لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ (2)

"اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کرتے ہیں۔"

لیکن جب اللہ تعالٰی نے آپ کو عرش بریں پر بلایا اور اپنی قدرت، ہمہ دانی اور حکمت بالغہ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں پھر مقام قاب قوسین پر فائز کر کے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا تو وہ سینہ کی تنگی ہمیشہ کیلئے کافور ہو گئی۔ جتنا بھی کوئی ستاتا یا کوئی تمسخر اڑاتا،

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 214

2۔ سورۃ الحجر: 97

جبین نبوت پر کبھی ملال کے آثار نمودار نہ ہوتے۔

حضور کی پشت مبارک

امام احمد، مقرش کعبی سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کی نیت کی۔ میں نے حضور ﷺ کی پشت مبارک کو دیکھا۔ یوں معلوم ہوتی تھی جیسے چاندی کی ڈھلی ہوئی ہو۔

ابن عساکر نے جلہم بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ مکرمہ آیا۔ لوگ قحط میں مبتلا تھے۔ سارے قریش حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کناں ہوئے۔ اے ابو طالب! وادیاں خشک ہو گئی ہیں۔ جانوروں کیلئے سبز گھاس کا تنکا بھی نہیں۔ گھروں میں اہل خانہ سخت بھوک میں مبتلا ہیں۔ چلئے اور اللہ کی جناب میں بارش کیلئے دعا فرمائیے۔

حضرت ابو طالب روانہ ہوئے۔ ان کی معیت میں ایک نوجوان تھا جس کی صورت بڑی من موہنی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بادل کو پھاڑ کر ابھی سورج نمودار ہوا ہے۔ ان کے اردگرد اور بھی چھوٹے بچے تھے۔ حضرت ابو طالب نے آپ کی پشت کو کعبہ سے لگایا اور اس نوجوان نے انگلی کا اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا چھوٹا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ اسی وقت آسمان کے گوشے سے بادل نمودار ہونے لگا بادل ادھر ادھر سے اکٹھے ہوئے۔ سارا مطلع ابر آلود ہو گیا اور پھر بارش برسنا شروع ہو گئی تو ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ وادیاں بہنے لگیں اور زمین سرسبز ہو گئی۔ اسی منظر کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابو طالب کی زبان سے نکلا۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

"یہ سفید رنگ والا اس کے من موہنے چہرے کے طفیل بادلوں کا سوال کیا جاتا ہے۔ یتیموں کا نگہبان اور بیواؤں کی عصمت کا محافظ ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہائش پذیر تھا۔ جب وہ رات آئی جس رات میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ اس محفل میں گیا جہاں قریش اکٹھے تھے۔ اس نے کہا اے گروہ قریش کیا آج کی رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا بخدا ہمیں علم نہیں۔ اس یہودی نے کہا تعجب کی

بات ہے۔ تفتیش کرو اور میری بات کو یاد رکھو آج کی رات ایک نبی پیدا ہوا ہے اس کے کندھوں کے درمیان بالوں کا گچھا ہے۔ پس لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے۔ اپنے اہل خانہ سے پوچھا قریش کے کسی گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد رکھا گیا ہے۔ لوگ اس یہودی کے گھر گئے اسے بتایا کہ ہمارے گھرانہ میں ایک بچہ تولد ہوا ہے۔ اس نے کہا مجھے ساتھ لے چلو میں خود دیکھوں۔ اسے لے کر حضرت آمنہ کے گھر گئے اور انہیں عرض کی جو بچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ دکھائیے۔ آپ کپڑے میں لپیٹ کر اس چاند سے بچے کو باہر لائیں، اس یہودی نے پیٹھ کو دیکھا، مہر نبوت دیکھی، فرط غم سے غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا صد حیف بنی اسرائیل کے گھرانے سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش بخدا اس مولود مسعود کی سطوت کا ڈنکا مشرق و مغرب میں بجے گا۔ اس وقت اس محل میں قریش کے سردار رؤسا موجود تھے جن میں ہشام بن مغیرہ ولید بن مغیرہ عتبہ بن ربیعہ جیسے دشمنان اسلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی ان لوگوں کے شر سے خود حفاظت فرمائی۔

امام زہری حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں جب حضور ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنی کنیز ام ایمن کے ہمراہ مدینہ منورہ لے آئیں اور حضرت عبدالمطلب کے ماموں کے پاس، جو بنی عدی بن نجار کی اولاد میں سے تھے وہاں آکر ٹھہریں۔ آپ ایک ماہ وہاں رہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو جس گھر میں آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر رہی تھیں اس کو دیکھ کر فرمایا جب میری والدہ مجھے یہاں لے کر آئی تھیں تو ہم اس گھر میں رہے تھے اور میں بنی عدی کے کنوئیں میں تیرنے کی مشق کیا کرتا تھا اور یہودیوں کے کئی اشخاص جو کتب سماوی خصوصاً تورات کے بہت ماہر تھے مجھے آکر دیکھا کرتے تھے۔

ام ایمن آپ کی والدہ محترمہ کی کنیز تھی، اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بڑے یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا: اس امت کا نبی (حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہے اور یہی شہر مدینہ طیبہ اس کا دار الہجرۃ ہو گا۔ حضور نے مزید فرمایا: پھر کچھ دن وہاں رہ کر میری والدہ مجھے واپس لے کر مکہ کیلئے روانہ ہوئیں۔ ابو نعیم کی ایک روایت ہے: حضور ﷺ نے

فرمایا مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران ایک یہودی نے مجھے بہت غور سے دیکھا اور تاڑ تا رہا۔ ایک دن اس نے مجھ سے پوچھا بچے تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد۔ اس پر اس نے میری پشت دیکھی اور دیکھ کر کہا یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے میری ماں سے آکر کہا۔ میری والدہ اس بات سے ڈر کر کہ مبادا کوئی یہودی یا کوئی حاسد میرے بیٹے کو گزند نہ پہنچائے وہاں سے مکہ کو روانہ ہوئیں۔ حکمت الٰہی، جب ابواء پہنچیں تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئیں۔ اس وقت میری والدہ ماجدہ کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔

حضور کے قدم مبارک

سرور عالم ﷺ جب سنگ خارا پر قدم مبارک رکھتے تھے تو حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نشان اس میں لگ جاتے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ جب کہیں قدم رکھتے تو پورا قدم رکھتے۔ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین سامنے سے لپٹتی جا رہی ہے۔ حضور ﷺ بڑی بے پرواہی سے چلتے اور ہم حضور ﷺ کا ساتھ دینے کیلئے اتنے تیز چلتے کہ ہمارا سانس پھول جاتا۔

ابن سعد، خطیب اور ابن عساکر نے عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک روز اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ ذی المجاز گئے۔ یہ جگہ عرفہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک میلہ لگا کرتا تھا۔ آپ کے چچا حضرت ابو طالب کو پیاس لگی۔ آپ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ مجھے شدید پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ایڑی زمین پر ماری۔ بعض نے کہا ایک چٹان پر ماری، کچھ پڑھا اچانک پانی کا فوارہ بہ نکلا۔ حضرت ابو طالب فرماتے ہیں: میں نے ایسا میٹھا ٹھنڈا پانی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ جب سیر ہو گیا تو حضور ﷺ نے پھر ایڑی ماری اور وہ پانی غائب ہو گیا۔

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوا۔ اس نے شکایت کی یا رسول اللہ میری اونٹنی نے مجھے تھکا دیا ہے، یہ بہت سست رفتار ہے۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر لگائی۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے قدم مبارک کی ٹھوکر سے وہ ایسی برق رفتار ہو گئی

کہ کسی اور اونٹنی کو اپنے سے آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔

حضور کا جسم مبارک

ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتے ہیں: جب یہ سورت تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو حرب کی بیٹی عوراء جو ابو لہب کی بیوی تھی شور مچاتی آئی۔ ایک پتھر کا ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ کے پاس صدیق اکبر تھے۔ جب صدیق اکبر نے اس کو دیکھا، عرض کی یا رسول اللہ یہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ حضور ﷺ کو کچھ گزند نہ پہنچائے۔ انہوں نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں۔ وہ آگئی اور صدیق اکبر کے سر کے قریب کھڑی ہوئی لیکن اس نے رسول کریم کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق کو کہنے لگی کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ آپ نے جواب دیا اس گھر کے رب کی قسم میرا صاحب شاعر نہیں ہے۔ اور نہ اسے علم ہے کہ شعر کیا ہوتا ہے اور مذمت کرنا شاعروں کا کام ہے۔ سرکار دو عالم نے ابو بکر سے کہا اس سے پوچھو مجھے دیکھ رہی ہے۔ صدیق اکبر نے اسے کہا میرے ساتھ کوئی اور آدمی تجھے نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو بخدا مجھے تو تمہارے ساتھ اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مجھے کیونکر دیکھ سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا تھا۔

امام ترمذی ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا۔

ابن سبع نے اپنی کتاب خصائص میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ حضور ﷺ دھوپ اور چاند کی روشنی میں چلا کرتے تھے لیکن کبھی کسی نے حضور ﷺ کا سایہ نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ بتادی اِنَّهٗ كَانَ نُوْرًا حضور ﷺ سراپا نور تھے اور نور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا۔

قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں حضور ﷺ کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھا کرتی تھی۔

طبرانی نے اوسط میں سلمٰی زوجہ ابی رافع سے روایت کیا ہے کہ سلمٰی نے کہا میں نے

سرور عالم ﷺ کے غسل کا پانی ایک مرتبہ پیا سرور عالم ﷺ نے فرمایا حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنَكَ عَلَى النَّارِ اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

حضور کا خون مبارک

بیہقی نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ جب جنگ احد میں کسی بد بخت کے پتھر مارنے سے حضور ﷺ کے دندان مبارک ٹوٹ گئے تو آپ کے اطراف لب سے جو خون بہا، ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے اسے چوس لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے خون میں میرا خون مل جائے گا اسے نار جہنم نہیں چھوئے گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے زخم کو مالک بن سنان نے اس قدر چوسا کہ وہ جگہ سفید ہوگئی۔ وہ جب چوستے حضور ﷺ فرماتے اسے باہر تھوک دے وہ عرض کرتے بخدا میں آپ کے خون پاک کو زمین پر نہیں پھینکوں گا۔ وہ نگلتا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ دنیا میں کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے۔(1)

بزاز، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ جب فارغ ہوئے تو مجھے اپنا خون عطا فرمایا۔ ارشاد فرمایا اِذْهَبْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَغَيِّبْهُ اے عبداللہ اسے لے جاؤ اور اس کو چھپا دو۔ دوسری روایت میں ہے اے عبداللہ اس خون کو لے جاؤ اور چھپاؤ تاکہ کوئی نہ دیکھ سکے۔ میں لے گیا اور اسے پی گیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس خون کا تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی میں نے اسے پوشیدہ کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے جَعَلْتُهُ فِي أَخْفَى مَكَانٍ ظَنَنْتُ أَنَّهُ خَافٍ مِنَ النَّاسِ میں نے ایک ایسے پوشیدہ مکان میں اسے رکھ دیا ہے جو سب لوگوں سے مخفی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تو نے اسے پی لیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اسے پی لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کی میں یہ جانتا ہوں کہ حضور ﷺ کے خون کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی اس لئے میں نے اسے پی لیا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے آتش جہنم سے بچائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تَمَسُّكَ النَّارُ تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 228

اس کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔

جس روز آپ نے حضور ﷺ کا خون نوش جان کیا اس دن سے لے کر یوم شہادت تک آپ کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

شعبی کہتے ہیں حضرت ابن زبیر سے پوچھا گیا کہ یہ تو فرمائیں اس خون کا ذائقہ کیا تھا آپ نے فرمایا

اَمَّا الطَّعْمُ فَطَعْمُ الْعَسَلِ وَاَمَّا الرَّائِحَةُ فَرَائِحَةُ الْمِسْكِ (1)

"خون کا ذائقہ شہد کی طرح تھا خوشبو مشک کی طرح تھی۔"

حضور جب قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

جب فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو یوں فرماتے۔

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ مِنْهُ۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص قضائے حاجت کیلئے جائے نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے۔ حضور ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں جو یہ آیا ہے حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے گھٹنے کے پچھلی طرف کوئی تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضور ﷺ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

حضور کا پسینہ مبارک

حضور ﷺ کے پسینے مبارک کی مہک عطر کی طرح ہوا کرتی تھی۔ اس کے بارے میں کئی روایات کا آپ مطالعہ کر آئے ہیں۔

دارمی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کی ایسی خصوصیات تھیں: حضور ﷺ جب کسی راستے پر چلتے تو اس میں مہک بس جاتی، حضور ﷺ کو ڈھونڈنے والا بآسانی معلوم کر سکتا تھا کہ حضور ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 28-227

بزاز نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ میں ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے نزدیک ہو جا۔ جب نزدیک ہوا تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی کہ مشک عنبر بھی اس کے سامنے ہیچ تھی۔

ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں مجھے اپنی والدہ ام سلیم سے جو گنج شائیگاں ورثہ میں ملا وہ یہ تھا۔ اللہ کے پیارے رسول کی چادر مبارک، حضور ﷺ کا ایک پیالہ جس میں حضور ﷺ دودھ نوش فرمایا کرتے، خیمہ کا ایک کھمبا اور ایک ایسی چیز جس کو وہ "رامک" (ایک سیاہ چیز) کو رحمت عالم ﷺ کے پسینہ مبارک میں گوندھ کر تیار کرتی تھی۔ سرور عالم ﷺ ام سلیم کے گھر میں اکثر تشریف فرما ہوتے اور حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی۔ اس وقت حضور ﷺ کو اتنا پسینہ آتا تھا جس طرح بخار کے بیمار کو۔ اس لئے آپ کو اتنا پسینہ دستیاب ہو جاتا جس میں اس رامک کو گوندھا جا سکتا تھا اور اس پسینہ سے جو خوشبو بناتی تھیں وہ دلہنوں کے کام آیا کرتی۔

حضور کا لعاب دہن مبارک

اس کے بارے میں آپ احادیث کثیرہ پڑھ چکے ہیں جن سے سرکار دو عالم ﷺ کے لعاب دہن کی گوناگوں برکتوں کا آپ کو علم ہو گیا ہو گا۔

حضور کے گیسوئے مبارک

قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے حضور ﷺ کے گیسوؤں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ حضور ﷺ کے بال زیادہ گھنگھریالے نہ تھے، بالکل سیدھے بھی نہ تھے بلکہ درمیان درمیان تھے۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں اکثر عربوں کے بال گھنگھریالے ہوتے ہیں۔ عجمیوں کے بال سیدھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب میں تمام شمائل کو یکجا کر دیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سر مبارک کے بال کندھوں تک لمبے ہوتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں کے نصف تک۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا فَرَقْتُ رَسُوْل

اللہ ﷺ رأسه (1) میں حضور ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اور درمیان میں مانگ نکالتی تھی۔ آدھے موئے مبارک ایک طرف اور آدھے ایک طرف۔ ہجرت کے بعد حضور ﷺ سر مبارک کے بال منڈواتے نہیں تھے۔ صرف تین بار حضور ﷺ نے اپنے بال منڈوائے۔ایک عام حدیبیہ میں، پھر قضائے عمرہ کے وقت اس کے بعد حجتہ الوداع کے موقع پر۔

اور اکثر حضور ﷺ اپنے موئے مبارک کو منڈوا کر صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان موہائے مبارک کو اپنا گراں بہا سرمایہ سمجھتے تھے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان کو سنبھال کر اپنے پاس رکھتے تھے۔

ریش مبارک کے بال

حضور ﷺ کی ریش مبارک کے بال سیاہ تھے اور بڑے خوبصورت تھے۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ ابن سیرین نے حضرت انس سے پوچھا: کیا سرکار دو عالم ﷺ خضاب استعمال فرماتے تھے؟ آپ نے جواب دیا حضور ﷺ کو خضاب لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک میں صرف گنتی کے چند بال سفید تھے اور اگر کوئی مجھے کہے کہ میں حضور ﷺ کے سفید بال گن دوں تو بآسانی اسے بتا سکتا ہوں۔ آپ کی داڑھی اور سر مبارک میں کل سفید بالوں کی تعداد سترہ یا اٹھارہ یا بیس تھی۔(2)

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے آقا علیہ السلام کو دیکھا کہ حجام موہائے مبارک مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام اپنے آقا کے اردگرد دائرہ بنا کر کھڑے تھے اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے۔ ہر شخص تیمن اور برکت حاصل کرنے کیلئے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ہتھیلی پر لیتا تھا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں میں نے عبیدہ السلمانی کو بتایا کہ ہمارے ہاں سرور عالم ﷺ کے موہائے مبارک میں سے چند بال ہیں جو ہمیں حضرت انس کے واسطہ سے ملے ہیں۔ اس پر

1۔ زینی دحلان، ''السیرۃ النبویہ''، جلد 3، صفحہ 219

2۔ ایضاً، صفحہ 219

انہوں نے کہا کہ اگر میرے پاس نبی رحمت علیہ کا ایک موئے مبارک ہو تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا ہے۔(1)

حضور کے چہرہ مبارک کی رنگت مبارک

وہ صحابہ کرام جو حضور سرور عالم علیہ کا حلیہ بیان کرنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے ان میں سے جمہور صحابہ حضور علیہ کے چہرہ کی ابیض سے توصیف کرتے اور بعض میں ہے کَانَ اَبْیَض مَلِیْحًا سفیدی لیکن ایسی سفیدی جس میں ملاحت ہوتی۔

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حضور علیہ کی رنگت اَبْیَضُ مُشْرَبٌ بِحُمْرَةٍ سفید تھی جس میں سرخی کی ملاوٹ تھی یعنی سرخ وسپید۔

ابوہریرہ فرماتے تھے رنگت ابیض تھی، یوں معلوم ہوتا کہ حضور علیہ کو چاندی سے ڈھالا گیا اور چاندی سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ چاندی کی سفیدی دوسری سفیدیوں سے اعلیٰ ہوتی ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں اَزْهَرُ اللَّوْن اس میں ایسی سفیدی تھی جس میں سرخی کی ملاوٹ ہوتی، ایسی سفید نہیں تھی جو آنکھوں کو ناگوار گزرے۔

1۔ زینی دحلان، ''السیرة النبویہ''، جلد 3، صفحہ 221

آدابِ مُعاشرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ
اللَّهَ
كَثِيرًا ۝

○

بیشک تمہاری راہنمائی کیلئے اللہ کے رسُول (کی زندگی) میں خوبصورت نمونہ ہے، یہ نمونہ اُسکے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی اُمید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

آدابِ معاشرت

خداوند قدوس نے اپنی جملہ مخلوق کی ہدایت و راہبری کیلئے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جن کمالات و صفات حمیدہ سے متصف کر کے مبعوث فرمایا تھا، ان کے ذکر کے بعد ہم رسالتماب ﷺ کے ان ارشادات کے مطالعہ سے اپنے قارئین کو محظوظ کرنے کی بتوفیقہ تعالیٰ سعادت حاصل کرتے ہیں جن کے مطابق اگر اسلامی معاشرہ منظم کر لیا جائے تو یہ معاشرہ حسد و عناد، بغض و کینہ، بداندیشی و بدکاری، حق تلفی و اذیت رسانی، جور و ستم وغیرہ ان تمام قباحتوں سے پاک و صاف ہو جائے گا۔ اس معاشرہ کا ہر فرد محبت و اخوت، امانت و دیانت خلوص و ایثار اور خیر اندیشی، خیر خواہی کے روح پرور اور ایمان افروز جذبات زکیہ سے معطر ہو جائے گا اور ایک ایسا انسانی معاشرہ وجود میں آجائے گا جس پر فردوس بریں کے مکین بھی رشک کرنے لگیں گے۔

سیرت نبوی کے چند راہنما اصول

اذن طلب کرنا، سلام کرنا مصافحہ کرنا، گلے لگانا، بوسہ دینا

اذن طلب کرنا اور سلام کرنا

حجۃ الوداع کے موقع پر فرزندان اسلام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہجوم کے سامنے میدان عرفات میں جو تاریخ ساز خطبہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس میں حقوق انسانی کے تقدس کا جو نظریہ بیان کیا گیا، حقوق انسانی کے علمبرداروں کے دساتیر میں اس کی نظیر بھی نہیں مل سکتی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

ہر مومن کی جان، مال اور اس کی آبرو ہر مسلمان پر حرام ہے، اس کے تقدس کا خیال رکھنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔

عزت وناموس کے تقدس کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے محبوب رب العالمین نے عملی طور پر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت لئے داخل نہ ہو۔

امام احمد۔ ابوداؤد۔ امام بخاری۔ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں دروازوں کے سامنے پردے لٹکانے کا رواج نہ تھا اس لئے رحمت عالم جب کسی گھر میں قدم رنجہ فرمانے کا ارادہ فرماتے تو دروازہ کے سامنے نہ آتے بلکہ اس کے دائیں یا بائیں جانب سے دیوار کے ساتھ آگے بڑھتے اور نزدیک ہو کر اہل خانہ کو سلام فرماتے اگر صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت دیتے تو اندر تشریف لاتے ورنہ واپس تشریف لے جاتے۔

اذن طلب کرنے کا صحیح طریقہ

بنی عامر قبیلہ کا ایک شخص آیا۔ باہر کھڑا ہو کر یوں اذن طلب کرنے لگا أَأَلِجُ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور اسے اذن طلب کرنے کا صحیح طریقہ بتاؤ۔ اسے کہو کہ جب تم اذن طلب کرو تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ : تم پر سلامتی ہو کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس آدمی نے حضور ﷺ کا یہ جملہ سن لیا تو عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ : چنانچہ اللہ کے پیارے رسول نے اس کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز اپنے باپ کے قرضے کے بارے میں گزارش کرنے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ آواز آئی کون ہے؟ میں نے کہا "میں ہوں" حضور ﷺ کو میرا یہ جواب پسند نہ آیا۔ خود باہر تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ جب پوچھا جائے کون ہے تو میں نہ کہو بلکہ اپنا نام بتاؤ۔ (1)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: ایک بدو حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس پر آیا اور کواڑ کے تختوں کے درمیان جو سوراخ ہوتا ہے اس میں سے جھانک کر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔

اس مربی انسانیت نے ایک تیر لیا اور اس اعرابی کی طرف تشریف لے آئے جس نے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 125

یہ حرکت کی تھی تاکہ اس سے اس اعرابی کی آنکھ پھوڑ دیں۔ لیکن وہ پہلے ہی وہاں سے فرار ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو یہاں کھڑا رہتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔

حضور کریم ﷺ نے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا کہ اصل پردہ دیکھنے کا ہوتا ہے اگر پہلے ہی دیکھ لیا جائے تو پھر اجازت طلب کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

سلام دینے کی فضیلت

چادر اور چار دیواری کے تقدس کو برقرار رکھنے کیلئے ارشادات خداوندی میں یوں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا (1)

"اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو دوسروں کے گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کرلو ان گھروں میں رہنے والوں پر۔"

اسی سورت کی دوسری آیت میں ارشاد الٰہی ہے۔

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً۔ (2)

"جب تم داخل ہو گھروں میں تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو۔ وہ دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، جو بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔"

درج ذیل آیت میں، اگر کوئی شخص سلام دے تو اس کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ بتایا گیا ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (3)

"اور جب سلام دیا جائے تمہیں کسی لفظ دعا سے تو سلام دو تم ایسے لفظ

1۔ سورۃ النور: 27

2۔ ایضاً، 61

3۔ سورۃ النساء: 86

سے جو بہتر ہو اس سے یا کم از کم دہرا دو وہی لفظ۔"

سرکار دو عالم ﷺ نے ایک دوسرے کو سلام دینے کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا اسلام کی کون سی چیز سب سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ مسکینوں کو اور سلام کرو ہر شخص کو خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابی عمارہ البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

(1) مریض کی بیمار پرسی کرنا۔ (2) جنازوں کے ساتھ جانا۔ (3) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ سے دعا دینا (4) کمزور کی مدد کرنا۔ (5) مظلوم سے تعاون کرنا۔ (6) سلام کو پھیلانا یعنی ہر شخص کو سلام دینا۔ (7) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

رحمت دو عالم ﷺ نے باہمی جذبات محبت کو نکھارنے کیلئے ایک نسخہ کیمیا ارشاد فرمایا۔

آپ بھی سنئے اور اس پر عمل کر کے اس کی برکتوں سے مالا مال ہو جایئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ فرمایا اپنے درمیان سلام کو پھیلایا کرو یعنی یہ کہ ہر کسی کو السلام علیکم کہا کرو۔ (مسلم)

ایک دوسرے کو سلام کہنے کی برکات کا اس حدیث شریف میں مشاہدہ فرمایئے۔

حضرت ابو یوسف عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضور کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

اے لوگو! سلام کو عام کرو۔ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی اختیار کرو اور نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس جاتے تو وہ ان کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چل پڑتے۔ راوی کہتے ہیں جب ہم چل پڑتے تو حضرت عبداللہ جس ردی فروش دکاندار یا مسکین کے پاس سے گزرتے اس کو سلام کہتے۔

طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے ساتھ بازار چلنے کو کہا میں نے عرض کی بازار جا کر کیا کریں گے۔ وہاں آپ نہ تو خریداری کرنے کے لئے رکتے ہیں نہ سامان کے متعلق پوچھتے ہیں نہ بھاؤ کرتے ہیں اور نہ بازار کی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہیں ہمارے پاس تشریف رکھیں ہم باتیں کریں گے۔

فرمایا اے بڑے پیٹ والے (طفیل کا پیٹ ذرا بڑا تھا) ہم صرف سلام کی غرض سے بازار جاتے ہیں۔ ہم جسے ملتے ہیں اس کو سلام کہتے ہیں۔

مالک نے موطا میں اس کو صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔

سلام دینے کے آداب

رحمت عالم ﷺ جب کسی کو سلام فرماتے تو تین مرتبہ السلام علیکم کہتے تاکہ جس کو سلام کہا جا رہا ہے وہ سن بھی لے اور سمجھ بھی جائے۔ سرور عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کمسن بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں بھی اپنے سلام سے مشرف فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کہا فرمایا کہ میرے آقا ﷺ بھی بچوں کو اپنے سلام سے نوازا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد حضرت انس سے ہی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی غِلْمَانٍ یَّلْعَبُوْنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ۔ (1)

"رحمت عالم ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے تو انہیں سرور کائنات نے السلام علیکم کہہ کر سلامتی کی دعا دی۔"

ابوداؤد، احمد، ابن ماجہ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا کہ میں دوسری خواتین کے ساتھ بیٹھی تھی، سرور عالم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 228

سب کو سلام فرمایا۔

امام ترمذی اور بخاری، الادب المفرد میں، لکھتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس سے گزرے ہم بہت سی خواتین مسجد میں بیٹھی تھیں۔ اور حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں سلام فرمایا۔

امام بخاری، الادب المفرد میں، حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنی ہم عمر بچیوں کے ساتھ بیٹھی تھی، رحمت عالم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں سلام سے نوازا۔

جب کسی کی طرف سے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جاتا تو حضور اس کے جواب میں فرماتے علیك وعلیه السلام: تجھ پر بھی اور سلام بھیجنے والے پر بھی سلام ہو۔

حضرت امام ابوداؤد غالب کتان سے نقل کرتے ہیں کہ بنی نمیر کا ایک شخص اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی۔

اِنَّ اَبِیْ یَقْرَءُ عَلَیْكَ السَّلَامَ یارسول اللہ میرا باپ حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔ اس کے جواب میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا عَلَیْكَ وَعَلٰی اَبِیْكَ السَّلَامُ (1) تجھ پر اور تیرے باپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتیاں ہوں

اگر کوئی یہودی سلام دے تو اس کو کیسے جواب دینا چاہیے

امام بخاری اور مسلم، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

یہود کا ایک گروہ بارگاہ رسالت میں آیا اور کہا اَلسَّامُ عَلَیْكَ (اَلسَّامُ: اَلْمَوْتُ) حضور ﷺ نے فرمایا علیکم۔ تم پر بھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب یہودیوں کی بات سنی تو آپ نے غصہ سے بے قابو ہو کر فرمایا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ لَعَنَکُمْ وَغَضِبَ عَلَیْکُمْ تم پر موت آئے۔ اللہ تم پر پھٹکار بھیجے اور اس کا غضب تم پر نازل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم نے ام المومنین کو فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 228

يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ الْفُحْشَ

"اے عائشہ تمہیں نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے اور فحش کلامی سے دور رہنا چاہئے۔"

آپ نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے جو بکواس کیا ہے حضور ﷺ نے نہیں سنا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ جو جواب میں نے دیا ہے وہ تو نے نہیں سنا۔ میں نے وہی چیز ان کی طرف لوٹا دی ہے۔ میں نے ان کے بارے میں جو کہا ہے وہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گا اور انہوں نے میرے بارے میں جو کہا وہ مسترد کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین میں سے کسی شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اس میں حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے جب اس کو خط کا جواب دیا تو حضور ﷺ نے بھی اس کو اس کے سلام کا جواب سلام سے دیا۔

ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا

امام بخاری نے ادب مفرد میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کا گزر ایک مسجد میں سے ہوا۔ خواتین کا ایک گروہ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے انہیں سلام فرمایا۔ (1)

کسی فاسق کے سلام کا جواب نہ دینا

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی غلطی ہم سے سرزد ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے سب مسلمانوں کو ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کر دیا۔ میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا کرتا، سلام عرض کرتا اور دل میں یہ کہتا کہ دیکھو حضور ﷺ کے لبہائے مبارک نے حرکت کی ہے یا نہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر کے اپنے حبیب کو اس امر سے آگاہ نہ فرمایا۔

امام ابوداؤد اور ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ایک شخص جس نے دو سرخ کپڑے پہنے تھے اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 30-229

عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا۔

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت اپنے گھر آیا میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ میرے گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر زعفران کا لیپ کر دیا۔ صبح میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ نبی کریم نے نہ میرے سلام کا جواب دیا اور نہ مجھے مرحبا کہا۔ البتہ یہ فرمایا کہ اس لیپ کو دھو دو۔ میں چلا آیا اس لیپ کو دھو دیا پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ اب حضور ﷺ نے مجھے سلام کا جواب بھی دیا اور مرحبا بھی فرمایا نیز یہ ارشاد کیا کہ فرشتے کافر کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے اور نہ زعفران سے لیپ کرنے والے اور نہ جنبی کے جنازے پر حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت امام بخاری الادب المفرد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک شخص بحرین سے واپس آیا اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام عرض کیا لیکن حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی اور ریشمی جبہ اوڑھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کے سلام کا جواب نہ دینے سے وہ از حد مغموم ہوا۔ اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی زوجہ سے اس کی شکایت کی۔ اس نیک بخت نے اسے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس تیرے ریشمی جبہ اور تیری سونے کی انگوٹھی کو دیکھا ہے اس لئے سلام کا جواب نہیں فرمایا۔ پہلے ان دونوں کو اتار دو پھر حاضر ہو کر سلام عرض کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا فرمایا ابھی ابھی تم میرے پاس آئے تھے اور میں تمہاری طرف ملتفت نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت تمہارے ہاتھ میں ایک چنگاری تھی۔

کسی کی طرف سے کسی کو سلام پہنچانا

- امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل امین آئے اور آکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ خدیجہ ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں روٹی اور سالن ہے اور پینے کیلئے مشروب ہے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

فَاقْرَأْ عَلَيْهَا مِنْ رَبِّهَا السَّلَامَ وَمِنِّي۔

"تو حضور ﷺ انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے
سلام پہنچائیں۔"

وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهَا وَلَا نَصَبَ

اور انہیں جنت میں ایک محل کی خوشخبری دیں جو موتیوں سے بنا ہوا ہے
جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تھکاوٹ ہوگی۔

ایک روز جبرئیل امین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام فرماتے ہیں جس پر سرکار دو عالم نے اپنی رفیقہ حیات کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا تو ازراہ ادب آپ نے عرض کی۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ السَّلَامُ وَعَلَى جِبْرِيْلَ السَّلَامُ وَ
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پر اللہ کا سلام،
اس کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔"

جب کوئی شخص آئے اور سلام نہ کرے

فتح مکہ کے روز صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں روانہ کیا اور ان کے ذریعہ دودھ اور کچھ تازہ سبزیاں بھجوائیں۔ حضور ﷺ اس وقت وادی کی اونچی جگہ پر تشریف فرما تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں حاضر ہوا تو نہ سلام عرض کیا اور نہ اجازت طلب کی: حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ پھر لوٹو اور پہلے یہ عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَاَدْخُلُ "اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر سلامتیاں ہوں کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے۔" یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صفوان مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

اسلامی معاشرہ میں ان چیزوں کی جو اہمیت ہے اس کو اجاگر کرنے کیلئے حضور ﷺ نے پہلے اس کو اس محفل سے نکل جانے کا حکم دیا اور واپسی کے وقت پھر سلام عرض کرنے اور اجازت طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

امام بخاری الادب المفرد میں روایت کرتے ہیں کہ ابی موسیٰ اور ابن مسعود اور ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی کہ انہیں ایک روز حضور ﷺ کی ہمراہی میں حضرت

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 231

سعد بن عبادہ کی ملاقات کیلئے جانے کا اتفاق ہوا۔ جب وہاں پہنچے تو حضور ﷺ نے سلام فرمایا لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری مرتبہ، پھر تیسری مرتبہ سلام فرمایا اور کوئی جواب نہ آیا تو سرکار نے فرمایا قَضَیْنَا مَا عَلَیْنَا جو چیز ہم پر لازم تھی وہ ہم نے ادا کر دی۔ پھر حضور ﷺ واپس مڑے۔ حضرت سعد نے اس وقت اجازت دی اور عرض کی یارسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے جتنی بار بھی حضور ﷺ نے سلام فرمایا میں نے سنا اور اس کا آہستہ سے جواب دیا لیکن میں نے بظاہر یہ خاموشی اس لئے اختیار کی کہ حضور ﷺ مجھے بار بار سلام فرمائیں اور حضور ﷺ کے ان پیہم سلاموں سے مجھے اور میرے اہل بیت کو برکتیں نصیب ہوں۔

حضرت سعد کا یہ جملہ غور طلب ہے جو ان کے جذبہ محبت و عقیدت کی غمازی کر رہا ہے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا۔ مَا سَلَّمْتَ مِنْ مَرَّۃٍ اِلَّا وَاَنَا اَسْمَعُ وَاَرُدُّ عَلَیْکَ وَلٰکِنْ اَحْبَبْتُ اَنْ تُکْثِرَ مِنْ سَلَامٍ عَلَیَّ وَعَلٰٓی اَھْلِ بَیْتِیْ۔

جہاں ایک آدمی جاگ رہا ہو اور دوسرا اس کے پاس ہی سو رہا ہو تو اسے سلام کہنے کا کیا طریقہ ہے

امام بخاری ادب مفرد میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی رات کے وقت تشریف فرما ہوتے تو اس طرح سلام فرماتے کہ جو جاگ رہا ہے وہ سن لے اور جو سو رہا ہے اس کی آنکھ نہ کھلے۔(1)

سلام کے علاوہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو باہم مصافحہ کرنے، معانقہ کرنے اور بوسہ دینے کی بھی ترغیب فرمائی۔

مصافحہ، معانقہ اور تقبیل کے آداب

امام احمد، ابی اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھے سلام فرمایا، میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مسکرا دیئے۔ پھر پوچھا تم جانتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس کی وجہ کا علم تو

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 232

نہیں لیکن جو آپ نے کیا ہے اس میں بہتری ہے۔ براء نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ملاقات کی اور اس طرح کیا جس طرح میں نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا میں نے وہی جواب عرض کیا جو آپ نے کہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ وَ يَاْخُذُ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ بِيَدِهٖ اِلَّا لِلّٰهِ فَلَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يُغْفَرَ لَهُمَا۔ (1)

"جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے وہ محض اللہ کی رضا کیلئے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے صحابہ میں سے کسی کے ساتھ ملاقات کرتے تو اس پر ہاتھ پھیرتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت امام احمد، بنی عنزہ کے ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوذر سے کہا میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوذر نے فرمایا وہ حدیث اسرار نبوت سے نہ ہوئی تو میں تمہیں بتادوں گا۔ میں نے عرض کی کہ وہ اسرار نبوت سے نہیں ہے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا جب تم لوگ حضور ﷺ سے ملاقات کرتے تو حضور ﷺ تم سے مصافحہ کرتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا جب کبھی بھی ملاقات کا شرف نصیب ہوا حضور ﷺ نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ ایک روز میرے آقا نے میری طرف ایک آدمی بھیجا میں گھر نہ تھا جب آیا تو اہل خانہ نے مجھے اطلاع دی کہ اللہ کے پیارے رسول نے یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ اس وقت چارپائی پر استراحت فرماتے تھے حضور ﷺ نے مجھے گلے لگا لیا۔

گویا مصافحہ کرنے سے گلے لگانا زیادہ پسندیدہ ہے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 234

دست بوسی اور قدم بوسی

ابن ماجہ، صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا انہوں نے رحمت عالم ﷺ کے دست مبارک کو بھی بوسہ دیا اور حضور ﷺ کے قدمین شریفین کو بھی چوما۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔

امام مسلم اور بخاری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ سے زیادہ میں نے کوئی نہیں دیکھا جو گفتگو کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔ آپ جب حاضر خدمت ہوتیں تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہوتے، انہیں مرحبا کہتے، ان کو بوسہ دیتے اور سیدہ کو اپنے پاس بٹھاتے۔ اور جب رحمت عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کے گھر قدم رنجہ فرماتے تھے تو حضرت سیدہ استقبال کیلئے کھڑی ہوتیں، حضور ﷺ کے دست مبارک کو پکڑتیں، مرحبا کہتیں اور بوسے دیتیں۔ پھر حضور ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ حضرت سیدہ جب حضور ﷺ کی آخری بیماری کے وقت زیارت کیلئے حاضر ہوئیں تو شفیق و کریم باپ نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید بھی کہا اور ان کے بوسے لئے۔

امام بخاری الادب المفرد میں وازع بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ فَأَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهُمَا(1) ہم نے پہلے حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کو پکڑا اور انہیں بوسے دیئے پھر حضور ﷺ کے قدمین شریفین کو چومتے رہے۔

نبی مکرم ﷺ کی نشست و برخاست کی ادائیں

مجلس میں جہاں بھی جگہ خالی ملتی حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہو جاتے

حضور سرور عالم جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی وہاں بیٹھ جاتے اور اپنے صحابہ کو بھی یہی حکم دیا کرتے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 6-235

قرفصاء: بیٹھنے کی ایک خاص ہیئت ہے جس میں انسان اپنے پاؤں پر بیٹھتا ہے اور رانوں کو پنڈلیوں سے ملا دیتا ہے۔ حضرت مخرمہ کی صاحبزادی فرماتی ہیں رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَاعِدًا الْقُرْفُصَاءَ (1) میں نے حضور ﷺ کو اپنے پاؤں پر بیٹھے دیکھا۔

تربع: چار زانو بیٹھنا۔ حضرت حنظلہ بن خزیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا۔

احتباء: انسان اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر کے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے گھیر لے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ شریف کے صحن میں دیکھا کہ حضور ﷺ احتباء کی صورت میں تشریف فرما تھے۔

نگاہ کو آسمان کی طرف بلند کرنا

حضور سرور عالم ﷺ جب کافی دیر تک اپنے صحابہ سے محو گفتگو رہتے تو کبھی کبھی اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے۔

حضور کا تکیہ لگانے کا انداز

صفوان بن عسال ایک روز اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا حضور ﷺ سرخ رنگ کے تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے بائیں جانب تکیہ رکھا ہے اور اس پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

بسا اوقات حضور ﷺ کنوئیں کے منڈیر پر تشریف فرما ہوتے اور اپنے قدم مبارک کو کنوئیں میں لٹکا دیتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ قضائے حاجت کیلئے چار دیواری میں تشریف لے گئے۔ میں پیچھے پیچھے چلتا آیا۔ جب سرکار اس چار

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 241

دیواری میں داخل ہوئے تو میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ حضور ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اپنی پنڈلیوں سے چادر اوپر اٹھالی اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔

حضرت امام طبرانی اوسط میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ اعواف، میں ٹھہرے۔ حضرت بلال حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم مبارک کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر حاضر ہوئے اور اندر جانے کا اذن طلب کیا۔ حضرت بلال نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا **یَا بِلَالُ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ** اے بلال انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی سناؤ۔ حضرت صدیق اندر آئے اور حضور ﷺ کی دائیں طرف منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور جس طرح حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکائے تھے آپ نے بھی اپنے پاؤں لٹکا دیئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمر حاضر ہوئے۔ بلال نے بارگاہ نبوت میں ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **یَا بِلَالُ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ** اے بلال انہیں اندر آنے کی اجازت دو نیز انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔ آپ داخل ہوئے اور سرور عالم کے بائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت عثمان حاضر ہوئے۔ حضرت بلال نے ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **ائْذَنْ لَهٗ یَا بِلَالُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ** کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دو۔ انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ اور اس مصیبت کی بھی جو انہیں پہنچے گی۔ حضرت عثمان داخل ہوئے اور حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔(1)

حضور ﷺ کی صحابہ کے ساتھ نشست کا انداز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہم نشینوں سے آگے نہ کرتے۔ جو شخص حضور ﷺ کے دست مبارک کو تھام لیتا جب تک وہ خود اپنا ہاتھ واپس نہ کرتا حضور ﷺ اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے۔ اور جو شخص بھی بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 242

حاصل کر تا جب تک وہ خود اٹھ کر چلا نہ جاتا، حضور ﷺ کھڑے نہ ہوتے۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو خود درمیان میں بیٹھتے، صحابہ کرام حلقہ باندھے چاروں طرف بیٹھا کرتے۔ سرورِ عالم ﷺ جب خطاب فرماتے تو کبھی ایک طرف کے لوگوں پر توجہ فرماتے کبھی دوسری طرف کے لوگوں پر اور کبھی تیسری طرف کے لوگوں پر توجہ فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان میں بیٹھتے۔ ناواقف اعرابی آتے تو وہ یہ نہ سمجھ سکتے کہ حضور ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہیں لوگوں سے پوچھنا پڑتا۔ ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم اونچا سا تھڑا بنائیں تاکہ اعرابی حضور ﷺ کو بآسانی پہچان سکیں۔ چنانچہ ہم نے ایک تھڑا بنایا حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم ایک دوسرے سے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھ جاتے۔

حضرت امام احمد، عباد بن تمیم سے وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کو دیکھا کہ حضور ﷺ مسجد میں لیٹے ہیں اور ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا ہے۔(1)

مجلس کے اختتام پر دعا

امام ترمذی اور حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مجلس برخاست کرتے تو اپنے صحابہ کیلئے ان پاکیزہ کلمات سے دعا مانگتے۔ آپ بھی ان کلمات کو غور سے پڑھیں اور ان کا مفہوم دل میں پیوست کریں اور یہ دعا مانگنا اپنا معمول بنالیں۔

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا یُھَوِّنُ عَلَیْنَا مُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَاْرَنَا عَلٰی مَنْ

---

1 سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 243

ظُلْمِنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا۔ وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا
فِیْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا
وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا (1)

"اے اللہ! ہمیں وہ اپنا خوف عطا فرما جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانیوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے اور ہمیں اس اطاعت کی توفیق عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچادے۔

ہمیں ایسی قوت یقین ارزانی فرما جو دنیوی مصیبتوں کو ہمارے لئے آسان فرمادے۔

جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہماری قوت سماعت، ہماری بینائی اور ہماری بدنی طاقت سے ہمیں متمتع فرما۔

اور اس کو ہمارا وارث بنا۔

اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا انتقام تو لے۔

تو ہمیں مدد دے ان لوگوں کے خلاف جو ہم سے عداوت کرتے ہیں۔

ہماری مصیبت کو ہمارے دین میں نہ بنا۔

اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی مصیبت نہ بنا اور یہ کہ ہمارے علم کی رسائی صرف دنیوی امور تک نہ ہو۔

اور یا اللہ ایسے دشمن کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

ہر مسلمان کو چاہئے یہ دعا ازبر کرے جب کسی محفل کے اختتام پر اٹھے ان کلمات طیبات سے بارگاہ الٰہی میں اپنی عرض پیش کرے۔

حضور کا مجلس سے قیام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس سے کھڑے ہونے کی دو قسمیں تھیں۔ ایک قسم اس قیام کی تھی جس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ پر لوٹ آتے تھے اور دوسرا قیام ایسا تھا کہ وہ مجلس برخاست ہونے کا اعلان ہوتا۔

پہلے قیام کے بارے میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 44-243

ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تھے تو ہم حضور ﷺ کے اردگرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے۔
اگر حضور ﷺ اس قیام کے بعد اسی مجلس میں واپس ہونے کا ارادہ کرتے تو حضور اپنی نعلین مبارک باہر ہی رکھ آتے یا کوئی اور چیز جو حضور ﷺ کے پاس ہوتی وہ مجلس سے باہر رکھ دیتے جس سے صحابہ کرام کو حضور ﷺ کے ارادہ پر آگاہی ہو جاتی۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنی نعلین مبارک باہر چھوڑیں تو میں نے ایک لوٹا لیا اس میں پانی بھرا حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا حضور ﷺ قضائے حاجت کے بغیر واپس لوٹے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حضور نے قضائے حاجت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا نہیں کی۔ یہ جلدی اس لئے کی کہ میرے پاس فرشتہ میرے رب کی طرف سے یہ پیغام لے آیا۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (1)

"اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرلے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا۔"

اس آیت سے پہلے ایک اور آیت نازل ہوئی تھی جو میرے صحابہ پر بڑی گراں گزری تھی۔
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ جو آدمی گناہ کرے گا اس کو اس کی جزا دی جائے گی۔
میرے صحابہ اس آیت سے بڑے افسردہ اور غمگین تھے۔ میں قضائے حاجت کئے بغیر واپس آیا ہوں تاکہ اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سناؤں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ وَاِنْ زَنَا وَسَرَقَ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ غُفِرَ لَهٗ خواہ وہ زنا اور چوری کرنے کے بعد توبہ کرے تو پھر بھی اس کو بخش دیا جائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک۔ پھر ابودرداء نے تیسری بار یہی سوال دہرایا تو حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ جواب دیا نَعَمْ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عُوَيْمِرٍ بیشک اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا خواہ عویمر کی ناک کیوں نہ خاک آلود ہو۔

2۔ دوسری قسم جس قیام سے مجلس برخاست کرنا مطلوب ہو۔

1۔ سورۃ النساء، 110

ایسے قیام سے پہلے حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اور پھر مجلس کو برخاست کرتے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

اے اللہ! تو ہر شریک اور ہر عیب سے پاک ہے اور ہم تیری حمد کرتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں۔"

ابو برزہ نے اس روایت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے ایک ایسا ارشاد فرمایا جو پہلے حضور ﷺ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیا یہ کلمات مجلس میں جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کا کفارہ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا كَلِمَاتٌ عَلَّمَنِيْهِنَّ جِبْرَئِيْلُ كَفَّارَاتٌ لِخَطَايَا الْمَجْلِسِ یہ وہ کلمات ہیں جو جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں مجلس میں وقوع پذیر ہونے والی ساری خطاؤں کا یہ کفارہ ہے۔

ایک دوسری روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا نماز ادا کرتے تو کچھ کلمات زبان مبارک پر لے آتے۔ میں نے اپنے آقا سے ان کلمات کے بارے میں دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ
وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ (1)

پھر فرمایا مجلس کے اختتام پر جو شخص یہ کلمات کہے گا اس مجلس میں جتنی خطائیں اس سے سرزد ہوئی ہیں وہ سب بخش دی جائیں گی۔

حضور کی رفتار اور اس کی انواع

اس کی ہیئت: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ مِشْيَةً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 247

2۔ ایضاً، صفحہ 248

"میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین حضور ﷺ کے سامنے سے لپٹتی جارہی ہے۔
حضور ﷺ جب چلتے تو کسی قسم کا ضعف یا سستی ہرگز نمایاں نہ ہوتی۔
حضور ﷺ جب چلتے تو ساتھ والے لوگ دوڑتے لیکن پھر بھی حضور ﷺ کو نہ پاسکتے۔"
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی یَتَوَکَّأُ۔

"جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو اپنے عصا پر ٹیک لگاتے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو پوری قوت سے چلتے اس میں کوئی کسل اور سستی نہ ہوتی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی سرعت رفتار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی کَاَنَّمَا یَنْحَدِرُ مِنْ صَبَبٍ وَّاِذَا مَشٰی کَاَنَّمَا یَتَقَلَّعُ مِنْ صَخْرَۃٍ۔ (1)

"رحمت عالم ﷺ جب چلا کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے نشیب کی طرف جارہے ہیں اور جب حضور ﷺ چلا کرتے تو قدم جما کر رکھتے جس سے پتہ چلتا کہ حضور ﷺ جلدی میں نہیں ہیں۔"

اسی سرعت رفتار کو حضرت ابن سعد نے یوں بیان کیا ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤًا کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ۔

"جب حضور ﷺ چلتے تو آگے زور دے کر چلتے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔"

ابن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

وَاِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَاَنَّمَا یَنْحَدِرُ مِنْ صَبَبٍ۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 9-248

"کہ حضور جب چلتے تو زمین پر سے پاؤں زور کے ساتھ اٹھاتے (جیسے مستعد اور مضبوط لوگوں کی چال ہے) یہ نہیں کہ چھوٹے چھوٹے قدم مغروروں یا عورتوں کی طرح رکھتے۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے مغرب کی نماز اللہ کے پیارے رسول کے ساتھ ادا کی۔ بعض نمازی واپس آگئے اور بعض وہیں ٹھہرے رہے۔ حضور ﷺ جلدی سے تشریف لائے حتی کہ سانس پھولا ہوا معلوم ہوتا تھا حضور ﷺ نے تیزی سے فرمایا۔

اَبْشِرُوْا هٰذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ السَّمَآءِ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ يَقُوْلُ اُنْظُرُوْا عِبَادِيْ قَدْ قَضَوْا فَرِيْضَةً رَبِّهِمْ يَنْتَظِرُوْنَ اُخْرٰى۔

"اے میرے صحابہ تمہیں خوشخبری ہو، یہ ہے تمہارا پروردگار جس نے آسمان کے دروازوں سے ایک دروازہ کھولا ہے اور تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کر رہا ہے اور فرما رہا ہے: اے ملائکہ! دیکھو میرے بندوں کو انہوں نے ایک فریضہ ادا کیا ہے اور دوسرے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔"

حضور ﷺ جب چلتے تو حضور ﷺ کلی طور پر ایک چیز کی طرف متوجہ ہوتے۔

حضرت ہند بنت ابی ہالہ فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيْعًا وَّاِذَا اَدْبَرَ اَدْبَرَ جَمِيْعًا۔ (1)

"یعنی حضور ﷺ جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تو بتمامہ متوجہ ہوتے اور جب کسی چیز کی طرف پیٹھ کرتے تو مکمل طور پر پیٹھ کرتے۔"

حضور ﷺ کا جوتے پہن کر، ننگے پاؤں اور الٹے پاؤں چلنا

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کبھی ننگے پاؤں چلتے اور کبھی نعلین پہن کر چلتے۔ کبھی کبھی سرور عالم ﷺ پیچھے کی طرف چلتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 250

میں ایک روز باہر سے آئی حضور کریم ﷺ گھر کے اندر نماز ادا فرما رہے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے کی التجا کی تو حضور ﷺ آگے بڑھے اور دروازہ کھولا پھر الٹے پاؤں اپنے مصلیٰ پر پہنچے اور بقیہ نماز مکمل کی۔

سرورِ عالم ﷺ بسا اوقات چلتے ہوئے اپنے کسی صحابی کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک سے پکڑ لیتے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز کسی کام کیلئے گھر سے باہر نکلا۔ اچانک دیکھا کہ سرور عالم ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم دونوں اکٹھے چلتے رہے۔

حضرت ابو امامہ روایت کرتے ہیں سرور عالم ﷺ نے ایک دن میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے ابا امامہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ يَلِيْنُ لَهٗ قَلْبِىْ بعض ایسے اہل ایمان ہیں جن کیلئے میرا دل بہت نرم ہوتا ہے۔

طبرانی، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور انبیاء باہر تشریف لے آئے اور حضور ﷺ نے ابو ذر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اسی حالت میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَلِمْتَ اَنَّ بَيْنَ اَيْدِيْنَا عَقَبَةً كَئُوْدًا لَا يَصْعَدُهَا اِلَّا الْمُخِفُّوْنَ۔ (1)

"اے ابوذر کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، اس پر وہی لوگ چڑھ سکیں گے جن کے کندھوں پر گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوگا۔"

ہادی انس و جان ﷺ کے آداب خورد و نوش

بزاز اور طبرانی نے ثقہ راویوں کے واسطہ سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ پیش کی جاتی تو پہلے وہ ہدیہ پیش کرنے والا اس سے تناول کرتا اور پھر حضور ﷺ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے۔

اس احتیاط کی وجہ یہ ہے کہ فتح خیبر کے بعد ایک یہودن نے حضور کی خدمت میں ایک

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 252

بکری کا گوشت بھون کر پیش کیا اور اس میں اس نے زہر ملا دی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے اس احتیاط کا التزام فرمایا تاکہ آئندہ کوئی دشمن اسلام ایسی حرکت نہ کرے۔

سرور عالم ﷺ جب کھانا کھانے کیلئے تشریف فرما ہوتے تو اس طرح نہ بیٹھتے جس سے غرور اور رعونت کا اظہار ہو بلکہ اس طرح نشست فرماتے کہ عجز و تواضع کا اظہار ہو۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ رحمت عالم نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا لَآ اٰکُلُ مُتَّکِئًا کہ میں اس حالت میں نہیں کھاتا کہ میں تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوں۔ رواہ بخاری، احمد وغیرہما۔

امام مسلم، ابوداؤد عبداللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک بکری پیش کی گئی۔ رحمت عالم ﷺ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھے اور اس گوشت کو تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے دیکھا تو کہنے لگا ماھذہ الجلسۃ بیٹھنے کی یہ صورت کیسی ہے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیْمًا وَّلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا عَنِیْدًا

"مجھے اللہ تعالیٰ نے عزت والا بندہ بنایا ہے۔ مجھے جابر اور متکبر نہیں بنایا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی طرف جبرئیل کی معیت میں ایک خاص فرشتہ بھیجا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو بندہ ہے اور چاہے تو بادشاہ بنیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جبرئیل امین کی طرف دیکھا۔ جبرئیل نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بَلْ اَکُوْنُ عَبْدًا نَّبِیًّا

"میں بادشاہ نہیں بننا چاہتا، میں ایسا نبی بننا چاہتا ہوں جو اپنے رب کا بندہ ہو۔"

اس گفتگو کے بعد حضور ﷺ نے کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رحمت عالم پہلا لقمہ منہ مبارک میں ڈالتے تو یہ فرماتے۔ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اے وسیع اور کشادہ مغفرت کے مالک۔"

گاہے گاہے سرورعالم ﷺ کوئی قلیل چیز تکیہ لگا کر بھی تناول فرمالیا کرتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک دفعہ کسی نے کھجور پیش کی۔ حضور ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اسی حالت میں اس کھجور کو تناول فرمایا۔

خوئے کریمی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب گوشت پکاتے تو اہل خانہ کو حکم دیتے کہ اَكْثِرُوا الْمَرَقَ کہ شوربا زیادہ بنانا۔

وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ (1) اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کرنا۔

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ جب شوربا بناؤ تو پانی زیادہ ڈالو اور اپنے پڑوسیوں کیلئے بھی چمچ بھر ارسال کرو۔

کھانے سے پہلے ہاتھ صاف کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ غَسَلَ يَدَيْهِ

"سرور عالم ﷺ جب کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو دھوتے۔"

مل کر کھانے کی ترغیب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلَى مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْاَيْدِيْ۔ (2)

"میرے نزدیک پسندیدہ کھانا وہ ہے جس کے دستر خوان پر بہت زیادہ ہاتھ ہوں۔"

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا بہت بڑا پیالہ (پرات) تھا، جسے غراء کہا جاتا جسے چار آدمی اٹھاتے۔ حضور ﷺ اور صحابہ صبح جب بیدار

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 262

2۔ ایضاً

ہوتے تو چاشت کے وقت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے پھر اس بڑی پرات کو لایا جاتا سب صحابہ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے یہاں تک کہ سرور عالم بھی ان میں تشریف فرما ہوتے۔ ایک اعرابی نے اس سادگی اور بے تکلفی کو دیکھا تو پوچھا مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ یہ کس قسم کی نشست ہے تو اس کے جواب میں اللہ کے کریم رسول ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَنِىْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَّلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا عَنِيْدًا

”کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت والا بندہ بنایا ہے مجھے جابر اور مغرور نہیں بنایا۔“

پھر معلم انسانیت ﷺ نے اپنے صحابہ کو کھانے کا طریقہ بتایا۔

كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهَا۔

”پہلے اطراف سے کھانا کھاؤ اور اس کے درمیان چوٹی یوں ہی رہنے دو اس میں تمہارے لئے برکت ڈالی جائے گی۔“

پھر حضور ﷺ نے کھانا شروع کرنے کا اذن دیا اور ساتھ انہیں ایک خوشخبری بھی سنائی فرمایا۔

خُذُوْا وَكُلُوْا فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتُفْتَحَنَّ عَلَيْكُمْ اَرْضُ فَارِسَ وَرُوْمٍ۔

”تو اب کھانا شروع کرو اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ایران و روم کی مملکتوں کو یقیناً فتح کرو گے۔ کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی ہو جائے گی۔ لوگ اس وقت اللہ کا نام لینا بھول جائیں گے۔“

حضور کا گرم کھانے کو ناپسند فرمانا اور کھانے میں پھونک نہ مارنا

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سخت گرم کھانے کو ناپسند فرماتے یہاں تک کہ اس کی گرمی کی شدت کم ہو جاتی۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نہ کھانے کی چیز میں پھونک مارتے اور نہ پینے کی چیز میں۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 65-264

چلتے ہوئے کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ تازہ کھجوریں کھا بھی رہے تھے اور چل بھی رہے تھے اور میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور دائیں بائیں آتے جاتے۔

بڑے برتن میں کھانا رکھ کر کھانا

امام نسائی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے کاشانہ اقدس کی طرف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارے لئے ایک تھال لایا گیا جس میں روٹی کے ٹکڑے رکھے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ کیا کوئی سالن ہے تو کہا گیا صرف سرکہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا میں سرکہ سے محبت کرنے لگا۔(1)

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا ایک بڑا لگن تھا جس کو الفراء کہا جاتا تھا اسے چار آدمی اٹھایا کرتے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہجرت کی رات حضرت صدیق اکبر کے گھر میں حضور ﷺ کیلئے کھانا تیار کیا، ایک برتن میں کھانا رکھا اور ایک میں پینے کا پانی۔ لیکن میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ان دونوں کو باندھ سکوں۔ میں نے حضرت صدیق کی خدمت میں عرض کی بخدا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ساتھ اسے باندھ سکوں سوائے کمر بند کے۔ آپ نے فرمایا اس کو پھاڑ کر دو حصے بنالو۔ ایک کے ساتھ پانی کے مشکیزے کو باندھو اور دوسرے کے ساتھ توشہ دان باندھو۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اسی وجہ سے مجھے ذات النطاقین کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

جس برتن میں کھانا ہو حضور ﷺ اس کو ڈھانپنے کی تلقین فرماتے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 266

ابو حمید، بارگاہ رسالت میں ایک برتن لے آئے جس میں ایک مشروب تھا۔ سرور عالم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا ھَلَّا خَمَّرْتَہٗ اگر تم اسے ڈھکن سے ڈھانپ دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔(1)

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

حضور ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ بسم اللہ شریف پڑھتے۔

حضرت عائشہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتی ہیں فَاِذَآ اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ اگر تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو چاہئے کہ اللہ کا نام لے۔ اور اگر وہ پہلے بھول جائے تو جس وقت یاد آئے کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ

حبشی بن حرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دفعہ صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ اِنَّا نَاْکُلُ وَلَا نَشْبَعُ ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَعَلَّکُمْ تَتَفَرَّقُوْنَ شائد کھانا کھاتے وقت تم الگ الگ ہو جاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ حضور نے فرمایا۔

اِجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْہِ

"سب اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور کھانا شروع کرتے وقت اللہ کا نام لیا کرو، اللہ تعالیٰ اس کھانے میں تمہارے لئے برکت ڈال دے گا۔"

حضور ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور کھانے سے فراغت کے بعد ان کو چوس لیتے۔ اور ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاتے اور اس کا حکم دیتے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا معمول تھا کہ تین انگلیوں سے کھاتے، انگوٹھا اور ساتھ والی دو انگلیاں۔ پھر ان کو چوس لیتے پھر ان کو کپڑے سے صاف کر لیتے۔ نیز کبھی کبھی چوتھی انگلی سے بھی مدد لیتے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنا دایاں ہاتھ کھانے پینے، وضو کرنے، کپڑے پہننے اور کچھ لینے اور دینے کے لئے استعمال فرماتے اور اس کے علاوہ باقی کاموں کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 268

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ، جب پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان کا طریقہ ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھانے کو منع کیا اور ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع کیا۔ اور صرف ایک چادر اوڑھ کر احتباء کی صورت میں بیٹھنے سے بھی منع فرمایا کیونکہ اس سے برہنہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ وَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ - (1)

"کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو۔ اور کوئی چیز پکڑو تو دائیں ہاتھ سے لو اور دو تو دائیں ہاتھ سے دو کیونکہ شیطان کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔"

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے، جس کا نام بسر بن راعی تھا، حضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا كُلْ بِيَمِينِكَ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے ازراہ غرور جواب دیا میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کرے تم کبھی نہ کھا سکو۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ ناکارہ ہو گیا پھر وہ اس کو اٹھانا چاہتا تب بھی نہ اٹھا سکتا۔

حضرت حمزہ بن عمر الاسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز مجھے حضور ﷺ کی معیت میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ معلم انسانیت نے مجھے کھانا کھانے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا۔

كُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ

"اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، جو کھانا تمہارے سامنے ہو وہ کھاؤ اور کھانا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 271

کھاتے وقت اللہ کا نام لو۔"

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب میں نو عمر تھا تو میں حضور ﷺ کی گود میں پرورش پایا کرتا تھا اور کھانے کے وقت میرا ہاتھ ادھر ادھر گھومتا رہتا۔ مجھے جہاں کوئی تر نوالہ یا گوشت کی بوٹی نظر آتی وہ اچک کر اٹھا لیتا۔ سرور عالم ﷺ نے میری تربیت کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا غُلَامُ: سَمِّ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ

"اے نوجوان پہلے اللہ کا نام لیا کرو دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور جو کھانا تیرے سامنے ہے وہ کھاؤ۔"

آپ کہتے ہیں۔ مَا زَالَ تِلْكَ طُعْمَتِيْ "اس کے بعد میرا کھانے کا یہی طریقہ ہو گیا"

امام ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عکراش بن ذویب سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد عکراش سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے۔ ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ جو ثرید اور چربی سے بھرا ہوا تھا بھیجا گیا۔ میں اس میں اپنا ہاتھ ڈالتا کبھی ادھر کبھی ادھر لیکن رسول اللہ ﷺ صرف اپنے سامنے سے تناول فرماتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ سب ایک قسم کا کھانا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک اور پیالہ لایا گیا جس میں کھجور کی مختلف قسمیں تھیں۔ کوئی خشک کوئی تر۔ میں حسب ہدایت اپنے سامنے جو کھجوریں تھیں وہی کھاتا رہا اور حضور ﷺ اپنے دست مبارک کو آگے پیچھے حرکت دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عکراش اب جہاں سے تیری مرضی ہو کھجور کا دانہ اٹھا لو، یہ سب کھجوریں ایک قسم کی نہیں بلکہ مختلف قسم کی ہیں جو تمہیں پسند ہو وہ اٹھا لو۔

کھانے میں چھری کا استعمال

امام بخاری عمرو بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بکری کے کندھے سے گوشت کاٹ رہے تھے تو نماز کی اقامت ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس بکری اور چھری کو رکھ دیا اور نماز ادا کی اور پھر وضو نہیں کیا۔ (1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 272

دستر خوان پر کھانا کھانے اور اٹھنے کے آداب

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتّٰى يُرْفَعَ۔

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ دستر خوان اٹھانے سے پہلے کھانا چھوڑ کر آدمی اٹھ جائے۔"

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جس وقت دستر خوان بچھایا جائے اور اس پر کھانا چن دیا جائے تو ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے اور اپنے ساتھی کے سامنے جو کھانا ہے اس سے نوالہ نہ لے۔ اور نہ پیالے میں جو کھانا ہے اس کی چوٹی سے کھانا لے کیونکہ برکت کھانے کے اوپر والے حصہ میں ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک کوئی شخص دستر خوان سے نہ اٹھے جب تک دستر خوان کو تہ نہ کر دیا جائے اور اگر سیر بھی ہو جائے تو جب تک دوسرے لوگ کھانے سے بس نہ کریں وہ اپنا ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ اس سے اس کے ہم نشین کو خجالت محسوس ہوتی ہے اور ابھی اس کی طلب باقی ہوتی ہے اور وہ اس کو دیکھ کر اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔

حضرت اسماء روایت فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ ایک مرتبہ کھانا لے کر آئے ہم نے عرض کی لَا نَشْتَهِيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ہمیں تو کوئی طلب نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا تَجْمَعْنَ كِذْبًا وَّجُوْعًا جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔ یعنی اگر تمہیں خواہش ہے اور بربنائے تکلف کہتی ہو کہ خواہش نہیں تو تو نے دو چیزیں جمع کیں۔ تمہیں خواہش تھی اور تم نے کہا کوئی خواہش نہیں۔ دوسرا بھوکی رہی۔ دو مصیبتوں کو جمع کرنا اچھا نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور عالم طبیب قلب و بدن ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے کسی مشروب میں مکھی گر پڑے تو اس کو پوری طرح ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔

موجودہ دور کے سائنس دانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا وہ حق ہے

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ سعید حوی کی تصنیف لطیف الرسول۔ صفحہ 39-42)

حضور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دوعالم ﷺ کسی کھانے کی مذمت نہیں کیا کرتے تھے، اگر دل چاہا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

مجذوم کے ساتھ مل کر کھانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اس پیالے میں ڈال دیا جس سے حضور ﷺ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ اسے فرمایا کُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں برکت ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ قبا کے رہنے والے ایک انصاری نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ ہم سب حضور کے ساتھ گئے۔ جب حضور ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو دھویا۔

کھانا کھانے کے بعد کی دعا

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب کھانے پینے سے فارغ ہوتے تو یوں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

حضور ﷺ کے ایک خادم نے حضور ﷺ سے یہ دعا نقل کی ہے کہ جب حضور ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَاَسْقَيْتَ وَاَغْنَيْتَ وَاَقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ وَ اَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ۔ (1)

"اے اللہ! تو نے ہی مجھے کھانا کھلایا۔ تو نے ہی مجھے پانی پلایا تو نے ہی مجھے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 79-278

غنی کیا۔ تو نے ہی (مال کو) میرے پاس پس انداز رکھا۔ تو نے ہی ہدایت دی۔ تو نے ہی مجھے زندگی بخشی۔ پس جو انعامات تو نے مجھ پر کئے میں ان کے لئے تیری حمد کرتا ہوں۔"

اگر کسی کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو یوں دعا دیتے

حضرت سرور عالم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا۔ حضور پر نور ﷺ نے اسے تناول فرمایا پھر انہیں دعا سے نوازتے ہوئے فرمایا۔

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ۔

"روزے دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔"

اسی طرح اپنے میزبان کے ہاں کھانا کھانے کے بعد کبھی یوں ان کے لئے دعا فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ (1)

"یا اللہ! جو رزق تو نے میرے میزبان کو دیا ہے اس میں برکت ڈال، ان کے گناہوں کو معاف فرما اور ان پر رحم فرما۔"

کھانے کے وقت کس طرح بیٹھے

جب تکیہ لگا کر کھانا مکروہ یعنی خلاف اولیٰ ہوا تو اب اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل اور اپنے قدموں کی پشت پر بیٹھے یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں حضور ﷺ کی کھانے کے وقت نشست کے بارے میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور بائیں پاؤں کا بطن دائیں پاؤں کی پشت پر رکھتے یہ بارگاہ الٰہی میں تواضع اور ادب کے اظہار کیلئے کرتے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیٹھنے کی یہی شکل تمام دوسری شکلوں سے زیادہ نفع بخش اور

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 280

افضل ہے کیونکہ اس طرح تمام اعضاء اپنی طبعی وضع پر ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کی روٹی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز اپنے گھر کے سائے میں بیٹھا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ مجھے اشارہ کر کے بلایا میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم سرور عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس پہنچے۔ یہ حجرہ حضرت زینب بنت جحش کا تھا یا ام المومنین ام سلمہ کا تھا رضی اللہ عنہما۔ حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے، اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیا پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج سے پوچھا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ عرض کی گئی جو کی تین روٹیاں ہیں۔ کسی چیز پر رکھ کر وہ روٹیاں پیش کی گئیں۔ ان تین میں سے ایک کو حضور ﷺ نے اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا دوسری اٹھائی میرے سامنے رکھ دی۔ تیسری روٹی کو اٹھایا اس کو دو حصوں میں کر دیا ایک نصف حضور ﷺ نے اپنے سامنے رکھا اور دوسرا نصف میرے سامنے رکھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ایک روز سرور عالم ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ روٹی کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا دیکھا۔ اس کو اٹھایا، جو مٹی لگی تھی اس کو صاف کیا اور پھر اسے تناول فرمایا۔ پھر آپ نے اپنی رفیقہ حیات بلکہ امت مسلمہ کی تمام خواتین تک اپنا یہ پیغام پہنچایا۔ فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ أَحْسِنِي جِوَارَ نِعَمِ اللهِ تَعَالَى فَإِنَّهَا قَلَّ مَا نَفَرَتْ عَنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَكَادَتْ تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ۔ (1)

"اے عائشہ! اللہ کی نعمتوں کی ہمسائیگی کا اچھی طرح حق ادا کیا کرو۔ اگر نعمتیں کسی اہل خانہ سے بھاگ جائیں تو پھر ان کا لوٹ کر واپس آنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔"

طبرانی اور بزاز نے حضرت عبداللہ بن مہران کے واسطہ سے روایت کیا ہے: سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 286

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ روٹی کی عزت کیا کرو

اور جو شخص دستر خوان سے گرے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ام رومان (زوجہ صدیق اکبر) روایت کرتی ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانُوْا یَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ غَیْرَ مَنْخُوْلٍ (1)

"یعنی حضور ﷺ، حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، یہ تینوں بزرگ ترین ہستیاں جو کا آٹا نہیں چھانتی تھیں بلکہ ان چھنے آٹے کی ان تینوں حضرات کیلئے روٹی پکتی تھی۔"

وہ جانور اور پرندے جن کا گوشت حضور ﷺ تناول فرمایا کرتے تھے

1۔ بکری کا گوشت

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بکری کا گوشت پیش کیا جاتا۔ جب اس کا بازو پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ اسے بہت پسند فرماتے۔

بزاز نے ثقہ راویوں کے ذریعہ سے روایت کیا ہے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے بکری ذبح کرنے کا حکم دیا اور اس کو ہمسائیوں میں بانٹ دیا۔ حضرت صدیقہ نے بکری کا ایک بازو حضور سرور عالم ﷺ کیلئے رکھ لیا اور بکری کا یہی گوشت حضور ﷺ کو پسند تھا۔ جب رحمت عالم کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے تو ام المومنین نے عرض کی یارسول اللہ بکری کا سارا گوشت تقسیم کر دیا ہے ہمارے پاس صرف اس کا ایک بازو باقی رہ گیا ہے۔ مَا بَقِیَ عِنْدَنَا مِنْھَا اِلَّا الذِّرَاعُ اس معلم انسانیت نے فرمایا۔ بَقِیَ کُلُّھَا اِلَّا الذِّرَاعُ سارا باقی رہ گیا ہے صرف وہ باقی نہیں رہے گا جو تم نے اپنے لئے بچایا ہے۔

امام مسلم ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں گائے کا گوشت پیش کیا گیا۔ عرض کی گئی بریرہ لونڈی کیلئے یہ صدقہ بھیجا گیا ہے۔ سرور عالم نے حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَّلَنَا ھَدِیَّۃٌ جس کسی نے یہ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 289

گوشت بریرہ کو دیا ہے وہ صدقہ ہے لیکن جب بریرہ نے ہمیں دیا تو اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو دونوں بازوؤں اور کندھے کا گوشت بہت مرغوب خاطر تھا۔

القدید: خشک گوشت

امام بخاری۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور ﷺ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ انس کہتے ہیں میں اپنے آقا کے ہمراہ اس کے گھر گیا۔ اس درزی نے جو کی ایک روٹی، شوربا جس میں کدو تھا اور خشک گوشت پیش کیا۔(1)

حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ تم قربانی کے جانوروں کا گوشت کدھر کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ہم قربانی کے جانوروں کے پائے حفاظت سے رکھ لیتیں اور ایک ماہ بعد حضور ﷺ انہیں پکوا کر تناول فرماتے۔

حضور بکری کا گوشت بھون کر بھی تناول فرمایا کرتے

حضرت حارث بن جذع الزبیدی رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا کہ ہم نے مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر بھونا ہوا گوشت کھایا۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حکم دیا کہ حریرہ (ایک قسم کا حلوہ) بناؤ میں نے بنایا۔ پھر میرے باپ نے حکم دیا کہ میں یہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں۔ جب میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا جابر تمہارے ساتھ کیا ہے، کیا یہ گوشت ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر میں اپنے والد کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے؟ میں نے کہا ہاں حضور ﷺ نے مجھے فرمایا جابر تمہارے پاس گوشت ہے۔ میرے والد نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو گوشت کی رغبت تھی۔ میرے باپ نے حکم دیا کہ گھریلو بکری ذبح کر دو۔ پس میں نے ذبح کی پھر اس کا گوشت بھونا۔ مجھے حکم دیا کہ بارگاہ رسالت میں یہ گوشت پیش کروں۔ میں حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ نے پوچھا کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کی بکری کا بھونا ہوا گوشت لایا ہوں۔ حضور ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 291

جَزَى اللّٰهُ الْاَنْصَارَ عَنَّا خَيْرًا۔ وَلَا سِيَّمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَسَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (1)

"اللہ تعالیٰ تمام انصار کو جزائے خیر عطا فرمائے خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کو۔"

2۔ اونٹ کا گوشت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں سیدنا علی مرتضیٰ یمن سے حضور ﷺ کی قربانی کیلئے ایک سو اونٹ لائے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان میں سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے اور علی مرتضیٰ نے بقیہ اونٹ ذبح کئے۔ ان میں سے ایک اونٹ میں دونوں شریک ہوگئے۔ پھر ہر قربانی کے اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا پھر ہانڈی میں پکایا گیا۔ سرور عالم ﷺ اور علی مرتضیٰ نے اس گوشت سے تناول فرمایا اور دونوں نے شوربا پیا۔ (2)

3۔ سمندر کی مچھلی کا گوشت

امام بخاری اور مسلم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اس غزوہ میں شریک ہوئے جس کو پتے جھاڑنے والا غزوہ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اشیاء خوردنی جب نایاب ہوگئیں تو ہم درختوں کے پتے جھاڑ کر اور انہیں ابال کر کھایا کرتے تھے۔ اس لشکر کے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ جب فاقہ کی شدت انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر پھینک دی۔ ہم نے آج تک اتنی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی۔ اس کا نام عنبر تھا۔ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا اسے خوب کھاؤ۔ پس ہم نے کھایا اور اس کی چربی سے اپنے خشک بالوں کو تر کیا۔ ہم نصف ماہ تک اس مچھلی کا گوشت کھا کر گزر اوقات کرتے رہے۔ امیر لشکر نے اس کی ٹیڑھی ہڈی زمین پر کھڑی کی، اس کا درمیانی حصہ اتنا اونچا تھا کہ شتر سوار آسانی سے اس کے نیچے سے گزر جاتا تھا۔ اس کی آنکھ کا حلقہ اتنا بڑا تھا کہ پانچ آدمی وہاں بیٹھ سکتے تھے۔ جب ہم مدینہ طیبہ واپس آئے تو ہم نے اس چیز کا ذکر بارگاہ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 292

2۔ ایضاً، صفحہ 293

نبوت میں کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سمندر سے نکالا تھا اسے مزے سے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس کچھ باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ایک مجاہد کے پاس باقی ماندہ گوشت تھا اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔(1)

4۔ مکڑی کا گوشت

عبد اللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ہادی برحق ﷺ کی معیت میں سات یا چھ غزوات میں شرکت کی، ہم وہاں مکڑی کھایا کرتے تھے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے امہات المومنین بھیجتیں تا کہ ان کے لئے مکڑی پکڑ کر لاؤں۔ میں پیش کرتا وہ اس کو بھونتیں پھر بارگاہ رسالت میں پیش کرتیں۔ حضور ﷺ انہیں تناول فرمایا کرتے۔

5۔ مرغی کا گوشت

حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سرور عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ جب کسی مرغی کو کھانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے اس کو پکڑ کر چند روز باندھے رکھتے پھر ذبح کر کے اسے تناول فرماتے۔

6۔ سرخاب کا گوشت

حضرت عدی، جو سرور عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سرخاب پرندے کا گوشت حضور ﷺ کی معیت میں کھایا۔

7۔ خرگوش کا گوشت

جن جانوروں کا گوشت حضور ﷺ نے تناول فرمایا اس کا خلاصہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ الْجَزُوْرِ وَالضَّأْنِ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 294

وَالدَّجَاجِ وَلَحْمَ الْحُبَارٰی وَلَحْمَ حِمَارِ الْوَحْشِ وَالْاَرْنَبِ وَ طَعَامَ الْبَحْرِ۔

"رسول اکرم ﷺ نے درج ذیل جانوروں کا گوشت تناول فرمایا۔
اونٹوں، بھیڑوں، مرغیوں، سرخابوں، حمار وحشی، خرگوش اور سمندر کے جانوروں کا گوشت۔"

چنانچہ خرگوش کے بارے میں فرمایا۔

حضرت انس سے صحاح ستہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ مرالظہران کے گاؤں کے قریب ہم خرگوش کے پیچھے بھاگے۔ سب نے بڑی کوشش کی لیکن میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے لے کر ابو طلحہ کے پاس آیا اور پتھر کی چھری سے آپ نے ذبح کیا۔ میں نے اسے بھونا۔ حضرت ابو طلحہ نے اس کی ایک ران بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول کیا اور اسے تناول فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک خرگوش بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ میں اس وقت سو رہی تھی۔ حضور کریم ﷺ نے میرے لئے اس کی ایک ران چھپا کر رکھ دی جب جاگی تو حضور ﷺ نے مجھے کھانے کیلئے دی۔

8۔ چکور کا گوشت

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھونا ہوا چکور یا کبک پیش کیا گیا۔ سرکار نے دعا مانگی، الٰہی ایسے شخص کو لے آجو تیری مخلوق سے تجھے بہت زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ پس علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ کھایا۔(1)

9۔ جنگلی گدھا

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی معیت میں ایک مقام پر بیٹھا تھا جو مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف جانے والے راستہ پر تھا۔ رسول اکرم ﷺ ہم سے آگے اسی راستے پر خیمہ زن تھے۔ ساری قوم نے میرے سوا احرام باندھا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 296

ہوا تھا۔ انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا۔ میں اپنی جوتی گانٹھنے میں مصروف تھا اس لئے میں اس کو نہ دیکھ سکا اور انہوں نے بھی مجھے اطلاع نہ دی لیکن ان سب کی یہ خواہش تھی کہ کاش میں اس کو دیکھوں۔ میں نے سر اٹھایا تو اس کو دیکھ لیا۔ میں اپنے گھوڑے کی طرف آیا اس پر زین کسی اور سوار ہو گیا لیکن اپنا درہ اور نیزہ بھول گیا۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے میرا ہنٹر اور نیزا پکڑا دو۔ انہوں نے کہا بخدا ہم ہرگز اس بات میں تمہاری امداد نہیں کرتے۔ مجھے بڑا غصہ آیا تیزی سے اترا دونوں چیزیں اٹھائیں اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے کو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑایا یہاں تک کہ میں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر اس کو لے کر اپنی جگہ پر آیا۔ اس اثنا میں وہ مر چکا تھا۔ صحابہ اس بات پر بحث کرنے لگے کہ وہ اسے کھائیں یا نہیں کیونکہ انہوں نے احرام باندھا ہوا ہے۔ میں نے اس کا ایک بازو چھپا کر رکھ لیا کہ سرور عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ میں روانہ ہوا اور حضور ﷺ کو پا لیا۔ حضور سے اس جانور کے گوشت کے بارے میں پوچھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اس کا گوشت تمہارے پاس ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ اس کا ایک بازو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا حضور ﷺ نے اسے کھایا یہاں تک کہ ختم ہو گیا۔

10۔ دماغ کا کھانا

حضرت معن بن کثیر سے مروی ہے انہوں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھالی اور ایک پیالہ لے آیا جو دماغ سے بھرا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا اے ثابت کے باپ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا ہے میں نے چالیس ایسے جانور ذبح کئے ہیں جو جگر والے ہیں۔ پس میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میں آج حضور ﷺ کو ان کا دماغ کھلا کر سیر کروں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور حضرت سعد بن عبادہ کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

ابراہیم بن حبیب کہتے ہیں میں نے یہ بات سنی ہے کہ خیزران (خلیفہ ہارون الرشید کی ماں) کو جب یہ حدیث سنائی گئی تو حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ کی جو خدمت ادا کی تھی اس کی وجہ سے خیزران نے حضرت سعد کے بیٹوں کو اپنے اموال سے حصہ دیا۔ اس نے کہا۔

أُكَافِئُ وَلَدَ سَعْدٍ عَنْ فِعْلِهِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1)

"میں یہ اموال پیش کر کے حضرت سعد کے بیٹوں کو اس خدمت کا صلہ دینا چاہتی ہوں جو انہوں نے میرے رسول کریم ﷺ کی انجام دی تھی۔"

سرور عالم ﷺ کے مرغوب حلویات

الطفیشل: حافظ ابو الحسن البلاذری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تاریخ (انساب الاشراف) میں لکھتے ہیں۔

حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اللہ کے پیارے رسول کو کون سا کھانا زیادہ محبوب تھا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ نے کوئی خاص کھانا پکانے کا حکم دیا ہو اور نہ میں نے یہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے کسی کھانے کی مذمت کی ہو۔ البتہ میرے شوہر ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ سعد بن عبادہ نے ایک پیالہ طفیشل (ایک قسم کا حلوہ) حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا اور میں نے حضور ﷺ کی معیت میں وہ کھانا کھایا۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور بڑے شوق سے وہ حلوہ تناول فرما رہے تھے۔ میں نے کسی اور کھانے کی طرف حضور ﷺ کی یہ رغبت نہ دیکھی اس لئے ہم اکثر حضور ﷺ کے لئے، گھر میں وہ حلوہ تیار کرتے تھے۔

(2) ہریسہ: صاحب المنجد، اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ دانوں کو کوٹ کر اور ان کے ساتھ گوشت ملا کر ایک قسم کا کھانا پکایا جاتا تھا۔

حضرت مطر الوراق سے مروی ہے کہ رحمت عالم جب پچھنے لگواتے تھے تو حضور ﷺ کیلئے یہ کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ بلاذری نے حضرت ام ایوب سے بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم سرور عالم ﷺ کیلئے گاہے گاہے ہریس پکایا کرتے اور حضور ﷺ اسے بہت پسند کرتے۔ رات کے وقت کھانے میں حضور ﷺ کے دستر خوان پر پانچ دس آدمی شرکت کرتے تھے۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ گاہے گاہے رات کے وقت رحمت عالم ﷺ کیلئے ہریسہ تیار کرتے اور جس رات اسعد کے بھیجے ہوئے ہریسہ کا انتظار ہوا کرتا حضور ﷺ پوچھتے کیا اسعد کا پیالہ آگیا ہے۔ اگر ہم عرض کرتے ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو فرماتے لے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 302

آئے۔اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بہت پسند ہے۔(1)

(3) حیس: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور کائنات ﷺ میرے ہاں تشریف لائے دریافت کیا هَلْ مِنْ طَعَامٍ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ چنانچہ میں نے ایک بڑا پیالہ آگے بڑھایا جس میں حیس تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ میں نے حضور ﷺ کیلئے چھپاکر رکھا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

حیس: اس حلوہ کو کہتے ہیں جس کو کھجور پنیر اور گھی ملاکر تیار کیا جاتا ہے۔

حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ ہماری طرف کسی صحابی نے حیس بطور ہدیہ بھیجا۔ میں نے سرور عالم ﷺ کیلئے یہ چھپاکر رکھا۔چونکہ حضور ﷺ اس حلوے کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے، جب تشریف لائے عرض کی یارسول اللہ فلاں صحابی نے ہمارے لئے حیس بھیجا ہے اور میں نے اس کو حضور ﷺ کیلئے چھپاکر رکھ دیا ہے۔ فرمایا میں نے آج صبح روزے کی نیت کی تھی لیکن وہ نفلی روزہ تھا میں اس کو توڑ رہا ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس حیس سے تناول فرمایا پھر فرمایا کہ نفل روزہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اپنے مال سے نفلی صدقہ نکالتا ہے پھر اسے اختیار ہے چاہے تو وہ نفلی صدقہ مستحقین میں تقسیم کردے چاہے اپنے پاس رکھ لے۔اسی طرح نفلی روزہ کا حکم ہے چاہے اسے مکمل کرلے یا دن میں افطار کردے۔

(4) وطیہ: یہ بھی حلوہ کی قسم ہے۔کھجور کے دانے سے گٹھلی نکال لی جاتی ہے پھر دودھ سے اسے گوندھا جاتا ہے،اس کو وطیہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک رات سرور عالم ﷺ میرے باپ کے پاس آکر ٹھہرے۔انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور ساتھ ہی وطیہ حلوہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

(5) جشیشہ: یہ بھی ایک قسم کا حلوہ ہے جس کے لئے پہلے گندم موٹی موٹی پیسی جاتی ہے، اس کو ہانڈی میں ڈالا جاتا ہے،اس کے اوپر گوشت یا کھجور کا اضافہ کیا جاتا ہے پھر اسے پکایا جاتا ہے۔اس حلوے کو جشیشہ کہتے ہیں اس کو دشیشہ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔اور گزارش کی یا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 3-302

رسول اللہ میری بینائی کمزور ہو گئی ہے اور کبھی بارش کا سیلاب آجاتا ہے جس کی وجہ سے میں اپنی قوم کی مسجد میں نہیں جاسکتا، اس کا عبور کرنا میرے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے، اگر حضور ﷺ مہربانی فرمائیں میرے گھر تشریف لائیں تاکہ اس جگہ کو میں اپنی جائے نماز بنالوں اور جب بارش وغیرہ کی وجہ سے میرے لئے محلّہ کی مسجد میں جانا مشکل ہو جائے تو میں وہاں نماز ادا کرلوں۔ اس جگہ کو حضور ﷺ کی سجدہ گاہ بننے کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

سرور عالم ﷺ نے آپ کی اس دعوت کو شرف قبول بخشا۔ چنانچہ ایک روز جب سورج کافی بلند ہو گیا تھا حضور ﷺ تشریف لائے۔ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دیدی۔ حضور ﷺ داخل ہوئے۔ اور کسی جگہ جلوس فرمانے سے پہلے دریافت کیا کہ تم کون سی جگہ کو پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جو میں نے اس مقصد کیلئے منتخب کی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ ہم صفیں باندھ کر پیچھے کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر میں نے حضور ﷺ سے رکنے کی التجا کی تاکہ کھانا تیار ہو جائے۔ چنانچہ میں نے خزیرہ (ایک قسم کا حلوہ) بنایا اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (1)

حریرہ اور عصیدہ: طبرانی ثقہ راویوں سے حضرت سلمٰی سے روایت کرتے ہیں، جو سرور عالم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز تھی، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے حریرہ تیار کیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔ حضور ﷺ اکیلے نہیں تھے کئی صحابہ ہمراہ تھے انہوں نے بھی کھایا اور تھوڑا سا بچ گیا۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا حضور ﷺ نے اس کو دعوت دی کہ آؤ کھانا کھاؤ۔ اعرابی آگے ہوا اور سارا کھانا اٹھالیا۔ مربی انس و جاں ﷺ نے اسے فرمایا پیالہ رکھ دو اور پھر کھاؤ اور پہلے اللہ کا نام لو۔ جو تمہارے سامنے ہے اس سے کھاؤ۔ چنانچہ اس نے خوب کھایا اور سیر ہو گیا اور پھر بھی اس حریرہ سے کچھ بچ گیا۔

حریرہ: یہ ایک مٹھائی ہے جو دودھ سے بنائی جاتی ہے۔

عصیدہ: وہ مٹھائی ہے جو آٹے سے بنائی جاتی ہے۔

امام احمد اپنی مسند میں رجال صحیح کے واسطہ سے حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 4-303

حضور ﷺ کو عرض کروں کہ حضور ﷺ ان کی دعوت قبول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور میرے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو دوڑ کر پہلے آگیا تاکہ اپنے والدین کو حضور پرنور ﷺ کی آمد سے آگاہ کروں۔ وہ سنتے ہی دونوں باہر نکل آئے اور سرور عالم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضور ﷺ کو انہوں نے مرحبا کہا۔ حضور ﷺ کیلئے ایک کپڑا بچھایا گیا۔ حضور ﷺ اس پر بیٹھے۔ پھر میرے والد نے میری والدہ کو کہا کہ کھانا لے آؤ، وہ ایک بڑا لگن اٹھا کر لے آئیں، اس میں آٹا تھا جسے پانی اور نمک سے گوندھا گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے آقا کے سامنے رکھ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر شروع کرو اور ابتدا اس کھانے سے کرو جو کناروں سے لگا ہوا ہے۔ اور اس کی درمیان والی اونچی جگہ کو اپنے حال پر رہنے دو کیونکہ اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ نے بھی تناول فرمایا اور ہم نے بھی حضور ﷺ کی معیت میں حسب طلب کھایا پھر بھی اس سے بچ گیا۔ کھانے کے اختتام پر سرور دو عالم نے ان کلمات طیبات سے اہل خانہ کیلئے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ وَوَسِّعْ عَلَيْهِمْ فِيْ اَرْزَاقِهِمْ۔ (1)

"اے اللہ ان کے گناہ بخش دے۔ ان پر رحم فرما، انہیں برکتیں عطا فرما اور ان کے رزقوں کو ان کیلئے وسیع فرما دے۔"

ثرید: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثرید، حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانوں میں سے تھا۔ ثرید کبھی روٹی سے تیار کی جاتی اور کبھی حیس سے۔

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے تو سب سے پہلے جو ہدیہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا، وہ میں لے کر اپنی والدہ کی طرف سے حاضر ہوا تھا۔ یہ ایک بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تھی جو روٹی اور گھی سے تیار کی گئی تھی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ پیالہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ وَفِيْ اُمِّكَ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اور تیری ماں کو بھی اپنی برکتوں سے مالا مال کرے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 304

کرام کو بلایا اور سب نے مل کر وہ کھایا۔

عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف لے چلے۔ جب گھر گئے تو پوچھا کیا کھانے کیلئے کچھ ہے تو ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں گھی اور چربی بہت زیادہ تھی۔ ہم اسے کھانے لگے۔ سرور عالم ﷺ خود تو سامنے رکھے ہوئے طعام سے تناول فرماتے اور میں کبھی اس جگہ کبھی اس جگہ ہاتھ مارتا۔ حضور ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ پر رکھا فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ ہر جگہ ایک قسم کا کھانا ہے۔(1)

8۔ جبن۔ پنیر: امام ابوداؤد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا جو نصاریٰ نے بنایا تھا۔ یہ بھی عرض کی گئی یہ وہ طعام ہے جسے مجوس نے بنایا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے چھری منگوائی، بسم اللہ شریف پڑھا اور اسے کاٹ دیا۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے دوران مکہ میں حضور ﷺ نے پنیر دیکھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا شے ہے؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ وہ کھانے کی چیز ہے جو ممالک عجم میں بنائی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس میں چھری چلا دو اور کھاؤ۔

اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ بارگاہ رسالت میں ایک روز پنیر پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا یہ کس ملک میں بنایا گیا ہے؟ عرض کی گئی کہ یہ ملک فارس میں بنایا گیا نَحْنُ نَرٰی اَنْ یُّجْعَلَ فِیْهَا مَیْتَةٌ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کے بنانے کے وقت کسی مردار چیز کو اس میں شامل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اُطْعِمُوْا کھاؤ۔

دوسری روایت میں ہے۔

ضَعُوْا فِیْهَا السِّکِّیْنَ وَاذْکُرُوْا فِیْهَا اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَکُلُوْا

"کہ اس میں چھری چلا دو، اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔"

حضرت انس سے مروی ہے سرکار دو عالم ﷺ کی دعوت کی گئی۔ حضور ﷺ کے سامنے جو

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 306

کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی پیش کی گئی۔(1)

مکھن اور کھجور: بسر کے دونوں بیٹوں سے مروی ہے کہ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں مکھن اور کھجور پیش کی جو حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔

دودھ اور کھجور: حضرت امام احمد اور ابو نعیم نے بعض صحابہ سے بسند حسن یہ روایت نقل کی ہے کہ سرور کائنات ﷺ دودھ اور کھجور کو مختلف طرح سے ملاتے تھے اور ان کے مجموعے کو الاطیبین (یعنی دو پاکیزہ چیزیں) فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوٰى وَالْعَسَلَ

"حضور ﷺ حلوہ اور شہد کو بہت پسند فرمایا کرتے۔"

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ کی بارگاہ میں شہد بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ سرور عالم نے ایک ایک چمچ ہم سب میں تقسیم فرمایا۔ میں نے اپنے حصہ کا چمچ لے لیا پھر میں نے عرض کی ایک چمچ اور عطا فرمایئے۔ حضور ﷺ نے استفسار فرمایا دوسرا چمچ؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ!

حضرت عبداللہ بن علی اپنی دادی سلمٰی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ ایک روز میرے پاس حسن بن علی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ مجھے فرمائش کی کہ ہمارے لئے وہ کھانا تیار کرو جو حضور ﷺ کو بہت پسند تھا اور شوق سے اسے تناول فرماتے۔ انہوں نے (یعنی حضرت سلمٰی) نے حضرت حسن کو فرمایا يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ اے میرے بیٹے اس زمانہ میں تم اس کو پسند نہیں کرو گے لیکن ہماری خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے پہلے جو لئے ان کو صاف کیا روٹی پکائی پھر اسے پرات میں رکھا اور بطور سالن زیتون کا تیل دیا اور اس روٹی پر کالی مرچ پیس کر چھڑک دی۔ یہ ساری چیزیں پھر ہمارے نزدیک رکھ دیں اور فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هٰذَا وَيُحْسِنُ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 307

اَلْخَبِیْص۔

"یہ وہ کھانا ہے جو اللہ کے محبوب کو بہت پسند تھا اور بڑے شوق سے اسے تناول فرمایا کرتے۔" (1)

خبیص: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہد، گھی اور گندم کے آٹے سے ایک حلوہ تیار کیا۔ اس کو بڑے پیالے میں رکھ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا عثمان یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! یہ ایسی چیز ہے جسے گندم کے آٹے، گھی اور شہد سے اہل عجم بناتے ہیں اور اسے خبیص کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ مربد کی طرف تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہے ہیں۔ اس اونٹنی پر میدہ، گھی اور شہد لدا ہوا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا اس اونٹنی کو بٹھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے بٹھایا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی پھر ایک ہانڈی منگوائی گئی اور اس کو رکھ کر نیچے آگ جلائی گئی۔ اس میں شہد، گھی اور آٹا ڈالا گیا پھر اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ پک گیا۔ پھر اس ہانڈی کو نیچے اتارا گیا۔ سرور عالم نے سب کو کہا کہ آؤ کھاؤ۔ خود بھی اس سے تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اس حلوہ کو اہل فارس الخبیص کہتے ہیں۔ (2)

سرکہ: حضرت مسلم بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم امہات المومنین میں سے کسی ایک کے حجرہ کے پاس پہنچے۔ میں باہر ٹھہرا، حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ اس وقت ام المومنین نے اپنے اوپر حجاب اوڑھ لیا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو فرمایا کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہاں۔ چنانچہ تین روٹیاں لائی گئیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان میں سے ایک روٹی لی اور اپنے سامنے رکھ لی۔ دوسری روٹی میرے سامنے رکھ دی۔ تیسری کو آدھا آدھا بانٹ دیا اور اس کا ایک حصہ مجھے عطا فرمایا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 308

2۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 310

اور ایک حصہ اپنے سامنے رکھ دیا۔ پھر سرکار نے فرمایا، ھَلْ مِنْ اُدُمٍ کیا سالن ہے؟ عرض کی گئی سرکہ کے بغیر اور کوئی سالن نہیں۔ حضور ﷺ نے سرکہ منگوایا اور کھانا شروع کیا ساتھ ہی یہ فرماتے جاتے۔

نِعْمَ الادم الخَلُّ، نِعْمَ العرم الخَلُّ

بہترین سالن سرکہ ہے۔ بہترین سالن سرکہ ہے بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت ابن جابر فرماتے ہیں جب سے سرکہ کے بارے میں اپنے آقا کے یہ کلمات سنے، میں سرکہ کو پسند کرنے لگا۔

امام ترمذی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا ایک روز اللہ کا پیارا رسول میرے ہاں تشریف فرما ہوا اور پوچھا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کی سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے اور سرکہ کے بغیر اور کچھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہی لے آؤ۔ پھر فرمایا فَمَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ اِدَامٍ فِیْہِ خَلٌّ جس گھر میں سرکہ موجود ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں کوئی سالن نہیں ہے۔(1)

ستو: سوید بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سرور عالمیاں ﷺ کی معیت میں ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے، جب ہم صہباء کے مقام پر پہنچے جو خیبر سے دو تین گھنٹے کی مسافت پر ہے تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ سب کو کھانا کھلایا جائے لیکن اسلامی لشکر کے ذخیرہ میں ستو کے بغیر اور کوئی چیز نہ تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا اور تمام مجاہدین نے بھی حضور ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے اسے تناول کیا۔ پھر حضور ﷺ نے بھی اور ہم سب نے کلی کی۔ ہم نے حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز مغرب ادا کی۔ نئے وضو کیے بغیر نماز ادا کی۔

تلوں کی کھل: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا: شفا بخش بیماراں ﷺ حضرت سعد بن معاذ کی عیادت کیلئے ایک گدھی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ جب حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھجور اور تل کی کھل اور ایک پیالہ دودھ کا پیش کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے تمام چیزوں کو تناول فرمایا۔ جب رخصت ہونے لگے تو کریم آقا نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 311

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں گھی، پنیر اور گوہ، بطور ہدیہ پیش کئے گئے۔ سرکار نے گھی اور پنیر تناول فرمایا لیکن گوہ کو غلیظ سمجھتے ہوئے ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر فرمایا یہ وہ چیز ہے جسے میں نے آج تک نہیں کھایا اور جو کھانا چاہے بیشک کھائے۔(1)

حضور کریم ﷺ کے پسندیدہ پھل

امام دار قطنی ابو سعید بن الاعرابی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں پہلا پھل پیش کیا جاتا تو اس کو اپنی آنکھوں پر رکھتے پھر ہونٹوں پر رکھتے پھر بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَآ اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ اَرِنَآ اٰخِرَهٗ

"اے اللہ جس طرح تو نے ہمیں اس درخت کا پہلا پھل دکھایا ہے اسی طرح اس کا آخری پھل بھی دکھا۔"

یعنی ایسا نہ ہو کہ درمیان میں کوئی ژالہ باری ہو یا کسی وبا سے یہ سب گر جائے۔ پھر جو بچے نزدیک ہوتے ان میں حضور ﷺ اس پھل کو تقسیم کر دیتے۔

جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں موسم کا نیا پھل پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ اسے بوسہ دیتے اور آنکھوں پر رکھتے۔ در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اظہار تشکر کا ایک انداز تھا۔

جب حضور ﷺ کے سامنے کھجوروں کا پہلا پھل پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ اس پر مبارک باد دیتے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت صدیقہ کو فرمایا جب کھجور کا نیا پھل پہلی دفعہ گرے تو مجھے مبارک باد دیا کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ اَهْلُهٗ، وَبَيْتٌ لَا خَلَّ فِيْهِ قِفَارٌ اَهْلُهٗ وَبَيْتٌ لَا صِغَارَ فِيْهِ لَا بَرَكَةَ فِيْهِ۔

"وہ گھر جس میں کھجور نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے رہتے ہیں اور وہ گھر جس میں سرکہ نہ ہو وہ سالن سے محروم ہے اور وہ گھر جس میں چھوٹا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 312

بچہ نہ ہو اس میں برکت نہیں۔"

پھر فرمایا

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ (1)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کیلئے خیر و برکت والا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کیلئے خیر و برکت والا ہوں۔"

حضرت عبد اللہ بن بسر فرماتے ہیں ایک روز سرور کائنات ﷺ ہمارے غریب خانہ میں تشریف فرما ہوئے۔ میری ماں نے اپنے آقا کیلئے ایک قطیفہ (کپڑا) بچھایا، حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر میری ماں تازہ کھجوریں لے آئی اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور ﷺ ان کو کھاتے رہے اور گٹھلی کو انگشت شہادت اور وسطی پر رکھتے رہے۔

حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اقلیم قناعت کے بادشاہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا پھر اس پر کھجور رکھی اور فرمایا هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ یہ کھجور اس جو کی روٹی کے ٹکڑے کا سالن ہے۔

علی بن اثیر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کھجور کھائی اور اس کا بقیہ حصہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ ایک غلام نے عرض کی یا رسول اللہ کھجور کا یہ حصہ جو بچ گیا ہے وہ مجھے عطا فرمائیے۔ عزت انسانی کے نگہبان نے اس شخص کو جواب دیا۔

اِنِّیْ لَسْتُ اَرْضٰی لَکُمْ مَا اَسْخَطُهٗ لِنَفْسِیْ۔ (2)

"یعنی جس چیز کو میں اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں اس کو تمہارے لئے کیونکر پسند کر سکتا ہوں۔"

انگور: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں طائف کے انگوروں کا ایک گچھا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا یہ گچھا لے جاؤ اور اپنی ماں کو جا کر پہنچا دو۔ میں نے راستے میں ہی وہ انگوروں کا گچھا خالی کر دیا۔ چند دنوں بعد سرور عالم ﷺ نے مجھ سے پوچھا نعمان انگوروں کے گچھے کا کیا ہوا۔ کیا تم نے اپنی ماں کو پہنچایا؟ میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا تم غُدَرْ ہو تم

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 318

2۔ ایضاً

دھوکہ کرنے والے ہو۔

امیہ بن زید العبسی روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کو پھلوں میں سے انگور اور تربوز بہت پسند تھے۔

التین: انجیر۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز بارگاہ رسالت میں انجیر کا بھرا ہوا طبق پیش کیا گیا۔ سرور عالم نے صحابہ کو فرمایا اسے کھاؤ۔ اگر میں یہ کہتا کہ یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو میں یہ بات انجیر کے متعلق کہتا۔ یہ بواسیر کو ختم کر دیتا ہے اور نقرس (پاؤں کے انگوٹھے کے درد کیلئے) نفع بخش ہے۔

الزبیب۔ خشک انگور: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار دو عالم ﷺ سعد بن عبادہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں کشمش پیش کی گئی۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا پھر اس دعا سے نوازا۔

اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ۔ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ

"تمہارے طعام کو نیک لوگ کھائیں، فرشتے تمہارے لئے دعا کریں اور روزے دار تمہارے پاس افطار کریں۔"

سفرجل۔ بہی دانہ: حضور کریم ﷺ کی خدمت میں سفر جل (بہی دانہ) پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور دوسروں کو فرمایا۔

کُلُوْہُ فَاِنَّہٗ یَجْلُوا الْفُؤَادَ وَیَذْھَبُ بِطَخَاءَۃِ الصَّدْرِ

"اسے کھاؤ یہ دل کو صاف کرتا ہے اور سینہ کی گھٹن کو دور کرتا ہے۔"

انار: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرفہ کے دن انار پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے تناول فرمایا۔

شہتوت: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا ایک پیالے میں شہتوت تھا اور حضور ﷺ اسے تناول فرما رہے تھے۔

کباث۔ پیلو کا پکا ہوا پھل: حضرت جابر بن عبد اللہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دوستوں کو دیکھا کہ وہ سرور عالم ﷺ کی معیت میں پیلو کا پھل چن رہے ہیں اور حضور فرما رہے ہیں کالا توڑو یہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ میں بھی یہ کھایا کرتا تھا اس زمانہ میں جب میں

بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ حضور خود بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا نبی گزرا ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

زنجبیل۔ سونٹھ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہندوستان کے ایک بادشاہ نے بارگاہ رسالت میں کچھ تحائف بھیجے۔ ان میں ایک گھڑا تھا جس میں سونٹھ تھی۔ حضور ﷺ نے اس سونٹھ کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور جتنے لوگ وہاں تھے، ایک ایک ٹکڑا ہر ایک کو عنایت کیا۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں اس کا ایک ٹکڑا مجھے بھی عطا فرمایا۔(1)

فستق۔ (پستہ)

جمار۔ کھجور کا گابھ جو سفید چربی کی طرح ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ جمار تناول فرمارہے تھے۔ یعنی کھجور کا گابھ جو سفید چربی کی طرح ہوتا ہے۔

رطب۔ تر کھجور: حضرت انس سے مروی ہے کہ میری والدہ ام سلیم نے مجھے ایک تھال کھجوروں سے بھر ادے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ رحمت عالم ﷺ اس تھال سے مٹھیاں بھر بھر کر اپنی ازواج طاہرات کی طرف بھیجتے رہے۔ جب بھیج چکے تو جو باقی دانے رہ گئے تھے ان کو بڑے شوق سے کھایا۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ خربوزے اور کھجور کو ملا کر تناول فرمارہے تھے اور فرمایا ایک کی گرمی دوسری کی ٹھنڈک کو دور کرتی ہے۔

قثاء۔ کھیرا۔ ککڑی: حضور ﷺ قثاء تناول فرماتے۔ کبھی نمک لگا کر استعمال فرماتے۔(2)

حضور کریم کی پسندیدہ سبزیاں

سبزیاں حضور کی پسندیدہ غذا تھیں۔ حضور ﷺ کچے پیاز سے اجتناب کرتے تھے کیونکہ کچے میں بدبو ہوتی ہے جو حضور ﷺ کو سخت ناپسند تھی اور پکے ہوئے پیاز تناول فرماتے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد، صفحہ 21-320

2۔ ایضاً، صفحہ 325

قلقاس: ایک ترکاری ہے جو حضور کریم ﷺ کو بہت پسند تھی۔

کدو: کدو کی ترکاری حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔ امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ کدو بہت کھایا کرتے اور آپ اس کو مخاطب کر کے کہتے اے کدو کی ترکاری: میں اس لئے تجھے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے محبوب رسول ﷺ تجھے پسند کیا کرتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے۔

كَانَ أَعْجَبَ الطَّعَامِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ الدَّبَّاءُ

"کھانوں میں سے حضور ﷺ کو کدو بہت پسند تھا۔"

نبی رحمت ﷺ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو فرمایا۔

اے عائشہ جب تم سالن پکاؤ تو تم اس میں کدو زیادہ مقدار میں ڈالا کرو کیونکہ یہ غمزدہ دل کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل غذائیں سرور عالم ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھیں۔

ثرید۔ کدو۔ حلوہ اور شہد۔ مکھن۔ کھجور۔ بکری کے بازو کا گوشت۔ جانور کی پشت کا گوشت۔ پھلوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور اور تربوز تھے۔

سبزیاں اور گوشت جو حضور ﷺ کو ناپسند تھے

وہ ترکاریاں جن سے بدبو آتی ہے ان سے حضور ﷺ کو بڑی نفرت تھی، مثلاً پیاز، لہسن، گندنا وغیرہ۔ اس کی وجہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بیان فرمائی۔ فرمایا: کیونکہ فرشتوں کی میرے پاس آمد و رفت رہتی ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہم کلام ہونا پڑتا ہے اس لئے میں ان سبزیوں سے اجتناب کرتا ہوں تاکہ ملائکہ کو اس بدبو سے اذیت نہ پہنچے۔

حضور ﷺ نے وضاحت سے یہ بھی بتادیا کہ یہ ترکاریاں حرام نہیں ہیں۔ میں فرشتوں کی وجہ سے ان سے احتراز کرتا ہوں۔ بکرے کی سات چیزیں حضور ﷺ کو ناپسند تھیں۔ پتہ مثانہ۔ حیاء۔ ذکر۔ انثیین۔ غدود۔ خون۔ گردے۔ (1)

ان پرندوں اور جانوروں کا گوشت ناپسند تھا جو مردار کھاتے ہیں۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 8-337

وہ برتن جو حضور ﷺ کے زیر استعمال رہے

1۔ شیشے کے گلاس: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مقوقس والئی مصر نے حضور ﷺ کی خدمت میں جو تحائف بھیجے ان میں شیشے کا ایک پیالہ بھی تھا۔ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیا کرتے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ حضرت خباب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ دھوپ میں خشک کیا ہوا نمکین گوشت تناول فرماتے اور مٹی کے گھڑے سے پانی پیتے۔

3۔ حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے سرور عالم ﷺ کا ایک پیالہ حضرت انس بن مالک کے پاس دیکھا جو ٹوٹ گیا تھا اور حضرت انس نے چاندی کی زنجیری سے اسے جوڑا تھا۔ وہ ایک مٹی کا بنا ہوا بڑا پیالہ تھا۔

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ اس پیالے کو لوہے کی زنجیری سے باندھا گیا۔ حضرت انس نے ارادہ کیا کہ لوہے کی زنجیری کے بجائے چاندی یا سونے کی زنجیری سے باندھا جائے۔ حضرت ابو طلحہ نے حضرت انس کو کہا۔

لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَهُ (1)

"جو چیز حضور کریم ﷺ نے بنائی ہے اس میں تغیر و تبدل نہ کرو چنانچہ حضرت انس نے اسے ویسے ہی رہنے دیا۔"

عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ حضرت انس نے لکڑی کا بنا ہوا ایک موٹا سا پیالہ انہیں دکھایا جس کو لوہے کا پترا چڑھایا گیا تھا۔ حضرت انس نے فرمایا اے ثابت! یہ ہے اللہ کے رسول کا پیالہ۔ حضرت انس سے مروی ہے یہ وہ پیالہ ہے جس میں ہر قسم کے مشروبات، دودھ، نبیذ، شہد پانی وغیرہ ڈال کر حضور ﷺ پیا کرتے تھے۔

محمد بن اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس کے پاس گیا، انہوں نے لکڑی کا ایک پیالہ مجھے دکھایا اور بتایا کہ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت ام سلیم، حضرت انس کی والدہ نے بھی اپنے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 362

آقا کا پیالہ بطور تبرک رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس پیالہ میں پانی وغیرہ ڈال کر میں حضور ﷺ کو پلاتی تھی۔

حازم بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابا عسیب کو دیکھا کہ وہ لکڑی کے پیالے میں پانی وغیرہ پیتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے پیالوں میں کیوں نہیں پیتے جو بڑے صاف اور نازک ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سرورِ انبیاء ﷺ کو اس پیالے میں پانی پیتے دیکھا ہے۔ یہ پیالہ القمر کے نام سے موسوم ہے۔

4۔ مشکیزے سے پانی پینا: حضرت ام سلیم فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک کھونٹی تھی جس کے ساتھ مشکیزہ لٹکایا ہوا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس مشکیزہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے لبہائے مبارک لگائے تھے وہ جگہ کاٹ کر میں نے اپنے پاس رکھ لی تاکہ مشکیزہ کی وہ جگہ جس کو حضور کے لبہائے مبارک نے مس کیا ہے، اس کو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھوں۔

فَقَطَعْتُ فَمَ الْقِرْبَةِ تَتَبُّعًا مَوْضِعَ بَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (1)

ابو خثیمہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رحمتِ عالمیاں ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے اور مشکیزہ کے منہ سے پانی پیا۔ کبشہ اٹھیں اور انہوں نے مشکیزہ کی وہ جگہ کاٹ کر بطور تبرک اپنے پاس رکھ لی۔

5۔ ڈول سے پانی پینا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک روز سرورِ عالم ﷺ ہمارے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ میں نے پانی کا ایک ڈول پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پانی پیا پھر اپنے منہ میں پانی بھر کر اس ڈول میں کلی کر دی۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اس برتن سے پانی پینے سے اجتناب کرتے تھے جو ڈھکا ہوا نہ ہو۔

کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پانی پینا

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اگر میں کھڑے ہو کر پانی پیتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے آقا کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے اور اگر میں بیٹھ کر

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 364

پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے آقا ﷺ کو بیٹھ کر پانی پیتے دیکھا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں زمزم کا پانی پیش کیا تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اسے پیا۔

اگرچہ حضور ﷺ کی عمومی سنت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ بیٹھ کر پانی پیتے اور لوگوں کو بھی بیٹھ کر پانی پینے کی ہدایت فرماتے لیکن بعض اوقات کسی ضرورت کیلئے حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو صرف اس لئے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کو کوئی حرام نہ سمجھے بلکہ یہ جائز ہے۔ (1)

پانی پینے کے آداب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ انصار کے ایک باغیچہ میں تشریف لے گئے۔ ایک صحابی حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے اس انصاری کو کہا کہ تیرے پاس کوئی ایسا پانی ہے جس پر رات گزری ہو۔ اس نے عرض کی میرے پاس ایک مشکیزہ میں ایسا پانی ہے جس پر رات گزری ہے۔ پس وہ گیا اپنے چھپر میں جہاں اس کا مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اس نے پیالہ میں پانی انڈیلا اس میں بکری کا دودھ دوہا، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پینے کیلئے پیش کیا۔ پھر دوبارہ وہ انصاری اپنے چھپر کے نیچے گیا اور اسی طرح پانی میں دودھ دوہ کر لے آیا اور اس صحابی کو پلایا جو حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔

حضور کے پسندیدہ مشروبات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور انبیاء ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مشروبات میں سے کون سا مشروب حضور ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَلْحُلْوُ الْبَارِدُ۔ میٹھا اور ٹھنڈا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کیلئے اپنی بکری کو دوہا اور پھر اس میں کنوئیں کا پانی ملایا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ نے نوش جاں فرمایا۔ اس محفل میں بائیں جانب حضرت صدیق اکبر بیٹھے تھے اور دائیں طرف ایک

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 371

2۔ ایضاً

اعرابی بدو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں حاضر تھے انہوں نے اس اندیشہ سے کہ سرور عالم ﷺ پہلے اس اعرابی کو نہ بقیہ دودھ دیدیں، آپ نے عرض کی یارسول اللہ پہلے ابو بکر کو دیجئے لیکن نبی کریم ﷺ نے دائیں طرف بیٹھے اعرابی کو وہ پیالہ پکڑا دیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ دایاں پھر دایاں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور ﷺ کی معیت میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر حاضر ہوئے۔ آپ دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن لے آئیں اور پوچھا کہ میں تمہیں اس دودھ سے نہ پلاؤں جو ام عفیق نے ہمیں بطور ہدیہ بھیجا ہے؟ چنانچہ پہلے سرکار دو عالم ﷺ نے نوش جان فرمایا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں میں حضور ﷺ کے دائیں جانب تھا اور حضرت خالد بائیں جانب۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب دودھ پینے کا حق تو تمہارا ہے اور اگر تم اجازت دو تو پہلے خالد کو پلا دوں۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ کے جھوٹے میں، میں اپنے پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کو کھانا دے تو وہ یہ دعا مانگے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ "اے اللہ جو رزق تو نے عطا فرمایا ہے اس میں برکت دے اور ہمارے لئے اس میں اضافہ فرما۔" کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے کا بدل بن سکے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ کے صحابہ کو بہت پیاس لگی تھی۔ ہم ایک گھر میں اترے۔ وہ پانی کا بھرا ہوا برتن لے آئے۔ حضور کریم نے پہلے اپنے صحابہ کو پلایا۔ صحابہ عرض کرتے تھے یارسول اللہ حضور ﷺ پہلے پیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ شُرْبًا قوم کا ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ پہلے سب صحابہ کو پلایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔

حضور ﷺ آہستہ آہستہ دودھ پیتے تھے اور تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے ھُوَ اَھْنَأُ وَاَمْرَءُ وَاَبْرَءُ اس طرح پینا زیادہ خوشگوار، زیادہ میٹھا اور بیماری سے محفوظ ہے۔

حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا جب دودھ پیتے آہستہ آہستہ پیتے اور تین مرتبہ سانس لیتے اور سانس لیتے وقت پیالے سے منہ باہر کر کے سانس لیتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا يَشْرَبُ تَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ ثَلَاثًا يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِیْ كُلِّ نَفْسٍ وَّيَشْكُرُهٗ عِنْدَ اٰخِرِهِنَّ ۔ (1)

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی مشروب پیتے تو تین مرتبہ سانس لیتے پہلی اور دوسری مرتبہ سانس لیتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرماتے اور آخری بار جب سانس لیتے تو اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ فرماتے۔“

حضور نے دودھ پینے کے بعد کلی فرمائی اور کہا کہ اس میں چکناہٹ ہے۔

کھانے والے برتن کو ڈھانپنے کا سرور عالم نے حکم فرمایا۔

سونے سے پہلے کے معمولات

حضور سرور عالم ﷺ سونے سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو پاس بلا کر اہل اسلام کے مسائل پر باہمی مشاورت فرماتے۔

حضور ﷺ اس کمرے میں نہ بیٹھتے جس میں اندھیرا ہو۔ حضور ﷺ دیا جلانے کا حکم دیتے۔ حضور ﷺ سونے سے پہلے عام طور پر وضو فرمالیا کرتے۔

حضور ﷺ سونے سے پہلے سرمہ استعمال فرماتے۔ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں ڈالتے۔

حضور ﷺ کبھی کبھی پشت کے بل استراحت فرماتے اور ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھتے۔

اگر کوئی شخص پیٹ کے بل سویا ہوا ہوتا تو اسے اپنے پاؤں سے ضرب لگاتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ مسجد میں ایک آدمی پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے پائے اقدس سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا قُمْ نَوْمَةً جَهَنَّمِيَّةً دوزخیوں والی نیند سے جاگو۔

پیٹ کے بل سونے کو ناپسند فرمایا اور اس کو جہنمیوں کا طریقہ بتایا۔

دیگر معمولات

حضور ﷺ رات کو آرام کرنے سے پہلے سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت فرماتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ استراحت فرماتے تو کہتے۔

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 376

2۔ ایضاً، صفحہ 395

"یا اللہ تیرا نام لے کر میں اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں تو میرے گناہ معاف فرمادے۔"

سرورِ عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بستر پر آرام فرماتے تو سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھ کر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں پھونک مارتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے۔ پہلے سر پر پھر چہرہ پر پھر سینہ پر پھر کندھوں پر، اس طرح تین مرتبہ کرتے۔ پھر جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيٰ وَاَمُوْتُ ان کے علاوہ اور بھی چند دعائیں حضور سرورِ عالم ﷺ سے کتب حدیث میں مذکور ہیں جو اس وقت حضور ﷺ مانگا کرتے تھے۔

حضرت خباب سے مروی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ بستر پر آرام کرنے سے پہلے سورہ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ضرور پڑھتے۔

اثنائے شب اگر آنکھ کھل جاتی تو حضور ﷺ اس طرح اپنے رب کی حمد کرتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ (1)

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف ہم نے اٹھ کر جانا ہے۔"

صبح کے وقت جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو یہ تسبیح فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ۔

"یا اللہ تیرا نام لے کر ہم نے صبح کی اور تیرا نام لے کر ہم نے شام کی۔ تیرے نام سے ہی ہم زندہ ہیں اور تیرے نام سے ہی مریں گے اور تیری طرف ہی قبروں سے اٹھ کر حاضر ہونا ہے۔"

اور جب شام ہوتی تو حضور ﷺ اس طرح تسبیح فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 400

2۔ایضاً، صفحہ 410

"یا اللہ! ہم تیرا نام لے کر شام کرتے ہیں، تیرا نام لے کر صبح کرتے ہیں، تیرے نام سے ہی ہم زندہ ہیں، تیرے نام سے ہی موت آئے گی اور ہم نے تیری طرف ہی قبروں سے اٹھ کر حاضر ہونا ہے۔"

کتب حدیث میں ان اوقات کیلئے دیگر اذکار و تسبیحات بھی تحریر ہیں۔
جو تسبیح اور ذکر آسان اور مختصر ہے وہ ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔
امام احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کیلئے استراحت فرما ہوتے تو فرماتے۔

بِاسْمِكَ رَبِّيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ

طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کے پاس گزاری۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا پڑھتے سنا۔

اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اَللّٰهُمَّ لَا اَسْتَطِيْعُ ثَنَآءً عَلَيْكَ وَلَوْ حَرَصْتُ لٰكِنْ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ۔ (1)

اے اللہ! میں تیرے عفو و درگزر کے واسطہ سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری رضا کے واسطہ سے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے واسطہ سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔
اے اللہ میں تیری شایان شان تعریف نہیں کر سکتا خواہ میری انتہائی خواہش ہو البتہ تو اپنی اس طرح ثنا کر سکتا ہے جس طرح تیری ذات کے شایان ہے۔"

ابو داؤد حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سرور انبیاء رات کو جب بیدار ہوتے اس طرح اللہ کی تسبیح کرتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اَللّٰهُمَّ اَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِيْ وَاَسْئَلُ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 99-398

"کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے تیرے۔ تو ہر شریک اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اے اللہ! میں اپنے گناہوں کی مغفرت تجھ سے طلب کرتا ہوں اور میں تیری رحمت کیلئے التجا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما اور ہدایت کے بعد میرے دل کو ٹیڑھا نہ کر دے اور اپنی جناب سے مجھے رحمت ارزانی فرما۔ بیشک تو ہی بے حد و بے حساب دینے والا ہے۔"

حقیقت خواب

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ خواب کے تین درجے ہیں۔ (1) بعض ایسے خواب ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں وہ محض وہم خیال ہوا کرتا ہے۔ (2) جو شیطان کی طرف سے بندہ مومن کو پریشان کرنے کیلئے دکھائی دیتا ہے۔ جب کوئی ایسا خواب نظر آئے جس کو انسان مکروہ جانے، اس کے شر سے بچنے کیلئے حضور ﷺ نے یہ طریقہ فرمایا ہے کہ پہلے اعوذ باللہ پڑھے پھر بائیں طرف تھوک دے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس خواب سے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ (3) تیسری قسم ان خوابوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور بشارت اسے دکھائی دیتے ہیں۔ بندہ مومن کے اس خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا جاتا ہے۔ ایسا خواب کسی عقلمند اور خیر خواہ کو سنانا چاہئے اور جس کو ایسا خواب سنایا جائے اس کو بھی اس کی اچھی تعبیر بیان کرنی چاہئے۔

حضرت امام احمد، امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث نے سرور عالم ﷺ کا یہ قول روایت فرمایا ہے حضور نے فرمایا۔

اَلرِّسَالَةُ وَالنُّبُوَّةُ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ

لٰكِنَّ الْمُبَشِّرٰتِ (1)

"رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نہ میرے بعد کوئی رسول آ سکتا ہے نہ کوئی نبی البتہ خوشخبریوں کا سلسلہ باقی رہے گا۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 408

عرض کی گئی یارسول اللہ یہ مبشرات کیا ہیں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الصَّالِحُ اَوْ تُرٰی لَہٗ۔

"اچھا اور صالح خواب جس کو کوئی نیک آدمی خود دیکھتا ہے یا کسی شخص کو اس کے بارے میں دکھایا جاتا ہے۔"

جھوٹا خواب بیان کرنے کی سخت ممانعت:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ سب سے بڑے یہ تین جھوٹ ہیں

اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰاءِ مَنْ یَقُوْلُ عَلَیَّ
مَالَمْ اَقُلْ وَمَنْ اَرٰی عَیْنَیْہِ فِی النَّوْمِ
مَالَمْ تَرَیَا وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ (1)

1۔ جو میری طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جو میں نے نہیں کہی

2۔ جو ایسا خواب بیان کرتا ہے جو اس نے نہیں دیکھا

3۔ جو اپنے آپ کو اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرتا ہے۔

لباس پہننے کے آداب

ہادی برحق ﷺ جب کوئی نئی قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے اسے پہنتے۔ نیز حضور ﷺ عام طور پر نیا کپڑا جمعہ کے دن پہنا کرتے۔ جب حضور ﷺ نیا لباس پہنتے تو ان کلمات میں اپنے مولا کریم کی حمد و ثنا کرتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ
وَاُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ۔ (2)

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے لباس عطا فرمایا جس سے میں لوگوں کے سامنے خوبصورت شکل میں پیش ہوتا ہوں اور جس سے میں ستر عورت کرتا ہوں۔"

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 408

2۔ ایضاً، صفحہ 425

اور یہ کلمات حمد بھی منقول ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَارٰی عَوْرَتِیْ وَجَمَّلَنِیْ فِیْ عِبَادِهٖ

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے میرے ستر عورت کا انتظام فرمایا اور مجھے اپنے بندوں میں حسن و آرائش کا موقع دیا۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور انبیاء ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے ایک سفید دھلی ہوئی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے عمر! یہ قمیص دھلی ہوئی ہے یا نئی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ دھلی ہوئی۔

اس وقت آقائے کریم نے اپنے شاگرد رشید کے لئے ان کلمات سے دعا فرمائی۔

اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَعِشْ حَمِيْدًا وَتُوَفَّ شَهِيْدًا يَرْزُقُكَ اللّٰهُ قُرَّةَ عَيْنٍ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (1)

"اے عمر! تم نئے نئے لباس پہنتے رہو۔ شان و شوکت اور عزت و آبرو سے زندہ رہو۔ تمہیں شہادت کی موت نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں وہ نعمتیں عطا فرمائے جن سے دنیا و آخرت میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

عمامہ باندھنا

عمامہ سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، حضور ﷺ اکثر عمامہ باندھا کرتے۔ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کس طرح عمامہ باندھا کرتے تھے؟ آپ نے بتایا حضور ﷺ اپنے سر مبارک پر گول پیچ دار عمامہ باندھتے۔ كَانَ يُدِيْرُكَوْرَ الْعِمَامَةِ عَلٰى رَأْسِهٖ يَغْرِزُهَا اور شملہ پیچھے کی طرف ہوتا تھا۔ اور ایک شملہ کندھوں کے درمیان میں سے نیچے جاتا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ فتح مکہ کے روز جب فاتحانہ شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس وقت حضور ﷺ نے سر مبارک پر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ احرام کی حالت میں نہ تھے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 426

سرکار دو عالم ﷺ کبھی کبھی سارا لباس زعفران میں رنگا ہوا زیب تن فرمایا کرتے۔

یَصْبَغُ ثِیَابَهٗ كُلَّهَا بِالزَّعْفَرَانِ قَمِيْصَهٗ وَرِدَآئَهٗ وَعِمَامَتَهٗ (1)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں ایک روز شاہ خوباں ﷺ ہم غلاموں کے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اس دن زرد قمیص، زرد چادر اور عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

ابن عساکر سے مروی ہے کہ انہیں عباد بن حمزہ کے ذریعہ یہ روایت پہنچی ہے کہ فرشتے معرکہ بدر میں جب آسمان سے اترے تو انہوں نے زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں اللہ کے محبوب رسول ﷺ اپنے عمامہ کا ایک طرف کندھوں کے درمیان سے نیچے لٹکائے ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَاَرْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ

"حضور ﷺ نے فرمایا اے فرزندان اسلام! عمامے باندھا کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے۔ اس کا ایک شملہ اپنی پشتوں پر لٹکا دیا کرو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے سرخ رنگ کا عمامہ باندھا تھا اور اس کا پلو ان کی پشت پر لٹک رہا تھا۔

فرماتی ہیں غزوۂ خندق کے موقع پر ایک آدمی دیکھا جس کی صورت دحیہ کلبی سے ملتی تھی۔ وہ ایک جانور پر سوار تھا اور حضور ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ اس نے دستار باندھی تھی، اس کا ایک پلہ اپنے پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کون تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل تھا، اس نے حکم دیا کہ میں بنی قریظہ پر حملہ کرنے کیلئے جاؤں۔ (2)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو حکم دیا کہ وہ ایک سریہ کے لئے تیاری کریں انہیں اس کا امیر بنایا جائے گا۔ حضرت

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 430

2۔ ایضاً، صفحہ 433

عبد الرحمٰن صبح حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے کھدی کے کپڑے کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے کھول دیا پھر خود ان کی دستار بندی کی اور اس کا شملہ چار انگلی یا ایک بالشت رکھا پھر فرمایا۔

هٰكَذَا فَاعْتَمَّ يَا ابْنَ عَوْفٍ فَإِنَّهُ أَعْرَبُ وَأَحْسَنُ

"اے عوف کے بیٹے اس طرح عمامہ باندھا کرو اس طرح یہ خوبصورت لگتا ہے۔"

طبرانی، حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جس کو کسی علاقہ کا حاکم مقرر فرماتے اس کی دستار بندی کرتے تھے۔ اور ایک شملہ دائیں طرف کے کان سے نیچے لٹک رہا ہوتا تھا۔

حضرت صدیقہ روایت فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمٰن بن عوف کی دستار بندی کی اور شملہ بھی رکھا۔ فرمایا

إِنِّي لَمَّا صَعِدْتُ إِلَى السَّمَاءِ رَأَيْتُ أَكْثَرَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مُعْتَمِّيْنَ۔

"جب میں نے آسمانوں پر عروج کیا تو میں نے دیکھا اکثر فرشتوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے۔"

ٹوپی

سرورعالم ﷺ سر مبارک پر عمامہ کے علاوہ کبھی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔

اس کے بارے میں حجتہ الاسلام امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

حضور رسالت مآب ﷺ کبھی ٹوپی پہن کر اوپر عمامہ باندھتے کبھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنتے۔

زاد المعاد میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ وَيَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ قَلَنْسُوَةٍ۔ (1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 449

"رسول اللہ ﷺ کبھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنتے اور کبھی عمامہ ٹوپی کے بغیر باندھتے تھے۔"

ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ قوم ثمود کے علاقہ سے گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

"جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا ان کی آبادیوں میں نہ سکونت اختیار کرو اور نہ ان کے گھروں میں داخل ہو۔ اگر ایسا اتفاق ہو تو اللہ سے ڈرتے ہوئے آنسو بہاتے ہوئے وہاں سے گزرو تاکہ جو عذاب ان بدکاروں پر نازل ہوا تھا وہ تم پر نازل نہ ہو۔ حضور ﷺ نے اس وقت اپنے سر پر چادر ڈال دی۔"

حضور رحمت عالم ﷺ بسا اوقات سر پر چادر ڈال لیا کرتے تھے۔

امام احمد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ایک روز حضور کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اپنے سر پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَإِنَّ الْأَنْصَارَ يَقِلُّونَ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا يَنْفَعُ فِيهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ۔ (1)

"اے لوگو! دوسرے قبائل تعداد میں بڑھتے جائیں گے اور انصار کی تعداد قلیل ہوتی جائے گی۔ تم سے کسی کو اگر ایسے عہدہ پر فائز کیا جائے جس سے وہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ انصار کے نیکوکاروں کی نیکیوں کو قبول کرے اور اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اس سے درگزر کرے۔"

قمیص۔ تہ بند

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قمیص پہنی جو ٹخنوں کے اوپر تک تھی اور اس کی آستین انگلیوں تک تھی۔ (رواہ حاکم)

حضرت ابن ماجہ، ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 454

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيْصًا قَصِيْرَ الْيَدَيْنِ وَالطُّوْلِ

"رسول اللہ ﷺ ایسی قمیص پہنا کرتے تھے جس کی آستینیں بھی لمبی نہیں ہوتی تھیں اور اس کی لمبائی بھی زیادہ نہ ہوتی تھی۔"

بزاز نے ثقہ راویوں کے واسطہ سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

كَانَ كُمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ

"حضور کریم ﷺ کی آستین گٹی تک ہوتی تھی۔"

حضرت انس سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ قَمِيْصٌ قِبْطِيٌّ قَصِيْرُ الطُّوْلِ قَصِيْرُ الْكُمَّيْنِ۔ (1)

"حضور ﷺ کی ایک قمیص تھی جو سفید صوف سے مصر میں بنائی جاتی تھی اسے قبطی کہتے تھے۔ وہ لمبائی میں بھی چھوٹی تھی اور اس کی آستینیں بھی چھوٹی تھیں۔"

حضرت عبداللہ بن ابی رباح التابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

کیا بیعت رضوان میں آپ حضور ﷺ کی معیت میں تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے پوچھا اس روز حضور ﷺ نے کون سا لباس پہنا ہوا تھا؟ حضرت ابن عمر نے جواب دیا حضور ﷺ نے ایک سوتی قمیص اور ایک جبہ جس کے اندر روئی بھری ہوئی تھی، زیب تن فرما رکھے تھے۔ اس کے علاوہ چادر اور ایک تلوار تھی۔ میں نے نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے سر مبارک کے قریب کھڑے تھے اور لوگ حضور ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کر رہے تھے۔

ان مختلف احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سرور انبیاء ﷺ کبھی ایسی قمیص زیب تن فرماتے جس کی لمبائی ٹخنوں کے اوپر تک ہوتی اور جس کی آستینیں ہاتھ کی انگلیوں کو ڈھانپ رہی ہوتیں اور بعض اوقات سرور انبیاء ﷺ ایسی قمیص زیب تن فرمایا کرتے جو نہ اتنی لمبی

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 464-463

ہوتی اور نہ اس کی آستینیں انگلیوں تک ہوتیں بلکہ گٹی تک ہوتیں۔

جبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے ایک شامی جبہ زیب تن فرمایا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں۔(1)

ایک روز حضور ﷺ نے صوف کا بنا ہوا رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ حضور ﷺ یہ پہنے ہوئے ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمیں امامت کرائی۔ اس کے علاوہ اور کوئی قمیص وغیرہ حضور ﷺ نے نہیں پہنی تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے چہرہ مبارک دھویا۔ حضور ﷺ نے اس وقت شامی جبہ پہنا ہوا تھا، اس کی آستینیں تنگ تھیں۔ حضور ﷺ نے ہاتھوں کو اس سے باہر نکالنا چاہا لیکن آستینوں کی تنگی کی وجہ سے دست مبارک باہر نہ نکل سکا چنانچہ حضور ﷺ نے نیچے سے ہاتھ نکالا۔

امام مسلم، نسائی اور ابن سعد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

ایک روز حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک جبہ نکالا جس کی جیب کے سوراخوں کے اوپر ایرانی ریشمی کپڑے کے ٹکڑے لگے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے جس کو حضور ﷺ پہنا کرتے تھے۔ جب رحمت عالم نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی تو یہ جبہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے پاس رہا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو میں نے اسے لے لیا۔ جب کوئی ہم سے بیمار ہوتا ہے تو ہم اس جبہ کو دھو کر پانی پلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو شفا بخشتا ہے۔

طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے ذی المجاز کی منڈی میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا۔

ابو الشیخ روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا ایک جبہ تھا جو انمار کی صوف سے بنا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 467

گیا تھا۔ حضور سرور عالم علیہ السلام نے اس کو بہت پسند کیا۔ حضور علیہ السلام اپنا دست مبارک اس پر پھیرتے اور فرماتے۔ اُنْظُرُوْا مَآ اَحْسَنَهٗ اے صحابہ! ذرا دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ اس مجلس میں ایک اعرابی حاضر تھا اس نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَبْهَا لِیْ مہربانی فرما کر یہ مجھے عطا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے اسی وقت اتارا اور اس کے ہاتھ میں دیدیا۔

ایک دفعہ دومتہ الجندل کے حاکم اکیدر نے ایک ریشمی جبہ بطور ہدیہ ارسال کیا جس میں سونے کی تاریں بنی ہوئی تھیں۔ رحمت عالم علیہ السلام نے اسے پہنا۔ لوگوں نے اسے بہت پسند کیا اور کہا: یہ بڑا ہی خوبصورت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس کی خوبصورتی پر تعجب کر رہے ہو، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذ کو جو رومال دیئے گئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔ رحمت عالم علیہ السلام نے یہ جبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَكْرَهُهَا وَاَلْبَسُهَا حضور علیہ السلام اس کو ناپسند کریں اور میں اس کو پہن لوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عمر! میں نے تجھے یہ اس لئے دیا ہے کہ تو اس کو فروخت کر دے، جو قیمت ملے اس کو اپنے کام میں لائے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ریشم کے لباس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شاہ روم نے سرور عالم علیہ السلام کی خدمت میں ایک جبہ بطور تحفہ بھیجا۔ یہ جبہ سندس کا بنا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو پہنا۔ صحابہ کرام کو یہ منظر بہت ہی پسند آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم اس پر تعجب کر رہے ہو، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ رومال جو سعد بن معاذ کو جنت میں دیئے گئے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ خوبصورت ہیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے یہ جبہ حضرت جعفر بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔ انہوں نے اس کو پہنا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس لئے تمہیں نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ پھر میں اس کا کیا کروں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِبْعَثْ بِهَا اِلٰی اَخِیْكَ النَّجَاشِیِّ یہ اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔

ایک دفعہ قیصر روم نے سندس کا بنا ہوا جبہ بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ سرور

1۔ سبل الہدیٰ جلد 7، صفحہ 469

عالم ﷺ نے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہماری رائے تو یہ ہے کہ حضور ﷺ اس کو زیب تن فرمائیں۔ آپ کے دشمن اس کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلیں اور ذلیل ہوں اور آپ کے غلام دیکھ کر خوش ہوں۔

چنانچہ حضور ﷺ نے پہنا پھر منبر پر تشریف لائے خطبہ ارشاد فرمایا۔

كَانَ جَمِيلًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ فِيهَا

"حضور ﷺ خود بڑے حسین و جمیل تھے پھر اس سندس کا جبہ پہننے سے چہرہ مبارک مزید روشن ہو گیا۔"

پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور حضرت جعفر جب حبشہ سے واپس آئے تو اتار کر انہیں بطور تحفہ دیدیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے سندس کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس دن اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ثنا کی پھر حضور ﷺ نے اسے اتار دیا اور ایک لکیر دار چادر اوڑھ لی فرمایا ریشم جنتیوں کا لباس ہے جو دنیا میں اسے پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔(1)

حلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ بڑے خوبصورت جوڑے پہنا کرتے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مالک ذی یزن نے ایک حلہ جو اس نے تینتیس اونٹنیوں کے بدلے میں خریدا تھا خدمت اقدس میں بطور ہدیہ بھیجا، اس کو سرکار دو عالم نے قبول فرمالیا۔

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک روز حضرت بلال کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ آئے اس عصا کو ایک جگہ گاڑ دیا پھر اقامت کہی۔ میں نے اللہ

1۔ سبل الہدیٰ جلد 7، صفحہ 470

کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضور ﷺ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا تھا جو زیادہ کشادہ نہ تھا۔

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

ایک روز حضور سرور انبیاء علیہ السلام نے بہت سی قبائیں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائیں لیکن حضرت مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے مجھے کہا اے بیٹے! مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے چل۔ میں انہیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ جب وہاں پہنچے تو مجھے کہا اندر جاؤ اور حضور ﷺ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اندر گیا، بارگاہ رسالت میں ان کی درخواست پیش کی، حضور ﷺ میرے باپ کو ملنے کیلئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ایک قبا پہنی تھی۔ جب مخرمہ کو دیکھا فرمایا "خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ" اے مخرمہ! یہ قبا میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھی ہوئی تھی۔ میرے والد نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَةُ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا غلام مخرمہ اب راضی ہو گیا ہے۔

حضرت ابو بردہ سے مروی ہے ایک روز ہم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایک کھردرا تہ بند نکالا جو یمن میں بنایا جاتا تھا اور ایک کمبل نکالا جس میں پیوند لگے تھے۔ حضرت صدیقہ نے قسم کھا کر کہا۔

وَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا

"نبی کریم ﷺ نے ان دو کپڑوں میں رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: اشعث بن سلیم نے کہا کہ میں نے اپنی پھوپھی کو اپنے چچا سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا

بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِيْ فِي الْمَدِيْنَةِ اِذْ اِنْسَانٌ خَلْفِيْ يَقُوْلُ ارْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰى وَاَبْقٰى۔ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ۔ قَالَ اَمَا لَكَ فِيَّ اُسْوَةٌ؟ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ۔ (1)

"انہوں نے مجھے بتایا ایک دفعہ میں مدینہ کی گلیوں میں چل رہا تھا اور میں نے اپنے پیچھے ایک انسان کو یہ کہتے ہوئے سنا اپنے تہبند کو اونچا کر واس

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 478

طرح وہ نجاست سے پاک ہو گا اور پائیدار بھی ہو گا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سرور انبیاء علیہ السلام کی ذات اقدس تھی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ تو اوپر اوڑھنے والی چادر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میری ذات میں تمہارے لئے نمونہ نہیں۔ جب میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ کا تہبند مبارک نصف پنڈلیوں تک اوپر اٹھا تھا۔"

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کی محفل میں بہت سے صحابہ موجود تھے۔ ہر آدمی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ لیکن سرور عالم ﷺ نے اپنی چادر اٹھائی اور میری طرف پھینک دی۔ حضرت جریر نے اس چادر کو اپنی گردن پر رکھا، اپنے چہرہ پر ملا، اسے بوسہ دیا پھر اسے اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور ساتھ ہی یہ عرض کی۔

اَكْرَمَكَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

"حضور ﷺ نے اس ناچیز کی عزت افزائی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو مکرم و محترم رکھے۔"

امام بخاری اور دیگر محدثین نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک خاتون بارگاہ رسالت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ نَسَجْتُ هٰذِهٖ بِيَدِيْ اَكْسُوْكَهَا

"یارسول اللہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے تاکہ حضور ﷺ کو پہناؤں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا۔ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ حضور ﷺ وہ باندھ کر باہر تشریف لائے۔ حاضرین سے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے عطا فرمائیے۔ سرکار نے اس کو عطا فرمائی۔ (1)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ابو جہیم بن حذیفہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شامی چادر پیش کی جس پر بیل بوٹے بنے تھے۔ حضور ﷺ نے اسے پہن کر نماز ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا یہ چادر ابی جہیم کو

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 480

واپس کر دو کیونکہ میں نے نماز کی حالت میں اس کے نقش و نگار کو دیکھا، قریب تھا وہ مجھے نماز سے غافل کر دے۔ اور وہ کھر دری چادر لاؤ جس پر بیل بوٹے نہیں ہیں۔

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سیدنا امام حسین کی شہادت پر تعزیت کیلئے آیا تو حضرت ام سلمہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی: ایک روز حضور ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء نے آپ کیلئے ایک کھانا تیار کیا اور اسے لے کر تشریف لائیں۔ حضور ﷺ کے سامنے رکھا۔ حضور نے فرمایا فاطمہ جاؤ اور اپنے چچا کے بیٹے (سیدنا علی) اور دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت سیدہ سب کو بلا کر لائیں۔ تب ہم نے مل کر کھانا کھایا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے خیبر کی چادر جو حضور ﷺ کے نیچے بچھی تھی اس کا ایک کونہ پکڑا پھر اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ عِتْرَتِيْ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اَللّٰهُمَّ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا۔

"اے اللہ! یہ میری اولاد ہے اور میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ! رجس کو ان سے دور کر دے اور انہیں پوری طرح مطہر بنا دے۔"

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کی اَنَا مِنْ اَهْلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ میں بھی حضور ﷺ کے اہل سے ہوں فرمایا وَاَنْتِ اِلٰى خَيْرٍ تم بھلائی کی طرف ہو۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن غسیل فرماتے ہیں ایک روز میں اللہ کے پیارے رسول کے ساتھ تھا۔ حضرت عباس کا گزر ہوا۔ حضور نے فرمایا اے چچا! اپنے بچوں کو لے آؤ۔ حضرت عباس اپنے چھ بچوں کو لے آئے۔ فضل۔ عبد اللہ۔ عبید اللہ۔ قثم۔ عبد الرحمٰن اور کثیر۔ سرور عالم ﷺ نے ان سب کو اپنی چادر کے اندر داخل کر لیا۔ اس چادر کا رنگ سیاہ تھا اور اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَعِتْرَتِيْ فَاسْتُرْهُمْ مِنَ النَّارِ كَمَا سَتَرْتُهُمْ بِهٰذِهِ الشَّمْلَةِ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 478

2۔ ایضاً، صفحہ 481

"اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ میری عزت ہیں ان کو آتش جہنم سے
اس طرح چھپالے جس طرح میں نے ان کو اس چادر سے چھپالیا ہے۔"

جب سرکار نے یہ دعا فرمائی تو گھر میں جتنی مٹی کی اینٹیں تھیں اور جو دروازوں اور کھڑکیوں کے کواڑ تھے سب نے آمین کہا یعنی اے اللہ اپنے محبوب کی التجا کو قبول فرما۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کا وہ لباس جسے پہن کر حضور ﷺ وفدوں سے ملاقات فرمایا کرتے تھے، اس میں ایک چادر تھی جو حضر موت کی بنی تھی۔ اس کا طول چار گز اور عرض دو گز ایک بالشت تھا۔

شلوار

سوید بن قیس سے مروی ہے کہ میں اور مخرمہ العبدانی ہجر سے بزازی خرید کر لائے۔ ہم جب مکہ پہنچے تو حضور سرور عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب ہم منیٰ میں تھے نبی کریم ﷺ نے شلوار کا ہمارے ساتھ سودا کیا۔ ہم نے کہا کہ شلوار کے کپڑے کے وزن کے مساوی ہم درہم لیں گے۔ وہ شخص جو وزن کرتا تھا حضور ﷺ نے اسے فرمایا زِنْ وَارْجِحْ وزن کر اور درہم والے پلڑے کو نیچے کر۔(1)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رحمت عالم ﷺ نے چار درہم کے بدلے شلوار خریدی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور ﷺ بھی شلوار پہنتے ہیں؟ فرمایا۔

نَعَمْ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَبِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَإِنِّي أُمِرْتُ بِالسَّتْرِ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا أَسْتَرَ مِنْهُ۔

"ہاں میں اس کو پہنتا ہوں سفر میں بھی اور حضر میں بھی، رات اور دن میں کیونکہ مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور شلوار سے زیادہ پردے والا کپڑا اور کوئی نہیں۔"

(ہجر) یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو عفر (ایک شہر) سے ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔ یہ مذکر اور منصرف ہے۔ اگر اس کو مؤنث کہا جائے تو غیر منصرف ہو گا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 284

حضور کریم ﷺ کا مصلیٰ اس چمڑہ کا ہوتا جس کو رنگا گیا ہوتا

ابن عساکر سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کیلئے لکیر دار چادروں سے ایک لباس تیار کیا گیا یہ چادریں کالی صوف سے بنی ہوئی تھیں اور ان کے دو سفید صوف کے کنارے بنائے گئے تھے۔ حضور ﷺ یہ لباس پہن کر مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا یہ لباس کتنا خوبصورت ہے۔ ایک اعرابی وہاں موجود تھا اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے پہنادیں۔ رحمت عالم ﷺ کا یہ شیوہ تھا اگر حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضور ﷺ نہ نہ کرتے۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر دو سوتی چادریں منگوائیں ان کو پہنا اور لباس اتار کر اس اعرابی کو دیدیا۔ پھر حکم دیا اس لباس کی طرح ایک اور لباس تیار کروایا جائے۔ ابھی وہ تیاری کے مرحلے میں تھا کہ نبی کریم ﷺ اس دنیائے فانی سے دارالبقاء کو تشریف لے گئے۔

برنس۔ لمبی ٹوپی

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ سروں پر اونچی ٹوپیاں اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، چادروں میں ہاتھ چھپے تھے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے ایک دن سوتی کپڑے پہنے سرکار دو عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ایک عصا پکڑا تھا، اسامہ بن زید پر ٹیک لگائی تھی، آپ نے اس عصا کو سامنے گاڑ دیا اور پھر نماز ادا کی۔

حضور ﷺ روئی اور کتان اور یمن کے بنے ہوئے کپڑے زیب تن فرمایا کرتے اور حضور ﷺ کی سنت کا اتباع ہم پر ہر چیز سے مقدم ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کے لباس پر کبھی کبھی پیوند بھی لگا ہوتا۔ (1)

حضور ﷺ لوگوں کو اپنی ذات کے عمل سے دلا سا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ اپنی پھٹی ہوئی چادر کو چمڑے سے پیوند لگا لیتے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ لگاتار تین دن تک حضور ﷺ دن کا کھانا بھی کھائیں اور رات کو بھی کھائیں یہاں تک کہ حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 488

حضور کے لباس کے مختلف رنگ

حضرت انس سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

كَانَ اَحَبُّ الْاَلْوَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُضْرَةَ۔ (1)

"تمام رنگوں سے حضور ﷺ کا پسندیدہ رنگ سبز تھا۔"

حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے دونوں سبز چادریں پہنی تھیں۔ حضور ﷺ کا ایک سبز جوڑا تھا جو وفود کو شرف باریابی دیتے وقت پہنتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کے موقع پر سرخ چادر پہنا کرتے۔

عامر بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منٰی میں دیکھا کہ حضور ﷺ خچر پر سوار ہیں، خطبہ ارشاد فرمار ہے ہیں اور سرخ چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ اور حضرت علی مرتضی آگے کھڑے ہیں اور جو حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں۔ بعض صحابہ نے ذی المجاز کے میلہ میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے دو سرخ چادریں زیب تن فرمائی ہیں۔

طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ ربذہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آیا۔ ہمارے ساتھ ایک خاتون تھی۔ اس اثناء میں جب ہم بیٹھے تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضور ﷺ نے دونوں سفید کپڑے پہنے تھے۔

طبرانی ثقہ راویوں کے ذریعہ سے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالثِّيَابِ الْبِيْضِ فَالْبِسُوْهَا اَحْيَآءَكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔

"تم پر لازم ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ اپنے زندوں کو بھی سفید

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 490

کپڑے پہناؤ اور جو فوت ہو جائیں انہیں سفید کپڑوں میں کفن دو۔"

سیاہ رنگ

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک صبح حضور ﷺ تشریف لائے حضور ﷺ پر سیاہ رنگ کی چادر تھی جو کالے بالوں سے بنی ہوئی تھی۔

بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے سر اقدس پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔

عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضور نے ایک روز لوگوں کو خطبہ دیا اور حضور ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا تھا۔ حضور ﷺ کا ایک جھنڈا تھا، اس کا رنگ بھی کالا تھا اور حضور ﷺ کا عمامہ بھی سیاہ تھا۔ حضور ﷺ کا جھنڈا تھا جس کا نام عقاب تھا۔

نبی کریم ﷺ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا اور حضور ﷺ عیدین کے موقع پر اسے باندھا کرتے۔

زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے

حضرت عبداللہ بن جعفر روایت فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو دو کپڑے پہنے تھے وہ بھی زعفران سے رنگے تھے اور حضور ﷺ کی چادر اور دستار مبارک بھی زعفران کے رنگ سے رنگی ہوئی تھی۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں بسا اوقات حضور ﷺ کے سارے پارچات قمیص، چادر تہبند، سب کو زعفران یا ورس سے رنگتی تھی اور حضور ﷺ اسے پہن کر باہر تشریف لاتے۔ (1)

حضرت انس سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ کا لحاف تھا جو ورس اور زعفران سے رنگا تھا۔ رات کے وقت اس پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیتے تاکہ اس کی خوشبو زیادہ ہو جائے۔

(ورس: ایک گھاس ہے، زرد رنگ کی اس سے کپڑے رنگتے ہیں)

پاپوش مبارک۔ خفین۔ (موزے)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بتایا کہ میں نے صوف کا بنا ہوا ایک جبہ اور دو موزے نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کیے۔ حضور ﷺ نے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 494

قبول فرمائے اور حضور علیہ انہیں لگاتار استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پارہ پارہ ہو گئے۔

حضور علیہ نے خفین کے بارے میں یہ دریافت نہیں فرمایا کہ جس چمڑے سے انہیں بنایا گیا ہے اس چمڑے کو رنگا گیا تھا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے بارگاہ رسالت میں سیاہ رنگ کے موزے بھیجے۔ حضور علیہ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرماتے رہے۔(1)

حضرت طبرانی، سند جید سے ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ نے اپنے دونوں موزے منگوائے تاکہ پہنیں۔ ایک موزہ پہنا تھا۔ اسی دوران ایک کوا آیا اس نے دوسرا موزہ اٹھالیا اور آگے جا کر پھینک دیا، اس میں سے ایک سانپ نکلا رسول اللہ علیہ نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَلْبَسْ خُفَّيْهِ حَتّٰى يَنْفُضَهُمَا۔

"جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس وقت تک موزے نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے۔"

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم علیہ کے پاپوش مبارک کے دو تسمے ہوتے تھے۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب سرکار دو عالم علیہ کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضور علیہ کے مقدس پاؤں سے جوتے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں رکھ لیتے جب حضور علیہ اٹھتے تو جوتے پہناتے اور عصا پکڑ کر حضور علیہ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ حضور اپنے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔

حضرت ابن عون رحمھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک موچی کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے جوتا سی کر دے۔ اس نے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں اس قسم کا جوتا تیار کر کے دوں اور اگر تم چاہو تو میں ایسا جوتا تیار کروں جیسا میں نے سرور عالم علیہ کا جوتا مبارک دیکھا ہے۔ میں نے کہا تم نے رحمت عالم کا جوتا کہاں دیکھا ہے؟ اس

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 499

2۔ ایضاً، صفحہ 500

نے کہا فاطمہ کے گھر میں۔ میں نے کہا کون سی فاطمہ؟ اس نے کہا فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباس کے گھر میں۔ میں نے کہا جس طرح حضور سرور عالم ﷺ کا جوتا تم نے دیکھا اس شکل کا جوتا مجھے بنا دو۔ چنانچہ اس نے جوتا بنایا اور دو تسمے رکھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے میں نے اپنے آقا ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ سبتیہ جوتے پہنتے تھے یعنی اس چمڑے کے بنے ہوئے جس پر بال نہیں ہوتے اور اس میں وضو فرماتے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا معمول مبارک تھا جب پاپوش مبارک پہنتے تو پہلے دایاں قدم پہنتے اور جب اتارتے تو پہلے بایاں اتارتے۔(1)

حضور ﷺ کھڑے ہو کر بھی جوتا پہنتے اور بیٹھ کر بھی پہنتے۔

حضرت انس کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے پاپوش بردار تھے اور حضور ﷺ کے کوزہ بردار تھے۔ اگرچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کفش بردار کے لقب سے ملقب تھے لیکن ممکن ہے دونوں حضرات کو یہ شرف نصیب ہوا ہو۔

انگشتری مبارک

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

سرور عالم ﷺ نے جب قیصر و کسریٰ اور سلاطین عالم کو دعوت نامے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! جب تک کسی خط پر مہر ثبت نہ ہو اس وقت تک وہ سلاطین ایسے خط کو وصول ہی نہیں کرتے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ایک انگشتری بنوائی جس کا نقش یہ تھا۔

اللہ
رسول
محمد

حضرت انس کہتے ہیں کہ اب بھی اس مبارک انگشتری کی چمک مجھے نظر آ رہی ہے۔

ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کو صرف تین دن تک پہنا۔ اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کی

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 504

طرف کیا۔ لوگوں نے بھی اپنے نبی کی اقتدا کرتے ہوئے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ ایک روز سرور عالم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، حضور ﷺ نے انگوٹھی انگلی سے نکال لی اور اس کو پھینک دیا اور فرمایا بخدا میں اسے ہرگز نہیں پہنوں گا۔ جب حضور ﷺ نے انگوٹھی اٹھا کر پھینکی تو صحابہ نے اپنے آقا کی اقتدا کی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی اور حکم دیا کہ اس پر محمد رسول اللہ کندہ کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے آخری دن تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آخر دم تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آخر دم تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی انگوٹھی پہنی۔ چھ سال تک آپ پہنے رہے۔ جب خط و کتابت کا سلسلہ دراز ہوا اور ہر خط پر مہر لگانا خلیفہ وقت حضرت عثمان کیلئے مشکل ہو گیا تو آپ نے یہ انگوٹھی ایک انصاری کے سپرد کی اور اسے حکم دیا کہ جتنے خطوط بھیجے جائیں ان پر تم یہ مہر لگا دیا کرو۔ ایک روز وہ انصاری ایک کنوئیں پر گئے جو حضرت عثمان کی ملکیت تھا اور سوئے قسمت وہ انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی۔ اس کا نام بئر اریس تھا۔ بڑی تلاش کی گئی، سارا پانی نکلوایا گیا، ساری مٹی نکلوائی گئی۔ لیکن رحمت عالم ﷺ کی انگوٹھی دستیاب نہ ہوئی۔ حضرت عثمان نے اس جیسی ایک اور انگوٹھی بنانے کا حکم دیا پھر فرمایا اس پر بھی محمد رسول اللہ کے کلمات کندہ کئے جائیں۔ (1)

اگرچہ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ پہلے حضور ﷺ نے انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی لیکن اکابر صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے آخر دم تک انگشتری کو اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنے رکھا اور وہ نگینہ جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا وہ ہتھیلی کی طرف ہوا کرتا تھا۔ اور وہ بھی چاندی کا تھا۔ حضور ﷺ جب قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو انگشتری اتار کر رکھ دیتے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو چاندی کی انگوٹھی بنوانے کی اجازت تو دیدی لیکن اس بات سے منع کیا کہ کسی کی انگوٹھی کے نگینہ پر محمد رسول اللہ کندہ کیا جائے۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 524

وَلَا يَنْقُشُ اَحَدٌ نَقْشَهٗ

ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

"سرکار دو عالم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی بنی ہوئی تھی لیکن اس کا نگینہ ایسے پتھر کا تھا جو حبشہ میں پایا جاتا ہے۔" (1)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی اسی مبارک انگشتری میں ایک سر الٰہی تھا جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں سر الٰہی تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی تو آپ کی ساری سلطنت ختم ہو گئی اور جب تک سرکار دو عالم ﷺ کی بابرکت انگوٹھی حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمانی خلافت کے چھ سالوں میں یہ انگوٹھی رہی مملکت اسلامیہ کے تمام اکناف واطراف میں امن وسکون رہا۔ کسی فتنہ و فساد کی وہاں چنگاری بھی نہیں پہنچی، لیکن عثمانی خلافت کے چھٹے سال جب یہ مبارک انگوٹھی اریس کے کنوئیں میں گری اور تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوئی تو اس وقت سے ہی فتنہ وفساد کا آغاز ہو گیا اور ابھی تک ان فتنوں کی آگ سلگ رہی ہے اور کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے اور ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر انگوٹھی چاندی کی بنی ہو تو اس کا زیادہ سے زیادہ وزن ایک مثقال ہو اگر اس انگوٹھی کا وزن ایک مثقال سے زائد ہو گا تو اس کا پہننا جائز نہ ہو گا۔

خوشبو اور اس کا استعمال

حبیب رب العالمین ﷺ کا مزاج لطیف اس بات کو از حد ناپسند کرتا تھا کہ حضور ﷺ کے جسد اطہر یا لباس سے بدبو آئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ اس بات کو از حد ناپسند فرمایا کرتے کہ جب وہ اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے جائیں تو لباس سے بدبو آئے۔

حضور ﷺ رات کے آخری حصہ میں صبح صادق کے وقت خوشبو استعمال فرمایا کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ جب سحری کے وقت

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 527

بیدار ہوتے تو استنجا کرتے، وضو فرماتے اور اپنی ازواج طاہرات میں سے جس کے ہاں خوشبو ہوتی وہ منگواتے اور استعمال فرماتے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں: ختنہ کروانا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو لگانا اور نکاح۔

حضرت ابو خیثمہ اپنے والد ملیح سے اور وہ اپنے والد عبداللہ انصاری سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اَلْحَيَآءُ وَالْحِلْمُ وَالْحِجَامَةُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ (1)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں اللہ کے رسولوں کے معمولات میں سے ہیں: حیا، حلم، حجامتہ، خوشبو کا استعمال اور مسواک۔"

اگر خوشبو بطور ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کی جاتی تو حضور ﷺ اسے مسترد نہ کرتے۔

امام بخاری اور نسائی دونوں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ

"کہ حضور ﷺ خوشبو کا تحفہ رد نہ کرتے بلکہ قبول فرماتے"

حضرت ابو یعلی سند حسن سے روایت کرتے ہیں کہ

مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيْبٌ قَطُّ فَرَدَّهٗ۔

میں نے کبھی سرور انبیاء ﷺ کو نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں خوشبو پیش کی گئی ہو اور حضور ﷺ نے اس کو مسترد کر دیا ہو۔

امام مسلم اور نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 533

"حضور ﷺ نے فرمایا جس کو پھول پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ اس کا وزن بڑا ہلکا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بڑی پاکیزہ ہوتی ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے تین چیزوں کو مسترد کرنے سے منع فرمایا۔ تکیہ، گھی، خوشبو

خوشبوؤں اور پھولوں سے حضور کی محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ عورتیں، خوشبو اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جو خوشبوئیں حضور کو پسند تھیں

محمد بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا کہ کیا سرور عالم خوشبو استعمال کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں اعلیٰ درجہ کی خوشبو؟ ذکاوۃ الطیب۔ میں نے پوچھا۔ ذکاوۃ الطیب سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کستوری اور عنبر۔

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ احرام سے پہلے میں اپنے آقا کو بہترین خوشبو لگاتی تھی، جو میری مقدرت میں ہوتی۔ علامہ ابن قیم زادالمعاد میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ خوشبو کستوری تھی اور حضور ﷺ حناء کی کلیوں کو بھی بہت پسند فرماتے تھے۔ (1)

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں گلاب کے پھول تھے اور حضور ﷺ میرے پاس لے آئے۔ جب میں نے ان پھولوں کو سونگھنے کیلئے اپنی ناک کے قریب کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے پھولوں کا یہ سردار ہے۔

خضاب

امام بخاری اور امام احمد عثمان بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے اہل خانہ نے مجھے ایک پیالہ میں پانی ڈال کر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ آپ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 534

چاندی کا ایک چھوٹا سا برتن لے آئیں جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا۔ جب کسی شخص کو نظر بد لگتی یا اور کوئی عارضہ پیش ہوتا تو ایک برتن آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا۔ وہ اس موئے مبارک کو اس میں ہلا کر اس پانی میں ڈالتیں اور اس بیمار کو پلایا جاتا۔

میں نے اس برتن میں جھانکا تو اس میں کئی بال نظر آئے جن کی رنگت سرخ تھی (1)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے منحر (جہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں) کے پاس سرور عالم ﷺ کو دیکھا۔ وہاں ایک قریشی شخص بھی تھا اور حضور ﷺ قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم فرما رہے تھے لیکن اس قریشی اور اس کے ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے حلق کروایا، اپنے سر مبارک کے بال منڈائے اور وہ سارے موئے مبارک اس کے کپڑے میں ڈال دیئے۔ اس نے ان موہائے مبارک کو چند لوگوں میں تقسیم کیا۔ اس میں ناخنوں کے تراشے بھی تھے۔ اس نے یہ چیزیں اپنے دوست کو دیدیں۔ وہ موہائے مبارک ہمارے پاس ہیں، انہیں حناء اور کتم سے رنگا گیا تھا۔

امام بخاری اور مسلم ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَخْضِبُ کیا اللہ کے پیارے رسول خضاب استعمال فرماتے تھے؟ آپ نے کہا بیشک، حناء اور کتم کا خضاب استعمال فرمایا کرتے تھے اور حضور ﷺ کے گنتی کے چند بال سفید ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حنا اور کتم سے بنایا ہوا خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت عبداللہ ہمام نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے پوچھا نبی کریم ﷺ کس چیز سے خضاب لگایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا حضور ﷺ کے بال اتنے سفید نہیں ہوگئے تھے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی، حضور ﷺ کے صرف چند بال ایسے تھے جن کو حضور ﷺ مہندی اور بیری کے پتوں سے دھوتے۔ (2)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 540

2۔ ایضاً، صفحہ 543

نبی کریم کا کنگھی، سرمہ اور آئینہ کا استعمال

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سفر اور حضر میں ان پانچ چیزوں کو نظر انداز نہیں فرمایا کرتے تھے: آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک۔

حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر کا ارادہ فرمایا کرتے تو میں یہ چیزیں تیار کر کے حضور ﷺ کے سامان میں رکھواتی: خوشبودار تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت بستر پر استراحت فرماتے تو اس سے پہلے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور بالوں میں کنگھی کرتے۔
حضور ﷺ کی کنگھی ہاتھی دانت کی تھی جس سے حضور ﷺ اپنے بالوں کو درست کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ جب آئینہ میں اپنے دل پذیر چہرے کو دیکھتے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے۔

اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ وَاَوْسِعْ عَلَيَّ فِيْ رِزْقِيْ

”اے اللہ تعالیٰ! تو نے میری ظاہری صورت کو حسین بنایا ہے۔ الٰہی!
میرے اخلاق کو بھی حسین بنا دے اور میرا رزق میرے لئے وسیع فرما دے۔“

حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے حجرے میں جھانک کر دیکھا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں کنگھی تھی جس سے اپنے سر مبارک کو کھجلا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ پتہ چلتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں اسی کنگھی سے تیری آنکھوں کو ضرب لگاتا تم نہیں جانتے کہ شریعت میں کسی گھر میں داخل ہونے سے پہلے اذن طلب کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اہل خانہ کو اپنی آمد سے خبردار کرنے سے پہلے نہ دیکھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کالا سرمہ تھا۔

آپ اپنے بستر پر آرام فرماتے تو دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالتے۔

حجامت کرانا

رسول اللہ ﷺ اس بات کو مستحب سمجھتے کہ جمعہ کے دن ناخن اور مونچھوں کے بال کٹوائے جائیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول کو دیکھا کہ حجام حضور ﷺ کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام حضور ﷺ کے اردگرد کھڑے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی موئے مبارک زمین پر نہ گرے بلکہ کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ پر گرے۔

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں حضور ﷺ کی سنت کا ذکر کرتے ہیں کہ حضور ﷺ یا تو سارا سر منڈایا کرتے یا سر کے سارے بالوں کو سلامت رکھتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سر کے بعض بالوں کو تو حضور ﷺ نے مونڈا ہو اور بعض کو رہنے دیا ہو۔ اور رحمت عالم ﷺ نے صرف عمرہ اور حج کے موقع پر اپنے سر مبارک کے بال منڈوائے ان کے علاوہ سر کے بال منڈوانا حضور ﷺ کا طریقہ نہ تھا۔

جن حجاموں کو حضور ﷺ کے سر مبارک کے بال مونڈنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے اسماء کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں۔ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر حضرت خراش بن امیہ نے، عمرۃ القضاء میں مروہ کے پاس ابن سکن نے، غزوۂ جعرانہ کے موقع پر ابو الہند الحجام، جو بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا، اس نے اور حجۃ الوداع کے موقع پر معمر بن عبد اللہ بن فضلہ نے حضور ﷺ کے موئے مبارک مونڈنے کی سعادت حاصل کی۔

امام مسلم اور بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا سر منڈوایا اور پہلے حصہ کے بال حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے۔ اور پھر بائیں جانب کے جب موہائے مبارک مونڈے گئے تو وہ بھی حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے اور انہیں حکم فرمایا اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ ان کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (1)

امام غزالی نے احیاء العلوم میں ناخن کاٹنے کی یہ ترتیب رقم کی ہے۔

پہلے دائیں ہاتھ کی انگشت تسبیح سے شروع کیا جائے پھر وسطی پھر بنصر پھر خنصر اس

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 553

کے بعد بائیں ہاتھ کی خنصر۔ پھر بنصر۔ پھر وسطیٰ پھر انگشت تسبیح پھر انگوٹھااس کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹے جائیں پھر دائیں پاؤں کی خنصر۔ پھر بنصر پھر وسطیٰ الخ پھر بائیں پاؤں کی خنصر سے شروع کر کے ختم کرے۔(1)

امام احمد اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضور نے جب منیٰ کے میدان میں قربانی کے جانور ذبح کئے تو معمر کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے بال مونڈے۔ معمر کہتے ہیں کہ میں استرا پکڑ کر حضور ﷺ کے سر کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس وقت رحمت عالم ﷺ نے اپنی چشم مبارک سے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا اے معمر! اللہ کے پیارے رسول نے تجھے اپنے سر کے قریب کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے، اس حال میں کہ تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔ میں نے عرض کی بخدا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام ہے۔ حضور ﷺ اب دیکھیں گے کہ میں کس مہارت سے موئے مبارک مونڈتا ہوں۔ پھر میں نے حضور ﷺ کے سر مبارک کو مونڈا۔

گھریلو سامان

امام بخاری ادب مفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا کہ میں ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے جس کو کھردرے بان سے بنا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے سر مبارک کے نیچے چمڑہ کا تکیہ تھا جسے کھجور کے پتوں سے بھرا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر اور چارپائی کے درمیان ایک کپڑا بچھا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں ایک چارپائی تھی جو بڑی گھاس کے گٹھے سے بنی گئی تھی۔ اس پر ایک سیاہ رنگ کی چادر بچھی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس رحمت عالم ﷺ کے تبرکات میں سے ایک چارپائی، حضور ﷺ کا عصا، حضور ﷺ کا پیالہ، ایک تکیہ جس کو کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا، ایک چادر اور کجاوہ تھا۔ جب قریش کے کچھ لوگ حضرت فاروق

1۔ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی انگشت تسبیح ہے، درمیان والی انگلی کو وسطیٰ، اس کے ساتھ والی انگلی کو بنصر اور سب سے چھوٹی انگلی کو خنصر کہتے ہیں۔

اعظم کی ملاقات کیلئے حاضر ہوتے تو آپ انہیں ان چیزوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔

هٰذَا مِيْرَاثُ مَنْ اَكْرَمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ وَاَعَزَّكُمْ بِهٖ وَفَعَلَ وَفَعَلَ۔ (1)

"یہ اس عظیم المرتبت ہستی کی میراث ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو مکرم و محترم کیا ہے اور جس کے صدقے تمہیں ان عزتوں سے سرفراز کیا ہے۔"

حضرت ابورفاعہ العدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک کرسی پیش کی گئی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ امام احمد کی رائے ہے کہ پائے لکڑی کے تھے لیکن ان پر سیاہ رنگ کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی۔ حضور ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے وہ علم سکھانا شروع کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا۔ (2)

علامہ بلاذری حضرت صدیقہ سے روایت کرتے ہیں قریش مکہ سونے کیلئے چارپائیاں استعمال کرتے تھے۔ جب رحمت عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور ﷺ حضرت ابوایوب انصاری کے ہاں اقامت گزیں ہوئے۔ حضور پرنور ﷺ نے پوچھا اے ابوایوب تمہارے ہاں چارپائی نہیں ہے؟ عرض کی بخدا ہمارے ہاں کوئی چارپائی نہیں۔ یہ بات اسعد بن زرارہ نے سنی تو اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استعمال کیلئے ایک چارپائی بھیجی جس کے بازو اور پائے ساگوان کی لکڑی سے بنائے گئے تھے۔ رحمت عالم ﷺ اس پر استراحت فرمایا کرتے اور جب حضور ﷺ کی نماز جنازہ ادا کی گئی تو اس وقت بھی اسی چارپائی پر حضور ﷺ تھے۔ اس کے بعد صحابہ کرام اپنے مردوں کو اس چارپائی پر اٹھا کر دفن کیلئے لے جاتے چنانچہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو بھی اسی چارپائی پر لے جایا گیا تاکہ اس کی برکت سے میت بھی متمتع ہو۔

طَلَبًا لِبَرَكَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کا سارا گھریلو سامان حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نگرانی میں تھا۔ آپ نے اسے ایک کمرہ میں رکھا ہوا تھا۔ ہر روز اس کی زیارت کرتے تھے اور جب بیرون ملک سے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 563

2۔ ایضاً، صفحہ 564

وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ انہیں لے کر اس کمرہ میں جاتے تا کہ حضور ﷺ کے تبرکات کو وہ دیکھیں۔ آپ ان لوگوں کو یہ فرماتے۔

هٰذَا مِيْرَاثُ مَنْ اَكْرَمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَعَزَّكُمْ بِهٖ۔

"یہ اس عظیم القدر ہستی کی میراث ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو معزز و مکرم کیا۔ اور اس کی وجہ سے تمہیں عزت و ناموری پر فائز کیا گیا۔"

اس میراث میں درج ذیل چیزیں تھیں۔

وہ چارپائی جو کھردرے پٹھے سے بنی ہوئی تھی، چمڑے کی گدی جو کھجور کے پتوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک بڑا پیالہ۔ ایک گلاس۔ چکی۔ ترکش جس میں تیر تھے۔ اون کا ایک کپڑا۔ اس صوف کے ٹکڑے میں حضور ﷺ کے سر مبارک سے جو پسینہ بہتا اس کے نشانات تھے۔ ایک آدمی بیمار ہو گیا انہوں نے خلیفہ سے درخواست کی کہ اس پسینہ کو دھو کر اپنے مریض کیلئے دیں تا کہ اس کی ناک میں ٹپکایا جائے۔ یہ درخواست حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کی گئی۔ چنانچہ آپ نے اجازت دی، اس دھوون کو مریض کے ناک میں ٹپکایا گیا اور وہ شفایاب ہو گیا۔ (1)

اس چارپائی کو حضرت عبداللہ بن اسحاق الاشجانی نے چار ہزار درہم قیمت ادا کر کے خریدا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جو رات کو لپیٹ دی جاتی تھی۔ اس پر حضور ﷺ نماز ادا کرتے۔ دن کے وقت حضور ﷺ کے لئے بچھا دی جاتی حضور ﷺ اس پر آرام فرماتے۔

چٹائی، بستر، لحاف، تکیہ، رومال، بستر کی چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے آپ نے بتایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی تھیں حضور ﷺ جس بستر پر استراحت فرمایا کرتے تھے وہ چمڑے کا تھا اس کو کھجور کے پتوں سے بھرا گیا تھا۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 1، صفحہ 564

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا تکیہ بھی چمڑے کا بنا ہوا تھا اس کو کھجور کے پتوں سے بھرا گیا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے وہ کجاوہ جس پر حضور ﷺ نے حج ادا کیا وہ پرانا تھا۔ اور وہ ایک ایسی لکڑی سے بنایا گیا تھا جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ جب اس پر سوار ہوئے تو بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔

اَللّٰهُمَّ حَجَّةً لَّا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ

"اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا جس میں کوئی ریا اور شہرت کی طلب نہ ہو محض تیری رضا کیلئے ہو۔"

سرکار دو عالم ﷺ چمڑے کی بنی ہوئی ایک چادر پر آرام فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کو پسینہ آگیا۔ ام سلیم اٹھی اور اس پسینہ کو جمع کرنا شروع کیا اور ایک شیشی میں ڈالتی رہی۔ نبی رحمت ﷺ نے اس کو ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ ام سلیم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ حضور ﷺ کے اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں ڈالوں گی۔ اپنی نیاز آگیں خادمہ کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ ہنس پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے۔ آپ تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ جب سلمان آئے تو آپ نے وہ تکیہ اٹھا کر ان کو پیش کر دیا۔ یہ دیکھ کر بے ساختہ سلمان کی زبان سے نکلا اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے انہیں کہا کہ جو حدیث تمہیں یاد آئی ہے وہ ہمیں سنا دو۔ آپ نے عرض کی۔ ایک دن اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ ایک تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے وہ تکیہ اٹھایا اور مجھے پیش کر دیا پھر فرمایا۔

يَا سَلْمَانُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّدْخُلُ عَلٰى اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ وَيُلْقِيْ لَهٗ وِسَادَةً اِكْرَامًا لَّهٗ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ۔ (1)

"حضور ﷺ نے فرمایا اے سلمان! جب بھی کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کی تکریم کیلئے اپنا تکیہ اس کو پیش کر دیتا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 566

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔"

ایک روز حضرت فاروق اعظم نے اپنی نور نظر حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ سب سے نرم اور ملائم کون سا بستر تو نے اپنے آقا علیہ السلام کے لئے بچھایا۔ آپ نے عرض کی ہمارے پاس ایک چادر تھی جو ہمیں خیبر کے اموال غنیمت سے ملی۔ میں ہر شب اپنے آقا کے بستر پر وہ چادر بچھا دیا کرتی اور اس پر حضور ﷺ آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے اس کو دوہرا کر کے بچھایا جب صبح ہوئی تو سرکار نے مجھ سے پوچھا آج میری چارپائی پر کیسا بستر تم نے بچھایا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہی بستر جو ہر شب میں حضور کے لئے بچھاتی ہوں، آج میں نے صرف یہ کیا کہ اس چادر کو دوہرا کر کے بچھایا۔ حضور کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جس طرح تم پہلے یہ چادر بچھایا کرتی تھی اسی طرح بچھایا کرو یہ دوہری چادر میری شب بیداری میں مخل ہوئی ہے۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔ (1)

حضور ﷺ نے دیواروں پر پردہ چڑھانے اور تصویروں والا پردہ لٹکانے کو ناپسند فرمایا

امام احمد اور دیگر اکابر محدثین نے اپنی صحاح میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا، اس میں پروں والے گھوڑوں کی تصویریں تھیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے اور اس پردے کو دیکھا تو حضور ﷺ کے رخ انور پر ناگواری کے آثار میں نے بھانپ لئے۔ حضور ﷺ نے اسے کھینچا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور کیچڑ کو لباس پہنائیں۔"

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر دو تکئے بنا لئے اور ان کو کھجور

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 570

کے پتوں سے بھر دیا۔ اس بات کو حضور ﷺ نے ناپسند نہیں کیا۔

حضرت ثوبان فرماتے ہیں رحمت دو عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے ملاقات کرتے لیکن سب سے آخر میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا کو الوداع فرماتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ کو اپنے دیدار کا شرف بخشتے۔

حضور ﷺ ایک غزوہ سے واپس آئے۔ حسب معمول اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لے گئے۔ اچانک دیکھا کہ ان کے دروازے پر ایک اونی پردہ لٹکا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اسی وقت لوٹ آئے۔ اس سے حضرت سیدہ ازحد رنجیدہ خاطر ہوئیں۔ علی مرتضٰی نے جب اپنی رفیقہ حیات کو اس طرح مغموم اور افسردہ دیکھا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ان کی کیفیت بیان کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا أَنَا وَلِلدُّنْيَا میرا اور دنیا کا کیا تعلق ہے۔ پس علی مرتضٰی حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ سنایا۔ انہوں نے حضرت علی سے درخواست کی کہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر میری طرف سے عرض کریں جو حضور ﷺ کا حکم ہوگا میں اس کی تعمیل کروں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے کہو یہ پردہ فلاں گھر والوں کی طرف بھیج دے۔

حضرت امام حسن سے پوچھا گیا وہ کیسا پردہ تھا؟ فرمایا وہ ایک عربی پردہ تھا جس کی قیمت چار درہم تھی۔ اتنی کم قیمت چیز کو بھی اپنی نور نظر کے گھر میں حضور ﷺ نہ دیکھ سکے۔(1)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں جعفر بن طلحہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا: آپ کے گھر میں سرور عالم کا بستر کس طرح کا ہوتا تھا؟ فرمایا: چمڑا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے۔ پھر میں نے ام المومنین حفصہ سے پوچھا آپ کے گھر میں جس بستر پر حضور آرام فرماتے وہ کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا وہ ایک بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی جس کو میں دوہرا کر کے بچھایا کرتی تھی اور حضور ﷺ اس پر سویا کرتے۔ ایک رات خیال آیا کہ اگر میں اس کو چوہرا کروں تو حضور ﷺ کو مزید آرام ملے گا۔ میں نے اسے چوہرا کر کے بچھایا۔ جب حضور ﷺ صبح بیدار ہوئے پوچھا آج رات کون سا بستر بچھایا تھا؟ میں نے عرض کی وہی حضور ﷺ کا پہلا بستر جو روزانہ بچھاتی ہوں البتہ میں نے

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 572

آج اس کو چوہرا کر دیا تھا تا کہ حضور ﷺ کو زیادہ آرام ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے پہلے کی طرح دوہرا کر دو، آج یہ بستر میری شب بیداری میں مخل ہوا ہے۔

حضور کے برتن

امام بخاری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں۔

میں آخری دنوں میں ایک روز حضور ﷺ کو اپنے سینے سے لگائی بیٹھی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک طشت منگوایا اور اسی حالت میں حضور ﷺ کی روح پر فتوح رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ سرکار دو عالم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں ایک پیالہ تھا جسے ریان کہا جاتا اور دوسرے کو مغیث کہا جاتا تھا اور ایک اور پیالہ تھا جس پر زنجیر چاندی کی چڑھائی گئی تھی اور یہ زنجیر حضرت انس نے چڑھائی تھی۔ (1)

ایک حضور ﷺ کا بڑا پیالہ تھا جس کے چار کنڈے تھے۔ اس کا نام غراء تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ ایک ڈول پتھر کا تھا جسے مخضب کہا جاتا تھا۔ اور ایک چمڑے کا چھاگل تھا جسے سادرہ کہا جاتا تھا۔ اور ایک شیشے کا پیالہ تھا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے حضور ﷺ کے پاس ایک شیشہ کا پیالہ تھا جو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بطور ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیا کرتے۔ ایک اور پیالہ تھا جو مٹی کا تھا۔ ایک چوکور برتن تھا جس میں شیشہ کنگھی رکھی رہتی تھی۔ حضور ﷺ کی ایک ہاتھی دانت کی کنگھی تھی جس سے گیسوئے عنبریں کو درست فرماتے۔ ایک سرمہ دانی تھی اور ایک قینچی، ایک مسواک اس کے علاوہ تولنے کیلئے ایک صاع اور مد کا پیمانہ تھا۔

حضور کا سامان جنگ

سرور عالم ﷺ کے پاس چھ کمانیں تھیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

الروحاء، شوحط، الصفراء، (احد کی جنگ میں ٹوٹ گئی تھی یہ نبع کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی پھر حضرت قتادہ بن نعمان نے حضور سے لے لی تھی) السداس، الزوراء، الکتوم (اس کی آواز بہت مدھم تھی)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 574

سیدنا علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ کے دست مبارک میں عربی کمان تھی۔ حضور علیہ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، حضور علیہ نے اسے فرمایا یہ کیا بانس تم نے اٹھا رکھا ہے؟ اپنی قوس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس قسم کی کمانیں حاصل کرو اور منیٰ کے نیزے بناؤ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے دین کی تائید فرمائے گا اور تمہیں ان ملکوں کا مالک بنادے گا۔

سرور عالم علیہ اثنائے جنگ خطبہ ارشاد فرماتے تو اپنی کمان پر ٹیک لگایا کرتے۔

حضرت ابن ابی شیبہ نے رسول اللہ علیہ کے صحابی سے روایت کیا ہے کہ اپنے آقا کی معیت میں غزوہ میں شریک ہوا۔ اس وقت فاقہ کشی کی نوبت سے ہمیں دوچار ہونا پڑا۔ ہم نے دشمن کی بکریاں پکڑلیں اور ان کی تقسیم سے پہلے ہم نے ان کو ذبح کر ڈالا، ان کا گوشت تیار کر کے ہانڈیوں میں ڈال کر چولہوں پر رکھ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ رحمت عالم علیہ ہماری طرف آرہے ہیں اور کمان پر ٹیک لگا کر چل رہے ہیں۔ ہانڈیاں چولہوں پر ابل رہی تھیں، حضور علیہ نے ان سب کو اپنی کمان سے اوندھا کر کے زمین پر دے مارا اور ارشاد فرمایا۔

لَيْسَتِ النُّهْبَى بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ (1)

"لوٹی ہوئی چیز اسی طرح حرام ہے جس طرح مردہ حرام ہے۔"

حضور کی تلواریں

حضور علیہ کی تلواروں کی دو قسمیں تھیں ایک وہ جن کے دستوں اور پھلوں پر چاندی کے جڑاؤ کا کام کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز سرور عالم علیہ کے پاس جو تلوار تھی اس پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔

حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ کی تلوار کا پھل اور قبضہ چاندی کا تھا۔

حضور علیہ کی گیارہ تلواریں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1- **اَلْمَاثُوْر**: یہ آپ کے والد ماجد کی تلوار تھی جو حضور علیہ کو ملی تھی۔ جب حضور علیہ مدینہ تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ کے پاس موجود تھی۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 580

2- ذُوالفِقَار: یہ بدر کی جنگ میں حضور ﷺ کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اس کا دستہ چاندی کا تھا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حجاج بن علاط نے اسے بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

3-4-5۔: یہ تلواریں بنی قینقاع کے اسلحہ کے اس ذخیرہ سے لی گئی تھیں جو مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملا تھا۔ قلعیہ، البطار، الحتف۔

6-7: یہ تلواریں بنی طے قبیلہ کے مال خانہ سے حضور ﷺ کو ملی تھیں۔ مخذام، رسوب۔

8- عَضْبٌ : جب رحمت دو عالم ﷺ غزوہ بدر کیلئے روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

9- قَضِيْبٌ : یہ بھی بنو قینقاع سے ملی۔

10- صَمْصَامَةٌ: یہ عرب کے نامور پہلوان عمرو بن معدیکرب الزبیدی کی تلوار تھی۔ خالد بن سعید اموی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ سرور عالم ﷺ اس کو استعمال فرمایا کرتے تھے اور عرب کی مشہور ترین تلواروں سے ایک یہ بھی تھی۔

11- اَللَّحِيْفُ :

آپ کے نیزوں کی تعداد پانچ تھی۔ (1)

اَلْمُثْوِیْ اَلْمُنْثَنِیْ 3-4-5 حضور ﷺ کو بنی قینقاع قبیلہ کے ہتھیاروں سے ملے تھے۔

چھوٹے نیزے

حضور ﷺ کے چھوٹے نیزے پانچ تھے۔

اَلنَّبْعَہ اَلْبَيْضَاءُ (یہ پہلے سے بڑا تھا) جب حضور ﷺ نماز عید پڑھانے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ نیزہ بطور سترہ گاڑا جاتا۔

اَلْعَنَزَةُ: یہ چھوٹا نیزہ تھا۔ عید کے دن حضور ﷺ کے سامنے چلنے والا اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑتا۔ یہ نیزہ بھی عام طور پر سترہ کے طور پر استعمال ہوتا۔

اَلْهَدُّ اَلْقَمَرَةُ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 585

حضور کی زرہیں

ان کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔

1۔ اَلسُّغْدِیَہ: یہ وہ زرہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے پہنی تھی جب آپ نے جالوت کو قتل کیا۔

2۔ فِضَّۃ: یہ اور پہلی زرہ سرکار دو عالم ﷺ کو بنو قینقاع کے اسلحہ کے ذخیرہ سے ملی تھیں۔

3۔ ذَاتُ الْفُضُوْلِ: یہ ایک لمبی زرہ تھی اور جب رحمت عالم ﷺ غزوۂ بدر میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ یہی وہ زرہ ہے جو شہنشاہ کونین نے ابی شحم یہودی کے پاس تیس صاع کے بدلے رہن رکھی تھی۔

4۔ ذَاتُ الْوِشَاحِ

5۔ ذَاتُ الْحَوَاشِیْ

6۔ اَلْبَتْرَاءُ: یہ کیونکہ چھوٹی تھی اس لئے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

7۔ اَلْخِرْنَقُ

ائمہ حدیث نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے غزوۂ احد میں دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔

احد کے علاوہ جنگ حنین میں بھی حضور ﷺ نے دو زرہیں ذات الفضول اور سغدیہ زیب تن فرمائیں۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سرور انبیاء ﷺ نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا اس روز حضور ﷺ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن رکھی تھی۔ حضور ﷺ کا ایک خود مبارک تھا جس کا نام السبوغ تھا۔

امام مالک اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جس دن فاتح اعظم ﷺ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل ہوئے اس دن رحمت عالم نے اپنے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ امام شافعی اور امام احمد اور دیگر محدثین سے مروی ہے کہ جنگ احد میں سرور عالم ﷺ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور حضور ﷺ کا ایک کمر بند تھا جس کے

ساتھ نبی مکرم اپنی کمر باندھا کرتے تھے اور یہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس میں چار حلقے تھے۔ (1)

حضور کریم کی ڈھالیں، ترکش، تیر

حضور ﷺ کی تین ڈھالیں تھیں۔

الزَّلُوقُ۔ اَلْفَتَقُ تیسری وہ ڈھال جس میں مینڈھے اور عقاب کی تمثال تھی۔

امام بیہقی حضرت صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آخری ڈھال بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی تو حضور ﷺ نے اس پر عقاب اور مینڈھے کی تمثال دیکھ کر کراہت کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت خاص سے ان تمثالوں کو اس ڈھال سے مٹا دیا۔

حضور کے جھنڈے، خیمے اور قبے

سرور عالم ﷺ کا ایک بڑا جھنڈا تھا جو سفید تھا اور اس پر لکھا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ایک اور جھنڈا تھا جو سیاہ تھا اور ایک جھنڈا تھا جو خاکی رنگ کا تھا۔ حضور ﷺ کا سیاہ رنگ کا ایک جھنڈا تھا جو صوف کے کپڑے سے بنایا گیا تھا جسے عقاب کہا جاتا تھا ایک اور جھنڈا تھا۔ جس کا رنگ زرد تھا۔

حضور ﷺ کا ایک اور جھنڈا تھا، اسے خَمِیْصَہ کہا جاتا تھا۔

حضور ﷺ نے ایک کمبل کا ٹکڑا نکالا اس کی رنگت کالی تھی، اسے نیزے سے باندھا پھر اس نیزے کو حرکت دی۔ فرمایا کون ہے جو اس نیزے کو اس شرط پر لے کہ اس کا حق ادا کرے گا۔ اس شرط کے باعث مسلمانوں پر خوف طاری ہوا، کوئی آگے نہ بڑھا۔ آخر ایک آدمی بڑھا عرض کی میں اس شرط پر یہ نیزہ لیتا ہوں کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ یہ فرمایئے اسکا حق کیا ہے؟ فرمایا تُقَاتِلُ مُقْبِلًا وَلَا تَغْرُبُ بِھَا مِنْ کَافِرٍ اس کا حق یہ ہے دشمن پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھا جائے گا اور کسی کافر کی طرف پیٹھ کر کے پسپائی اختیار نہیں کی جائے گی۔ (2)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا جھنڈا تھا جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ہوتا تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس ہوتا تھا۔ جب گھمسان کی

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 592

2۔ ایضاً، صفحہ 96-595

لڑائی شروع ہوتی تو رحمت عالم انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما ہوتے۔

نافع بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عباس کو یہ کہتے سنا کہ میں نے زرد رنگ کا جھنڈا دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کالی چادر جس پر کجاووں کی تصویریں بنی تھیں، احد میں یہ جھنڈا تھا۔ انصار کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔

غزوۂ حنین کے بعد جب حضور ﷺ جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو حضور ﷺ کے لئے ایک قبہ نصب کیا گیا۔ حضور اس میں تشریف فرماتھے اسی اثناء میں وحی نازل ہوئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ حضور ﷺ سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرماتھے۔ میرے ساتھ چالیس آدمی تھے حضور ﷺ نے فرمایا اس خیمہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ تمہاری مدد کی جائے گی۔ تمہارا ہر حکم تسلیم کیا جائے گا۔ تم میں سے جو شخص امارت کے مقام پر پہنچے تو اسے چاہئے نیکی کا حکم کرے، برائی سے روکے اور صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے آپ نے کہا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ بنی عامر کے دو شخص تھے۔ ابطح کے مقام پر حضور ﷺ کیلئے سرخ رنگ کا خیمہ نصب تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی ہم بنی عامر قبیلہ کے ہیں۔ فرمایا

مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ مِنِّيْ تم مجھ سے ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے خفین، نعلین

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے اپنے دو موزے بنوائے تاکہ انہیں پہنیں۔ ایک موزہ حضور ﷺ نے پہن لیا پھر کوا آیا دوسرے موزے کو اٹھا کر لے گیا جب اس نے اوپر سے پھینکا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يَلْبَسَنَّ خُفَّيْهِ حَتّٰى يَنْفُضَهَا۔

"جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ جب تک وہ دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے انہیں نہ پہنے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضور ﷺ مجلس میں

تشریف فرما ہو جاتے تو حضرت عبداللہ حضور ﷺ کے دونوں مبارک قدموں سے نعلین شریفین کو اتار لیتے اور انہیں اپنی قمیص کی آستین میں رکھ لیتے۔ جب حضور ﷺ اٹھ کر جانے لگتے تو حضرت عبداللہ خود حضور ﷺ کو یہ پہناتے۔ اور عصا لے کر حضور ﷺ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ نبی مکرم اپنے حجرہ شریف میں نزول اجلال فرماتے۔

سرور عالم ﷺ جب نعلین شریفین پہنتے تو پہلے دائیں اور اس کے بعد بائیں قدم مبارک میں جوتے پہنتے اور جب اتارتے تو پہلے بایاں قدم باہر رکھتے۔

اسی طرح جب کنگھی کرتے اور وضو کرتے تو دائیں جانب کے اعضاء کو پہلے دھوتے۔

بڑے بڑے فضلاء نے نعلین شریفین کے نقش کی برکتوں کے بارے میں مستقل تالیفات کی ہیں۔ ابو جعفر احمد بن عبدالمجید جو کہ اپنے زمانہ کے بڑے نیک بزرگ تھے فرماتے ہیں: میں نے ایک طالب کو نعلین شریفین کا نقشہ دیا۔ ایک دن وہ آیا اس نے بتایا کہ میں نے کل رات اس نقش کی برکت کو خود ملاحظہ کیا۔ میری بیوی کو شدید درد ہوا قریب تھا کہ وہ جان دے دیتی۔ میں نے اسی نعل شریف کا نقش اس جگہ رکھا جہاں اسے درد ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَرِنِیْ بَرَكَةَ صَاحِبِ هٰذَا النَّعْلِ یا اللہ مجھے اس نعل شریف والے کی برکتیں عطا فرما۔ جب میں نے اس کا نقش درد والی جگہ پر رکھا تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئی۔

بڑے بڑے اکابر نے اس تمثال شریف کی برکتوں کے بارے میں مستقل رسائل تالیف کئے ہیں جیسے ابو اسحاق سلمی الاندلسی جو ابن الحاج کے نام سے معروف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم بن محمد نے بتایا کہ اس کی برکت تجربات سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے۔ جو شخص اس سے تبرک حاصل کرنے کیلئے اسے پکڑتا ہے تو باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ پانے سے اس کو امان مل جاتی ہے۔ ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر چشم بد کے اثر سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور وہ عورت جسے زچگی کی تکلیف ہو اگر وہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے تو اس کی یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ اور بچہ بحول اللہ تعالیٰ آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔

ابو بکر قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے اس تمثال کی برکات کے بارے میں پورا قصیدہ نقل کیا ہے اس قصیدہ کے دو تین شعر آپ بھی سماعت فرمائیں۔

فَضَعْهَا عَلٰی اَعْلَی الْمَفَارِقِ اِنَّهَا حَقِیْقَتُهَا تَاجٌ وَّصُوْرَتُهَا نَعْلٌ

"اس کو اپنے سر کی چوٹیوں پر رکھو حقیقت میں یہ تاج سلطانی ہے اگرچہ اس کی صورت جوتے کی ہے۔"

بِاَخْمَصِ خَیْرِ الْخَلْقِ حَازَتْ مَزِیَّةً عَلَی التَّاجِ حَتّٰی بَاهَتِ الْمَفْرِقَ الرِّجْلُ

"یہ وہ نعل شریف ہے جسے خیر الخلق کے پاؤں کی ہتھیلی کے ساتھ لگنے سے تاج پر بھی فضیلت حاصل ہو گئی ہے، یہاں تک کہ وہ پاؤں سر ول پر فضیلت لے گئے ہیں۔"

شِفَاءٌ لِذِیْ سُقْمٍ رَجَاءٌ لِبَائِسٍ اَمَانٌ لِذِیْ خَوْفٍ کَذَا یُحْسَبُ الْفَضْلُ (1)

"یہ بیمار کیلئے شفا کا پیغام ہے، مایوس کیلئے امید کی کرن ہے، خوفزدہ کیلئے امان کا پیغام ہے اور اسی طرح اس نعلین شریفین کے نقش کے فضائل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔"

ابو الحسن بن ضحاک، زہیر بن محمد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا، گھوڑے کا نام مرتجز تھا ایک اونٹنی کا نام عضبا، دوسری کا قصواء اور تیسری کا الجدعا تھا۔ حضور کے گدھے کا نام یعفور تھا۔ تلوار کا نام ذوالفقار تھا زرہ کا نام ذات الفضول چادر کا نام القع اور پیالہ کا نام الغمر تھا۔

حضور کی زین، خوگیر اور نیچے بچھانے والی گدی

آپ کی زین کا نام الداج الموجز تھا۔ گدی ایک بکری کے چمڑے کی تھی۔

گھوڑے پر سواری کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے حضور ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل بیت نبوت کے بچے استقبال کیلئے حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے، میں ان بچوں میں سب سے آگے تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے اٹھایا اور مجھے آگے بٹھا لیا۔ پھر سیدہ فاطمہ کے صاحبزادے آئے ان کو پیچھے بٹھالیا۔ ایک گھوڑے پر تین سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

1۔ علامہ یوسف نبہانی، "حیاۃ الرسول وفضائلہ"، جلد 1، صفحہ 336

ایک دفعہ حضور ﷺ سفر سے تشریف لائے تو حضرت جعفر کے صاحبزادے عبداللہ اور سیدنا علی کے صاحبزادے امام حسین استقبال کیلئے حاضر تھے۔ ان میں بڑے کو پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور چھوٹے کو آگے بٹھایا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت قثم کو آگے اور فضل کو پیچھے بٹھایا۔

پچاس آدمی وہ تھے جن کو حضور ﷺ کے ساتھ سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان تمام کے اسماء گرامی سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 606 تا 617 پر درج ہیں۔

حضور کے جانور

حضور ﷺ تمام جانوروں سے زیادہ گھوڑوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان کی عزت کرتے۔ ان کی تعریف کرتے اور ان کے بارے میں وصیت فرماتے۔ حضور ﷺ نے ان کے پیشانی اور دم کے بال کاٹنے سے منع فرمایا۔ ان کی اچھی صفات بیان کیں اور مذموم صفات بھی بیان کیں۔

نعیم بن ابی ہند کہتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ اپنی چادر سے گھوڑے کے منہ کو صاف کر رہے تھے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ حضور ایسے کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا آج رات گھوڑوں کے بارے میں مجھے عتاب فرمایا گیا ہے۔ اور ایک دفعہ اپنی قمیص کی آستین سے گھوڑے کے منہ کو صاف کیا۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کے پاس گھوڑا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے چہرے کو، اس کی دونوں آنکھوں کو اور نتھنوں کو اپنی قمیص کی آستین سے صاف کیا۔ عرض کی گئی گھوڑے کو قمیص کی آستین سے صاف کر رہے ہیں۔ فرمایا جبرئیل نے مجھے ان کے بارے میں عتاب کیا ہے۔

ائمہ حدیث نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھ دی ہے قیامت تک۔

حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کیلئے خیر و برکت باندھ دی گئی ہے۔ جو شخص اسے جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ

سمجھ کر گھر باندھتا ہے اور اس پر محبت سے خرچ کرتا ہے، اس کا بھوکا رہنا اور پیٹ بھر کر کھانا پیاسا رہنا حتی کہ اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلْغَنَمُ بَرَكَةٌ وَّالْاِبِلُ عِزٌّ لِّاَهْلِهَا وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ، عَبْدُكَ اَخُوْكَ فَاَحْسِنْ اِلَيْهِ وَاِنْ وَجَدْتَهٗ مَغْلُوْبًا فَاَعِنْهُ ۔ (1)

"یعنی حضور ﷺ نے فرمایا بکریوں میں برکت ہے، اونٹوں میں مالکوں کیلئے عزت ہے، گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت باندھ دی گئی ہے۔ تیرا غلام تیرا بھائی ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اگر تو دیکھے کہ اس کے ذمہ جو کام ہے بڑا دشوار ہے تو اس کی امداد کر۔"

سرکار دو عالم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ایک انصاری کو دیدیا۔ حضور ﷺ اس کے ہنہنانے کی آواز سنتے تھے۔ پھر کچھ دن اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ نبی رحمت نے اس سے پوچھا تمہارا گھوڑا کدھر ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے خصی کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت ہے۔ یہ مال غنیمت ہے قیامت تک۔

امام مالک نے موطا، امام احمد نے اپنی مسند میں شیخین نے اپنی صحیحین میں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِّرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِّزْرٌ

"گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک گھوڑا مالک کیلئے اجر ہوتا ہے، ایک گھوڑا اپنے مالک کیلئے ستر ہوتا ہے اور ایک گھوڑا مالک کیلئے بوجھ ہوتا ہے۔"

پھر اس ارشاد کی تشریح اس طرح فرمائی۔

پہلا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو رَبَطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے پالتا

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 23-622

ہے۔ چراگاہ میں یا باغ میں اس کی رسی دراز کر دیتا ہے۔ اس لمبی رسی سے جہاں جہاں وہ چرے گا یا باغیچے سے گھاس کھائے گا، سب اس کی نیکیوں میں شمار ہو گا۔ اگر وہ لمبی رسی کو کاٹ دے اور وہ اوپر نیچے جائے تو جہاں قدم رکھے گا اس کے نشانات بعد میں بھی نیکیوں کے پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ اس طرح وہ اس کے لئے اجر ہو گا۔

دوسرا شخص جو اپنے پاس گھوڑا رکھتا ہے تاکہ اسے روزمرہ کے کام میں استعمال کرے اور اس پر خرچ کرتا ہے لیکن اس گھوڑے میں اللہ کا جو حق ہے اس کو فراموش نہیں کرتا یہ اس کے لئے پردہ ہے۔

جو شخص بطور فخر اور ریا گھوڑا پالتا ہے وہ اس کے لئے بوجھ ہے۔

بعض لوگوں نے گدھے کے بارے میں عرض کی، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے گدھوں کے بارے میں مجھے وحی نہیں کی البتہ ایک جامع آیت ہے، وہ سن لیں۔

مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔

تمام کام نیت پر موقوف ہے۔

حضور ﷺ کے گھوڑے

حضور سرورِ عالم ﷺ کو گھوڑوں سے جو انس و محبت تھی اس کا بیان ہو چکا۔ اب علماء کرام نے حضور ﷺ کے گھوڑوں کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کا کچھ حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جن خوش نصیب گھوڑوں کو حضور ﷺ کی ملکیت کا شرف حاصل ہوا ان کی کل تعداد چھبیس ہے۔ ان میں سے سات گھوڑے وہ ہیں جن میں کوئی شک نہیں کہ وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ملکیت تھے اور سرورِ عالم ﷺ ان کو اپنی سواری سے مشرف فرمایا کرتے اور انیس گھوڑے وہ ہیں جن کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ وہ سات گھوڑے جن پر سب علماء کا اتفاق ہے ان میں سے کچھ گھوڑے ایسے تھے جو مختلف رؤساء قبائل اور ریاستوں کے امراء اور بادشاہوں نے بطور ہدیہ بارگاہِ رسالت میں بھیجے تھے اور بعض ایسے ہیں جن کو رحمتِ عالم ﷺ نے ان کے مالکوں سے خرید اتھا۔

وہ سات گھوڑے جو حضور ﷺ کی ملکیت میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔

(1) **السکب**: یہ گھوڑا حضور ﷺ نے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے مدینہ طیبہ کے بازار میں خرید فرمایا اور دس اوقیہ چاندی بطور قیمت ادا کی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان احد میں شرکت فرمائی۔ یہ گھوڑا پنج کلاں تھا، اس کی پیشانی پر سفید نشان تھا اور اس کے چاروں پاؤں بھی سفید تھے۔ اس کا رنگ کمیت بیان کیا گیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اکثر اس پر سواری فرمایا کرتے۔ البتہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا مشکی رنگ کا تھا۔ یہ بڑا تیز رفتار تھا اس لئے اس کو سکب کے نام سے موسوم کیا گیا جس کا معنی تیزی اور طغیانی ہے۔

(2) **سبحہ**: اس پر سوار ہو کر رحمت عالمیان ﷺ گھوڑوں کی دوڑ میں شرکت فرمایا کرتے اور یہ گھوڑا سب سے بازی لے جاتا۔ اس سے حضور ﷺ کو بڑی مسرت ہوتی تھی۔ ابن نبین کہتے ہیں کہ یہ سرخ رنگ کا گھوڑا تھا۔ حضور ﷺ نے بنی جہینہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور بطور قیمت دس اونٹ اس کے مالک کو دیئے تھے۔

(3) **مرتجز** یہ گھوڑا نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے خریدا یہ نقرہ تھا۔ (ابن کثیر)
اس کے ہنہنانے کی آواز بڑی دلکش تھی۔ اس لئے اس کا نام مرتجز رکھا گیا۔

(4) **لزاز**: یہ گھوڑا مقوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کو یہ از حد پسند تھا۔ حضور ﷺ اکثر غزوات میں اس کو اپنی سواری کا شرف بخشا کرتے تھے۔

(5) **الظرب**: یہ تمام گھوڑوں سے اعلیٰ ترین اور نفیس ترین گھوڑا تھا۔ فروہ بن عمرو الجذامی نے بطور تحفہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔

(6) **لحیف**: اس کی دم بڑی لمبی تھی یہاں تک کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیا کرتی۔ مالک اپنے باپ سے اور ان کے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهَا اللُّحَيْفُ

"ہمارے باغ میں جو حویلی تھی اس میں سرکار دو عالم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا ہم اس کے چارے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔"

دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ کے تین گھوڑے ان کی حویلی میں ہوا کرتے تھے جن

کے نام لزاز۔ الظرب اور لحیف تھے۔ لزاز شاہ مصر مقوقس نے اور لحیف ربیعہ بن ابی براء نے اور الظرب فروہ بن عمرو الجذامی نے بطور ہدیہ پیش کئے تھے۔

(7) الورد: یہ سرخ رنگ کا گھوڑا تھا اس لئے اسے الورد سے موسوم کیا گیا۔ اور سہل بن سعد سے مروی ہے کہ یہ گھوڑا تمیم الداری نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا۔ سرور عالم ﷺ نے یہ گھوڑا حضرت فاروق اعظم کو عطا فرمایا۔ آپ نے یہ گھوڑا حسبۃ للہ تعالیٰ ایک مجاہد کو پیش کر دیا تا کہ اس پر سوار ہو کر جہاد میں حصہ لے۔

آداب سفر

سفر پر جانے کیلئے حضور کا پسندیدہ دن

حضور ﷺ سفر پر روانہ ہونے کیلئے جمعرات کا دن پسند فرماتے تھے۔ غزوۂ تبوک پر روانگی بھی جمعرات کے روز ہوئی۔ حضور ﷺ جب کوئی اپنا وفد باہر بھیجتے تو وہ بھی جمعرات کو روانہ فرماتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّسَافِرَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

حضور ﷺ سفر کے لئے جمعرات کا دن پسند فرماتے۔

رحمت عالم ﷺ جب سفر پر جانے کیلئے اونٹ پر سوار ہوتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اس کی تسبیح بیان فرماتے۔ تکبیر کہتے، تین تین بار۔ پھر یہ آیت تلاوت فرماتے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

پھر یہ دعا بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔ (1)

"اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی کی، پرہیزگاری کی اور جو

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 677

عمل تجھے پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمارا یہ سفر ہم پر آسان کر دے۔ اور اس کی دور دراز کی مسافت کو طے کر دے۔
اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا رفیق ہے اور گھر یار میں ہمارا قائم مقام ہے۔
اے اللہ! میں سفر کی سختیوں سے، سفر کے تکلیف دہ منظر سے اور بیوی بچوں اور مال و متال میں تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

جب سفر سے واپس تشریف فرما ہوتے اس وقت پہلے یہ دعا دہراتے اور اس میں ان کلمات کا اضافہ فرماتے۔

آئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ

اس کے علاوہ سفر کیلئے اور دعائیں بھی کتب سیرت میں مذکور ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ اور حضور کے لشکر جب کسی اونچے ٹیلے پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اگر بھیڑ ہوتی تو حضور ﷺ اپنی سواری کے جانور کو آہستہ چلاتے اور جب کھلی جگہ آتی تو نص کی چال چلتے جو پہلے سے کچھ تیز ہوتی۔ (1)

حضور ﷺ جان بوجھ کر پیچھے رہ جاتے تاکہ اگر کوئی کمزور آدمی ہو تو اس کو اپنے ساتھ سوار فرمالیں اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ ایک سوار اپنے اونٹ پر آیا۔ وہ اپنے اونٹ کو کبھی دائیں کرتا کبھی بائیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ سواری کا جانور ہو تو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری کیلئے کوئی جانور نہیں، جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زاد سفر ہو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس زاد سفر نہیں۔

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مال کی کئی اصناف کا ذکر کیا جس سے ہمیں یہ نظر آنے لگا۔ اَنَّهٗ لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ جو چیز بھی ہو اس پر ہمارا کوئی حق نہیں یعنی اس زائد چیز کو ضرورت مند کو دے دینا چاہئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اثنائے سفر جب حضور ﷺ صبح کی نماز ادا کرتے تو اس کے بعد پیدل چلتے۔ اثنائے سفر اگر رات آجاتی تو حضور ﷺ یہ کلمات اپنی

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 680

زبان فیض ترجمان سے ادا کرتے۔

يَا أَرْضُ: رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَيْكِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ وَحَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ (1)

"اے زمین! میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں تیرے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز تیرے اندر ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور وہ چیز جو تجھ پر رینگتی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر شیر سے، ہر سیاہ رنگ والی چیز سے، سانپ سے اور بچھو سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس شہر کے باشندوں کے شر سے اور ہر والد اور اس کی اولاد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

حضور ﷺ جب کسی گاؤں کو دیکھتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو حضور ﷺ تین بار یہ فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاتِهَا وَحَبِّبْنَا إِلٰى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ أَهْلِهَا إِلَيْنَا۔

"اے اللہ! اس گاؤں میں ہمیں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں اس کے باغوں کے چنے ہوئے پھل عطا فرما۔ یہاں کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا فرما اور ان کے نیک لوگوں کو تو اپنی محبت کی دولت سے مالا مال کر۔"

حضور ﷺ جب کسی گاؤں میں داخل ہوتے تو اس وقت تک داخل نہ ہوتے جب تک یہ دعا نہ مانگ لیتے۔ یہ دعا حضرت صہیب سے مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 682

اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔

"اے سات آسمانوں کے اور جن پر یہ آسمان سایہ فگن ہیں ان کے پروردگار! اے سات زمینوں کے اور جو کچھ زمینوں نے اٹھا رکھا ہے ان کے پروردگار! اے شیطانوں کے رب اور جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں ان کے پروردگار! اے ہواؤں کے اور جن کو وہ اڑاتی ہیں ان کے پروردگار! میں تجھ سے اس گاؤں کی خیرات کا سوال کرتا ہوں اور جو بھلائی اس میں ہے اس کا سوال کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس شہر میں جو چیزیں ہیں ان سے اور ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اس دعا کے بعد حضور ﷺ یہ حکم دیتے۔

اُقْدِمُوْا بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو

اور جب اس گاؤں میں تشریف لے جاتے یا اپنے گھر میں داخل ہوتے تو پہلے دو رکعتیں ادا کرتے پھر جلوس فرماتے۔

سفر میں انداز خواب (1)

سرور عالم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کے وقت وہاں قیام کرنا چاہتے تو دائیں پہلو سوتے۔ اور اگر نماز صبح کا وقت قریب ہوتا تو حضور ﷺ اپنے دونوں بازو کھڑے کر دیتے اور سر مبارک اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر رکھتے۔ جب حضور ﷺ کسی جہاد، حج یا عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو راستے پر جب چڑھائیوں پر چڑھتے تو تین بار تکبیر فرماتے۔ پھر یہ دعا مانگتے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 684

"کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وہ یکتا ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ سارے ملکوں کا مالک ہے۔ تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم سفر سے لوٹ کر آنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام قبائل کو خود شکست دی۔"

حضور کریم کی مراجعت فرمائی سفر کی شان

حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو حضور ﷺ کے خاندان کے بچے حضور ﷺ کے استقبال کیلئے جمع ہو جاتے۔ ایک سفر سے حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے اٹھایا اور اپنے آگے سامنے بٹھالیا، پھر حسنین کریمین میں سے ایک صاحبزادے تشریف لائے، ان کو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھالیا اس طرح ہم تین سوار ایک جانور پر اکٹھے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

اس طرح حضور ﷺ ایک سفر سے واپس آئے تو عبداللہ بن جعفر، سیدنا حسین بن علی نے آپ کا استقبال کیا۔ حضور ﷺ دونوں میں سے عمر میں جو بڑا تھا اس کو پیچھے بٹھایا اور جو چھوٹا تھا اس کو سامنے بٹھایا۔ اسی طرح حضرت عباس کے دونوں صاحبزادوں میں سے قثم کو اپنے سامنے بٹھایا اور فضل بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

وہ خوش قسمت بچے جن کو سرور عالم ﷺ کے ساتھ سواری کی سعادت میسر آئی ان کی تعداد پچاس ہے اور ان سب کے اسماء سبل الھدیٰ اور دیگر کتب سیرت میں موجود ہیں۔

یہاں علماء سیرت نے سرور عالم ﷺ کے گھوڑوں، خچروں، اونٹوں اور اونٹنیوں حتی کہ مرغوں کے بارے میں بھی تفصیلات درج کی ہیں۔ ان سواری کے جانوروں کی خوبیوں اور عیوب کا بھی جن احادیث میں تذکرہ ہے ان کو بھی اپنے اسفار جلیلہ میں رقم کیا ہے۔ شائقین وہاں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

حضرت انس سے مروی ہے حضور ﷺ رات کے وقت اچانک کاشانہ اقدس میں تشریف نہیں لے جاتے تھے اور امتیوں کو بھی فرمایا اچانک گھر نہ جاؤ بلکہ اپنی آمد سے اہل خانہ کو آگاہ کرو تاکہ وہ تمہارے استقبال کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ خاوند جب سفر پر ہوتا ہے تو بیوی اپنی آرائش کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتی ہے۔ اگر تم اچانک گھر جاؤ گے۔ عین ممکن ہے کہ تمہاری اس کی ملاقات اس حالت میں ہو جبکہ اس کے بال بکھرے ہوں، اس نے مسواک نہ کیا ہو، کپڑے میلے کچیلے ہوں، کہیں ایسا نہ ہو اس کو ایسی حالت میں دیکھ کر تم اس سے متنفر ہو جاؤ۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَاتَ بِالْمُعَرَّسِ حَتّٰی یَتَغَدّٰی۔

"جب حضور کریم ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو ذوالحلیفہ کی مسجد میں رات قیام فرماتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔"

ذوالحلیفہ ایک آبادی ہے جو مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں جو مسجد ہے اس کا نام معرس ہے۔

سفر پر جانے والوں کو الوداع کہنے کا انداز

مسدد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو الوداع کیا اور اسے ان دعاؤں سے نوازا۔

زَوَّدَكَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ لَكَ وَیَسَّرَ لَكَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا كُنْتَ

"اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زاد راہ بنائے، تیرے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہر چیز تیرے لئے آسان کر دے جہاں کہیں تم ہو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نے انہیں کسی کام کیلئے روانہ کیا اور ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں دیا اور اس دعا سے نوازا۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ

"میں تیرے دین کو اللہ کے پاس امانت رکھتا ہوں، تیری امانت کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے میری قوم پر مجھے سردار بنایا تو میں نے حضور ﷺ کا دست مبارک تھام لیا اور حضور ﷺ کو الوداع کہا۔ رحمت عالم ﷺ نے میرے کلمات وداع کے جواب میں مجھے اپنی ان عنایات عالیہ سے مشرف فرمایا۔

جَعَلَ اللّٰہُ التَّقْوٰی رِدَاءَكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُمَا تَوَجَّهْتَ۔

"اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہاری چادر بنائے تیرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اور جدھر بھی تو منہ کرے وہاں خیر ہی خیر ہو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ایک نوجوان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں حج کے ارادہ سے اس سمت میں جا رہا ہوں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نوجوان کے ساتھ کچھ قدم چلے پھر اپنا سر مبارک اس کی طرف اٹھایا اور اس دعا سے سرفراز فرمایا۔

يَا غُلَامُ! زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَوَجَّهَكَ فِي الْخَيْرِ وَكَفَاكَ الْهَمَّ۔

"اے نوجوان اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زاد راہ بنائے اور تجھے ہمیشہ خیر کی طرف لے جائے اور ہر غم واندوہ سے تمہیں بچائے۔"

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے مجھے الوداع کہتے ہوئے فرمایا۔

اے ابو ہریرہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ودیعت کرتا ہوں، وہ ذات جس کی امانتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

سفر سے آنے والے کو حضور کس طرح خوش آمدید کہتے

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا زید بن حارثہ سفر سے واپس آئے اور اللہ کے پیارے رسول میرے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ زید آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں میں نے اس حالت میں نہ پہلے کبھی حضور ﷺ کو

دیکھا اور نہ بعد میں۔ حضور ﷺ نے حضرت زید کو گلے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ (سنن ترمذی)
اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنے سینے سے لگا لیا، جب وہ حبشہ کے سفر سے واپس آئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک نوجوان حج کی سعادت حاصل کر کے واپس آیا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اسے ان پاکیزہ دعاؤں سے سرفراز کیا۔

يَا غُلَامُ قَبَّلَ اللّٰهُ حَجَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ

"اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تیرے حج کو قبول فرمائے، تیرے گناہوں کو بخش دے اور اس سفر میں جو خرچ تم نے کیا ہے اس کا بدل عطا فرمائے۔"

حضرت انس حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق عمرہ ادا کرنے کی اجازت طلب کرنے کیلئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو عمرہ ادا کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔

يَا اَخِيْ اَشْرِكْنَا فِيْ صَالِحِ دُعَآءِكَ وَلَا تَنْسَنَا۔

"اے بھائی اپنی بہترین دعاؤں میں ہمیں شریک کرنا اور ہمیں بھلا نہ دینا۔"

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ ہمارے آقا سرور انبیاء ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سب کو ملنے کے بعد اخیر میں حضرت سیدہ فاطمہ سے ملاقات کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ کو اپنے جمال جہاں آراء کی زیارت سے بہرہ ور فرماتے۔

حسن بن خارجہ الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں سامان تجارت کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا تا کہ میں اسے فروخت کروں۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے فرمایا اگر تم میرے صحابہ کو خیبر کا راستہ بتاؤ تو میں تمہیں بیس صاع کھجوریں دوں گا۔ چنانچہ میں نے صحابہ کی راہنمائی کی۔ جب سرور عالم ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے حسب وعدہ بیس صاع کھجوریں عطا فرمائیں اس کے بعد میں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نفلی نمازیں اپنی اونٹنی کی پشت پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا رخ کسی طرف ہو اور حضور ﷺ سر کے ساتھ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عمر کا بھی یہی معمول تھا۔(1)

1۔ سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 690

المُعجزات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ

عَبْدِنَا

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ

اللَّهِ

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

۝

اور اگر تمھیں شک ہو اُس میں جو ہم نے نازل کیا
اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سُورت
اس جیسی اور بُلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ تعالیٰ کے
سوا، اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳)

المعجزات

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مقبول بندے کو دعوت حق کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی ذات کو گوناگوں خوبیوں کا مرقع زیبا بنا کر بھیجتا ہے۔ اس میں کوئی جسمانی عیب نہیں ہوتا جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کریں۔ اسی طرح اس کا کردار بھی اتنا بے داغ اور دلربا ہوتا ہے کہ سلیم الطبع لوگ اُسکی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔ درحقیقت اس ہستی کا قول و فعل ہی اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اتنے متعصب اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ وہ دعوت حق کو کسی طرح قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتے۔ حق اگرچہ ان کے سامنے آفتاب عالمتاب کی طرح عیاں ہوتا ہے لیکن ان کے ذاتی مفادات ان کی علاقائی اغراض، نسبی اور لسانی عصبیتیں انہیں اجازت نہیں دیتیں کہ وہ اس دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں جس کی صداقت کا انکار کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی۔

سرور عالم ہادی برحق ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ وہی نبی موعود اور رسول منتظر ہیں جن کا ان کی آسمانی کتب میں بار بار وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ان کی ہٹ دھرمی ان کو اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اس نبی مکرم پر ایمان لے آئیں جس کے نام کا واسطہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنوں پر غلبہ کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں جس سے یہودیوں کی اندھی عصبیت اور سرکش انانیت کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکیں گے، وہ فرماتی ہیں:

میں اپنے باپ حُیَی اور چچا ابویاسر کی ساری اولاد سے زیادہ لاڈلی اور ان کی آنکھوں کا تارا تھی۔ بچپن میں جب ان کے سامنے آتی تو وہ دوسرے بچوں کو چھوڑ کر مجھے اٹھا لیتے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے اور قبا میں قیام پذیر ہوئے تو ایک روز میرا

باپ حیی اور چچا ابو یاسر منہ اندھیرے قبا گئے، سارا دن وہیں گزارا اور شام غروب آفتاب کے بعد واپس آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ از حد افسردہ اور درماندہ ہیں۔ بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چل رہے ہیں۔ میں حسب دستور ان کو خوش آمدید کہنے کیلئے آگے بڑھی لیکن آج ان دونوں میں سے کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ اس وقت میں نے سنا کہ میرا چچا ابو یاسر میرے باپ کو کہہ رہا تھا **اَھُوَ ھُوَ** ؟ کیا یہ وہی ہے۔ میرے باپ حیی نے کہا ہاں وہی ہے۔ ابو یاسر نے پھر پوچھا کیا تم نے ان کو ان صفات و علامات کے ذریعہ پہچان لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم! ابو یاسر نے پھر پوچھا ان کے بارے میں اب تمہارا کیا خیال ہے، کیا ان پر ایمان لائیں یا نہیں؟ **قَالَ عَدَاوَتُهٗ وَاللّٰهِ مَا بَقِيْتُ** حیی نے کہا میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ان کی عداوت پر ڈٹا رہوں گا۔

آپ نے اندازہ فرمایا کہ ان دونوں کو نبی کریم ﷺ کی صداقت اور حقانیت پر پورا یقین تھا کیونکہ ان کی آسمانی کتاب تورات میں جو نشانیاں آنے والے نبی کے متعلق مرقوم تھیں وہ سب کی سب اس ذات اقدس میں موجود تھیں اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس امر کا مشاہدہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایمان لانے کیلئے تیار نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے حضور کی مخالفت پر کمربستہ رہیں گے۔

علامہ ابن جریر نے ایک یہودی کا ایک قول نقل کیا ہے۔

وَاللّٰهِ نَحْنُ اَعْرَفُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَّا بِاَبْنَآئِنَا مِنْ اَجْلِ الصِّفَةِ وَالنَّعْتِ وَالَّذِيْ نَجِدُهٗ فِيْ كِتَابِنَا۔ اَمَّا اَبْنَآءُنَا فَلَا نَدْرِيْ مَآ اَحْدَثَ النِّسَآءُ

"بخدا ہم اپنے بیٹوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہیں، ان صفات کی وجہ سے جو حضور کے بارے میں ہماری کتب میں موجود ہیں۔ اور اپنے بیٹوں کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا واقعی یہ ہمارے بیٹے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری بیویوں نے پس پردہ کیا کیا۔"

یہ تو اہل کتاب کا طرز عمل تھا جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اپنایا تھا اور حضور سے پہلے جو انبیاء کرام تبلیغ کیلئے تشریف لائے ان کے ساتھ بھی کم و بیش

ان کی امتوں کا یہی طرز عمل تھا چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ الحجر میں ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (1)

"بیشک ہم نے بھیجے پیغمبر آپ سے پہلے اگلی امتوں میں اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے انہیں معجزات عطا فرمائے۔ نبی آخر الزمان کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا، اسلام دشمنی میں وہ اپنے پیشروؤں سے کم نہ تھے۔

پیغمبر اسلام اور فرزندان اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں بغض و عناد کے جو آتش کدے بھڑک رہے تھے وہ ان کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کو صادق اور امین جاننے کے باوجود ان کی دعوت کو قبول کریں۔ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم دشمنان دین و ایمان کو دعوت حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بھی معجزہ کا ہتھیار عطا فرمایا۔

اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہم قارئین کی خدمت میں معجزہ کا مفہوم بیان کرتے ہیں تاکہ معجزات کے بارے میں وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے علماء اسلام نے تحریر فرمایا ہے۔

اَلْمُعْجِزَةُ هِیَ الْاَمْرُ الْخَارِقُ لِلْعَادَةِ الْمَقْرُوْنُ بِالتَّحَدِّیْ

"معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو اور معجزہ دکھانے والا منکرین کو اس معجزہ کے ذریعہ چیلنج کرے کہ اگر تم مجھے اللہ کا سچا رسول نہیں سمجھتے تو میرے چیلنج کو قبول کرو۔"

اس تعریف میں آپ نے دیکھ لیا کہ علماء اسلام کے نزدیک معجزہ اس کو کہا جاتا ہے جو عادت کے خلاف ہو۔ معجزہ کی یہ تعریف نہیں کی گئی جو عقل کے خلاف ہو۔ جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ بغیر سمجھے قرآن کریم کی اس قسم کی آیات سے استدلال کرتے ہیں وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا کہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں کوئی تبدیلی رونما پذیر نہیں

1۔ سورۃ الحجر: 11-10

ہو سکتی۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (1) اور تم اللہ تعالی کے طریقہ کار میں کوئی تغیر نہیں پاؤ گے۔

اس قسم کے معجزات اللہ تعالی نے اپنے تمام انبیاء ورسل کو عطا فرمائے۔

ان معجزات کو دیکھ کر وہ لوگ جن کے دلوں میں حق قبول کرنے کی ادنی سی رمق بھی ہوتی وہ کفر وعناد سے باز آکر حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔

شیخ سعید حوی معجزہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو ایسی دماغی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں جن کو بروئے کار لا کر وہ حیران کن ایجادات بنا کر دیکھنے والے کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر سکتا ہے لیکن انسان کی جو قوتیں اور صلاحیتیں مبداء فیاض نے عطا فرمائیں وہ غیر محدود نہیں بلکہ وہ محدود ہیں اور جب وہ انسان اس حد پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے آگے قدم بڑھانے کی نہ اس میں جرات ہوتی ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک سائنسدان ہائیڈروجن اور آکسیجن کی مناسب مقدار کو ملا دے تو پانی معرض وجود میں آجاتا ہے۔ لیکن ہائیڈروجن اور آکسیجن کے بغیر کسی بڑے سے بڑے سائنسدان کو کوئی آدمی کہے کہ ایک گھونٹ پانی بنا دے تاکہ اپنے خشک ہونٹوں کو تر کر سکے تو وہ سائنسدان عجز کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے وہ ایک حد تک بڑھ سکتا تھا لیکن جب حد آجائے تو آگے قدم اٹھانا اس کے لئے ممکن نہیں

عقل انسانی نے بھاری بھر کم طیارے ایجاد کئے جن میں چار پانچ سو کے قریب مسافر سوار ہو سکتے ہیں کہ وہ جہاز مہینوں میں طے ہونے والی مسافت کو گھنٹوں میں طے کرتے ہوئے ان مسافروں کو ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچا دیتا ہے۔ عقل انسانی کے یہ حیرت انگیز اختراعات ہیں لیکن اس کو بروئے کار لانے کیلئے ان کے موجد ان اسباب کو استعمال میں لاتے ہیں تب ان حیرت انگیز ایجادات کو وہ بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں ان اسباب کی مدد کے بغیر وہ لوہے کا نصف کلو وزن کا ٹکڑا نصف میل کی مسافت تک بھی نہیں پہنچا سکتے اگر انہیں ایسا کرنے کیلئے کہا جائے تو وہ اپنی بے بسی کا بلا تکلف اعتراف کرتے ہیں۔

1۔ سورہ فاطر: 43

ان چند مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر بسنے والے اپنے خلیفہ حضرت انسان کو بہت سی قوتوں سے نوازا ہے لیکن ان کی حدود مقرر فرمائی ہیں جن سے آگے وہ سر مو تجاوز نہیں کر سکتا۔ قادر مطلق عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی شان صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے کُن کہنے کی دیر ہوتی ہے کہ اس کی منشا کے مطابق ہر چیز معرض وجود میں آجاتی ہے۔ اسے کوئی چیز بنانے کے لئے نہ خام مواد کی ضرورت ہے اور نہ اس کو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کیلئے ان اسباب وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے اس لئے اس نے اپنی قدرت کے بارے میں فرمایا کہ میں فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہوں میں نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر کسی سامان کے پیدا کیا ہے۔ میں نے ان کا کوئی نمونہ دیکھ کر انہیں نہیں بنایا۔ نیز اس کی قوت وقدرت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی انسان ایسا کام کرتا ہے جو اس کی طاقت میں نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قوت اسے قادر مطلق نے عطا فرمائی ہے اور اسی قوت کو کام میں لا کر یہ حیرت انگیز چیز بناتا ہے اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ وہ کام جو انسان کے حیطہ امکان میں نہ تھا جو ایسا کام کر دکھاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قادر مطلق کی دی ہوئی قوت سے اس نے یہ کام کیا ہے۔

مصر کے ایک فاضل اجل شیخ عبد الکریم خطیب نے اپنی تصنیف لطیف النبی محمد ﷺ میں معجزہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے تقریباً وہی چیز بیان کی ہے جو آپ شیخ سعید حوی کے حوالہ سے ابھی پڑھ چکے ہیں لیکن شیخ خطیب کی یہ تحریر بڑی واضح اور دل نشین ہے ایک عام ذہنی سطح کا آدمی بھی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور آپ بھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں گے اور مستفید بھی وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس انسان کو منصب نبوت کیلئے منتخب کرتا ہے۔ وہ شخص نفسیاتی، روحانی اور عقلی کمالات کے باعث اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے اس قوم کے تمام افراد اس کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس کا ادب واحترام کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

لیکن جب وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اس نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں تمہیں گمراہی کی عمیق گڑھوں سے نکال کر صراط مستقیم پر

گامزن کردوں اور مجھے وہ دین عطا فرمایا ہے جو تمہارے لئے دونوں جہانوں میں سرخروئی کا ضامن ہے تو لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا خبر کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہو۔ ہمیں ایسی کوئی علامت دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہمیں یقین آجائے کہ واقعی تم اس پروردگار عالم کے فرستادہ ہو اور جس دین کو قبول کرنے کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو وہ تمہارا خود ساختہ نہیں بلکہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہ قوت اور طاقت مرحمت فرماتا ہے جس سے وہ اپنی قوم کے اس قسم کے مطالبات کو پورا کر سکے۔ انبیاء سابقین کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرنے کیلئے قوت ارزانی فرمائی تھی جن کو دیکھ کر وہ اپنی نبوت ورسالت کے دعویٰ کو سچا ثابت کرتے یہاں تک کہ ان کی گردنیں اس معجزہ کی عظمت کے سامنے جھک جایا کرتیں اور وہ اپنے نبی کے دعویٰ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے ان کو ضلالت وگمراہی سے باز آنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اپنے مخلص نبی کی مخلصانہ دعوت کو اسی رعونت کے ساتھ ٹھکرادیا جس طرح پہلی قوموں نے اپنے انبیاء کی دعوت کو ٹھکرایا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام بھی پہلے اپنی قوم کو اپنی دیانت، پاکبازی اور خیر اندیشی کا یقین دلاتے ہیں اور انہیں بتاتے ہیں کہ میں تم سے کسی مادی منفعت کا خواستگار نہیں۔ میرے پیش نظر تمہاری خیر خواہی ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ تم رشد وہدایت کی راہ پر چلو۔ تمہارا دل نور ایمان سے منور ہو، تمہارا تمدن فسق وفجور، ظلم طغیان اور بے جا نمود کے امراض سے پاک ہو۔ تم نیکی اور تقویٰ کی زندگی بسر کرو۔ تمہاری قوتیں، تمہارے مادی وسائل اور فنی مہارت اسی طرح استعمال ہوں جس سے خستہ حالوں اور آشفتہ دلوں کو سکون نصیب ہو۔ قوم کے کمزور افراد کو سہارا ملے۔ لیکن جو قوم عرصہ دراز سے بے راہروی کی خوگر ہو چکی تھی اسے ایسے مواعظ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی چنانچہ انہوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے، تکلیفیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مذاق اڑایا۔ ان کی سرکشیوں کا وہی نتیجہ نکلا جو ایسے افعال کا نکلا کرتا ہے۔

ان کی قوم نے انہیں کہا آپ ہماری طرح بشر ہی تو ہیں ہم آپ کو رسول کیسے مان لیں کوئی معجزہ دکھاؤ جس سے تمہاری صداقت کا ہمیں یقین آئے۔ حضرت ابن عباس سے

مروی ہے کہ ثمودیوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان سے سرخ رنگ کی اونٹنی نکلے جو دس ماہ کی گابھن ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے بچہ جنے تو ہم تمہیں رسول مان لیں گے۔

صالح علیہ السلام نے باذن الٰہی چٹان کو حکم دیا وہ پھٹی اور اس کے درمیان سے ان کی مطلوبہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور ظاہر ہوتے ہی اس نے بچہ جنا۔

اسی طرح موسیٰ کلیم اللہ کے عصا کا اژدھا بن جانا، عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا مادرزاد اندھوں کو ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بینا کر دینا یا لاعلاج مریضوں کا حضرت عیسیٰ کے پھونک مارنے سے چشم زدن میں صحت یاب ہو جانا، یہ امور ایسے تھے جن کا مشاہدہ انہوں نے دن کے اجالے میں اپنی آنکھوں سے کیا تھا۔ وہ ان کا انکار کرتے تو کیونکر؟ جب ان سے ان واقعات کی وجہ دریافت کی جاتی کہ کس طرح پتھر کی ایک چٹان کو چیر کر ایک اونٹنی نکلی، اور اس نے فوراً بچہ جنا یا ایک لکڑی کا ڈنڈا کس طرح اژدھا بن گیا یا کس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ تو وہ اس کی توجیہ بتانے میں اپنے آپ کو بے بس پاتے بجز اس کے کہ وہ تسلیم کریں کہ یہ امور کسی بشر کی قدرت کا کرشمہ نہیں بلکہ اس خداوند قدوس کی بے پایاں قدرت کا اعجاز ہے جو فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شان کا مالک ہے اور جس کا علم کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، جس کی قدرت بے پایاں ہے اس کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں اور جس کی حکمت کاملہ کے مظاہر چشم بینا کو کائنات کے ذرہ ذرہ میں چمکتے دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب وہ اپنی عقل سلیم کی راہنمائی میں اس نتیجہ پر پہنچتے تو اب ان کو اس نبی کی صداقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور کسی جھوٹے کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتا بلکہ قدرت خداوندی کا مظہر وہی ہو سکتا ہے جو ایسا سچا ہو جس کی ردائے عصمت پر کذب بیانی کا کوئی ادنیٰ سا داغ بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور کسی سچے کے ہاتھ پر تو ہو سکتا ہے لیکن کوئی جھوٹا اس قابل نہیں کہ وہ قدرت خداوندی کے ظہور کے مظہر بنے۔

اب یہ سچا آدمی جس کی سچائی کا وہ کسی طرح انکار نہیں کر سکتے جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ وحدہ لاشریک کا بھیجا ہوا نبی یا رسول ہوں تو وہ لوگ اس کو سچا تسلیم کرتے ہیں اور

جس ہستی کی صداقت ان کے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ثابت ہو جائے تو اب ان کیلئے ممکن نہیں رہتا کہ وہ اس کی کسی بات کا انکار کریں بجز ان لوگوں کے جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہوں اور جن کے کانوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہوں۔ جب کسی قوم کے قلوب اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ یہ شخص سچا ہے تو زبان کو یہ اعلان کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوتا۔

اَشْهَدُ اَنَّ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُوْسٰی كَلِيْمُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عِيْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

شیخ موصوف لکھتے ہیں:

وَلِهٰذَا كَانَتْ رُسُلُ اللّٰهِ تُزَوَّدُ دَائِمًا بِالْمُعْجِزَاتِ الْقَاهِرَةِ الَّتِیْ تَجِیْءُ اِلَی النَّاسِ عَلٰی غَيْرِ مَا اَلِفُوْا وَتَخْرُجُ عَلَيْهِمْ بِمَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَهٗ اَوْ يَجِدُوْنَ لَهٗ تَفْسِيْرًا۔ اِلَّا اَنْ يُّنْسَبَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی۔

"یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو وہ قوت عطا فرماتا ہے جس سے وہ اپنی قوم کے مطالبات کو پورا کر سکتے ہیں اور اپنی سچائی کی دلیل کے طور پر ان کے سامنے ایسے امور ظاہر کرتے ہیں کہ ان جیسے امور کو پیش کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی اور نہ وہ اس کی کوئی توجیہ پیش کر سکتے ہیں بجز اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے جو اس نے اپنے نبی کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے اس کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے۔"

اور یہی چیز نبی کی سچائی کی ناقابل تردید دلیل ہوتی ہے۔

اس لئے علماء محققین نے معجزہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

وَالْمُعْجِزَةُ هِیَ الْاَمْرُ الْخَارِقُ لِلْعَادَةِ الْمَقْرُوْنُ بِالتَّحَدِّیْ وَسُمِّيَتْ مُعْجِزَةً لِعَجْزِ الْبَشَرِ عَنِ الْاِتْيَانِ بِمِثْلِهَا

"معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو اور اس کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان اس کے کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔"

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف المباحث الشرقیہ جلد دوم کا اختتام نبوت کی خصوصیات بیان کرنے پر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے بڑے شرح و بسط سے یہ بتایا ہے کہ انسانی معاشرہ اپنی اصلاح اور ترقی کیلئے نور نبوت کا محتاج ہے اور آخر میں انہوں نے ان ہستیوں کے خواص بیان کئے ہیں جن کو مرتبہ نبوت پر فائز کر کے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے مبعوث فرماتے ہیں۔

ہم ان کی اس اہم بحث کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں انہیں کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں انسان کے علاوہ دیگر حیوانات اپنی اپنی ضروریات کیلئے خود کفیل ہوتے ہیں لیکن ان کے برعکس انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے دوسرے انسانی افراد کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک انسان خواہ وہ عقل و فہم میں اعلیٰ مراتب پر فائز ہو، تنہا اپنی تمام ضروریات کو بہم نہیں پہنچا سکتا۔ ایک روٹی پکانے کیلئے بیسیوں افراد کے تعاون کی ضرورت ہے۔ وہ شخص جو زمین میں ہل چلاتا ہے، وہ شخص جو بیج بوتا ہے، وہ شخص جو کھیت کی آبیاری کرتا ہے، وہ شخص کہ جب فصل پک جائے تو اسے کاٹتا ہے، وہ شخص جو اس کو گاہتا ہے، وہ شخص جو ان دانوں کو پیستا ہے، وہ شخص جو اس آٹے کو چھانتا ہے، وہ شخص جو اس کو گوندھتا ہے، اور وہ شخص جو اس کو پکاتا ہے اتنے کثیر التعداد انسانوں کا تعاون حاصل ہو تب جا کر ایک روٹی پکتی ہے۔ اسی طرح انسان کی دیگر ضروریات کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے حکماء نے کہا انسان دیگر حیوانوں کی طرح انفرادی زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ وہ مدنی الطبع ہے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر کام کرتے ہیں اور سب کے تعاون سے سب کو ان کی ضروریات بہم پہنچتی ہیں۔ جب انسان مدنی الطبع ہو گا تو ان کے درمیان لین دین ہو گا۔ اس لین دین میں کسی فریق کی طرف سے اپنے دوسرے ساتھی پر زیادتی و دھوکہ بازی اور ظلم و تعدی کا ارتکاب خارج از امکان نہیں۔ اور اگر ان بے راہ رویوں کے سامنے بند نہ باندھا جائے گا تو سارے معاشرہ کا امن و سکون برباد ہو جائے گا۔ ایسی بے اعتمادی کی فضا پیدا ہو جائے گی کہ

کوئی کسی پر اعتماد نہیں کر سکے گا۔ جب اعتماد ختم ہو گا تو پھر باہمی تعاون کا امکان باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کو ہر قسم کے جور و ستم، ظلم و زیادتی، باہمی معاملات میں خیانت اور دھوکے بازی سے محفوظ رکھا جائے اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایسے قواعد و ضوابط مقرر کئے جائیں جن پر ہر فرد اپنے اجتماعی مفاد کے پیش نظر عمل کرنا ضروری سمجھے۔ معاشرے کی اصلاح کے لئے ایسے قواعد و ضوابط متعارف کرانے کے لئے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے جو ایسی خصوصیات کی حامل ہو جن سے عام انسان بے بہرہ ہوں۔ وہ کوئی ایسی شخصیت ہو سکتی ہے جو اپنے معاشرہ کے سامنے اپنے سیرت و کردار کے علاوہ ایسے معجزات کو ظاہر کرے جو معاشرہ کے کسی فرد کے امکان میں نہ ہوں نیز وہ شخصیت ایسی ہونی چاہئے جس کو ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اور اس کی بات کو سن سکے۔ نیز اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ نوع انسانی کا فرد ہو۔ جب ایسا شخص ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر کے اپنے معاشرہ کے سامنے اس نداز میں پیش کرے گا کہ اس کے سامنے کسی کو یارائے انکار نہ ہو تب معاشرہ کے سکون کے بارے میں اطمینان ہو گا اور یہی نبوت کا مقصد ہے اور انہیں حدود کو قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول مبعوث فرماتا ہے تاکہ انسانی معاشرہ کے امن و سکون، اس کی خوشحالی اور بہبودی کی ضمانت دی جا سکے۔

اب دوسری چیز کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اس مرتبہ نبوت پر فائز کرے گا اس میں کون کون سی خصوصیات پائی جانی ضروری ہیں اس کے بارے میں علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

خَوَاصُ النَّبِيِّ ثَلَاثٌ : اَحَدُهَا فِي قُوَّتِهِ الْعَاقِلَةِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ كَثِيْرَ الْمُقَدَّمَاتِ سَرِيْعَ الْاِنْتِقَالِ مِنْهَا اِلَى الْمَطَالِبِ مِنْ غَيْرِ غَلَطٍ وَّخَطَاٍ يَقَعُ لَهُ فِيْهَا۔

"یعنی نبی کے خواص تین ہیں (۱) اس کی قوت عاقلہ: یعنی نتیجہ پر پہنچنے کیلئے، جن مقدمات کو مرتب کرنے کی ضرورت ہو وہ بڑی سرعت کے ساتھ ان کو مرتب کرتا جائے اور کسی غلطی اور خطا کا ارتکاب کئے بغیر وہ صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے۔"

ثَانِيْهَا : فِي قُوَّتِهِ الْمُتَخَيِّلَةِ وَهُوَ اَنْ يَّرَى فِي حَالِ يَقْظَتِهِ

مَلَائِكَةَ اللهِ تَعَالٰى يَسْمَعُ كَلَامَ اللهِ وَيَكُوْنُ مُخْبِرًا عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ الْكَائِنَةِ وَالْمَاضِيَةِ وَالَّتِيْ سَتَكُوْنُ۔

"نبی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حالت بیداری میں فرشتوں کو دیکھتا ہے، اللہ کے کلام کو سنتا اور غیب کی خبریں جن کا تعلق زمانہ ماضی حال یا زمانہ مستقبل سے ہے ان کی خبر دیتا ہے۔"

ثَالِثُهَا: اَنْ تَكُوْنَ نَفْسُهٗ مُتَصَرِّفَةً فِيْ مَادَّةِ هٰذَا الْعَالَمِ وَيُقَلِّبَ الْعَصَاءَ ثُعْبَانًا وَالْمَاءَ دَمًا۔

'نبی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ذات اس جہان کے مادہ میں ہر قسم کا تصرف کرنے کی قدرت رکھتی ہے یعنی وہ چشم زدن میں لکڑی کے ایک ڈنڈے کو اژدھا بنا دیتا ہے اور پانی کو خون میں تبدیل کرتا ہے وغیرہ

شبلی

جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے قالب خاکی پر حکمران ہے اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہوتی ہے۔ اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے۔

سب سے بڑا معجزہ نبی کی ذات ہے۔

تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں (اعلیٰ) انہیں معجزات کی ضرورت نہیں۔ (ادنیٰ ترین) انہیں معجزات فائدہ نہیں دیتے۔ ابو جہل نے معجزہ طلب کیا شق قمر کے بعد بھی مسلمان نہ ہوا۔ (متوسط) درمیانی طبقہ جس کے آئینہ بصیرت پر زنگ غفلت ہوتا ہے جب خورشید حقیقت طلوع ہوتا ہے تو وہ زنگ دور ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا جو ہر طبقہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کیلئے ضروری تھے۔ آپ کے اخلاق وعادات معجزہ تھے۔ آپ کی شریعت معجزہ تھی۔ آپ پر جو

کتاب نازل ہوئی اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم و روح دونوں کی کائنات میں بہت اثر ڈالا۔ اس نے کبھی طوبیٰ کے سایہ میں بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کی حدود میں رفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی ماکذب الفود کے نور سے قلب مبارک کو منور کیا اور کبھی مازاغ البصر سے آپ کی آنکھوں کو روشن کیا۔

حضور کے واقعات زندگی کا سب سے بڑا جزو غزوات ہیں۔ میدان جہاد میں جو فتوحات حاصل ہوئیں ان میں انسانوں کے لشکر اور سپاہیوں کے تیغ و سنان، فرشتوں کے پرے، دعاؤں کے تیر، توکل علی اللہ کی سپر اور اعتماد علی الحق کی تلوار کام کرتی نظر آتی ہیں۔ حضور کا بڑا فرض اشاعت اسلام ہے اور روئے انور نے نگاہ کیمیا سے، تقریر دل پذیر سے، اخلاق اعجاز نما سے، آیات و دلائل سے بہت سے لوگوں کو مشرف باسلام کیا۔

دنیا میں عقل و نقل اور فلسفہ و مذہب کا جب سے وجود ہے ان مباحث پر معرکہ آراء بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں جدید و قدیم فلسفہ وغیرہ کا حاصل بحث یہ ہے کہ اگر کچھ فرقے اس کو ممکن بلکہ اس کو واقع سمجھتے ہیں تو دوسرے ان کو محال قطعی۔ ان تمام نظریات کا حاصل یہ ہے کہ اپنی عقل و حواس سے مافوق الفطرت حقائق کو ہم اپنے دریافت کردہ معلوم و محسوس قواعد کے مطابق بنا سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ محسوس اور غیر محسوس، جسمانی اور روحانی دنیا دونوں ایک ہی نظام پر چل رہی ہیں۔ ایک عالم کے قیاس تمثیلی سے ہم دوسرے عالم کے ثبوت پر دلائل کے انبار لگانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہیں جا سکتا اس کو ہم جاننا چاہتے اور جو سمجھا نہیں جا سکتا اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ عقل و فہم کی لنگ پائی محسوسات کے میدان میں صاف نظر آتی ہے تو وہ ماورائے محسوسات میں اس کی لنگ پائی ہمیں کہاں تک لے جائے گی۔

فلسفہ قدیم

اہل یونان کسی شریعت الٰہی سے مشرف نہ تھے، اس لئے نبوت، خواص نبوت، وحی، الہام، معجزہ وغیرہ سے واقف نہ تھے، ان کی کتب میں ان مباحث کا وجود نہیں۔ فارابی نے

سب سے پہلے اس قسم کے مسائل کے متعلق اپنے خاص نظریئے قائم کیے۔ اس نے اپنے رسالہ فصوص الحکم میں نبوت اور خواص نبوت کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کیے ہیں۔

فقرہ نمبر 28 : صاحب نبوت کی روح میں ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے جس طرح تمہاری روح عالم اصغر میں تصرف کرتی ہے تمہارا جسم اس کا تابع ہوتا ہے اسی طرح وہ روح قدسی عالم اکبر میں تصرف کرتی ہے سارا عالم جسمانی اس کا تابع وزیر ہوتا ہے اس بنا پر اس سے معجزات ثابت ہوتے ہیں۔

چونکہ اس کا آئینہ، آئینہ باطن صاف اور رنگ و غبار سے پاک ہوتا ہے اس لئے لوح محفوظ کا عکس اس کے آئینہ پر پڑتا ہے۔

فقرہ نمبر 29 (ارواح انبیاء) امر ربی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ عام روح بشری تو حواس ظاہری کے تعطل سے امر الٰہی سے لگاؤ کرتی ہے لیکن روح نبوی بیداری ہی میں اسے تخاطب کرتی ہے۔

فقرہ نمبر 40 عام روح بشری کا حال یہ ہے کہ جب حواس ظاہری مشغول ہوتے ہیں تو حواس باطنی معطل ہوتے ہیں جب حواس باطنی کام کرتے ہیں تو حواس ظاہری بیکار ہو جاتے ہیں۔ مگر ارواح قدسیہ کا یہ حال ہے کہ حواس باطنی کی مشغولیت حواس ظاہری کو معطل نہیں کرتی اسی طرح برعکس۔

عام روحوں کی درماندگی یہاں تک ہے کہ اگر ایک حس مصروف ہو تو دوسری حس معطل ہو جاتی ہے۔ جب ہم فکر کرتے ہیں تو ذکر سے غفلت ہو جاتی ہے اور جب ذکر کرتے ہیں تو تفکر سے خالی ہو جاتے ہیں لیکن ارواح قدسیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی ان کے تمام ظاہری و باطنی حواس ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔

تمام حیوانات اور نباتات میں مختلف خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگتا ہے۔ چوہے اور بلی کا بچہ جب پہلی دفعہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں ان سے خاص قسم کے عمل صادر ہوتے ہیں۔ بلی جھپٹتی ہے چوہا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ

مختلف الانواع استعدادیں کہاں سے انہیں ملیں؟ ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ معلم فطرت نے نعمت وجود کے ساتھ یہ طبعی خصوصیات اور الہامات بھی انہیں ودیعت کئے ہیں۔

اس طرح ممکن ہے کہ عالم ازل انسانوں کے ایک طبقہ اور صنف (انبیاء) کو علوم و معارف اور حقائق و اسرار کے وہ الہامات عطا کر دے جن سے دیگر اصناف انسانی محروم اور ناآشنا ہیں۔

حضور ﷺ کا معجزہ "قرآن حکیم"

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دیگر جملہ انبیاء و رسل پر فضیلت عطا فرمائی تھی اور اعلیٰ ترین مراتب پر فائز کیا تھا اور حضور کی دعوت عامہ کو زمانی اور مکانی حد بندیوں کا پابند نہیں کیا تھا اسی طرح سرور عالم ﷺ کے معجزات بھی بے حد و بیشمار ہیں اور ان میں سے کثیر تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، کیونکہ انہیں ایک جماعت نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے، حضور کے ارشادات مجمع عام میں ہوا کرتے تھے اور ایک جم غفیر ان کو بڑی توجہ اور غور سے سنتا تھا۔ اور اپنے ذہن میں پوری کوشش سے جذب کیا کرتا تھا۔ مختلف غزوات میں جب اسلامی لشکر یکجا ہوتا تھا تو حضور اس وقت اپنے ارشادات طیبہ سے انہیں خورسند فرماتے تھے۔ جمعہ کے اجتماع میں عیدین کے اجتماع اور دیگر ایسے اجتماعات جو وقتاً فوقتاً منعقد ہوتے رہتے تھے ان میں حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ انہیں سارے صحابہ کرام پوری توجہ سے سنتے اور بڑی محنت سے ان کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیتے۔ تو جو معجزات ان اجتماعات میں وقوع پذیر ہوئے جن میں سامعین کی تعداد بہت زیادہ ہوا کرتی ان معجزات کے متواتر ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ نیز حضور کے کچھ معجزات ایسے ہیں جو چند آدمیوں کے سامنے ظہور پذیر ہوتے تھے لیکن ان کا بھی روایت کا سلسلہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتا تھا جو عامل، عاقل اور دیندار ہوا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے قوی اور ضعیف، مرفوع اور موضوع روایات کو الگ کرنے کیلئے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کئے تھے جن پر جو روایت پرکھی جاتی تھی اس کے بارے میں کسی سننے والے کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ سرور عالم ﷺ کے وہ معجزات جو کثیر التعداد صحابہ نے اور ان سے پھر تابعین نے اور ان

سے تبع تابعین نے اسی طرح روایت کئے ہیں ان کے قطعی ہونے میں کسی کو شک و شبہ نہیں اور وہ معجزات جو اخبار آحاد سے ہم تک پہنچے ہیں، علماء حدیث نے تحقیق کے جو قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں ان پر جس معجزہ کی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے اس کے ماننے میں کسی سچے مومن کو انکار نہیں ہو سکتا۔

اس لئے ہمارے سامنے ان روایات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے جن میں صحابہ کرام نے اور ان کے شاگردوں نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے ایسے معجزات بیان کئے ہیں جن کا صدق دل سے مطالعہ کیا جائے تو سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی عظمت کا نقش دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔

ہم اب اللہ کے محبوب کریم خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین ﷺ کے بے شمار اور ان گنت معجزات میں سے حسب مقدرت چند معجزات مستند کتب سے نقل کر کے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان معجزات کے آئینے میں ہمیں اپنے ہادی برحق، راہبر کامل ﷺ کا عکس جمیل دکھائے جس سے ہمارے دلوں کی دنیا آباد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ ہر زمانہ میں اور ہر علاقہ میں وہاں رہنے والے انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے اپنے انبیاء و رسل مبعوث فرماتا ہے جو ان لوگوں کو فسق و فجور کی دلدل اور شرک و کفر کے اندھیروں سے نکال دیتے ہیں اور شاہراہ مستقیم پر گامزن کر دیتے ہیں۔ بارگاہ عظمت و کبریائی سے ہر نبی کو خصوصی قوتیں عطا ہوتی ہیں۔ اس کو ہم اپنی زبان میں معجزہ کہتے ہیں۔ اس میں زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اور اس نبی نے جس باطل سے ٹکرانا ہوتا ہے اس باطل کے پاس اپنی طاغوتی کبریائی کو برقرار رکھنے کیلئے جو مؤثر ترین ہتھیار ہوتا ہے، معجزہ کی زد سے جب اس کا رعب و ہیبت دلوں سے دور ہو جاتا ہے تو لوگوں کیلئے حق کو قبول کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی رعایا کو گمراہی سے نکال کر راہ حق پر گامزن کرنے کیلئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اس وقت مصر میں ہر طرف جادو کی فرمانروائی تھی۔ ادنیٰ و اعلیٰ، حاکم و محکوم، فرعون اور اس کے پرستار سب جادو کی ساحرانہ بالا دستی کے سامنے سرافگندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو وہ معجزات عطا فرمائے جنہوں نے جادو کی برتری کے غبارے سے ہمیشہ کیلئے ہوا نکال دی۔ اور کیونکہ وہ لوگ جادو کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے جاہ و جلال کو پوری

طرح یہی سمجھ سکتے تھے اور پوری طرح وہ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے جن کے باعث سحر اور ساحروں کا پرچم سر نگوں ہو گیا۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے کر دکھایا ہے ہمارے جادو منتر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے سب سے پہلے فرعون کے ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

اسی طرح جس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اس وقت طب اور حکمت کا چار سو ڈنکا بج رہا تھا۔ اس زمانے کے طبیب اور حکیم لاعلاج بیماریوں کا ایسا علاج کرتے تھے کہ مریض بالکل تندرست ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزہ عطا فرمایا جس کی عظمت کو دیکھ کر اس زمانے کے تمام اطباء اور حکماء دم بخود ہو کر رہ گئے۔ وہ تو لاعلاج مریضوں کا علاج کرتے تھے جو زندہ ہوتے تھے، جو سانس لے رہے ہوتے تھے۔ جن کے اعضائے رئیسہ اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے مردے زندہ ہو جایا کرتے اور آپ ان بیماریوں کا علاج کرتے جو ان ماہر اطباء کی دسترس سے بھی باہر تھیں۔ آشوب چشم کے ان کے پاس زود اثر نسخے تھے لیکن جو ماں کے شکم سے اندھا پیدا ہوا اس کو بینائی کا نور بخش دینا ان کے تصور سے بھی بالاتر تھا۔ زخموں کا علاج کرنے کے لئے ان کے پاس بڑی زود اثر مرہمیں بھی تھیں اور دیگر نسخے بھی تھے۔ وہ ان مہلک زخموں کا بھی بڑی کامیابی سے علاج کرتے تھے جن سے مریض کا بچ نکلنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن لاعلاج امراض میں مہارت تامہ اور طویل تجربہ رکھنے کے باوجود کوڑھ کی بیماری کا علاج ان کے حیطۂ امکان میں نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں یہ قوت عطا فرمائی کہ مردہ کو کوئی دوا دیئے بغیر، کوئی مالش کئے بغیر، کوئی پاؤڈر سنگھائے بغیر، کوئی گلوکوز کا ٹیکہ لگائے بغیر صرف اتنا فرماتے تھے کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تو وہ مردہ فوراً آنکھیں کھول دیتا تھا اور کفن جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ آپ کے ان معجزات کو دیکھ کر عوام تو حیران و ششدر ہو ہی جاتے تھے۔ لیکن جب ماہر اطباء اور تجربہ کار حکماء ان کمالات کو دیکھتے تو ان کے قلوب و اذہان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے کہ اس میں کسی انسانی علم، کسی انسانی تجربہ، کسی انسانی قوت کا دخل نہیں بلکہ یہ فیضان اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے اور جب انہیں یہ یقین ہو جاتا تو

ان کیلئے اس نبی پر ایمان لانا اور اس کے احکام کو بجالانا قطعاً مشکل نہ رہتا۔

جب محبوب رب العالمین ﷺ کی بعثت کا زمانہ آیا اور اس کے لئے نگاہ قدرت نے جزیرہ عرب کو منتخب فرمایا تو وہاں کے بسنے والوں کو فصاحت وبلاغت میں جو ملکہ عطا فرمایا گیا تھا کوئی قوم ان کی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے اسی جوہر فصاحت پر ناز کرتے ہوئے اہل عرب اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ اس فطری فصاحت وبلاغت کے باعث جب وہ خطبہ دیا کرتے تھے تو اس کے لئے انہیں پہلے تیاری کی ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ فی البدیہہ ایسا خطبہ دیا کرتے کہ سامعین پر سکتہ طاری ہو جاتا، کسی کو مجال انکار نہ رہتی تھی۔

اسی طرح ان کے قصائد، ان میں الفاظ کی بندش، جملوں کی ترتیب، عبارت کی روانی اور شستگی کا یہ حال تھا کہ کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کے ساتھ معارضہ کرے۔ حالت جنگ میں جبکہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہوتی تھی، نیزوں کے سنان ان کے سینوں کے قریب اور تلواروں کی دھاریں ان کی گردن کے بالکل قریب ہوتی تھیں، اس وقت ایسے رزمیہ اشعار ان کی زبان سے نکلتے تھے جو دشمن کے دلوں پر ہیبت بٹھا دیتے تھے اور سننے والوں میں شجاعت وبسالت کی ایسی روح پھونک دیتے تھے کہ دشمن کے لشکر کی کوئی یلغار انہیں پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ ان میں سے ایک جنگجو معرکہ کارزار میں اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فَصَبْرًا فِي مَجَالِ الْمَوْتِ صَبْرًا   وَمَا نَيْلُ الْخُلُوْدِ بِمُسْتَطَاعٖ

"اے میرے دل! میدان کارزار میں مت گھبراؤ۔ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ یہاں سے بھاگ کر اگر تم نے جان بچالی تو تم ہمیشہ زندہ تو نہیں رہو گے۔"

سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ جب خیبر کے بے نظیر شجاع اور بہادر مرحب سے مصروف پیکار ہوئے تو آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے جنہوں نے ساری خیبر کی فضا کو شجاعت وبہادری کی مہک سے مہکا دیا۔ آپ مرحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرًا   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَا

"میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے۔ اور میں جنگل

کے شیروں کی طرح دلوں میں دہشت پیدا کرنے والا ہوں۔ میں جب
تم کوناپ کر دوں گا تو کسی چھوٹے پیمانے سے نہیں بلکہ سندرہ کے
پیمانے سے دوں گا۔"

اس قسم کی بیشمار مثالیں آپ کو غزوات اور دوسری جنگوں میں نظر آتی ہیں کہ وہ حضرات فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھ کر دشمن پر عقابوں کی طرح جھپٹتے اور شیروں کی طرح ان پر گرجتے ہوئے حملہ آور ہوتے تھے۔ کیونکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت کے میدان کے شہسوار تھے، وہ اشعار اور جملوں کے لطائف و باریکیوں سے پوری طرح آگاہ تھے اس لئے ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی، نے اپنے نبی کریم کو وہ معجزہ عطا فرمایا جسے ہم قرآن مجید اور فرقان حمید کہتے ہیں۔ جو فصاحت و بلاغت کا ایک عدیم المثال نمونہ تھا۔ اس کی صحیح قدر و منزلت وہی لوگ جان سکتے تھے جو اس بحر کے غواص تھے اور جب وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کی جو آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں وہ انہی الفاظ و کلمات سے مرکب ہیں جن سے ان کے اشعار یا خطبے مرکب ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم کے انداز فصاحت کے مقابلے میں ان کا کلام کوئی معنی نہیں رکھتا، تو ان کیلئے اس نتیجہ پر پہنچنا کوئی مشکل نہ رہتا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ورنہ ہم بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے اس جیسا کلام پیش کر سکتے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

انبیاء سابقین کی بعثت ایک محدود قوم یا قبیلہ کی اصلاح کیلئے اور محدود وقت تک ہوا کرتی تھی اس لئے انہیں جو معجزات عطا فرمائے گئے وہ وقتی تھے جو ظاہر ہوتے تھے اور جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرتے لیکن کچھ دیر کے بعد وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ ان کے بعد آنے والے لوگ ان کا ذکر تو سنتے لیکن ان کے مشاہدہ سے قاصر رہتے۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو کسی ایک قوم یا قبیلہ کی راہنمائی کیلئے یا محدود وقت کیلئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ سرور عالم ﷺ کو نوع انسانی کے تمام افراد کیلئے، خواہ وہ کرۂ ارض کے کسی گوشہ میں آباد ہوں سب کیلئے تا قیام قیامت ہادی اور راہنما بنا کر بھیجا گیا تھا، ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○

(1)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اپنے محبوب کو ایسے معجزہ سے سرفراز فرمائے جس کے نور کو زمین کے دور دراز گوشوں میں آباد انسان بھی دیکھ سکیں اور قیامت تک آنے والی نسلیں بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر سکیں اور وہ معجزہ قرآن کریم کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مرحمت فرمایا جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے متکبر قادر الکلام شعراء اور خطباء کی گردنیں جھک گئیں اور قیامت تک اس کتاب کو ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے اٹھائی تاکہ جس زمانہ میں بھی کسی علاقہ میں بھی کوئی شخص اس کتاب مقدس کو دیکھے تو اسے یقین آجائے کہ زبر، زیر کے فرق کے بغیر یہ کتاب صدیوں کے بعد بھی اپنی اصلی حالت میں نور افشانی کر رہی ہے اور گم کردہ راہوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دے رہی ہے۔

کوئی سادہ لوح یہ نہ سمجھے کہ جن لوگوں کو یہ چیلنج دیا گیا وہ فن تنقید میں دسترس نہیں رکھتے تھے۔ ہم آپ کو عرب کی تاریخ کا ایک واقعہ سناتے ہیں یہ ایک واقعہ ہی اس غلط فہمی کی تردید کیلئے کافی ہے۔

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ سوق عکاظ میں عرب کے تمام شعلہ بیان اور قادر الکلام شعراء اور فصحاء اور خطباء موجود تھے۔ اس وقت حضرت حسان بن ثابت نے اپنی مدح میں دو شعر پڑھے۔ اس محفل میں خنساء نامی ایک عرب خاتون موجود تھی جو مرثیہ گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ جب اس نے حضرت حسان کے یہ دو شعر سنے تو بجلی کی طرح کڑکی اور کہنے لگی اے حسان! تیرے ان دو شعروں میں آٹھ غلطیاں ہیں۔ کیا تمہیں یہ زیب دیتا تھا کہ جو شعر غلطیوں سے پر ہیں ان کو اس مجمع عام میں تم پڑھ کر سناتے۔ حسان، اس نکتہ چینی پر ششدر رہ گئے اور کہا کیا میرے دو شعروں میں اتنی غلطیاں ہیں ذرا گن کر تو بتاؤ۔

چنانچہ عرب کی اس خاتون شاعرہ نے فی البدیہہ کھڑے کھڑے ان آٹھ غلطیوں کی

1۔ سورۃ السباء: 28

نشاندہی کر دی۔ اس دقت نظر کا اندازہ کیجئے کہ اس نے جن غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے چار غلطیاں پہلے مصرعہ میں تھیں اور تین غلطیاں دوسرے مصرعہ میں تھیں۔ اور آٹھویں ایسی غلطی بتائی جس کے باعث دوسرا پورا شعر بے معنی ہو کر رہ گیا: اب وہ شعر سنئے اور اس کی غلطیوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

لَنَا الْجَفَنَاتُ الْغُرُّ يَلْمَعْنَ فِي الضُّحٰى   وَاَسْيَا فُنَا يَقْطُرْنَ مِنْ نَجْدَةٍ دَمًا

وَلَدْنَا بَنِي الْعَنْقَاءِ وَابْنَىْ مُحَرِّقٍ   فَاَكْرِمْ بِنَا خَالًا وَاَكْرِمْ بِنَا اِبْنَا[1]

پہلے مصرعہ میں شاعر نے اپنی سخاوت کا تذکرہ کیا ہے: ہمارے پاس بڑی بڑی دیگیں ہیں جن کی پیشانیاں روشن ہیں اور چاشت کے وقت ان کے ماتھے چمکتے ہیں۔

خنساء نے اس پہلے مصرعہ میں چار غلطیاں نکالیں۔

پہلی یہ کہ تم نے جفنات کا لفظ استعمال کیا ہے جو جمع قلت کا صیغہ ہے اور دس سے کم دیگوں پر دلالت کرتا ہے اگر تم جفنات کے بجائے جفان کا لفظ استعمال کرتے تو وہ جمع کثرت تھا اور دس سے زیادہ دیگوں پر دلالت کرتا۔

دوسری یہ کہ تم نے الغر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا معنی ہے وہ سفیدی جو پیشانی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کی جگہ تم بیض کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں زیادہ وسعت ہوتی صرف پیشانی نہ چمکتی سارا چہرہ چمکنے لگتا۔ تیسری یہ کہ تم نے یَلْمَعْنَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لمع، اس چمک کو کہتے ہیں جو لمحہ بھر کیلئے ظاہر ہوتی ہے پھر چھپ جاتی ہے پھر ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے۔ اگر تم یلمعن کے بجائے یشرقن کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں زیادہ مبالغہ تھا کیونکہ اشراق اس روشنی کو کہتے ہیں جو برقرار رہتی ہے۔ چوتھی غلطی تم نے یہ کی ہے کہ تم نے ضحیٰ کا لفظ استعمال کیا جب آنے والے مہمانوں کی تعداد بہت محدود ہوتی ہے، تمہیں چاہئے تھا کہ تم عشیہ کا لفظ استعمال کرتے کیونکہ رات کے وقت مہمان کثرت سے آتے ہیں، کھانا بھی کھاتے ہیں اور قیام بھی کرتے ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ تم ضحیٰ کی جگہ عشیہ کا لفظ استعمال کرتے۔ اب اپنے دوسرے مصرعہ کی طرف توجہ کرو۔ اس میں تین غلطیاں ہیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ تم نے اسیافنا کہا ہے۔ یہ جمع قلت کا صیغہ ہے جو دس سے کم تلواروں پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بجائے اگر سیوفنا کہتے تو اس میں زیادہ مبالغہ ہوتا۔ یہ

1۔ سعید الرسول

جمع کثرت کا صیغہ ہے، دس سے زائد پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ تو نے یقطرن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تلواروں سے قطرہ قطرہ خون ٹپکتا ہے جو قلت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر تم یجرین کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں خونریزی کی کثرت کا معنی پایا جاتا۔ پھر تم نے دم کا لفظ استعمال کیا ہے اگر تم دماء کہتے جو جمع کا صیغہ ہے اور کثرت سے خونریزی پر دلالت کرتا ہے تو اس طرح تمہاری شجاعت کے بیان میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔

آخری شعر میں خنساء نے اس کے سارے مفہوم کو مسترد کر دیا اور کہا تم نے اپنی اولاد پر فخر کیا ہے کہ وہ ایسے ایسے ہیں تم نے اپنے والدین پر فخر نہیں کیا جنہوں نے تمہیں جنا ہے حالانکہ وہ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ ان کی خوبیوں کا ذکر کر کے تم اپنا سر افتخار بلند کرتے۔

جب ایک صحرا نشین خاتون، عرب کے نابغہ روزگار شاعر کے کلام پر اس بے باکی سے دل ہلا دینے والی تنقید کرتی ہے تو جو لوگ فصیح و بلیغ شاعر اور قادر الکلام خطیب بھی تھے ان کے فہم و ذکا کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں انہیں برائے نام بھی کوئی سقم نظر آتا تو یہ آزاد منش لوگ کبھی سکوت اختیار نہ کرتے بلکہ بجلی کی طرح کوندتے اور اپنی تنقید سے سننے والوں کے حواس باختہ کر دیتے۔ اس عدیم المثال فصاحت اور ممتنع النظیر جسارت کے باوجود اگر وہ قرآن کریم کے تیئس سال تک بار بار دہرائے جانے والے چیلنج کے سامنے مہر بلب رہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہیں اس کلام مقدس میں انگشت نمائی کیلئے کوئی جگہ نہیں ملی۔

رحمت عالم ﷺ نے جب قرآن کریم کی آیات انہیں پڑھ کر سنائیں اور ساتھ انہیں یہ بھی بتا دیا کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ اس وحدہ لاشریک قادر مطلق کا کلام ہے اور اگر کسی کے ذہن میں یہ شک ہو کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ کسی انسان کا کلام ہے تو اے اہل عرب کے فصحاء و بلغاء! آؤ اور اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔ اگر اکیلے اکیلے تم اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تو جزیرہ عرب کے جملہ فصیح اللسان لوگوں کو اکٹھا کرو اور سب مل کر کوشش کرو اور اس جیسا کلام پیش کرو۔ اگر سارے قرآن جیسا نہیں پیش کر سکتے تو اس جیسی دس سورتیں ہی پیش کر کے دکھاؤ۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مُّفْتَرَیَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ (1)

"کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود گھڑ لیا ہے آپ فرمائیے: اگر ایسا ہے تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلالو اپنی مدد کیلئے جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا، اگر تم اس الزام تراشی میں سچے ہو۔"

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ کُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ (2)

"اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا ہے اپنے برگزیدہ بندے پر تو لے آؤ اپنی طرف سے ایک سورت اس جیسی اور بلالو اپنے حمائتیوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔"

یعنی اگر اس جیسی پوری کتاب نہیں لا سکتے تو اس کی دس سورتوں جیسی سورتیں بنا کر پیش کر دو۔ اگر تم دس سورتیں پیش کرنے سے بھی قاصر ہو تو اس جیسی صرف ایک سورت ہی پیش کر دو اگر تم اکیلے اکیلے ایک سورت بھی پیش نہیں کر سکتے تو تمہیں اذن عام ہے اپنے سارے حمائتیوں کو اکٹھا کرو، سر جوڑ کر بیٹھو اور اس کتاب کی کسی ایک سورت جیسی کوئی سورت پیش کر دو۔

یہ ہوشربا اور واضح چیلنج دینے کے بعد انہیں یہ بھی بتادیا کہ تم ہزار جتن کرو، کوششوں کی انتہا کر دو تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ (3)

1۔ سورۃ ہود: 13

2۔ سورۃ البقرہ: 23

3۔ ایضاً، 24

"پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ہر گز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے
جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔"

ان چیلنجوں میں جو زور اور جوش و خروش ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ پھر یہ کہ یہ چیلنج صرف ایک دفعہ ہی نہیں دیا گیا، ایک دن نہیں دیا گیا بلکہ تئیس سال تک بار بار دشمنان اسلام کو، منکرین قرآن کو، جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہا گیا کہ اس جیسی ایک سورت ہی پیش کر دو، لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اور قرآن کریم کا چیلنج آج بھی موجود ہے، کفر و شرک کے سرغنوں کو دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئی ہیں کسی کو جرأت نہ ہوئی اور قیامت تک یقیناً کسی کو جرأت نہ ہو گی کہ وہ اس چیلنج کا جواب دے سکے۔

قرآن کریم کی حقانیت اور صاحب قرآن کی سچائی اور صداقت ثابت کرنے کے لئے اس کے بعد کیا کسی اور دلیل کی بھی ضرورت ہے؟ مشرکین عرب نے اسلام کا مقابلہ کرنے کیلئے، پیغمبر اسلام کو ناکام کرنے کیلئے کون سا حربہ ہے جو انہوں نے استعمال نہیں کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگیں کرتے رہے۔ جن میں ان کے بڑے بڑے سردار، عزیز، رشتہ دار، بھائی اور فرزند موت کی بھینٹ چڑھے۔ انہوں نے اپنی دولت خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور عام لوگوں کو اسلام اور قرآن سے متنفر کرنے کیلئے سارے حیلے اور فریب کئے۔ اگر اس چیلنج کو قبول کرنا ان کے بس میں ہوتا تو بڑی آسانی سے تین آیتوں کی ایک مختصر سورت پیش کر دیتے اور کشتوں کے پشتے لگائے بغیر اور خون کے دریا بہائے بغیر انہیں ایسی شاندار کامیابی حاصل ہوتی کہ اسلام کا آفتاب اقبال اسی وقت غروب ہو جاتا۔ آج بھی دشمنان اسلام اپنے تمام وسائل، تمام ذرائع، تمام سازشوں اور اپنی حکمت عملیوں کو بروئے کار لا رہے ہیں تاکہ اسلام کے چراغ کو کسی طرح بجھا دیں اور اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر دیں لیکن اس میدان میں ہمیشہ ان کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور قیامت تک اس سلسلہ میں وہ خائب و خاسر ہی رہیں گے۔

قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی کوئی اس سے بڑی دلیل بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے صرف عرب کے فصحاء، بلغاء کو مقابلہ کی دعوت دی جا رہی تھی اب سارے بنی نوع انسان بلکہ جنات کو بھی چیلنج دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی کی جا رہی ہے کہ تم سارے

انسان اور جن اکٹھے ہو کر بھی اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (1)

"(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو وہ سن لیں، ہر گز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔"

اہل مکہ، اور دیگر مشرکین جزیرہ عرب اگرچہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے، ان کی نارسائی میں کوئی شبہ باقی نہ رہا، پھر بھی وہ اپنی ضد اور عناد پر اڑے رہے اور اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن حقیقت اور وہ حقیقت جو روز روشن کی طرح عیاں ہو اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ جو اسلام دشمنی میں اندھے ہو گئے تھے وہ بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے تھے کہ یہ کلام کسی انسان کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ خداوند رحمٰن کا کلام ہے۔ جس کا وہ کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کے اس اقرار و اعتراف کے چند واقعات سماعت فرمائیں۔

1۔ عتبہ بن ربیعہ:۔ ایک دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا: اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر آپ مال کے طلبگار ہیں تو ہم مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔ اگر آپ فرمانروا بننے کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم بصد مسرت آپکو اپنا فرمانروا تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ کو جنات کا اثر ہے جس کی وجہ سے آپ اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہیں، جس نے سارے شہر اور ساری قوم کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے تو ہم آپکا علاج کرانے کیلئے اپنی دولت پانی کی طرح بہا دیں گے۔ جب عتبہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو ہادیٔ انس و جان رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اسمع منی عتبہ اب میری بات سنو۔ پھر سرور عالم نے سورہ حٰم سجدہ کی ابتدائی تیرہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا

وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ حٰم۔ اتارا گیا ہے یہ قرآن رحمٰن ورحیم (خدا) کی طرف سے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔ یہ مژدہ سنانے والا اور بروقت خبردار کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ پھیر لیا ہے ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور ان (ہٹ دھرموں) نے کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔ تم اپنا کام کرو ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔"

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ○ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○

"آپ فرمائیے میں انسان ہی ہوں (بظاہر) تمہاری مانند (البتہ) وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود خداوند یکتا ہی ہے۔ پس متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف اور مغفرت طلب کرو اس سے۔ اور ہلاکت ہے مشرکوں کیلئے جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہو گا۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا تم لوگ انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو دن میں۔ اور ٹھہراتے ہو اس کے لئے مد مقابل، وہ تو رب العالمین ہے (اس کے مد مقابل کون ہو سکتا ہے) اس نے ہی بنائے ہیں زمین میں گڑے ہوئے پہاڑ، جو اس کے اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس نے بڑی برکتیں رکھی ہیں اس میں۔ اور اندازہ سے مقرر کر دی ہیں اس میں غذائیں (ہر نوع کیلئے) چار دنوں میں۔ ان کا حصول یکساں ہے طلب گاروں کیلئے۔ پھر اس نے توجہ فرمائی آسمان کی طرف، وہ اس وقت دھواں تھا۔ پس فرمایا اس کو اور زمین کو کہ آجاؤ تعمیل حکم اور ادائے فرائض کیلئے خوشی سے یا مجبوراً۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی دست بستہ حاضر ہیں۔ پس بنا دیا انہیں سات آسمان دو دنوں میں۔ اور وحی فرمائی ہر آسمان میں اس کے حسب حال اور ہم نے مزین کر دیا آسمان دنیا کو چراغوں سے۔ اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سارا نظام سب سے غالب اور سب کچھ جاننے والے خدا کا ہے۔"

حضور یہ آیات بینات تلاوت فرماتے رہے۔ وہ مجسم حیرت بنا ہوا ان آیات کو خاموشی سے سنتا رہا۔ جب حضور نے اس سے اگلی آیت تلاوت فرمائی جس میں عاد و ثمود پر نزول عذاب کا ذکر تھا تو اسے یارائے ضبط نہ رہا۔ اس نے اپنا ہاتھ حضور کے منہ مبارک پر رکھ دیا اور بڑے عجز و الحاح سے کہنے لگا ہمارے لئے بددعا نہ فرمائیے۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ جو بات زبان مصطفیٰ سے نکلتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ وہاں سے اٹھ کر قریش کے پاس آیا قریش نے پوچھا سناؤ کیا کر آئے ہو اس نے کہا۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلًا مَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ قَطُّ وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِالشِّعْرِ وَلَا بِالسِّحْرِ وَلَا الْكَهَانَةِ فَوَاللّٰهِ لَيَكُوْنَنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِیْ سَمِعْتُ نَبَاءٌ (1)

"بخدا میں نے ایسا قول سنا ہے جس کی مثل آج تک کوئی قول نہیں سنا۔ نہ وہ شعر ہے نہ وہ سحر ہے اور نہ وہ کہانت ہے۔ بخدا اس کلام کا بہت زبردست نتیجہ ظاہر ہوگا۔"

اتنا کچھ سننے اور جاننے کے باوجود اس بدنصیب کو اسلام قبول کرنے کی سعادت میسر نہ آئی۔ اس نوعیت کا ایک اور واقعہ سنئے۔

(2) امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ابوذر کو جب یہ اطلاع ملی کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے تو اس نے اپنے بھائی انیس کو کہا کہ مکہ جائے اور جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کے حالات کا جائزہ لے اور واپس آکر مجھے بتائے۔

ابوذر اپنے بھائی انیس کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر کوئی قادر الکلام شاعر نہیں سنا۔ اس نے عہد جاہلیت میں بارہ نغز گو شعراء کا مقابلہ کیا اور سب میں اس کا پلہ بھاری رہا۔ انیس اپنے بھائی کے کہنے کے مطابق مکہ گیا، وہاں سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں ہر قسم کی معلومات حاصل کیں پھر لوٹ کر اپنے بھائی کے پاس آیا اور اسے بتایا۔

رَأَيْتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ يَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهٗ قُلْتُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْهِ قَالَ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ كَاهِنٌ سَاحِرٌ وَلَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ وَلَقَدْ عَرَضْتُ قَوْلَهٗ عَلٰی اَنْوَاعِ الشِّعْرِ وَلَمْ يَلْتَئِمْ وَلَا يَلْتَئِمُ عَلٰی لِسَانِ اَحَدٍ وَاِنَّهٗ لَصَادِقٌ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (2)

"میں نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اسے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے پھر انیس سے پوچھا

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 97-96

2۔ ایضاً، 97

لوگوں کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے بتایا کہ لوگ تو انہیں شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں لیکن میں نے کاہنوں کے اقوال سنے ہیں اور میں نے ان کے کلام کو مختلف اصناف کے اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے آپ کے کلام کو ان میں سے کسی صنف کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ یقیناً وہ سچے ہیں اور ان کے مخالفین جھوٹے ہیں۔"

(3) امام بیہقی اپنی دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

ولید بن مغیرہ، جو فصاحت و بلاغت میں قریش کا سردار تھا، ایک روز رحمت عالمیان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کچھ پڑھ کر سنایئے تاکہ میں اس میں غور و فکر کر سکوں۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (1)

"بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو (ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو) اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے بے حیائی سے اور برے کاموں سے اور سرکشی سے۔ اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔"

یہ سن کر ولید پر سناٹا طاری ہو گیا اور عرض کی دوبارہ پڑھیے حضور نے اس آیت کو دوبارہ تلاوت فرمایا وہ کہنے لگا۔

وَاللّٰهِ إِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّ أَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ وَإِنَّ أَسْفَلَهُ لَمُغْدِقٌ وَمَا يَقُولُ هٰذَا بَشَرٌ (2)

"خدا کی قسم! اس میں تو مٹھاس ہے، اس کے ظاہر پر چمک ہے، اس کا اوپر والا حصہ پھلوں سے لدا ہے اور نیچے والا شاداب ہے اور کوئی انسان ایسا قول نہیں کہہ سکتا۔"

1۔ سورۃ النحل: 90

2۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 97

پھر وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو کہا خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی ایسا نہیں جو اشعار کے بارے میں مجھ سے زیادہ عالم ہو یا جنات کے اقوال کے بارے میں مجھ سے زیادہ باخبر ہو اللہ کی قسم! جو وہ فرماتے ہیں کوئی قول اس کے مشابہ نہیں۔ خدا کی قسم! اس کا قول بڑا شیریں ہے اور اس کا ظاہر چمکدار ہے اس کا اوپر والا حصہ پھلوں سے لدا ہے اور نچلا حصہ شاداب ہے پھر وہ اپنی قوم کو کہنے لگا۔

اِنَّهُ لَيَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ وَاِنَّهُ لَيُحْطِمُ مَا تَحْتَهُ (1)

"یہ ہمیشہ سربلند رہے گا۔ اس پر کوئی بلند نہیں ہو سکتا اور جو اس کے نیچے آئے وہ اسے پیس کر رکھ دیتا ہے۔"

(4) عمرو بن جموح: ابو نعیم ابن اسحاق کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں۔

انصار کے خاندانوں سے ایک خاندان کا نام بنو سلیم تھا۔ جب اس خاندان کے بہت سے نوجوان مشرف باسلام ہو گئے تو عمرو بن جموح جو اس خاندان کا سردار تھا، اس نے اپنے بیٹے معاذ کو کہا یہ شخص جو کلام سناتا ہے، جو تم نے سنا ہے، مجھے بھی سناؤ۔ معاذ اپنے باپ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ انہوں نے سورہ فاتحہ کی ابتدائی آیات اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے لے کر اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تک سنائیں۔ عمرو فرط حیرت سے اپنے بیٹے کو کہنے لگا یہ کلام کتنا خوبصورت ہے، کتنا جمیل ہے، کیا ان کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ معاذ نے کہا يَا اَبَتِ وَاَحْسَنُ مِنْ ذٰلِكَ ابا جان! ان کا دوسرا کلام اس سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے۔ المواہب اللدنیہ میں کسی بزرگ کا یہ قول منقول ہے۔

اگر قرآن کریم کا کوئی نسخہ جنگل میں پڑا ہو، کسی کو مل جائے اور اسے یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کس نے رکھا ہے تو صاحب عقل سلیم اسے پڑھ کر گواہی دے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کسی انسان اور جن کی یہ طاقت نہیں کہ اس جیسا کلام بنا سکے۔

وجوہ اعجاز قرآن

(1) الایجاز

وہ وجوہات جن کے باعث قرآن کریم معجزہ ہے اور اس نے تمام مخالفین کو اس بات

1۔ حیاۃ الرسول، جلد 1، صفحہ 352

سے عاجز کر دیا ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں زیادہ نہیں تو کم از کم اس جیسی ایک ہی سورت پیش کریں، انہیں مختلف انداز سے چیلنج بار بار دیا گیا لیکن کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ فصاحت و بلاغت کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود وہ یوں ساکت و صامت ہو گئے جیسے انہیں سانپ نے سونگھ لیا ہو۔

ہم ان بے شمار وجوہ اعجاز سے صرف چند وجوہات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے، اگر آپ توجہ سے ان وجوہات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے کسی انسان یا کسی بشر کا نتیجہ فکر نہیں ہے۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ ایجاز ہے اور ایجاز کا مفہوم علماء معانی نے یہ بیان کیا ہے۔

اَلْاِیْجَازُ : قِلَّۃُ اللَّفْظِ وَکَثْرَۃُ الْمَعْنٰی

"الفاظ کی تعداد بہت کم ہو اس کے باوجود اس کے دامن میں لطائف و حکم کے جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں، وہ بیکراں ہوں۔"

یعنی چند الفاظ میں کثیر التعداد معانی کو سمو دیا گیا ہو مثال کے طور پر اس آیت قرآنی کا مطالعہ فرمائیے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (1)

اس میں صرف تین لفظ ہیں لیکن یہاں اس میں جو معانی و معارف بیان کئے گئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔ ان دو کلمات میں قاتل کی سزا بھی بیان کر دی اور اس میں جو حکمتیں مضمر ہیں ان کو بھی واضح انداز سے بیان کر دیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں قانون قصاص کی علت اور حکمت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی اگر بے گناہ قتل کرنے والے کو اس کے جرم کے برابر پوری سزا نہیں دی جائے گی تو اس کا حوصلہ بڑھے گا اور مجرمانہ ذہنیت کے دوسرے لوگ بھی نڈر ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے۔ لیکن اگر قاتل کو اس کے جرم کے بدلے قتل کر دیا گیا تو دوسرے مجرم بھی اپنا بھیانک انجام دیکھ کر باز آ جائیں گے؟ اس طرح ایک قاتل کو قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل و غارت سے بچ جائیں گی۔

آج بعض ملکوں میں قتل کی سزا موت منسوخ کر دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سزا

1۔ سورۃ البقرہ: 179

ظالمانہ اور بہیمانہ ہے، مقتول تو قتل ہو چکا اب اس کے عوض ایک دوسرے آدمی کو تختہ دار پر لٹکا دینا بے رحمی نہیں تو کیا ہے۔

آپ خوفناک حقائق کو دلکش عبارتوں سے حسین بنا سکتے ہیں لیکن نہ آپ ان کی حقیقت کو بدل سکتے ہیں اور نہ ان کے برے نتائج کو روپذیر ہونے سے روک سکتے ہیں۔ جس ملک کے قانون کی آنکھیں ظالم قاتل کے گلے میں پھانسی کا پھندا دیکھ کر پر نم ہو جائیں، اس ملک میں مظلوم و بے کس کا خدا ہی حافظ ہے۔ وہ معاشرہ اپنی آغوش میں ایسے مجرموں کو ناز و نعم سے پال رہا ہے جو اس کے چمنستان کے شگفتہ پھولوں کو مسخ کر کے رکھ دیں گے۔ وہ دین جو دین فطرت ہے جو ہر قیمت پر عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھنے کا علمبردار ہے، اس سے ایسی بے جا بلکہ نازیبا نازبرداری کی توقع عبث ہے۔

اس مفہوم کو بیان کرنے کیلئے بڑے بڑے بلغاء نے کوشش کی ہے لیکن قرآن کریم کے ایک جملہ میں جو وسعت اور جامعیت ہے وہ اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ کلام الٰہی کے اس ایجاز کو دیکھ کر بڑے بڑے خطباء اور شعراء دم بخود ہو جایا کرتے تھے۔

ادب و لغت کے امام ابو عبید بیان کرتے ہیں ایک بدو نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (1) سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

وہ اس کی فصاحت و بلاغت سے یوں متاثر ہوا کہ غیر ارادی طور پر سر بسجود ہو گیا۔ اور کہا۔

میں نے اس آیت کی فصاحت کیلئے اس کو سجدہ کیا ہے۔

ایک دوسرے اعرابی نے کسی شخص کو سورہ یوسف کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (2) وہ پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنَّ مَخْلُوْقًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا الْكَلَامِ

"میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا جملہ زبان پر نہیں لا سکتا۔

اس کی بلاغت میں اعجاز ہے اسے جو سنتا ہے دنگ رہ جاتا ہے۔"

اصمعی، ادب عربی اور نحو میں یگانہ عصر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کمسن بچی کو، جس کی عمر پانچ چھ سال تھی، یہ کہتے سنا۔

1۔ سورۃ الحجر: 94

2۔ سورۂ یوسف: 80

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذُنُوْبِيْ كُلِّهَا "میں اپنے تمام گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔"

اصمعی کہتے ہیں میں نے اسے کہا اے بچی! تم تو ابھی کمسن ہو بالغ نہیں ہو تم کن گناہوں سے مغفرت طلب کر رہی ہو؟ اس نے جھٹ جواب دیا۔

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذَنْبِيْ كُلِّهِ　　قَتَلْتُ إِنْسَانًا بِغَيْرِ حِلِّهِ
مِثْلَ غَزَالٍ نَاعِمٍ فِيْ دَلِّهِ　　اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ وَلَمْ أُصَلِّهِ

"میں اپنے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔
میں نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا ہے جو اپنے ناز و نخرہ میں ایک نازک اندام ہرن کی طرح تھا۔ رات آدھی گزر گئی ہے اور ابھی تک میں نے نماز عشاء ادا نہیں کی۔"

اصمعی کہتے ہیں میں نے جب اس کے یہ دو شعر سنے تو میں پھڑک اٹھا۔ میں نے اسے کہا۔
قَاتَلَكِ اللّٰهُ مَا أَفْصَحَكِ "بچی تم کس بلا کی فصیح و بلیغ ہو۔" (1)

وہ کہنے لگی، تم قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنے کے بعد بھی اس کلام کو فصیح کہتے ہو۔ اس نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلٰٓى أُمِّ مُوسٰٓى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِيٓ إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ (2)

"اور ہم نے الہام کیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ بچے کو بے خوف و خطر دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اس کو دریا میں اور ہرگز نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اس بچے کو تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔"

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 99-98

2۔ سورۃ القصص: 7

اس آیت میں مختلف مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس میں دو امر، دو نہی ہیں۔ دو خبریں ہیں اور دو بشارتیں ہیں۔ دو امر تو یہ ہیں: اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں حضرت موسیٰ کی والدہ کو کہ اسے دودھ پلاتی رہو اور پھر اس کو دریا میں ڈال دو "نہی" یہ ہیں۔ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ "ذرا خوف نہ کرنا، ذرا غمگین نہ ہونا۔" دو خبریں ہیں۔ اَوْحَيْنَا یعنی "ہم نے وحی کی۔" فَاِذَا خِفْتِ "جب تم خوفزدہ ہو۔" دو بشارتیں ہیں۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ "ہم اس کو تیرے پاس لوٹا دیں گے اور ہم ان کو رسولوں کے زمرہ میں شامل کر لیں گے۔"

ان لطافتوں سے وہی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جو عربی زبان کے ماہر ہوں۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے اچانک ایک آدمی آپ کے سرہانے کے قریب کھڑا ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ اس کی آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں روم کے پادریوں کا سردار ہوں۔ میں نے ایک روز ایک مسلمان جنگی قیدی کو آپ کی آسمانی کتاب کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (1)

"جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہتا ہے اس کی نافرمانی سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

میں عربی زبان اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے جب یہ آیت سنی اور اس میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی، دنیا و آخرت کے بارے میں جو ہدایات اس میں بیان کی گئی ہیں ان تمام امور کا خلاصہ اس آیت میں موجود ہے۔ یہ آیت سن کر، اس کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت سے متاثر ہو کر میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں اور آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ (2)

1۔ سورۃ النور: 52

2۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 99

عرب کے بعض فصحاء جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا انہوں نے کوششیں بھی کیں کہ قرآن کریم کے چیلنج کو قبول کریں اور اس کے مقابلے میں ایک سورۃ پیش کر دیں لیکن ان سب کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ از خود اس ارادہ سے باز آئے۔

ان لوگوں کے بارے میں دو تین مثالیں سن لیں تاکہ آپ خود فیصلہ کر سکیں "چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک" کہ خاک کے ان ذروں کو عالم بالا کی رفعتوں سے کوئی نسبت نہیں۔

انہیں سے ایک مسیلمہ کذاب ہے۔ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنی چرب زبانی اور ملمع سازی سے اپنی قوم کے بے شمار لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اس نے بھی کوشش کی کہ وہ چند آیات لکھ کر قرآن کریم سے ان کا موازنہ کرے لیکن اس نے بڑی سوچ بچار اور محنت و جانکاہی سے جو فقرے مرتب کئے انہیں لغت عرب کا ایک ابتدائی طالب علم بھی سنتا ہے تو اسے ہنسی آجاتی ہے۔

آپ قرآنی آیات کو پیش نظر رکھیں پھر اس کذاب اور عیار کی وضع کی ہوئی عبارت کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔ وہ کہتا ہے۔

يَا ضِفْدَعُ كَمْ تَنِقِّيْنَ أَعْلَاكِ فِي الْمَاءِ وَأَسْفَلُكِ فِي الطِّيْنِ لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ وَلَا الشُّرْبَ تَمْنَعِيْنَ

"اے مینڈک تو کب تک ٹراتا رہے گا۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نچلا حصہ کیچڑ میں نہ تو پانی کو گدلا کر سکتا ہے اور نہ پانی پینے سے تو منع کر سکتا ہے۔"

مسیلمہ کذاب کی یہ عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ معلوم نہیں ان بے جوڑ، بے مغز اور مہمل فقرات کو یکجا کرنے کیلئے اس نے کتنی راتیں جاگ کر گزاری ہوں گی اور نہ جانے اس نے اپنے کتنے دن ایسے الفاظ کی تلاش میں گزارے ہوں گے جن سے وہ ایسے چند فقرے بنائے اور قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرے، لیکن آپ ان الفاظ کو دیکھیں، ان کے معانی میں غور کریں وہاں انسان کی روحانیت اور کلام الٰہی کی افادیت کا نام و نشان تک نہیں، تو پھر اس کی یہ یاوہ گوئیاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کیونکر مقابلہ کر سکتی ہیں بلکہ ان بے جوڑ جملوں اور لغو الفاظ کو قرآن کریم سے مقابلہ کرنے کیلئے پیش کرنا فصاحت و بلاغت کی توہین ہے۔ ایک بار مسیلمہ نے قرآن کریم کی سورہ النازعات سنی تو پھر اس کی

باسی کڑھی میں ابال آیا اور اس سورہ پاک کا مقابلہ کرنے کیلئے اس نے اپنا زور قلم آزمانے کی دوبارہ حماقت کی۔

سورہ النازعات کی پہلی چند آیات اور اس کا ترجمہ آپ ذہن نشین کرلیں پھر مسیلمہ کذاب کی اس ہرزہ سرائی کا مطالعہ کریں تو آپ کو ابکائیاں آنے لگیں گی۔
رب العرش العظیم کا کلام ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ○ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ○
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ○ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ○ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ○

"قسم ہے فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کھینچنے والے ہیں اور بند آسانی سے کھولنے والے ہیں اور تیزی سے تیرنے والے ہیں۔ پھر تعمیل ارشاد میں دوڑ کر سبقت لے جانے والے ہیں پھر حسب حکم ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔ جس روز تھر تھرائے گی تھر تھرانے والی۔ اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا ہوگا۔ کتنے دل اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ڈر سے جھکی ہوں گی۔"

کلام الٰہی کی ان آیات میں آپ نے آیات کی شان اعجاز اور ان میں جلال و جمال خداوندی کی جھلک کا مشاہدہ کیا۔

اب اس کذاب و دجال مسیلمہ کا کلام سنیں جو اس نے قرآن کریم کی اس سورت کا مقابلہ کرنے کیلئے پیش کیا وہ کہتا ہے۔

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا - وَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا - وَالذَّارِيَاتِ قَمْحًا - وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا - وَالْحَافِرَاتِ حَفْرًا - وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا - وَاللَّاقِمَاتِ لَقْمًا - لَقَدْ فُضِّلْتُمْ عَلٰى اَهْلِ الْوَبَرِ وَمَا سَبَقَكُمْ اَهْلُ الْمَدَرِ - اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْهَذَيَانِ -

ازراہ انصاف خود ہی فیصلہ کیجئے کہ یہاں فصاحت و بلاغت نام کی کوئی چیز ہے۔ دیوانے کی اس بڑ کو کلام الٰہی کی سراپا دانش و حکمت آیات سے کوئی دور کی نسبت بھی ہے؟ اسی زمرہ

کے ایک اور احمق نے سورۃ الفیل کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی مغزماری کے بعد چند جملے لکھے جن میں معنویت اور بامعنی ہونے کا شائبہ تک نہیں۔ وہ بھی پیش ہیں۔
اس نے سورۃ الفیل کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اپنی طرف سے جھک ماری ہے۔ اس پر بھی ایک نظر ڈالیں۔ وہ کہتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِالْحُبْلٰى۔ خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا نَسَمَةٌ تَسْعٰى۔ مِنْ بَيْنِ شَرَاسِيْفَ وَاَحْشَاء

اسی طرح اس کے ایک دوسرے بھائی نے سورۃ فیل کے مقابلہ کیلئے یہ کلام لغو پیش کیا۔

اَلْفِيْلُ مَا الْفِيْلُ۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْفِيْلُ۔ لَهٗ ذَنَبٌ وَبِيْلٌ۔ وَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا لَقَلِيْلٌ (1)

(2) قرآن کریم کے معجز ہونے کی دوسری وجہ

قرآن کریم کی دوسری امتیازی شان جس نے اس کو بے نظیر اور بے مثال بنادیا ہے اور میدان فصاحت کے شہسواروں کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اگرچہ اسی عربی زبان میں ہے جس زبان کے یہ لوگ ماہر شمار کئے جاتے تھے لیکن ان کی تمام اصناف کلام میں سے کسی کے ساتھ اس کی دور کی بھی مماثلت نہ تھی۔ ان کا کلام نثر میں بھی تھا اور نظم میں بھی تھا۔ لیکن قرآن کریم کی سورتوں کو نہ نظم کہا جا سکتا ہے نہ نثر۔ انہیں چیزوں کو دیکھ کر اہل عرب کی عقلیں حیران و ششدر ہو گئی تھیں اور ان پر قرآن کریم کی ایک ہیبت و دہشت طاری ہو گئی تھی۔ انہیں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ اس کلام بلاغت نظام کا مقابلہ کرنے کا خیال تک بھی دل میں لے آئیں۔ سو جن بد نصیبوں نے اس اکھاڑہ میں اترنے کی سعی مذموم کی ان کو قرآن کریم کی فصاحت نے یوں زمین پر پٹخا کہ پھر اٹھنے کی ان میں سکت نہ رہی۔

جن لوگوں نے قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا عزم کیا ان میں سے اندلس کا ایک مشہور حکیم اور ادیب تھا، جس کا نام یحیٰ بن حکیم تھا جو اپنے زمانے میں سارے اندلس میں اپنا کوئی مثل نہیں پاتا تھا۔ ایک سو تیس سال کی عمر پائی اور اس کی وفات دو صد پچپن ہجری میں

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 99-98

ہوئی۔ اس نے سورہ اخلاص جیسی ایک سورت لکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر کلام الٰہی کی ایسی ہیبت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے اس مقابلہ کے میدان سے ہٹ جانے میں ہی اپنی سلامتی سمجھی آخر کار اس کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ وہ کلام ہے کہ کوئی شخص اس جیسا کلام پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اپنے اس گناہ عظیم سے صدق دل سے توبہ کی اور ساری عمر قرآن کریم کی رفعتوں اور عظمتوں کے سامنے سر افگندہ رہا۔

المقفع، نامی ایک شخص جو اپنے زمانے میں عربی زبان کے فصحاء و بلغاء کا سر تاج تصور کیا جاتا تھا، اس کا زمانہ تابعین کا زمانہ تھا، اس نے ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک سورت لکھے گا۔ چنانچہ اس نے کئی ماہ اس مقصد کیلئے شبانہ روز محنت کی اور جب اس نے اپنے خیال کے مطابق ایک سورت کا مسودہ مرتب کر لیا تو اتفاق سے اس کا گزر ایک مکتب سے ہوا جہاں بچے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب وہ اس مکتب کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا ایک معصوم بچہ یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَٱسۡتَوَتۡ عَلَى ٱلۡجُودِيِّۖ وَقِيلَ بُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ (1)

”حکم دیا گیا اے زمین نگل لے اپنے پانی کو، اے آسمان تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہو گیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا ہلاکت و بربادی ہو ظالم قوم کیلئے۔“

مقفع نے اچانک جب یہ آیت سنی تو دہشت کے باعث اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور کہنے لگا۔

أَشْهَدُ أَنَّ هٰذَا مَا هُوَ مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ وَأَنَّ هٰذَا لَا يُعَارَضُ أَبَدًا۔ (2)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔“

وہیں سے وہ اپنے گھر لوٹ آیا جو کچھ اس نے لکھا تھا اسے مٹا دیا اور جس کاغذ پر لکھا تھا اس کو

1۔ سورۂ ہود: 44

2۔ زینی دحلان، ”السیرۃ النبویہ“، جلد 3، صفحہ 100

پرزہ پرزہ کردیا۔

جو شخص بھی خلوص نیت سے آیات قرآنی میں غور و غوض کرتا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کلام الٰہی کے ہر کلمہ میں علم و حکمت کے دریا موجزن ہیں، علوم و معارف کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں اور الفاظ کی تعداد کم ہے لیکن معانی کی بیکرانی حیرت انگیز ہے۔ اس کی عبارت لطائف و حکم سے لبریز ہے، اس میں بیک وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے ہر حکم کو بجا لانے کیلئے ایسے اثر انگیز ارشادات ہیں جن سے ایک دانشمند آدمی کو ادنیٰ سرتابی کی بھی مجال نہیں رہتی۔ اس میں حلال و حرام کے بے مثال ضابطے موجود ہیں۔ محاسن اخلاق کو اپنانے کی ترغیب ہے۔ برے کاموں سے دور رہنے کی تلقین ہے۔

انسانی زندگی کو نفع بخش اور فیض رساں بنانے کیلئے، ہر انسان کے دل میں فضیلت و کرامت کے اعلیٰ وارفع درجات پر فائز ہونے کا جو شوق ہے اس مرکب شوق کو تازیانہ لگانے کیلئے، اس میں اعمال صالحہ کی محبت اور اعمال شنیعہ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کیلئے مختلف قسم کے اوامر و نواہی، پند و نصائح اور عبرت پذیری کیلئے گزشتہ اقوام کے عبرت آموز واقعات اس دلنشین اور دلپذیر انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ ان آیات کے مطالعہ کے بعد کسی اور ناصح مشفق کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

یہ جامعیت یہ وسعت، یہ اثر انگیزی یہ دلنشینی، یہ تنوع، تمام کی تمام خوبیاں اس صحیفہ مقدسہ میں یکجا کر دی گئی ہیں۔

قرآن کریم کے معجز ہونے کی تیسری وجہ

امور غیبیہ پر آگاہ کرنا

قرآن کریم کے صفحات ان آیات سے معمور ہیں جن میں آئندہ رونپذیر ہونے والے واقعات کی اطلاع دیدی گئی ہے اور وہ واقعات بعینہ اسی طرح رونپذیر ہوئے ہیں، رونپذیر ہو رہے ہیں اور قیامت تک رونپذیر ہوتے رہیں گے جس طرح قرآن کریم نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے سالہا سال پہلے اپنے محبوب کو آگاہ کر دیا اور یہ امر اس حقیقت کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ یہ اس ذات اقدس کا کلام ہے جو عالم الغیب و الشہادۃ ہے۔ اس کی چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ (1)

"تم یقیناً داخل ہو گے مسجد حرام میں امن و سکون کے ساتھ جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا۔"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی مکرم ﷺ اپنے چودہ سو جان نثار مجاہدین کو ہمراہ لے کر عمرہ ادا کرنے کیلئے عازم مکہ مکرمہ ہوئے تھے لیکن کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مجاہدین اسلام کا راستہ روک لیا اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو اپنے احرام کھولنے پڑے، قربانی کے جو جانور وہ ساتھ لے گئے تھے وہ واپس لانا پڑے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کی حسرتیں دلوں میں دبائے ہوئے واپس جانا پڑا۔ لیکن چند سال بعد ساری دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ﷺ اپنے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آج کسی میں یہ جرات نہیں کہ لشکر اسلام کا راستہ روکے اور سرور عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے منع کرے۔ حضور پرنور بڑی شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ مسجد حرام میں پہنچتے ہیں، بیت اللہ شریف کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اپنی مرضی سے احرام کھولتے ہیں اور پورے امن و امان سے سارے ارکان ادا کرنے کے بعد بخیریت واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں سب نے دیکھا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ پورا ہو کر رہا۔

وَهُمۡ مِّنۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ۝ (2)

"اور وہ یقیناً ہار جانے کے بعد ضرور غالب آئیں گے۔"

رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ کفار مکہ کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ دونوں قومیں بت پرست تھیں اور مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر ایمان لاتے تھے۔ ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ایرانیوں کو فتح حاصل ہوئی اور رومیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جس سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی افسردگی خاطر اور

1۔ سورۃ الفتح: 27

2۔ سورۃ الروم: 3

حزن وملال کو دور کرنے کیلئے انہیں اس خوشخبری سے خورسند کیا۔ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ اے فرزندان اسلام تم رومیوں کی شکست پر رنجیدہ خاطر نہ ہو، عنقریب تم دیکھو گے کہ انہیں غلبہ نصیب ہوگا اور ایرانیوں کو شکست فاش ہوگی۔

جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی ان حالات میں یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ ایسا ہوگا کیونکہ ایرانیوں نے خسرو کی قیادت میں بیت المقدس پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ ان کے ہزاروں سپاہیوں کو لقمہ اجل بنادیا تھا حتی کہ رومیوں کی مقدس ترین صلیب بھی ایرانی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ان حالات میں یہ خوش فہمی نہ ہو سکتی تھی کہ اتنی جلدی حالات یوں پلٹا کھائیں گے کہ ایرانیوں کو شکست ہوگی اور رومی فتح یاب ہوں گے لیکن بڑے قلیل عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد پورا ہو کر رہا اور نبی مکرم رؤف ورحیم نے اپنے رب کریم کی طرف سے جو مژدہ سنایا تھا، عملی طور پر اس کی تکمیل ہوگئی۔

ان حالات میں رومیوں کی فتح کی خبر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تھی جو حال و مستقبل کو جانتا ہے، جو شکست کو فتح اور فتح کو شکست میں تبدیل کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی تھی اس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں بلکہ اس خداوند قدوس کا ہے جو عالم الغیب والشہادۃ کی شان کا مالک ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (1)

"وہی قادر مطلق ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کردے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے یہ غلبہ مشرکوں پر"

اس آیت کریمہ میں بھی دین اسلام کے غلبہ اور پیغمبر اسلام کی شاندار کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ خوشخبری بھی ان حالات میں دی گئی جبکہ بظاہر مسلمانوں کی کامیابی کے امکانات صفر کے برابر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہتے، کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کو

1۔ سورۃ التوبہ: 33

غلبہ عطا فرما کر اپنے قول کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

سورۃ النور کی آیت 55 میں اللہ تعالیٰ فرزندان اسلام کو خلافت راشدہ کے معرض وجود میں آنے کی بشارت دے رہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (1)

"وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین پر جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور مستحکم کر دے گا ان کے لئے ان کے دین کو جسے پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اور ضرور بدل دے گا ان کی حالت خوف کو امن سے۔"

مسلمان اس وقت مشرکین کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ ہر وقت مسلمانوں کو یہ اندیشہ پریشان کر رہا تھا کہ کسی وقت بھی لات و ہبل کے پرستار اپنے لشکر جرار کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوں گے اور ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔ یہ مژدہ جانفزا ان حالات میں سنایا گیا جبکہ اس کے وقوع پذیر ہونے کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا لیکن سارے عالم نے دیکھا کہ محمد عربی ﷺ کے خداوند عزوجل نے جو فرمایا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔ مسلمانوں کی خلافت قائم ہوئی جس کا پرچم تین براعظموں میں لہرا رہا تھا۔ اور جہاں بھی یہ پرچم لہرایا وہاں عدل و انصاف کا بول بالا ہوا اور علم و معرفت کے دریا بہنے لگے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ (2)

"جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح نصیب ہو جائے اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج، تو اس وقت اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان فرمایئے اور اپنی امت کیلئے اس

1۔ سورۃ النور: 55

2۔ سورۃ النصر: 2-1

سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

جس مدد اور فتح کی نوید سنائی گئی تھی وہ ہجرت کے دس سال بعد وقوع پذیر ہوئی۔ وہ ہادی برحق جو چند سال قبل فقط اپنے یار غار صدیق اکبر کی معیت میں مکہ سے نکلا تھا، وہ صرف دس سال بعد مجاہدین اسلام کا ایک لشکر جرار لے کر مکہ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ لشکر اسلام کی ہیبت سے زمین کانپ رہی ہے، پہاڑوں پر لرزہ طاری ہے، آج کسی کو مزاحمت کی جرأت نہیں۔ مکہ کے سارے باشندے مرد عورتیں، جوان، بوڑھے، بچے بالے اس نبی برحق کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے سڑکوں پر، گلیوں میں، چھتوں پر، صحنوں میں قطاریں باندھ کر کھڑے تھے اور اس جمال جہاں آرا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بڑی بے تابی سے چشم براہ تھے۔ وہ لوگ جو اسلام کے مستقبل سے مایوس تھے وہ اس فتح کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں قطعاً امید نہیں رکھتے تھے۔ آج سب نے دیکھ لیا کہ اللہ کا محبوب مکہ میں داخل ہوا۔ اور اسلام کے وہی دشمن جو اب تک اس شمع ہدایت کو بجھانے کیلئے سرگرم عمل تھے وہ آج پروانوں کی طرح اس شمع ہدایت پر قربان ہو رہے ہیں۔ جوق در جوق بصد شوق اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم کے دست ہدایت بخش پر اپنا ہاتھ رکھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہو رہے ہیں اور" اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله" کے فلک شگاف نعروں سے مکہ کے در و دیوار گونج رہے ہیں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (1)

"بیشک ہم نے اتارا ہے آپ پر ذکر کو (قرآن کریم) اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اس عرصہ میں سینکڑوں خونیں انقلابات برپا ہوئے۔ کئی خاندان عزت کے آسمان پر چمکے اور غروب ہو گئے۔ کئی بستیاں آباد ہوئیں اور اجڑ گئیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق کتاب مقدس کی حفاظت فرمائی۔ بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتیں برسر اقتدار آئیں اور کوشش کے باوجود اس کے ایک نقطہ کو بھی نہ بدل سکیں۔ کیا یہ بات اس دعویٰ کی روشن دلیل نہیں ہے کہ جس نے یہ آیت نازل کی وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس نے جو وعدہ

1۔ سورۃ الحجر: 9

فرمایا دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ جس نے اس کتاب کو اتارا وہی اس کی ہر تحریف اور ہر تغیر و تبدل سے حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (1)

"عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔"

یہ آیت کریمہ غزوہ بدر سے سات سال پہلے نازل ہوئی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اور مکہ کے رؤساء ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ اس وقت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پسپا ہو جائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ ان حالات میں کیا کوئی شخص یہ تصور کر سکتا تھا کہ قریش مکہ جن کی سطوت و شوکت کے سامنے تمام عرب قبائل اپنے سر جھکا دیا کرتے تھے، جن کے نوجوان شجاعت اور جنگی مہارت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، جن کے پاس اسلحہ کے انبار تھے اور خورد و نوش کے سامان سے گودام بھرے ہوئے تھے، کیا یہ لوگ بے کس اور نہتے اور معدودے چند مسلمانوں سے عبرتناک شکست کھا کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ لیکن قرآن کریم نے جو اطلاع اپنے نبی مکرم کو دی تھی، جو بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے غلاموں کو ارزانی فرمائی تھی وہ پوری ہو کر رہی اور سارے جہان نے دیکھا کہ مغرور قریش مکہ اپنے ستر بہادروں کے لاشے میدان جنگ میں چھوڑ کر اور ستر سربرآوردہ افراد کو اسیران جنگ کی حیثیت سے مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ کر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

قٰتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (2)

"جنگ کرو ان سے۔ عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے، رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلہ میں اور یوں صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینہ کو جو اہل ایمان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جواب تک مشرکین مکہ کے پنجہ استبداد میں طرح طرح کی

1۔ سورۃ القمر: 45۔ 2۔ سورۃ التوبہ: 14

تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور صبر کا دامن پکڑے ہوئے تھے، ان کو کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنادی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا، ہر میدان جنگ میں وہ ذلیل ورسوا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے مقابلہ میں تمہارے شامل حال ہوگی۔

سارے جہان نے یہ منظر دیکھا کہ بدر سے لے کر آخری غزوہ، غزوۂ تبوک تک جب بھی کفار و مشرکین کی قشون قاہرہ نے مسلمانوں کے ساتھ قوت آزمائی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو خائب وخاسر کیا اور اپنے حبیب کے غلاموں کے سر پر فتح وکامیابی کا تاج سجایا۔

لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ○ (1)

"کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا سوائے زبان سے ستانے کے۔ اور اگر لڑیں گے وہ تمہارے ساتھ تو پھیر دیں گے تمہاری طرف اپنی پیٹھیں (اور بھاگ جائیں گے) پھر ان کی امداد نہیں کی جائے گی۔"

یثرب کے یہودی بڑے اثر و نفوذ کے مالک تھے۔ ان کے پاس نہ دولت کی کمی تھی اور نہ سامان جنگ کی۔ ان میں بڑے بڑے سورما اور بہادر تھے۔ انہوں نے یثرب اور اس کے گردو نواح میں دور دور تک قلعے اور گڑھیاں تعمیر کر رکھی تھیں۔ یہاں تک کہ خیبر کی دور دراز آبادیوں میں ان کے کئی مستحکم قلعے تھے۔ ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ وہ غریب الوطن بے سروسامان مٹھی بھر مسلمانوں کو مٹا کر رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام کو واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ یہودی بایں ہمہ قوت و سطوت کبھی تم پر غالب نہیں آسکتے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ زبان درازی، فتنہ طرازی اور بہتان تراشی سے تمہارے دلوں کو دکھ پہنچا سکتے ہیں اور اگر انہوں نے جی بڑا کر کے میدان جنگ میں آنے کی ہمت کی تو پھر شکست کھا کر پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ جائیں گے۔ دنیا نے دیکھا کہ اگرچہ ظاہری حالات مسلمانوں کے ناموافق تھے لیکن قرآن کریم نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو کر رہی۔

1۔ سورۂ آل عمران: 111

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (1)

"اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے شر سے آپ کی نگہبانی فرمائے گا۔"

آپ کو علم ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا تھے۔ ان کی زبانیں حضور کو الصادق اور الامین کہنے سے نہیں تھکتی تھیں۔ لیکن جس روز نبی رؤف رحیم نے دین توحید کی تبلیغ کا آغاز کیا تو حالات یکسر بدل گئے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے قدموں میں آنکھیں بچھانا اپنی سعادت سمجھتے تھے وہ اب خون کے پیاسے ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ کسی طرح توحید کے اس علمبردار کو موت کی نیند سلانے کا شرف وہ حاصل کرے۔ مکی زندگی میں بھی حضور ایسے عیار دشمنوں میں گھرے تھے جو حضور کے خون کے پیاسے تھے اور ہجرت کے بعد جب حضور مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو وہاں بھی دشمنان اسلام جن میں منافقین اور یہودی پیش پیش تھے ان کی سازشیں اور منصوبہ بندیاں صرف اس نقطہ پر مرکوز تھیں کہ جس طرح ہو سکے اس آواز کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا جائے جو انہیں ہر لحظہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتی رہتی ہے۔

جنگوں کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ جب استراحت فرما ہوتے تو جاں نثار اور وفادار غلاموں کا ایک دستہ رات بھر حضور کا پہرہ دیا کرتا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے حضور نے پہرہ داروں کو اپنے گھر بھیج دیا۔ فرمایا خدا نے میری حفاظت کی ذمہ داری اٹھالی ہے، اب مجھے کسی بداندیش سے کوئی خطرہ نہیں رہا۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے خطرناک لمحے بھی آئے لیکن محبوب رب العالمین ﷺ نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے کبھی حفاظتی تدابیر کی طرف توجہ نہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور بعد میں کوئی دشمن محبوب رب العالمین کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (2)

"انہوں نے کہا نہیں داخل ہو گا جنت میں کوئی بھی بغیر ان کے جو

1۔ سورۃ المائدہ: 67

2۔ سورۃ البقرہ: 111

یہودی ہیں یا عیسائی۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں، آپ (انہیں) فرمائیے لاؤ کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔"

یہود کو اپنے دین پر بڑا غرور تھا وہ یہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے کہ جنت میں ان یہود و نصاریٰ کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں شرمسار کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (1)

"آپ فرمائیے اگر تمہارے لئے دار آخرت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو کرو موت کی۔ اگر تم سچے ہو۔"

وہ بڑی تمکنت اور وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ دار آخرت کی ساری راحتیں، آسائشیں اور عزت افزائیں صرف ان کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کے اس دعویٰ کی لغویت کو ثابت کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ اس آلام و مصائب سے بھری ہوئی دنیا میں رہنے کے بجائے تم کیوں یہ تمنا نہیں کرتے کہ تمہیں موت آئے اور تم جنت کی ابدی بہاروں کے مزے لوٹنے لگو۔ لیکن کیا مجال کہ وہ اس کی تمنا کریں۔ دنیا کے ساتھ ان کا اتنا قلبی تعلق ہے کہ وہ کسی قیمت پر اس دار المحن کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں ایک اعلان کیا گیا۔

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ (2)

"ہرگز ہرگز وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بسبب اپنے کرتوتوں کے۔"

ان کی کارستانیاں ہر وقت ان کے سامنے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ صرف پلکیں بند ہونے کی دیر ہے، وہ ان کارستانیوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا کہ وہ ہرگز ہرگز یہ تمنا نہیں کریں گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ تمنا کرتے اور مجمع عام میں اپنے مرنے کی دعا مانگتے اور قرآن کریم کی اس پیش گوئی کو باطل ثابت کر کے لوگوں کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام سے برگشتہ کرتے جو ان کی زندگی کی عزیز ترین آرزو تھی لیکن ان کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ یہ تمنا کریں۔ اب تک وہ ایسا نہیں کر سکے

1۔ سورۃ البقرہ: 94۔ 2۔ سورۃ البقرہ: 95

قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ آج تک انہیں نصیب ہوئی نہ قیامت تک نصیب ہو گی۔

حضور سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے اگر وہ ضد میں آکر مرنے کی تمنا کرتے تو جو بھی یہ تمنا کرتا اس کو فوراً موت کی نیند سلا دیا جاتا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ہیں جن میں ان واقعات اور حالات کی نشاندہی کی گئی ہے جو نزول قرآن کے صدیوں بعد رونپذیر ہونے والے تھے۔ ان میں سے جو واقعات ان چودہ صدیوں کے دوران وقوع پذیر ہو چکے ہیں وہ بعینہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئے ہیں جس طرح قرآن کریم نے ان کے بارے میں اطلاع دی تھی اور جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے وہ بھی یقیناً اسی طرح وقوع پذیر ہوں گے جس طرح عالم الغیب والشہادۃ نے اپنی کتاب مقدس میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ (1)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○

اعجاز قرآن کی چوتھی وجہ

بعثت نبوی سے پہلے آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ہزارہا انبیاء و رسل تشریف لائے۔ انہوں نے جن مشکلات میں فریضہ تبلیغ انجام دیا اور ان کی قوموں نے ان کے ساتھ جو غیر انسانی اور بہیمانہ سلوک کیا قرآن کریم نے بڑے مؤثر انداز میں ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ قرآن کریم سے پہلے جو آسمانی کتب نازل ہوئیں ان میں بھی یہ واقعات اور یہ حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جب ہم ان واقعات کو قرآن کریم میں پڑھتے ہیں تو پڑھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اپنے نبی کی اطاعت کا جذبہ اور جادۂ حیات پر اس کے نقوش پا کو اپنا خضر راہ بنانے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب ان واقعات کو سابقہ کتب میں پڑھا جاتا ہے تو ان جذبات کا تو وہاں نام و نشان نہیں ملتا البتہ ان کو پڑھنے والا حیرت زدہ ہو کر اپنے آپ سے پوچھنے لگتا ہے کہ کیا یہ وہ لوگ تھے جن کو نبوت کے اعلیٰ وارفع منصب پر فائز کیا گیا۔ اگرچہ ایسے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف چند واقعات کے بیان پر اکتفا کریں گے۔ اور ان کے

1۔ السیرۃ النبویہ، جلد 3، صفحہ 106

مطالعہ سے قاری پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ قرآن کریم میں انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سابقہ آسمانی کتب سے خوشہ چینی نہیں کی گئی، جس طرح مستشرقین کا خیال ہے، بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان حالات وواقعات کو بیان کر کے اپنے محبوب کے قلب منیر پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں کسی انسان کی کاوش کا سر مو دخل نہیں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ قرآن کریم کسی مؤرخ یا کسی مذہبی فلاسفر کی کاوشوں کا ثمر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے جو اس نے اپنے محبوب پر نازل فرمایا۔ اور اگر یہ واقعات تورات وانجیل سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن میں ذکر کئے جاتے تو ان میں بھی وہ عناصر کلیتہً نہیں تو جزوی طور پر پائے جاتے جن کے پیش نظر نبوت کا مقام رفیع مختلف قسم کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے داغدار نظر آتا ہے۔

پہلے آپ کتاب پیدائش کے باب 19 کی آیات 30 تا 36 کا مطالعہ کریں جس میں اللہ کے ایک نبی حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔

اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ (32)

سو انہوں نے اس رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ (33)

دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ! کل رات میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی اور آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ (34)

سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی۔ چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی اور اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی (35) سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (36) بڑی سے ایک بیٹا ہوا اس نے اُس کا نام موآب رکھا وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔

چھوٹی سے بھی ایک بیٹا ہوا___ اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ کہاں نبوت کا مقام رفیع اور کہاں یہ اخلاقی پستی، اس کے ارتکاب کا خیال آج بھی گھٹیا سے گھٹیا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ سچ ہے کہ یہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا ہی کام تھا کہ انبیاء سابقین کے تقدس اور ان کی عصمت کو بیان کرے تاکہ ان کا دامن ان الزامات سے بالکل پاک اور صاف نظر آئے جو قبیح الزامات ان کے ماننے والوں نے ان پر لگا رکھے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں جس دریدہ دہنی کا مظاہرہ تورات کے باب پیدائش کے مرتبین نے کیا ہے وہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب اس نبی مکرم کے بارے میں قرآن کریم کے ارشادات سنئے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (1)

"ہدایت دی اسماعیل، یسع، یونس اور لوط کو۔ ان سب کو ہم نے فضیلت دی سارے جہان والوں پر۔"

اس آیت میں لوط علیہ السلام کا علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ کئی عظیم القدر انبیاء کے ناموں کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا پھر فرمایا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور ان سب کو جن میں حضرت لوط بھی شامل ہیں، ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

سورہ انبیاء میں پھر اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کا یوں احترام سے ذکر فرماتا ہے۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (2)

"اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور نجات دی اسے اس گاؤں سے جس کے باشندے بہت رذیل کام کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ لوگ

1۔ سورۃ الانعام: 87

2۔ سورۃ الانبیاء: 5-74

بڑے نانہجار اور نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے (لوط) کو داخل کر لیا اپنی حریم رحمت میں بیشک وہ نیکو کاروں میں سے تھا۔"

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت لوط کو جن اعزازات سے نوازا ہے وہ پڑھیے اور اس کے ساتھ تورات میں ان کی عصمت پر جو بدبودار داغ لگائے گئے ہیں ان کو دیکھیے آپ حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔ سورہ الصافات میں اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ نَجَّيْنَٰهُ وَأَهْلَهُۥٓ أَجْمَعِينَ ۝
إِلَّا عَجُوزًا فِى ٱلْغَٰبِرِينَ ۝ (1)

"بیشک لوط بھی پیغمبروں سے ہیں۔ یاد کرو جب بچا لیا ہم نے انہیں اور ان کے سارے اہل خانہ کو۔ بجز ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔"

اب نوح علیہ السلام کے بارے میں تورات کی کتاب پیدائش کی چند آیات کا دل پر ہاتھ رکھ کر مطالعہ کریں۔

آپ کے باپ کا نام لمک تھا۔ جب ان کے باپ کی عمر 182 برس تھی تو آپ کی ولادت ہوئی آپ آدم علیہ السلام کی دسویں پشت سے تھے۔ (کتاب پیدائش باب 5 آیت 28)

اسی کتاب کے چھٹے باب کی آیت 9 میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مرقوم ہے۔

نوح مرد راست باز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا۔ (باب 6 آیت 9)

لیکن اسی راست باز اور بے عیب ہستی کے متعلق تورات کی یہ آیتیں نظر سے گزرتی ہیں تو انسان حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔

(طوفان سے بخیر و عافیت بچ نکلنے کے بعد) نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا، اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔

کیا لوگوں کو پاکبازی اور تقویٰ کی راہ دکھانے والا اور نبوت کے شرف سے مشرف ہو کر آنے والا ایسی مذموم اور گھٹیا حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ کیا اخلاقی لحاظ سے وہ اتنا پست ہو سکتا ہے کہ وہ شراب سے بدمست ہو کر اپنے ڈیرہ میں برہنہ ہو گیا جہاں اس کی بہو بیٹیاں موجود ہوں گی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

1۔ سورۃ الصفت: 33-135

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی نیاز مندانہ دعا، اس کی قبولیت، حضرت یحییٰ کی سیرت اور اخلاق کی جو سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں تفصیلات بیان ہوئیں یہ واقعہ تقریباً انہیں تفصیلات کے ساتھ انجیل لوقا باب اول آیات 5 تا 25 میں مذکور ہے صرف فرق اتنا ہے کہ انجیل میں نیاز وادب میں ڈوبی ہوئی التجا مذکور نہیں جو اس واقعہ کی جان ہے نیز آپ کے سکوت کو قرآن حکیم نے جہاں محض اس خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کی علامت قرار دیا ہے وہاں انجیل میں لکھا ہے کہ بطور سزا اس سے قوت گویائی سلب کر لی گئی تھی چنانچہ اس باب کی آیت 20 ملاحظہ فرمائیں۔

"اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہوئیں تو چپ کا رہے گا اور بول نہ سکے گا اس لئے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔"

تورات کے برعکس قرآن کریم میں جن پاکیزہ کلمات سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت، ان کی سیرت و کردار کی تصویر کشی کی گئی ہے اس کو پڑھ کر آپ کی عظمت کا پورا احساس دل میں نقش ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۗ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (1)

"اے یحییٰ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرما دی ان کو دانائی جبکہ وہ بچے تھے۔ نیز عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جناب سے اور نفس کی پاکیزگی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار تھے اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر اور سرکش نہ تھے اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا۔"

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور اس کی رضا

1۔ سورۂ مریم: 12-15

کے طلب گاروں کیلئے بڑی روشن اور واضح نصیحت ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر آزمائش کی ایسی وادی سے ان کا بھی گزر ہو جہاں قدم قدم پر مصیبتوں کے اژدھا منہ کھولے بیٹھے ہوں۔ جہاں بربادیوں اور ویرانیوں کے روح فرسا سناٹے ہوں تو اپنے رب کریم کا شکوہ نہ شروع کر دیں، اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں بلکہ میرے ایوب کو سامنے رکھیں صبر و استقامت کا دامن تھامے ہوئے قدم آگے بڑھاتے جائیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا کی نوید انہیں بھی سنائی جائے گی۔

اسی واقعہ کو اگر بائبل میں پڑھیں گے تو ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ کی ادنیٰ سی جھلک بھی آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ وہاں آپ کو ایوب نامی ایک ایسے آدمی سے واسطہ پڑے گا جو اپنی پیدائش کے دن پر لعنت بھیج رہا ہے چنانچہ صحیفہ ایوب باب 3 میں ہے۔

اس کے بعد ایوب نے اپنا منہ کھول کر اپنے جنم دن پر لعنت کی اور ایوب کہنے لگا، نابود ہو وہ دن جس دن میں پیدا ہوا اور وہ رات بھی جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا ہوا۔

وہ دن اندھیرا ہو جائے وہ رات بانجھ ہو جائے۔ اس میں خوشی کی کوئی صدا نہ آئے ــــ اس کی شام کے تارے تاریک ہو جائیں۔ (آیات 1 تا 4-7-9)

پھر وہ اپنی پیدائش پر نفرین بھیجتا ہے چنانچہ اسی باب میں ہے۔

میں رحم میں ہی کیوں نہ مر گیا۔ میں نے پیٹ سے نکلتے ہی جان کیوں نہ دے دی یا پوشیدہ اسقاط حمل کی مانند میں وجود میں نہ آتا یا ان بچوں کی مانند جنہوں نے روشنی نہ دیکھی۔ (باب 3 آیت 11-16)

اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اپنے خدا سے شکوہ کرتا ہوا نہیں بلکہ الجھتا ہوا اور جھگڑتا ہوا سنائی دیتا ہے، کہتا ہے۔

اے بنی آدم کے ناظر! اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیرا کیا بگاڑتا ہوں تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا لیا ہے یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہو جاؤں تو میرا گناہ کیوں نہیں معاف کرتا اور میری بدکاری کیوں نہیں دور کرتا۔ (باب 7: آیت 20-21)

آگے بڑھئے باب 10 میں وہی ایوب ہمیں اپنے رب سے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتا ہے۔

میری روح میری زندگی سے بیزار ہے۔ میں اپنا شکوہ خوب دل کھول کر کروں گا۔ میں اپنے

دل کی تلخی میں بولوں گا۔ میں خدا سے کہوں گا مجھے ملزم نہ ٹھہراؤ مجھے بتا کہ تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اندھیر کرے۔ تو میرے خلاف نئے نئے گواہ لاتا ہے اور اپنا قہر مجھ پر بڑھاتا ہے پس تو نے مجھے رحم سے نکالا ہی کیوں۔ میں جان دے دیتا اور کوئی آنکھ مجھے نہ دیکھ پاتی میں ایسا ہوتا کہ گویا تھا ہی نہیں (باب 10۔ آیات 1-2-3-17-18-19)

اب آپ خود انصاف فرمائیے کہ کیا ایسا شخص جو سراپا احتجاج ہے جو اپنے رب پر ظالم ہونے کا الزام لگاتا ہے جو مصائب سے اکتا کر اپنی پیدائش پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا ہے کیا اس کی زندگی یا اس کی سیرت میں کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے لئے ہدایت کا باعث ہو۔

اس کے برعکس قرآن کریم ایوب علیہ السلام کا ذکر ان نورانی کلمات سے کرتا ہے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ (1)

"یاد کرو ایوب کو جب پکارا انہوں نے اپنے رب کو اور عرض کی کہ مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے (میرے حال زار پر بھی رحم فرما) تو ہم نے قبول فرمائی اس کی فریاد اور ہم نے دور فرما دی جو تکلیف انہیں پہنچ رہی تھی۔ اور ہم نے عطا کئے اسے اس کے گھر والے نیز اتنے اور ان کے ساتھ اپنی رحمت خاص سے۔ اور یہ (ذکر ایوب) نصیحت ہے عبادت گزاروں کیلئے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے لیکن قرآن حکیم نے ان کی داستان حیات کو جس انداز میں بیان کیا ہے، اس کی شان ہی نرالی ہے۔ یوں تو قرآن حکیم میں سابقہ انبیاء کرام کی پرنور اور درخشاں زندگیوں کے بیسیوں قصے مذکور ہیں۔ جن کا ہر پہلو رشد و ہدایت کے انوار برسا رہا ہے۔ لیکن "احسن القصص" کے لقب سے صرف یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داستان حیات کو ہی نوازا گیا ہے۔ اس کی وجہ ؟ اس کی وجہ ظاہر

1۔ سورۃ الانبیاء: 84-83

ہے۔ تکمیل انسانیت کی منزل رفیع کی طرف جو راستہ جاتا ہے اس کے سارے پیچ و خم، نشیب و فراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کر دینے والے سنگین مرحلے، منزل سے غافل کر دینے والے حسین و جمیل مناظر، اور دل موہ لینے والی دلچسپیاں، ان سب کو اتنی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی ابہام والتباس کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس جانگداز، کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جس صبر، عزم، توکل، تقویٰ، عالی حوصلگی اور سیر چشمی کی ضرورت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی اتنے دلنشین اور موثر پیرائے میں کیا گیا ہے کہ اگر انسان فطرت سعید اور قلب سلیم کی نعمت سے محروم نہ ہو تو وہ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ وہ طوفانوں سے کھیلتا، بپھری ہوئی لہروں سے آنکھ مچولی کرتا، ہلاکت انگیز گردابوں کا منہ چڑاتا، چٹانوں سے کبھی ٹکراتا، کبھی دامن بچاتا ہوا ساحل مراد کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آپ خود انصاف فرمائیے جس ذات اقدس واطہر کی داستان حیات کا دامن ایسے انمول حقائق سے لبریز ہو اگر اسے احسن القصص نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے اور اگر قرآن اسے احسن القصص نہ کہے تو اور کون کہے؟

حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کا خانوادہ کنعان کے علاقہ میں فروکش ہے ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر تعداد میں بیٹے عطا کئے ہیں جو خوبرو، دراز قامت، تنومند اور بڑے جفاکش ہیں۔ آخری عمر میں حضرت یعقوب کے ہاں ایک فرزند تولد ہوتا ہے جو حسن و رعنائی کا ایسا حسین و جمیل پیکر ہے جس سے حسین تر پیکر چشم فلک نے اس وقت تک دیکھا ہی نہیں۔ جمال صوری کو حسن معنوی نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ حضرت یعقوب اس مرقع دلبری و زیبائی کو دیکھ دیکھ کر پھولے نہیں سماتے۔ یہ طفل جلیل جیسے جیسے زندگی کے مرحلے طے کرتا جا رہا ہے ہونہاری، اور ارجمندی کے آثار ظاہر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ نجابت و شرافت کا رنگ دن بدن نکھرتا جا رہا ہے بڑے بھائیوں کے دل میں حسد کی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔ دس بارہ سال کا سن ہے کہ ایک رات یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ صبح اس کا ذکر اپنے پدر بزرگوار سے کر دیتے ہیں۔ آپ اس خواب کے آئینہ میں اپنے نور نظر کے درخشاں اور تابندہ مستقبل کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

گویا اس خواب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی منزل کا تعین کر دیا ہے۔ پہلے ہی بتا دیا گیا کہ گلشن خلیل کا یہ لالہ رنگین قبا، شرف انسانیت کی جاوداں اور ہر دم جواں عظمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے والا ہے۔

لیکن کیا ان جاودانی عظمتوں کو پا لینے کا راستہ ہموار اور خوشگوار ہے؟ کیا اس پر گلاب کی نرم و نازک پتیاں بچھی ہوئی ہیں جن پر خراماں خراماں گزرتے جانا ہے؟ یا وہ راستہ تیز کانٹوں اور کھردری چٹانوں سے اٹا پڑا ہے اور اس پر چلنے والے کا فرض ہے کہ وہ اپنے خون ناب سے ان کانٹوں اور چٹانوں کو لالے کی سرخی اور گلاب کی مہک بخشے۔ اپنی جواں ہمتی اور اولوالعزمی سے ویرانوں کو فردوس بداماں بناتا ہوا آگے بڑھے۔

قدرت الٰہی کے سامنے تو کچھ مشکل نہیں کہ آن واحد میں گمنامی کی پستیوں سے نکال کر سچی عزت اور حقیقی ناموری کی بلندیوں تک پہنچا دے اور کسی کی پیشانی پر پسینہ کا قطرہ بھی نمودار نہ ہو لیکن سنت الٰہی یوں نہیں۔ نوامیس فطرت کے تقاضے اس کے برعکس ہیں۔

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کُلاہ

مقام یوسفی کی بلندیوں پر للچائی ہوئی نگاہ ڈالنے والے یاد رکھیں کہ اس راہ کا پہلا مرحلہ ہی صبر آزما اور حوصلہ شکن ہے۔ کنواں ہے تنگ، تاریک اور گہرا کنواں۔ بھائیوں کے ہاتھ گلے میں رسہ ڈال رہے ہیں پھر اسی کنوئیں میں لٹکا رہے ہیں۔ جب کنوئیں کی گہرائی نصف رہ جاتی ہے تو اوپر سے رسہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ انجام سے بے نیاز ہونے کی ہمت اور حوصلہ ہے تو آگے بڑھو! فکر مت کرو۔ تمہیں رحمت خداوندی ضائع نہیں ہونے دے گی۔ جب تم گرو گے تو جبرئیل کے نورانی پر تمہیں تھام لینے کے لئے بچھے ہوں گے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے تم کہاں تک صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتے ہو یہ ضرور دیکھا جائے گا۔

پھر مصر کا بازار ہے اور خاندان رسالت کا یہ گل سرسبد غلام کی حیثیت سے وہاں بیچنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ خریدار بولیاں دینے لگے ہیں۔ یوسف جو کل تک اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا اپنی اس تذلیل و رسوائی کو دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے، کسی کو اس راز سے آگاہ نہیں کرتا کہ وہ کون ہے۔ لبوں پر مہر خاموشی ہے۔ آنکھ قدرت الٰہی کے کرشمے دیکھنے میں محو ہے اور دل ہے کہ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اور زبان اپنے

رب کے فیصلہ پر شکوہ سنج کہاں شکر کناں ہے۔ آخر کار بادشاہ کا مدار المہام عزیز مصر سب سے زیادہ بولی دیتا ہے اور یہ نیلامی اس کے حق میں ختم ہوتی ہے۔

اب نہ تاریک کنواں ہے نہ بھائیوں کی سرد مہری اور سرزنشیں ہیں نہ کارواں والوں کی درشتی ہے اور نہ بازار کی رسوائی۔ اب آزمائش ایک نیا روپ اختیار کرتی ہے مصر کے رئیس اعظم اور سلطنت کے مدار المہام کا عظیم الشان قصر ہے جہاں ہر سمت زندگی اپنی ساری رنگینیوں کے ساتھ محو خرام ہے۔ آرام و آسائش اور خورد و نوش کا شاہانہ اہتمام ہے۔ کئی سال عیش و طرب میں ڈوبے ہوئے اس ماحول میں بسر ہوتے ہیں۔ اب کمسن یوسف جوان ہو گیا ہے۔ حسن کی جلوہ سامانیاں محشر بپا کرنے لگی ہیں۔ محل کی جس روش پر چل نکلتے ہیں دل قدموں میں بچھے چلے جاتے ہیں۔ خود عزیز مصر کی بیوی ہزار جان سے نثار ہے لیکن آنکھیں ہیں کہ بار حیا سے اٹھتی ہی نہیں، ہونٹ ہیں کہ ہلتے ہی نہیں۔ آخر کار اس امتحان کی سنگینی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ جب عزیز مصر کی بیوی اپنے خلوت کدہ میں لے گئی اور سارے دروازے بند کر دیئے اور هَيْتَ لَكَ (جلدی کرو اب کیا دیر ہے) کی اشتعال انگیز دعوت دی لیکن یوسف معصوم نے معاذ اللہ، (خدا کی پناہ) کہہ کر اس کی پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر رکھ دیا اور بتا دیا کہ مقام یوسفی پر پہنچنے کا خواب دیکھنے والو! اس راہ میں ایسے پر خطر اور ہوش ربا لمحے بھی آتے ہیں اور مردان پاک یوں دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔

اس گناہ کی پاداش میں کہ تم نے عفت و عصمت کے دامن کو داغدار ہونے سے کیوں بچایا آپ کو جیل کی کوٹھری میں قید کر دیا جاتا ہے۔ نو دس سال اسی اسیری میں گزر جاتے ہیں لیکن نہ دل میں شکوہ ہے اور نہ زبان پر شکایت۔ دل اپنے رب کریم کی محبت سے سرشار ہے۔ اور زبان اس کی توحید و کبریائی کے گیت گا رہی ہے اور کئی بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت دکھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ مصر ایک بھیانک خواب دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے اپنے وزیروں، دربار کے دانشوروں اور کاہنوں کو طلب کرتا ہے۔ سب بے بس ہیں اور اسے خواب پریشان کہنے پر مصر ہیں۔ آخر وہ شخص جس نے قید خانے میں آپ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور اسے صحیح پایا تھا، بادشاہ سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر بتانے کی درخواست کرتا ہے۔ یہاں حضرت یوسف صدیق کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا ایک پہلو

بے نقاب ہوتا ہے۔ نہ تو آپ نے اس شخص کو وعدہ فراموشی کا طعنہ دیا نہ تعبیر بتانے کے لئے اپنی رہائی کا مطالبہ کیا بلکہ خواب کی تعبیر بھی بتادی اور ان سنگین حالات سے عہدہ برآ ہونے کی تدبیر بھی بیان فرمادی۔ گویا آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ آفتاب ہیں، آفتاب بن مانگے نور برساتا ہے اور ہر چشم بینا کو روشن کر دیتا ہے۔

بادشاہ جب آپ کی عظمت کا معترف ہو کر از خود آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کرتا ہے تو فقر غیور اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کرو جس کی پاداش میں مجھے اتنا عرصہ پابند سلاسل رکھا گیا اس کے بعد تمہارے اس حکم کو ماننے یا رد کرنے پر غور ہوگا۔ بادشاہ نے زنان مصر سے تحقیق احوال کے لئے جب باز پرس کی تو نہ صرف زنان مصر نے یک زبان ہو کر آپ کی پاکدامنی کی شہادت دی بلکہ عزیز مصر کی بیگم نے جو بہتان تراشنے اور قید کرانے میں پیش پیش تھی برملا کہہ دیا اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ آج حق عیاں ہو گیا قصور وار میں تھی۔ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہوں۔ وہ معصوم ہے۔ اس کی چشم باحیا کی قسم! اس کا دامن عصمت ہر داغ سے پاک ہے۔

یوں وہ نبی جس نے اپنے رب کریم کو راضی کرنے کے لیے مصر کے کوچہ و بازار میں اپنے آپ کو بدنام کرنے کا جرات مندانہ اقدام کیا تھا آج جب زندان مصر سے قدم باہر رکھتا ہے تو دوست دشمن اس کی سیرت کی پاکی، اس کے اخلاق کی بلندی، اور اس کے کردار کی پختگی کو دل و جان سے تسلیم کر رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کی عظمت شان اس طرح بھی آشکارا ہو رہی ہے لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ آپ حضرت یوسف کی جلالت مرتبت کا اندازہ لگانا چاہیں تو وہ جملہ غور سے سنئے جو اس وقت ان کے دل کی گہرائیوں سے نکل کر آہستہ آہستہ زبان پر آرہا ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (1)

"مجھے اپنی پاک دامنی کا دعویٰ نہیں نفس کا کام ہی برائی کا حکم دینا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ بیشک میرا پروردگار غفور رحیم ہے"

سبحان اللہ کیا شان ہے۔ اس تواضع کی اور تمکنت اور وقار ہے اس انکسار میں!

1۔ سورۂ یوسف: 53

مورخین کے بیان کے مطابق مصر پر اس وقت پندرھویں خاندان کی حکومت تھی جو تاریخ میں چرواہے بادشاہوں (Shepherd Kings or Hyksos Kings) کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت یوسف کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا اس کا نام اپوفس (Apophis) بتایا جاتا ہے۔ اسی کے عہد میں مصر اپنی تاریخ کے طویل اور بدترین قحط سے دوچار ہوا بادشاہ نے ان بگڑے ہوئے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے حضرت یوسف کو مکمل اختیارات دے دیئے اور آپ نے کسی ہچکچاہٹ اور تذبذب کے بغیر اس سنگین ذمہ داری کو قبول فرمایا۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ

جب قحط پڑا تو آپ نے اپنے غذائی ذخیروں کے منہ کھول دیئے صرف اہل مصر ہی آپ کی حسن تدبیر سے قحط کی ہلاکت انگیزیوں سے محفوظ نہیں رہے بلکہ گردونواح کے ضرورت مند بھی جب حاضر ہوتے تو انہیں محروم واپس نہ لوٹایا جاتا یہاں تک کہ آپ کے جود و سخا کا چرچا کنعان تک جا پہنچا اور فرزندان یعقوب علیہ السلام طلب خوراک کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن جتایا تک نہیں۔ ان کے اونٹوں کو بھی لاد دیا اور جو قیمت انہوں نے ادا کی وہ بھی چپکے سے ان کی خرجیوں میں رکھ دی اور فرمائش کی کہ دوبارہ آئیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی لیتے آئیں۔ وہ دوبارہ آئے پھر انہیں اپنی داد و دہش سے مالا مال کر دیا لیکن راز سے پردہ نہ اٹھایا۔ تیسری مرتبہ جب آئے تو اب وہ گھڑی آ پہنچی تھی کہ آپ اپنا تعارف کرا دیں۔ جس انداز سے آپ نے اپنا تعارف کرایا وہ صرف آپ کو ہی زیبا ہے اور یہی باتیں آپ کی شان یوسفی کو چار چاند لگانے کا باعث بنتی ہیں۔ فرمایا هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ کیا تمہیں یاد ہے جو سلوک تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا (مبادا وہ حقیقت سے پردہ اٹھنے کے باعث شرمندگی محسوس کریں) اس لئے فوراً فرما دیا إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ یعنی اس وقت تم ناواقف اور بے خبر تھے۔ ساتھ ہی ان کے اس ظالمانہ رویہ کی خود ہی معذرت پیش کر دی اور انہیں یقین بھی دلایا کہ وہ مطمئن رہیں ان سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ بھائی حیرت سے منہ تک رہے ہیں اس وقت بھی آپ کے دل میں نخوت کا کوئی جذبہ بیدار نہیں ہوا بلکہ فرما دیا۔ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا بیشک ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ لطف و احسان فرمایا ہے۔ کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا لیکن اپنے پیغمبرانہ تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس حقیقت کو بھی عیاں کر دیا کہ ایسے لطف و احسان

سے بہرہ ور ہونے کا طریقہ کیا ہے فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○

"بیشک جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

کیا بات ہے قدم قدم پر حقائق کے موتی لٹاتے ہوئے معارف کے گلستان اگاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تقویٰ اور صبر اختیار کیا اس لئے ان احسانات کا مستحق قرار پایا کیونکہ اس میں غرور وادعا کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے اور یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو سکتی تھی کہ یہ صرف آپ کی ذات والا صفات کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ فرمایا مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ جو بھی تقویٰ کا لباس پہن کر صبر کی قندیل روشن کر کے آگے بڑھے گا رحمت خداوندی اس کی مخلصانہ جدوجہد پر اپنی قبولیت کے پھول نثار کرتی جائے گی۔ آئے جس میں ہمت ہے خود تجربہ کر کے دیکھ لے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

ہجر و فراق کی طویل رات سحر آشنا ہو رہی ہے۔ وہ روز سعید طلوع ہو رہا ہے جب بچھڑے ہوئے والدین اپنے نور نظر سے ملنے کے لئے مصر پہنچ رہے ہیں۔ حضرت یوسف ان کی پیشوائی کے لئے بڑے کروفر سے آگے جاتے ہیں۔ بڑی عزت و تکریم سے ان کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں تخت پر بٹھاتے ہیں۔ اس وقت گیارہ بھائی اور والدین حضرت یوسف کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں، حضرت کی زبان سے نکلتا ہے يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ اے پدر مکرم یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اس تعبیر کو بروئے کار لانے میں میرا کوئی کمال نہیں محض میرے پروردگار کی بندہ نوازی ہے۔ یہاں ان مشکلات کا مختصر ذکر بھی کر دیا تاکہ لطفِ راحت میں اضافہ ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں دامن طلب پھیلاتے اور وہ چیز مانگتے ہیں جس کے مانگنے کے بعد دل کی ساری حسرتیں اور سارے ارمان پورے ہو جاتے ہیں اور آپ کا عقاب ہمت جواب تک بلندیوں کی طرف پر کشا رہا ہے اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے عرض کی۔

فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ○

"اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں
اور آخرت میں مجھے وفات دے در آنحالیکہ میں مسلمان ہوں اور ملا
دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ۔"

گویا شمع ایمان کو فروزاں کر کے اس دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی سنگت میں شامل ہو جانا یہی منزل یوسف ہے۔

جو خواب آپ نے بچپن میں دیکھا وہ سچا خواب تھا اسے ضرور پورا ہونا تھا اور وہ پورا ہوا لیکن خواب دیکھنے والے کو تکمیل کی منزل تک پہنچنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا وہ آپ کی اقتدا کرنے والوں کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے چاہئیں۔ ہمت، صبر، توکل اور رحمت خداوندی کی دستگیری سے ہی انسان اس رفیع منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

یورپ کے مستشرقین قرآن کریم پر جہاں دوسرے بے سروپا اعتراضات کرتے ہیں وہاں بڑی شد و مد سے یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو واقعات مذکور ہیں وہ وحی ربانی نہیں بلکہ پیغمبر اسلام نے علماء اہل کتاب سے انہیں سنا اور پھر قرآن میں درج کر دیا۔ اس الزام کی لغویت ثابت کرنے کے لئے ہمیں کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں اگر آپ تورات و انجیل میں بیان کردہ قصص کا موازنہ قرآن کریم میں مذکورہ واقعات سے کریں گے تو حقیقت خود بخود اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہی لیجئے قرآن کریم نے اس واقعہ کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے وہ کس قدر سبق آموز، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔ ہر آیت روشنی کا ایک بلند مینار ہے جس کی تابانی سے تکمیل انسانیت کا راستہ جگمگا رہا ہے۔ قدم قدم پر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی جلالت شان کے آثار دکھائی دیتے ہیں اسے پڑھ کر کامیاب و کامران زندگی گزارنے کا شوق دل میں انگڑائیاں لینے لگتا ہے لیکن یہی قصہ جب ہم تورات میں پڑھتے ہیں تو ہمیں ایک عام آدمی کی روکھی پھیکی داستان حیات معلوم ہوتی ہے جو ہر قسم کی جاذبیت اور کشش سے یکسر خالی ہے۔

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے تورات کی کتاب پیدائش کے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ ان کا مقابلہ آپ آیات قرآنی سے کیجئے۔ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس واقعہ کا ماخذ تورات نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے۔ اسی لئے اس کا ہر جملہ حکمت و دانش کا وہ آئینہ ہے جس میں

زندگی کی حقیقتیں بے نقاب نظر آ رہی ہیں۔

حضرت یوسف کا تعارف یوں کرایا جا رہا ہے:۔

یہ لڑکا اپنے باپ کی بیویوں بلہا اور زلفہ کے بیٹوں کے ساتھ رہتا تھا اور وہ ان کے برے کاموں کی خبر باپ تک پہنچا دیتا تھا۔ (کتاب پیدائش: باب 37۔ آیت 2) یعنی یوسف کا کام چغلی کھانا تھا۔

آپ نے جب اپنا خواب اپنے والد محترم کو بتایا تو انہوں نے سن کر جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو:۔

"تب اس کے باپ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب کیا ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے۔"

(باب 37 آیت 11)

اس کے بعد سورہ یوسف کی آیات چار، پانچ چھ بھی تلاوت فرمائیے۔

یوسف کے بھائی آپ کو ٹھکانے لگا کر جب بکرے کے خون سے آپ کی قبا کو آلودہ کر کے لے آئے تو حضرت یعقوب کا رد عمل کیا تھا۔

"پھر انہوں نے یوسف کی قبا لے کر اور ایک بکرا ذبح کر کے اسے اس کے خون میں تر کیا...... سو وہ اسے ان کے باپ کے پاس لے آئے اور کہا کہ ہم کو یہ چیز پڑی ملی۔ اب تو پہچان کہ یہ تیرے بیٹے کی قبا ہے یا نہیں اور اس نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو میرے بیٹے کی قبا ہے۔ کوئی بڑا درندہ اسے کھا گیا ہے۔ یوسف بیشک پھاڑا گیا۔ تب یعقوب نے اپنا پیراہن چاک کیا اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لئے ماتم کرتا رہا۔"

(باب 37 آیات 34-33-32)

اس کے بعد سورہ یوسف کی آیات سولہ، سترہ، اٹھارہ ملاحظہ فرمائیے۔

جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی سے دامن چھڑا کر بھاگے اور راستہ میں عزیز مصر سے مٹھ بھیڑ ہوئی تو زلیخا نے جو الزام لگایا اور اسی کے خاندان کے ایک گواہ نے جس طرح آپ کی برات ثابت کی یہاں تک کہ عزیز کو بھی اپنی بیوی سے یہ کہنا پڑا، اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ (بلا شبہ تو ہی خطاکار ہے) قرآن حکیم نے اس کو جس انداز میں بیان کیا ہے، وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی واقعہ کو تورات کی زبان سے سنئے۔

"جب اس کے آقا نے اپنی بیوی کی وہ باتیں جو اس نے اس سے کہیں سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا غضب بھڑکا۔
اور یوسف کے آقا نے اس کو لے کر قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے۔ ڈال دیا۔ سو وہ وہاں قید خانہ میں رہا۔" (باب 39: آیات 29-20)

قید خانہ میں آپ کے نظر بند کیے جانے اور بادشاہ کے ساقی اور باورچی کے خواب بیان کرنے کا تو ذکر ہے لیکن اس دعوت توحید کی طرف اشارہ تک بھی نہیں جس سے زندان مصر کی تاریک فضا نور توحید سے جگمگا اٹھی تھی۔

جب بادشاہ مصر نے وہ بھیانک خواب دیکھا جس کی تعبیر کاہن اور دانشور نہ بتا سکے تو اس نے اپنے ساقی کو قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا اس وقت آپ نے جس سیر چشمی اور غیرت کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل آپ سورہ یوسف کی آیات 45 تا 52 میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ اب یہاں بھی پڑھیے۔ فرق خود ہی واضح ہو جائے گا۔

"تب فرعون نے یوسف کو بلوا بھیجا۔ سو انہوں نے جلد سے اسے قید خانہ سے باہر نکالا اور اس نے حجامت بنوائی اور کپڑے بدل کر فرعون کے سامنے آیا۔" (باب 41۔ آیت 14)

بھائی جب پہلی بار آپ کے پاس آئے تو ان کی آمد کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
"سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سر زمین پر ٹیک کر اس کے حضور آداب بجالائے۔"
(باب 42۔ آیت 6)

پھر آپ ان پر جاسوسی کا غلط الزام لگاتے ہیں۔
"یوسف نے تو اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا پر انہوں نے اسے نہ پہچانا اور یوسف ...... ان سے کہنے لگا کہ تم جاسوس ہو کے آئے ہو کہ اس ملک کی بری حالت دریافت کرو۔
(باب 42۔ آیت 8-9)

بھائی اس الزام سے اپنی برات ثابت کرتے ہیں لیکن آپ پھر انہیں کہتے ہیں۔
"تب یوسف نے ان سے کہا۔ میں تو تم سے کہہ چکا کہ تم جاسوس ہو سو تمہاری آزمائش اس طرح کی جائے گی کہ فرعون کی حیات کی قسم تم یہاں سے جانے نہ پاؤ گے جب تک تمہارا سب سے چھوٹا بھائی یہاں نہ آجائے ...... ورنہ فرعون کی حیات کی قسم، تم ضرور ہی جاسوس ہو۔ اور اس نے ان سب کو تین دن تک اکٹھے نظر بند رکھا۔ (باب 42۔ آیت 17-16-15-14)

حضرت یوسف کے پیراہن بھیجنے اور حضرت یعقوب کے یوسف کی خوشبو سونگھنے کا تورات میں ذکر تک بھی نہیں۔

جب مصر قحط میں مبتلا ہو گیا، زرخیز زمینیں بنجر بن گئیں، جہاں کبھی سرسبز و شاداب کھیت لہلہایا کرتے تھے وہاں خاک اڑنے لگی اور مصری قحط کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگے تو تورات کے بیان کے مطابق حضرت یوسف نے جو سلوک اپنی رعایا سے کیا وہ منصب نبوت تو کجا کسی رحم دل انسان کے شایان شان بھی نہیں بلکہ وہ ایک سنگدل اور بے رحم بنیے کا سلوک ہے۔ چنانچہ پہلے سال ہی غلہ اتنی گراں قیمت پر فروخت کیا گیا کہ قوم کی ساری پونجی ختم ہو گئی۔ دوسرے سال جب وہ غلہ کا مطالبہ کرنے کے لئے آئے تو ان کے سارے مویشی لے لئے گئے۔ تیسرے سال جب فاقہ کشیوں سے مجبور ہو کر یوسف کے پاس آتے ہیں تو یوسف اس شرط پر انہیں غلہ دینے پر رضا مند ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی ساری زمینوں کو فرعون کے نام پر فروخت کر دیں تورات کا بیان ملاحظہ ہو۔

"اور اس سارے ملک میں کھانے کو کچھ نہ رہا۔ کیونکہ کال ایسا سخت تھا کہ ملک مصر اور ملک کنعان دونوں کال کے سبب سے تباہ ہو گئے تھے اور جتنا روپیہ ملک مصر اور ملک کنعان میں تھا وہ سب یوسف نے اس غلہ کے بدلے جسے لوگ خریدتے تھے لے کر جمع کر لیا اور سب روپے کو اس نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا۔" (باب 47۔ آیت 13-14)

دوسرے سال جب غلہ لینے آئے تو انہوں نے کہا۔

"تو مصری یوسف کے پاس آ کر کہنے لگے۔ ہم کو اناج دے کیونکہ روپیہ تو ہمارے پاس رہا نہیں۔ ہم تیرے ہوتے ہوئے کیوں مریں۔ یوسف نے کہا اگر روپیہ نہیں ہے تو اپنے چوپائے دو اور میں تمہارے چوپایوں کے بدلے تم کو اناج دونگا۔ (آیت 15-16)

چنانچہ انہوں نے سارے مویشی یوسف کو دے کر غلہ لیا اور سال گزارا۔ تیسرے سال وہ پھر غلہ کی طلب میں حاضر ہوئے تو ان کی بے بسی اور خستہ حالی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے غلہ لینے کے معاوضہ میں اپنے آپ کو اور اپنی زرعی زمینوں کو فروخت کرنے کی پیش کش کر دی اور یوسف کو ذرا رحم نہ آیا اس نے بڑی خوشی سے ان کی پیش کش کو قبول کیا اور فرعون کے نام پر انہیں بھی اور ان کی زمینوں کو بھی خرید لیا۔ تورات میں ہے :۔

"سو تو ہم کو اور ہماری زمین کو اناج کے بدلے خرید لے کہ ہم فرعون کے غلام بن

جائیں!اور ہماری زمین کا مالک بھی وہی ہو جائے اور ہم کو بیج دے تاکہ ہم ہلاک نہ ہوں بلکہ زندہ رہیں اور ملک بھی ویران نہ ہو اور یوسف نے مصر کی ساری زمین فرعون کے نام پر خرید لی۔ کیونکہ کال سے تنگ آکر مصریوں میں سے ہر شخص نے اپنا کھیت بیچ ڈالا۔ سو ساری زمین فرعون کی ہو گئی۔" (باب 47۔ آیت 19-20)

"تب یوسف نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دیکھو میں نے آج کے دن تم کو اور تمہاری زمین کو فرعون کے نام پر خرید لیا ہے سو تم اپنے لئے یہاں سے بیج لو اور کھیت بو ڈالو۔"

(باب 47۔ آیت 23)

یہ ہے سیرت یوسفی کا وہ خاکہ جو تورات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا موازنہ قرآن کریم سے کیجئے۔ آپ اگر انصاف اور حق طلبی کے جذبہ سے یکسر محروم نہیں کر دیئے گئے تو مستشرقین کے اس اعتراض کی لغویت اور بیہودگی آپ کے سامنے عیاں ہو جائے گی اور آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہادی برحق، پیغمبر اسلام علیہ اطیب التحیۃ واز کی السلام نے ان واقعات کو اہل کتاب سے سن کر بیان نہیں کیا، بلکہ براہ راست اللہ رب العالمین سے سنا اور لوگوں کو سنایا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

دیگر وجوہ اعجاز

ان بنیادی چار وجوہ کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں جن کے باعث قرآن کریم معجزہ ہے اور کوئی دوسرا کلام اس کے ساتھ ان امور میں ہمسری کا دم نہیں بھر سکتا۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

قرآن کریم کی ہیبت و جلال

جو سننے والے اور پڑھنے والے پر طاری ہو جاتا ہے۔ اس کلام میں جو ہیبت و جلال ہے وہ دنیا کے کسی اور کلام میں نہیں پایا جاتا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

"وہ لوگ جن کے دلوں میں خوف خدا ہے وہ جب اس کلام مقدس کی

آیات کو سنتے ہیں تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے پھر ان کے دل سوز و گداز سے معمور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بصد شوق مائل ہو جاتے ہیں۔"

آپ نے یہ ایمان افروز منظر کئی بار دیکھا ہو گا کہ جب کسی محفل میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو کئی لوگ زارو قطار رونے لگتے ہیں اور بعض پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس ہیبت و جلال کا اثر ہے جو اس کلام مقدس کا خاصہ ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بدر کے اسیران جنگ کے بارے میں گفتگو کرنے کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مغرب کی نماز پڑھی جا رہی تھی۔ رحمت دو عالم ﷺ امامت کر رہے تھے اور سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت جبیر بتاتے ہیں۔
کہ جب میں نے یہ آیتیں سنیں۔

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝

"قسم ہے کوہ طور کی اور کتاب کی جو لکھی گئی ہے کھلے ورق پر"

یہ آیتیں سن کر مجھ پر حیرت اور دہشت طاری ہو گئی۔
اور جب میں نے سرور انبیاء کو یہ آیتیں پڑھتے ہوئے سنا۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ

"یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اور اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔"

تو مجھ میں کھڑا رہنے کی تاب نہ رہی۔ میں بیٹھ گیا اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ ابھی عذاب الٰہی کی بجلی کوندے گی اور مجھے جلا کر خاکستر کر دے گی۔
پھر حضور نے یہ آیات پڑھیں۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

"جس روز آسمان بری طرح تھر تھرا رہا ہو گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر تیزی سے چلنے لگیں گے، پس بربادی ہو گی اس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔"

یہ سن کر مجھ پر شدید خوف ودہشت طاری ہو گئی اور جب حضور نے یہ آیات تلاوت کیں۔

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ

"کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے ہر چیز پر تسلط جمالیا ہے۔"

یہ آیات سننے سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا دل میرے سینے کو چیر کر باہر نکلا جاتا ہے۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مرشد برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کر لی۔ (1)

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کی جتنی بار تلاوت کی جائے، ایک ایک آیت کو بار بار دہرایا جائے، قاری اس سے اکتا نہیں جاتا۔ جتنی بار اس کی تلاوت کی جائے پڑھنے والے کو نیا سرور اور نیا لطف محسوس ہوتا ہے۔ نہ اس کا پڑھنے والا اکتاتا ہے نہ اس کا سننے والا تھکتا ہے۔ وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت میں عالمی شہرت کے حامل ہیں ان کے کلام کو جب پہلی بار سنا جاتا ہے تو خاص کیف و سرور حاصل ہوتا ہے لیکن جب اسے کثرت سے دہرایا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کیفیت و سرور میں کمی آنی شروع ہوتی ہے اور ایک وقت وہ آتا ہے کہ انسان اس کے پڑھنے اور سننے سے اکتا جاتا ہے لیکن اس فرقان حمید کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ سینکڑوں، ہزاروں بار اس کی آیات کی تلاوت کریں ہر بار کیف و نشاط کی ایک نئی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اقدس سے قرآن کریم کی نادر خصوصیات سے یوں پردہ اٹھایا ہے، فرمایا۔

اَلْقُرْاٰنُ لَا يَخْلُقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِیْ عِبْرَةٌ وَلَا تَفْنٰى عَجَائِبُهٗ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَهُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ حِيْنَ سَمِعَتْهُ اَنْ قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ۔ (2)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 111

2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 390

"کہ قرآن کو جتنی بار پڑھا جائے یہ پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے پند و مواعظ ختم نہیں ہوتے۔ اس کے عجائب فنا نہیں ہوتے۔ حق و باطل میں یہ ایک فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، یہ مذاق نہیں ہے۔ علماء اس سے سیر نہیں ہوتے اور اس کی برکت سے خواہشات نفسانی میں کجی پیدا نہیں ہوتی۔ زبان سے تلفظ کرتے وقت کسی اور کلام کے ساتھ التباس پیدا نہیں ہوتا۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جب جنات نے اسے سنا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ آج ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے۔ جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔"

ایک دوسرے ارشاد میں سرکار دو عالم ﷺ نے اس کتاب کی فیوض و برکات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ مَنْ خَاصَمَ بِهٖ فَلَجَ مَنْ قَسَمَ بِهٖ اَقْسَطَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ مَنْ تَمَسَّكَ بِهٖ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ مَنْ طَلَبَ الْهُدٰى مِنْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ۔ وَمَنْ حَكَمَ بِغَيْرِهٖ قَصَمَهُ اللّٰهُ۔ هُوَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ وَحَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ نَجَاةٌ لِّمَنِ اتَّبَعَ لَا يَعْوَجُّ فَيُقَوَّمَ وَلَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ لَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهٗ وَلَا يَخْلُقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ (1)

جو اس کے ساتھ گفتگو کرتا ہے وہ سچا ہے۔ جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عادل ہے۔ جو اس کے ساتھ مخاصمت کرتا ہے وہ کامیاب ہے۔ جو اس کے مطابق تقسیم کرتا ہے وہ انصاف کرتا ہے۔ جو اس کے مطابق عمل کرتا ہے اسے اجر دیا جاتا ہے۔ جو اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اسے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ جو شخص قرآن کے بغیر کسی اور جگہ سے ہدایت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ جو شخص احکام قرآنی کے بغیر کسی اور حکم کو نافذ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی گردن توڑ دیتا ہے۔ قرآن کریم ہی ذکر حکیم ہے، یہی نور

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 392

مبین ہے۔ یہی راہ راست ہے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ نفع دینے والی نصیحت ہے۔ جو اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اسے وہ گناہوں اور غلطیوں سے بچالیتا ہے۔ جو اس کی پیروی کرتا ہے اسے نجات مل جاتی ہے۔ اس میں کجی نہیں ہے تاکہ اس کو درست کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ وہ حق سے بھٹکتا نہیں اس لئے اسے ملامت کرنے اور عتاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے معانی کے عجائب و لطائف ختم نہیں ہوتے اور بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا۔

حدیث قدسی ملاحظہ فرمائیے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنِّي مُنَزِّلٌ عَلَيْكَ تَوْرَاةً حَدِيثَةً تَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا فِيهَا يَنَابِيعُ الْعِلْمِ وَ فَهْمُ الْحِكْمَةِ وَرَبِيعُ الْقُلُوبِ (1)

"میں آپ پر ایک جدید تورات نازل کرنے والا ہوں۔ اس کے ذریعہ آپ اندھی آنکھوں کو بینا کر دیں گے اور بہرے کانوں کو شنوا کر دیں گے۔ اور غفلت کے غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو بیدار کر دیں گے اس میں علم کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اور یہ حکمت کا مفہوم بتاتی ہے۔ اس کی وجہ سے دلوں کی بہار ہے۔"

اللہ تعالیٰ اس صحیفہ مقدسہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ○ (2)

"یہ قرآن ایک بیان ہے لوگوں کے سمجھانے کیلئے اور سراپا ہدایت ہے اور نصیحت ہے پرہیز گاروں کے واسطے۔"

(3) قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں ایک یہ امر ہے کہ اس میں دلیل اور مدلول بیک وقت جمع ہوتے ہیں۔ اس کی عبارت، بڑی دلکش ہے۔ اس کے ساتھ اس میں ایجاز اور بلاغت ہے۔

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 393

2۔ سورۂ آل عمران: 138

بیک وقت اس میں امر بھی ہے نہی بھی۔ دھمکی بھی ہے اور وعدہ بھی۔ جو اس کی تلاوت کرتا ہے وہ ان تمام امور کو جانتا ہے۔ اس کا انداز یہاں بڑا منفرد ہے نہ اسے نثر کہا جا سکتا ہے اور نہ اس کو نظم کہا جا سکتا ہے۔

(4) قرآن کی وجوہ اعجاز میں ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس کو یاد کرنا آسان ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

"ہم نے یاد کرنے کیلئے اس قرآن کریم کو آسان بنادیا ہے۔"

دیگر اقوام عالم کے پاس بھی ان کے مذہبی صحائف ہیں، تورات انجیل زبور وغیرہ۔ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں لیکن آج تک ان میں ایک آدمی بھی پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے آسمانی صحیفہ کو یاد کیا ہو۔ ادھر امت مسلمہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں ایسے خوش نصیب ہیں جن کے سینے اس کتاب مقدس کے گنجینے ہیں۔ آٹھ دس سال کی عمر کا بچہ اس کا حافظ بن جاتا ہے۔ ساری عمر اس کی تلاوت سے مستفید ہوتا رہتا ہے اور اس کی برکتوں سے مالامال ہوتا رہتا ہے۔ وہ قومیں جو اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ کہتی ہیں، جہاں شرح خواندگی سو فیصد ہے ان میں بلا کے ذہین وفطین اور قوی حافظہ والے آدمیوں کی کمی نہیں، ان تمام امور کے باوجود ان میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں پایا جاتا جو اپنی آسمانی کتاب کا حافظ ہو۔ یہ شرف صرف اس صحیفہ ربانی کو حاصل ہے کہ عرب تو رہے عرب، عجمی جن کی مادری زبانیں عربی زبان کے ساتھ دور کی مناسبت بھی نہیں رکھتیں، ان میں بھی بکثرت حفاظ پائے جاتے ہیں۔

(5) اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی ایک سورت میں مختلف قسم کے احکام اور امور کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ خبر بھی ہے، استخبار بھی۔ وعدہ بھی ہے وعید بھی، توحید خداوندی کو ثابت کرنے کیلئے عقلی اور تکوینی براہین موجود ہیں۔ نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل موجود ہیں۔ اس میں ترغیب بھی ہے ترہیب بھی۔ ان مختلف مضامین کو بیان کرنے کے باوجود اس کلام میں کوئی انقطاع نہیں۔ (1)

قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں سے متعدد وجوہات آپ کی خدمت میں پیش کی جاچکی

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 395

ہیں آخر میں قرآن کے وجوہ اعجاز میں سے ایک اہم ترین وجہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں، جس کے مطالعہ سے آپ کو اس امر کے بارے میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ رب العرش العظیم کا کلام ہے جو اس نے اپنے محبوب مکرم اور رسول معظم خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ساری کائنات کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا۔

قرآن کریم کی آیات طیبات میں ایسے ایسے علوم و معارف جمع کر دیئے گئے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کسی عالم یا کسی حکیم، کسی سائنس دان اور کسی فلسفی کو ان کی خبر تک نہ تھی۔ سائنسی تحقیقات، ایجادات اور انکشافات کا کاروان چودہ صدیاں رواں دواں رہنے کے بعد آج بمشکل ان قرآنی علوم و معارف کو سمجھنے کے قابل ہوا ہے۔

ہم آپ کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات پیش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ جو سائنسی علوم ان آیات بینات میں ہیں ان سے آپ کو آگاہ کریں۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝ (1)

"اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے۔ دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں، جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے، ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کیلئے۔"

دودھ دینے والے مویشی، بھینس، گائیں، بکریاں وغیرہ جو خوراک کھاتی ہیں آخر کار انہیں سے دودھ بنتا ہے لیکن جب وہ دودھ بنتا ہے تو اس میں نہ اس خوراک کی رنگت ہوتی ہے نہ ذائقہ ہوتا ہے اور نہ بو ہوتی ہے۔ یہ عمل کس طرح رونپذیر ہوتا ہے قرآن کریم نے اس آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔ اور جس حقیقت سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا ہے نزول قرآن سے پہلے کوئی عالم، کوئی طبیب، کوئی حکیم اس سے آگاہ نہ تھا۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قرآن کریم نے دودھ کو ان غذاؤں سے کس طرح نکال کر انسان کیلئے ایک لذیذ مشروب بنادیا ہے۔

اس آیت میں دودھ کو فلٹر کرنے کے سارے مرحلے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مرحلہ

1۔ سورۃ النحل: 66

اس وقت شروع ہوتا ہے جب خوراک معدہ میں جاتی ہے۔ اس کے ہضم ہونے کے بعد اس کا مائع حصہ جس سے دودھ بنتا ہے وہ آنتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ دوسرا مرحلہ: ان آنتوں میں حکمت الٰہی سے چھوٹے چھوٹے بال اگے ہوئے ہیں وہ اس غذائی مواد کو چوستے ہیں اور چوس کر خون میں ملا دیتے ہیں۔ فضلات کا حصہ آنتوں میں رہ جاتا ہے جسے وہ باہر پھینک دیتی ہیں۔ تیسرا مرحلہ: جو مواد آنتوں نے چوس کر خون میں ملایا تھا اس کی صفائی کیلئے غدود لینہ اپنا کام کرتی ہیں۔ اس میں سے جو خون کے ذرات ہیں ان کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں سے کچھ مواد اس مویشی کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے اور بقیہ مواد کو ان فلٹروں سے چھانا جاتا ہے۔ اس کے بعد خالص دودھ بن کر اس مویشی کی کھیری میں چلا جاتا ہے۔
اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب اس فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے انسان کی راہنمائی کیلئے نازل کی ہے جو اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا بنانے والا ہے اور اس کے تمام مختلف اعضاء اور غدودوں کی کارکردگیوں سے آگاہ ہے۔"

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (1)

"اور جس (خوش نصیب) کیلئے ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے اور جس (بد نصیب) کیلئے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، جس طرح وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف۔"

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر شخص کیلئے ورثہ میں ملے ہوئے مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے دین حق کی دعوت کو قبول کرنا آسان کام نہیں۔ صرف وہ شخص حق کو خوشی سے قبول کرتا ہے جس کے سینہ کو حق تعالیٰ حق قبول کرنے کیلئے منشرح کر دیتا ہے۔
اور جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ منشرح نہ کرے، جب اسے دعوت حق دی جاتی ہے تو وہ اپنے دل میں ایسی گھٹن اور انقباض محسوس کرتا ہے جیسے اسے آسمان کی بلندیوں کی طرف چڑھنے کیلئے مجبور کیا جا رہا ہو۔ اس کا سانس پھول جاتا ہے۔ وہ سانس لینے میں بڑی دقت محسوس کرتا

1۔ سورۃ الانعام: 125

ہے۔ اس وقت جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہوتا ہے اس کی تشریح اس تمثیل سے کی گئی ہے کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمثیل مناسب نہیں۔ جب کوئی شخص آسمان کی بلندیوں کی طرف مصروف پرواز ہوتا ہے تو اس کو گھٹن نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہاں کی فضا تو ایسی ہے کہ وہ ماحولیاتی آلودگیوں اور آسائشوں سے پاک اور منزہ ہوتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس پاکیزہ فضا میں سانس لینا آسان ہی نہ ہو بلکہ نشاط آور بھی ہو۔

قرآن کریم نازل کرنے والا پروردگار قیامت تک آنے والے انکشافات، تحقیقات اور ایجادات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جس حقیقت کو انسانی علم آج سمجھ سکا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ آج انسانی تحقیقات اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ اگرچہ سانس ہوا میں لیا جاتا ہے لیکن وہی ہوا سانس لینے کے قابل ہے جس میں ایک مخصوص مقدار تک آکسیجن پائی جاتی ہو اور جس وقت انسان بلندیوں کی طرف پیش قدمی کرتا ہے تو جتنی بلندی زیادہ ہوتی جائے گی اتنی ہی آکسیجن کی مقدار ہوا میں کم ہوتی جاتی ہے اور جہاں ہوا میں آکسیجن بالکل ختم ہو جائے وہاں سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔

جب یہ حقیقتیں منکشف ہو چکی ہیں تو اس وقت اس آیت کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے اور اس تمثیل کی موزونیت واضح ہو گئی ہے۔ جو انسان آسمان کی طرف عروج کرے گا بلندی جتنی بڑھتی جائے گی ہوا میں آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جائے گی اور جس وقت وہ اس بلندی پر پہنچے گا جہاں ہوا میں آکسیجن برائے نام ہو اس وقت سانس پھولنے سے جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہو گا اس کی شدت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس مصیبت سے دوچار ہوا ہو۔

کیونکہ اس موقع پر انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے، سانس اکھڑ جاتی ہے، اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور اس پر بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بس یہی حال اس بدنصیب کا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ کی عنایات نے نظر انداز کر دیا ہو اور وہ اپنے موروثی عقائد سے چمٹے رہنے پر اس وقت مصر ہو جب کہ مخالف ہواؤں کے تھپیڑے اسے ان سے دستبردار ہونے کیلئے مجبور کر رہے ہوں۔

قرآن کریم کی جس آیت کو چودہ صدیاں گزرنے پر اب صحیح طور پر سمجھا جا سکا ہے، جس ذات اقدس نے اس کو نازل کیا وہ اس وقت بھی ان حقائق سے پوری طرح باخبر تھی۔ اگر کسی انسان کا یہ بنایا ہوا صحیفہ ہوتا تو وہ کبھی اس تمثیل کو ذکر نہ کر سکتا۔ یہ آیت بھی اس

بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ کلام انسانی عقل وخرد کی کاوشوں کا ثمر نہیں بلکہ اس علیم وخبیر خداوند قدوس کا کلام ہے جس کے سامنے کوئی راز، راز نہیں، تمام حقیقتیں عیاں اور آشکارا ہیں۔

سورہ الذاریات کی یہ آیت ایک حقیقت کا انکشاف کر رہی ہے جس پر عقل انسانی اس وقت تک آگاہ نہیں ہو سکی تھی۔ فرمایا

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (1)

"یعنی ہر ایک چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔"

اس انکشاف کو مزید واضح فرمانے کیلئے سورہ یٰسین کی یہ آیت نازل ہوئی۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (2)

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی۔ اور ان چیزوں کو بھی جن کو وہ ابھی تک نہیں جانتے۔"

اس آیت میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہر چیز، اس کا تعلق عالم نباتات سے ہو یا جمادات سے یا کسی دوسری نوع سے ہو جس کے بارے میں ہماری معلومات ناتمام ہیں، ان مختلف انواع تخلیق کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں فرمادیا کہ انہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا گیا۔

چنانچہ آج سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز جاندار ہو یا غیر جاندار جوڑا جوڑا پیدا کی گئی ہے۔ نیز سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کائنات کا نقطہ آغاز ذرہ (Atom) ہے اور یہ ذرہ دو برقی لہروں سے عبارت ہے۔ ان میں سے ایک پازیٹو (مذکر) ہے اور ایک نیگیٹو (مؤنث) ہے۔ اور جب اس کائنات کی پہلی جزو زوجین سے مرکب ہے تو اس کائنات کی باقی اشیاء کا بھی جوڑا جوڑا ہونا آسانی سے سمجھ آسکتا ہے۔ جس کتاب مقدس نے اس حقیقت کو چودہ سو سال قبل منکشف کیا تھا جبکہ کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی، تو کیا یہ اس بات کی روشن دلیل نہیں ہے کہ اس قرآن کو نازل کرنے والی وہی ذات بے ہمتا ہے جو اس سارے عالم کی خالق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

1۔ سورۃ الذاریات: 49 2۔ سورۃ یٰسین: 36

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (1)

"اے لوگو! اگر تمہیں کوئی شک ہو روز محشر جی اٹھنے میں، تو ذرا تم اس امر میں غور و فکر کرو کہ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا تھا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔ بعض کی تخلیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی تخلیق نامکمل--- تاکہ ہم ظاہر فرمائیں تمہارے لئے (اپنی قدرت کا کمال)۔ اور ہم قرار بخشتے ہیں رحموں میں جسے ہم چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچہ بنا کر۔"

پھر سورۃ المرسلات میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ○ (2)

"کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ایک معین مدت تک پھر ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔"

تخلیق انسانی کے مختلف مدارج کو سمجھنے کیلئے قرآن کریم کی اس آیت طیبہ کا بدقت نظر مطالعہ فرمائیے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (3)

"بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے

1۔ سورۃ الحج: 5   2۔ سورۃ المرسلات: 20-23

3۔ سورۃ المومنون: 12-14

پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی --- پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنا دیا ہڈیوں کو گوشت (کا لباس) پھر (روح پھونک کر) ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔"

اس آیت کی تشریح کیلئے ہم تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

"مٹی کے خمیر سے جو جوہر نکلا اس سے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہوا۔ پھر آپ سے جو انسانی نسل چلی اس کے لئے نطفہ اصل قرار پایا۔ جو ان غذاؤں سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں۔ اس لئے جنس انسانی کی تخلیق کے متعلق یہ فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مختلف تبدیلیاں جو شکم مادر میں تدریجاً رونما ہوتی ہیں ان سے کسی حد تک عرب کے بادیہ نشیں بھی باخبر تھے لیکن علم و انکشاف کا سلسلہ جوں جوں بڑھ رہا ہے ان تطورات (تغیرات) کے پردوں میں قدرت کے موقلم کی اعجاز آفرینیاں اور نقش آرائیاں، جو آج تک نگاہوں سے اوجھل تھیں، نمایاں ہو کر اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کی ناقابل تردید گواہی دے رہی ہیں۔ وہ پانی کی بوند رحم مادر میں قرار پکڑنے کے بعد مختلف تطورات اور تغیرات کے مرحلوں سے گزرتی ہے جن کا ذکر تفصیل سے ہوا ہے لیکن ابھی تک انسان اور دیگر حیوانات کے جنین یکساں قسم کے تھے۔ جو تبدیلیاں یکے بعد دیگرے انسانی نطفہ میں یہاں وقوع پذیر ہوئی ہیں بعینہ یہی تبدیلیاں دیگر حیوانات کے نطفوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن ایک منزل پر پہنچ کر یکایک مصور فطرت نے اپنے موقلم سے کوئی ایسی رنگ آمیزی کر دی کہ اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر کے رکھ دیا۔ پہلے وہ بے جان تھا، اب اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن انسانی جنین میں روح حیوانی کی آفرینش سے حیات انسانی کا آغاز نہیں ہوا بلکہ نفس ناطقہ نے اسے بالکل ایک جدید قسم کی مخلوق کا روپ بخش دیا ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تسخیر

کائنات کے حوصلے اور حکمرانی کی امنگیں سب کچھ اس عمدگی سے یہاں یکجا کر دیا گیا ہے جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور یہ راز سمجھ نہیں سکتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح ایک کا رخ ایک طرف اور دوسرے کا رخ ایک بالکل نئی منزل کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ پھر اس منزل کو پالینے کیلئے جن قابلیتوں، صلاحیتوں، اعضاء اور وسائل کی ضرورت تھی وہ سب مہیا کر دیئے گئے۔ ان حقائق کو دیکھ کر زبان بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ امام رازی لکھتے ہیں اَیْ خَلْقًا مُّبَایِنًا لِّلْخَلْقِ الْاَوَّلِ مُبَایَنَةً مَّا اَبْعَدَهَا یہ دوسری تخلیق پہلی تخلیق سے بالکل مختلف اور بہت مختلف ہوتی ہے پھر امام رازی آگے لکھتے ہیں۔

وَاَوْدَعَ بَاطِنَهٗ وَظَاهِرَهٗ بَلْ كُلَّ عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهٖ
عَجَائِبَ فِطْرَةٍ وَغَرَائِبَ حِكْمَةٍ لَا يُحِيْطُ بِهَا وَصْفُ الْوَاصِفِيْنَ

"پھر انسانی جنین کے باطن اور ظاہر میں بلکہ اس کے اعضاء میں سے تمام اعضاء میں فطرت کے ایسے عجائبات اور حکمت کے ایسے نوادرات رکھ دیئے ہیں کہ کوئی وصف کرنے والا اس کے وصف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔"

اس آیت کے آخر میں اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ کا لفظ توجہ طلب ہے۔

ظاہر الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پیدا کرنے والے تو بہت سے ہیں البتہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ صرف وہی خالق ہے۔ اور تخلیق کائنات میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں اور کسی کو حصہ دار بنانا توحید کے قطعاً منافی ہے۔

علماء کرام نے اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا ہے کہ خلق کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے: کسی چیز کو کسی موجود مادے اور سابقہ نمونے کے بغیر پیدا کرنا، اِبْدَاعُ الشَّیْءِ مِنْ غَيْرِ اَصْلٍ وَّلَا احْتِذَاءٍ (مفردات) اس معنی کے لحاظ سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کسی میں نہیں پائی جا سکتی۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ مادہ سے کسی چیز کو کسی موجود نمونہ کے مطابق بنا لینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پایا جا سکتا ہے اس آیت میں یہ لفظ

اپنے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"(1)

یہاں ہم مصر کے ایک نابغہ روزگار عالم سعید حوی کی تصنیف "الرسول" سے ان کی تحقیقات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ آپ اگر توجہ سے اس فاضل عالم کا یہ اقتباس پڑھیں گے تو آپ کے ایمان اور یقین میں مزید اضافہ ہو گا۔ اگرچہ فاضل مؤلف کے اس بیان میں بعض ایسی چیزیں بھی آگئی ہیں جن کا تذکرہ ہم ضیاء القرآن کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ یہ تکرار قارئین کی طبع نازک پر بوجھ نہیں ہو گا۔ بلکہ اس حقیقت پر پہنچنے کیلئے ان کا ممد و معاون ہو گا۔

موصوف سورۃ العلق کی اس آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مرد کے مادہ تولید میں جو جرثومہ ہے اور عورت کے مادہ تولید میں جو بویضہ ہے ان کا باہم ملاپ اس نالی میں ہوتا ہے جو رحم اور مبیض کو آپس میں ملاتی ہے۔ وہاں انسانی حمل کا پہلا خلیہ معرض وجود میں آتا ہے۔ یہ خلیہ اگرچہ مقدار میں بہت چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن پورا انسان اپنے جملہ عناصر اور خصوصیات کے ساتھ اس ایک خلیہ میں سمویا ہوا ہوتا ہے۔ پھر یہ خلیہ وہاں سے رحم کی طرف سفر شروع کرتا ہے اور تقریباً ایک ہفتہ میں وہ اپنی منزل (رحم) تک پہنچتا ہے۔ اس سفر میں بہت سے خلیات اس کے ساتھ مل جاتے ہیں اور وہ ایک گچھا کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ گچھا رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اس کو بعض جراثیم کھانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ایک باریک سا نقطہ رہ جاتا ہے۔ ماں کا خون اسے خوراک پہنچاتا ہے اور قرآن کریم نے جنین کی اس حالت کو "علقہ" کہا ہے۔ جس کا معنی ہے لٹکا ہوا، آویختہ اور اس سے بہتر اس کی اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ علقہ نمو پذیر ہوتا ہے (بڑھنے لگتا ہے) اور اس کے خلیات مختلف ہوتے ہیں۔ بغیر کسی ترتیب کے وہ گول شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چند ہفتے اسی حالت میں رہتا ہے اس کے وسط میں ایک چھوٹا سا تالاب نما گڑھا ہوتا ہے اور وہ اس خون

1۔ پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، جلد 3، صفحہ 48-247

سے غذا حاصل کرتا ہے اور وہ گوشت کے ایک چبائے ہوئے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اگرچہ اس کی لمبائی صرف چند ملی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس مرحلہ کے بعد اس میں نرم اور شفاف ہڈیاں ابھرنے لگتی ہیں۔ اس علقہ میں جتنے خلیات ہوتے ہیں وہ سرگرم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک ایسا اعصاب کا جال بننے لگتے ہیں جو ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور پھر ان ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔

انسان اس انکشاف کو دیکھ کر حیران و مبہوت ہو جاتا ہے کہ اس مضغہ میں سب سے پہلے ہڈیاں نمودار ہوتی ہیں اور اس کے بعد گوشت کی چادر ظاہر ہوتی ہے جس سے ان ہڈیوں کے ڈھانچے کو لباس پہنایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت جس تک آج علم انسانی کی رسائی ہوئی ہے، وہ چودہ صدیاں پیشتر اس آیت قرآنی نے منکشف کر دی تھی۔ اس حقیقت تک علم تشریح الابدان کے علماء بصد مشکل اب پہنچے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا (1)

"مضغہ سے ہم ہڈیاں پیدا کرتے ہیں اور ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔"

اب یہاں ہم آپ کی توجہ ایک خاص بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جسے قرآن کریم نے ان کلمات طیبات سے بیان کیا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ

"پھر روح پھونک کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا ہے۔"

یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ وہی مادہ منویہ کا اختلاط، وہی ان کا رحم کی طرف سفر، پھر رحم میں پہنچ کر ان کا رحم کی دیوار سے چمٹ جانا، پھر اس خلیہ کے ساتھ بہت سے خلیوں کا جمع ہو جانا، پھر ان خلیوں میں ہڈیوں کا نمودار ہونا اور اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہنانا، یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن اس موقع پر ایک حیران کن تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ جب حمل کا

1۔ سورۃ المومنون: 14

دوسرا مہینہ اختتام پذیر ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و کرم اس جنین پر ہوتا ہے جس نے آگے چل کر انسانیت کی خلعت فاخرہ پہننی ہے۔ اس وقت اس انسانی جنین میں بالکل مختلف قسم کی خصوصیات نمودار ہونے لگتی ہیں۔ اس منزل پر یکایک مصور فطرت اپنے موقلم سے اس جنین میں ایسی رنگ آمیزی کرتا ہے جو اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر دیتی ہے۔ پہلے وہ بے جان تھا اب زندگی کی لہر اس کے رگ و پے میں دوڑنے لگتی ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تسخیر کائنات کے حوصلے اور حکمرانی کی امنگیں سب کچھ اس میں اس عمدگی سے یکجا کر دیئے جاتے ہیں جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

یہ راز سمجھ نہیں آتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح حیوانی جنین کا رخ ایک طرف اور انسانی جنین کا رخ دوسری طرف موڑ دیا جاتا ہے۔ پھر اس منزل کو پا لینے کیلئے جن قابلیتوں، صلاحیتوں اور اعضاء و سائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب مہیا کر دیئے جاتے ہیں تو زبان بے ساختہ پکارنے لگتی ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ
شکم مادر میں وہ تنہا خلیہ جو رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے، جو حیران کن تغیرات اس میں رونما پذیر ہوتے ہیں، عام طور پر ہم اس کی طرف کم توجہ دیتے ہیں لیکن یہ خصوصیتیں آہستہ آہستہ نمو پذیر ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اور صاف نظر آنے لگتی ہیں۔ پس وہی باریک نقطہ ایک انسانی بچہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت کئے تھے آہستہ آہستہ وہ ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں۔

یہ حیران کن تغیرات بڑے اہم نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اس رحم میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں جس کو قرآن کریم نے فی قرار مکین کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ یعنی ایک ایسی قرار گاہ جو بڑی پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ علم تشریح الابدان کے ماہر جب رحم کے بارے میں غور کرتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ کس طرح اسے پیٹ کے نچلے حصہ میں رکھا گیا ہے اور پھر اسے مختلف رگ و ریشوں سے شکم کے مختلف حصوں کے ساتھ پیوستہ کر دیا ہے کہ وہ نہ الٹ جائے اور نہ کسی ایک طرف جھک جائے۔ جیسے جیسے جنین بڑھتا رہتا ہے اسی کے مطابق رحم پھیلتا جاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ پھیلا ہوا رحم سکڑنے

لگتا ہے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد وہ اپنی اصل طبعی حالت پر لوٹ آتا ہے۔

جو شخص اس ایک جرثومہ کے محیر العقول اور نازک ترین تغیرات کا ملاحظہ کرتا ہے تو اس وقت اسے اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھ آتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝

اب آپ کے سامنے قرآن کریم کی دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے سر مکنون سے پردہ اٹھایا ہے جس سے نوع انسانی ان آیات کے نزول سے پہلے بے خبر تھی۔ پہلی آیت سورۃ الحجر کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ
وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝ (1)

"پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی، پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔"

دوسری آیت سورۃ النور کی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ
فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ
يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ (2)

"کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ لے جاتا ہے بادل کو پھر جوڑتا ہے اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ نکلتی ہے اس کے درمیان سے۔ اتارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے برف جو پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ پھر نقصان پہنچاتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے اور پھیر دیتا ہے اس کو جس سے چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کی بینائی کو۔"

1۔ سورۃ الحجر: 22

2۔ سورۃ النور: 43

ان دو آیتوں میں دو حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب نباتات، جمادات تمام چیزیں جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) ہیں، تو عالم نباتات میں بھی جب سارے پودے یا نر ہیں یا مادہ تو ان میں تلقیح کا عمل کیونکر روپذیر ہوتا ہے۔

بتادیا کہ ہم نے عمل تلقیح کو سر انجام دینے کیلئے ہواؤں کو مقرر کر دیا ہے۔ اگر یہ ذمہ داری حضرت انسان کی ہوتی تو دنیا کی ساری مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھ کر بھی کسی ایک جنس پر کھیتوں میں عمل تلقیح کو بروئے کار لانا اس کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ یہ ذمہ داری ہواؤں کو تفویض کر دی اور حضرت انسان کو دیگر اہم فرائض کی انجام دہی کیلئے مکلف ٹھہرایا۔ دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ ہواؤں کے ذمہ صرف تلقیح نباتات کا عمل نہیں بلکہ ایک اور اہم ذمہ داری بھی انہیں تفویض کی گئی ہے کہ وہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر دیتی ہیں۔ برقی لہریں جو فضا میں تیر رہی ہیں ان کی وجہ سے بادلوں میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور بعض بادل ایسے ہیں جن کی برقی لہریں نر ہوتی ہیں اور بعض بادل ایسے ہوتے ہیں جن کی برقی لہریں مادہ ہوتی ہیں اور ہوائیں جب ان بکھرے ہوئے بادلوں کو لاکر آپس میں ملاتی ہیں تو مثبت اور منفی برقی لہروں کا باہمی امتزاج ہوتا ہے توان بادلوں میں سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقیح ہے جو ہوائیں مختلف بادلوں کو ملا کر انجام دیتی ہیں۔

نباتات کے بارے میں تو انسان کو پہلے بھی کچھ واقفیت تھی کہ پودے درخت جڑی بوٹیاں وغیرہ مذکر د مونث میں منقسم ہیں اور ان کی تلقیح کا فریضہ ہوائیں انجام دیتی ہیں لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دھکیل کر جب ہوائیں ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں تو وہاں بھی عمل تلقیح انجام پذیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے بارش برستی ہے۔ یعنی جب بجلی کی مثبت اور منفی لہریں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اس سے بادلوں میں تلقیح کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جو بخارات کے اس ہیولے کو پانی کے قطروں میں تبدیلی کر دیتا ہے۔

علم انسانی صدہا سال سفر طے کرنے کے بعد جہاں آج پہنچا ہے قرآن کریم نے اس حقیقت سے پہلے ہی پردہ اٹھادیا تھا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں وگرنہ اس میں وہ حقائق کمال صحت سے اور بڑی تفصیل سے بیان نہ کئے گئے ہوتے جو انسان کی علم کی رسائی سے ماوراتھے۔ جب قرآن کریم میں بے شمار ایسے اسرار

بے نقاب کر دیئے گئے ہیں جو نزول قرآن کے وقت انسان کے علم کی رسائی سے ماوراء تھے تو معلوم ہوا کہ یہ اس فاطر السموات والارض کا نازل کیا ہوا صحیفہ ہدایت ہے جو ان تمام اسرار کو جانتا ہے۔ جو انسان کی رسائی سے بلند ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (1)

"کیا کبھی غور نہیں کیا کفر و انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انہیں اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔ کیا اب بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔"

اپنی توحید کے دلائل عقلیہ و نقلیہ بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ الرَّتْقُ : اَلضَّمُّ وَالْاِلْتِئَامُ (المفردات) رتق کا معنی ہے کسی چیز کا باہم دگر پیوست ہونا اور ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔ اَلْفَتْقُ : اَلْفَصْلُ بَيْنَ الْمُتَّصِلَيْنِ دو جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کرنا۔ ارشاد ربانی ہے۔ کہ زمین و آسمان موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پیوست تھے پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ کر دیا اور آسمان کو الگ کر دیا۔

حضرت ابن عباس اور دیگر علماء تفسیر سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَضَحَّاكُ وَعَطَاءُ وَقَتَادَةُ كَانَتَا شَيْئًا وَاحِدًا مُلْتَزِقَيْنِ فَفَصَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا بِالْهَوَاءِ

"زمین و آسمان شئے واحد کی طرح تھے، ان کے اجزا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ہوا کے ذریعہ انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔"

(قرطبی)

سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات، تجربات اور غور و فکر کے بعد علماء طبعیین جس نتیجہ پر آج پہنچے ہیں۔ قرآن کریم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔

رتق اور فتق کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔

رتق سے مراد: آسمان کا منہ پہلے بند تھا، کوئی بارش نہیں ہوتی تھی زمین کا منہ بھی بند

1۔ سورۃ الانبیاء: 30

تھا، کوئی چیز اس میں اگتی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا منہ کھلا اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر ٹوٹی اور اس میں سے ضروریات زندگی کی مختلف قسم کی اشیاء خورد و نوش وغیرہ اگنے لگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ایک اور پہلو

عاد و ثمود

قرآن کریم میں نوع انسانی کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں بہت سے واقعات درج ہیں۔ بہت سی پیش گوئیاں مذکور ہیں لیکن جن چیزوں کو قرآن کریم نے اپنے صفحات میں بیان کیا ہے ان کا تعلق ماضی سے ہو یا حال و مستقبل سے، کبھی ان کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ دشمنان اسلام نے چند واقعات کو جنکا تعلق زمانہ ماضی سے ہے، ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثلاً یورپ کے مستشرقین، عاد و ثمود، جن کا تذکرہ قرآن کریم میں کئی بار تفصیل سے آیا ہے ان کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں اور اپنی فرضی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے قرآن کریم کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں عاد و ثمود کا کئی بار ذکر آیا ہے لیکن تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس نام کی قومیں کبھی صفحہ ہستی پر آباد رہی تھیں۔

لیکن انہیں مستشرقین کی اولاد اور انہیں ماہرین کے شاگردوں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ان قوموں کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور اس کے بارے میں ایسے دلائل پیش کیے ہیں جو ناقابل انکار ہیں۔

ان کی اتہام طرازی پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ تاریخ بطلیموس کا ایک نسخہ دریافت ہوا، جس میں قبیلہ عاد کا ذکر ہے اور اسی کے ساتھ قبیلہ ارم کا بھی تذکرہ ہے۔ یونان کے مؤرخین نے بھی اپنی کتابوں میں "ادرامیت" کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ وہی قبیلہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں عاد ارم ذات العماد کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ نیز آثار قدیمہ کے ماہر "الموزیل التشیکی" جس نے حجاز کے شمالی علاقہ کے آثار کے بارے میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے اس نے تصریح کی ہے کہ مدین کے قریب ایک ہیکل میں ایک سل ملی ہے

جس پر نبطی اور یونانی زبان میں تحریر کندہ ہے اور اس میں قبائل ثمود کا تذکرہ ہے۔

ان جدید تحقیقات اور آثار قدیمہ کے ماہرین نے قرآن کریم کی تصدیق کرتے ہوئے ایسے دلائل و شواہد پیش کئے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاد و ثمود دو قبیلے تھے جو اپنے اپنے علاقوں میں آباد ہوئے اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث عذاب الٰہی کا نشانہ بنے۔

ابرہہ

ان معترضین کے سرخیلوں نے ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کا بھی انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ نہ ابرہہ نے صنعاء میں کوئی کلیسا بنایا اور نہ اس نے اہل عرب کو، کعبہ کو نظر انداز کر کے، اس کنیسہ کے طواف پر مجبور کیا۔ اس لئے انہوں نے بڑے طمطراق سے یہ کہا کہ اس بارے میں قرآن کریم میں جو لکھا گیا ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

لیکن قدرت الٰہی کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ سد مارب کے کھنڈرات کی کھدائی کے وقت ایسے نقوش اور تحریریں ملی ہیں جن میں ابرہہ کا نام بھی درج ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ وہ حبشہ کے بادشاہ کا ایک جرنیل تھا اور اس کو حبشہ، سبا، ویدان اور حضر موت کے حبشی بادشاہ نے اس مہم کیلئے روانہ کیا تھا۔ بروس کے ایک سیاح نے، جس نے اٹھارویں صدی میں حبشہ کی سیاحت کی اور اپنا سفر نامہ لکھا۔ اپنے سفر نامے میں اس نے تحریر کیا ہے کہ اہل حبشہ اپنی تاریخوں میں ابرہہ کا ذکر کرتے ہیں اور مکہ مکرمہ پر اس کی چڑھائی کے بارے میں صراحت سے لکھتے ہیں۔ نیز اس کے لشکر کی بربادی کی عبرتناک داستان قلمبند کرتے ہیں۔ اور ان تمام دلائل سے زیادہ تاریخ کی یہ سند معتبر ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک سال قبل اصحاب فیل کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں ماضی کے بارے میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، اور جن کو دشمنان اسلام، اسلام کی صداقت اور حقانیت کو جھٹلانے کیلئے اب تک استعمال کرتے رہے ہیں، پرانی تاریخوں، کھنڈرات مارب، ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقات اور بعض پتھروں پر کندہ تحریروں نے ان الزامات کی بیخ کنی کر کے رکھ دی ہے اور قرآن کریم میں بیان کردہ حقائق پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (1)

"(یہ وہ کتاب ہے)، اس میں کسی جانب سے باطل داخل نہیں ہو سکتا۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ہر وقت اعلان کر رہا ہے کہ اس کتاب میں کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔ اس کا محافظ رب العالمین ہے اور جو چیز اس کی حفاظت میں ہو اس میں کوئی شخص ادنیٰ سا بھی ردوبدل نہیں کر سکتا۔ جس طرح اہل مکہ کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اس جیسی کتاب بنا کر لاؤ ساتھ ہی فرما دیا تھا کہ ہر گز ایسی کتاب کی ایک سورۃ بھی پیش نہیں کر سکو گے، اسی طرح اس کتاب مقدس کی حفاظت کے بارے میں فرما دیا کہ یہ میری حفاظت میں ہے، کوئی ابلیس، کوئی دشمن اسلام اس میں ردوبدل کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ آج تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واجب الاذعان سچا ثابت ہوا ہے اور قیامت تک یہ اپنی صداقت کا ڈنکا بجاتا رہے گا۔ یہ آیت بھی قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی شاہد عادل ہے۔

ایک اور چیز ملاحظہ فرمائیے، قرآن کریم نے جب انسان کی سواریوں کا ذکر کیا ہے ان میں گھوڑے، خچر گدھے وغیرہ سب کو ذکر کیا ہے لیکن ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ نوع انسانی کی سواری کیلئے صرف یہ چند چیزیں ہی نہیں ہوں گی بلکہ حضرت انسان اپنی سواری کیلئے ایسی ایسی نو بنو اور تیز رفتار سواریاں بنا لے گا جن کا نہ اس زمانہ میں وجود ہے اور نہ ایسی سواریوں کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ غور فرمائیے یہ کاریں، بسیں، یہ ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر وغیرہ وغیرہ آج جن سواریوں پر لوگ سفر کرتے ہیں کیا اس وقت ان کا وجود تھا؟ چنانچہ ان چیزوں کی ایجاد نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ تمہارے لئے ایسی سواریاں پیدا کر دے گا جن کو تم نہیں جانتے۔ (2)

1۔ سورۂ حم السجدہ: 42

2۔ الرسول

معجزہ شق القمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ○وَ اِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَ یَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ○ (1)

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ قیامت قریب آگئی ہے اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں کہنے لگتے ہیں۔ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔"

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرکوں کا ایک وفد جس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، نضر بن حارث اور ان کے دیگر رؤساء قریش تھے، حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ حضور نے فرمایا اِنۡ فَعَلۡتُ تُؤۡمِنُوۡنَ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟" وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے یَا فُلَانُ یَا فُلَانُ اِشۡھَدُوۡا اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر گواہ رہنا، تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا ھٰذَا مِنۡ سِحۡرِ ابۡنِ اَبِیۡ کَبۡشَۃَ یہ ابی کبشہ کے بیٹے کے سحر کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے، چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے، اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے تو سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

1۔ سورۃ القمر: 2-1

بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:
سیدنا علی مرتضی، انس، ابن مسعود، حذیفہ، جبیر بن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں وَالْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ فِي الْاِنْشِقَاقِ كَثِيْرَةٌ
یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔

شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔ امام تاج الدین سبکی، ابن حاجب کی "المختصر" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اَلصَّحِيْحُ عِنْدِيْ اَنَّ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ مُتَوَاتِرٌ مَنْصُوْصٌ عَلَيْهِ فِي الْقُرْاٰنِ مَرْوِيٌّ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ طُرُقٍ شَتّٰى بِحَيْثُ لَا يُمْتَرٰى فِيْ تَوَاتُرِهٖ (1)

"میرے نزدیک انشقاق قمر کی احادیث متواتر ہیں اور یہ معجزہ قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔"

صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی یہ واقعہ اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ "انشق" اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہاں یہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ لغت عرب میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں۔ منکرین اپنے انکار کی کئی وجوہات پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی۔ اس زمانہ کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔ اس کے متعلق گزارش ہے چونکہ یہ واقعہ سر شام ہوا تھا اس لئے جزیرہ عرب کے مغرب میں جو ممالک یورپ امریکہ وغیرہ ہیں، وہاں اس وقت دن تھا لہٰذا وہاں چاند کے پھٹنے اور دیکھے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا، اور اچانک پیش آیا لوگوں کو کیا خبر

1۔ روح المعانی

تھی کہ ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے تاکہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہو گی۔ کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو، یا اس نے اگر دیکھا بھی ہو تو ان پڑھ ہونے کی وجہ سے لکھ نہ سکا ہو یا بے توجہی کی وجہ سے وہ تحریر ضائع ہو گئی ہو۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعات کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "خطبات مدراس" میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔

علامہ ابن کثیر اپنی کتاب "شمائل الرسول" میں لکھتے ہیں۔

قَدْ ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُسَافِرِيْنَ اَنَّهُمْ شَاهَدُوْا هَيْكَلًا بِالْهِنْدِ مَكْتُوْبًا عَلَيْهِ اَنَّهٗ بُنِيَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي انْشَقَّ الْقَمَرُ فِيْهَا۔ (1)

"بہت سے باہر سے آنے والے مسافروں نے بتایا کہ انہوں نے ہندوستان میں ایک مندر دیکھا ہے جس کے اوپر ایک کتبہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اس مندر کی بنیاد اس رات کو رکھی گئی جس رات کو چاند شق ہوا تھا۔"

یہ معجزہ رحمت عالم ﷺ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک ہے، کسی دوسرے جلیل القدر نبی اور اولوالعزم رسول کو یہ معجزہ عطا نہیں کیا گیا۔

علامہ زینی دحلان نے اپنی سیرت طیبہ میں ایک عجیب مناظرہ قلمبند کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں سلطان وقت نے ابو بکر بن طیب کو قیصر روم کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قیصر روم کو بتایا گیا کہ یہ شخص مسلمانوں کے جلیل القدر علماء میں سے ہے۔ اس نے اپنے منتخب پادریوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ یہ مسلمانوں کا ایک جلیل القدر عالم ہے اس کے ساتھ مناظرہ کرو۔ پادریوں کے ایک مناظر نے علامہ ابو بکر پر اعتراض کیا۔

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 144

تم مسلمان یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارے نبی (ﷺ) کے لئے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، کیا چاند کی تمہارے ساتھ رشتہ داری تھی کہ تم نے تو اس کو دیکھا اور تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ نظر نہ آیا۔

علامہ ابو بکر بن طیب نے فی البدیہہ اس سے کہا کہ کیا تمہارے درمیان اور جو مائدہ آسمان سے اتارا گیا تھا اس کے درمیان کوئی برادری والا رشتہ تھا کہ تم نے اسے دیکھا لیکن تمہارے قرب وجوار میں جو یہودی، یونانی، مجوسی تھے جنہوں نے اس کا انکار کیا، انہوں نے اس کو نہ دیکھا حالانکہ وہ بالکل قرب وجوار میں آباد تھے۔

وہ پادری مبہوت ہو کر رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ (1)

غروب کے بعد طلوع آفتاب کا معجزہ

سرور عالم ﷺ کے معجزات بینات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد حضور کی دعا کی برکت سے پھر واپس لوٹ آیا۔

حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ رضی اللہ عنہا جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات تھیں وہ روایت فرماتی ہیں کہ

حضور ﷺ استراحت فرما تھے۔ حضور کا سر اقدس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا۔ اس اثناء میں نزول وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی لیکن آپ نے یہ جسارت نہ کی کہ اپنے آقا کو بیدار کر دیں چنانچہ سورج ڈوب گیا۔ اس کے بعد سرور عالم بیدار ہوئے تو علی مرتضیٰ سے پوچھا اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کی یارسول اللہ! نہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ

"اے میرے اللہ! علی مرتضیٰ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا مہربانی فرما کر سورج کو واپس لوٹا دے تا کہ تیرا یہ بندہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 118

نماز عصر ادا کر سکے۔"

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ وہ غروب ہو گیا تھا پھر میں نے دیکھا غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے، آپ نے وضو کیا، عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہوا۔ یہ واقعہ اس وقت رونپذیر ہوا جبکہ سرکار دو عالم ﷺ خیبر فتح کرنے کے بعد صہباء کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ (1)

اس حدیث کو امام ابو جعفر الطحاوی نے بھی روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

احمد بن صالح معری کہا کرتے تھے۔

لَا یَنْبَغِیْ لِمَنْ سَبِیْلُهُ الْعِلْمُ التَّخَلُّفُ عَنْ حِفْظِ حَدِیْثِ اَسْمَاءَ لِاَنَّهٗ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ

" جو شخص علم کا متلاشی ہو اس کو حضرت اسماء کی اس حدیث کو یاد کرنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے کیونکہ یہ حدیث نبوت کی آیات بینات سے ہے۔"

امام طحاوی احمد بن صالح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ مِنْ کِبَارِ الْحَدِیْثِ الثِّقَاتِ وَحَسْبُهٗ اَنَّ الْبُخَارِیَّ رَوٰی عَنْهُ فِیْ صَحِیْحِهٖ

"احمد بن صالح علم حدیث کے ائمہ کبار سے تھے جو ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت کیلئے یہ بات ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔"

بعض لوگ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اپنی موضوعات میں نقل کیا ہے۔ جس روایت کو ابن جوزی موضوع کہیں، اس پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی اس کتاب میں بڑے تساہل سے کام لیا ہے اور بعض وہ احادیث جن کے صحیح ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ان کو بھی

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 118

انہوں نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ امام علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ آپ حیران ہوں گے کہ ابن جوزی نے ایسی احادیث کو بھی موضوع کہا ہے جن کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔

اس روایت کے بارے میں علماء حدیث کی آراء ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب المواہب اللدینہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَدْ صَحَّحَہُ الطَّحَاوِیُّ وَالْقَاضِیْ عِیَاضٌ قَالَ الزُّرْقَانِیْ وَنَاهِیْكَ بِهِمَا۔

کہ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام زرقانی کہتے ہیں کہ ائمہ احادیث کے ان دو سرتاجوں کی تصحیح کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ نیز ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ کے واسطہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند کے بارے میں کہتے ہیں اسناد حسن۔

اسی طرح طبرانی نے اپنی معجم کبیر سے اسناد حسن کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ولی الدین عراقی نے التقریب کی شرح میں حضرت اسماء سے یوں روایت کیا، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ اَرْسَلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَاجَةٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ فَنَامَ فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ فَسَاَلَهٗ اَصَلَّيْتَ؟ قَالَ لَا۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا اِحْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّهٖ فَرُدَّ عَلَيْهِ الشَّمْسَ كَيْ يُصَلِّيَ۔ قَالَتْ اَسْمَاءُ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَالْاَرْضِ وَقَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّاَ وَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتِ الشَّمْسُ وَذٰلِكَ بِالصَّهْبَاءِ۔ (1)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 119

"سرکار دو عالم ﷺ نے صہباء کے مقام پر فجر کی نماز ادا کی پھر علی مرتضیٰ کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ حضرت علی جب واپس آئے تو نبی رحمت ﷺ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنا سر مبارک سیدنا علی کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ سورج غروب ہو گیا لیکن حضرت علی مرتضیٰ نے حضور کو بیدار کرنے کی جسارت نہ کی۔ غروب آفتاب کے بعد حضور بیدار ہوئے تو علی مرتضیٰ سے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھی ہے، عرض کی نہیں۔ رحمت عالم نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا دراز کیا اور عرض کی۔ اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کی خدمت میں محبوس کر دیا (یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا) اب سورج کو واپس لوٹا تا کہ وہ نماز ادا کرے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں اس دعا کے بعد سورج طلوع ہوا اور اس کی دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں اور زمین پر ظاہر ہو گئی۔ علی مرتضیٰ اٹھے، وضو فرمایا عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ صہباء کے مقام پر پیش آیا۔"

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے لکھتے ہیں۔

ابو مظفر الواعظ نے غروب آفتاب سے تھوڑی دیر قبل فضائل سیدنا علی بیان کیے۔ دریں اثناء سورج کے لوٹ آنے کا واقعہ بھی لوگوں کو سنایا۔ اس اثناء میں آسمان پر گہرے بادل چھا گئے۔ اس تاریکی میں لوگوں نے یہ گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا لوگ اٹھے کہ گھروں کو جائیں، اچانک مطلع صاف ہو گیا اور سورج چمکنے لگا۔ ابو مظفر نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ اور فی البدیہہ یہ شعر سنائے۔

لَا تَغْرُبِیْ یَا شَمْسُ حَتّٰی یَنْتَهِیْ مَدْحِیْ لِآلِ الْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِهٖ

"اے سورج مت ڈوب یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل اور حضور کے فرزند کی مدح کو ختم نہ کر لوں۔"

اِنْ کَانَ لِلْمَوْلٰی وُقُوْفُكِ فَلْیَكُنْ هٰذَا الْوُقُوْفُ لِخَیْلِهٖ وَلِرَجْلِهٖ (1)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 120

"اگر پہلے ایک مرتبہ میرے آقا کیلئے تو نے وقوف کیا تھا اب ان کے غلاموں کیلئے جو سوار ہیں اور پیدل ہیں، ان کیلئے وقوف کر"

معجزہ معراج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ
اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ‏ ۝ (1)

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنا دیا ہے ہم نے جس کے گردونواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔"

اس آیت کریمہ میں حضور فخر موجودات سید کائنات ﷺ کے ایک عظیم الشان معجزہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق عقل کوتاہ اندیش اور فہم حقیقت ناشناس نے پہلے بھی رد و قدح کی اور آج بھی واویلا مچا رکھا ہے، اس لئے اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ تَطۡوِیۡلِ لَا طَائِل سے دامن بچاتے ہوئے ضروری امور کا تذکرہ کر دیا جائے تاکہ حق کی جستجو کرنے والوں کے لئے حق کی پہچان آسان ہو جائے اور شکوک و شبہات کا جو غبار حسن حقیقت کو مستور کرنے کے لئے اٹھایا جا رہا ہے، اس کا سدباب ہو جائے۔

جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول نے قریش مکہ کو دعوت توحید دی تھی، اسی روز سے عداوت و عناد کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔ ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب امڈ کر آ گیا تھا۔ رنج و غم کا اندھیرا دن بدن گہرا ہوتا چلا جاتا تھا۔ لیکن اس تاریکی میں حضرت ابو طالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وجود مسعود ہر نازک مرحلہ پر تسکین و طمانیت کا سبب بنا کرتا تھا۔ بعثت نبوی کے دسویں سال مہربان و شفیق چچا نے وفات پائی۔ اس جانکاہ صدمہ کا زخم ابھی مندمل نہ ہونے

1۔ سورۂ بنی اسرائیل: 1

پایا تھا کہ مونس و ہمدم، دانش ور اور عالی حوصلہ رفیقہ حیات حضرت خدیجہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کو اب ان کی انسانیت سوز کارستانیوں سے روکنے والا اور ان کی سفاکانہ روش پر ملامت کرنے والا بھی کوئی نہ رہا جس کے باعث ان کی ایذا رسانیاں ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئیں۔

حضور ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگ اس دعوت توحید کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ لیکن وہاں جو ظالمانہ اور بہیمانہ برتاؤ کیا گیا، اس نے سابقہ زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ ان حالات میں جب بظاہر ہر طرف مایوسی کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور ظاہری سہارے ٹوٹ چکے تھے، رحمت الٰہی نے اپنی عظمت و کبریائی کی آیات بنیات کا مشاہدہ کرانے کیلئے اپنے محبوب کو عالم بالا کی سیاحت کے لئے بلایا تاکہ حضور ﷺ کو اپنے رب کریم کی تائید و نصرت پر حق الیقین ہو جائے اور حالات کی ظاہری ناسازگاری خاطر عاطر کو کسی طرح پریشان نہ کر سکے۔ غور کیا جائے تو سفر اسریٰ کے لئے اس سے موزوں ترین اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا۔

اس مقدس سفر کا تفصیلی تذکرہ تو کتب حدیث و سیرت میں ملے گا۔ یہاں اجمالی طور پر ان امور کا ذکر کیا جاتا ہے جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔

حضور ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے، خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضور ﷺ اٹھے، چاہ زمزم کے قریب لائے گئے، سینہ مبارک کو چاک کیا گیا، قلب اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا اور پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی وہاں قدم رکھتا تھا۔ حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں، اس سے براق کو بھی باندھ دیا گیا۔ حضور ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور ﷺ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور ﷺ کی اقتدا میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ کا جو عہد روز ازل، ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد موکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف

طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم ابوالانبیاء حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خلیل نے مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند دلبند مرحبا کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ حضور علیہ آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی، جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ عقاب ہمت یہاں بھی آشیاں بند نہیں ہوا اور آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اے ماوشما کیا سمجھیں۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ وہاں کیا ہوا۔ یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ○ (سیرت النبی جلد ۳)

اسی مقام قرب اور گوشہ خلوت میں دیگر انعامات نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور علیہ نے کئی بار بارگاہ رب العزت میں تخفیف کے لئے التجا کی۔ چنانچہ نمازوں کی تعداد پانچ کر دی گئی۔ اور ثواب پچاس کا ہی رہا۔ فراز عرش سے محبوب رب العالمین مراجعت فرمائے خاکدان ارضی ہوئے۔ ابھی یہاں رات کا سماں تھا۔ ہر سو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سپیدہ سحر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

واقعہ معراج کو انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ یہ مسافت بیشک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے، اسی لئے وہ دل جو نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے اسے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ کئی ضعیف الایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ ضوفشاں تھا انہیں قطعاً کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں

ہوا۔ اور نہ دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی سے وہ متاثر ہوئے بلکہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقا و مولا نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔ اہل ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے پایاں کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارے وضع کئے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی بیکرانیوں کو محیط نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جب اس نے بتا دیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قدرت والے نے ایسا کیا ہے جو عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ہے تو پھر وہ امکان و عدم امکان کے چکر میں کیوں پڑیں۔ اس لئے جب شب اسریٰ کی صبح کو حرم کعبہ میں نبی برحق نے کفار کے بھرے مجمع میں اس عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ دو حصوں میں بٹ گئے۔ بعض نے صاف انکار کر دیا اور بعض نے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔

لیکن آج صورت حال قدرے مختلف ہے۔ ایک گروہ تو وہی منکرین کا ہے دوسرا گروہ وہی ماننے والوں کا ہے لیکن اب تیسرا گروہ بھی نمودار ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اذہان اس منکر گروہ کی علمی اور مادی برتری کے حلقہ بگوش ہیں اور ادھر اسلام سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ نہ وہ اسلام سے رشتہ توڑنے پر رضامند ہیں اور نہ اپنے ذہنی مربیوں کے مزعومات و نظریات رد کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

ناچار وہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام رہ جاتا ہے لیکن اس کے سارے حسن و جمال پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی معنویت کالعدم ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں۔ وہ دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا اعتراض دور کر دیا ہے۔ اس لئے ہمیں مختصراً تینوں گروہوں کو ایسے دلائل فراہم کرنا ہیں کہ اگر وہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی شان کبریائی پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور فخر موجودات باعث تخلیق کائنات سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں ان کے لئے تو واقعہ معراج کی صداقت پر اس آیت کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس موقعہ پر اس آیت جلیلہ کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔ آیت کا آغاز "سبحان" کے کلمہ سے کیا گیا۔ سَبَّحَ يُسَبِّحُ تَسْبِيحًا باب تفعیل کے مصدر کا علم ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

عَلَمٌ لِلتَّسْبِيحِ كَعُثْمَانَ لِلرَّجُلِ وَانْتِصَابُهُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ وَ دَلَّ عَلَى التَّنْزِيهِ الْبَلِيغِ مِنْ جَمِيعِ الْقَبَائِحِ الَّتِي يُضِيفُ إِلَيْهِ أَعْدَاءُ اللهِ۔

یعنی یہ تسبیح مصدر کا علم ہے۔ جس طرح عثمان (اس کا ہم وزن) کسی شخص کا علم ہوتا ہے اور یہاں فعل مضمر ہے جو اس کو نصب دیتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں، عیبوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار اللہ تعالیٰ کو متہم کرتے تھے۔

علامہ آلوسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَفْسِيرِ سُبْحٰنَ اللهِ فَقَالَ تَنْزِيهُ اللهِ عَنْ كُلِّ سُوْءٍ

سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص، کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دعویٰ دلیل کے بغیر قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ بطور دلیل ارشاد فرمایا الَّذِيٓ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اتنا طویل سفر طے کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں۔ جو ذات اتنے طویل سفر کو اتنے قلیل وقت میں طے کرا سکتی ہے، واقعی اس کی قدرت بے پایاں ہے، اس کی عظمت بیکراں ہے اور اس کی کبریائی کے دامن پر کسی کمزوری اور بے بسی کا داغ نہیں۔ تو جس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی

سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اہم، عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ ہو گا۔ اس لئے معراج کا انکار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سبوحیت کی ایک قرآنی دلیل کو منہدم کرنا ہے۔

اسرای

رات کو سیر کرانے کو کہتے ہیں۔ لَيْلًا پر تنوین تقلیل کی ہے۔ یہ سفر رات کے وقت ہوا۔ لیکن اس سفر میں ساری رات ختم نہیں ہوئی بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں بڑے اطمینان اور عافیت سے طے پایا۔ اَسْرٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بِعَبْدِهٖ کے لفظ سے فرمایا گیا۔ جس کی متعدد حکمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علو مرتبت کو دیکھ کر امت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں عیسائی، کمالات عیسوی کو دیکھ کر، مبتلا ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ بارگاہ صمدیت میں مقام قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا بِمَ اُشَرِّفُكَ يَا مُحَمَّدُ؟ اے سراپا حمد و ستائش! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں؟ تو حضور نے جواباً عرض کی بِنِسْبَتِي اِلَيْكَ بِالْعُبُوْدِيَّةِ مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر معراج کے وقت اسی لقب کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب نے اپنے لئے خود پسند فرمایا تھا۔

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ان کلمات سے اس سفر کی غرض وغایت بیان فرمائی۔ کہ یہ سفر یوں نہیں کہ بھاگم بھاگ کرتے ہوئے حضور گئے ہوں اور اسی عجلت سے واپس آگئے ہوں۔ نہ کچھ دیکھا نہ سنا، بلکہ صحیفہ کائنات کے ہر ہر صفحہ پر، گلشن ہستی کی ہر ہر پتی پر اللہ تعالیٰ کی عظمت، علم اور حکمت کے جتنے کرشمے تھے، سب بے نقاب کر کے اپنے محبوب کو دکھا دیئے۔

اب آپ خود فرمائیے کہ جو معراج کو عالم خواب کا ایک واقعہ کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی سبوحیت اور پاکی کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ عالم بیداری کا ہے۔ اس پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ رُؤْيَا تھا۔ یعنی خواب تھا۔ ارشاد باری ہے مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ یہاں رُؤْیَا کا لفظ ہے۔ اس

کا معنی خواب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے یہ خواب آپ کو صرف اس لئے دکھایا، تاکہ لوگوں کی آزمائش کی جا سکے۔ جب خود قرآن پاک نے تصریح کر دی کہ یہ خواب تھا تو پھر اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے ہے ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے خواب سے ہے اور اگر اس پر ہی اصرار ہو کہ اس آیت میں معراج کا ہی ذکر ہے تو پھر حضرت ابن عباس کی تصریح کے بعد کوئی التباس نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا یہاں رؤیا سے مراد عالم بیداری میں آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ علامہ ابن عربی اندلسی نے احکام القرآن میں حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

وَلَوْ كَانَتْ رُؤْيَا مَنَامٍ مَا افْتُتِنَ بِهَا اَحَدٌ وَلَا اَنْكَرَهَا فَاِنَّهُ لَا يُسْتَبْعَدُ عَلَى اَحَدٍ اَنْ يَرَى نَفْسَهُ يَخْتَرِقُ السَّمٰوٰتِ وَيَجْلِسُ عَلَى الْكُرْسِيِّ وَيُكَلِّمُهُ الرَّبُّ

"یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان چیرتا ہوا اوپر جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کبھی مستبعد اور خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔

یہ لوگ حضرت انس کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد حضور نے فرمایا ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پھر میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔ اس روایت کے متعلق فن حدیث کے ماہرین کی تصریح ملاحظہ فرمایئے خود بخود شبہ دور ہو جائے گا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حضرت انس سے شریک نے نقل کئے ہیں اور شریک لَيْسَ بِالْحَافِظِ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ (روح المعانی جلد نمبر 15) کہ اہل حدیث کے نزدیک شریک حافظ حدیث نہیں ہے۔

دوسری روایت سنئے احکام القرآن میں ابن عربی فرماتے ہیں۔

إِنَّ هٰذَا اللَّفْظَ رَوَاهُ شَرِيكٌ عَنْ أَنَسٍ وَكَانَ قَدْ تَغَيَّرَ بِآخِرِهِ فَيُعَوَّلُ عَلَىٰ رِوَايَاتِ الْجَمِيعِ

کہ یہ الفاظ حضرت انس سے صرف شریک نے روایت کئے ہیں۔
ان کا حافظ آخر میں کمزور ہو گیا تھا۔ اس لئے ان کی روایت کی بجائے ان
روایات پر بھروسہ کیا جائے گا جو باقی تمام راویوں نے بیان کی ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت انس سے یہ حدیث شریک کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث ابن شہاب، ثابت البنانی، اور قتادہ نے بھی روایت کی ہے لیکن ان کی روایات میں یہ الفاظ نہیں۔

وَقَدْ رَوَى حَدِيثَ الْإِسْرَاءِ مِنْ أَنَسٍ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِينَ وَالْأَئِمَّةِ الْمَشْهُورِينَ كَابْنِ شِهَابٍ وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَتَادَةَ فَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِمَا أَتَىٰ بِهِ شَرِيكٌ

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثِ شَرِيكٍ عَنْ أَنَسٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ فَإِذَا أَنَا فِي الْحِجْرِ مَعْدُودٌ فِي غَلَطَاتِ شَرِيكٍ

یعنی ان الفاظ کا شمار شریک کی غلطیوں میں ہوتا ہے۔ اس حدیث کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی استشہاد کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن محدثین پہلے تو اس قول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کو ہی مشکوک سمجھتے ہیں۔ اور اگر روایت ثابت ہو بھی جائے تو ان کے قول پر جمہور صحابہ کے ارشادات کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت حضرت صدیقہ تو بالکل کمسن بچی تھیں۔ اور امیر معاویہ ابھی تک مشرف بہ اسلام ہی نہ ہوئے تھے۔ نیز یہ ان صاحبان کی اپنی ذاتی رائے ہے۔ حضور کا ارشاد نہیں۔

علامہ ابن حیان اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وَمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَانَ مَنَامًا فَلَعَلَّهُ لَا يَصِحُّ وَلَوْ صَحَّ لَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ حُجَّةٌ لِأَنَّهُمَا لَمْ يُشَاهِدَا ذٰلِكَ لِصِغَرِ عَائِشَةَ وَكُفْرِ مُعَاوِيَةَ وَلِأَنَّهُمَا لَمْ يُسْنِدَا ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا حَدَّثَا بِهِ عَنْهُ۔ (1)

اسی سلسلہ میں مقالات سرسید کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا۔ انہوں نے بھی بڑی شد ومد سے معراج کو خواب ثابت کیا ہے اور اس ضمن میں طول طویل بحث کی ہے۔ ان کا مقالہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین اور عیسائی مؤرخین کے اعتراضات سے گھبرائے ہوئے ہیں اور ان کے زہر میں بجھے ہوئے طعن و تشنیع کے تیروں سے اسلام کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں، خواہ اس کوشش میں اسلام کا حلیہ ہی کیوں نہ بگڑ جائے، عظمت مصطفوی کا عقیدہ ہی کیوں نہ متزلزل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کے دلائل و براہین کو ہی کیوں منہدم نہ کرنا پڑے۔ آپ اس جذبہ کے اخلاص کی تعریف کر سکتے ہیں لیکن عواقب و نتائج کے لحاظ سے آپ اس کی تحسین نہیں کر سکتے۔ کیا معراج کا انکار کر کے آپ نے کسی کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا ہے۔ کیا آپ کی معذرت خواہی کو انہوں نے قبول کر کے آپ کے پیش کردہ ماڈرن اسلام پر اظہار ناراضگی چھوڑ دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس محنت کا کیا حاصل بجز اس کے کہ ان صحیح واقعات کا انکار کر کے اپنے تمام علمی ورثہ کو مشکوک اور مشتبہ کر دیا جائے۔ ہاں میں اس طویل مقالہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اس میں حضرت سید نے لکھا ہے کہ واقعہ معراج کے متعلق جو احادیث مروی ہیں۔ "ایک دوسرے سے اس قدر متضاد اور متناقض ہیں...... کہ "صراحۃً" ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور اپنی صحت و اعتبار کو کھو دیتی ہیں۔" (2)

لیکن تناقض و تضاد کے جو نمونے انہوں نے ذکر کئے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اس وقت حطیم میں تھے۔ دوسری میں ہے کہ حجر میں تھے۔ تیسری میں ہے کہ مسجد حرام میں تھے۔ ذرا غور فرمائیے کیا ان روایات میں تضاد نام کی کوئی چیز ہے۔ حطیم اور حجر تو ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ یعنی وہ جگہ جو اصل میں کعبہ شریف کا حصہ تھی، لیکن جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا اور قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی قلت کی وجہ سے اسے باہر چھوڑ دیا۔ یہ حصہ (حطیم یا حجر) مسجد حرام میں ہے تو ان روایات میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔

1۔ البحر المحیط

2۔ مقالات سرسید، صفحہ 762

تضاد کی ایک دوسری مثال مختلف آسمانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چھٹے آسمان کے متعلق ایک حدیث میں ہے۔

ثُمَّ صُعِدَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ السَّادِسَةِ فَاِذَا مُوْسٰی

"پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام کو پایا"

دوسری حدیث میں ہے۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَی السَّمَآءِ السَّادِسَةِ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی فَرَحَّبَ لِیْ وَدَعَا لِیْ

"پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اوپر لایا گیا۔ وہاں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا کی۔"

تیسری حدیث میں ہے۔

لَمَّا جَاوَزْتُ فَبَکٰی

"جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔"

آپ خود فرمائیے کیا احادیث کے ان کلمات میں کوئی تضاد ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ بعض روایات ایسی ہیں جن میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کے متعلق خود علماء نے تصریح کی ہے اور جو حدیث زیادہ صحیح اور قوی تھی اس کو خود ترجیح دے دی ہے۔ جو تضاد ممتنع ہے، وہ تو یہ ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی پایہ کی ہوں، کسی کو کسی پر ترجیح بھی نہ دی جاسکتی ہو اور ان کو یکجا بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔ بہر حال یہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات کا مجمل تذکرہ ہے جو کسی نہ کسی طرح دلائل نقلیہ کا سہارا لے کر جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔

اب ذرا ان حضرات کے ارشادات کی طرف توجہ فرمائیے جو معراج اور دیگر معجزات کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات کا یہ نظام، اس میں یہ بے عدیل ارتباط اور موزونیت، بے مثل ترتیب اور یکسانیت، اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہ نظام چند قوانین اور ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہے، جنہیں قوانین فطرت (Laws of Nature) کہا جاتا ہے اور فطرت کے قانون اٹل ہیں۔ ان میں ردوبدل

ممکن نہیں ورنہ کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے عقل معجزات کو تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ معراج بھی ایک معجزہ ہے اس لئے یہ بھی عقلاً محال ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ علمائے اسلام نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے وہ یہ نہیں کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف ہو اور نوامیس قدرت سے برسرپیکار ہو بلکہ معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ

اَلْاِتْیَانُ بِاَمْرٍ خَارِقٍ لِلْعَادَۃِ یُقْصَدُ بِہٖ بَیَانُ صِدْقِ مَنِ ادَّعٰی اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ (اَلْمُسَامَرَۃُ وَغَیْرُھَا مِنْ کُتُبِ الْعَقَائِدِ)

"یعنی مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کسی ایسے امر کا ظہور پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔"

یہ تعریف نہیں کی گئی کہ معجزہ وہ ہے جو قانون فطرت اور نوامیس قدرت کے خلاف ہو۔ ان لوگوں کا اعتراض تو تب قابل التفات ہوتا جب معجزہ کو نوامیس قدرت کے خلاف مانا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزات قانون فطرت کے مطابق ہی رونپذیر ہوئے ہوں لیکن ابھی تک وہ قانون فطرت ہمارے ادراک کی سرحد سے ماوراء ہو۔ یہ دعویٰ کرنا کہ فطرت کے تمام قوانین بے نقاب ہو چکے ہیں اور ذہن انسانی نے ان کا احاطہ کر لیا ہے انتہائی مضحکہ خیز اور غیر معقول ہے۔ آج تک کسی فلسفی یا سائنسدان نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا۔

نیز قوانین فطرت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اٹل اور غیر متغیر ہیں، یہ بھی ناقابل تسلیم ہے۔ یہ خیال تب قابل تسلیم ہو سکتا ہے، جب ان قوانین کو ہر قسم کے نقص اور عیب سے مبرا سمجھ لیا جائے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ اختیار کیا جائے، کہ اس کائنات کی آرائش وزیبائش کے لئے یہی قوانین کفایت کرتے ہیں لیکن اہل خرد کے نزدیک یہ خیال محل نظر ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے معجزہ (Miracle) پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

it is an unwarranted Idealism and optimism which finds the course of Nature so wise and so good that any change in it must be Regarded as incredible, Ency. br1.v-15 p.586.

یعنی یہ ایک غیر معقول تصور اور خوش فہمی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ فطرت کا طریق

کار اتنا دانشمندانہ اور بہترین ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ منکر ہیں تو آپ سے معجزات کے متعلق بحث عبث اور قبل از وقت ہے۔ پہلے آپ کو وجود خداوندی کا قائل کرنا پڑے گا اس کے بعد معجزہ کے اثبات کا مناسب وقت آئے گا۔ اور اگر آپ وجود خداوندی کے قائل تو ہیں لیکن آپ کا تصور یہ ہے کہ خدا اور فطرت (Nature) ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا آپ خدا کو خالق کائنات تو مانتے ہیں لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس کا اب اپنی پیدا کردہ دنیا میں کوئی عمل دخل نہیں اور وہ اس میں کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا بلکہ الگ تھلگ بیٹھ کر ایک بے بس تماشائی کی طرح کائنات کے ہنگامہ ہائے خیر و شر کو خاموشی سے دیکھ رہا ہے اور کچھ کر نہیں سکتا تو پھر معجزہ کے انکار کی وجہ سمجھ آسکتی ہے، لیکن اگر آپ ذات خداوندی کے قائل ہیں اور اسے خالق ماننے کے ساتھ ساتھ قادر مطلق اور مدبر با اختیار بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کوئی پتہ اس کے اذن کے بغیر جنبش تک نہیں کر سکتا تو پھر آپ کا نوامیس فطرت کو غیر متغیر یقین کرنا اور اس بنا پر معجزات کا انکار کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عام معمول یہ ہے کہ وہ علت و معلول اور سبب و مسبب کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے، اور ظہور معجزہ کے وقت اس نے اپنی قدرت اور حکمت کے پیش نظر خلاف معمول اس تسلسل کو نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک با اختیار ہستی ہے، وہ جب چاہے اپنے معمول کو بدل دے۔ ایک شخص کی سالہا سال کی عادت یہ ہے کہ وہ رات کو دس بجے روزانہ سوتا ہے اور صبح چار بجے بیدار ہوتا ہے۔ اگر کسی روز آپ اسے ساری رات جاگتے ہوئے دیکھیں تو آپ اس مشاہدہ کا انکار نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکتے ہیں، کہ آج خلاف معمول فلاں صاحب رات بھر جاگتے رہے۔ اسی طرح ان قوانین فطرت کو عادت خداوندی اور معمول ربانی سمجھنا چاہئے اور کسی چیز کا خلاف معمول وقوع پذیر ہونا قطعاً اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

The Laws of Nature may be Regarded as Habits of the Divine Activity, and miracles as unusual acts, which, While consistent with divine character, Mark a new stage in the fulfilment of the purpose of God, Ency bri v-15 p.586

یعنی قوانین فطرت کو ہم عادات خداوندی کہہ سکتے ہیں۔ معجزات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے پیش نظر خلاف عادت ایسا کیا ہے اور یہ قطعاً ناروا نہیں۔

مغربی فلاسفہ میں سے ہیوم (David Hume) نے معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی شد و مد سے اس کا انکار کیا ہے۔ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جو طریقہ اس نے اختیار کیا ہے وہ توجہ طلب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ عالم ایک مخصوص نہج اور متعین انداز کے مطابق چل رہا ہے اور معجزات ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف رونما پذیر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر معجزہ کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس جو دلائل ہیں، وہ تجربہ اور مشاہدہ کے دلائل و براہین سے جب تک زیادہ قوی اور مضبوط نہ ہوں، اس وقت تک ہم معجزہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ثبوت معجزہ کے لئے ایسے وزنی دلائل موجود نہیں، اس لئے عقلاً معجزہ کا امکان تسلیم کرنے کے باوجود ہم ان کے وقوع کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار ہیوم کے اس نظریہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہم تمہارا یہ قاعدہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ معجزات تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ تجربات سے تمہاری مراد کیا ہے۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ معجزہ تمام تجربات کے خلاف ہوتا ہے تو آپ کا یہ قاعدہ کلیہ محتاج دلیل ہے، پہلے آپ یہ تو ثابت کر لیں کہ آپ نے تمام تجربات کا احاطہ کر لیا ہے۔ پھر آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ معجزہ ان تمام تجربات کے خلاف ہے۔ جب تک آپ اپنی دلیل کی کلیت ثابت نہیں کر سکتے اس وقت تک آپ کی دلیل قابل قبول نہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ تجربات سے مراد تجربات عامہ ہیں یعنی معجزہ تجربات عامہ کے خلاف ہے تو پھر اس سے تو فقط اتنا ہی ثابت ہوا کہ معجزہ عام تجربات اور معمولات کے خلاف ہے، تمام تجربات و مشاہدات کے مخالف ہونا تو لازم نہ آیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزہ کسی تجربہ کے مطابق ہو، لیکن وہ تجربہ آپ کے فہم کی رسائی سے ابھی بلند ہو۔ (انسائیکلو پیڈیا جلد نمبر 5 ص 586)

This Phrase Itself (That Miracale is contrary to Experience) is, as paley pointed out), Ambiguous. if it means all Experience, it Assumes the point to be proved, If it means only common exper-

ience, then it simply Asserts that the Miracle is unususal a truism. (Ency Bri v-15 p. 586)

استاذ احمد امین مصری ہیوم کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہیوم نے اپنے ایک مقالہ (Of Miracle) میں معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی کوشش سے ان کا بطلان ثابت کیا ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ کیونکہ معجزات ہمارے تجربہ کے خلاف ہیں اس لئے ناقابل تسلیم ہیں۔ استاذ موصوف لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم ہیوم سے پوچھیں کہ ایک طرف تو تمہارا یہ دعویٰ کہ علت و معلول اور سبب و مسبب کا حقیقت الامر سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم بارہا مشاہدہ کرتے آئے ہیں کہ ایسا ہو تو یوں ہو جاتا ہے، اس لئے ہم نے ایک چیز کو دوسری چیز کی علت فرض کر لیا حالانکہ حقیقت میں اس کا علت ہونا ضروری نہیں، اور دوسری طرف تم معجزہ کا انکار اس اساس پر کرتے ہو کہ یہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔ جب تمہارے نزدیک علیت اور معلولیت کا کوئی قانون ہی نہیں۔ ہر چیز بغیر تحقیق علت وقوع پذیر ہو رہی ہے اور اس کا کسی چیز کے ساتھ ربط نہیں تو پھر اگر معجزہ وقوع پذیر ہوا، جس کی ہم تعلیل کرنے سے قاصر ہیں تو کونسی قباحت ہو گئی۔ پہلے بھی جتنی چیزیں معرض وجود میں آئیں وہ علت حقیقیہ کے بغیر موجود تھیں اور یہ امر بھی بغیر علت کے ظاہر ہوا۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو تم تسلیم کرتے ہو اور دوسرے کے انکار میں تم اتنا غلو کرتے ہو کہ تمہیں اپنے فلسفہ کی بنیاد بھی سرے سے فراموش ہو گئی ہے۔ (قصۃ الفلسفۃ الحدیثۃ، جلد اول ص245)

اور بعض صاحبان نے اپنے جذبہ تجسس کو یہ تھپکی دے کر سلا دیا کہ ان واقعات کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ معجزات محض عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ انہوں نے معمولی اور عادی واقعات کو مبالغہ آمیزی سے اس طرح بیان کیا کہ انہیں خرق عادت بنا کر رکھ دیا۔ جو لوگ تحقیق و جستجو کی خار زار وادیوں میں آبلہ پائی کی زحمت برداشت نہ کرنا چاہتے ہوں ان کے لئے محفوظ اور آسان ترین یہی طریقہ کار ہے۔ لیکن کیا یہ کسی مشکل کا حل ہے۔ کیا اس سے کوئی عقدہ لاینحل کھل سکتا ہے، یہ غور طلب ہے۔

آخر میں ایک اہم مقالہ کی طرف اشارہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ معجزات کے بارے میں جناب محترم سر سید احمد خاں نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ معجزہ اس وقت تک معجزہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ کسی قانون قدرت کے مطابق ہو گا تو اس کا ظہور نبی کے علاوہ کسی اور شخص سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے معجزہ کا خلاف قانون ہونا ضروری ہے۔ قوانین قدرت اٹل ہیں، ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا ردو بدل کارونما ہونا قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ نصوص قرآنیہ میں بارہا یہ تصریح کی گئی ہے کہ قانون قدرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ معجزہ کا وقوع باطل ہے۔

آپ نے سید محترم کا استدلال ملاحظہ فرمالیا۔ انہوں نے معجزہ کی من گھڑت تعریف کر کے معجزہ کا بطلان کیا ہے۔ حالانکہ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ علماء اسلام نے معجزہ کی یہ تعریف نہیں کی کہ وہ قوانین فطرت کے خلاف ہو بلکہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔ نیز معجزات کو قوانین فطرت کے خلاف کہنے کا دعویٰ تو تب درست ہو سکتا جب کہ پہلے تمام قوانین فطرت اور سنن الٰہیہ کا احاطہ کرنے کے دعویٰ کو کوئی ثابت کر لے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جو یقیناً ثابت نہیں تو پھر معجزات کو سنن الٰہیہ کے خلاف ٹھہرانا سراسر لغو ہے۔

بہر حال جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے بس تماشائی کی طرح اس ہنگامہ خیر و شر کو دور سے بیٹھا ہوا دیکھ نہیں رہا بلکہ اس کے حکم، اس کی حکیمانہ تدبیر اور اس کے اذن سے نبض ہستی محو خرام ہے، اسے قطعاً ایسے معجزات کے بارے میں شک نہیں ہونا چاہئے جو صحیح اور قابل وثوق ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں۔

قرآن کریم میں حضور سرور کائنات ﷺ کے اس عظیم ترین معجزہ معراج کو جس مخصوص اسلوب سے بیان کیا گیا ہے اس میں غور کرنے کے بعد عقل سلیم کو بلا چون و چرا ماننا پڑتا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہے، وہ سچ ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ (1)

معجزہ معراج کی تفصیلات ضیاء النبی جلد پنجم کے پہلے باب "آیات طیبات در ثنائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء" میں سورۃ النجم کے حوالے سے درج ہیں وہاں ملاحظہ کی جائیں۔

1۔ پیر محمد کرم شاہ، "تفسیر ضیاء القرآن"، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، جلد 2، صفحہ 32-623

نزول باران رحمت کا معجزہ

اس سے پہلے خاتم النبیین رحمتہ للعالمین ﷺ کے ان جلیل القدر اور عدیم المثال معجزات کا ذکر ہوا جن کا تعلق عالم علوی سے تھا۔ اب ہم حضور کے ان معجزات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق عالم سفلی سے ہے لیکن پہلے باران رحمت کے نزول کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جزیرۂ عرب بنجر زمینوں اور خشک صحراؤں سے عبارت ہے۔ وہاں کوئی دریا نہ تھے جن سے نہریں نکال کر کھیتوں اور باغات کو سیراب کیا جاتا یا جن کے پانی کو صاف کر کے پیاس بجھائی جاسکتی۔ بروقت بارشیں نازل ہوتیں تو وہ تالاب بھر جاتے جن کو وہ اپنی پیاس بجھانے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ تمام کھیت اور باغات سیراب ہوتے جن کے پھلوں اور دیگر اجناس سے وہ اپنی فاقہ کشی کا درماں کرتے تھے۔ اگر کبھی بارش کے نزول میں تاخیر ہو جاتی تو ان کی جان پر بن آتی۔ کھیت خشک ہو کر بھوسہ بن جاتے۔ پھلدار درختوں کے تمام پتے اور پھل خشکی کے باعث گر کر تباہ ہو جاتے، کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہوتی، نہ اپنی پیاس کا درماں کرنے کیلئے کوئی تھوڑا پانی میسر ہوتا۔ عہد رسالت میں جب بھی ان کو ان حالات سے واسطہ پڑتا تو اس وقت وہ اللہ کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ رحمت پناہ میں حاضر ہو کر اپنی فریاد کرتے۔ سرور عالم ﷺ ان کی فریادرسی کرتے ہوئے بارگاہ رب العالمین میں دست سوال پھیلاتے تو فوراً بادل اُمڈ کر آجاتے اور موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو جاتی۔ اس قسم کے چند واقعات جو صحیح سند سے کتب صحاح میں مذکور ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی شان رحمت للعالمینی کا آپ مشاہدہ کرسکیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بخدا ایک روز مطلع صاف تھا۔ آسمان پر بادل تو کجا کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ جبل سلع اور ہمارے گھروں کے درمیان میں چٹیل میدان تھا، وہاں کوئی گھر، کوئی مکان تعمیر نہیں ہوا تھا۔ جمعہ کا دن تھا، رحمت عالم ﷺ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ ایک اعرابی مسجد شریف میں اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر شریف کے بالکل مقابل تھا اس نے آتے ہی گزارش کی

یارسول اللہ!

خشک سالی اور قحط سے مویشی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ راستے منقطع

ہو گئے ہیں۔ یعنی ان پر آمد ورفت بند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں تاکہ مولا کریم باران رحمت فرمائے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا

"اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔"

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا اور بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی آسمان پر کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اچانک مکانوں کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا۔ پھر بارش برسنا شروع ہوئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے حضور نے جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، ان کو نیچا کرنے سے پہلے بادل پہاڑوں کی طرح گرجتا ہوا آگیا اور حضور منبر شریف سے اترے نہ تھے کہ بارش کے قطرے رحمت عالم کی ریش مبارک پر آکر ٹپکنے لگے اور اس جمعہ سے لے کر لگاتار آٹھ دن آئندہ جمعہ تک دن رات بارش برستی رہی۔ پھر آئندہ جمعہ کو وہی شخص یا کوئی اور شخص حاضر خدمت ہوا عرض کی۔

تَھَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَھَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّمْسِکَھَا

"مکانات گر گئے ہیں۔ راستے بند ہو گئے ہیں مویشی گھر میں بند ہیں بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ بارش کو روک دے۔"

اس سائل کی عرضداشت سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

"اے اللہ! اب ہم پر یہ بارش نہ برسا بلکہ ٹیلوں پر، چھوٹی پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور جہاں درخت اگتے ہیں ان پر بارش برسا۔ الٰہی یہ بارش

مدینہ کے آس پاس برسا ہم پر نہ برسا۔"

چنانچہ جس طرف حضور کی انگلی کا اشارہ ہوتا بادل پھٹتا جاتا اور چند لمحوں میں مطلع صاف ہو گیا۔

اس دفعہ اتنی بارش ہوئی کہ وادی قناۃ ایک ماہ تک بہتی رہی۔ اس عرصہ میں دور دراز علاقوں کے جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے بھی یہی اطلاع دی کہ ہر جگہ موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔(1)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

هٰذِهٖ طُرُقٌ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تُفِيْدُ الْقَطْعَ

"یہ تمام طرق روایت حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ ایسا معجزہ ہے جس کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں۔"

امام بیہقی ایک دوسرے واقعے کے بارے میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کی۔

اَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْمِىْ لِبَانُهَا وَقَدْ شُغِلَتْ اُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

"یارسول اللہ! ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اس حال میں کہ ہماری کنواری بچیوں کے سینوں سے خون رس رہا ہے اور بچے کی ماں مارے بھوک کے اپنے بچے سے غافل ہو گئی ہے۔

وَلَا شَيْئَ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ عِنْدَنَا سِوَى الْحَنْظَلِ الْعَامِيِّ وَالْعِلْهِزِ الْفَسْلِ

"ہمارے پاس کھانے کیلئے کوئی چیز نہیں سوائے ردی قسم کے اندرائن کے اور ردی علہز (2) کے کوئی شے نہیں۔"

وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا وَاَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

"ہمارے لئے حضور کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کیلئے، مصیبت کے دنوں میں، اللہ کے رسولوں کے بغیر اور کہاں پناہ ملتی ہے۔"

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 169

2۔ علہز: ایک کھانا ہے جو خون اور بال سے ملا کر بناتے ہیں۔ خون کو اونٹ کے بالوں میں ملا کر آگ پر بھون لیتے ہیں اور قحط کے دنوں عرب لوگ اسے کھاتے ہیں۔

ان کی اس درد بھری فریاد کو سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیزی سے اٹھے اور اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے منبر شریف پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ان کلمات طیبات سے اپنی التجاء بارگاہ رب العالمین میں پیش کی۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا۔ سَرِیْعًا غَدَقًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ تَمْلَأُ بِہِ الضَّرْعَ وَتُنْبِتُ بِہِ الزَّرْعَ۔ وَتُحْیِیْ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ

"اے اللہ! ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو خوشگوار، سرسبز و شاداب کرنے والا، تیز برسنے والا، سیراب کرنے والا، ہر جگہ یکساں برسنے والا، جلدی برسنے والا، تاخیر نہ کرنے والا اور نفع بخش ہو، ضرر دینے والا نہ ہو۔ جس سے مویشیوں کی کھیریاں دودھ سے بھر جائیں اور زمینوں کی فصلیں اگ آئیں۔ اور جس سے زمین کو تو بنجر ہونے کے بعد زندہ کر دے اور اسی طرح تمہیں قیامت کے دن قبروں سے اٹھایا جائے گا۔"

حضرت انس فرماتے ہیں۔

فَوَاللّٰہِ مَا رَدَّ یَدَہٗ اِلٰی نَحْرِہٖ حَتّٰی اَلْقَتِ السَّمَآءُ بِاَوْرَاقِھَا (1)

"خدا کی قسم حضور نے اپنے دست مبارک جب اپنے چہرے پر پھیرے تو آسمان سے گھڑوں پانی برسنے لگا۔"

ایک روز مدینہ طیبہ سے باہر کسی گاؤں کے چند لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فریاد کی یارسول اللہ الغرق-الغرق اے اللہ کے پیارے رسول ہم تو غرق ہوگئے۔ غرق ہوگئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دونوں دست مبارک آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا

"الٰہی! ہم پر بارش نہ برسا۔ بلکہ ہمارے اردگرد کے علاقہ میں برسا۔"

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 170

اسی وقت مدینہ طیبہ سے بادل ہٹ گیا مطلع صاف ہو گیا۔

رحمت عالم ﷺ ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ پھر فرمایا ابو طالب نے کتنا اچھا کہا تھا، اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کوئی ہے جو ان کا وہ شعر پڑھ کر سنائے۔ سیدنا علی مرتضیٰ کھڑے ہوئے، عرض کی شاید حضور کا مدعا ان اشعار سے ہے۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتٰمٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

"وہ روشن چہرہ والا، جس کے چہرے کے صدقے بارش طلب کرتے ہیں۔ وہ یتیموں کا فریادرس اور بیواؤں کا نگہبان ہے۔"

یَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ وَهُمْ عِنْدَهٗ فِیْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

"خاندان بنی ہاشم کے فاقہ زدہ لوگ ان کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور جب وہ ان کی پناہ میں آجاتے ہیں تو انہیں طرح طرح کی نعمتیں اور فضیلتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔"

كَذَبْتُمْ وَبَیْتِ اللّٰهِ نُبْزٰی مُحَمَّدًا وَلَمَّا نُقَاتِلْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

"اللہ کے گھر کی قسم تم جھوٹ بکتے ہو جب یہ کہتے ہو کہ ہم محمد مصطفیٰ کو چھوڑ دیں گے۔ اس سے پیشتر کہ ہم ان کیلئے تم سے جنگ کریں اور مقابلہ کریں۔"

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنُذْهَلَ عَنْ اَبْنَآءِنَا وَالْحَلَائِلِ

"اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں ان کے اردگرد بکھری پڑی ہوں، ہم حضور کو تمہارے سپرد کر دیں گے یہاں تک کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھی بے نیاز ہو جائیں۔"

بنی کنانہ کے ایک شخص نے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کے محبوب کی مدح میں چند اشعار پیش خدمت کیے اس کے دو آخری شعر آپ بھی سماعت فرمائیں۔

بِهِ اللّٰهُ یَسْقِیْ بِصَوْبِ الْغَمَامِ وَهٰذَا الْعِیَانُ كَذَاكَ الْخَبَرُ

"اللہ تعالیٰ اس کے طفیل بادلوں سے بارش برساتا ہے اور یہ ہمارا چشم دید واقعہ ہے اور اسی طرح ہمیں اس کی اطلاعیں ملی ہیں۔"

فَمَنْ يَّشْكُرِ اللّٰهَ يَلْقَى الْمَزِيْدَ   وَمَنْ يَّكْفُرِ اللّٰهَ يَلْقَى الْغِيَر (1)

"جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا فرماتا ہے اور جو اس کی نعمت کا انکار کرتا ہے وہ حوادثات کا نشانہ بنتا ہے۔"

رحمت عالم ﷺ نے اس شاعر کے کلام کو سن کر فرمایا۔

وَاِنْ يَّكُ شَاعِرٌ يُّحْسِنُ فَقَدْ اَحْسَنْتَ

"اگر کوئی شاعر اچھی بات کہتا ہے تو بیشک تم نے اچھی باتیں کہی ہیں۔"

ایک دوسرا واقعہ

رحمت عالم ﷺ جب غزوہ تبوک سے بخیریت واپس تشریف لائے تو بنی فزارہ کا ایک وفد آیا، جو پندرہ بیس افراد پر مشتمل تھا، جن میں خارجہ بن الحصین، حر بن قیس جو سب سے کمسن تھا اور عیینہ بن حصین کا بھتیجا تھا بھی شامل تھے۔ وہ انصار کی ایک خاتون رملہ بنت حارث کے گھر میں اترے۔ جن اونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے وہ قحط کی وجہ سے از حد لاغر اور کمزور تھے۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تمہارے علاقے کا کیا حال ہے؟ عرض کی یارسول اللہ ہمارے علاقے میں شدید قحط ہے۔ ہمارے اہل و عیال غربت کی وجہ سے برہنہ ہیں۔ ہمارے مویشی مر رہے ہیں۔ حضور بارگاہ الٰہی میں ہمارے لئے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کی بارش فرمائے (کیونکہ وہ نو مسلم تھے انہیں اسلامی تعلیمات کا پوری طرح ادراک نہ تھا۔ ان کی زبان سے یہ نکلا یارسول اللہ حضور ہمارے لئے اپنے رب کی جناب میں شفاعت فرمائیں پھر انہوں نے ساتھ ہی کہا اور آپ کا رب آپ کے پاس ہماری شفاعت کرے)۔ ان کا یہ آخری جملہ سن کر حضور بہت پریشان ہوئے اور فرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَيْلَكَ هٰذَا اَنَا شَفَعْتُ اِلٰى رَبِّيْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ رَبُّنَا اِلَيْهِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَهُوَ يَئِطُّ مِنْ عَظْمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ كَمَا يَئِطُّ الْمَرْجَلُ الْحَدِيْدُ.

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 170

"اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے جو تم نے کہا۔ میں نے تو اپنے رب کی جناب میں تمہاری شفاعت کی ہے لیکن کون ہے جس کے پاس اللہ شفاعت کرے۔ پھر فرمایا کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔اس کی کرسی نے آسمان وزمین کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ یہ کرسی اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے باعث چیں چیں کر رہی ہے۔"

پھر سرکار دو عالم ﷺ اٹھے منبر پر تشریف لے گئے وہاں کچھ ارشادات فرمائے پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو بلند کیا، یہاں تک کہ حضور کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ حضور ﷺ نے بارش کیلئے جو التجا کی وہ تقریباً وہی ہے جو پہلے آپ پڑھ آئے ہیں لیکن اس دعا کے بعد ان جملوں کا اضافہ کیا گیا۔ عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ وَلَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا هَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ وَلَا مَحْقٍ۔

"اے اللہ! یہ رحمت کی بارش ہو، عذاب کی نہ ہو۔ مکانوں کے گرانے والی، لوگوں کو غرق کرنے والی اور آثار کو مٹانے والی بارش نہ ہو۔"

حضرت ابو لبابہ مجلس میں موجود تھے حضور کی اس دعا کے بعد کھڑے ہو کر عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ! کھجوریں تو خشک کرنے کیلئے ہم نے کھلیانوں میں بچھائی ہوئی ہیں وہ ساری بھیگ کر ضائع ہو جائیں گی۔ حضور نے عرض کی اللھم اسقنا یااللہ ہم پر بارش نازل فرما۔ ابو لبابہ نے وہی جملہ تین بار دہرایا۔ آخری بار حضور نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا حَتّٰى يَقُوْمَ اَبُوْ لُبَابَةَ عُرْيَانًا وَيَسُدَّ ثَعْلَبَ مِرْبَدِهٖ بِاِزَارِهٖ۔ (1)

"الٰہی ہم پر پانی برسا، اتنا برسا کہ ابو لبابہ کھڑا ہو کر اپنے کھلیان کا سوراخ اپنی ازار سے بند کرے۔"

ابو وجزہ فرماتے ہیں کہ بخدا آسمان میں بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مسجد نبوی اور جبل سلع کے درمیان سارا میدان خالی تھا۔ کوئی عمارت اور گھر وہاں نہ تھا۔ جبل سلع کے پیچھے سے بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نمودار ہوا جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو چاروں طرف

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 173

پھیل گیا پھر موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو گئی یہاں تک کہ چھ دن سورج نظر نہ آیا۔ جب چھ دن تک بارش نہ رکی۔ تو لوگ ابو لبابہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابو لبابہ یہ بارش ہر گز بند نہیں ہو گی جب تک تم چادر اتار کر اپنے کھلیان کے سوراخ کو بند نہیں کرو گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابو لبابہ اٹھے اپنی چادر اتاری اور اس کے ساتھ پانی کے سوراخ کو بند کیا تو اسی وقت مطلع صاف ہو گیا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ لشکر اسلام کو پیش آیا جب وہ غزوہ تبوک کیلئے مسافت طے کر رہے تھے۔ نافع بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا عمر بن خطاب سے عرض کی کہ ہمیں غزوہ تبوک کے بارے میں کوئی بات سنائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم شدید گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ستانے کیلئے ایک جگہ ٹھہرے۔ ہم سب کو پیاس کی شدت نے بے تاب کر دیا تھا یہاں تک کہ ہمیں اپنے زندہ بچنے کی بھی امید نہ رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ اپنے سواری کے اونٹوں کو ذبح کرتے، ان کے معدوں کو نکال کر نچوڑتے اور جو چند قطرے ان سے ٹپکتے اس سے اپنے خشک ہونٹوں اور سوکھے گلے کو تر کرتے اور اگر کوئی چیز بچ جاتی تو اس کو اپنے کلیجے پر رکھتے۔

جب یہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا خوگر بنا دیا ہے کہ جب بھی آپ دست سوال اس کی بارگاہ میں اٹھاتے ہیں تو وہ خالی واپس نہیں آتا، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو شرف قبول بخشتا ہے۔ یا رسول اللہ! ازراہ نوازش اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے دعا فرمائیے۔

حضور نے اپنے صدیق کو کہا اوتحب ذلک اے صدیق تمہیں یہ بات پسند ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کروں؟ صدیق اکبر نے عرض کی ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کئے اور اس سے پیشتر کہ اٹھے ہوئے ہاتھ واپس آتے سارا آسمان ابر آلود ہو گیا۔ فوراً بارش برسنے لگی یہاں تک کہ جتنے برتن کسی کے پاس تھے انہوں نے سب بھر لئے اور جب باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے جہاں تک مجاہدین اسلام کے خیمے نصب تھے، اس سے باہر ایک قطرہ

بھی کہیں نہیں ٹپکا۔

علامہ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں وَهٰذَا اِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ کہ اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ علامہ واقدی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، بارہ ہزار گھوڑے اور تیس ہزار مجاہدین تھے اور اتنی بارش نازل ہوئی کہ تمام نشیبی جگہیں لبریز ہو گئیں۔ اور ایک تالاب کا پانی اس سے نکل کر دوسرے تالاب میں جانے لگا فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اللہ تعالیٰ کے درود اور اللہ تعالیٰ کے سلام نازل ہوں اس سراپا یمن و برکت رسول اکرم پر جس کی زبان کھلنے کی دیر ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں کے منہ کھل جاتے تھے۔

اور ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کی سندیں صحیح ہیں کہ ادھر حضور ﷺ دعا کیلئے لب کشا ہوتے ادھر بادل گھر کر آجاتے اور موسلا دھار برسنا شروع ہو جاتی۔

پانی کا کثیر ہونا

اس سے پہلے نبی رؤف و رحیم ﷺ کے ان معجزات جلیلہ کا ذکر کیا گیا جن کا تعلق عالم علوی (آسمان) سے ہے، اب ہم رحمت عالم ﷺ کے ایسے معجزات کا تذکار جمیل کرتے ہیں جن کا تعلق زمین سے ہے۔ پھر ان معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن کا تعلق جمادات سے ہے۔ دوسرے وہ ہیں جن کا تعلق حیوانات سے ہے۔ وہ معجزات جن کا تعلق جمادات سے ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق پانی سے ہے کہ پانی بہت قلیل تھا اور سرکار دو عالم ﷺ کی برکت سے اس میں کثرت اور فراوانی پیدا ہو گئی۔ انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا حضور کے معجزات میں سے ایک ہے۔ اس کے بارے میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی صرف ایک دفعہ جاری نہیں ہوا بلکہ بہت سے مقامات پر یہ معجزہ لوگوں نے دیکھا اور اس کی روایت اتنی کثیر سندوں سے ہوئی ہے کہ اس سے علم قطعی ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ روایتیں تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو کثیر التعداد راویوں اور جم غفیر نے روایت کیا ہے اور یہ سلسلہ روایت صحابہ تک چلا جاتا ہے، کیونکہ اس قسم کے واقعات اس وقت ہوئے جب حضور ایک محفل میں تشریف فرما تھے یا مجاہدین کا جمگھٹا تھا۔ پھر کسی نے بھی اس واقعے کے راویوں پر

کوئی اعتراض نہیں کیا۔ پھر فرماتے ہیں۔

فَهٰذَا النَّوْعُ مُلْحَقٌ بِالْقَطْعِيِّ مِنْ مُعْجِزَاتِهٖ

"کہ یہ معجزات کی قسم قطعی الثبوت ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔"

انگشتہائے مبارک سے پانی جاری ہونے کی روایت کو کثیر طرق سے اجلہ محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ حضرت انس کی روایت کو شیخین اور امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے پانچ طریقوں سے روایت کیا ہے۔

ان ہی حضرات نے حضرت جابر کی حدیث کو چار طریقوں سے نقل کیا ہے۔ جب یہ روایت اتنے کثیر طرق سے مروی ہے تو ابن بطال کا یہ کہنا کہ یہ صرف حضرت انس سے مروی ہے، مردود ہے۔ یہ حضور سرور عالم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے جو کسی دوسرے نبی کو ارزانی نہیں فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کی ضرب سے بارہ چشمے جاری کیے لیکن وہ پتھر سے جاری ہوئے اور پتھروں سے پانی کا جاری ہونا یہ ایک عام بات ہے لیکن انگلیوں سے پانی کے چشموں کا ابلنا یہ اللہ کے محبوب مکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔

صاحب المواہب اللدنیہ فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا بہت سے صحابہ سے مروی ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرات انس، جابر، ابن مسعود، ابن عباس اور ابو یعلی رضی اللہ عنہم

حضرت انس سے ایک روایت اس طرح منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہم مدینہ طیبہ کے بازار میں زوراء کے مقام پر تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ وضو کرنے کیلئے پانی تلاش کرنے لگے لیکن آس پاس پانی نہ ملا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں تھوڑا سا پانی جو دستیاب ہوا تھا پیش کر دیا گیا۔ حضور نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وضو کر لیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلنے لگے یہاں تک کہ سب لوگوں نے بڑی تسلی سے وضو کیا اور ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی انہوں نے کہا ہم تین سو کے قریب تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی ابلنے کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں ہوا دو مرتبہ

ہوا۔ ایک بار جن لوگوں نے وضو کیا ان کی تعداد ستر یا اسی تھی اور دوسری مرتبہ جب لوگوں نے وضو کیا تو ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔

دوسری روایت ابن شاہین نے حضرت انس سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں۔

غزوہ تبوک میں مجھے اپنے آقا کی ہمراہی کا شرف نصیب ہوا۔ ایک منزل پر ہم پہنچے مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے چارپائے اور اونٹ پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا کوئی بچا کھچا پانی ہے تو ایک شخص ایک پرانا مشکیزہ لے کر آیا۔ اس کی تہہ میں دو تین گھونٹ پانی کے تھے۔ حضور نے چھوٹا ٹب منگوایا اور اس میں وہ پانی انڈیلا گیا پھر رحمت عالم نے اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اس ٹب کو دیکھا کہ حضور کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل رہے تھے۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو اور اپنے دوسرے جانوروں کو پانی سے سیراب کیا اور اپنے مشکیزوں میں ذخیرہ کر لیا۔ حضور نے پوچھا کیا تمہاری ضرورت پوری ہو گئی؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! چنانچہ حضور نے اس ٹب میں سے اپنا دست مبارک نکال لیا۔

امام بیہقی نے حضرت انس سے ایک اور حدیث روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔

ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قبا روانہ ہوئے۔ جب قبا کی بستی میں پہنچے تو ایک گھر میں سے ایک چھوٹا سا پیالہ لایا گیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ بمشکل نبی رحمت کی چار انگلیاں اس میں داخل ہو سکیں۔ پھر حضور نے لوگوں کو کہا آؤ پانی پیو۔ حضرت انس فرماتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے اس پیالہ کے پاس آتے رہے اور پانی پی کر واپس لوٹتے رہے یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

اس واقعہ کو امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر سے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ میں پہنچے اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مشرکین نے روک دیا تو وہاں پانی کی قلت کا مسئلہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول رکھا تھا جس میں سے حضور وضو فرما رہے تھے۔ لوگ بڑی تیزی سے وہاں پہنچے۔ حضور نے پوچھا تم نے یہ بھگدڑ کیوں مچا رکھی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں جس سے ہم پیاس بجھا سکیں یا وضو کر سکیں۔

سرور عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس چمڑے کے ڈول میں ڈال دیا اور فوراً اس میں آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ہم سب نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا اور بڑی تسلی سے وضو کیا۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا۔

لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً (1)

"اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا لیکن اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔"

حضرت جابر فرماتے ہیں اسی قسم کا ایک واقعہ ہمیں غزوۂ بواط کے دوران پیش آیا۔ بواط بنی جہینہ قبیلہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو ینبع کے قریب ہے۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اعلان کرو کسی کے پاس وضو کے لئے پانی ہے۔ میں نے تین مرتبہ یہ اعلان کیا۔ پھر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! اس کاروان میں پانی کا ایک قطرہ بھی مجھے دستیاب نہیں۔ ایک انصاری کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی مشکوں میں پانی ڈال کر کھونٹی سے لٹکا دیا کرتا تا کہ ہوا لگنے سے پانی ٹھنڈا رہے اور وہ اس ٹھنڈے پانی کو اپنے آقا کی خدمت میں پیش کرے۔ مجھے حضور نے فرمایا فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کی پرانی مشکوں میں پانی ہے۔ میں اس انصاری کے پاس گیا اور اس کی مشکوں کو اچھی طرح دیکھا۔ چند گھونٹ پانی کے دستیاب ہوئے۔ میں لوٹ کر آیا عرض کی یا رسول اللہ! حضور کے اس غلام کے پاس پانی کے چند گھونٹ ہیں۔ حضور نے مجھے حکم دیا جاؤ وہ پانی لاؤ۔ میں نے آکر پیش خدمت کیا۔ حضور کچھ تلاوت فرماتے رہے پھر مجھے پیالہ عطا فرمایا۔ حکم دیا اعلان کرو کسی کے پاس بڑا پیالہ یا لگن ہے۔ چنانچہ چند آدمی ایک لگن کو اٹھا کر لائے اور حضور کے سامنے رکھ دیا۔ حضور نے اپنا دست مبارک اس لگن میں رکھا اور مجھے حکم دیا کہ چند گھونٹ پانی کے ہاتھ پر انڈیل دو اور کہو بسم اللہ۔ میں نے ایسے کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی ابل کر نکل رہا ہے یہاں تک کہ وہ لگن بھر گیا۔ پھر حضور نے فرمایا ﷺ جابر اعلان کرو جابر اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہو آئے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔ چنانچہ لوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور مویشیوں کو

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 143

بھی پانی پلایا۔ پھر حضور نے کہا کوئی آدمی رہ تو نہیں گیا۔ جب معلوم ہوا کہ سب نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی پی لیا ہے تو حضور نے اس لگن سے دست مبارک اٹھا لیا اور ہزاروں نے اگرچہ اس سے پانی پیا تھا لیکن وہ اب بھی لبالب بھرا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر سرور عالم ﷺ اپنے لشکر جرار، جو تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا، کی معیت میں عین تبوک پر پہنچے۔ اس میں پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک ایک قطرہ جو ٹپک رہا تھا اس کو ایک برتن میں جمع کیا پھر بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس پانی سے اپنے رخ اقدس اور مبارک ہاتھوں کو دھویا پھر وہ دھوون اس چشمے میں ڈال دیا گیا۔ وہ چشمہ جو قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا حضور کے اس دھوون کی برکت سے ایک بڑے چشمے کی طرح ابلنے لگا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا اے معاذ! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تو دیکھے گا کہ اس چٹیل میدان میں ہر طرف باغات ہی باغات ہوں گے، اس کا چپہ چپہ آباد ہو گا۔ جو حضور نے اس وقت فرمایا چند سال بعد حضور کی پیشین گوئی پوری ہو گئی وہ سارا خطہ باغات سے لہلہانے لگا۔

امام بخاری مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: سرور عالم ﷺ اپنے چودہ پندرہ سو صحابہ کی معیت میں جب حدیبیہ پہنچے تو ایک کنارے پر جو کنواں تھا وہاں اترے۔ لوگ آئے اور اس کنویں سے پانی بھرنا شروع کیا۔ پانی کی وہ قلیل مقدار جو اس کنویں کی تہہ میں تھی وہ چند لمحوں میں ختم ہو گئی۔ لوگ جب پانی کی نایابی کی وجہ سے پیاس کا شکار ہوئے تو دوڑتے ہوئے اپنے آقا کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور پیاس کی شکایت کی۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا، پھر حکم دیا کہ یہ تیر لے جاؤ اور اس کنویں میں اتر کر اسے وہاں گاڑ دو جہاں پانی ہے۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی کے فوارے ابل پڑے اور قلیل وقت میں وہ سارا کنواں لبالب بھر گیا۔ جتنے روز رحمت عالم ﷺ نے وہاں نزول اجلال فرمایا وہ کنواں لبالب بھرا رہا۔ سب لوگ وہاں سے پانی پیتے بھی رہے، وضو بھی کرتے رہے اور دیگر ضروریات کے لئے مشکیں بھر بھر کر لے جاتے بھی رہے لیکن پھر بھی پانی کی قلت کی شکایت نہیں ہوئی، وہ کنواں لبالب بھرا رہا۔

امام بخاری براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا، کلی کی پھر دعا مانگی پھر وضو کے پانی کو حدیبیہ کے کنویں میں انڈیل دیا اور اس کی برکت سے کنوئیں کی تہ سے پانی جوش مار کر ابلنے لگا۔ حضور نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر بھی اس کنویں میں ڈالا اور بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔ مختصر وقت میں وہ کنواں پانی سے لبالب بھر گیا یہاں تک کہ اس کی منڈیر پر بیٹھ کر چلوؤں کے ذریعہ لوگ پانی نکال کر پیا کرتے تھے۔

یہ خیال رہے کہ یہ واقعہ، حضرت جابر کے واقعہ کے علاوہ ہے۔

امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت عمران بن حصین خزاعی سے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔ حضرت عمران کہتے ہیں ہم ایک سفر میں سرور عالم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر شدت پیاس کی شکایت کی۔ سرور عالم ﷺ اپنی اونٹنی سے نیچے اترے، حضرت زبیر اور علی رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوئے حکم دیا۔ کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔ تعمیل حکم میں وہ دونوں صاحبان پانی کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگانے لگے یہاں تک کہ انہیں ایک عورت ملی۔ قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے جب انہیں پانی کی تلاش میں بھیجا تو بتایا۔ انما تجدان امراة بمكان كذا معها بعير عليه مزادتان تمہیں ایک عورت فلاں جگہ پر ملے گی جو اونٹ پر سوار ہو گی اور اس کے دونوں طرف پانی کے مشکیزے لٹک رہے ہوں گے اور وہ ان کے درمیان پاؤں لٹکائے بیٹھی ہو گی۔ یہ دونوں حضرات اسے لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ایک برتن منگوایا۔ اس کی دونوں مشکوں کے منہ کھول دیئے اور پانی اس برتن میں انڈیلا پھر اس پانی میں اپنا دست مبارک رکھا تو پانی دست مبارک سے ابلنے لگا۔ چنانچہ تمام مجاہدین میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پیو اور پلاؤ۔ اعلان سن کر لوگ دوڑے آئے اور جتنا جتنا پانی کسی کو درکار تھا وہ لے کر واپس ہوتے گئے۔ وہ عورت بے حس و حرکت کھڑی تھی اور یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ کس طرح لوگ دھڑا دھڑ آ رہے ہیں اور اس کے مشکیزوں سے پانی لے لے کر جا رہے ہیں۔ وہ بڑی دور سے پانی لے کر آئی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ حسب توفیق سب لوگ اس خاتون کی امداد کریں تاکہ اس کو ہماری وجہ سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ بعض نے روایت کیا ہے کہ پانی لینے سے پہلے اس سے اجازت طلب کی گئی تھی۔

نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق تمام مسلمان حسب توفیق اس کی امداد کرنے میں مشغول ہو گئے۔ کوئی کھجوریں لا رہا تھا کوئی آٹا کوئی ستو، کوئی کپڑے لا رہا تھا۔ ان سب چیزوں کو ایک گٹھڑی میں باندھ کر اس کے اونٹ پر لاد دیا گیا۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا تم جانتی ہو کہ ہم نے تیرے پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں لیا۔ تیری دونوں مشکیں جس طرح تم بھر کر لائی تھی اب بھی وہ لبالب بھری ہوئی ہیں۔ ہم نے تیرے پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں لیا بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی پلایا ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئی۔ جب اپنے گھر پہنچی تو اس کے اہل خانہ نے اس سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کچھ نہ پوچھو، میرے ساتھ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا ہے۔ اور اس نے سارا واقعہ ان لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ یوں پانی بھر کر لا رہی تھی، دو آدمی مجھے ملے جو مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو تم صابی کہتے ہو۔ اس نے تمام تفصیلات کھول کر ان کے سامنے بیان کیں آخر میں اس نے کہا یہ شخص یا تو بہت بڑا جادوگر ہے یا یہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان کافی عرصہ وہاں ٹھہرے رہے اور کفار و مشرکین کے جو ریوڑ یا اونٹوں کے گلے انہیں دستیاب ہوتے وہ ان پر قبضہ کر لیتے لیکن اس خاتون کے قبیلہ کی بھیڑ بکریاں یا اونٹ چر رہے ہوتے تو ان سے تعرض نہ کرتے۔ اس عورت نے انہیں کہا اے میری قوم! مسلمان آپ کے اونٹوں اور بکریوں پر قبضہ نہیں کرتے، وہ جان بوجھ کر ان سے صرف نظر کر رہے ہیں، کیا تم اپنے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت محسوس کرتے ہو تو آؤ اس نبی مکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے دست ہدایت بخش پر اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ اس خاتون کی بات انہیں پسند آئی۔ وہ سب لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

غزوہ تبوک کے سفر میں حضور ﷺ نے حضرت ابو قتادہ کے وضو کے برتن سے وضو فرمایا اور اس میں کچھ پانی باقی رہ گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اے ابو قتادہ! اس برتن کی حفاظت کرنا اس کی بڑی شان ہو گی۔ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی بارگاہ رسالت میں انہوں نے عرض کی۔ حضور نے ابو قتادہ کا وہی برتن منگوایا اور پیالہ میں پانی ڈال کر سب کو پلاتے رہے۔ مسلمان قوم نے سیر ہو کر پانی پیا، تمام جانوروں کو بھی پانی پلایا اور اپنے مشکیزے بھی پانی سے بھر لئے۔ ابو قتادہ فرماتے ہیں۔ سب لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے لیکن میں نے اور حضور ﷺ نے ابھی پانی نہیں پیا تھا۔ حضور ﷺ نے پیالہ

میں پانی ڈالا اور مجھے حکم دیا اے ابو قتادہ پانی پیو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ جب تک حضور پانی نہیں پئیں گے میں اس پیالہ کو لبوں سے نہیں لگاؤں گا۔ سرور عالم ﷺ نے ایک ارشاد فرمایا اور قیامت تک آنے والے امتیوں کو قربانی اور ایثار کا ناقابل فراموش درس دیا اِنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا جو ساقی ہوتا ہے وہ سب کو پلانے کے بعد خود پیتا ہے۔ ابو قتادہ کہتے ہیں چنانچہ میں نے پہلے پیا۔ میں جب سیر ہو کر پی چکا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے تب وہ پیالہ اپنے لبوں سے لگایا اور پیا۔(1)

امام ابن اسحاق اپنی مغازی میں عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے کہا کہ میں ایک روز سوق ذی المجاز میں تھا۔ یہ بازار عرفہ کے قریب تھا اور زمانہ جاہلیت میں اہل عرب وہاں جمع ہو کر لین دین کیا کرتے۔ حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ مجھے پیاس لگی میں نے اپنے بھتیجے کو بتایا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ حضور کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے میری پیاس کا مداوا کر سکیں۔ یہ سن کر سواری سے حضور نیچے اترے اور زمین پر اپنی ایڑی ماری۔ زمین سے فوراً پانی ابلنے لگا۔ حضور نے فرمایا چچا جان آپ کو پیاس لگی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے فرمایا چچا جان پانی پیو۔ اس واقعہ کو ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زیاد بن حارث الصدائی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ہمارا ایک کنواں ہے۔ جب سردی کا موسم آتا ہے تو اس میں پانی بہت زیادہ ہوتا ہے اور ہم سب اس کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جب گرمی کا موسم آتا ہے تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اس لئے پانی کے حصول کیلئے ادھر ادھر کنوؤں پر جانا پڑتا ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے ہمارے اردگرد بسنے والے ہمارے دشمن ہیں جن سے ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ یارسول اللہ ہمارے کنویں کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کریں تاکہ اس کا پانی وافر ہو اور ہم سب قبیلے والے گرمیوں سردیوں میں ایک جگہ خیمہ زن رہیں۔

حضور نے حکم دیا کہ سات کنکریاں چن کر لاؤ۔ ہم نے سات کنکریاں پیش خدمت کیں۔ حضور نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسلا اور دعا فرمائی اور اس میں دم کیا پھر ہمیں

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 147

حکم دیا کہ یہ سات کنکریاں لے لو، جب تم اپنے کنویں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے اس کنویں میں ڈالتے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

صدائی کہتے ہیں ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ جب کنکریاں حسب حکم اس کنوئیں میں ڈال دی گئیں تو اس میں اتنا کثیر مقدار میں پانی جمع ہو گیا کہ ہمیں اس کی تہ نظر نہ آتی تھی۔

ابو بکر بزاز رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہمارے گھر میں کنواں تھا جس کو جاہلیت کے زمانہ میں نزور کہا جاتا تھا۔ اس کنویں سے پانی نکال کر ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے ہمارے اس کنویں میں لعاب دہن ڈالا۔ اس کی ایسی برکت ہوئی کہ پھر اسکا پانی کبھی ختم نہ ہوتا تھا۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا

امام احمد، عمرو بن زر سے اور وہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ بخدا بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک روز تنگ آکر اس راستہ پر آکر بیٹھ گیا جس راستے پر لوگوں کی آمد و رفت ہوا کرتی تھی کہ شاید کوئی میرا حال دریافت کر کے میرے فاقے کا درماں کر دے۔

چنانچہ ابو بکر صدیق میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اس اثنا میں میرے چہرے کی زردی کو دیکھیں گے اور میرا حال دریافت کریں گے لیکن انہوں نے مجھ سے کوئی استفسار نہ کیا اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا لیکن آپ نے بھی میرے مقصد کو نہ بھانپا اور تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر گزری میرے آقا و مولیٰ سیدنا ابو القاسم محمد رسول اللہ میرے پاس سے گزرے۔ میرا چہرہ دیکھ کر حضور نے میری حالت کو پہچان لیا اور میرے دل میں جو خواہش تھی اس پر آگاہی حاصل کر لی۔ حضور نے فرمایا اے ابوہریرہ بھوک لگی ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ حضور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں نے اذن طلب کیا۔ اذن

دیا گیا۔ میں اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہے۔ حضور نے اہل خانہ سے پوچھا تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ انہوں نے عرض کی فلاں صاحب نے حضور کے لئے بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو کہو کہ تمہیں حضور یاد فرماتے ہیں۔ ابوہریرہ کہتے ہیں اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے پاس سر چھپانے کو کوئی جھونپڑا تھا نہ مال و اسباب۔ حضور سرور عالم ﷺ کے پاس جب ہدیہ آتا تو اسے حضور تناول فرماتے اور بقیہ اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے اور اگر صدقہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو سارے کا سارا اصحاب صفہ کو بھجواتے اور خود اس سے کچھ تناول نہ فرماتے۔ جب حضور نے مجھے اہل صفہ کو بلانے کا حکم دیا تو میرے حزن و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ میری توقع یہ تھی کہ پہلے دودھ کا پیالہ پینے کیلئے مجھے دیا جائے گا۔ میں سیر ہو کر پیوں گا اس طرح میرا دن رات سکون سے گزر جائیں گے۔ میں نے دل میں کہا میں تو صرف پیغام رساں ہوں جب وہ لوگ آئیں گے تو حضور مجھے فرمائیں گے کہ ان کو دودھ پیش کروں اور اگر ایسا ہوا تو میرے لئے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا چنانچہ میں چل دیا اور ان کو اطلاع دی۔ سب آگئے انہوں نے باہر کھڑے ہو کر اذن طلب کیا۔ چنانچہ اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ سب اندر داخل ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا "ابوہریرہ! یہ پیالہ لو اور انہیں جا کر دو۔ حسب ارشاد میں نے پیالہ پکڑا اور ان کے پاس لے گیا۔ ایک کو دیا اس نے سیر ہو کر پیا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیا میں لے کر دوسرے کی طرف پہنچا اس نے بھی سیر ہو کر پیا پھر لوٹا دیا۔ یکے بعد دیگرے سب کے پاس پیالہ لے جاتا۔ وہ سیر ہو کر دودھ پیتا اور مجھے واپس کر دیتا۔ ان میں سے آخری آدمی نے دودھ پیا اور مجھے پیالہ واپس کر دیا تو میں نے وہ پیالہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے وہ پیالہ پکڑ لیا، دست مبارک پر رکھا، اس میں ابھی کچھ دودھ بچا تھا۔ پھر حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا میری طرف نگاہ کرم ڈالی اور مسکرا دیئے۔ مجھے کہا ابوہریرہ! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ اے اللہ کے پیارے رسول حضور کا غلام حاضر ہے۔ حضور نے فرمایا اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ حضور نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور پیو حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کیا۔ جب

میں نے سیر ہو کر پی لیا اور پیالہ الگ کیا تو حکم دیا کہ پیو پھر میں نے جتنا میرے اندر سما سکتا تھا پیا۔ پھر پیالے کو لبوں سے جدا کیا۔ حکم ہوا اور پیو۔ بار بار حضور کے حکم سے میں پیتا رہا۔ آخری بار رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ اور پیو تو میں نے عرض کی۔ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ فِيَّ مَسْلَكًا یارسول اللہ اب تو میرے اندر ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ حضور نے فرمایا پیالہ مجھے دیدو۔ میں نے پیش کیا۔ حضور نے جو سب کا پس انداز تھا وہ نوش جان فرمایا۔ (1)

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

امام احمد، ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ میں عقبہ بن ابی معیط کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ ایک روز میرے پاس سے رسول اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر گزرے۔ مجھ سے پوچھا اے جوان! کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کی دودھ تو ہے لیکن میں امین ہوں مالک کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا۔ پھر حضور نے پوچھا کیا تمہارے پاس ایسی بکری ہے جس کے ساتھ کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔ چنانچہ میں ایسی بکری لے آیا۔ حضور نے اس کی کھیری پر دست مبارک پھیرا۔ چشم زدن میں وہ دودھ سے بھر گئی۔ پھر اس کو دوہا گیا۔ حضور نے خود پیا صدیق اکبر کو پلایا پھر اس کی کھیری کو حکم دیا سکڑ جا۔ چنانچہ کھیری سکڑ گئی پھر میں کچھ دیر بعد بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ مجھے بھی وہ قول سکھائیے۔ سراپا لطف و کرم آقا نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور مجھے اس دعا سے نوازا يَا غُلَامُ يَرْحَمُكَ اللهُ إِنَّكَ عَلِيمٌ مُعَلَّمٌ اے نوجوان اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے بیشک تو عالم اور معلم ہے۔

دوسری روایت میں ہے: تو وہ نوجوان ہے جس کو عالم بنادیا گیا ہے چنانچہ میں نے حضور سے ستر سورتیں یاد کیں۔

ام معبد کی بکری کا واقعہ آپ سفر ہجرت کے ذکر کے دوران پڑھ چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

حافظ ابو یعلی اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انس اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں: میری والدہ نے ایک بکری پالی ہوئی تھی اور اس کا جو

1۔ شمائل الرسول، جلد 3، صفحہ 192، زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 155

گھی ہوتا تھا وہ ایک کپی میں جمع کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ وہ کپی گھی سے بھر گئی۔ میری والدہ نے وہ کپی ربیبہ کو دے کر اسے حکم دیا کہ وہ یہ کپی لے کر جائے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرے تاکہ وہ اسے بطور سالن استعمال کریں۔ ربیبہ وہ کپی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ یہ گھی کی کپی ام سلیم نے حضور کی خدمت میں بھیجی ہے۔ حضور نے وہ کپی لے لی اور اپنے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اس کو خالی کر کے دیں۔ ربیبہ کہتی ہیں میں خالی کپی لے کر واپس چل پڑی۔ جب میں آئی تو ام سلیم گھر پر نہیں تھیں۔ میں نے وہ کپی ایک میخ کے ساتھ لٹکا دی۔ کچھ دیر بعد ام سلیم جب واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کپی بھری ہوئی ہے اور گھی نیچے ٹپک رہا ہے۔ ام سلیم نے ربیبہ سے پوچھا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اس کپی کو لے جاؤ اور حضور کی خدمت اقدس میں پیش کرو۔ اس نے کہا میں حضور کی خدمت میں وہ کپی پیش کر آئی ہوں اور اگر آپ کو تسلیم نہ ہو تو آپ میرے ساتھ چلیں، حضور سے پوچھ لیں۔ حضرت انس کہتے ہیں میری والدہ ربیبہ کے ساتھ چل پڑی۔ حضور سے پوچھا یا رسول اللہ میں نے حضور کی طرف گھی کی ایک کپی بھیجی تھی تاکہ حضور اسے بطور سالن استعمال کریں۔ حضور نے فرمایا ربیبہ نے وہ کپی مجھے پہنچا دی ہے۔ ام سلیم نے عرض کی یا رسول اللہ اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ تو بھری ہوئی ہے اور اس سے گھی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی جان نثار خادمہ کو ارشاد فرمایا۔

يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَتَعْجَبِينَ أَنْ كَانَ اللّٰهُ أَطْعَمَكِ كَمَا أَطْعَمْتِ نَبِيَّهُ؟ كُلِي وَأَطْعِمِي۔ (1)

"اے ام سلیم! تو اس بات پر تعجب کرتی ہے کہ جس طرح تو نے اللہ تعالیٰ کے نبی کے لئے سالن کا انتظام کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کے بدلے میں اپنی جناب سے سالن کا انتظام فرما دیا ہے۔ تم اسے کھاؤ۔"

امام بیہقی نے اوس بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ان کی والدہ ام اوس البہز یہ نے کہا کہ میں نے گھی گرم کر کے صاف کیا، ایک کپی میں ڈالا اور بطور ہدیہ بارگاہ رسالت میں ارسال

1۔ شمائل الرسول، جلد 3، صفحہ 96-195

کیا۔ حضور نے اسے قبول فرمایا اور اس کپی سے باقی گھی نکال لیا اور تھوڑا سا رہنے دیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اس کی برکت کیلئے دعا مانگی۔ پھر حکم دیا کہ یہ کپی ام اوس کو واپس پہنچا دو۔ جب وہ کپی اس کے پاس پہنچی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ پوری بھری ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہیں مجھے یہ غلط فہمی ہوئی کہ میرے آقا نے اسے قبول نہیں فرمایا بلکہ مسترد کر دیا ہے۔ میں چیختی چلاتی حضور کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے یہ گھی صاف کر کے حضور کی خدمت میں بھیجا تھا کہ حضور اسے تناول فرمائیں۔ حضور نے اسے بتایا کہ میں نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے اور جو تھوڑا سا گھی واپس کیا ہے اسے تم کھاؤ اور اس میں برکت کیلئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس تھوڑے گھی میں اتنی برکت ڈالی کہ سرور عالم ﷺ جتنا عرصہ اس دنیا میں تشریف فرما رہے وہ اسے استعمال کرتی رہی۔ پھر عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی کے اختتام پر اسی گھی سے نکال نکال کر استعمال کرتی رہی۔

امام بیہقی حاکم سے روایت کرتے ہیں وہ اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں: قبیلہ اوس کی ایک خاتون تھی جسے ام شریک کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان المبارک میں مسلمان ہوئی۔ وہ پہلے ایک یہودی کی زوجہ تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس نے اسے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس کو شدید پیاس نے تنگ کیا تو یہودی نے کہا جب تک تم یہودی نہیں بنو گی اس وقت تک پانی کا ایک گھونٹ نہیں ملے گا۔ اس خاتون نے اس کی فرمائش کو مسترد کر دیا۔ رات کو سوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اسے پانی پلا رہا ہے۔ جب بیدار ہوئی تو اسے تشنگی کا احساس تک نہ تھا اسے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ سیراب ہو چکی ہے۔ وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنی داستان عرض کی۔ حضور نے اس کو اپنے شرف زوجیت میں لینے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس نے سمجھا کہ میں شہنشاہ کونین کی زوجیت کے قابل نہیں ہوں۔ اس نے عرض کی جس غلام کے ساتھ حضور کی مرضی ہو میری شادی فرما دیجئے۔ چنانچہ سرور عالم نے حضرت زید کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور تیس صاع اسے دینے کا حکم دیا۔ فرمایا اس میں سے نکال نکال کر کھاتی رہو لیکن اس کو ناپنا نہیں۔ اس کے پاس گھی کی ایک کپی تھی۔ اس نے اپنی کنیز کو کہا کہ اسے لے جائے اور حضور کی خدمت میں پیش کرے۔

اس کپی کو خالی کر دیا گیا اور سرور عالم نے اس لونڈی کو کہا کہ جب اسے واپس مالکہ کو

پہنچائے تو اسے کہنا اس کو کسی کھونٹی کے ساتھ لٹکا دے اور اس کا منہ بند نہ کرے۔ ام شریک جب گھر آئی اس نے دیکھا کہ وہ کپی گھی سے بھری ہے۔ اس نے اپنی لونڈی سے پوچھا کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ اس کپی کو لیکر حضور کی خدمت میں پیش کرو؟ اس نے کہا میں نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ جو خالی کپی حضور نے واپس کی تھی اس کی مالکن نے اسے دیکھا کہ وہ بھری ہوئی تھی۔ حضور نے حکم دیا اس کپی کا منہ بند نہ کرنا۔ وہ یوں ہی بھری رہی یہاں تک کہ ام شریک نے ایک روز اس کا منہ باندھ دیا۔ پھر جو غلہ حضور نے اسے دیا تھا اس نے اسے تول لیا۔ اتنا عرصہ تک وہ اس سے کھاتی رہی لیکن تیس صاع میں ذرا کمی نہ آئی۔ (1)

قلیل کھانے کا زیادہ ہو جانا

حضرت ابو طلحہ انصاری کی میزبانی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں: ابو طلحہ (والد انس) نے اپنی رفیقہ حیات ام سلیم کو کہا میں نے سرور عالم ﷺ کی آواز سنی ہے، مجھے اس میں نقاہت اور کمزوری محسوس ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے فاقہ کی وجہ سے یہ کمزوری ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس نے چند جو کی روٹیاں نکالیں پھر اوڑھنی نکالی اس میں ان روٹیوں کو لپیٹا اور میرے ہاتھوں میں تھما دیا۔ پھر مجھے کہا کہ جاؤ بارگاہ رسالت میں پیش کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں وہ روٹیاں لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اس وقت مسجد میں رونق افروز تھے اور بہت سے لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا، حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ پھر پوچھا کیا کچھ کھانا دیکر بھیجا ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ اس کے بعد حضور نے جتنے لوگ وہاں بیٹھے تھے سب کو فرمایا اٹھو اور اپنے بھائی کی دعوت کو قبول کرو۔ حضور روانہ ہوئے۔

حضرت انس کہتے ہیں میں آگے آگے جا رہا تھا سب سے پہلے میں ابو طلحہ کو ملا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت ابو طلحہ کو جب پتہ چلا کہ سرور عالم جم غفیر کے ساتھ تشریف لا رہے

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 127

ہیں تو دوڑتے ہوئے ام سلیم کو جا کر بتایا یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں ہمارے پاس کھلانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ اس مومنہ خادمہ نے جواب دیا تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابو طلحہ گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں حضور سے ملاقات کی۔ اب سب لوگ حضور کی معیت میں ابو طلحہ کے گھر جا رہے ہیں حضور نے جب ان کے گھر میں قدم رنجہ فرمایا تو ارشاد فرمایا هلم يا ام سليم ما عندك اے ام سلیم جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ وہ روٹی جو ان کے پاس تھی وہ لیکر آئیں اور خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ سرور انبیاء نے حکم دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ ام سلیم نے اپنے گھی کا کپا اس روٹی پر انڈیل دیا اس کو سامنے رکھ کر رحمت عالم نے کچھ پڑھا اور دم کر دیا پھر حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ چنانچہ دس آدمی آئے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے پھر دس اور کو اندر آنے کا اذن ہوا۔ وہ آئے انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ اس طرح دس دس آدمی آتے رہے اور پیٹ بھر کر کھاتے رہے۔ آپ بتاتے ہیں ستر اسی آدمیوں نے اس ایک روٹی کو کھایا پھر بھی وہ جوں کی توں باقی رہی۔ (1)

ایک دوسری روایت ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ کو حضور کی آمد کا علم ہوا تو اس مومن صادق کو ذرا تشویش نہ ہوئی کہ جم غفیر آ رہا ہے اور میرے گھر میں صرف ایک روٹی ہے، کیا بنے گا آپ نے فرمایا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ بَیْتِیْ مِنِّیْ میرے گھر میں جو کچھ ہے مجھ سے زیادہ حضور اس کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے فکر کی کیا ضرورت۔ حضرت ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر اپنے آقا کا استقبال کیا اور صاف عرض کر دی کہ ہمارے پاس صرف ایک روٹی ہے۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور کا شکم مبارک کمر کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ میں نے ام سلیم کو حکم دیا۔ اس نے حضور کے لئے ایک روٹی پکائی۔ حضور نے فرمایا وہ روٹی لاؤ۔ وہ ایک پیالہ میں رکھی گئی۔ حضور نے پوچھا کچھ گھی ہے۔ ابو طلحہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس کپی میں کچھ ہو گا۔ وہ لے آئے۔ سرور عالم اور ابو طلحہ دونوں اس کو نچوڑ رہے تھے۔ اس سے بمشکل چند قطرے نکلے۔ اس سے آپ کی انگشت شہادت تر ہوئی۔ حضور نے وہ انگشت

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 99-198

اس روٹی پر ملی تو ایک روٹی پھول کر بڑی ہو گئی۔ پھر حضور نے دس دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی یہاں تک کہ اسی آدمی سیر ہو کر کھا کر چلے گئے لیکن روٹی کا درمیانی حصہ جس کو حضور نے اپنی انگشت شہادت سے چھوا تھا وہ ویسے کا ویسا موجود رہا۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں هٰذَا اِسْنَادٌ عَلٰی شَرْطِ اَصْحٰبِ السُّنَنِ اصحاب سنن نے جن اسناد سے احادیث روایت کی ہیں اس حدیث کی سند بھی انہیں شرائط کے مطابق ہے۔

حضرت ابو طلحہ کی ضیافت کے بارے میں جو روایت ہے اس کے بارے میں علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

لٰكِنْ اَصْلُ الْقِصَّةِ مُتَوَاتِرَةٌ لَا مَحَالَةَ كَمَا تَرٰى وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ (1)

حضرت جابر بن عبد اللہ کی یوم خندق دعوت

امام بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے خندق کھودنے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ حضور کا شکم مبارک کمر کے ساتھ چپکا ہوا تھا اور بھوک کی وجہ سے کمر پتلی ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں ایک سخت چٹان خندق میں ظاہر ہوئی۔ تمام صحابہ نے اس کو توڑنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں فریاد کی یارسول اللہ! خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان ظاہر ہو گئی ہے، سب نے اس کو توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں ٹوٹی۔ حضور نے فرمایا میں ابھی آرہا ہوں۔ پھر حضور کھڑے ہوئے۔ حضور کے شکم مبارک پر پتھر بندھا تھا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم تین دن وہاں رہے اور ایک دانہ بھی ہمارے منہ میں نہیں گیا۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ کدال لیکر وہاں پہنچے اور اس کو ضرب لگائی۔ ضرب نبوت سے اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر ملک شام کی سمت جا گرا۔ حضور نے فرمایا اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الشَّامِ مجھے شام کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

دوسری ضرب لگائی اس کا تیسرا ٹکڑا ایران کے ملک کی طرف جا گرا۔ حضور نے فرمایا اس ضرب سے مجھے کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی گئی ہیں۔

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 206

تیسری بار جب ضرب لگائی تو اس چٹان کا بقیہ حصہ یمن کی طرف جاگرا۔ حضور نے فرمایا مجھے یمن کے ملک کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ اجازت ہو تو گھر تک ہو آؤں۔ میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو سخت فاقہ کی حالت میں دیکھا ہے۔ کیا تیرے پاس حضور کو پیش کرنے کیلئے کوئی چیز ہے؟ اس نیک بخت نے کہا ہمارے پاس کچھ جو ہیں اور ایک چھوٹا سا لیلا ہے۔ میں نے اس بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری رفیقہ حیات نے جو پیسے۔ میں نے گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھا اور خود حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے میدان جنگ میں واپس آگیا۔

جب میں جانے لگا تو میری زوجہ نے کہا مجھے حضور کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں نے جب حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگوشی کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے اور ایک صاع جو کا آٹا ہم نے گوندھا ہے۔ حضور خود بھی تشریف لائیں اور دس تک اپنے صحابہ کو ساتھ لائیں۔ دوسری روایت میں ہے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہم نے حضور کیلئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے، حضور خود ایک دو صحابہ کو ساتھ لیکر تشریف لائیں۔ زبان سے تو کہا تھا کہ ایک دو آدمیوں کو ساتھ لائیں لیکن میری خواہش تھی کہ آپ اکیلے تشریف لاتے۔ حضور نے پوچھا تم نے کتنا کھانا پکایا ہے؟ میں نے عرض کی تھوڑا سا۔ حضور نے فرمایا کَثِيرٌ طَيِّبٌ بہت زیادہ اور پاکیزہ ہے، اپنی بیوی کو کہو جب تک میں نہ پہنچوں چولہے سے ہانڈی نہ اتارنا اور تندور سے روٹی نہ نکالنا۔ یہ کہہ کر حضرت جابر کو گھر روانہ کیا پھر تمام لشکر میں منادی کرادی: اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لئے کھانا پکایا ہے۔ فَحَيَّهَلاً بِكُمْ آؤ سب کو صلائے عام ہے۔ پس مہاجرین و انصار سب حضور کے ہمراہ حضرت جابر کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر اپنی زوجہ کے پاس گئے اور بتایا خدا تیرا بھلا کرے حضور تو اپنے تمام لشکریوں کو ہمراہ لیکر آرہے ہیں۔ اس مومنہ صادقہ نے پوچھا کیا حضور نے تم سے پوچھا کہ تم نے کتنا کھانا پکایا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے عرض کر دی تھی۔ لیکن دل میں مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ ایک صاع جو اور ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ اور سارا لشکر اسلام تو اس مومنہ صادقہ نے کہا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ نَحْنُ اَخْبَرْنَاهُ بِمَا عِنْدَنَا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم نے تو جو ہمارے پاس تھا اس کے بارے میں اطلاع دے دی۔

پھر حضور تشریف لائے۔ حضور کے سامنے گوندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا حضور نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر حضرت جابر کو حکم دیا روٹی پکانے والی عورت کو بلاؤ جو تیری بیوی سے مل کر روٹی پکائے۔ پھر بتایا میرے ساتھ ایک ہزار آدمی آیا ہے۔ ہانڈی کو چولہے سے نہیں اتارنا وہیں سے ہی چمچے سے سالن ڈالتے جانا۔ سب لوگ باری باری آتے رہے اور سب سیر ہو کر چلے گئے اور جتنا آٹا پہلے تھا اتنا ہی باقی رہا۔ اور ہانڈی بھی بھری ہوئی تھی جیسے اس سے کسی نے ایک چمچہ سالن نہیں نکالا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا خود کھاؤ اور پڑوسیوں، رشتہ داروں کو بطور ہدیہ بھیجو۔ حضرت جابر فرماتے ہیں ہم سارا دن کھاتے رہے کھلاتے رہے بانٹتے رہے۔

ایک روایت میں ہے ہم خود بھی کھاتے رہے اور تمام پڑوسیوں کو ہدیہ کے طور پر گھروں میں بھی بھجوایا۔(1)

امام بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

جس زمانہ میں حضور کا عقد حضرت زینب بنت جحش سے ہوا تھا انہیں دنوں میری والدہ ام سلیم نے کہا کیا ہم حضور کی بارگاہ میں کوئی ہدیہ نہ پیش کریں۔ میں نے کہا ضرور کریں انہوں نے کھجوریں، گھی اور پنیر لیکر ایک حلوہ بنایا اور پتھر کے ایک طشت میں رکھا اور فرمایا اے انس! اسے لے جاؤ حضور کی خدمت میں پیش کرو۔ عرض کرنا میری والدہ نے یہ ہدیہ حضور کی خدمت میں بھیجا ہے اور سلام عرض کرتی ہیں۔ میں نے جب ہدیہ پیش کیا اور والدہ کا پیغام بھی عرض کیا تو رحمت عالم نے فرمایا اس طشت کو رکھ دو اور فلاں فلاں آدمی کو بلا لاؤ اور جو آدمی تمہیں راستہ میں ملے اس کو دعوت دو۔ میں نے حسب ارشاد سب کو دعوت دی واپس آیا تو حضور کا کاشانہ اقدس مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ ان کی تعداد کتنی تھی تو انہوں نے کہا تقریباً تین صد۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھا اور کچھ دم پڑھا پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر بٹھایا جاتا، ان کے سامنے دستر خوان پر کھانا چنا جاتا اور وہ سیر ہو کر چلے جاتے۔ پھر دوسری ٹولی آجاتی۔ جب لوگ کھانے کیلئے بیٹھتے تو حضور ارشاد فرماتے۔ اُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيْهِ اللہ کا نام لیکر شروع کرنا اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھانا کھائے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 50-148

حضرت انس نے فرمایا تمام مہمانوں نے اس تھوڑے سے کھانے سے سیر ہو کر کھایا۔ جب سب کھا کر چلے گئے تو کھانا بچ گیا۔ جب بچے ہوئے کھانے کی طرف غور سے دیکھا تو میں یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ جب مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تھا اس وقت زیادہ مقدار تھی یا اب، جبکہ سینکڑوں مہمان پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں اب کھانے کی مقدار زیادہ ہے۔

طبرانی اور بیہقی حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ جب رحمت عالم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہم نے حضور اور حضور کے یار غار کیلئے دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابو ایوب کو حکم دیا انصار کے سرداروں سے ان تین آدمیوں کو بلاؤ کہ ہمارے ساتھ کھانا تناول کریں۔ میں نے انہیں بلایا۔ وہ سب آئے انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر بھی کھانا بچ گیا۔ رحمت عالم نے پھر فرمایا فلاں فلاں ساٹھ آدمیوں کو بلاؤ کہ وہ ہمارے ساتھ کھانا تناول کریں۔ میں ان کو بلا لایا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور دو آدمیوں کا پکایا ہوا کھانا پھر بھی بچ گیا۔ پھر حکم دیا کہ فلاں فلاں ستر آدمیوں کو بلاؤ، وہ ہمارے ساتھ ماحضر تناول کریں۔ میں انہیں بلا لایا۔ یہاں تک کہ ان سے بھی کھانا بچ گیا اور جتنے لوگ اس دعوت میں شریک ہوئے جب وہ گھر واپس لوٹے تو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور حضور کے دست مبارک پر جہاد کرنے اور ہر حالت میں حضور کی مدد کرنے کی بیعت کر چکے تھے۔ اس معجزہ کی وجہ سے اور حضور کے لطف و کرم کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس دعوت کیلئے انصار کو مخصوص کیا تا کہ ان کی تالیف قلوب ہو جائے اور اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اسلام لائیں اور ھادی اسلام کی مدد کریں اور ایسا ہی ہوا۔ سرکار دو عالم نے ان کو انصار (مددگار) کے لقب سے اسلئے نوازا تھا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ لوگ دین اسلام کی مدد کریں گے اور جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ابن سعد طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق نے اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے انہوں نے اپنے والد ماجد علی زین العابدین سے روایت کیا: ایک روز سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے صبح کے کھانے کیلئے ہانڈی پکائی پھر حضرت علی مرتضیٰ کو حضور کی خدمت میں بھیجا تا کہ یہ عرض کریں کہ آج صبح کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔ حضور تشریف لائے اپنی نور نظر کو حکم دیا کہ تمام امہات المومنین کیلئے ایک ایک

بڑا پیالہ سالن سے بھرا ہوا بھیجیں۔ چنانچہ حضرت سیدہ نے تمام امہات المومنین کیلئے ایک ایک پیالہ سالن کا بھر دیا پھر ایک پیالہ حضور کیلئے ایک علی مرتضٰی اور ایک اپنے لئے بھرا پھر ہانڈی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو وہ ہانڈی لبالب بھری تھی جیسے کسی نے اس میں سے ایک چمچ سالن نہ لیا ہو۔

امام ابو داؤد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی رحمت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے بالا خانے میں جو کھجوریں رکھی ہیں ان میں سے احمس قبیلہ کے چار سو سواروں کو زاد راہ دو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کھجوریں تو چند صاع ہیں یہ اتنے آدمیوں کو کس طرح کفایت کریں گی۔ سرور عالم نے فرمایا۔ اِذْهَبْ وَافْعَلْ مَاأمُرُكَ بِه وَلَا تُبَالِ بِقِلَّةِ التَّمرِ جاؤ اور جو میں نے حکم دیا اس کو بجا لاؤ اور فکر مت کرو کہ کھجوروں کی مقدار بہت کم ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم اپنے آقا کا فرمان بجالانے کیلئے گئے اور تمام لوگوں میں زاد راہ تقسیم کیا اور پھر بھی کھجوروں کا ڈھیر یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے کھجور کا ایک دانہ بھی کسی نے نہیں لیا۔ (1)

امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر بہت قرض تھا۔ آپ نے اپنے والد کے قرض خواہوں سے مصالحت کی کوشش کی کہ تم یہ باغ بھی لے لو اور جو اس میں کھجوریں ہیں وہ بھی لے لو جن کا پھل سال بھر کھاتے رہو اور قرض معاف کر دو لیکن انہوں نے اس تجویز کو قبول نہ کیا۔ کھجوروں پر جو پھل تھا وہ کئی سال اگر قرض خواہوں کو دیا جاتا رہتا تب بھی قرضہ ادا نہ ہو سکتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں اپنا ماجرا پیش کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا: باغ میں جاؤ ہر کھجور پر جو پھل لگا ہے اس کو کاٹ کر درختوں کے مڈھوں میں جمع کر دو۔ یہ حکم دینے کے بعد سرکار خود حضرت جابر کے باغ میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کی کہ وہ کھجوروں کے پھل میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت جابر نے تمام قرض خواہوں کو بلایا اور ہر ایک کو اتنی کھجوریں دیں جن سے اس کا قرض ادا ہو گیا۔ جب تمام قرض خواہوں کو ان کے قرضوں کی قیمت کے مطابق کھجوریں دے دی گئیں اور فارغ ہو گئے تو پھر بھی وہ کھجوروں کے ڈھیر جوں کے توں لگے تھے۔ جتنی کھجوریں ان کثیر التعداد

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 154

قرض خواہوں کو دی گئی تھیں اتنی مقدار میں کھجوریں بچ گئیں۔ یہ قرض خواہ یہودی تھے۔ اس چیز کو دیکھ کر کہ حضور کی دعا کی برکت سے کھجوروں کے پھل میں کتنی برکت ہوئی ہے وہ سراپا حیرت بن گئے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر، عمر کو یہ اطلاع دو تاکہ وہ بھی شاداں فرحاں ہوں کہ ان کے نبی کریم کے قدموں کی برکت سے کھجوروں کے پھلوں میں اتنی برکت ہوئی کہ سارا قرض ادا ہو گیا ہے۔(1)

امام بیہقی اور ترمذی ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک میں ایک دفعہ سامان خورد و نوش کی از حد قلت ہو گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کی توشہ خانہ میں کچھ کھجوریں ہیں۔ حضور نے فرمایا ان کھجوروں سے مٹھی بھر کر لاؤ۔ میں لیکر حاضر ہوا تو میری مٹھی میں دس پندرہ کھجوریں تھیں۔ حضور نے ان کو دستر خوان پر بچھا دیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ۔ وہ کھاتے جاتے اور اٹھتے جاتے یہاں تک کہ سارا لشکر کھا کر سیر ہو گیا۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ جتنی کھجوریں تم لے آئے تھے یہاں سے اٹھالو۔ میں جتنی لایا تھا ان سے زیادہ کھجوریں اٹھالیں۔ ان میں سے خود بھی کھایا، اہل و عیال کو بھی کھلایا اور جو مہمان آتے تھے ان کو بھی کھلاتا تھا۔ انہیں مٹھی بھر کھجوروں سے سرکار دو عالم کی حیات طیبہ کے اختتام تک اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کی انتہا تک کھاتا رہا یہاں تک حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ اس افراتفری میں وہ توشہ دان چھین لیا گیا۔

قاضی عیاض شفاء شریف میں لکھتے ہیں کہ ان تین فعلوں (1) انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا۔ (2) حضور کی دعا سے کنوؤں کا پانی نکلنا۔ (3) تھوڑے طعام کا کثیر تعداد کیلئے کفایت کرنا، ان کی اکثر روایات ان احادیث سے ہیں جن کو محدثین نے صحیح تسلیم کیا ہے اور صرف صحابہ سے پندرہ صحابہ نے ان کو روایت کیا ہے۔ تابعین کی تعداد اس تعداد سے کئی گنا ہے۔ اسلئے ان کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں۔(2)

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 416

2۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 56-155

مردوں کوزندہ کرنے کے معجزات

محبوب رب العالمین علیہ السلام کے معجزات کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حضور کا ہر معجزہ اپنی شان میں بے عدیل اور بے مثال ہے۔ ہر معجزہ حضور کے دعوی نبوت کی تصدیق کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ پر گواہی دے رہا ہے۔ ان معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ حضور نے متعدد مردوں کو زندگی کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ اس سلسلہ میں چند معجزات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔

امام بیہقی۔ دلائل النبوۃ میں روایت کرتے ہیں۔

ایک روز مرشد برحق علیہ السلام نے ایک شخص کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہ کر دیں۔ تب رحمت عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ وہ شخص حضور کو لے گیا اور اس کی قبر پر کھڑا کر دیا۔ اللہ کے محبوب رسول نے اس کا نام لیکر اس کو بلایا۔ فرمایا یا فلانۃ اس نے سینکڑوں من مٹی کے نیچے سے جواب دیا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ یارسول اللہ! حضور کی یہ خادمہ حاضر ہے، ساری سعادتیں آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ تو واپس دنیا میں آجائے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! بخدا میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ رحمت و شفقت کرنے والا پایا ہے اور آخرت کو دنیا سے کہیں بہتر پایا ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کو (زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق) فلاں وادی میں پھینک دیا حضور اس کو زندہ فرما دیں۔ حضور اس کے ساتھ اس وادی میں تشریف لے گئے اور اس کا نام لیکر بلایا یا فلانۃ اللہ کے اذن سے مجھے جواب دے تو وہ قبر سے باہر نکل آئی اور کہہ رہی تھی لبیک و سعدیک حضور علیہ السلام نے فرمایا تیرے ماں باپ دونوں مسلمان ہو

گئے ہیں، اگر تجھے پسند ہو تو تجھے ان کے پاس بھیج دوں۔ اس نے کہا مجھے ماں باپ کی ضرورت نہیں، میں نے اپنے رب کو ان سے زیادہ کریم و شفیق پایا ہے۔

ابن عدی، ابن ابی الدنیا، امام بیہقی، ابو نعیم تمام جلیل القدر محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس صفہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز ایک بوڑھی خاتون جو نابینا تھی وہ ہجرت کر کے سرور عالم ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جس کا عنفوان شباب تھا۔ کچھ دن گزرے کہ مدینہ کی وبا نے اس کو بستر علالت پر ڈال دیا۔ چند دن بیمار رہا پھر اس کی روح قبض کر لی گئی۔ حضور نے اس کی وفات کے بعد اس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کریں۔ جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو نبی کریم نے فرمایا اے انس! اس کی ماں کے پاس جاؤ اور اس کو اس کے بیٹے کی وفات کی اطلاع دو۔ میں گیا اور اس بوڑھی ماں کو اس کے نوجوان بیٹے کی وفات کی اطلاع دی۔ وہ آئی اور اپنے بیٹے کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں کو پکڑ لیا پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کیا میرا بیٹا واقعی وفات پا گیا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک اب اس نے اپنا رخ اللہ رب العزت کی طرف کیا اور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ اَسْلَمْتُ عَلَيْكَ طَوْعًا وَخَلَعْتُ الْاَوْثَانَ
زُهْدًا وَخَرَجْتُ اِلَيْكَ رَغْبَةً اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِيْ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ
وَلَا تُحَمِّلْنِيْ فِيْ هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ مَا لَا طَاقَةَ لِيْ بِهٖ۔

"اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں خوشی سے اسلام لائی ہوں اور بتوں سے نفرت کرتے ہوئے میں نے ان کی بندگی کا پٹا اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اور میں تیرے دربار میں حاضر ہوئی ہوں تاکہ تو مجھے اپنی رحمت سے نوازے۔ اے اللہ! میرے بچے کی موت سے بتوں کے پجاریوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے اور مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔"

جوں ہی اس نے اپنی التجا ختم کی تو بچے نے اپنے پاؤں ہلائے اور اپنے چہرہ سے چادر ہٹا دی۔ اس کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وصال فرمایا اور اس

کی والدہ راہی ملک بقا ہو گئیں۔ (1)

مشہور محدث ابو نعیم حضرت حمزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا ریوڑ تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ جب وہ اپنی بکریوں کا دودھ دوہتا اس کا ایک پیالہ بھر کر بارگاہ رسالت میں پیش کرتا۔ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے کئی دن تک اسے نہ دیکھا۔ اس کا باپ آیا اس نے عرض کی یارسول اللہ میرا بیٹا وفات پا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس بوڑھے باپ کو کہا اگر تم چاہو تو میں اللہ کی جناب میں دعا کروں اور وہ اسے زندہ کر کے تیرے پاس پہنچا دے اور اگر تیری مرضی ہو تو اس صدمہ پر صبر کرے اور اس کا اجر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے۔ اس طرح کہ تیرا بیٹا تیرے پاس آئے، تیرا ہاتھ پکڑے اور جنت کی طرف چل دے اور جنت کے بہت سے دروازوں سے جس دروازے کو پسند کرے اس میں تجھے لیکر داخل ہو جائے۔ اس آدمی نے کہا مَنْ لِّیْ بِذٰلِكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اے اللہ کے نبی اس کا کون ذمہ دار ہے؟ فرمایا یہ صرف تیرے لئے نہیں بلکہ تیرے لئے اور ہر مومن کیلئے ہے جس کو اس صدمہ سے دوچار کر دیا جائے۔

حضرت ابو نعیم اپنی سند سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت جابر بن عبداللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا حضور کے چہرہ کی رنگت متغیر ہے۔ فوراً لوٹ کر اپنی زوجہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ میں نے آج اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا ہے، اس کا رنگ بدلا ہوا ہے، میرا خیال ہے کہ پیہم فاقہ کشی سے چہرہ کی رنگت تبدیل ہوئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے جو میں بارگاہ رسالت میں پیش کروں؟ اس نے کہا۔ بخدا ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے اور کچھ بچے ہوئے جو ہیں چنانچہ میں نے اس بکری کے بچے کو ذبح کیا۔ اس نیک بخت نے جو پیسے، روٹی پکائی پھر اس کی ثرید بنائی پھر اس کھانے کو اٹھا کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ حضور نے فرمایا اے جابر! اپنی ساری قوم کو بلا کر لے آ۔ چنانچہ میں ان کو بلا کر لایا۔ وہ ٹولی ٹولی بن کر داخل ہوتے تھے اور کھانا کھا کر واپس آجاتے تھے یہاں تک کہ میری قوم کے تمام افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جب لوگ کھانا کھاتے تو حضور ﷺ انہیں ہدایت کرتے کہ گوشت کھاؤ لیکن ہڈیوں کو نہ توڑنا۔ ہم سب لوگ کھانا کھا چکے تو ان ہڈیوں کو جمع کیا گیا۔ حضور نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھا اور کچھ پڑھا جسے میں

1۔ "حیاۃ الرسول"، جلد 1، صفحہ 470، الشفاء، جلد 1، صفحہ 50-449

نے نہیں سنا۔ ہم نے دیکھا کہ چشم زدن میں وہ ہڈیاں ایک ساتھ مل گئیں، گوشت نے ان کو ڈھانپ لیا اور وہ بکری فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور کان ہلانے لگی۔ حضرت جابر اس بکری کو لیکر اپنے گھر گئے ان کی رفیقہ حیات نے جب حضرت جابر کے ہاتھ میں بکری کو دیکھا تو پوچھا یہ کیا آپ نے بتایا یہ وہی بکری ہے جس کو ذبح کر کے ہم نے حضور کی دعوت کی تھی۔ بیساختہ اس نیک بخت کی زبان سے نکلا اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

طبری، خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، ان جلیل القدر محدثین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ایک روز نبی کریم ﷺ بڑے غمزدہ اور افسردہ خاطر تھے۔ آپ حجون کی وادی میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ جب واپس تشریف لائے تو چہرہ مبارک پر فرحت وشادمانی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت صدیقہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے اپنے رب سے آج یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری التجا کو شرف قبول ارزانی فرمایا۔ میری والدہ کو زندہ کیا، وہ قبر سے باہر آئیں اور مجھ پر ایمان لائیں پھر وہ اپنے مزار پر انوار میں واپس چلی گئیں۔

ایک دوسری روایت میں وہ بھی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے اس میں صرف والدہ ماجدہ کا ذکر نہیں بلکہ والدین کریمین کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لائے پھر اپنے مزارات میں واپس چلے گئے۔

حضور کے والدین کریمین کے ایماندار ہونے کے بارے میں ہم نے ضیاء النبی جلد دوم صفحات 78 تا 91 میں مفصل بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار ہیں کہ قارئین کرام کو ان صفحات کے مطالعہ سے ان کے مومن ہونے پر صدق یقین نصیب ہوا ہوگا۔

ایک اور واقعہ جلیل القدر محدثین جن میں ابن ابی الدنیا، ابن مندہ، طبرانی اور ابو نعیم، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

خارجہ بن زید انصار کے رؤسا میں سے تھے۔ ایک روز ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گھر آرہے تھے کہ گر پڑے اور انتقال کر گئے۔ انصار کو جب ان کی ناگہانی موت کی اطلاع ملی تو وہ آئے اور ان کی میت کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ چارپائی پر کمبل ڈالا گیا اور دو چادریں ڈالی گئیں۔ گھر میں مستورات تھیں جو اپنے سردار کی وفات پر رو رہی تھیں۔ انصار کے مرد بھی وہاں موجود تھے۔ کافی دیر تک آپ کی میت ان کے گھر پڑی رہی

کیونکہ ان کی وفات اچانک ہوئی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہوگئے کہ ان کا قاتل کون ہے اسی وجہ سے ان کی تدفین میں کافی تاخیر ہوگئی یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہوگیا اور اچانک ایک آواز بلند ہوئی۔ اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا خاموش ہو جاؤ، لوگوں نے اس اچانک آواز پر میت کی طرف غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان چادروں اور کمبل کے نیچے سے یہ آواز آئی ہے چنانچہ آپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو پتہ چلا کہ حضرت خارجہ بن زید کی زبان سے یہ بات نکل رہی تھی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ الْاَوَّلِ "سیدنا محمد اللہ کے رسول ہیں وہ نبی امی اور خاتم النبیین ہیں حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔" پہلی کتاب میں یہی تحریر ہے۔

پھر آواز آئی صَدَقَ صَدَقَ پھر اس نے کہا ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ پھر خاموش ہوگئے۔

ایسے معلوم ہوتا تھا کہ رحمت دو عالم ﷺ کی روح مبارک تشریف لائی تھی اور اس روح مبارک کو دیکھ کر آپ نے حضور کی سچائی کی گواہی دی تھی۔ (1)

بچوں کا گفتگو کرنا

حضور کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے ساتھ شیر خوار بچوں نے گفتگو کی۔

ابن قانع سے مروی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر حضور مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک روز حضور ایک گھر میں رونق افروز تھے، حضور کا رخ انور چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ میں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا کہ اہل یمامہ میں سے ایک شخص ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لایا۔ اسی روز اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس نے اسے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اس بچے سے پوچھا یَا غُلَامُ مَنْ اَنَا؟ اے بچے بتا میں کون ہوں؟ اس بچہ نے، جس کی عمر ابھی چوبیس گھنٹوں سے کم تھی، فوراً جواب دیا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ تم نے سچ کہا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اتنا کہنے کے بعد بچہ خاموش ہوگیا۔ بڑا

1۔ زینی دحلان، "السیرة النبویہ" جلد 3، صفحہ 158، الشفاء، جلد 1، صفحہ 450

ہوا تب اس نے گفتگو شروع کی۔ ہم اسے مبارک یمامہ کہا کرتے تھے کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرتے ہیں: حضور کی بارگاہ اقدس میں ایک نوجوان پیش کیا گیا جو بالکل گونگا تھا، آج تک اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ رحمت عالم نے اس سے پوچھا مَنْ اَنَا اے نوجوان بتاؤ میں کون ہوں۔ اس گونگے نے جو شکم مادر سے ہی گونگا پیدا ہوا تھا اس نے جھٹ کہا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

ایک گونگے کو چشم زدن میں گویا کرنا اللہ کے محبوب کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

امام احمد اور بیہقی ابن ابی شیبہ سے اور وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: ایک روز ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنِیْ بِہٖ جُنُوْنٌ یارسول اللہ ﷺ ہمارے بچے کو جنون کا مرض ہے۔ جب ہمارے صبح وشام کھانے کا وقت ہوتا ہے تو اسے دورہ پڑ جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے سر پر اپنے دست مبارک کو پھیرا۔ اچانک اسے قے آئی اور اس سے کچھ مواد نکلا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے شفایاب ہو گیا۔

ابن ابی شیبہ ام جندب سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ! یہ بیمار ہے بات نہیں کر سکتا۔ رحمت عالم ﷺ نے پانی منگوایا، کلی کی اور اپنے دست مبارک کو دھویا اور وہ دھوون اس بچے کی ماں کو دیا اور فرمایا یہ پانی بچے کو پلا دو۔ اور حضور نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر پھیرا وہ بچہ فوراً شفایاب ہو گیا اور اپنے زمانہ کے دانشوروں اور عقلمندوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ (1)

بیماروں کا شفایاب ہونا

سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی ہر قسم کی لا علاج بیماریوں کا معالج وطبیب حاذق بنا کر مبعوث فرمایا۔ کفر وشرک اور فسق وفجور کی بیماریوں میں جو لوگ مبتلا تھے، رحمت عالم نے اپنی نگاہ کرم سے ان کے گندے دلوں کو پاک کر کے ان کو صحت کاملہ سے آراستہ کر دیا۔ اسی طرح بارگاہ رسالت میں جو لا علاج مریض حاضر ہوا حضور کی

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 160

توجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شفایاب فرمایا۔ بیشمار ایسے بیمار ہیں جو حاضر خدمت ہوئے اور تندرست ہو کر لوٹے۔ ان سب کا احاطہ ہمارے لئے ممکن نہیں البتہ چند واقعات جو صحیح روایات سے مروی ہیں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ اپنے آقا کی شان مسیحائی کا اندازہ لگا سکیں۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شریک ہوئے۔ جنگ میں آپ کو تیر لگا۔ جس سے آپ کی آنکھ کا ڈھیلا بہ نکلا۔ آپ نے اس ڈھیلے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا، بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی میری آنکھ پر نظر کرم فرمائیے۔ حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہتے ہو تو میں اس آنکھ کو درست کر دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ بیشک جنت بڑی خوبصورت جزاء ہے اللہ تعالیٰ کا گراں قدر عطیہ ہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ میری بیوی جس سے مجھے بڑی محبت ہے وہ مجھے کانا کہے گی۔ حضور مہربانی فرما کر میری آنکھ کو درست فرما دیں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے جنت بھی لے دیجئے۔

حضور ﷺ نے اس ڈھیلے کو لیا اور آنکھ میں اس کے مقام پر اسے رکھ دیا پھر دعا دی۔
اَللّٰھُمَّ اَکْسِہٖ جَمَالًا "یا اللہ اس کے چہرے کو حسین و جمیل بنا دے۔"

حضور کی برکت سے ان کی وہ ضائع شدہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین ہو گئی اور اس کی بینائی درست آنکھ سے بھی تیز تر ہو گئی یہ آنکھ جس کو حضور نے اپنے دست مبارک سے صحت یاب کیا تھا اسے کبھی آشوب چشم کا عارضہ نہیں ہوتا تھا۔

حارث بن ربعی الانصاری السلمی، جن کی کنیت ابو قتادہ تھی ایک جنگ میں انہیں تیر لگا رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے اپنا لعاب دہن ان کے زخموں پر لگایا اب نہ وہاں درد تھا نہ اس زخم میں خون یا پیپ تھی۔ زخم بالکل درست ہو گیا۔

نسائی، ترمذی، حاکم اور بیہقی جیسے محدثین نے اپنی تصانیف میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں یہ تصدیق کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کی روایت کرنے والے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں۔ ایک روز ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو بینا کر دے۔ رحمت عالم ﷺ نے اسے فرمایا جاؤ، وضو

کرو، اس کے بعد دو نفل پڑھو پھر ان الفاظ سے دعا مانگو۔ وہ گیا، حسب ارشاد وضو کیا، دو نفل پڑھے پھر وہ دعا مانگی جو حضور نے اسے سکھائی تھی۔ جب وہ اس سے فارغ ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو جو صحابہ وہاں موجود تھے سب نے دیکھا کہ اس کی اندھی آنکھیں بینا ہو گئی ہیں، اب اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ اب نبی رحمت کا یہ ادنیٰ غلام قارئین کی خدمت میں وہ دعا پیش کرتا ہے جس نے چشم زدن میں اس اندھے کو بینا کر دیا۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّکْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ
اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کریم کے واسطہ سے جن کا نام نامی محمد ہے جو نبی رحمت ہیں، تیری جناب میں متوجہ ہوتا ہوں۔ یارسول اللہ! آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی جناب میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھوں کو بینا کر دے۔ اے مولا کریم! حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔"

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے اور عام لوگوں کو بھی اور جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ ان کلمات طیبات سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا کرتے تھے اور ان کی وہ مشکل حل ہو جاتی تھی۔

اس حدیث مبارک میں گوناگوں فوائد ہیں۔ ایک تو مشکل سے مشکل کام کیلئے ان کلمات سے اگر بارگاہ الٰہی میں التجا کی جائے گی تو وہ قبول ہو گی۔ دوسرا یہ کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو گیا جو اللہ کے محبوب کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ یہ دعا اپنے غلام کو اس نبی مکرم نے سکھائی جس کی آمد کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ کو مسلمانوں کے قلوب واذہان میں راسخ کرنا تھا۔ کیا وہ نبی اپنے امتیوں کو ایسے کلمات سکھا سکتا ہے جس میں شرک کا شائبہ تک ہو۔ اس طرح بعض لوگ حضور کو ندا کرنے سے صرف منع ہی نہیں کرتے بلکہ ایسا کرنے والوں پر کفر و شرک کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔ ان کیلئے بھی اس حدیث میں درس ہدایت ہے۔ جب رحمت عالم ﷺ خود یہ سکھاتے ہیں یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ تو پھر ہم اپنے نبی کے

سکھائے ہوئے کلمات اگر زبان سے ادا کرتے ہیں تو ہم مشرک کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ابو نعیم مشہور محدث روایت کرتے ہیں کہ عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ کے لقب سے مشہور تھے انہیں استسقاء کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ بہت علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے نبی معظم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا قاصد بھیجا کہ حضور کی خدمت میں دعا کیلئے التماس کرے تا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے اسے شفا دیدے۔ جب وہ قاصد حضور کی خدمت میں پہنچا، اس کا حال زار بیان کیا تو رحمت عالم ﷺ نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی، اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر اس قاصد کو دے دی اور فرمایا یہ لے جاؤ اور عامر کو جا کر دیدو۔ وہ قاصد حیران رہ گیا۔ اس نے سمجھا شاید حضور نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے لیکن وہ مٹی لے کر عامر کے پاس گیا۔ وہ عامر کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ جاں بلب تھا اور موت اس کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ اس نے اس مٹی کو پانی میں ملایا پھر اس کو پی لیا۔ حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے شفایاب کر دیا۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی، طبرانی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ فدیک بن عمر السلامانی کو بارگاہ رسالت میں لایا گیا۔ اس وقت موتیے کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹ کے نکیل کو پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا، میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر جا پڑا، اسی وقت میری بینائی ختم ہو گئی مجھے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

اس طبیب رحمانی نے اس کی آنکھوں پر پھونک ماری تو وہ فوراً بینا ہو گیا اور حضور کی برکت سے جو بینائی اسے نصیب ہوئی وہ اس کی آخر عمر تک قائم رہی یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں بھی وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیا کرتا تھا۔

غزوہ خیبر کا مشہور واقعہ آپ پڑھ آئے ہیں، جب بار بار کی کوشش کے باوجود ایک قلعہ فتح نہ ہوا تو اللہ کے محبوب رسول نے فرمایا۔

لَاُعْطِیَنَّ رَایَۃً غَدًا لِرَجُلٍ یُّحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ۔

"کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ اس

کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو فتح عطا فرمائیں گے۔"

پھر سرکار دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ کو بلا بھیجا۔ وہ آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا تھے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حضور کی خدمت میں لایا گیا۔ رحمت عالم نے علی مرتضیٰ کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھا پھر آپ کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ درد کا نام و نشان تک نہ رہا آنکھوں کی سرخی غائب ہو گئی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آشوب چشم کی کبھی شکایت ہوئی ہی نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی عبید سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

ایک روز میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا اے ابا مسلم! یہ ضرب تمہیں کب لگی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غزوہ خیبر میں مجھے یہ ضرب لگی تھی۔ لوگوں کو جب پتہ چلا وہ سمجھے کہ سلمہ اس ضرب سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ میں فوراً اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی پنڈلی جس پر تلوار کا گہرا زخم تھا پیش کی۔ رحمت عالم ﷺ نے تین مرتبہ میرے اس زخم پر پھونک ماری۔ میرا زخم اسی وقت مندمل ہو گیا۔ نہ درد رہا اور نہ زخم رہا۔ اس وقت سے لے کر آج تک مجھے اس کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری گردن پر تلوار کی ضرب لگی۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک میرے اس گہرے زخم پر ملا تو اسی وقت میرا زخم درست ہو گیا اور میں صحت یاب ہو گیا۔

ایک غزوہ میں حضرت عبداللہ بن انیس کو سر پر تلوار کا زخم آیا، اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا زخم دکھایا۔ حضور نے اپنا لعاب دہن اس پر ڈال دیا۔ سارا گہرا زخم مندمل ہو گیا۔ اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ، جنہوں نے جنگ بدر میں ابو جہل کو واصل جہنم کیا تھا، دشمن نے ان کے بازو پر وار کیا۔ بازو کٹ کر ساتھ لٹکنے لگا۔ وہ فوراً دوڑتے ہوئے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنا کٹا ہوا بازو پیش کیا۔ حضور نے نگاہ التفات فرمائی۔ جہاں سے وہ کٹا ہوا تھا وہاں لعاب دہن ڈال دیا اور اس کو کندھے کے ساتھ جوڑ دیا۔ اسی وقت وہ چمٹ گیا حضور کے لعاب دہن کی برکت سے وہ

ہاتھ ایسے چمٹ گیا جیسے وہ کٹا ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگار روایت کرتے ہیں کہ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں گردن پر تلوار کا زخم لگا یہاں تک کہ ان کی وہ جانب جھک گئی۔ وہ بھی بھاگے بھاگے اپنے مسیحا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پھونک ماری زخم بھی مندمل ہو گیا اور لڑھکی ہوئی گردن بھی اپنے مقام پر درست ہو گئی۔(1)

امام بیہقی، نسائی طیالسی وغیرہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: محمد بن حاطب الجمحی جو ابھی کمسن بچے تھے، ان کے بازو پر ابلتی ہوئی ہانڈی الٹ گئی جس سے آپ کا وہ بازو جل گیا۔ وہ اسے لے کر حضور کی خدمت میں پیش ہوگئے۔ حضور نے دست مبارک اس بازو پر پھیرا پھر لعاب دہن لگایا اور دعا مانگی تو اسی وقت چشم زدن میں وہ بازو درست ہو گیا۔

حضور کے مس کرنے سے امراض کا کافور ہو جانا
صفات ذمیمہ کا صفات حمیدہ سے بدل جانا
اور چیزوں کی ماہیت کا تبدیل ہو جانا

سرور عالم جس چیز کو دست مبارک سے چھو لیتے تھے اس کی حالت بدل جاتی تھی۔ بیماریاں اور لاعلاج امراض دور ہو جاتے تھے بلکہ صفات ذمیمہ اور اخلاق سیئہ میں انقلاب رونما ہو جاتا تھا اور صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدل جایا کرتی تھیں اور ان اشیاء میں حضور کے چھونے کی برکت سے ایسی تبدیلی رونما ہوتی تھی کہ دیکھنے والے ششدر رہ جایا کرتے تھے۔ اور اس چیز کی حقیقت ہی بدل جاتی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی۔ وہ بڑی زبان دراز اور نڈر تھی۔ جھجک نام کی کوئی چیز اس میں نہیں تھی۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ حضور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ عرض کرنے لگی مجھے بھی کچھ دیجئے۔ حضور کے سامنے جو کھانا تھا اس میں سے لے کر حضور نے اسے دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے وہ لقمہ مانگا ہے جو اس وقت آپ کے منہ میں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے وہ لقمہ نکال کر اس کو دیدیا کیونکہ حضور کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 161

جب وہ لقمہ اس نے کھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شرم و حیا کی نعمت سے یوں مالامال کر دیا کہ مدینہ طیبہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ شرمیلی اور باحیا نہ تھی۔ ایک لقمے کی برکت سے اس کی کایا پلٹ گئی۔

امام بخاری، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: ایک رات مدینہ طیبہ میں اچانک شور ہوا، لوگ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ سرور عالم ﷺ سب سے پہلے باہر تشریف لائے۔ ابو طلحہ کا گھوڑا جو سست رفتار تھا اس پر سوار ہوئے اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ شور کہاں سے آیا ہے حضور اس طرف گئے۔ چاروں طرف چکر لگانے کے بعد حضور واپس تشریف لائے۔ اتنے میں اہل مدینہ تیار ہو کر اس شور کا سراغ معلوم کرنے کیلئے مدینہ طیبہ سے باہر نکل رہے تھے، راستے میں حضور سے ملاقات ہوئی۔ حضور نے فرمایا میں نے چاروں طرف دیکھ بھال کی ہے، کوئی خطرے کی بات نہیں۔ حضرت ابو طلحہ بھی وہاں موجود تھے، حضور نے ابو طلحہ کو فرمایا وَجَدْنَا فَرَسَكَ بَحْرًا آپ کے گھوڑے کو ہم نے سمندر کی طرح رواں دواں پایا ہے۔ حضور کے سوار ہونے کی برکت سے اس گھوڑے میں وہ سرعت رفتار پیدا ہو گئی کہ کوئی دوسرا گھوڑا تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

امام بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک غزوہ میں اللہ کے رسول کے ساتھ شریک سفر تھا۔ یہ غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے۔ میرا اونٹ تھک گیا۔ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا تھا۔ سرور عالم میرے پاس سے گزرے، فرمایا جابر تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا؟ عرض کی یارسول اللہ بیچارا تھک گیا ہے تیزی سے چل نہیں سکتا اس لئے پیچھے رہ گیا ہوں۔ حضور اپنی سواری سے اترے، جابر کے اونٹ کی بغل میں کچوکا دیا پھر جابر کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ اب جو سوار ہوئے تو اس نے تیزی سے چلنا شروع کیا اور تمام سواروں کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ اب وہ حضور سے بھی آگے بڑھنا چاہتا تھا جو مجھے گوارا نہ تھا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اسے روکوں کہ وہ آگے نہ بڑھے۔ پھر حضور نے حضرت جابر سے یہ خرید لیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے، جو قیمت مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ قیمت حضور نے حضرت جابر کو دے بھیجی اور پھر وہ اونٹ بھی حضرت جابر کو واپس کر دیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

جعیل بن زیادہ الاشجعی کی ایک گھوڑی تھی وہ فرماتے ہیں ایک غزوہ میں حضور کے ہمرکاب تھا۔ میری گھوڑی کمزور بھی تھی اور دبلی پتلی بھی تھی۔ میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ سرور عالم نے جب یہ دیکھا تو پوچھا اے جعیل تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کی یارسول اللہ میری گھوڑی بہت کمزور اور دبلی پتلی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی چھڑی سے اسے کچوکا دیا اور فرمایا بارك الله فيها اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت دے۔ پھر دیکھا حضور کی دعا کی برکت سے وہ سب قافلہ سے آگے تھی میں اس کو قابو کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس گھوڑی میں اتنی برکت دی کہ اس سے بہت بچے بچیاں ہوئے جو میں نے گراں قیمت پر فروخت کئے۔ میں نے اس کی نسل سے بارہ ہزار درہم کے بچھیرے فروخت کئے۔

اسی طرح ایک روز سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سعد بن عبادہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے، وہ بڑا ہی سست رفتار تھا لیکن حضور کی سواری کی برکت سے اتنا برق رفتار بن گیا کہ کوئی اور جانور اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں سرور کائنات ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ وہ جب بھی یہ ٹوپی پہن کر کسی جنگ میں شرکت کرتے تو ہمیشہ مظفر و منصور ہوا کرتے تھے۔

امام مسلم ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک دن آپ نے رحمت عالم ﷺ کا جبہ مبارک نکالا جس میں سبز نشان بنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس جبے کو اللہ کا محبوب رسول پہنا کرتا تھا اور ہم اس کو دھوتے ہیں، اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرماتے ہیں۔

امام بیہقی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک دفعہ وضو کیا۔ وضو کا کچھ پانی بچ گیا۔ حضور نے حکم دیا کہ جو پانی بچ گیا ہے اسے قبا کے فلاں کنوئیں میں انڈیل دو۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کنوئیں کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا تھا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس کے گھر میں کنواں تھا جس میں رحمت عالم نے اپنا لعاب دہن ڈالا۔ مدینہ طیبہ میں جتنے کنوئیں تھے ان سب سے اس کنوئیں کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک کنوئیں کے پاس سے ہوا۔ حضور نے پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ عرض کی گئی اس کا نام بیسان ہے لیکن اس کا پانی نمکین ہے۔ حضور نے فرمایا اس کا نام بیسان نہیں بلکہ نعمان ہے اور اس کا پانی نمکین نہیں پاکیزہ ہے۔ سرور عالم ﷺ کے ان کلمات سے ہی کنوئیں میں ایسا انقلاب رونما ہوا کہ اس سے زیادہ میٹھا پانی کوئی بھی نہیں تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک روز حضور پرنور کے دونوں شہزادے حسن و حسین شدت پیاس کے باعث رو رہے تھے۔ حضور نے اپنی زبان مبارک ان دونوں شہزادوں کے منہ میں ڈال دی۔ وہ خاموش ہو گئے اب پیاس کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

سرور انبیاء ﷺ کی خدمت میں جب شیر خوار بچے لائے جاتے تو حضور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ٹپکا دیتے۔ پھر رات تک انہیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذمہ چالیس اوقیہ سونا قرض تھا۔ سرور عالم ﷺ نے ایک سونے کا انڈا انہیں مرحمت فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کا قرض ادا کرو۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ اس چھوٹے سے انڈے سے میرا چالیس اوقیہ کا قرض کیونکر ادا ہو گا۔ سرور عالم نے وہ سونے کا انڈا پکڑ کر اپنی زبان مبارک پر رکھا، فرمایا لے لو، اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کرے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے قرض خواہوں کو بلایا اور جتنا جتنا قرضہ میرے ذمہ تھا اس کے برابر سونا اس انڈے سے کاٹ کاٹ کر دیتا رہا یہاں تک کہ وہ چالیس اوقیہ قرض ادا ہو گیا اور اسی مقدار میں سونا باقی بچ گیا۔

حضرت امام احمد، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت قتادہ نے عشاء کی نماز حضور کی اقتداء میں ادا کی۔ رات بڑی تاریک تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضور نے انہیں ایک ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا: گھر جاؤ یہ ٹہنی تمہارے راستہ کو روشن کرے گی، اس کی روشنی دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک پھیلی ہو گی جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو وہاں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی، اس کو مارنا اور گھر سے نکال دینا کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت قتادہ اس شب دیجور میں حضور کے پاس سے نکلے۔ وہ شاخ ان کے ہاتھ میں تھی اس سے روشنی نکل رہی تھی جو ان کے آگے پیچھے روشنی پھیلا رہی تھی۔ جب گھر میں

داخل ہوئے تو حضور کے ارشاد کے مطابق ایک تاریک ھیولا نظر آیا۔ انہوں نے اسے مار مار کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور کے ایک صحابی عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں داد شجاعت دے رہے تھے اور کفار و مشرکین کے کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے کہ اچانک آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ بڑے حیران ہوئے۔ حضور کی خدمت میں عرض کی۔ حضور نے انہیں ایک لکڑی پکڑا دی کہ جاؤ اس کے ساتھ دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔ جب انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑا تو وہ لکڑی تلوار میں تبدیل ہو گئی۔ تلوار ایسی جو بڑی تیز دھار والی اور بہت لمبی تھی۔ جس کی رنگت سفید تھی اور لوہا بڑا سخت تھا۔ وہ تلوار کے ساتھ دشمن پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔ غزوہ بدر کے بعد جن غزوات میں شریک ہوئے ان کے پاس یہی تلوار ہوتی تھی۔ آخر کار مرتدین کے خلاف جب جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اس وقت شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی تلوار کو العون کہا جاتا تھا۔

امام بیہقی اور دیگر سیرت نگار حضرات لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد میں عبداللہ بن حجش کو یہی واقعہ پیش آیا کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے کیا کروں۔ رحمت عالم ﷺ نے کھجور کی شاخ انہیں عطا فرمائی اور فرمایا یہ لو اس کے ساتھ دشمنان اسلام سے جنگ کرو۔ جونہی آپ نے وہ شاخ پکڑی وہ فوراً تلوار بن گئی۔ اس کے ساتھ دشمنان اسلام کے خلاف مصروف پیکار رہے اور ان پر قیامت بن کر ٹوٹتے رہے۔

سفر ہجرت میں جب ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزر ہوا تو اس سے حضور نے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ اس نے معذرت کی اور کہا قحط سالی کی وجہ سے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ورنہ میں حضور کی ضرور میزبانی کا شرف حاصل کرتی۔ میرے گھر میں ایک دبلی پتلی لاغر بکری ہے جو ریوڑ کے ساتھ چرنے نہیں جا سکتی۔ حضور نے فرمایا اگر اجازت دو تو اسے دوہ لیں؟ اس نے بکری پیش کر دی اور عرض کی اگر اس میں دودھ کا قطرہ ہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔ سرور عالم ﷺ نے جب اس کے خشک تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ دودھ سے لبالب بھر گئے جس کا مفصل تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح حضرت حلیمہ سعدیہ جب حضور کو لے کر اپنے خیمہ میں پہنچیں تو ان کے

جتنے شیر دار جانور تھے ان سب کی کھیریاں دودھ سے بھر گئیں، گویا حلیمہ کے گھر میں دودھ کی نہریں بہنے لگیں اور وہاں حضور کے قدم رنجا فرمانے سے اس کے گھر کے خزاں زدہ باغ میں بہار آ گئی۔

اسی طرح قاضی عیاض نے شفاء شریف میں لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عمیر بن سعید کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور اس کی عمر میں برکت کیلئے دعا فرمائی۔ آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی لیکن آپ کے سر میں کوئی سفید بال نہ تھا اور نہ بڑھاپے کے آثار آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔

طبرانی اور بیہقی نے لکھا کہ عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ سے بڑی خوشبو آتی تھی۔ اس کی تین بیویاں تھیں، ہر بیوی کی خواہش تھی کہ جو عطر وہ استعمال کرے وہ دوسری دو سوکنوں سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ ہر بیوی بہتر سے بہتر خوشبو لگانے میں کوشاں رہتی تھی لیکن ان کے خاوند عتبہ نے خوشبو لگانے کا کبھی تکلف نہیں کیا تھا اس کے باوجود ان سے جو خوشبو آتی اس کے سامنے ان کی بیویوں کی خوشبو کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ان کی ایک زوجہ ام عاصم تھی، اس نے ان سے پوچھا کہ آپ خوشبو بھی نہیں لگاتے لیکن آپ کے جسم سے جو مہک اٹھتی ہے اس کے سامنے سارے عطر اور کستوریاں ہیچ ہیں یہ کیا راز ہے ہمیں بھی بتائیے۔ آپ نے بتایا کہ بچپن میں مجھے چھوٹی پھنسیاں نکلی تھیں۔ میں حاضر خدمت ہوا حضور نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا، میرے کپڑے اتروا دیئے، ہتھیلی پر لعاب دہن رکھ کر دوسری سے ملا اور پھر اپنا دست مبارک میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ پر پھیرا۔ اسی ہاتھ کی برکت ہے کہ میرے جسم سے خوشبو آتی ہے اور کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں = رحمت عالم ﷺ نے قیس بن زید جذامی کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ قیس نے جب وفات پائی اس وقت اس کی عمر سو سال تھی۔ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے لیکن جس جگہ رحمت عالم ﷺ نے اپنی ہتھیلی مبارک رکھی تھی اس جگہ کے بال بالکل سیاہ تھے۔ اس دست مبارک کے باعث جو نور ان کے چہرے سے پھوٹتا تھا اس کی وجہ سے آپ کو اغر "روشن جبین" کہا جاتا تھا۔

ایک روز حضرت ابوہریرہ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی، یا رسول اللہ جو پڑھتا ہوں

بھول جاتا ہوں کوئی چیز یاد نہیں رہتی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ چادر بچھا دیں۔ انہوں نے چادر بچھا دی یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کہیں سے کوئی چیز لے رہے ہیں اور چادر میں ڈال رہے ہیں۔ جب محفل ختم ہوئی، حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ! چادر کو اٹھا لو اور سینے سے لگاؤ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اس چادر کو اکٹھا کر کے سینے سے لگایا۔ اس چادر کی برکت سے میری قوت حافظہ اتنی قوی ہو گئی کہ جو حدیث اپنے آقا کی زبان سے سنتا تھا وہ مجھے یاد ہو جاتی تھی۔ صحابہ کرام میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے زیادہ احادیث طیبہ کا حافظ ہو۔ سوائے عبداللہ بن عمرو کے وہ مجھ سے زیادہ احادیث طیبہ کے حافظ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے بہت پہلے مشرف باسلام ہوئے اور ان کو حضور کے ارشادات عالیہ سننے کا کافی موقع ملا اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ احادیث کو لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھنے سے قاصر تھا۔

اس قسم کے صدہا واقعات کتب احادیث و سیرت میں ملتے ہیں کہ رحمت دو عالم نے جس چیز کو، جس حیوان کو، جس کپڑے کو، جس لکڑی کو، بلکہ جس چیز کو بھی اپنے دست مبارک سے چھوا اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اس کی ساری خامیاں اور کمزوریاں دور ہو گئیں اور وہ محامد جمیلہ کی مظہر بن گئی۔

ہم ان چند واقعات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نبی رحمت کی برکات سے ہم سب کو اور حضور کی ساری امت کے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، عالموں، ان پڑھوں کو مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین۔

حضور کی دعاؤں کی شان قبولیت

اس سے پہلے جو ایمان افروز واقعات اور معجزات آپ کے مطالعہ کیلئے زینت قرطاس بنے ہیں ان میں حضور کے عمل کا بھی دخل تھا لیکن اب حضور کے معجزات کی سنہری زنجیر کا جو باب کھل رہا ہے وہ اپنے اندر خصوصی امتیاز رکھتا ہے۔ حضور نے صرف اپنی زبان فیض ترجمان کو جنبش دی۔ چند کلمات اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیئے اور لوگوں کی بگڑی بنا دی۔ شقاوت کو سعادت میں بدل دیا، کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر شاہراہ ہدایت پر گامزن کر دیا اور دلوں کو جذبات محبت سے لبریز کر دیا۔ اور دلوں کو وہ بینائی بخش دی جو حق و باطل میں اس طرح بآسانی امتیاز کر سکے جس طرح ظاہری آنکھیں سفید و سیاہ

میں امتیاز کر سکتی ہیں۔

یہ معجزات بھی اتنی کثرت سے ظہور پذیر ہوئے اور محدثین کرام نے ان کو بڑے ذوق و شوق اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے صحف نیرہ میں قلمبند کیا۔ نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے نہ ان کی حد بندی کی جا سکتی ہے۔ اپنی ساری خامیوں، کمزوریوں اور نادانیوں کے باوجود اس گلستان فضائل نبوت سے چند پھول چن کر پیش کرتا ہوں، شائد اس گلدستہ کے کسی پھول کی رنگت اور مہک کسی کو پسند آجائے اور اس کی سوئی ہوئی تقدیر بیدار ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

عاشق رسول حضرت قاضی عیاض شفاء شریف میں رقمطراز ہیں۔

کہ حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کیلئے جو دعائیں کیں یا دشمنان اسلام کیلئے جو بد دعائیں کیں یہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں متواترہ معلومہ ضرورۃ۔

حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا لِرَجُلٍ أَدْرَكَتْ وَلَدَهُ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ أَيْ وَصَلَ أَثَرُ الدَّعْوَةِ وَبَرَكَاتُهَا إِلَى وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ۔ (1)

"حضور ﷺ جب کسی شخص کیلئے دعا فرماتے تھے تو اس دعا کا اثر اس شخص کی ذات تک محدود نہیں رہتا تھا بلکہ اس کی برکات سے وہ شخص بھی، اس کا بیٹا بھی اور اس کا پوتا بھی فیض یاب ہوتے تھے۔

امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں: ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ اس وقت گھر میں صرف میں، میری والدہ اور میری خالہ ام حرام موجود تھیں، اور کوئی شخص نہ تھا۔ میری والدہ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے التجا کی۔

خُوَيْدِمُكَ أَنَسٌ۔ أُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ

"یا رسول اللہ! یہ ہے انس آپ کا حقیر غلام، اس کے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں۔"

رحمت عالم نے دست دعا بلند کئے اور میرے لئے ہر بھلائی کی دعا کی اور دعا کا آخری

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 168

جملہ یہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْہِ۔ اَطِلْ عُمُرَہٗ وَاجْعَلْہُ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ

"اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر۔ اس کی اولاد میں بھی برکت دے اور پھر ان میں اس کے لئے برکت عطا فرما۔ اس کی عمر کو طویل کر۔ اور جنت میں اس کو میرا رفیق بنا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ، جب ان کی عمر لمبی ہو گئی، مال کثرت سے جمع ہو گیا اور کثیر تعداد میں ان کے بچے ہو گئے تو حضرت انس فرمایا کرتے "وانا ارجوا ھذہ یعنی کونہ رفیقہ ﷺ فی الجنۃ" یعنی جب اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں اپنے محبوب کی دعا کو منظور فرمایا ہے مجھے امید ہے کہ دعا کا آخری حصہ بھی شرف قبول سے سرفراز کیا جائے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں حضور کی رفاقت اور سنگت نصیب کرے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کیلئے برکت کی دعا

اب ہم آپ کو ہادی برحق، فیاض دو جہاں ﷺ کی ایک اور دعا کے بارے میں عرض کرتے ہیں جس سے حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے ایک غلام، ایثار پیشہ صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سرفراز فرمایا تھا۔

جب آپ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو بالکل خالی ہاتھ تھے، آپ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ سرور عالم ﷺ نے ان کے درمیان اور حضرت سعد بن ربیع کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کر دیا، دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ سعد بن ربیع نے جب دیکھا کہ میرا اسلامی بھائی افلاس میں مبتلا ہے تو جذبہ ایثار ان کے دل میں موجزن ہوا اور انہیں کہا میری دو بیویاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ جو آپ کو پسند ہو ایک کو طلاق دے دوں تاکہ آپ اس سے شادی کر لیں اور آپ کا گھر آباد ہو۔ دوسری میری یہ خواہش ہے کہ میں اور آپ میرا سارا مال آپس میں نصف نصف تقسیم کر لین تاکہ آپ کی تنگدستی کا ازالہ ہو جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن نے اسلامی بھائی کی یہ فیاضانہ پیشکش سن کر انہیں کہا کہ

لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْ ذٰلِکَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ زَوْجَتَیْکَ وَمَالِکَ

میرے بھائی مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری دونوں بیویوں میں برکت دے اور تیرے مال میں بھی اللہ تعالیٰ برکت دے۔" مجھے صرف بازار کا رستہ بتادو چنانچہ آپ کو بازار کا راستہ بتادیا گیا۔ آپ ہر روز وہاں جاتے اور کاروبار کرتے۔ ابھی قلیل عرصہ گزرا تھا کہ سرورِ عالم ﷺ کی دعا کی برکت سے آپ کے پاس کثیر مقدار میں مال جمع ہو گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے حضور کی دعا کی برکت سے میری اب یہ حالت ہے کہ اگر میں پتھر اٹھاتا ہوں تو مجھے یہ توقع ہوتی ہے کہ حضور کی دعا کی برکت سے مجھے اس کے نیچے سے سونا ملے گا۔ اور جب 31 یا 32 ہجری میں آپ نے وفات پائی تو جو ترکہ چھوڑا اس کی ایک جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں۔

سونا ایک جگہ جمع تھا، وارثوں میں اس کو تقسیم کرنے کیلئے کلہاڑوں سے اسے کاٹنا پڑا اور جو لوگ کلہاڑے مار مار کر اس سونے کے ٹکڑے کر رہے تھے کثرت کار کی وجہ سے ان کے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کو اسی اسی ہزار حصہ میں ملے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے، بااولاد ہو تو اس کی بیوی ایک ہو یا زیادہ اس ترکہ سے اسے آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ آپ کی چار ازواج تھیں چاروں کو آپ کی جائیداد کا آٹھواں حصہ ملا اور آٹھویں حصہ کا چہارم اسی ہزار ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان چاروں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ حصہ میں ملا۔ بلکہ آپ کی ایک رفیقہ حیات نے وراثت میں ملنے والے حصہ کو دس ہزار دینار میں فروخت کر دیا تھا۔

آپ نے وصال سے پہلے یہ وصیت کی۔

ایک ہزار گھوڑے پچاس ہزار دینار اللہ کے راستہ میں دیئے جائیں۔

آپ کا ایک باغ تھا اس کو آپ نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین کیلئے وصیت کیا۔ یہ باغ چار لاکھ میں فروخت ہوا۔

آپ نے فرمایا مجاہدین بدر میں سے جو بدری زندہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو چار سو اشرفی دی جائے۔ اس وقت ایک سو مجاہدین بدر بقید حیات تھے۔ ہر ایک نے اپنا حصہ لیا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان بھی شریک تھے۔

یہ سب صدقات ان صدقات کے علاوہ ہیں جو آپ نے اپنی زندگی میں اللہ کے راستہ میں خرچ کیے۔

آپ نے ایک روز تیس غلام آزاد کیے۔

اور ایک قافلہ، جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا جن پر سامان خورد و نوش کے علاوہ کئی اشیاء لادی ہوئی تھیں، ان اونٹوں کو ان کے پلانوں اور سامان سمیت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک دفعہ اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا اور یہ آدھا چار ہزار دینار تھے۔

پھر ایک مرتبہ آپ نے چالیس ہزار درہم راہ خدا میں صدقہ کیے۔

کچھ عرصہ بعد چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کیے۔

پھر پانچ سو گھوڑے فی سبیل اللہ صدقہ کیے۔

پھر کچھ عرصہ بعد پانچ سو اونٹ مجاہدین کی سواری کیلئے پیش کیے۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ رحمت عالم ﷺ نے جب اپنے جان نثار صحابہ کو راہ خدا میں صدقہ کی ترغیب دی تو آپ چار ہزار دینار جھولی میں بھر کر لائے اور حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس آٹھ ہزار دینار تھے انہیں سے چار ہزار اپنے کریم رب کو بطور قرض دیئے اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھے ہیں۔ اللہ کے حبیب نے جب اپنے غلام کی فیاضی اور ایثار کی بات سنی تو ارشاد فرمایا بارك الله لك فيما اعطيت وفيما امسكت" اے عبدالرحمٰن! جو تو نے راہ خدا میں دیا ہے اور جو تو نے اپنے اہل و عیال کیلئے بچا رکھا ہے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ اپنی برکت سے نوازے۔ (1)

حضرت معاویہ بن ابو سفیان کیلئے دعا

اب ہم آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کی ان دعاؤں سے آگاہ کرتے ہیں جو حضرت معاویہ کے حق میں مانگیں ایک مرتبہ حضور نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ

"اے اللہ! انہیں کتاب کا علم عطا فرما، ان کو ملک میں تمکین عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔"

حضور نے دوسری مرتبہ ان کے لئے دعا مانگی۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 169

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا

"اے اللہ ان کو ہادی اور مہدی بنادے۔"

حضور نے ان کے حق میں جو دعائیں کیں وہ قبول ہوئیں۔

سب سے پہلے صدیق اکبر نے انہیں شام کا والی بنایا۔ آپ کے بعد حضرت عمر نے ان کو اس عہدہ پر بحال رکھا۔ پھر حضرت عثمان کے زمانہ میں شام کے گورنر رہے پھر بیس سال آپ کو شام کی امارت نصیب رہی۔

جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا تو اس وقت سے حضرت امیر معاویہ ساری مملکت اسلامیہ کے بالا تفاق خلیفہ قرار پائے اور تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ اب ہم اس موضوع پر کچھ اظہار خیال کرتے ہیں۔

مانا کہ حضرت امیر معاویہ کیلئے حضور نے جو دعائیں فرمائیں وہ قبول ہوئیں لیکن حضرت سیدنا علی مرتضٰی کے ساتھ ان کا جنگ وجدال جو مدت دراز تک جاری رہا، اس کے بارے میں ہمیں کیا نظریہ رکھنا چاہئے؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اکابر صحابہ کے بارے میں لب کشائی کرنے سے حتی المقدور اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یہ جو کچھ ہوا سب بربنائے اجتہاد تھا اور آپ جانتے ہیں کہ مجتہد جب حسن نیت سے حقیقت پر پہنچنے کی کوشش کرتا اور اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ حقیقت تک پہنچتا ہے تو اس کو اس کے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر اس نے خلوص نیت سے حق پر رسائی حاصل کرنے کی پوری سعی کی لیکن وہ حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکا پھر بھی اس کو اس اجتہاد کا ایک ثواب ملے گا۔ بہر حال ہم میں سے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ کی اس بابرکت جماعت کے بارے میں زبان طعن دراز کرے کیونکہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں اس پاکباز جماعت کی شان بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

"اور سب سے آگے آگے، سب پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے، راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے۔ اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لئے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں، ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (1)

"(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے۔ یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا۔ اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں ایک تو ان کے سچے ہونے کی تصدیق کی اور انہیں یہ مژدہ سنایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اس کے بعد کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان میں سے کسی پر زبان طعن دراز کرے۔ اسے چاہئے کہ ان حضرات کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے جو دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے اور اپنے بندوں کی نیتوں پر پوری طرح آگاہ ہے اور یہ عقیدہ رکھے کہ ان میں جو جنگ و قتال ہوئے ہیں ان کی وجہ بدنیتی نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد سنئے۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ (2)

"تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے

1۔ سورۃ الحشر: 8

2۔ سورۃ الحدید: 10

(راہ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے
جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ (ویسے) سب کے
ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔"

پھر مولا کریم فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ○ (1)

"بلا شبہ وہ لوگ جن کے لئے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی
تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔"

ان آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضور کے تمام صحابہ کرام جنت میں ہیں اور انہیں بخش دیا گیا ہے۔ ان آیات قرآنی کے بعد اب فرمان نبوی سماعت فرمائیں حضور نے فرمایا۔

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ۔ فَمَنْ
سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

"میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنا
لینا۔ جس نے ان کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام
لوگوں کی طرف سے لعنت برسے۔"

اس کے علاوہ صحابہ کرام کی شان میں سرور عالم ﷺ کے کثیر التعداد ارشادات ہیں۔

نَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ يُّحْيِيَنَا وَيُمِيْتَنَا عَلٰى مَحَبَّتِهِمْ وَاَنْ لَّا يَجْعَلَ
لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ فِيْ عُنُقِنَا ظُلَامَةً وَّاَنْ يَّجْعَلَهُمْ شُفَعَاءَ لَنَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ اٰمِيْنَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیلئے اجابت دعا کی عرض

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرما لیا کرے۔ حضور نے فرمایا اے سعد اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کی دعا قبول نہیں کرتا جس

1۔ سورۃ الانبیاء: 101

وقت تک اس کا طعام پاکیزہ نہ ہو۔ سعد نے عرض کی حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے طعام کو پاکیزہ کرے کیونکہ حضور کی دعا کے بغیر میں اس کی قدرت نہیں رکھتا۔

حضور نے دعا کی

اَللّٰهُمَّ اَطِبْ طُعْمَةَ سَعْدٍ وَاسْتَجِبْ دَعْوَتَهٗ

"اے اللہ سعد کی غذا کو پاکیزہ کر دے اور اس کی دعا کو قبول فرما۔"

چنانچہ کتب صحاح کے مصنفین نے حضرت سعد کی بہت سی ایسی دعائیں نقل کی ہیں جو کہ مستجاب ہوئیں۔ یہ دعائیں زبان زد عام ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

آپ کی موجودگی میں کسی شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ کی جناب میں گستاخی کی۔ آپ کو غصہ آیا آپ نے اس کے لئے ان الفاظ میں بد دعا کی

اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَاَرِنِیْ فِیْهِ اٰیَةً

"اگر اس نے سیدنا علی کے بارے میں جھوٹ بولا ہے تو مجھے اس میں ایسی نشانی دکھا جس سے اس کا جھوٹ عیاں ہو جائے۔"

اسی وقت ایک اونٹ آیا جس نے اس کو پکڑ کر اپنے پاؤں کے نیچے رگید ایہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد نے ابی سعدی کیلئے بد دعا کی، عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اَطِلْ عُمُرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ

"اے اللہ اس کی عمر کو طویل کر۔ اس کے فقر کو بھی طویل کر اور اس کو فتنوں کی آماجگاہ بنادے۔"

راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ پیر فرتوت بن گیا ہے، اوپر والی بھنویں آنکھوں پر گری ہیں اور وہ نوجوان لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے اور لوگ اسے دیکھ کر کہتے ہیں یہ وہ دیوانہ ہے جس کو سعد کی بد دعا لگی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ یا اللہ اسلام کو ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ قوت و طاقت عطا فرما۔ حضور نے پھر دو نام لئے عمر بن خطاب اور ابو جہل۔ حضور کی یہ دعا عمر بن خطاب کے بارے میں قبول ہوئی۔ مسلمان حضرت فاروق اعظم کے

اسلام لانے سے قبل مشرکین کے خوف سے حرم شریف کے صحن میں نماز نہیں ادا کر سکتے تھے بلکہ چھپ کر اپنے مکانوں کے اندر پڑھتے تھے۔ اب جبکہ فاروق اعظم نے اسلام قبول کر لیا تو پھر وہ بیت اللہ شریف کے پاس صحن حرم میں نماز ادا کیا کرتے تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کی طرف میلی آنکھ کر کے دیکھ سکے۔

پہلی دعا میں دو کے نام لئے تھے پھر حضور نے حضرت عمر کیلئے دعا فرمائی۔ (1)

ہجرت سے پہلے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابو قتادہ کیلئے بایں الفاظ دعا فرمائی۔

اَفْلَحَ وَجْهُكَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِیْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ

"اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو کامیاب بنادے، اے اللہ! اس کے بالوں اور ظاہری جلد میں برکت عطا فرما۔"

ستر سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کو دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ پندرہ سالہ نوجوان ہے ان کا چہرہ شگفتہ اور تروتازہ تھا۔ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی اور نہ ان کے بال سفید ہوئے تھے۔

قیس بن عبد اللہ جو نابغہ الجعدی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے نبی رحمت کی شان میں قصیدہ لکھا۔ وہ اپنا قصیدہ حضور کو پڑھ کر سنا رہے تھے۔ جب اس شعر تک پہنچے۔

وَلَا خَيْرَ فِیْ حِلْمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ ۔ بَوَادِرُ تَحْمِیْ صَفْوَهٗ اَنْ يُكَدَّرَا

"اس حلم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ اس میں غصہ کی آمیزش نہ ہو تاکہ وہ اپنے صاف تالاب کو اسے گدلا کرنے والوں سے بچا سکے۔"

وَلَا خَيْرَ فِیْ جَهْلٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ ۔ حَلِيْمٌ اِذَا مَا اَوْرَدَ الْاَمْرَ اَصْدَرَا

"ایسی خصلت غضب میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس میں حلم نہ ہو جو اسے اس چیز سے نکال سکے جس میں وہ داخل ہوا ہے۔"

حضور کو یہ دونوں شعر بہت پسند آئے، اسے اس دعا سے نوازا۔

لَا يُفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ

"اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔"

چنانچہ وقت رحلت تک ان کا کوئی دانت نہیں گرا تھا۔ ان کی عمر کے بارے میں مختلف

1۔ حجۃ اللہ، جلد 2، صفحہ 161

قول ہیں۔ کسی نے کہا ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی کسی نے دو سو اسی سال بتائی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے وہ دعا نقل کی ہے جس سے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس کو سرفراز فرمایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاْوِیْلَ اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کریم کے معانی کا علم عطا فرما۔

یہ دعا یوں مقبول ہوئی کہ وہ حبر اور ترجمان القرآن کے لقب سے شرق و غرب میں مشہور ہوئے۔ علم تفسیر، فقہ، میراث، عرب کے اشعار اور ان کے مشہور تاریخی دنوں کو ان سے بہتر جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ یہ سب سرور عالم ﷺ کی دعا کی برکت کا نتیجہ تھا۔

نبی کریم ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کے فرزند حضرت عبداللہ کیلئے دعا فرمائی۔

"الٰہی! اس کے ہر سودے میں برکت دینا۔"

جتنے بھی سودے عمر بھر انہوں نے کئے ہمیشہ انہیں نفع حاصل ہوا، کبھی خسارہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مقداد کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے ان کے گھر میں نقدی کی بوریاں بھری ہوتی تھیں۔

آپ کی رفیقہ حیات کا نام ضباعہ بنت زبیر تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ مقداد ایک روز قضائے حاجت کیلئے گئے۔ دریں اثناء آپ بیٹھے تھے کہ ایک چوہا ایک بل سے منہ میں ایک اشرفی لئے باہر نکلا۔ اس نے وہ اشرفی آپ کے سامنے رکھ دی۔ پھر وہ بل میں داخل ہوتا رہا باہر نکلتا رہا اور ہر بار ایک اشرفی منہ میں لاتا رہا یہاں تک سترہ اشرفیاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔ حضرت مقداد حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضور نے پوچھا اس بل میں تو نے ہاتھ داخل تو نہیں کیا تھا؟ اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے ہاتھ داخل نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا پھر یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں برکت دے۔ وہ دینار ہمارے پاس باقی رہے یہاں تک کہ حضور کی برکت سے چاندی کی بھری بوریاں میں نے آنکھوں سے دیکھیں۔

عروہ بن ابی جعد البارقی کیلئے دعا

امام بخاری اور احمد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہ کو بھی اس دعا سے نوازا جو دعا حضور نے مقداد کو دی تھی۔ عروہ کہتے ہیں میں جب بھی کوفہ کے اس بازار میں جاتا ہوں جو کناسہ کے نام سے موسوم ہے اور وہاں جا کر کاروبار کرتا ہوں تو میں اس وقت تک لوٹ کر نہیں آتا جب تک مجھے چالیس ہزار کا نفع نہ ہو۔

ام ابوہریرہ کیلئے دعا اور ان کا ایمان لانا

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت ابوہریرہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے رونے کی وجہ پوچھی۔ عرض کی یارسول اللہ! میں عرصہ سے اپنی ماں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا تھا لیکن ہر بار انکار کرتی تھی۔ آج میں نے پھر اسے اسلام لانے کی دعوت دی تو وہ غصہ سے بپھر گئی اور حضور کی شان میں گستاخی کرنے لگی۔ یارسول اللہ! اللہ کریم سے دعا فرمائیں تاکہ وہ میری ماں کو ہدایت دے۔ حضور نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اے میرے اللہ! ابوھریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔" انہیں یقین تھا کہ حضور کی دعا بارگاہ الٰہی میں ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سمار ہے تھے۔ وہ فرحاں وشاداں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازہ پر پہنچے کسی کے پاؤں کی آہٹ کی آواز سنی۔ ساتھ ہی یہ آواز بھی آئی مَكَانَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اے ابوہریرہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ آگے مت آنا۔ آپ کھڑے ہوگئے۔ سنا جیسے ان کی والدہ اپنے اوپر پانی ڈال رہی ہیں۔ چنانچہ غسل کیا، کپڑے بدلے اور دروازہ کھولا۔ جب اندر قدم رکھا تو ماں نے کہا اے ابوہریرہ اِنِّىْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ انہیں قدموں پر حضرت ابوہریرہ بارگاہ رسالت میں واپس آئے۔ ان کی خوشی کی حد نہ تھی۔ عرض کی یارسول اللہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی اور میری ماں کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنے رب کریم کی حمد کی۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے عرض کی یارسول اللہ! دعا فرمائیں۔

اَنْ يُّحَبِّبَنِيْ اَنَا وَ اُمِّيْ اِلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْهُمْ اِلَيْنَا

"اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے نزدیک مجھے اور میری ماں کو محبوب
بنادے اور ہمارے دلوں میں اپنے نیک بندوں کی محبت پیدا کردے۔"

حضور نے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا وَاُمَّهٗ اِلٰى عِبَادِكَ وَحَبِّبْهُمْ لَهُمَا

"اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی ماں کو اپنے بندوں کا محبوب بنا
دے۔ اور اپنے بندوں کی محبت سے ان کے دلوں کو بھی لبریز فرمادے۔"

جو شخص ان کو دیکھتا تھا ان سے وارفتہ محبت کرنے لگتا تھا۔

امام بیہقی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ حضور کی لخت جگر سیدہ فاطمہ تشریف لائیں اور حضور کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حضور نے ان کی طرف دیکھا، ان کا چہرہ مسلسل فاقوں سے زرد ہو گیا تھا۔ حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی! اس جماعت کو سیر کردے۔ اے حقیر لوگوں کو بلند فرمانے والے فاطمہ بنت محمد کو بھی بلند فرمادے۔"

عمران کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد پھر حضرت سیدہ کا چہرہ دیکھا تو اس کی زردی کافور ہو رہی تھی اور اب وہ سرخ رنگ تھا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بتایا کہ عمران! حضور نے اس دن جو دعا فرمائی تھی اس کے بعد مجھے کبھی فاقہ نہیں ہوا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن مسعود اور ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب قبیلہ مضر نے دعوت اسلام کو قبول کرنے میں دیر کی تو حضور نے ان کے بارے میں بددعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ

"اے اللہ! ان غفلت شعاروں پر ایسا قحط نازل فرما جس طرح یوسف علیہ
السلام کے ملک میں قحط پڑا تھا۔"

اس وقت سے ابر رحمت کا برسنا بند ہو گیا۔ ہر چیز تباہ و برباد ہو گئی۔ کھانے کیلئے کوئی اناج دستیاب نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ مردہ جانوروں کی کھالیں، ان کے خون اور ان کی ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔

ابوسفیان حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! حضور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو رہی ہے، اللہ کی جناب میں ان کے لئے دعا فرمائیں۔

حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور ان دلنشین کلمات سے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُرِیْعًا طَبَقًا غَدَقًا عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ

"اے اللہ! ہم پر بارش برسا جو تر و تازہ کرنے والی ہو سارے علاقے پر برسے بڑی کثیر ہو۔ جلدی ہو تاخیر سے نہ ہو، نفع بخش ہو نقصان دہ نہ ہو۔"

جمعہ آنے سے پہلے تک خوب موسلادھار مینہ برسا۔

شیخان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جب کسریٰ شہنشاہ ایران نے حضور کے گرامی نامہ کو پارہ پارہ کر دیا تو حضور نے اس کے لئے بد دعا کی۔

اَنْ یُّمَزِّقَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ

"اے اللہ! اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔"

حضور کی بد دعا سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا اور کرہ زمین پر کسی جگہ بھی فارسیوں کی حکومت باقی نہ رہی۔

امام مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے نبی رحمت نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ حضور نے اسے حکم دیا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضور نے فرمایا تو کبھی بھی نہ کھا سکے گا۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ کبھی اس کے منہ تک نہیں اٹھا۔

امام بیہقی سند صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ مروان کا باپ حکم بن ابی العاص جب حضور کو دیکھتا تو حضور کی نقلیں اتارتا۔ اپنے چہرے کو حرکت دیتا اور اپنے ابروؤں اور ہونٹوں کو عجیب طرح سے ہلاتا اور اس طرح وہ محبوب رب العالمین کا مذاق اڑانے کی ناپاک کوشش کرتا۔ حضور نے اس کی اس بے ہودگی کو دیکھ کر فرمایا۔ کُنْ کَذٰلِکَ اسی طرح ہو جا۔ پھر وہ مرتے دم تک اسی طرح اپنا منہ بناتا رہا۔

امام بیہقی اور ابن جریر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے محلم بن جثامہ الکنانی اللیثی کیلئے بد دعا کی اور اس بد دعا کے ساتویں روز وہ ہلاک ہو گیا۔ جب اس کو زمین میں دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ اسے پھر دفن کیا گیا پھر

اسے زمین نے باہر پھینک دیا۔ کئی بار اسے دفن کرتے رہے ہر بار زمین اسے باہر پھینکتی رہی۔ لاچار ہو کر اسے ایک وادی میں پھینک دیا گیا۔ اس کے اوپر پتھروں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ اس بددعا کی وجہ یہ تھی کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور عامر بن اضبط کو اس کا سالار بنایا۔ جب وادی کے وسط میں پہنچے تو محلم نے اپنی پرانی عداوت کے باعث عامر کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ جب حضور کو اس المیہ کی اطلاع دی گئی تو حضور نے اس کے لئے بددعا کی۔ جب عرض کی گئی یا رسول اللہ اس کو بار بار زمین میں دفن کیا گیا، ہر بار زمین اسے باہر پھینک رہی ہے۔ حضور نے فرمایا زمین تو ایسے لوگوں کو بھی قبول کر لیتی ہے جو محلم سے بدرجہا بدتر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں سبق سکھانے کیلئے ایسا کیا ہے۔ (1)

علامہ زینی دحلان اس باب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کا باب بہت وسیع ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ تو اس سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کیلئے دعائیں۔

غزوہ خندق میں جب عمرو بن عبدود نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی تو علی مرتضیٰ شیر خدا اٹھے، فرمایا اَنَا اُبَارِزُہٗ میں اس کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی تلوار حضرت علی کو عطا فرمائی، آپ کو عمامہ باندھا اور ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنْهُ عَلَيْهِ اے اللہ! علی کی اس کے مقابلہ میں مدد کرنا۔ چنانچہ دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل نکلے۔ سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ اتنی گرد و غبار اڑی کہ دونوں اس میں چھپ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی مدد کی اور آپ نے عمرو بن عبدود کو چاروں شانے چت گرا دیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔

حاکم، امام بیہقی، ابو نعیم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ شدید بیمار ہو گیا۔ سرور عالم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت میری زبان پر یہ جملے جاری تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَارْحَمْنِيْ اے اللہ اگر میری موت کا وقت آگیا ہے تو مجھ پر رحم فرما اِنْ كَانَ مُتَأَخِّرًا فَارْفَعْنِيْ اگر میری موت میں ابھی دیر

1۔ الشفاء، صفحہ 455، زینی دحلان، جلد 3، صفحہ 74-168

ہے تو اس علالت سے مجھے اٹھا۔ اگر یہ آزمائش ہے تو صبر کی توفیق دے۔ رحمت عالم تشریف لائے میرے لئے دعا کی اَللّٰھُم اِشْفِهٖ وَعَافِهٖ اے اللہ اس کو شفا دے اس کو صحت مند کر دے اور مجھے فرمایا اے علی اٹھ۔ میں اٹھا" بیماری غائب ہو گئی اور یہ تکلیف پھر کبھی نہیں ہوئی۔ (1)

حکیم بن حزام کے لئے دعا

ایک دفعہ نبی رحمت ﷺ نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیا، حکم دیا کہ حضور کیلئے قربانی کا جانور خرید کر لائیں آپ نے ایک دینار سے ایک قربانی کا جانور خریدا واپس آرہے تھے تو وہی جانور دو دینار سے فروخت کر دیا پھر منڈی میں واپس گئے ایک دینار کا اور جانور خریدا۔ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خدمت اقدس میں جانور بھی پیش کیا اور دینار بھی۔ حضور نے فرمایا یہ کیا۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا حضور نے اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ الٰہی اس کو تجارت میں برکت عطا فرما حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں بڑا خوش قسمت آدمی ہوں جب بھی میں نے کاروبار کیا ہمیشہ اس میں نفع ہوا۔ یہ ساری حضور کی دعا کی برکت تھی۔

ابوسفیان کے لئے دعا

علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابتدائے بعثت میں ابوجہل نے سیدہ فاطمہ زہراء کو ایک طمانچہ مارا۔ آپ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی۔ حضور نے فرمایا ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ۔ آپ گئیں ابوسفیان نے سنا حضرت سیدہ کا ہاتھ پکڑا اور ابوجہل کے پاس گیا۔ حضرت سیدہ کو کہا جس طرح اس نے آپ کو طمانچہ مارا ہے آپ بھی اسے طمانچہ ماریں۔ اس کو طمانچہ مارنے کے بعد حضرت سیدہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے عرض کی الٰہی ابوسفیان کے اس فعل کو فراموش نہ کرنا۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

ان سعادت مندوں سے ہیں جن کو ابتداء میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف نصیب

1۔ حجۃ اللہ، جلد 2، صفحہ 163

ہوا۔ یہ غلام تھے ان کی مالکہ کا نام ام اغار تھا۔ جب اسے ان کے اسلام لانے کی خبر ملی تو وہ لوہے کا ٹکڑا آگ میں خوب گرم کرتی جب سرخ ہو جاتا آپ کے سر پر رکھتی۔حضرت خباب کو اس سے جو اذیت ہوتی ہو گی اس کا باآسانی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تکلیف کی شکایت حضور سرور عالم کی بارگاہ میں کی۔ حضور نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ خَبَّابًا "اے اللہ خباب کی مدد فرما۔"

چنانچہ اس کی مالکہ کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ شدت درد سے وہ کتوں کی طرح بھونکتی۔ اسے کہا گیا کہ تم پچھنے لگواؤ۔ وہ حضرت خباب کو کہتی مجھے پچھنے لگاؤ۔ آپ اسی لوہے کے ٹکڑے کو خوب گرم کر کے اس کے سر پر رکھتے۔

ثعلبہ بن حاطب کیلئے حضور کی دعا

ایک دفعہ ثعلبہ بن حاطب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے رزق بھی عطا فرمائے اور بیٹا بھی۔ حضور رحمت عالم نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ یَا ثَعْلَبَۃُ قَلِیْلٌ تُطِیْقُ شُکْرَہٗ خَیْرٌ مِّنْ کَثِیْرٍ لَا تُطِیْقُہٗ اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے وہ اس کثیر مال سے بدرجہا بہتر ہے جس کا شکر ادا کرنے سے تو قاصر رہے۔" لیکن اس نے اصرار کیا حضور میرے لئے ضرور دعا فرمائیں اللہ مجھے کثیر دولت دے اس نے جب پھر اصرار کیا تو حضور نے فرمایا تیرا بھلا ہو تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میری طرح ہو جائے۔ میں چاہوں تو میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلنے کا حکم دے۔ اس نے پھر اصرار کیا یارسول اللہ! حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مال بھی عطا فرمائے اور بیٹا بھی۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال و دولت سے سرفراز فرمائے تو میں حق دار کو اس مال سے اس کا حق دوں گا۔

نبی کریم نے اس کے لئے دعا فرمائی گویا رزق کے دروازے اس کے لئے کھل گئے۔ اس نے چند بکریاں خریدیں ان میں اتنی برکت ہوئی کہ اس کے گھر سے ملحقہ حویلی ان سے بھر گئی اور مزید کی گنجائش نہ رہی۔ پھر وہ باہر کھلی جگہ پر اپنے ریوڑ سمیت منتقل ہو گیا۔ اب دن میں تو حضور کی معیت میں نماز ادا کرتا رات کو وہاں باہر جاتا اور وہیں نماز پڑھتا۔ پھر وہ ریوڑ

اور بڑھا اسے اور دور جانا پڑا اب نہ وہ دن کو حضور کے ساتھ نماز پڑھتا نہ رات کو۔ اب آٹھویں دن نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہو کر حضور کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرتا پھر اور اس ریوڑ میں برکت ہو گئی۔ زیادہ دور جا کر اس نے اپنے ریوڑ کیلئے جگہ بنائی اب جمعہ اور جنازہ میں بھی شرکت کرنے سے معذور ہو گیا۔

حضور نے فرمایا: ويحك ثعلبة بن حاطب اے حاطب کے بیٹے ثعلبہ صد حیف!

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے عامل بھیجیں چنانچہ اس کی طرف دو آدمی بھیجے اور ان کو ایک گرامی نامہ لکھ دیا جس میں اونٹوں اور بکریوں کے لئے تعداد رقم کر دی تھی۔

پھر اپنے عاملوں کو حکم دیا ثعلبہ کے پاس جائیں اور کہیں اپنے مال مویشی سے زکوٰۃ ادا کرے۔ وہ گئے اور انہوں نے ثعلبہ سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا اس نے کہا مجھے وہ خط دکھاؤ جو حضور نے لکھ کر دیا ہے۔ اس نے وہ مکتوب گرامی ثعلبہ کے سامنے رکھا اس نے پڑھ کر کہا یہ صدقہ نہیں یہ جزیہ ہے چنانچہ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضور کے دونوں فرستادے دوسرے لوگوں کے پاس گئے وہاں سے زکوٰۃ لی واپسی پر پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے پھر وہی کہا یہ تو جزیہ ہے میں جزیہ کیسے ادا کروں، اچھا مجھے سوچ بچار کرنے کا موقع دیں وہ دونوں صاحبان وہاں سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو اس سے پیشتر کہ ان سے گفتگو فرماتے حضور کی زبان سے نکلا ويحك ثعلبة بن حاطب۔ حاطب کے بیٹے ثعلبہ صد حیف! اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ (1)

"اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے ہم نیکو کاروں سے۔

پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے

1۔ سورۃ التوبہ: 77-75

اس کے ساتھ اور روگردانی کرلی اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔"

پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جمادیا ان کے دلوں میں۔

ثعلبہ کو جب ان آیات کا علم ہوا تو وہ اپنے حصہ کا صدقہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ مَنَعَنِیْ اَنْ اَقْبَلَ مِنْكَ اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمادیا ہے کہ میں تم سے صدقہ وصول کروں۔ چنانچہ اب اس نے زار و قطار رونا شروع کیا روتا تھا سر پر مٹی ڈالتا تھا۔ اللہ کے رسول نے فرمایا یہ تیرا اپنا کیا ہوا ہے میں نے تجھے حکم دیا تم نے اس کی اطاعت نہ کی چنانچہ نہ حضور انور نے اس کا صدقہ قبول کیا نہ صدیق اکبر نے، نہ فاروق اعظم نے اور وہ عہد عثمانی میں ہلاک ہو گیا۔

ضمرہ بن ثعلبہ البہزی کیلئے دعا

طبرانی روایت کرتے ہیں ایک روز ضمرہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، عرض کی یارسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔ حضور نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَۃَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ

"اے اللہ! میں مشرکوں کی تلواروں پر ابن ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔"

یہ کافی مدت تک زندہ رہا اور جب جہاد میں شریک ہوتا تو بڑی بے جگری سے دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور پھر امن و سلامتی کے ساتھ واپس آجاتا، اسے خراش بھی نہ آتی۔(1)

میدان بدر میں ہادی برحق کی دعائیں

ابن سعد اور بیہقی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب غزوہ بدر کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مجاہدین کی تعداد تین سو پندرہ تھی۔ یہ وہی تعداد ہے جو حضرت طالوت علیہ السلام لے کر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے۔ سرور عالم نے اپنے رب کریم کے سامنے دست دعا پھیلاتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ عُرَاۃٌ فَاکْسُھُمْ اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ۔

1۔ حجۃ اللہ، جلد 2، صفحہ 177

"اے اللہ! میرے یہ مجاہد پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا فرما۔ اے اللہ! وہ برہنہ ہیں۔ انہیں لباس پہنا۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیر کر دے۔"

اپنے محبوب کریم کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مجاہدین کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ جب وہ واپس مدینہ طیبہ آئے تو ہر مجاہد کے پاس سواری کیلئے ایک یا دو اونٹ تھے۔ انہوں نے بہترین لباس زیب تن کیا تھا۔ اور وہ خوب پیٹ بھرے ہوئے تھے۔

سرور دو عالم ﷺ جب دعا مانگتے تو عجز و نیاز کی انتہا فرما دیا کرتے تھے۔ آپ اپنی التجا کو بار بار دہراتے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدہ کا واسطہ دیتے تو سننے والے حیران ہو جاتے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی رحمت کا واسطہ دیتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ اَبَدًا۔

"اے اللہ اسلام کی فتح و ظفر کا جو عہد مجھ سے باندھا اور جو وعدہ کیا ہے وہ یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے تو تیری مرضی۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے اور اپنے آقا کی نیاز مندیوں اور یاد دہانیوں کو ملاحظہ کر رہے تھے۔ اب آپ کو یارائے صبر نہ رہا۔ عرض کی۔

حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ

"یا رسول اللہ! حضور نے عجز و نیاز اور التجاؤں کی حد کر دی ہے۔ یا رسول اللہ! اب بس کر دیں یہی کافی ہے۔"

نبی کریم ﷺ زرہ پہن کر میدان جنگ میں نکلے، حضور کی زبان پر تھا۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (1)

"کفار کا لشکر شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا۔"

امام مسلم۔ بیہقی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمر بن خطاب نے یہ حدیث بیان کی۔

1۔ سورۃ القمر: 45

بدر کے دن سرور عالم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا، ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اپنے صحابہ کی طرف دیکھا، ان کی تعداد تین سو اور سترہ تھی۔ نبی کریم نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور دست دعا دراز کیا۔ اپنے رب کریم کو پکارنا شروع کیا یہاں تک کہ حضور کے کندھوں پر جو چادر تھی وہ نیچے گر گئی۔ حضرت ابو بکر دوڑ کر آئے چادر اٹھائی اور حضور کے کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے حضور کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور عرض کی۔

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ

"اللہ کے پیارے نبی! آپ نے اپنے رب کو واسطہ دینے اور وعدہ کی یاد دہانی کی حد کر دی ہے، یہ کافی ہے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ آپ سے فرمایا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔"

اسی وقت جبریل امین اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ (1)

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کروں گا تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیج کر اپنے حبیب کے جاں نثاروں اور اسلام کے مجاہدین کی مدد فرمائی۔ ایسے ہی مواقع پر رحمت عالم جس نیاز مندی اور سنجیدگی کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے اس کا ذکر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زبان سے سنئے۔

امام بیہقی، نسائی، حاکم اور ابن سعد سیدنا علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

بدر کے روز میں کچھ دیر کفار کے ساتھ جنگ کرتا پھر میں تیزی سے اس عریش میں آتا جہاں نبی اکرم ﷺ قیام فرماتے تھے تاکہ میں اپنے آقا کا حال دریافت کروں۔ میں آیا میں نے دیکھا اللہ کا محبوب سجدہ ریز ہے اور یاحی یا قیوم کا ورد فرما رہا ہے۔ آپ صرف اتنا کہتے رہے اور اس پر اور کوئی اضافہ نہ کیا۔ پھر میں میدان جنگ کی طرف لوٹا۔ کچھ دیر تک کفار کے ساتھ جنگ آزما رہا پھر میں دوڑ کر عریش میں آیا، دیکھا حضور ابھی تک سجدہ ریز

1۔ سورۃ الانفال: 9

ہیں اور یاحی یا قیوم کا ورد کر رہے ہیں۔ پھر میدان جہاد کی طرف آیا کچھ دیر کفار سے برسرپیکار رہا پھر اپنے محبوب کی خبر لینے کیلئے دوڑتا ہوا عریش میں آیا۔ میں نے دیکھا حضور اب بھی سربسجود ہیں اور وہی ورد کر رہے ہیں، یاحی یا قیوم۔ جب چوتھی مرتبہ واپس آیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی درد بھری اور نیاز سے ڈوبی ہوئی التجاؤں کو شرف قبول ارزانی فرمایا اور مجاہدین اسلام کے لئے فتح وظفر کے دروازے کھول دیئے۔

امام بیہقی حضرت ابن عباس اور حکیم بن حزام کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

یوم بدر جب جنگ شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ پھیلا دیئے اور اپنے کریم ورحیم پروردگار سے فتح ونصرت کی دعا مانگی اور اس وعدہ کو پورا کرنے کیلئے التجا کی جو اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساتھ کیا تھا۔ حضور نے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ ظَهَرُوْا عَلٰى هٰذِهِ الْعِصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ وَلَا يَقُوْمُ لَكَ دِيْنٌ۔

"اے اللہ! اگر مشرکین مجاہدین کے اس جتھا پر غالب آگئے تو شرک کا بول بالا ہوگا اور تیرا دین قائم نہیں رہے گا۔"

صدیق اکبر اپنے آقا کے تضرع اور نیاز مندی کو دیکھ بھی رہے تھے اور درد میں ڈوبے ہوئے کلمات طیبات سن بھی رہے تھے، آپ کو یارائے صبر نہ رہا، آگے بڑھے اور اپنے آقا کی خدمت میں عرض کی۔

وَاللّٰهِ لَيَنْصُرَنَّكَ اللّٰهُ وَلَيُبَيِّضَنَّ وَجْهَكَ

"میرے آقا! فکر نہ فرمائیں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے رخ انور کو فتح ونصرت کی چمک سے روشن کرے گا۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کا لشکر مدد کیلئے آسمان سے بھیجا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے یار غار کو فرمایا۔

اَبْشِرْ يَا اَبَا بَكْرٍ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ مُعْتَجِرًا بِعِمَامَةٍ صَفْرَاءَ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ۔

"اے ابوبکر تمہیں مژدہ ہو، یہ جبرئیل ہیں جنہوں نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا ہے اور اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے فضا میں تشریف

فرما ہیں۔"

اور فرمارہے ہیں اتاك نصر الله اذ دعوته آپ نے جو دعا کی وہ قبول ہوئی اب اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہے۔

مدینہ طیبہ کیلئے دعا

امام بخاری اور مسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے: نبی مکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ طیبہ بیماریوں اور طرح طرح کی وباؤں کی آماجگاہ تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ کیلئے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ (1)

"اے اللہ! مدینہ طیبہ کو ہمارے نزدیک محبوب بنادے جس طرح مکہ ہمیں محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے۔ مدینہ کو تمام بیماریوں سے پاک کردے اور اس کے بخار کی وبا کو جحفہ میں منتقل کردے۔"

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی وبا عہد جاہلیت میں معروف و مشہور تھی۔ جب صحابہ کرام ہجرت کر کے یہاں پہنچے تو مدینہ کے بخار نے انہیں آدبوچا۔

ایک روز باہر سے ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور حضور نے اس سے پوچھا کیا راستہ میں تیری کسی سے ملاقات ہوئی ہے؟ عرض کی یارسول اللہ کسی سے ملاقات نہیں ہوئی البتہ ایک سیاہ فام عورت مجھے ملی ہے جو برہنہ تھی اور اس کے بال پریشان تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا یہ بخار تھا اور اب کبھی مدینہ طیبہ واپس نہیں آئے گا۔ شیخین نے حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں اور مدینہ کے مد اور صاع میں مکہ سے دگنی برکت کیلئے التجا کرتا ہوں۔(2)

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 183

2۔ ایضاً، صفحہ 84-182

غزوہ خیبر میں حضور کی دعا

امام بیہقی روایت کرتے ہیں سرورِ عالم ﷺ اپنے جاں نثار مجاہدین کے ہمراہ عازم خیبر ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ سامان خورونوش کی قلت کے باعث مسلمانوں کو فاقہ کشی کی نوبت آئی۔ قبیلہ اسلم کے چند مجاہدین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کی یارسول اللہ ہم بڑی مشقت میں مبتلا ہیں ہمارے پاس کوئی سامان نہیں کہ ہم اپنے کھانے پینے کا انتظام کر سکیں۔ اس وقت اللہ کے محبوب رسول نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ صمدیت میں یوں التجا کی۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ عَلِمْتَ حَالَهُمْ وَلَيْسَتْ لَهُمْ قُوَّةٌ وَلَيْسَ بِيَدِي
مَا اُعْطِيْهِمْ اِيَّاهَا۔ فَافْتَحْ عَلَيْهِمْ اَعْظَمَ حِصْنٍ بِهَا غِنًى۔
اَكْثَرَهُ طَعَامًا وَدَدَكًا

"اے اللہ! تو ان مجاہدین کے حالات کو جانتا ہے ان کے پاس تو سامان خورونوش بھی نہیں اور میرے پاس بھی گنجائش نہیں کہ میں انہیں دوں۔ مہربانی فرما، اور خیبر کے قلعوں میں سے اس قلعہ پر فتح عطا فرما جس میں کھانے پینے کا سامان تمام قلعوں سے زیادہ ہو۔"

چنانچہ اسی شام سعد بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس میں بیشمار خورونوش کا سامان دستیاب ہوا۔ اس قلعہ کو فتح کرنے کیلئے اسلام کا پرچم حضرت خباب بن منذر کو عطا فرمایا گیا انہوں نے حملہ کیا اور سورج غروب ہونے سے پہلے قلعہ والوں نے اپنے دروازے مسلمانوں کیلئے کھول دیئے۔

ایک نوجوان کیلئے دعا

حضرت ابن سعد اپنی سند کے واسطہ سے ابوالحویرث سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: قبیلہ تجیب کا ایک وفد 9 ہجری میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان تھا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میری حاجت پوری فرمائیں۔ حضور نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ

التجا کریں کہ اَنۡ یَغۡفِرَلِیۡ وَیَرۡحَمَنِیۡ وَیَجۡعَلَ غِنَائِیۡ فِیۡ قَلۡبِیۡ کہ اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرمائے اور میری غنا میرے دل میں رکھے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے اس غلام کی عرضداشت کو قبول کرتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لَہٗ وَارۡحَمۡہُ وَاجۡعَلۡ غِنَاہُ فِیۡ قَلۡبِہٖ

"اے اللہ اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اس کی غنا اس کے دل میں کر دے۔"

آئندہ سال حج کے موسم میں میدان منی میں تجیب کا وفد پھر حاضر ہوا۔ حضور نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ اس سے زیادہ قناعت شعار ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔

عتبہ بن ابی لہب کیلئے بد دعا

ابو نعیم اور ابن عساکر عروہ سے اور وہ جار بن اسود سے روایت کرتے ہیں: اس نے کہا کہ ابو لہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کیلئے تیار ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ جانے کیلئے تیار تھا۔ روانہ ہونے سے پہلے ابو لہب کے بیٹے عتبہ نے کہا بخدا! میں محمد (فداہ ابی وامی علیہ السلام) کے پاس جاؤں گا، اس کا دل دکھاؤں گا تب سفر پر روانہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔ حضور کے پاس پہنچا کہنے لگا: یا محمد! آپ کے رب نے آپ پر جو یہ آیت نازل کی ہے: دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی" میں اس کا انکار کرتا ہوں۔
حضور سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے لئے بد دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ ابۡعَثۡ عَلَیۡہِ کَلۡبًا مِّنۡ کِلَابِکَ

"اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس گستاخ کی طرف بھیج دے۔"

عتبہ لوٹ آیا اس کے باپ نے اس سے پوچھا۔ تو نے کیا کہا اور انہوں نے کیا جواب دیا۔ عتبہ نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ابو لہب لرز گیا کہنے لگا حضور کی بد دعا سے بچنا از حد مشکل ہے۔ ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔ ہم جب وہاں پہنچے جہاں شیروں کا بھٹ تھا تو ہم نے وہاں قیام کیا۔ ابو لہب نے ہم سب کو کہا کہ میری عمر کو تم جانتے ہو اور میرے جو حقوق تم پر ہیں ان سے بے خبر نہیں ہو۔ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اس نے (حضور کا نام مبارک لے

کر) میرے بیٹے کیلئے بد دعا کی ہے۔ اب اس طرح کرو اپنا سارا سامان اس حجرہ میں جمع کرو اور اس پر میرے بیٹے کیلئے بستر بچھاؤ۔ پھر اس کے ارد گرد اپنے بستر بچھاؤ۔ وہ کہتا ہے ہم نے ایسا کیا۔ اچانک شیر آیا اس نے ہم سب کا منہ سونگھا لیکن جو اس کا مطلوب تھا وہ نہ ملا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سکیڑا اور کود کر سامان کے اوپر پہنچ گیا۔ اس نے ابو لہب کے بیٹے کا منہ سونگھا، اسے پتہ چل گیا کہ یہ وہی گستاخ ہے جس کو سزا دینے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے جبڑے توڑ دیئے اور سر کی ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جب شیر چلا گیا تو ابو لہب جاگا اس نے کہا مجھے یقین تھا کہ حضور کی بد دعا خطا نہیں جائے گی۔

ابن قمیہ کیلئے بد دعا

غزوہ احد میں عبداللہ بن قمیہ نے حضور کو تیر مارا اور ساتھ ہی بلند آواز سے کہا۔

خُذْھَا وَاَنَا ابْنُ قَمِیْئَۃَ اسے لے لو یاد رکھو میں قمیہ کا بیٹا ہوں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا اَقْمَئَکَ اللہُ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و رسوا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے پہلے اسے سینگ مار مار کر نڈھال کیا اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

غزوۂ خندق میں حضور کی دعا

اسلامی غزوات میں غزوہ خندق کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ اس سے پہلے جو جنگیں ہوئیں ان میں مکہ کے مشرکین نے حصہ لیا اور ہر میدان میں شکست کھائی۔ قریش کے قائدین اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم نے تنہا اپنے نوجوانوں پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمانوں سے جنگیں لڑیں لیکن ہر بار ناکامی ہوئی ہمیں چاہئے کہ جزیرہ عرب کے جتنے مشرک قبائل ہیں ان سب کو اس حملہ میں شرکت کی دعوت دیں شائد اجتماعی قوت کو بروئے کار لا کر ہم جنگوں کا پانسہ پلٹ دیں۔ چنانچہ انہوں بڑے بڑے شعراء اور خطباء عرب کے تمام مشرک قبائل کی طرف روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے بتوں کی خدائی کو بچانا چاہتے ہو تو یہ

آخری موقع ہے، جب تک ہم سارے قبائل متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے اس وقت تک ہماری کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ تمام مشرک قبائل نے اس حملہ میں مقدور بھر حصہ لیا اور سرزمین عرب میں اتنا بڑا لشکر کبھی جمع نہیں ہوا تھا جتنا اس دفعہ لات و ہبل کے پرستاروں نے جمع کیا تھا۔ جب یہ لشکر چلتا تھا تو یوں محسوس ہوتا کہ زمین کانپ رہی ہے: رحمت عالم ﷺ نے خندق کھود کر ان کو حیران و ششدر کر دیا۔ بیس پچیس دن تک مشرکین عرب کا محاصرہ برقرار رہا، اس میں مختلف مرحلے پیش آئے۔ ہر مشکل مرحلہ پر سرور عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کی اور حضور کی عجز و نیاز اور درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعائیں مسلمانوں کی کامیابی کا باعث بنیں۔ جنگ کے مختلف مرحلوں میں رحمت عالم ﷺ نے کئی بار جو دعائیں کی ہیں وہ ہدیہ قارئین ہیں۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے جو پہلی دعا روایت کی ہے وہ یہ تھی۔

وَقَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

"اے کتاب مقدس کو نازل کرنے والے، سرعت سے حساب لینے والے، الٰہی! قبائل عرب کے اس لشکر کو شکست دے۔ الٰہی ان کو شکست دے اور ان کو لرزا کر رکھ دے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ

"کوئی خدا نہیں سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے۔ اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام مشرک قبائل کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے بعد اور کوئی چیز نہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مسجد الفتح

میں سوموار کے دن یہ دعا مانگی، منگل کو بھی دعا مانگی اور بدھ کے دن بھی دعا مانگی۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ یہ دعا بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان کی گئی تھی۔ جب حضور ہمارے پاس تشریف لائے تو خوشی کے آثار رخ انور پر ظاہر ہو رہے تھے۔ حضرت جابر فرمایا کرتے جب مجھے کوئی مشکل در پیش ہوتی تو میں مقبولیت کی اس گھڑی کا انتظار کرتا۔ بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان اللہ کی جناب میں اپنی حاجت پیش کرتا اور ہمیشہ وہ دعا قبول ہوتی۔

سیرت نبویہ میں ایک دعا نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔

يَا صَرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِكْشِفْ هَمِّيْ وَ غَمِّيْ وَكَرْبِيْ فَاِنَّكَ تَرٰى مَا نَزَلَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ۔

"اے غمزدوں کی فریاد رسی کرنے والے۔ اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنے والے! میرے غم اور میری تکلیف کو دور فرما۔ بیشک تو دیکھ رہا ہے جو تکلیف مجھے اور میرے اصحاب پر نازل ہوئی ہے۔"

ایک موقع پر مسلمانوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہماری روحیں خوف کے مارے گلے تک پہنچ گئی ہیں (کیونکہ اس جنگ میں مشرکین کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی) یا رسول اللہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جو اس مصیبت میں ہم پڑھیں۔ حضور نے فرمایا یہ وظیفہ کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

"اے اللہ ہمارے عیبوں کو ڈھانپ دے اور ہمارے خوف و ہراس کو امن سے تبدیل فرما دے۔"

چنانچہ جبرئیل امین آئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ مشرکین پر تیز ہوا کا جھکڑ بھیجنے والا ہے اور آسمان سے فرشتوں کے لشکر اترنے والے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی اس بشارت سے آگاہ کیا۔ حضور نے اس موقع پر اپنے دونوں دست مبارک بلند کئے ہوئے تھے اور زبان سے عرض کر رہے تھے شُكْرًا شُكْرًا اے اللہ تعالیٰ تیری مہربانی کا میں شکر ادا کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کی دعاؤں اور التجاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ایسی تند و تیز آندھی بھیجی جس نے مشرکین کے خیموں کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔ انہوں نے جو آگ جلائی ہوئی تھی اس کو بجھایا،

چولہوں پر سالن کی جو دیگیں رکھی تھیں، اس ہوا کے تند جھونکوں نے ان کو الٹ کر رکھ دیا۔ اتنی گرد اڑی کہ ان کی آنکھیں اس غبار سے بھر گئیں اور انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی جیسے مجاہدین اپنے ہتھیاروں کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ چنانچہ ہر چیز چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر یوں بھاگے کہ پھر مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اپنا قیمتی سامان بھی لے جانا بھول گئے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (1)

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (2)

عامر بن طفیل کیلئے بددعا

امام بیہقی ابن اسحاق کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان میں دیگر لوگوں کے علاوہ عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور خالد بن جعفر قوم کے سردار تھے اور پرلے درجے کے شیطان تھے۔ عامر اس نیت سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ موقع ملنے پر حضور کے ساتھ دھوکہ کرے گا۔ اس نے اربد کے ساتھ یہ سازش کی کہ جب وہ اس شخص (حضور ﷺ) کے پاس پہنچیں گے تو میں انہیں اپنی طرف متوجہ کروں گا اور جب میں انہیں اپنی طرف متوجہ کرلوں تو تم ان پر تلوار سے حملہ کرنا اور ان کا کام تمام کردینا۔ جب وہ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو عامر نے حضور کو کہا یَا مُحَمَّدُ خَالِنِیْ مجھے اپنا خلیل بنالو۔ حضور نے فرمایا یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ۔ جب حضور نے اسے اپنا خلیل بنانے سے انکار کیا تو اس نے کہا ہم سرخ گھوڑوں کے شہسواروں اور پیدل لڑاکوں سے آپ کے اس علاقے کو بھر دیں گے۔

جب وہ منہ پھیر کر چل دیا تو حضور نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ عَامِرَ بْنَ طُفَيْلٍ

1۔ سورۃ الاحزاب: 9 2۔ سورۃ الاحزاب: 25

"اے اللہ! عامر بن طفیل پر اپنی پھٹکار بھیج۔"

جب یہ دونوں حضور کی مجلس سے باہر آئے تو عامر نے کہا اے اربد! جو بات میں نے تمہیں کہی تھی اس پر تو نے کیوں عمل نہیں کیا؟ اس نے کہا میں نے کئی بار ارادہ کیا لیکن میں نے تجھے اپنے اور ان کے درمیان کھڑا پایا، اگر میں وار کرتا تو تیری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ میرے لئے کیسے ممکن تھا کہ میں تیرے جیسے دوست کا اپنی تلوار کے وار سے سر قلم کردوں۔ چنانچہ وہ خائب و خاسر اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب کچھ راستہ طے کر چکے تو حضور کی بددعا نے اسے آپکڑا۔ اس کے گلے میں طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے وہ موت کی بھینٹ چڑھا اور بنو سلول کی ایک عورت کے گھر میں اس کی موت آئی۔ جب اربد اپنے علاقہ میں واپس گیا تو قوم نے پوچھا کہ پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ انہوں نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی وہ ہم نے مسترد کردی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ وہ میرے پاس ہوں اور میں انہیں تیر سے گھائل کر کے موت کی نیند سلادوں۔ اس کے ایک دو دن بعد وہ اپنا اونٹ بیچنے کیلئے کہیں جارہا تھا کہ بادل گھر کر آگئے، بجلی چمکی اور اونٹ کو بھی اور اربد کو بھی جلا کر خاکستر کردیا۔

عرنیین کیلئے حضور کی بددعا

امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل اور عرینہ قبیلہ کے چند آدمی مدینہ طیبہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور عرض کی یارسول اللہ! ہم مویشی پالنے والے لوگ ہیں اور ہم گاؤں میں رہنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، بیمار ہوگئے۔ حضور نے انہیں حکم دیا کہ جہاں بیت المال کی شیر خوار اونٹنیاں چرتی ہیں وہاں چلے جائیں، ان کا دودھ بھی پئیں اور ان کا پیشاب بھی پئیں، ان کی بیماری جاتی رہے گی۔ وہ استسقاء کی بیماری کا شکار ہوگئے تھے۔ وہ چلے گئے جب وہ باہر پہنچے تو مرتد ہوگئے۔ حضور کے چرواہے کو انہوں نے قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ حضور کو جب اطلاع ملی تو ان کے تعاقب میں چند صحابہ کو بھیجا اور دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ عَمِّ عَلَيْهِمُ الطَّرِيْقَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ اَضْيَقَ مِنْ

مَشْکٌ جَمَلٍ

"اے اللہ ان کو راستہ سے اندھا کر دے تا کہ انہیں کوئی چیز نظر نہ آئے اور ان پر راستہ تنگ کر دے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی۔ مسلمان انہیں گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لے آئے۔ حضور نے مختلف جرائم کے بدلے میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی۔(1)

وہ معجزات جن کا تعلق عالم نباتات سے ہے

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو ممتاز کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

اَنْ تَكُوْنَ نَفْسُهٗ مُتَصَرِّفَةً فِيْ مَادَّةِ هٰذَا الْعَالَمِ۔

"کہ ان کی ذات اس جہان کے مادہ میں ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے۔"

عالم نباتات میں سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف کے واقعات بے حد و بے شمار ہیں۔ جنہیں صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے رحمت عالم ﷺ سے خود سنا اور ان سے تابعین کی کثیر تعداد نے روایت کیا هَلُمَّ جَرًّا اسی لئے علماء حدیث نے یہ تصریح کی ہے: علامہ شہاب خفاجی لکھتے ہیں۔

اِنَّهَا نُقِلَتْ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ حَتّٰى بَلَغَتِ التَّوَاتُرَ الْمَعْنَوِيَّ وَصَارَتْ فِيْ مَرْتَبَةٍ قَوِيَّةٍ لَا يَشُكُّ فِيْهَا اَحَدٌ مِّنَ الْعُقَلَاءِ

"صحابہ اور تابعین کی کثیر تعداد کی روایت کے باعث یہ حد تواتر معنوی کو پہنچے ہوئے ہیں اور قوت میں ان کا مرتبہ بلند ہے اور کوئی عقلمند ان کی صحت میں شک نہیں کر سکتا۔"

جن صحابہ نے ان معجزات کو روایت کیا ہے ان میں سے چند اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن عباس، ام المومنین عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، اسامہ بن

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 87-194

زید، انس بن مالک، یعلی بن مرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جن روایات کی راوی یہ برگزیدہ ہستیاں ہوں ان کی صحت کے بارے میں کیا کسی شک کی گنجائش باقی رہتی ہے۔؟

ان بے شمار واقعات میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

امام بیہقی، بزاز اور دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہم ایک سفر میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمرکاب تھے۔ ایک اعرابی حضور کے نزدیک آیا۔ حضور نے اس سے پوچھا: اعرابی کدھر جارہے ہو؟ اس نے کہا اپنے اہل و عیال کے ہاں۔ پھر حضور نے پوچھا کیا تیرے دل میں بھلائی حاصل کرنے کا شوق ہے؟ اس نے پوچھا کون سی بھلائی۔ آپ نے فرمایا تو یہ گواہی دے۔

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اعرابی نے پوچھا کوئی گواہ ہے جو آپ کی صداقت کی تصدیق کرے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: وادی کے کنارے پر بیری کا درخت نظر آرہا ہے یہ گواہ ہے۔ جب حضور نے اس درخت کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جڑوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اس درخت سے تین بار پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس سوال کے جواب میں تین بار ہی اس درخت نے حضور کے دعویٰ نبوت کی گواہی دی۔ پھر وہ درخت اجازت لے کر اپنے پہلے مقام پر چلا گیا۔ وہ اعرابی جس نے اپنی آنکھوں سے یہ محیر العقول معجزہ دیکھا تھا وہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور جاتی دفعہ اس نے عرض کی یارسول اللہ! میں اپنی قوم کو معجزہ بتاؤں گا، انہیں آپ پر ایمان لانے کی دعوت دوں گا۔ اگر انہوں نے میری بات مان لی تو ان سب کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور عمر بھر حضور کے ساتھ رہوں گا۔(1)

بزاز نے حضرت بریدہ بن حصیب سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ حضور اسے کوئی ایسی علامت دکھائیں جو اس بات کی شہادت دے کہ آپ اللہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 121

کے رسول ہیں۔ حضور نے اسے فرمایا وہ سامنے درخت دیکھ رہے ہو، وہاں جاؤ، درخت سے کہو کہ اللہ کے رسول تمہیں یاد فرمارہے ہیں۔ وہ اعرابی اس درخت کے پاس گیا اور یہ پیغام اسے سنایا۔ وہ سنتے ہی ایک مرتبہ دائیں طرف جھکا پھر بائیں طرف جھکا پھر سامنے کی طرف جھکا پھر پیچھے کی طرف جھکا، اس طرح اس کی جڑیں جو چاروں طرف زمین میں گڑی تھیں وہ ٹوٹ گئیں اور وہ زمین کو چیرتا ہوا حضور کی خدمت اقدس میں حاضری دینے کیلئے روانہ ہوا۔ وہ حضور کے سامنے مؤدب ہو کر کھڑا ہو گیا عرض کی السلام علیك یارسول اللہ۔

اس اعرابی کو یہ معجزہ دیکھ کر حضور کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ اس نے عرض کی اب اس درخت کو حکم دیجئے کہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جائے۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا اور اس کی جڑیں زمین میں گڑ گئیں۔

یہ معجزہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ حضور نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر اس اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ اگر سجدہ کی اجازت نہیں دیتے تو مجھے اجازت دیں تاکہ میں حضور کے دونوں بابرکت ہاتھوں اور قدمین شریفین کو بوسہ دوں۔ حضور نے اسے دست بوسی اور قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (1)

امام بخاری، مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں جس رات جنات کو بارگاہ نبوت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا انہوں نے مطالبہ کیا ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھایئے جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ درخت میرا گواہ ہے۔ حضور نے اس درخت کو حکم دیا کہ آئے اور میری نبوت کی گواہی دے۔ وہ درخت اپنی جڑوں کو گھسیٹا ہوا حاضر خدمت ہو گیا اور حضور کی رسالت و نبوت کی گواہی دی۔

ایک دفعہ جنگل میں رکانہ کی حضور ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور نے اسے کہا مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گا جب تک آپ اپنی صداقت کی دلیل پیش نہیں کریں گے۔ حضور نے اسے فرمایا اگر تمہیں نشانی دکھاؤں تو تم

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 122۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 421

ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا بیشک۔ وہیں قریب ہی بیری کا درخت تھا، حضور نے اسے حکم دیا اللہ کے اذن سے آگے آؤ۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کا ایک نصف وہیں کھڑا رہا اور دوسرا نصف وہاں سے چل کر حضور اور رکانہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ رکانہ نے کہا کہ بیشک آپ نے بہت زبردست معجزہ دکھایا ہے، اب اسے حکم دیجئے کہ یہ واپس چلا جائے۔ حضور نے فرمایا اگر میں اسے حکم دوں اور وہ واپس چلا جائے تو کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور نے اسے واپسی کا اشارہ فرمایا۔ وہ واپس گیا اور اپنے نصف کے ساتھ جا کر جڑ گیا اور ایک درخت بن گیا۔

حضور نے فرمایا اب ایمان لاؤ لیکن اس نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ وہ اس وقت تک اپنے کفر پر ڈٹا رہا جب تک کہ حضور نے مکہ فتح کیا۔ اس وقت وہ مسلمان ہوا۔ اس کی وفات 42 ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

امام احمد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی رؤف رحیم بڑے مغموم بیٹھے تھے۔ کفار مکہ میں سے کسی نے حضور کو اذیت دی تھی اور زخموں سے خون بہا تھا۔ اس نے حضور کے جسم کو رنگین کر دیا تھا۔ حضرت جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی حضور کیوں مغموم بیٹھے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میری قوم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے مجھے اتنا زدوکوب کیا ہے کہ میرے زخموں سے خون بہنے لگا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ کو ایسی نشانی نہ دکھاؤں جس سے آپ کا غم واندوہ دور ہو جائے؟ حضور نے فرمایا ضرور۔ وادی کی دوسری طرف ایک درخت کھڑا تھا جبرئیل نے اس کی طرف دیکھا، حضور کو عرض کی یارسول اللہ! اس درخت کو بلائیے۔ حضور نے بلایا وہ درخت فوراً چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ جبرئیل نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ لوٹ جائے۔ وہ واپس چلا گیا۔ تو حضور نے فرمایا حسبی حسبی میرا اللہ مجھے کافی ہے۔ اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم اللہ کے رسول کی معیت میں سفر طے کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم ایک وادی میں اترے جو بہت وسیع تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ میں (جابر) لوٹا پانی سے بھر کر ساتھ لے گیا۔ حضور نے دور جا کر دیکھا وہاں کوئی درخت نہ تھا جس کی اوٹ میں رفع حاجت کی جا سکے۔ اچانک دیکھا وادی کے

کنارے پر دو درخت ہیں۔ سرور عالم ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنی کو پکڑا اور اسے فرمایا میرے سامنے سر جھکا دو باذن اللہ۔ چنانچہ اس نے سر جھکا دیا، ایک ایسے اونٹ کی طرح جس کی ناک میں نکیل ڈال دی گئی ہو۔ اور وہ اپنے مالک کے ساتھ مستیاں کرتا ہو۔ پھر دوسرے کو حکم دیا وہ آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر جب نصف راستہ پر پہنچے تو دونوں درخت آپس میں مل گئے اور ان کی اوٹ میں حضور نے رفع حاجت فرمائی۔ اس کے بعد دونوں درخت جدا جدا ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔

امام بیہقی اور ابو یعلی اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے دوران حضور نے مجھے فرمایا کہ قضائے حاجت کیلئے جگہ تلاش کرو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ وادی میں ہر طرف لوگ بکھرے ہیں خالی جگہ نظر نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا کھجور کا درخت یا پتھر دیکھو۔ میں نے دیکھا تو کھجور کے درخت نزدیک نظر آئے۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کھجور کے درختوں کو کہو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم نزدیک ہو جاؤ اور پتھروں کو کہو کہ وہ بھی نزدیک ہو جائیں۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے کھجور کے درختوں اور پتھروں کو حضور کا پیغام پہنچایا۔ اس ذات کی قسم جس نے اپنے محبوب کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے دیکھا کھجوریں قریب ہو گئیں یہاں تک کہ ایک دوسرے سے مل گئیں۔ پتھر ایک ڈھیر کی صورت میں جمع ہو گئے۔ حضور نے ان کی اوٹ میں رفع حاجت فرمائی۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے میں نے کھجور کے درختوں کو وہاں سے اپنی اپنی جگہ جاتے دیکھا یہاں تک کہ تمام اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔(1)

حضرت امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا۔

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً ٭ تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ (2)

"حضور کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنی پنڈلیوں کے سہارے چلتے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔"

1۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 422

2۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 124

حنین الجذع

سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوات والتحیات جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلے رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ وہ مسجد اور اس کی تعمیر سادگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ کھجوروں کے تنے بطور ستون استعمال کئے گئے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔ جب بارش برستی تھی تو چھت ٹپکتی تھی جس کے باعث فرش پر کیچڑ ہو جایا کرتا۔ حضور نبی کریم جمعہ کے روز ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ جب نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو صحابہ نے محسوس کیا کہ اس طرح دیر تک کھڑے ہو کر خطبہ دینے سے حضور کو تکلیف ہو گی نیز دور بیٹھے نمازیوں کو حضور کی آواز نہیں پہنچتی تو ایک خاتون نے عرض کی یارسول اللہ! میرا غلام بڑھئی کا کام کرتا ہے اگر اجازت ہو تو اس کو کہوں کہ وہ حضور کیلئے منبر بنائے تاکہ حضور اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ (1)

جب منبر تیار ہو گیا اور اس کو مسجد میں رکھ دیا گیا تو آئندہ جمعہ کو حضور نماز جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اس کھجور کے تنے سے گزر کر جب منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ تنا بچوں کی طرح رونے لگا یہاں تک کہ ہجر کے صدمہ سے پھٹ گیا۔ رحمت عالم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، حضور نے اس ستون کے رونے کی آواز سنی، حضور نیچے اترے اور اس کو سینے سے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا۔ حضور نے فرمایا۔

لَوْلَمْ اَلْتَزِمْهُ لَمْ یَزَلْ هٰكَذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

"اگر میں اس کو سینہ سے نہ لگاتا تو قیامت تک میرے فراق میں اسی طرح روتا رہتا۔"

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس ستون کی آہ وزاری سنی تو منبر سے نیچے اتر کر اسے گلے لگایا اسے فرمایا۔

اِنْ شِئْتَ اَنْ اَرُدَّكَ اِلَی الْحَآئِطِ الَّذِیْ كُنْتَ فِیْهِ تَنْبُتُ لَكَ عُرُوْقُكَ وَیَكْمُلُ خَلْقُكَ وَیُجَدِّدُ لَكَ خُوْصٌ وَّثَمَرٌ

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 242

"اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھے تیرے باغ میں لوٹا دوں۔ تیری جڑیں نئے سرے سے تازہ ہوں اور تیرے پتے اور شاخیں ترو تازہ ہوں اور تجھ پر پھر سے پھل لگنے لگیں۔"

وَاِنْ شِئْتَ اَغْرِسُكَ فِى الْجَنَّةِ فَيَاكُلَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ مِنْ ثَمَرِكَ۔

"اگر تیری مرضی ہو تو میں تمہیں جنت میں گاڑ دوں تاکہ اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں۔"

حضور نے اپنے کان اس کی طرف لگائے گویا اس کا جواب سننا چاہتے ہیں۔

حنین جذع کی جو روایت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دنیا و آخرت میں ایک چیز اختیار کرنے کا اختیار دیا اس نے آخرت کو پسند کیا۔

اس نے کہا!

بَلْ تَغْرِسُنِىْ فِى الْجَنَّةِ فَيَاكُلُ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ (1)

"یارسول اللہ مجھے جنت میں گاڑ دیجئے تاکہ میرا پھل اللہ کے مقبول بندے کھائیں۔"

اس ستون کا جواب حضور کے علاوہ جو ارد گرد لوگ جمع تھے انہوں نے بھی سنا۔ حضور نے فرمایا۔ قَدْ فَعَلْتُ میں نے تیری پسند کے مطابق تجھے جنت میں گاڑ دیا۔ پھر حضور نے فرمایا اس بے جان تنے نے "دار الفناء" کو چھوڑ کر دار البقاء یعنی جنت کو اختیار کیا۔

کیا شان ہے اس ہادی برحق کی جس کے مس کرنے سے لکڑی کے سوکھے تنوں میں زندگی آگئی۔ صرف زندگی نہیں بلکہ جذبہ عشق و محبت نصیب ہو گیا اور باقی و فانی میں جو فرق ہے وہ بھی سمجھ لیا۔ علامہ قاضی عیاض نے شفاء شریف میں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے۔

جب آپ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ فرماتے اے اللہ کے بندو! سوکھی لکڑی تو اللہ کے محبوب کے فراق میں اور شوق وصال میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور تم

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 132

اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ حضور کی ملاقات کے شوق میں تمہاری آنکھیں بھی اشکبار ہوں اور دل بے قرار ہو۔(1)

علامہ ابن کثیر اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَدْ وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِطُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ تُفِيْدُ الْقَطْعَ عِنْدَ اَئِمَّةِ هٰذَا الشَّاْنِ وَفُرْسَانِ هٰذَا الْمَيْدَانِ (2)

"یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے اور صرف ایک سند سے نہیں بلکہ متعدد سندوں سے مروی ہے اور علماء حدیث کے ائمہ اعلام اور اس میدان کے جو شہسوار ہیں ان کے نزدیک یہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔"

وہ معجزات جن کا تعلق عالم جمادات سے ہے

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاِنِّيْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ وَاِنِّيْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ (3)

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے جب میں اس کے پاس سے گزرا کرتا تھا، وہ مجھے سلام کرتا تھا۔"

بعض نے کہا یہ پتھر حجر اسود تھا۔ دوسروں نے کہا یہ وہ پتھر تھا جو زقاق الحجر میں نصب تھا۔ لوگ اس سے لمس کرتے ہیں، تبرک حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ وہ پتھر ہے کہ جب حضور اس کے پاس سے گزرتے تو وہ سلام عرض کرتا تھا۔

امام ترمذی اور دارمی اور حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں مکہ کی گلیوں میں حضور کے ساتھ چل رہا تھا، ہم بعض محلوں میں گئے اور جو درخت اور پتھر سامنے آیا اس نے عرض کی۔

1۔ شمائل الرسول، صفحہ 241۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 132

2۔ ایضاً، صفحہ 239

3۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 125

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

علی مرتضیٰ فرماتے ہیں ابتداء نبوت میں ایسا اکثر وقوع پذیر ہوا کرتا تا کہ حضور کے دل کو اطمینان آئے اور ان پے در پے شہادتوں سے حضور مسرور رہوں۔

المواہب اللدنیہ میں ابن رشد اور ائمہ فقہ مالکی کی ایک جماعت نے امام ابو حفص المیانشی سے روایت کیا کہ مکہ مکرمہ میں جس سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے بتایا کہ وہ پتھر جو رحمت عالم ﷺ پر سلام بھیجتا تھا وہ صدیق اکبر کے مکان کے سامنے جو دیوار ہے اس میں نصب شدہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ جب جبرئیل امین نے یارسول اللہ کہہ کر میرا استقبال کیا اس کے بعد میں جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ یہ کہتا السلام علیك یارسول اللّٰہ۔

حضور جب کسی وادی میں تشریف لے جاتے تو اس وادی کے سارے درخت اور پتھر عرض کرتے السلام علیك یارسول اللّٰہ پھر حضور اس کا جواب دیتے وعلیکم السلام

امام بیہقی، ابن ماجہ مالک بن ربیع الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو فرمایا اے ابو الفضل! تم اور تمہارے بیٹے میرے آنے تک اپنے گھر میں ٹھہرنا۔ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے، انہیں السلام علیکم سے نوازا۔ ان سب نے بھی جواباً عرض کیا وعلیکم السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاته یارسول اللّٰہ آپ پر بھی سلامتیاں، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ پھر حضور نے پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتُمْ تم نے صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے عرض کی خیر وعافیت سے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ میرے نزدیک آؤ۔ جب وہ آرام سے بیٹھ گئے اور حضور کے قریب ہو گئے تو حضور نے اپنی چادر ان سب پر ڈال دی فرمایا۔

يَا رَبِّ هٰذَا عَمِّيْ وَصِنْوُ اَبِيْ وَهٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاسْتُرْهُمْ مِنَ النَّارِ كَسَتْرِيْ اِيَّاهُمْ بِمُلَاءَتِيْ هٰذِهٖ

"یارب العالمین یہ میرے چچا ہیں میرے باپ کی طرح ہیں، اور یہ میرے اہل بیت سے ہیں۔ یا اللہ جس طرح میں نے اپنی چادر ان سب

پر ڈالی ہے اور ان کو چھپا لیا ہے اسی طرح آتش جہنم سے انہیں چھپا لینا۔"

دروازوں اور کھڑکیوں کے جتنے کواڑ تھے، مکان کی جتنی دیواریں تھیں سب نے کہا آمین آمین آمین۔ حضرت عباس کے جو فرزند اس نورانی محفل میں حاضر تھے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ عبداللہ، عبیداللہ، قثم، معبد، عبدالرحمن، سعید اور ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہم۔اس سے معلوم ہوا کہ لکڑی کے بے جان اور بے حس کواڑ نے بھی حضور کی دعا کو سنا اور صرف ان کی قوت سماعت ہی ظاہر نہیں ہوئی بلکہ یہ شعور بھی نصیب ہوا کہ اس دعا پر سب نے تین بار آمین آمین کہا۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز کوہ احد پر حضور نبی کریم ﷺ، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لے گئے۔ جلال نبوت کے باعث کوہ احد پر لرزہ طاری ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔

اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ

"اے احد ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک اللہ کا نبی ہے، ایک اس کا صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔"

امام مسلم نے اس قسم کی روایت حضرت ابوہریرہ سے کوہ حرا کے بارے میں نقل کی ہے۔اس میں کچھ اضافے ہیں۔اس روز حضور کے ساتھ ان حضرات کے علاوہ علی مرتضیٰ، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے اور وہ پہاڑ بھی کانپنے لگا حضور نے فرمایا۔

اے پہاڑ ٹھہر جا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ اَوْصِدِّيْقٌ اَوْشَهِيْدٌ (تیرے اوپر کوئی ظالم نہیں) بلکہ تیرے اوپر یا تو اللہ کا نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔(1)

امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا: فتح مکہ سے پہلے مسجد حرام میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور قلعی کے ساتھ انہیں پتھروں میں گاڑ دیا گیا تھا۔ سرور انبیاء ﷺ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضور کے دست مبارک میں چھڑی تھی اس کے ساتھ صرف ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے گئے نہ ہاتھ لگایا اور نہ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 126

انہیں دھکا دیا۔ اور حضور اشارہ کرتے اور یہ پڑھتے جاء الحق وزھق الباطل جس کے منہ کی طرف اشارہ کرتے وہ سر کے بل اور منہ کے بل گر پڑتا۔

بچپن میں سید عالم ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی معیت میں شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں راہبوں کی خانقاہ کے پاس سے گزر ہوا۔ وہاں ایک بڑا راہب رہتا تھا۔ اس کا نام بحیرہ تھا، وہ کسی کی ملاقات کیلئے اپنی خانقاہ سے باہر نہ نکلتا تھا لیکن جب اہل مکہ کا یہ قافلہ، جس میں سرکار دو عالم بھی تھے، اس نے اس خانقاہ کے پڑوس میں قیام کیا تو وہ خود ہی باہر آیا، قافلے والوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور سب کو کہا هذا سيد العلمين يبعثه الله رحمة للعالمين یہ ہیں سارے جہانوں کے سردار، انہیں اللہ تعالیٰ رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

کسی نے اس راہب سے پوچھا: اور بھی بہت سے خاندان قریش کے نوجوان موجود ہیں، تم نے انہیں کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا جب بھی آپ کا گزر کسی درخت یا پتھر کے پاس سے ہوتا وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے، نبی کے بغیر شجر و حجر کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ دوسری نشانی یہ دیکھی کہ جب ان کا قافلہ آ رہا تھا تو بادل کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ آپ جدھر جاتے بادل کا ٹکڑا آپ کے ساتھ ساتھ جاتا۔ تیسری یہ نشانی دیکھی کہ قافلہ والوں نے آگے بڑھ کر درخت کے سایہ میں اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ تشریف لائے تو درخت کے سایہ میں جگہ نہ تھی، آپ بیٹھے درخت کا سایہ ادھر جھک گیا۔

علامہ شہاب خفاجی شارح شفا لکھتے ہیں۔

کہ حضور اگر سنگ خارا پر قدم مبارک رکھتے تو اس کا نشان اس پتھر میں ظاہر ہو جاتا تھا۔ لوگ ان پتھروں سے تبرک حاصل کرتے ہیں، ان کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ ایک پتھر مصر میں بھی تھا سلطان قائتبائی نے بیس ہزار پونڈ میں اسے خریدا اور وصیت کی کہ یہ پتھر اس کی قبر کے نزدیک رکھا جائے اور وہ اب تک موجود ہے۔

سنگ خارا پر قدم رکھتے تو اس میں حضور کے پاؤں کے نقش ثبت ہو جاتے، ریت پر قدم رکھتے تو کچھ پتہ نہ چلتا۔ (1)

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 127

کنکریوں کا تسبیح کہنا

جلیل القدر محدثین نے جن میں امام بیہقی، بزاز طبرانی، ابن عساکر شامل ہیں، نے حضرت ابوذر اور انس سے روایت کی ہے اور ایک روایت میں صرف حضرت ابوذر سے روایت ہے:

میں حضور ﷺ کی تنہائی کے اوقات کی جستجو میں رہتا تھا۔ میں نے ایک دفعہ رات کو سرور عالم ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت سرور عالم ﷺ کے پاس اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ حضور نے اس کا جواب دیا۔ پھر حضور نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ مجھے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ پس میں حضور کے پہلو میں بیٹھ گیا اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ کافی دیر بیٹھا رہا اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے جو تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے اور حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور نے انہیں بھی سلام کا جواب دیا، ان سے پوچھا کیسے آنا ہوا انہوں نے بھی وہی جواب دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ حضور نے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، صدیق اکبر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی باتیں ہوئیں وہ بھی ابو بکر صدیق کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے وہ فاروق اعظم کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر رحمت عالم ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں سات یا نو۔ ان کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگیں۔ ان کی تسبیح کی آواز اس طرح سنائی دینے لگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو زمین پر رکھ دیا وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد اٹھایا اور صدیق اکبر کے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہتھیلی میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز آتی رہی۔ پھر ان سے لے کر

انہیں زمین پر رکھ دیا پھر خاموش ہو گئیں پھر اٹھایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا دیا۔ ان کی ہتھیلی میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں۔ پھر انہیں زمین پر رکھا تو خاموش ہو گئیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائیں وہاں بھی تسبیح کہتی رہیں۔ پھر ان سے لے کر زمین پر رکھا تو وہیں خاموش ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم میں سے کسی کے ہاتھوں میں انہوں نے تسبیح نہیں کہی۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہاں ذکر نہیں آیا کیونکہ آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ ارشاد نبوی کی تعمیل میں کہیں تشریف لے گئے ہوں گے۔ (1)

وہ معجزات جن کا تعلق حیوانات سے ہے

امام احمد اور نسائی نے اسناد جید سے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک گھرانے کا ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی کے مشکیزے لاد کر لایا کرتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ سرکشی شروع کر دی۔ وہ اپنی پشت پر نہ کسی کو سوار ہونے دیتا نہ سامان لادنے دیتا۔ اس کے مالک حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یارسول اللہ؟ ہمارا اونٹ ہے جس پر ہم پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے ہیں، اب اس نے ہمارے ساتھ سرکشی شروع کر دی ہے، نہ ہمیں اپنے اوپر سوار ہونے دیتا ہے نہ کوئی بوجھ لادنے دیتا ہے، اس کی اس سرکشی سے ہمارے نخلستان اور کھیت خشک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا اٹھو چلیں۔ اس اونٹ کے مالک کے ڈیرے پر تشریف لے گئے، حویلی میں داخل ہوئے تو دیکھا اونٹ ایک کونے میں کھڑا ہے۔ رحمت عالم چل کر اس کی طرف گئے۔ انصار نے عرض کی یارسول اللہ یہ تو باؤلے کتے کی طرح ہو گیا ہے، حضور اس کے قریب تشریف نہ لے جائیں مبادا وہ تکلیف پہنچائے۔ حضور نے فرمایا: مجھے وہ کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ اونٹ نے جب نبی کریم کی طرف دیکھا تو دوڑ کر آیا اور حضور کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور اپنے منہ کا حصہ حضور کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ سرور عالم ﷺ نے اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ لیا۔ وہ بالکل تابع فرمان بن گیا۔ حضور نے اس کو حکم دیا جو کام اپنے مالک کا وہ پہلے کیا کرتا تھا وہ اب بھی کیا کرے۔ صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو عرض پیرا ہوئے یارسول اللہ! یہ جانور ہے

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 128

اسے کوئی سمجھ نہیں ہے۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ ہم تو عقل و فہم کے مالک ہیں ہمارا زیادہ حق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کسی انسان کے لئے درست نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا حق عورت پر سب سے زیادہ ہے۔

امام احمد اور بیہقی صحیح سند سے یعلی بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ ہمارا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس پر اس کے مالک پانی کے مشکیزے لاد کر لایا کرتے تھے۔ جب اس اونٹ نے نبی کریم کو دیکھا تو بڑبڑایا اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر رکھ دیا۔ حضور رک گئے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ وہ حاضر ہو گیا۔ حضور نے فرمایا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں بطور ہدیہ حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہ اس خاندان کا اونٹ ہے جن کے پاس اس کے علاوہ کسب معاش کا کوئی ذریعہ نہیں۔ حضور نے فرمایا: اب اگر یہ بات ہے تو سنئے تمہارے اونٹ نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم کھلاتے ہو۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ کام تھوڑا لے اور چارہ زیادہ ڈال۔

دارمی، بزاز اور بیہقی باسناد جید حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جب وہ حضور سے قریب ہوا تو سجدہ میں گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ چند انصاری جوان گویا ہوئے یہ ہمارا اونٹ ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اسے کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ بیس سال تک ہم اس پر پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے رہے ہیں اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے، ہمارا ارادہ ہے ہم اس کو ذبح کر دیں۔ رحمت عالم نے فرمایا کیا تم مجھے یہ اونٹ فروخت نہیں کر دیتے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ یہ اونٹ حضور کا ہے۔ حضور نے فرمایا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو یہاں تک کہ اس کا مقررہ وقت آجائے۔ انصاری نوجوانوں نے عرض کی یارسول اللہ اس نادان اونٹ نے حضور کو سجدہ کیا، ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ مرشد جن و انس نے فرمایا کسی انسان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ حضور نے اونٹ کے مالک کو فرمایا۔ یہ تمہارا اونٹ تمہاری شکایت کیوں کر رہا ہے؟ اس کا خیال ہے اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تم اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مالک نے عرض

کی حضور نے سچ فرمایا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ایسا نہیں کروں گا۔

طبرانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص کے دو اونٹ تھے۔ دونوں مست ہو گئے۔ انہیں اس نے ایک چاردیواری میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ اللہ کے پیارے رسول کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ حضور کو بلائے۔ نبی کریم علیہ السلام چند انصار کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں ایک ضروری کام کیلئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ میرے دو اونٹ تھے وہ مست ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کو ایک حویلی میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو میرا فرمانبردار بنائے۔

حضور نے صحابہ کرام کو فرمایا اٹھو میرے ساتھ چلو۔ حضور تشریف لے گئے، جب دروازہ پر پہنچے تو مالک کو حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ وہ دروازہ کھولنے سے جھجکا مبادا اونٹ حضور کو تکلیف پہنچائیں۔ حضور نے سختی سے حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھولا ایک اونٹ دروازہ کے پاس بیٹھا تھا اس نے جب حضور کو دیکھا تو فوراً سجدہ میں گر گیا۔ حضور نے اس کے مالک کو کہا جاؤ رسی لے آؤ تاکہ میں اس کا سر باندھ دوں اور اس کو تیرے حوالے کر دوں۔ وہ جلدی سے رسی لے آیا۔ حضور نے اس کو باندھا، فرمایا لے لو۔ پھر حویلی کے آخری کنارہ پر دوسرا اونٹ کھڑا تھا اس نے جب حضور کو دیکھا تو وہ بے چون وچرا سجدہ میں گر گیا۔ اس کے لئے بھی اس کے مالک کو رسی لانے کا حکم دیا۔ وہ لے آیا۔ حضور نے اسی طرح اس اونٹ کا سر باندھ دیا اور اس کی نکیل اس کے مالک کے حوالے کر دی۔ آخر میں فرمایا اذھب فانھما لایعصیانك "لے جاؤ اب یہ تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔" (1)

حضرت امام احمد و ابوداؤد حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں: ایک روز سرکار دو عالم علیہ السلام نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور میرے ساتھ ایک راز کی بات کی اور مجھے ہدایت کی کہ کسی شخص کو یہ بات نہ بتاؤں۔ قضائے حاجت کیلئے جب حضور کو پردے کی ضرورت ہوتی تو حضور پسند فرماتے کہ کوئی مٹی کا ٹیلہ ہو جس کی اوٹ میں بیٹھ کر حضور قضائے حاجت کریں یا کھجوروں کا جھنڈ۔ حضور قضائے حاجت کیلئے ایک انصاری کی حویلی

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 133

کے اندر تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ کھڑا تھا۔ جب اونٹ نے حضور کا رخ انور دیکھا تو شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ چل کر خود اس کے پاس تشریف لائے اور سر کے قریب اس کی گردن پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر حضور نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے۔ حضور نے اسے فرمایا اس کے بارے میں تجھے اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں آتا جس نے تجھے اس اونٹ کا مالک بنایا ہے۔ اس نے میرے سامنے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے بہت زیادہ کام لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اس حویلی میں داخل ہوتا تو اونٹ اس پر حملہ کرتا لیکن جب حضور نے اس کے اندر قدم رنجہ فرمایا اور اس اونٹ کو بلایا تو وہ دوڑ کر آیا اور اپنا منہ زمین پر رکھ دیا اور گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسے نکیل ڈالی اور وہ لگام جس سے اسے چلایا جاتا ہے وہ اس کے سر پر رکھ دی۔ سرکش اونٹ کی اس فرماں برداری کو دیکھ کر حضور نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ شَيْءٌ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا عَاصِي الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔

”زمین و آسمان میں جو چیز ہے وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے سرکش جنوں کے اور سوائے نافرمان انسانوں کے۔“

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے شفاء شریف میں حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

ایک دفعہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر چھ سات اونٹ حضور کی خدمت میں پیش کیے گئے تاکہ حضور ان کی قربانی دیں۔ جب حضور ان کے پاس تشریف لائے تو وہ ایک قطار میں کھڑے کیے گئے۔ ان میں سے ہر ایک دوڑ کر حضور کی خدمت میں پیش ہوتا اور اپنی گردن پیش کرتا تاکہ حضور اپنے دست مبارک سے اس کو ذبح کرنے کا شرف بخشیں۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرا اپنی اپنی گردنیں حضور کے سامنے پیش کرتے رہے۔ حضرت امیر خسرو نے کیا خوب فرمایا ہے۔

؎ ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف   بامید ایں کہ روزے بشکار خواہی آمد

”صحرا کے سارے ہرنوں نے اپنے سر اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لئے ہیں،

اس امید میں کہ کسی روز حضور شکار کیلئے تشریف لائیں گے اور وہ اپنے
سر حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کریں۔"

امام طبرانی نے زید بن ثابت سے اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں سرور عالم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ جب ہم ایک چوراہے پر پہنچے تو ہمیں ایک اعرابی دکھائی دیا جو ایک اونٹ کی نکیل اپنے ہاتھ میں پکڑے آ رہا تھا۔ جب وہ قریب ہوا، کھڑا ہو گیا اور عرض کی السلام علیک یا نبی اللہ۔ حضور نے اس کے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک اور آدمی آگیا عرض کی یارسول اللہ اس اعرابی نے میرا یہ اونٹ چرا لیا ہے۔ اس وقت اونٹ نے بلبلانا شروع کر دیا۔ حضور خاموشی سے اس کے بلبلانے کو سنتے رہے پھر اس شخص کو کہا جا آنکھوں سے دور ہو جا یہ اونٹ گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور یہ اعرابی اس اونٹ کا مالک ہے۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں سرور انبیاء ﷺ گھوڑے پر سوار تھے، نماز کا وقت آگیا، حضور گھوڑے سے اترے، گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا اور اسے فرمایا۔

لا تبرح بارك الله فيك حتى نفرغ من صلاتنا

"اے گھوڑے جب تک ہم نماز سے فارغ ہوں تم نے ادھر ادھر کہیں
نہیں جانا ہے۔"

وہ گھوڑا ساکت وصامت کھڑا رہا۔

بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ

امام احمد اور بزاز، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور ایک انصاری بھی حضور کے ساتھ تھے۔ اس باغ میں بکریوں کا ریوڑ تھا، انہوں نے جب حضور کے نبوت کے نور کا مشاہدہ کیا تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بے زبان و نادان بکریوں کے دل میں بذریعہ الہام حضور کی پہچان پیدا کر دی۔

صدیق اکبر نے عرض کی یارسول اللہ ان بکریوں سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ ہادی برحق نے فرمایا کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔

بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ اس وقت حضور خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کا محاصرہ کیئے ہوئے تھے۔ وہ آدمی خیبر کے یہودیوں کا چرواہا تھا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ میں ان بکریوں کا کیا کروں؟ حضور نے فرمایا اس ریوڑ کا منہ ان کے مالک کی طرف کردے پھر ان کو کنکریاں مار کر بھگادے، اللہ تعالیٰ تیری امانت ان کے مالکوں تک پہنچادے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہر بکری اپنے مالک کے گھر چلی گئی۔

ہر جانور اللہ اور رسول کا اطاعت گزار تھا۔ جس جانور کو جو حکم ملتا وہ اس کی تعمیل میں ذرا تامل نہ کرتا۔

بھیڑیئے کا گفتگو کرنا

امام احمد، اسناد جید کے ساتھ امام ترمذی اور حاکم اسناد صحیح کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں: آپ نے کہا ایک بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ لیا۔ اس کے چرواہے کو پتہ چلا وہ اس کے پیچھے بھاگا اور وہ بکری اس کے منہ سے چھین لی۔ وہ بھیڑیا دم کے بل بیٹھ گیا اور اس نے چرواہے کو کہا۔

اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ تَنْزِعُ مِنْ رِزْقٍ سَاقَہُ اللّٰہُ اِلَیَّ

"تمہیں خدا کا خوف نہیں، اللہ تعالیٰ نے جو رزق میری طرف بھیجا، وہ تم نے چھین لیا۔"

چرواہا کہنے لگا۔

ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلٰی ذَنَبِہٖ یُکَلِّمُنِیْ بِکَلَامِ الْاِنْسِ

"اے لوگو دیکھو ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا ہے اور انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔"

کیا ایسا تعجب انگیز واقعہ تم نے پہلے دیکھا ہے۔

بھیڑیا پھر بولا۔ اے نادان میں اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات تمہیں سناتا ہوں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ

"محمد اللہ کے رسول ہیں جو ان نخلستانوں میں تشریف فرما ہیں۔"

يُحَدِّثُ النَّاسَ عَنْ نَبَإِ مَا قَدْ سَبَقَ وَمَا يَكُوْنُ بَعْدَ ذٰلِكَ

"لوگوں کو گزری ہوئی باتیں بتاتے ہیں اور آئندہ جو ہونے والا ہے اس سے آگاہ کرتے ہیں۔"

دوسری روایت ہے۔

يَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْهُدٰى وَإِلَى الْحَقِّ وَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُ

"وہ تو لوگوں کو ہدایت حق کی طرف بلاتے ہیں اور وہ نادان ان کی تکذیب کرتے ہیں۔"

ابوسعید خدری فرماتے ہیں۔

اس کے بعد چرواہا اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ پھر رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا الصلوۃ جامعۃ پھر حضور باہر تشریف لائے اور اعرابی کو فرمایا جب مسلمان یہاں آئیں تو جو تم نے دیکھا وہ انہیں بتانا تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو۔

جب مسلمان مسجد میں جمع ہو گئے تو اعرابی نے سارا واقعہ انہیں سنایا۔(1)

ایک دوسری روایت میں ہے وہ چرواہا یہودی تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا اور حضور کو سارے واقعہ کی اطلاع دی۔ حضور نے تصدیق کی پھر حضور نے فرمایا یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ قریب ہے کوئی شخص اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جائے گا جب واپس آئے گا تو اس کے جوتے اور اس کی چھڑی اسے بتائے گی جو کچھ اس کے اہل خانہ نے اس کی غیر حاضری میں کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔

بھیڑیئے نے چرواہے کو کہا کہ تو اپنے ریوڑ کی حفاظت میں لگا ہوا ہے اور اس نبی مکرم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا جس سے بڑا نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا اور اس کے اور تیرے درمیان صرف ایک گھاٹی ہے جو تو نے عبور کرنی ہے۔ اگر تو اسکی خدمت میں حاضر ہوگا تو تمہیں اللہ کے لشکروں میں داخل کر لیا جائے گا۔ اس چرواہے نے کہا میری بھیڑوں کا کون محافظ ہوگا۔ بھیڑیئے نے کہا تیرے واپس آنے تک میں ان کی حفاظت کروں گا۔ اس

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 135

چرواہے نے اپنا ریوڑ بھیڑیئے کے حوالے کر دیا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا اور اسلام قبول کیا۔ حضور نے اسے فرمایا اب تم اپنے ریوڑ کے پاس جاؤ تم اسے محفوظ پاؤ گے، اس میں سے کوئی بھیڑ ضائع نہیں ہوگی۔ جب واپس آیا اس نے ریوڑ کو بحفاظت پایا۔ اس نے اپنے ریوڑ سے ایک بکری ذبح کی اور بھیڑیئے کے سامنے رکھ دی۔

قاضی عیاض شفا شریف میں ایک بھیڑیئے کی گفتگو کا واقعہ لکھتے ہیں۔

ابن وھب سے مروی ہے ایک بھیڑیئے نے ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ سے ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے گفتگو کی تھی۔ وہ اس طرح کہ ان دونوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرنی کو پکڑنے کیلئے اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس وقت وہ ہرنی حدود حرم سے باہر تھی۔ جب وہ بھیڑیا اس ہرنی پر جھپٹا تو وہ ہرنی دوڑی اور حدود حرم میں داخل ہوگئی۔ جب حدود حرم میں داخل ہوئی تو بھیڑیئے نے اس کا تعاقب ترک کر دیا اور واپس مڑ گیا۔ ان دونوں نے جب یہ منظر دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ اس بھیڑیئے نے جب ان کی حیرت زدہ ہونے کی بات سنی تو وہ بولا۔ اس سے بھی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ محمد ابن عبداللہ (ﷺ) مدینہ طیبہ میں تمہیں جنت کی طرف بلا رہا ہے اور تم دوزخ کی طرف دعوت دے رہے ہو۔

ابو سفیان نے صفوان کو کہا لات و عزیٰ کی قسم! اگر یہ قصہ اہل مکہ کو جا کر سناؤں تو وہ اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں۔(1)

گدھے کا گفتگو کرنا

ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

جب حضور کریم ﷺ نے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا تو حضور نے ایک کالے رنگ کا گدھا دیکھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس گدھے سے بات کی اور اس نے حضور سے گفتگو کی۔ رحمت عالم نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ قال یزید بن شھاب پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کئے۔ ان میں سے ہر ایک پر اللہ کے نبی نے سواری کی۔ مجھے بھی توقع تھی کہ حضور مجھ پر سواری فرمائیں گے کیونکہ میرے دادا کی

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 136

نسل سے میرے بغیر کوئی اور نہیں رہا اور انبیاء میں سے حضور کے بغیر کوئی نہیں رہا۔

حضور کی ملکیت میں آنے سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت تھا، جان بوجھ کر پھسلا کرتا تھا۔ وہ مجھ کو بھوکا رکھتا اور میری پیٹھ پر ضربیں لگاتا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اَنتَ یَعفُوزُ تو یعفور ہے۔ یعفور ہرنی کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

نبی مکرم ﷺ کو جب کسی صحابی کو بلانا ہوتا تو یعفور کو بھیجتے جاؤ فلاں کو بلا لاؤ۔ وہ سیدھا اس شخص کے گھر کے دروازے پر پہنچتا، اپنے سر سے اس کے دروازے پر ٹکر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ تمہیں حضور نے یاد فرمایا ہے۔ جب حضور کا وصال ہوا تو وہ ایک کنوئیں پر آیا، حضور کے فراق نے اسے از حد پریشان اور غمزدہ کر دیا تھا، اس نے اس کنوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

گوہ (سوسمار) کا ایمان لانا

یہ خشکی میں رہنے والا جانور ہے۔ ابن خالویہ کی تحقیق کے مطابق یہ پانی نہیں پیتا۔ اس کی عمر سات سو سال سے زائد ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے چالیس دن کے بعد صرف ایک قطرہ پیشاب کرتا ہے۔ اس کا کوئی دانت نہیں گرتا۔ اس کے دانت علیحدہ علیحدہ نہیں بلکہ ایک ہی ٹکڑا ہوتا ہے۔

اس حدیث کو جلیل القدر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان جلیل القدر محدثین میں بیہقی، طبرانی، حاکم، ابن عدی اور دار قطنی ہیں۔ یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ایک روز نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی ایک محفل میں رونق افروز تھے۔ بنی سلیم قبیلہ کا ایک بدو حاضر خدمت ہوا۔ اس نے ایک سوسمار کا شکار کیا تھا اور اس کو شکار کے بعد اپنی آستین میں چھپا لیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اپنے گھر جا کر اس کو خوب بھونے گا اور اسے کھائے گا۔ جب اس نے صحابہ کرام کی جماعت کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اللہ کے نبی ہیں۔ دار قطنی کی روایت میں ہے اس نے پوچھا "من هولاء الجماعة یہ کون سا گروہ ہے؟ اسے کہا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ وہ بدو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی نادانی اور

جہالت کے باعث یوں گویا ہوا۔

يَا مُحَمَّدُ مَا اشْتَمَلَتِ النِّسَاءُ عَلٰى ذِي لَهْجَةٍ أَكْذَبَ مِنْكَ وَلَوْلَا أَنْ تُسَمِّيَنِي الْعَرَبُ الْعَجُوْلَ لَقَتَلْتُكَ وَسَرَرْتُ النَّاسَ أَجْمَعِيْنَ بِقَتْلِكَ

"اس نے کہا۔ آج تک عورتوں نے جتنے بچے جنے ہیں آپ سے زیادہ کذب بیانی کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے اہل عرب عجول (جلد باز) کہیں گے تو میں آپ کو قتل کر دیتا اور آپ کو قتل کر کے تمام لوگوں کو خوش کر دیتا۔"

حضرت فاروق اعظم خدمت اقدس میں حاضر تھے، عرض کی۔ "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِيْ أَقْتُلْهُ اے اللہ کے پیارے رسول مجھے اجازت دیں کہ میں اس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔

اس کریم آقا نے فرمایا اے عمر! تمہیں پتہ نہیں کہ حلیم کا کتنا اونچا مقام ہے كَادَ أَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا اس گفتگو کے بعد وہ بدو حضور کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی آستین سے گوہ نکال کر کہنے لگا۔

وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَا اٰمَنْتُ بِكَ أَوْ يُؤْمِنَ هٰذَا الضَّبُّ

"جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے، لات وعزیٰ کی قسم میں ہرگز آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ اس نے اس گوہ کو حضور کے سامنے پھینک دیا۔"

اس داعی حق ﷺ نے فرمایا۔ يَا ضَبُّ: اے گوہ! اس گوہ نے فصیح عربی میں اس کا جواب دیا جسے تمام اہل محفل نے سنا اور سمجھا۔ پھر اس نے کہا۔

لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا زَيْنَ مَنْ وَافَى الْقِيَامَةَ

"میں حاضر ہوں تمام سعادتیں اور ارجمندیاں حضور کے قدموں میں ہیں۔ اے قیامت کے قریب آنے والوں کی زینت۔"

پھر حضور نے پوچھا مَنْ تَعْبُدُ تو کس کی پوجا کرتا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

اَلَّذِيْ فِي السَّمَاءِ عَرْشُهٗ وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهٗ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهٗ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ وَفِي النَّارِ عِقَابُهٗ

"میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش آسمان میں ہے، جس کی بادشاہی زمین میں ہے، جس کا راستہ سمندر میں ہے، جس کی رحمت جنت میں ہے۔ اور جس کا عتاب آگ میں ہے۔"

پھر رحمت عالم نے اس سے پوچھا۔ وَمَنْ اَنَا میں کون ہوں۔

اس نے جواب دیا۔

رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَخَابَ مَنْ كَذَّبَكَ

"آپ رب العالمین کے رسول ہیں خاتم النبیین ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوا۔ جس نے جھٹلایا وہ خائب وخاسر ہوا۔"

اپنی گوہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور کی رسالت کی گواہی سن کر وہ بدو حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ دار قطنی اور ابن عدی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

کہ گوہ کی یہ شہادت سننے کے بعد اس نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا (1)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

پھر کہا۔

لَقَدْ اَتَيْتُكَ وَمَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ هُوَ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْكَ

"جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو حضور سے زیادہ مجھے ناپسند ہو۔"

وَاللّٰهِ لَاَنْتَ السَّاعَةَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَوَلَدِيْ

"اب اس وقت بخدا آپ مجھے میری جان سے اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔"

پھر اس نے عرض کی۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 138

قَدْ اٰمَنَ بِكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَدَاخِلِیْ وَخَارِجِیْ وَسِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ۔

"اس وقت میرے جسم کا ہر بال، میرے جسم کا چمڑہ، میرا داخل اور خارج، باطن اور ظاہر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہے۔"

رحمت عالم ﷺ نے اعرابی کی یہ فصیح و بلیغ باتیں سن کر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ اِلٰی ھٰذَا الدِّیْنِ الَّذِیْ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ۔

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تجھے اس دین حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو دین ہمیشہ غالب و سربلند ہوتا ہے اس کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔"

پھر فرمایا۔

نماز کے بغیر اللہ تعالیٰ دین کو قبول نہیں کرتا۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بغیر نماز قبول نہیں۔ پھر اس نے عرض کی وہ قرآن سکھائیے۔ معلم انسانیت رحمت عالم ﷺ نے اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی۔ وہ قرآن کریم کی ان چھوٹی سورتوں کو سن کر حیران رہ گیا کہ میں نے کوئی شعر اس سے زیادہ خوبصورت نہیں سنا۔ حضور نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے، شعر نہیں ہے۔ اگر تو سورہ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے گا تو تجھے قرآن کریم کے تیسرے حصہ کی تلاوت کا ثواب ملے گا، اگر دو بار پڑھے گا تو قرآن کی دو تہائی پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اگر تین بار پڑھے گا تو پورا قرآن تلاوت کرنے کا ثواب ملے گا۔

وہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا۔

نِعْمَ الْاِلٰہُ اِلٰھُنَا۔ یَقْبَلُ الْیَسِیْرَ وَیُعْطِی الْکَثِیْرَ

"ہمارا خدا بہترین خدا ہے۔ تھوڑی چیز قبول فرماتا ہے، اس کے بدلے میں بڑا اجر دیتا ہے۔"

پھر ہادی برحق نے پوچھا تمہارے پاس مال و دولت ہے؟

اس نے کہا میرے قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ مفلس اور تنگدست کوئی نہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کی مالی امداد کریں۔ صحابہ نے اس پر اپنے عطیات کی بارش کر دی یہاں تک کہ وہ دولتمند ہو گیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت تھے، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس اعرابی کو ایک اونٹنی دیتا ہوں جو دس ماہ کی گابھن ہے اور غزوہ تبوک میں حضور نے مجھے عطا فرمائی تھی۔ وہ اتنی تیز رفتار ہے کہ اگر آخر میں ہو تو سب سے آگے نکل جاتی ہے، کوئی اور اونٹنی پیچھے سے اس کو مل نہیں سکتی۔

یہ اللہ کے راستہ میں پیش کر کے اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بختی اونٹ سے کم ہے اور عربی اونٹ سے اعلیٰ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن کی بات سن کر فرمایا تم نے جو اونٹنی دی ہے اور اس کی خوبیاں بیان کی ہیں، کیا اب میں تجھے اس چیز کی خوبیاں نہ بتاؤں جو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے گا؟ عرض کی ضرور مہربانی فرمائیں۔ حضور نے فرمایا۔

لَكَ نَاقَةٌ مِنْ دُرَّةٍ جَوْفَاءَ قَوَائِمُهَا مِنْ زُمُرُّدٍ أَخْضَرَ وَعُنُقُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَصْفَرَ وَعَلَيْهَا هَوْدَجٌ وَعَلَى الْهَوْدَجِ السُّنْدُسُ وَالْإِسْتَبْرَقُ تَمُرُّ بِكَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ۔

"اللہ تعالیٰ تجھے ایسی اونٹنی عطا فرمائے گا جو موتیوں سے بنی ہو گی۔ جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہوں گے۔ جس کی گردن زرد زبرجد کی ہو گی۔ جس کے اوپر ھودج ہو گا اور ھودج کے اوپر سندس اور استبرق کی چادریں ہوں گی۔ وہ تجھے اٹھا کر پل صراط سے اس تیزی سے گزرے گی کہ جس طرح بجلی کوندتی ہے۔

دنیوی اور اخروی سعادتوں سے اپنی جھولیاں بھر کر یہ اعرابی رخصت ہوا۔ راستہ میں اسے بنی سلیم قبیلہ کے ایک ہزار نوجوان ملے۔ وہ سارے اونٹوں پر سوار تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک نیزہ اور تلوار تھی۔ اس اعرابی نے ان سے پوچھا کدھر جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ اس کے پاس جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اعرابی نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی اس نے اپنی قوم کے بہادروں کو بتایا کہ میں تو ان

کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تم گمراہ ہو گئے ہو۔ اس نے اپنا سارا واقعہ تفصیل سے سنایا۔ اس کی برکت سے یک زبان ہو کر سب نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر ان سب کو لے کر وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نے بڑے شوق سے استقبال کیا۔ وہ اپنے اونٹوں سے اترے اور سب ایک ساتھ کلمہ شریف کا ذکر کرنے لگے۔ پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں کچھ فرمائیے جس کی ہم تعمیل کریں۔ آپ نے فرمایا خالد بن ولید کے پرچم کے نیچے اکٹھے ہو جانا۔

حضرت ابن عمر جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم کی حیات طیبہ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اہل عرب یا عجم سے ایک ہزار کے گروہ نے یک بارگی رحمت عالم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہو۔

علامہ زینی دحلان اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ موضوع ہے لیکن دونوں باتیں مردود ہیں۔ اس کو کیونکر موضوع یا ضعیف کہا جا سکتا ہے جبکہ ان محدثین نے اس حدیث کی روایت کی ہے جو اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے، جن کو حفاظ حدیث شمار کیا جاتا تھا اور جو بڑی شان کے مالک تھے۔ جیسے ابن عدی، بیہقی، یہ لوگ ہرگز کسی موضوع حدیث کی روایت کرنے کے روادار نہیں اور دار قطنی وَنَاهِيْكَ بِهٖ اور یہ حدیث جو حضرت ابن عمر سے روایت ہے، یہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ اس حدیث کو ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت علی مرتضٰی سے روایت کیا ہے۔ ابن جوزی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

علامہ دحلان یہ تحقیق کرتے ہوئے اپنے فیصلہ کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

غَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّ بَعْضَ الطُّرُقِ ضَعِيْفَةٌ لٰكِنَّهَا يُقَوِّيْ بَعْضُهَا بَعْضًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (1)

"کیونکہ یہ کثیر طرق سے مروی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی سند ضعیف ہو لیکن یہ کثیر طرق ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔"

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 38-137

ہرنی کا گفتگو کرنا

اس معجزہ کو امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس روایت کے متعدد طرق ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کر رہے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کا اصل ہے، اس لئے اسے حسن لغیرہ کہا جاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس روایت میں کوئی ایسا صیغہ استعمال نہیں کیا جو اس کی سند کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ سند قوی ہے اور جن لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ابو نعیم نے دلائل نبویہ میں لکھا ہے کہ اسے حضرت انس نے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ کی بیان کردہ حدیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتی ہیں ایک روز سرکار دو عالم ﷺ صحرا میں تشریف فرما تھے، اچانک یہ صدا بلند ہوئی یا رسول اللہ یا رسول اللہ! حضور نے آواز کی طرف توجہ فرمائی دیکھا ایک ہرنی ہے جس کو رسی سے باندھ دیا گیا ہے اور ایک اعرابی اس کے قریب کپڑا تان کر دھوپ میں سو رہا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس ہرنی سے دریافت کیا مَا حَاجَتُكِ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے عرض کی: اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے، میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ حضور آزاد فرمائیں تاکہ جا کر دودھ پلا آؤں پھر لوٹ آؤں گی۔ حضور نے فرمایا واقعی تم لوٹ آؤ گی؟ اس نے عرض کی اگر لوٹ کر نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب سے دوچار کرے جو لگان وصول کرنے والوں کے لئے مقرر ہے۔ حضور نے اس کی رسی کھولی وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلایا پھر تھوڑی دیر بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے کی طرح اسے باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی بیدار ہوا حضور کو کھڑے دیکھ کر عرض کرنے لگا اَلَكَ حَاجَةٌ اے اللہ کے رسول کوئی حکم ہے، فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اس ہرنی کو آزاد کر دو۔ اس نے تعمیل کی اور اسے آزاد کر دیا وہ دوڑتی ہوئی صحرا کو طے کرنے لگی۔ وہ شدت مسرت سے اپنے پاؤں زمین پر مار رہی تھی اور کہہ رہی تھی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہی روایت طبرانی نے اور حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں باب الزکوٰۃ کے عنوان کے تحت درج کی ہے۔ سخاوی نے اس حدیث کا انکار کیا ہے لیکن آخر میں لکھا ہے۔

لٰكِنَّهٗ فِي الْجُمْلَةِ وَارِدٌ فِي عِدَّةِ اَحَادِيْثَ يَتَقَوّٰى بَعْضُهَا بَعْضًا

"کہ یہ حدیث بہت سی کتب میں مختلف طرق سے مروی ہے اور یہ طریقے ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنیں گے۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے المختصر مصنفہ ابن حاجب کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ علامہ ابن سبکی کہتے ہیں۔

حَدِيْثُ تَسْبِيْحِ الْحَصٰى وَتَكْلِيْمِ الْغَزَالَةِ وَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا اَلْيَوْمَ مُتَوَاتِرَيْنِ لَعَلَّهُمَا تَوَاتَرَا اِذْ ذَاكَ

"کہ کنکریوں کی تسبیح کہنے اور ہرن کی گفتگو کرنے والی احادیث اگرچہ ہمارے زمانہ میں متواتر نہیں لیکن پہلے وہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں۔"

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر نے اپنا فیصلہ بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

وَالَّذِيْ اَقُوْلُهٗ اِنَّهَا كُلَّهَا مُشْتَهِرَةٌ بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ۔ (1)

"اس حدیث کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کے سارے طرق لوگوں میں مشہور ہیں۔ حقیقت حال کو اللہ سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔"

جن صحابہ سے یہ حدیث مروی ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا: ان سے طبرانی نے الکبیر میں اور ابو نعیم نے اپنے دلائل میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

انس بن مالک: ان سے الطبرانی فی الاوسط اور ابو نعیم نے مرہی کے طریقہ سے نقل کیا ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں اس کی روایت میں اغلب بن تمیم راوی ہے یہ ضعیف ہے لیکن کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جو اس بات کے گواہ ہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصل ہے۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 40-139

ابو سعید الخدری: ان سے امام بیہقی نے روایت کی ہے۔

زید بن ارقم: ان سے بھی امام بیہقی اور ابو نعیم نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

امام بیہقی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں اس کے متعدد اسناد ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اس لئے اس کا درجہ حسن لغیرہ ہے۔ (1)

شیر کی فرمانبرداری

حضرت امام بخاری اپنی تاریخ اور بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام سفینہ تھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے انہیں حضرت معاذ کی طرف بھیجا جو اس وقت یمن کے امیر تھے۔ راستہ میں شیر سامنے آگیا۔ اس نے جب ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس شیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اَنَا سَفِیْنَۃُ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعِیَ کِتَابٌ

"اے شیر! خبردار میرا نام سفینہ ہے اور میں حضور ﷺ کا غلام ہوں۔
میرے پاس حضور کا گرامی نامہ بھی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس شیر کو الہام کیا، وہ سفینہ کے کلام کو سمجھ گیا اور راستہ سے ہٹ گیا۔

امام بیہقی اور بزاز کی ایک روایت ہے "جسے ان دونوں نے صحیح قرار دیا ہے اور امام سیوطی نے ان دونوں کی روایتوں کو صحیح کہا ہے" کہ سفینہ ایک کشتی میں سمندر کو عبور کر رہا تھا۔ آندھی کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے ایک نواحی جزیرہ میں جا پہنچے۔ وہاں ایک شیر کھڑا تھا۔ حضرت سفینہ کہتے ہیں میں نے اسے کہا اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اے جنگل کے بادشاہ! میں رسول اکرم کا غلام ہوں وہ میرے آگے آگے چل دیا اور اپنا کندھا ہلا ہلا کر اشارہ کرتا رہا اور مجھے اس سڑک پر پہنچا دیا جو میری منزل کی طرف جاتی تھی۔ (2)

حیوانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بارے میں بیشمار روایات ہیں لیکن ہم نے چند مشہور روایات کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 29-28

2۔ ایضاً، صفحہ 34

چشم زدن میں اجنبی زبانوں کا ماہر بنادیا

ہادی برحق علیہ السلام نے جب سلاطین زمانہ کی طرف اسلام کی دعوت دینے کیلئے اپنے گرامی نامے اپنے سفراء کے ہاتھ بھیجے تو ایک دن چھ سفیر مختلف اطراف میں بھیجے گئے۔ ان تمام سفراء کا تعلق جزیرہ عرب سے تھا۔ یہ صرف عربی زبان جانتے تھے، دوسری زبانوں سے مطلقا ناواقف تھے لیکن ہادی برحق علیہ السلام نے جس سفیر کو جس ملک کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی برکت سے ان زبانوں کا انہیں ماہر بنادیا۔ جب وہ اپنے مقررہ ملکوں میں پہنچے تو بڑی بے تکلفی اور روانی سے وہاں کی زبان کو سمجھتے اور بولتے تھے۔ حضور کی ایک نگاہ کرم نے ان کو ان زبانوں کا ماہر بنادیا۔

یہ روایت علامہ واقدی نے بیان کی ہے۔ بعض علماء جرح و تعدیل نے ان کی بڑی تعریف کی ہے اور بعض نے ان پر طرح طرح کے اعتراضات کئے ہیں۔ علامہ شہاب خفاجی ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

علامہ واقدی کے ثقہ اور قابل اعتماد ہونے کیلئے صرف یہی بات کافی ہے کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ان سے روایت کرتے تھے۔ امام شافعی کا روایت کرنا ہی ان کو تمام ایسے الزامات سے مبرا کردیتا ہے جو مختلف لوگوں نے ان پر لگائے ہیں۔

امام ذہبی، ابن سید الناس اور ان کے علاوہ دیگر علماء جرح و تعدیل نے ان کے بارے میں جو تراجم لکھے ہیں ان میں ان کی جلالت شان کی بڑی تعریف کی ہے۔

اخبار بالمغیبات

نبی مکرم علیہ السلام کے جلیل القدر معجزات میں سے ایک رفیع الشان معجزہ یہ ہے کہ حضور نے امور غیبیہ سے اپنے صحابہ کو بالتفصیل آگاہ کیا۔

قاضی عیاض شفاء شریف میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا بَحْرٌ لَا يُدْرَكُ قَعْرُهٗ وَلَا يُنْزَفُ غَمْرُهٗ

"(اس موضوع سے متعلق جو احادیث ہیں) وہ اپنی کثرت میں سمندر کی طرح ہیں جس کی تہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، جس کے پانی کو کوئی نہیں

نکال سکتا۔"

یہ معجزہ ان معجزات سے ہے جو حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور اطلاع علے الغیب (امور غیبیہ پر اطلاع) صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو امور غیبیہ پر آگاہ کر دے۔

ہم یہاں ان بیشمار احادیث میں سے چند اہم احادیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ علوم غیبیہ کے بارے میں بھی حضور کے علم خداداد کی وسعتوں پر آپ کو آگاہی ہو اور محمد کریم ﷺ کے بے انتہا علوم و معارف پر کسی قسم کی انگشت نمائی سے باز رہیں۔

سب سے پہلے ہم ایک جلیل القدر صحابی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ یہ حذیفہ، معمولی صحابی نہ تھے بلکہ صحابہ کرام کے درمیان صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے لقب جلیل سے مشہور و معروف تھے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

حدیث کا متن یہ ہے۔

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا
اَيْ خَطَبَ وَمَا تَرَكَ شَيْئًا مِمَّا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى
قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَنَا بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ
مَنْ نَسِيَهٗ ..... وَاللهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ
مَنْ مَعَهٗ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ وَاسْمِ
اَبِيْهِ وَقَبِيْلَتِهٖ بِحَيْثُ لَمْ تَبْقَ فِيْهِ شُبْهَةٌ۔ (1)

"ایک روز سرکار دو عالم ﷺ خطبہ ارشاد کرنے کیلئے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا ذکر فرمایا یاد رکھا ان کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا ان کو جس نے بھلا دیا۔ بخدا رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک برپا ہونے والے تمام فتنوں کے قائدین، جن کے پیروکاروں کی تعداد تین صدیا

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 174۔ الشفاء، صفحہ 471

اس سے زائد تک پہنچ چکی ہو، اس کا نام بھی بتایا، اس کے باپ اور قبیلہ کا نام بھی بتایا اور اس کی ایسی شناخت کرائی تا کہ اس کے بارے میں کسی کو شبہ نہ رہے۔"

قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَا یُحَرِّکُ طَائِرٌ جَنَاحَیْهِ فِی السَّمَاءِ اِلَّا ذَکَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نے اس دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے ہر اس پرندے کے بارے میں ہمیں بتایا جو فضا میں اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے۔"

امام بخاری، مسلم ان کے علاوہ دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے کہ ان کی حکومت مشرق و مغرب میں دور دراز تک پہنچ جائے گی اور دشمن کا نخوت و غرور خاک میں مل جائے گا، جو چیزیں سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتائی تھیں وہ پوری ہو کر رہیں۔

فتح مکہ کے بارے میں حضور نے پہلے اپنے صحابہ کو بتادیا اور جب مکہ فتح ہوا اور وہ امور وقوع پذیر ہوئے جن کے بارے میں نبی کریم نے اطلاع دی تھی تو حضور فرماتے هٰذَا الَّذِیْ قُلْتُ لَکُمْ یہ وہ واقعہ ہے جس کے بارے میں میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا۔ اس وقت کسی کو مجال انکار نہ رہی۔ حضور نے بیت المقدس کے فتح ہونے کی خوشخبری اپنے صحابہ کو دی تھی اور جب تمیم الداری نے اسلام قبول کیا تو حضور نے اس کو بھی بتایا کہ عنقریب بیت المقدس فتح ہوگا اور میں فلاں قطعہ زمین بطور جاگیر تمہیں دیتا ہوں۔ فاروق اعظم کے عہد خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو سرکار دو عالم کے وعدہ کو پورا کرنے کیلئے حضرت فاروق اعظم نے وہ قطعہ زمین تمیم الداری کو عطا فرمایا۔ بیت المقدس 16 ہجری میں فتح ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کو یہ بھی خبر دی تھی کہ شام، یمن، عراق کے ممالک فتح ہوں گے اور وہاں شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہوگا اور وہاں امن و امان کی یہ کیفیت ہوگی کہ ایک خاتون حیرہ کے دور دراز شہر سے روانہ ہوگی اور راستے میں واقع تمام صحراؤں، جنگلوں، کوہستانوں کو عبور کرتی ہوئی مکہ پہنچے گی لیکن اللہ کے بغیر اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

حیرہ۔ ایک شہر ہے جو کوفہ کے قریب ہے۔ جسے حضور نے فرمایا تھا یہ سارے ممالک فاروق اعظم کے عہد خلافت میں مملکت اسلامیہ میں داخل ہوئے۔

حضور نے اس بات کی اطلاع دی تھی کہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جائے گی۔ چنانچہ یزید کے زمانہ میں حرہ کے قتل عام کا واقعہ پیش آیا۔ بے دریغ صحابہ شہید ہوئے، مسجد نبوی میں تین دن تک نہ اذان ہوئی نہ اقامت۔ جو المناک واقعات ان ایام میں رونپذیر ہوئے اور یزید کے لشکر کی چڑھائی سے جو بے گناہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہے اور عصمتیں پامال ہوئیں ان کے ذکر سے دل بھی لرزتا ہے اور قلم بھی کانپتا ہے۔

فتح خیبر کے بارے میں حضور نے سیدنا علی کے بارے میں بتایا، چنانچہ آپ کی ذوالفقار کی برکت سے وہ قلعے سر ہوئے۔ حضور نے دیگر فتوحات کے بارے میں امت کو خبردار کیا۔ انہیں بتایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈال دیئے جائیں گے تاکہ تم ان کو تقسیم کرو۔

امت مسلمہ کے درمیان جو اختلافات اور انتشار رونما ہوگا اس کو بھی تفصیل سے بتا دیا فرمایا۔

اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَاِنَّ النَّاجِیَةَ مِنْهَا وَاحِدَةٌ وَاِنَّ النَّاجِیَ مَنْ کَانَ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ۔

"میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور بہتر فرقے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ صرف ایک فرقہ کو نجات ہوگی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون ہوگا تاکہ کوئی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ فرمایا وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس راستہ پر گامزن ہے جو میرا راستہ ہے اور میرے صحابہ کا راستہ ہے۔

چنانچہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہ وقوع پذیر ہوا اور یقیناً صرف اس فرقہ کو نجات ملے گی جو حضور کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائے گا اور اس راستہ پر چلے گا جس راستے پر سرور عالم کے صحابہ کرام نے سفر حیات طے کیا ہوگا۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا

فقر و فاقہ کی یہ تلخیاں جن سے تم آج دو چار ہو وہ قصہ ماضی بن جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہیں مال و دولت کی اتنی فراوانی بخشے گا کہ آپ کی نشست گاہوں میں بہترین قالین بچھائے جائیں گے۔ صبح کے وقت وہ ایک لباس پہنیں گے اور شام کے وقت نیا لباس زیب تن کریں گے۔ کھانے کے وقت دستر خوان بچھائے جائیں گے۔ مختلف کھانوں کی کثرت ہو گی کہ یکباری وہ دستر خوان پر سجائے نہیں جائیں گے بلکہ پہلے ایک کھانا رکھا جائے گا جب اس سے فارغ ہوں گے دوسرا رکھا جائے گا اس کے بعد تیسرا۔ چوتھا۔

تمہارے مکانوں کی دیواروں پر کپڑوں کے غلاف لگائے جائیں گے، انہیں اس طرح ڈھانپ دیا جائے گا جس طرح کعبہ کا غلاف ہوتا ہے۔

ان تمام امور کو بیان کرنے کے بعد رحمت عالم ﷺ نے اپنے امتیوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے فرمایا۔

أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ لِأَنَّ الرِّزْقَ الْكِفَافَ خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى يَشْغَلُ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَيُتْعِبُ الْقَلْبَ وَالْبَدَنَ

"اگرچہ آج تم فقر و افلاس سے دوچار ہو لیکن اس زمانے سے، جس میں ہر چیز کی فراوانی ہو گی، آج تم بہتر ہو۔ کیونکہ وہ رزق جس میں ضروریات پوری ہو سکیں اس کثرت رزق سے بہت بہتر ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور تمہارے دل و دماغ کو بھی تھکا دے اور بدن کو بھی۔"

اس واقف اسرار جہاں ﷺ نے مسلمانوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹانے کیلئے ان تلخ حقائق سے آگاہ کر دیا۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

میری امت جب فخر و نخوت سے چلے گی، جب شاہان ایران و روم کی بیٹیاں ان کی خدمت میں آئیں گی، اس وقت وہ باہمی انتشار کا شکار ہو جائے گی اور ایک دوسرے کے قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گی۔ اس وقت ان کے بدکار نیکوں پر مسلط ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ رومیوں کی حکومت کسی نہ کسی شکل میں قائم رہے گی لیکن کسریٰ کی حکومت کا

نام و نشان مٹ جائے گا۔ (کیونکہ جب انہوں نے حضور نبی کریم کے گرامی نامہ کی بے ادبی کی تو اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑکا اور ان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔) حضور نے یہ بھی بتایا وہ زمانہ آئے گا کہ اچھے اچھے لوگ اٹھتے جائیں گے اور بدکار باقی رہیں گے جس طرح تلچھٹ باقی رہ جاتا ہے، ایسے بدقماش لوگوں کو اللہ کی جناب میں کوئی قدر و منزلت نہ ہو گی۔

حضرت امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

جب قیامت قریب ہو گی تو ماہ و سال میں سے برکت اٹھالی جائے گی۔ سال ایک ماہ کی طرح ہو جائیں گے، ماہ ایک ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھڑی کی طرح ہو جائے گا اور ایک گھڑی چشم زدن میں ختم ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالوں اور دنوں سے برکت اٹھالی جائے گی۔ علم قبض کر لیا جائے گا۔ فتنے رونما ہو جائیں گے۔

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ایک روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اہل عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر سے جو اب بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے وہ کنارے مجھے دکھائے ہیں جہاں میری امت کی حکومت پہنچے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرق سے مغرب تک ہر جگہ اسلامی عظمت کا پرچم لہرانے لگا۔

سرور عالم ﷺ نے بنی امیہ کے برسر اقتدار آنے کی بھی اطلاع اپنی امت کو دی اور پھر ان مظالم اور تباہ کاریوں سے بھی مطلع کیا جو ان کے ہاتھوں رونما پذیر ہوں گی۔

امام مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِمُلْكِ بَنِي أُمَيَّةَ وَ وِلَايَةِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَوَصَّاهُ إِذَا تَمَلَّكَ بِالْعَدْلِ وَالرِّفْقِ وَقَالَ لَهُ إِذَا مَلَكْتَ فَاسْجَحْ أَيْ ارْفُقْ قَالَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخِلَافَةِ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"حضور نے خبر دی کہ بنی امیہ بادشاہ بنیں گے اور امیر معاویہ والی بنیں گے۔ پھر حضور نے امیر معاویہ کو وصیت فرمائی جب تم والی بنو تو لوگوں کے ساتھ عدل اور نرمی سے پیش آنا۔ پھر ایک مرتبہ فرمایا جب تم

برسر اقتدار آؤ تو لوگوں کے ساتھ حلم و بردباری کا سلوک کرنا۔

امیر معاویہ کہا کرتے تھے جب سے میں نے اپنے بارے میں یہ حکم اپنے آقا سے سنا تو مجھے امید لگ گئی کہ ایک دن ضرور آئے گا جب میں مسند خلافت پر فائز ہوں گا۔

امام ترمذی، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں بنی امیہ کے مظالم، ستم رسانیوں اور لوٹ کھسوٹ کا ذکر فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَلَغَ بَنُوْا اَبِی الْعَاصِ اَرْبَعِیْنَ اَوْ ثَلَاثِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَ اللّٰهِ دَغَلًا وَّعِبَادَ اللّٰهِ خَوَلًا وَمَالَ اللّٰهِ دُوَلًا۔ اَیْ یَتَدَاوَلُوْنَهٗ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ۔

"جب ابوالعاص کی اولاد کی تعداد چالیس یا تیس کو پہنچے گی تو وہ دین میں فتنہ و فساد پیدا کر دیں گے اور اللہ کے مال کو آپس میں یکے بعد دیگرے بانٹتے رہیں گے۔"

یعنی بیت المال کی وہ حرمت اور تقدس باقی نہیں رہے گا بلکہ اس میں لوٹ مار شروع ہو جائے گی اور ہر شخص اپنی قدرت کے مطابق اس کو اکٹھا کرنے کے درپے ہو گا۔ حقوق تلف کر دیئے جائیں گے۔ عیش و عشرت میں عیاشی کی انتہا کر دی جائے گی۔ اور مسلمانوں کے مال کو اللوں تللوں میں ضائع کریں گے اور تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ بنی امیہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں یہی کچھ کیا۔

بنو عباس کے اقتدار کے بارے میں حضور نے مطلع فرمایا کہ ان کی فوجیں سیاہ جھنڈے لہراتے ہوئے خراسان سے چلیں گی یہاں تک کہ شام میں پہنچیں گی اور ان کے ہاتھوں سے بڑے بڑے سرکش اور متکبر قتل کر دیئے جائیں گے۔ دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے لہراتے ہوئے لشکر آئیں گے یہاں تک کہ بیت المقدس میں آکر اپنے جھنڈے گاڑ دیں گے۔ حضور نے حضرت عباس کو یہ خبر دی تھی کہ تمہاری اولاد کو مسند خلافت پر فائز کیا جائے گا اور انہیں اس بات کی توقع تھی۔

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ میں فتنہ و فساد رونما ہو گا جب تک عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے ابوذر کا ہاتھ پکڑا اور اسے خوب بھینچا۔ انہوں نے کہا دَعْ يَدِيْ يَا قُفْلَ الْفِتْنَةِ اے فتنہ کے دروازے کے قفل میرے ہاتھ کو چھوڑ دے۔ آپ نے پوچھا اے ابوذر یہ کیا کہا۔ آپ نے جواب دیا۔

ایک دفعہ آپ آئے اور ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ لوگوں کے سروں کو پھلانگتے ہوئے نزدیک آجائیں۔ آپ وہیں لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تُصِيبُكُمْ فِتْنَةٌ مَادَامَ هٰذَا فِيكُمْ تم میں اس وقت تک فتنہ و فساد برپا نہیں ہوگا جب تک یہ شخص تم میں موجود رہے گا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت فاروق اعظم سے روایت کیا۔ ایک دن آپ نے حاضرین سے پوچھا وہ حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے جس میں حضور نے اس فتنہ کا ذکر کیا تھا جو سمندر کی لہروں کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہ رازدان نبوت ﷺ حاضر تھے، آپ نے حضرت فاروق اعظم کے استفسار پر فرمایا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ بَابًا مُغْلَقًا۔

"اے امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کوئی گزند نہیں پہنچے گی کیونکہ آپ کے درمیان اور اس فتنہ کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے۔"

حضرت عمر نے پھر حذیفہ سے پوچھا۔ أَيُفْتَحُ أَمْ يُكْسَرُ کیا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا۔ آپ نے جواب دیا توڑا جائے گا۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا إِذًا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا پھر تو وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔(1)

کسی نے حضرت حذیفہ سے پوچھا۔ دروازہ کون ہے؟ آپ نے بتایا وہ عمر ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کیا حضرت عمر کو اس بات کا علم تھا؟ حضرت حذیفہ نے کہا بیشک وہ اس بات کو

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 178

اس طرح جانتے تھے جیسے کسی کو یقین ہوتا ہے کہ آج کے دن کے بعد رات ہو گی۔

ایک روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، جب وہ شام میں تھے۔ کسی آدمی نے کہا اے ہمارے سالار اعظم صبر سے کام لو، فتنہ و فساد کے ظہور کا آغاز ہو گیا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، ابھی تو عمر بن خطاب زندہ ہیں۔ فتنوں کا ظہور آپ کے بعد ہو گا۔

امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اطلاع دی کہ اِنَّهٗ يُقْتَلُ وَهُوَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ آپ کو شہید کیا جائے گا جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوں گے۔

پھر ویسا ہی ہوا جیسے حضور نے فرمایا تھا۔

امام ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز حضور سرور عالم ﷺ نے امت میں برپا ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عثمان بھی حاضر تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کو قتل کیا جائے گا جبکہ یہ مظلوم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک قمیص پہنائے گا اور اس کے مخالفین یہ چاہیں گے کہ وہ اس قمیص کو اتار دیں۔ پھر عثمان کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا فَلَا تَخْلَعْهُ اے عثمان! ہرگز اس کو نہ اتارنا۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا حضور نے فرمایا۔

حضرت عثمان کے خون کے قطرے قرآن کریم کی اس آیت پر گریں گے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ اور ایسا ہی ہوا کہ جب قاتل آپ پر حملہ آور ہوئے اس وقت آپ کی گود میں قرآن کریم رکھا تھا، آپ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس وقت دشمنوں نے حملہ کیا اور خون کے قطرے آیت کے اسی حصہ پر گرے جس کے بارے میں سرور عالم ﷺ نے اطلاع دی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا۔

اَوَّلُ الْفِتَنِ قَتْلُ عُثْمَانَ وَاٰخِرُهَا خُرُوْجُ الدَّجَّالِ

"سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان ہے اور سب سے آخری فتنہ فتنہ دجال ہے۔"

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ شخص جس کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کی محبت ذرے کے برابر بھی ہے وہ دجال کے ساتھ ہو گا۔ اور اگر دجال نے اس دنیا میں اسے نہ پایا تو جب اسے لحد میں رکھا جائے گا اس وقت وہ دجال پر ایمان لائے گا۔

حضرت زبیر اور حضرت علی کے بارے میں حضور کا ارشاد گرامی

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی مکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت وپیار سے مصروف گفتگو تھے۔ سرکار دوعالم نے سیدنا علی سے پوچھا اَتُحِبُّہٗ اے علی! کیا تم زبیر سے محبت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ میں اس سے کیوں محبت نہ کروں، ایک وہ میری پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہے اور دوسرا ہمارا دین ایک ہے۔ پھر حضور نے حضرت زبیر سے پوچھا اَتُحِبُّہٗ آپ علی مرتضیٰ سے محبت کرتے ہیں؟ عرض کی یارسول اللہ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں، وہ میرے ماموں کا لڑکا ہے اور میرا اور اس کا دین ایک ہے۔ حضور نے فرمایا اے زبیر تم ان کے ساتھ لڑائی کرو گے اور اس وقت تم ظالم ہو گے۔

جب جنگ جمل وقوع پذیر ہوئی تو حضرت زبیر، حضرت علی کے مقابلہ میں آئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے ان سے پوچھا۔

نَاشَدْتُکَ اللّٰہَ اَسَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْلَہٗ اِنَّکَ سَتُقَاتِلُنِیْ وَاَنْتَ لِیْ ظَالِمٌ؟ (1)

"اے زبیر اللہ کا واسطہ دیکر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضور کا یہ فرمان تم نے سنا تھا کہ تو علی کے ساتھ جنگ کرے گا در آں حال کہ تو ظالم ہو گا۔"

آپ نے کہا بے شک میں نے سنا تھا لیکن اسے بھول گیا تھا آج آپ نے مجھے یاد دلایا ہے بخدا میں آپ سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا۔

آپ فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے پیچھے لوٹے۔ آپ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے حضرت زبیر کے بیٹے حضرت عبداللہ نے راستہ روک لیا پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 178

نے فرمایا حضرت علی نے مجھے وہ حدیث یاد کرائی ہے جو میں نے حضور سے سنی تھی، حضور نے فرمایا لَتُقَاتِلَنَّهٗ وَاَنْتَ ظَالِمٌ لَهٗ آپ حضرت علی سے جنگ کریں گے در آں حالیکہ آپ ظالم ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ نے حضرت زبیر کو کہا ابا جان آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے آپ تو ان کی صلح کروانے آئے ہیں۔ آپ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے میں آپ کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا آپ قسم کے کفارہ کیلئے غلام آزاد کردیں یہاں ٹھہریں تاکہ صلح کا معاہدہ مکمل ہو۔

چنانچہ آپ رک گئے جب مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں تو اس لشکر سے نکل گئے۔ آپ وادی سبا میں پہنچے وہاں آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر پر تلوار کا وار کر کے آپ کو قتل کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے جب آپ کے قتل کی اندوہناک خبر سنی تو فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ قَاتِلَ الزُّبَیْرِ فِی النَّارِ۔

"کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے سرور عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو زبیر کو قتل کرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔"

وہ امور غیبیہ جن کے بارے میں ان کے وقوع سے بہت پہلے حضور نے خبر دی اور پھر ایسے ہی ہوا جیسے حضور نے بتایا تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے قزمان کے بارے میں فرمایا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وہ دوزخی ہے۔

یہ بہت نڈر اور بہادر شخص تھا۔ اس نے بعض غزوات میں شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے دکھائے کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ یہ انصار میں سے ایک شخص کا غلام تھا۔ صحابہ نے ہر میدان جب اس کی بہادری کے عدیم النظیر کارنامے دیکھے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں اس کے بارے میں عرض کی یا رسول اللہ یہ بڑا بہادر شخص ہے، دشمن پر اس طرح ٹوٹتا ہے جس طرح بجلی کوندتی ہے۔ صحابہ کا خیال یہ تھا کہ سرور عالم اس کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اظہار فرمائیں گے لیکن رحمت عالم ﷺ نے اس کی بہادری اور شجاعت کے سارے قصے سن کر فرمایا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ یہ تو دوزخی ہے۔ حسب معمول

یہ جنگوں میں شرکت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ شدید زخمی ہوا۔ درد کی کسک اس کی قوت برداشت سے بہت زیادہ تھی۔ جب درد والم کی شدت نے اسے لاچار کر دیا تو اس نے اپنی تلوار کی انی اپنے سینے میں گھونپ دی اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر اس کی انی سے اپنی شاہ رگ کاٹ دی یہاں تک کہ وہ لقمہ اجل بن گیا۔ سرور عالم ﷺ کو جب اس کی خودکشی کی اطلاع دی گئی تو حضور نے فرمایا اس نے خودکشی کی ہے یہ جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات کسی فاجر و فاسق سے اپنے دین کی تائید کرا دیتا ہے۔

اخبار مغیبات میں سے ایک یہ ہے، امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے فرمایا میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہ مجھ سے آملے گی۔ ایسے ہی ہوا کہ حضور کے وصال سے چھ ماہ بعد آپ نے انتقال فرمایا اور اس طرح سب سے پہلے اپنے والد ماجد سید کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضری سے شرف یاب ہوئیں۔

حضور نے اپنے صحابہ کو خبردار کیا تھا کہ میرے بعد بہت سے اہل عرب مرتد ہو جائیں گے اور ان سے جنگ ہو گی۔ حضور کے بعد مسیلمہ کذاب کے فتنے نے بہت زور پکڑا۔ بہت سے لوگ اس کو نبی ماننے لگے۔ صدیق اکبر نے ان کے ساتھ شدید جنگیں کیں اور آخرکار اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر کو ان تمام شیطانی قوتوں پر غالب کیا۔ مسیلمہ کی نبوت کا طلسم ٹوٹ گیا، وہ خود میدان جنگ میں وحشی کے ہاتھوں بری طرح قتل ہوا اور حضرت صدیق اکبر کے وصال سے پہلے جتنے لوگ مرتد ہوئے تھے، وہ پھر مسلمان ہو گئے۔

ان اخبار مغیبات میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں رحمت عالم ﷺ نے اویس قرنی کا ذکر فرمایا ہے۔ انہوں نے اگرچہ عہد رسالت پایا تھا لیکن اپنی والدہ کی خدمت کو انہوں نے ترجیح دی اور حضور کی زیارت سے اپنے آپ کو محروم رکھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا۔ اس کے ساتھ یمن کے اور کئی لوگ ہیں۔ اس کا تعلق قبیلہ مراد سے ہے۔ اس کا وطن قرن ہے، جو یمن کا ایک علاقہ ہے۔ اس کا سارا جسم برص کی وجہ سے سفید ہو گیا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی یا اللہ اس

بیماری کو مجھ سے دور کردے، لیکن ایک درہم کے برابر ایک سفید داغ باقی رہے تاکہ اس کو دیکھ کر تیری اس مہربانی کا شکر ادا کرتا رہوں۔

پس جس شخص کو اس کی زیارت نصیب ہو اور اس سے اپنی مغفرت کی دعا کرا سکے تو وہ ضرور ایسا کرے۔

وَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَاسْتَطَاعَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهٗ فَلْيَفْعَلْ

حضور نے اس کا حلیہ بیان کیا کہ اس کی آنکھیں سرخی مائل ہوں گی۔ اس کا چہرہ بھی سرخ سیاہی مائل ہوگا۔ اس کا رنگ گندم گوں ہوگا۔ اس کی ٹھوڑی سینے کے ساتھ لگی ہوگی اور اس کی آنکھیں اپنی سجدہ گاہ پر مرکوز ہوں گی اور ہر وقت وہ گریہ کناں نظر آئے گا۔ اس کی دو پرانی چادریں ہوں گی۔ اس کے علاقہ میں کوئی اس کو جانتا نہ ہوگا لیکن آسمان پر فرشتے اس سے خوب متعارف ہوں گے۔ اگر اللہ کی ذات پر وہ قسم دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کرے گا۔ اس کے بائیں کندھے کے نیچے ایک درہم کے برابر سفید نشان ہوگا۔ قیامت کے روز جب لوگوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو تو وہ دوڑتے جائیں گے اور اویس کو کہا جائے گا یہاں ٹھہرو، گناہ گاروں کی شفاعت کرو۔ چنانچہ وہ عرب کے قبیلوں، مضر اور ربیعہ کی شفاعت کرے گا۔

پھر حضور نے حضرت عمر اور حضرت علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جب تم دونوں اس سے ملاقات کرو تو اس کو کہنا وہ میری امت کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ دونوں حضرات دس سال تک اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ جب وہ سال آیا جس میں حضرت فاروق اعظم شہید ہوئے تو آپ جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو گئے اور زور سے ندا دی: اے اہل یمن کیا تم میں اویس نامی کوئی شخص ہے؟ ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا، اس نے کہا ہم تو اویس کو نہیں جانتے لیکن یہ ایک میرا بھائی ہے جو بالکل گمنام ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ ہم اسے آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ وہ ہمارے اونٹوں کو عرفات میں چرا رہا ہے۔ یہ دونوں حضرات سوار ہوئے اور وہاں پہنچے۔ ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ دونوں حضرات نے اسے سلام فرمایا پھر پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب ملا: میں ایک ملازم ہوں اونٹوں کو چرایا کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم اس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھ رہے، آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میرا نام عبداللہ ہے۔

انہوں نے فرمایا ہم سارے اللہ کے بندے ہیں ہم نے وہ نام پوچھا ہے جو آپ کی ماں نے آپ کا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ ان حضرات نے سرور عالم ﷺ نے جوان کے بارے میں فرمایا تھا اس سے آگاہ کیا۔ پھر انہوں نے اسے کہا ذرا اپنے بائیں کندھے کو دکھائیں، اس سے کپڑا سرکائیں تاکہ ہم اس نشانی کی تحقیق کریں جو اللہ کے رسول نے بتائی تھی۔ انہوں نے بائیں کندھے سے کپڑا ہٹایا وہاں وہ سفید نشان موجود تھا جو حضور نے بطور علامت یا نشانی بتایا تھا۔ اس وقت ان دونوں صاحبان نے ان سے التماس کیا کہ ان کیلئے مغفرت کی دعا کریں۔ پھر اس نے پوچھا آپ حضرات کون ہیں؟ انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور دونوں کی تعظیم و تکریم کی پھر حضرت اویس نے انہیں کہا۔

جَزَاكُمَا اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمَا كَمَا اَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اللہ تعالیٰ آپ دونوں حضرات کو حضرت محمد ﷺ کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔"

پھر ان دونوں حضرات کیلئے دعا استغفار کی جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

حضرت فاروق اعظم نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے تھوڑی دیر یہیں قیام فرمائیں تاکہ آپ کو زاد سفر پیش کروں اور کچھ لباس۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے کوئی میعاد نہیں ہے آج کے بعد تم نہیں دیکھ سکو گے۔ میں زاد راہ اور لباس کو لے کر کیا کروں گا۔ اس کے بعد عبادت میں مصروف ہو گئے۔ (1)

امام مسلم حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

سَيَكُوْنُ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا

"عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نماز کو وقت کے بعد پڑھیں گے۔"

حضرت ابوذر نے عرض کی ہمیں کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تم نماز پڑھ لیا کرو اور اگر اس کے بعد وہ نماز پڑھیں تو ان کے ساتھ مل کر بھی پڑھ لیا کرو۔ یہ نماز تمہارے لئے نفلی نماز ہو گی۔ سرور عالم ﷺ نے جو صحابہ کو بتایا تھا وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوا۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 183

امام بخاری اور مسلم اس حدیث کو روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدِ أُغَيْلِمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ

"میری امت قریش کے نااہل لڑکوں کے ہاتھ پر ہلاک ہوگی۔"

حضرت ابوہریرہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو ان نوجوانوں کے نام تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔ آپ کی مراد اس سے یزید اور بنو مروان تھے۔ آپ نے فتنے کے خوف سے ان کے نام بیان نہیں کیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ سِتِّيْنَ أَيْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ

"یا اللہ ساٹھویں سال اور نااہل بچوں کی حکمرانی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ اس سے پہلے وفات پاگئے۔ ۶۰ ہجری میں یزید حکمران بنا تھا سب کو علم ہو گیا کہ وہی بد بخت ہے جس سے حضرت ابوہریرہ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضور سرور عالم علیہ السلام نے قدریہ فرقے کے بارے میں بھی خبر دی کہ وہ اس امت کے مجوسی ہیں اور بہت سی احادیث میں رافضیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے: یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ بعد میں آنے والے پہلوں کے بارے میں سب وشتم نہیں کریں گے۔"

بہت سے اہل بدع سابقین کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کوئی صحابہ کا گستاخ ہے، کوئی اہل بیت کا بے ادب ہے، اور کوئی اولیاء کرام کی بارگاہ میں زبان طعن دراز کرنے والا ہے۔ ہم ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ یہی چیزیں برے انجام کا سبب بنتی ہیں۔

نیز حضور نے فرمایا انصار کی تعداد قلیل ہوتی جائے گی یہاں تک کہ یہ ایسے ہوں گے جیسے آٹے میں نمک ہوتا ہے۔ تم میں سے جو کسی ایسے منصب پر فائز ہو کہ وہ لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہو اور نفع بھی پہنچا سکتا ہو تو ایسے والی کو چاہئے کہ انصار سے جو نیکوکار ہیں، ان کی نیکیوں کو قبول کرے اور جو ان میں سے خطا کار ہیں ان سے تجاوز کرے۔ رحمت عالم علیہ السلام نے انصار کو فرمایا۔

إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ أَثَرَةً بَعْدِي فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

"میرے بعد تم دیکھو گے کہ اقربا پروری کی جائے گی۔ تمہیں چاہئے کہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو یہاں تک کہ روز محشر حوض پر تمہاری اور میری ملاقات ہو۔

جو حضور ﷺ نے فرمایا اسی طرح وقوع پذیر ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ نے خوارج کے بارے میں اپنی امت کو خبردار کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے خلاف بغاوت کی۔ سرکار دوعالم نے اپنی امت کو مطلع فرمایا: ایک کالے رنگ کا آدمی ہو گا، اس کا پستان اتنا بڑا ہو گا جتنی عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے جب ان سے جنگ کا خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کو یہ حدیث یاد دلائی۔ آپ نے حکم دیا اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے ڈھونڈا، مقتولوں کے نیچے دبا پڑا تھا۔ حکم دیا اس کی قمیص پھاڑو۔ جب دیکھا کہ حضور کی بتائی ہوئی نشانی ہو بہو ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔ بتایا کہ یہ سجدہ شکر میں نے اس لئے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو سچا کر دیا ہے۔ اور حضور نے ان کی نشانی بتائی کہ سروں کے بالوں کا منڈانا (حلق کرانا) ان کی نشانی ہے۔ ایک زمانہ میں مسلمان صرف حج ادا کرنے کے بعد سر منڈایا کرتے تھے۔

حضور نے قیامت کی علامتوں سے یہ علامت بیان فرمائی۔

اَنْ تَرٰی رُعَاۃَ الشَّاءِ رُءُوْسَ النَّاسِ وَالْعُرَاۃَ الْحُفَاۃَ یَتَطَاوَلُوْنَ الْبُنْیَانَ۔

"بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔ ننگے اور برہنہ پا اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔"

غزوہ احزاب میں جب مشرکین عرب کو اور رؤساء قریش کو شکست فاش ہوئی تو رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ قُرَیْشًا لَا یَغْزُوْنَہٗ بَعْدَ غَزْوَۃِ الْاَحْزَابِ وَاِنَّہٗ ھُوَ الَّذِیْ یَغْزُوْھُمْ وَکَانَ کَذٰلِکَ

"آج کے بعد قریش ہم پر حملہ نہیں کریں گے، اب ان کو ہم پر حملہ

کرنے کی جرأت نہ ہوگی بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔"

تاریخ گواہ ہے اللہ کے حبیب نے جو فرمایا وہ پورا ہو کر رہا۔ پھر کبھی قریش مکہ اور مشرکین کو جرأت نہ ہوئی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں بلکہ ہمیشہ اسلام کے قشون قاہرہ ان کے مرکزوں پر حملہ کرتے رہے اور انہیں ناکوں چنے چبواتے رہے۔

امام ابو داؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، حضور نے فرمایا کہ اِنَّ النَّاسَ یُمَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا لوگ بڑے بڑے شہر آباد کریں گے۔ ان میں ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا۔ اگر تیرا وہاں سے گزر ہو یا اس میں داخل ہو تو خبردار اس کی بندرگاہوں، بازاروں اور امراء کے دروازوں کی طرف نہ جانا بلکہ اس کے گردونواح میں جو آبادیاں ہیں وہاں ٹھہرنا۔ وہاں کے لوگوں کے فسق و فجور کے باعث اس شہر پر طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ وہاں زمین نیچے دھنسے گی، اوپر سے پتھر پڑیں گے اور لوگوں کے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔ چنانچہ کئی شہر آباد کئے گئے، ان میں بصرہ بھی تھا۔ ان شہروں کو حضرت فاروق اعظم کی خلافت میں 17ھ میں آباد کیا گیا۔ بصرہ کو عتبہ بن غزوان نے آباد کیا اور وہاں عمارات تعمیر کیں۔ 18 ہجری میں یہاں لوگوں نے سکونت اختیار کی۔ حضرت انس بھی وہاں سکونت پذیر رہے۔ اور اس شہر کا شرف یہ ہے کہ اس میں کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی گئی۔

حضور کے معجزات میں سے ایک یہ حدیث ہے جو شیخین نے روایت کی ہے۔

حضور نے فرمایا حضور کی امت بحری جنگیں کرے گی اور یہ اپنے جہازوں میں بادشاہوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں ایک روز نبی مکرم ﷺ کوہ حراء پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ وہ پہاڑ کانپنے لگا۔ حضور نے فرمایا اُثْبُتْ ٹھہر جا تیرے اوپر کوئی ظالم نہیں ہے بلکہ ایک نبی ہے ایک صدیق ہے یا شہداء ہیں۔

پس سیدنا عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر یہ سب شہداء سے تھے۔ حضور نے پہلے ان حضرات کے بارے میں شہادت کی اطلاع دے دی۔

جب حضور مکہ مکرمہ سے صدیق اکبر کی معیت میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف جا رہے تھے تو سراقہ حضور کے تعاقب میں نکلا۔ جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے

پاؤں گھٹنوں تک اس پتھریلی زمین میں دھنس گئے۔ اس نے معافی طلب کی۔ حضور نے معافی دے دی۔ زمین نے اس کے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے۔ دو تین مرتبہ ایسا ہوا آخری بار سراقہ کو یقین ہو گیا کہ یہ حضور کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ میرے گھوڑے کے پاؤں بار بار اس پتھریلی زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ اس نے معافی کی التجا کی۔ اسے معاف کر دیا گیا۔ حضور نے اسے اپنے پاس بلایا اور ایک تحریری معافی نامہ لکھ کر دیا، جو حضرت صدیق اکبر نے لکھا تھا۔ اب اس کو رخصت فرمایا تو اسے خوشخبری دی کَیْفَ بِكَ اِذَا اُلْبِسْتَ سَوَارَیْ کِسْرٰی؟ کہ اس وقت تیری کیفیت کیسی ہو گی جب کسریٰ کے سونے کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے حیرت سے پوچھا کیا کسریٰ بن ہرمز؟ حضور نے فرمایا ہاں۔

حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو کسریٰ کے سارے خزانے مدینہ طیبہ کی مسجد میں ڈھیر کر دیئے گئے۔ حضرت فاروق اعظم کو یاد تھا کہ میرے آقا نے کسریٰ کے کنگن سراقہ کو پہنانے کی بشارت دی ہے۔ فوراً کسریٰ کے کنگن منگوائے گئے اور تمام لوگوں کے سامنے سراقہ کو پہنائے گئے۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا اِلْبَسْ اَلْبَسَكَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ پہن لو یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے پہنائے ہیں۔(1)

جس وقت حضور نے یہ مژدہ دیا تھا، کیا اس وقت کوئی شخص تصور بھی کر سکتا تھا کہ ایسا ہو گا؟ حضور اپنے وطن سے بے وطن کر دیئے گئے ہیں، اپنے آبائی شہر میں رہنا بھی دشمنوں نے دوبھر کر دیا ہے، اس سفر میں صرف ایک صدیق اکبر کی ذات ہے، کیا یہ کوئی شخص تصور کر سکتا تھا کہ یہ بات وقوع پذیر ہو گی؟ لیکن اللہ کے رسول نے جو کہا اس کے قادر اور قیوم خدا نے اپنے محبوب کی ہر بات کو پورا کر دکھایا۔

ابو نعیم نے دلائل میں اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں سرور عالم سے یہ بات نقل کی ہے۔

حضور نے فرمایا دریائے دجلہ اور نہر فرات کے درمیان ایک شہر آباد کیا جائے گا۔ زمین کے سارے خزانے وہاں لائے جائیں گے۔ یہ شہر بغداد ہے۔ خلافت عباسیہ کے زمانے میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور سلطنت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے ہر قسم کے اموال یہاں ڈھیر

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 186

کئے جاتے تھے۔

اوزاعی کہتے ہیں۔

امام احمد اور بیہقی نے سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ۔

سَيَكُوْنُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْوَلِيْدُ هُوَشَرٌّ اُمَّتِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ لِقَوْمِهٖ

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ولید ہوگا۔ وہ میری امت کیلئے فرعون سے زیادہ شر انگیز ہوگا۔"

امام اوزاعی کہتے ہیں پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ اس ولید سے مراد ولید بن عبد الملک ہے، پھر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس ولید سے مراد اس کا بھتیجا ہے جس کا نام ولید بن یزید بن عبد الملک تھا۔ ہر فتنہ کا دروازہ کھولنے کیلئے یہ کلید تھا۔ بڑا احمق تھا۔ ہر وقت شراب کے نشہ میں دھت رہتا تھا۔ ایک روز اس نے قرآن کریم سے فال نکالنے کا ارادہ کیا۔ جب اس نے مصحف شریف کھولا تو یہ آیت اس کی نظر سے گزری۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ

"انہوں نے فتح طلب کی اور ہر وہ (شخص) جو جبار و سرکش تھا وہ خائب و خاسر ہوگیا۔"

اس نے مصحف شریف کو سامنے رکھ دیا اور اس کو تیروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ اور یہ شعر کہنے لگا۔

اَتُوْعِدُ كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۔۔۔ فَهَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٌ عَنِيْدٌ

"اے قرآن تو ہر جبار و سرکش کو دھمکیاں دے رہا ہے دیکھ میں وہ جبار و عنید ہوں۔"

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّكَ يَوْمَ حَشْرٍ ۔۔۔ فَقُلْ يَا رَبِّ مَزَّقَنِي الْوَلِيْدُ

"جب روز حشر تو اپنے رب کے پاس جائے تو کہنا اے رب مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا تھا۔"

قریش مکہ نے جب حضور کے ساتھ ہر قسم کا سوشل بائیکاٹ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے انہوں نے ایک معاہدہ لکھا جس میں قطع تعلقی کی تفصیلات درج تھیں۔ پھر اس کو

بند کر کے ایک صندوقچی میں مقفل کر دیا اور کعبہ کے اندر رکھ دیا۔ شعب ابی طالب میں جس قسم کے محاصرہ سے سرور عالم اور حضور کے جان نثاروں کو واسطہ پڑا اس کی تفصیلات پڑھ کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تین سال بعد حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو یاد فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاہدہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ تمام تحریر کو اس دیمک نے چاٹ کر فنا کر دیا ہے۔ چنانچہ قریش مکہ کو اس بات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے: تمہارا بھتیجا غلط کہہ رہا ہے، بہت سے پردوں میں رکھا ہوا وہ معاہدہ ان کو کیسے دکھائی دے سکتا ہے۔ لیکن جب کھولا گیا تو بعینہ وہی بات تھی جو سرکار دو عالم ﷺ نے بتائی تھی۔ اس کی تفصیلات آپ شعب ابی طالب کے محاصرہ میں پڑھ آئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کی اطلاع صدیوں قبل اللہ کے رسول کریم نے دی اور وہ اپنے اپنے وقت پر اسی طرح ظہور پذیر ہوتے رہے جس طرح اللہ کے نبی نے بتایا تھا۔ بعض ایسے واقعات ہیں جن کے بارے میں حضور نے بتایا لیکن ابھی تک وہ ظہور پذیر نہیں ہوئے لیکن یقیناً وہ اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گے اور اس طرح ظہور پذیر ہوں گے جس طرح اللہ کے نبی نے ان کی تفصیلات بتائی ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے آگ نکلے گی جس کی روشنی دور دور تک پہنچے گی حتی کہ یہاں بیٹھے ہوئے بصرٰی شہر کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دیں گی۔ بصرٰی ملک شام کا مشہور شہر ہے۔

ابن عدی (مشہور محدث) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَسِیْلَ وَادٍ مِّنْ اَوْدِیَۃِ الْحِجَازِ بِالنَّارِ تُضِیْءُ لَہٗ اَعْنَاقُ الْاِبِلِ بِالْبُصْرٰی

”حضرت فاروق اعظم نے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ حجاز کی ایک وادی آگ سے بھر کر رواں نہ ہو گی۔ اس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں کی گردنیں دکھائیں دیں گی۔“

شیخین صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور حضرت انس نے اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان سے یہ حدیث سنی ہے۔ وہ بتاتی ہیں۔

ایک روز اللہ کے پیارے رسول ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد حضور بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے عرض کی مَا اَضْحَکَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یارسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا میری امت کے کچھ جوان میرے سامنے پیش کئے گئے جو سمندر کے وسط کشتیوں پر سوار ہیں، اس شان و شوکت سے بیٹھے ہیں جیسے بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں میری خالہ نے عرض کی یارسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان غازیان اسلام سے کرے۔ سرکار دو عالم نے ان کیلئے دعا فرمائی پھر استراحت فرما ہوگئے۔ پھر کچھ دیر بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے وہی باتیں پوچھیں۔ حضور نے وہی جواب دیئے۔ آخر میں پھر ام حرام نے التجا کی یارسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اسلام کے مجاہدین سے کرے۔ فرمایا تو پہلے مجاہدین سے ہے۔ حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں قبرص پر حملہ کرنے کیلئے ایک بحری بیڑا تیار ہوا جس کی کمان حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوئے اور حضرت انس کی خالہ ام حرام اپنے خاوند کے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوئیں۔ جب یہ مجاہد واپس آئے اور جہاز ساحل سے آکر لگا تو ان کی سواری کیلئے جانور پیش کیا گیا لیکن وہ وہاں گریں اور شہادت کا درجہ پایا۔ حضرت ام حرام کا مزار شریف قبرص میں ہے جو مشہور و معروف ہے۔ لوگ اس کی زیارت کیلئے جایا کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد، نسائی، حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے لوگوں کو اس آدمی کے بارے میں بتایا جس نے یہود خیبر کے اموال غنیمت سے کانچ کے چند دانے بغیر اجازت کے لئے تھے۔ وہ انتقال کر گیا۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا، حضور اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، حضور نے فرمایا تم اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ یہ سن کر لوگوں کے چہروں کی رنگت بدل گئی۔ حضور نے فرمایا اس لئے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا ہوں کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس کے سامان سے کانچ کے چند منکے دریافت ہوئے۔ گویا ہادی برحق ﷺ کے نزدیک اتنی حقیر سی خیانت بھی ازحد ناپسندیدہ ہے کہ حضور نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار

فرما دیا۔

غزوہ بدر میں عمیر بن وہب کا بیٹا مسلمانوں نے جنگی اسیر بنالیا اور اس کو دیگر اسیران جنگ کے ساتھ مدینہ طیبہ لے آئے۔ صفوان بن امیہ اور یہ عمیر آپس میں گہرے دوست تھے۔ دونوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ صفوان کا باپ امیہ میدان بدر میں مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا اور عمیر کے نوجوان بیٹے کو جنگی قیدی بنا کر مسلمان اپنے ہمراہ لائے تھے۔

ایک دن یہ دونوں دوست حطیم میں بیٹھے اپنے درد و غم کو تازہ کر رہے تھے۔ عمیر نے اپنے دوست صفوان کو کہا ان مسلمانوں نے تیرے باپ امیہ کو، جو قریش کا سردار تھا، قتل کر دیا اور میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے۔ جس طرح تیرے دل میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے ہیں اسی طرح میرے دل میں بھی مسلمانوں کے خلاف انتقام و عداوت کا طوفان امڈ کر آیا ہوا ہے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں مقروض ہوں، عیالدار ہوں ورنہ خاموشی سے مدینے جاتا اور وہاں موقع تاڑ کر حضور کا کام تمام کر دیتا لیکن میں مقروض ہوں، عیالدار ہوں اگر میں اس مہم کو سرانجام دیتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے قرض خواہ مجھ پر یہ الزام لگائیں گے کہ قرضے ادا کرنے سے بھاگ کر اس نے خود کشی کر لی ہے۔ نیز میرے بچے در در کی بھیک مانگیں گے اور ذلیل ہوں گے۔ اگر یہ دو باتیں نہ ہوتیں تو اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہناتا۔

صفوان نے کہا اے میرے بھائی! میں تمہیں اطمینان دلاتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو اس مہم کو سر کرنے میں مارا گیا تو تیرے تمام قرض خواہوں کو تیرا قرض میں ادا کروں گا۔ نیز جب تک زندہ رہوں گا تیرے بیوی بچوں کی کفالت کا میں ذمہ دار ہوں، جو میں پہنوں گا وہی ان کو پہناؤں گا جو خود کھاؤں گا وہی ان کو کھلاؤں گا۔ اگر تم یہ کارنامہ انجام دو تو ہماری آنے والی نسلیں تمہاری شکر گزار رہیں گی۔ تنہائی میں جہاں کوئی انسان ان کی بات سننے والا نہ تھا انہوں نے یہ مشورہ کیا۔ ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ عمیر نے اپنی تلوار لی، اس کو سان پر تیز کیا، اور اسے تین بار زہر میں بجھایا، اونٹ پر پالان کسا اور مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے چند روز بعد صفوان نے لوگوں کو بتایا کہ عنقریب میں تمہیں

ایسی خوشخبری سناؤں گا کہ تم سارے غم بھول جاؤ گے۔ وہ ہر وقت اس انتظار میں تھا کہ عمیر کی طرف سے کوئی اطلاع آئے۔

عمیر جب مدینہ پہنچا اس نے مسجد نبوی کے باہر اپنی اونٹنی بٹھائی۔ ابھی اتر ہی رہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم آگئے۔ آپ اس کی خباثتوں سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ فوراً خدشہ ہوا کہ یہ خبیث کسی اچھے ارادہ سے نہیں آیا اور برا منصوبہ بنا کر یہاں آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ سرکار دو عالم ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام اپنے آقا کے ارد گرد مؤدب ہو کر بیٹھے تھے۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمیر کو یوں دبوچے مسجد میں لے گئے تو حضور نے اس کی طرف دیکھا تو حضرت عمر کو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑو، اسے میرے پاس لاؤ۔ عمر کا جی نہیں چاہتا تھا لیکن حضور کے حکم کے سامنے مجال انکار نہ تھی۔ آپ نے اس کی گردن کو چھوڑا اور اسے لے کر حضور کی خدمت میں پہنچے۔

حضور ﷺ نے اس کے ساتھ بڑی محبت سے برتاؤ کیا اور پوچھا عمیر، کیسے آئے۔ بات ٹالنے کیلئے عرض کرنے لگا یارسول اللہ جناب کو علم ہے میرا بیٹا آپ کے پاس جنگی قیدی کی طرح آیا ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔ اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کی خیریت دریافت کر کے آؤں۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کے گلے میں تلوار حمائل تھی۔ حضور نے پوچھا جب تو صرف اپنے بچے کی خیریت دریافت کرنے آیا ہے تو اس تلوار کو لانے کی ضرورت کیا تھی؟ کہنے لگا جلدی میں اونٹ سے اترا ہوں گلے سے نکال کر رکھنی یاد نہیں رہی۔ دوسرا ہم بڑی بڑی تلواریں لے کر بدر کے میدان میں آئے تھے، ہماری ان تلواروں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ حضور نے فرمایا عمیر تمہیں یاد ہے کہ فلاں روز فلاں جگہ تو اور تیرا یار صفوان ایک جگہ بیٹھے ہوئے مجھے شہید کرنے کی سازشیں کرتے رہے۔ تم نے اپنی تنگدستی، مفلوک الحالی اور مقروض ہونے کا بہانہ بنایا۔ اس نے یہ ساری ذمہ داریاں اپنے ذمہ لیں۔ اب تم اس لئے آئے ہو کہ مجھے شہید کر دو۔ تجھے پتہ نہیں ہے میرا نگہبان میرا اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ بات سن کر اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور فوراً کہنے لگا یارسول اللہ! مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔ جس بات کو حضور نے سینکڑوں میل دور یہاں سے دیکھا اور

سنا اس سارے قصے کی صفوان اور میرے بغیر اور کسی کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھے ہوئے حضور ہماری گفتگو کو سنتے بھی ہیں اور ہماری سازشوں کو دیکھتے بھی ہیں تو میں سچے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّهٗ مَا اَتَاكَ بِهٖ اِلَّا اللّٰهُ

"بخدا مجھے اب پتہ چل گیا ہے کہ اس واقعہ کی خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیونکہ وہاں میرے بغیر اور صفوان کے بغیر کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔"

پھر اس نے کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضور نے صحابہ کو فرمایا اسے دین کا علم سکھاؤ۔ (1)

ان اخبار بالغیب میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جب ابی بن خلف نے حضور ﷺ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: میں نے ایک بڑا قیمتی گھوڑا پال رکھا ہے۔ سیر دانہ روزانہ اسے کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر حضور کو قتل کروں گا۔ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موذی کے اس چیلنج کا یوں جواب دیا اَنَا اَقْتُلُكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تو نہیں میں تجھے تہ تیغ کروں گا۔ پھر احد کے میدان میں جب وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور کے قریب پہنچا تو حضور نے اس پر چھوٹے نیزے کا وار کیا اور اس کو واصل جہنم کر دیا۔

جنگ بدر میں جنگ شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے سب کو بتایا اور ان قریش کے سرداروں کے نام لے لے کر بتایا کہ وہاں اس کی لاش گرے گی، یہاں فلاں مرے گا۔ جتنے بڑے بڑے سردار تھے سب کی جگہوں کا تعین کر دیا۔ جب جہاد ختم ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح مبین عطا فرمائی تو جن سرداروں کے قتل ہونے کی اطلاع حضور نے دی تھی وہ سارے مقتول پائے گئے اور ان کی لاشیں اسی جگہ گری تھیں جہاں حضور نے ان کے بارے میں بتایا تھا۔

دیگر اخبار غیب میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام بخاری و مسلم و دیگر محدثین نے روایت کیا ہے حضور نے فرمایا۔

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 189

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ سَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

"امام حسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔"

جو حضور نے فرمایا وہی ہوا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسن کے دست مبارک پر بیعت کی اور عَلَى الْمَوْتِ کی شرط لگائی یعنی کہا کہ ہم آخر دم تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ جن لوگوں نے یہ بیعت کی ان کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تھی اور وہ سب سیدنا امام حسن کے اشارہ ابرو پر سب کچھ قربان کرنے کیلئے آمادہ تھے۔ سات ماہ تک عراق، خراسان اور ماوراء النہر میں آپ کی خلافت کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔ پھر آپ امیر معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لشکر جرار کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اسی طرح امیر معاویہ ان کے ساتھ جنگ کرنے دمشق سے روانہ ہوئے۔ جب انبار کے مقام پر پہنچے تو دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔ حضرت امام حسن کو یہ علم ہو گیا کہ ضرور جنگ ہو گی اور بے شمار مسلمان موت کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔ اسی طرح امیر معاویہ نے حضرت امام کے لشکر کو دیکھا۔ انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ جنگ فریقین کے لئے تباہ کن ہو گی۔

بعض نیک بخت لوگ دونوں فریقوں میں صلح کرانے کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے ایک سفید سادہ کاغذ سیدنا امام حسن کی طرف بھیجا اور انہیں عرض کی جس چیز کا آپ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کاغذ پر لکھ دیں میں اس کی پابندی کا آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت امام حسن نے اس شرط پر انہیں زمام خلافت سپرد کرنے کی حامی بھر لی کہ مدینہ طیبہ، حجاز، عراق میں جو لوگ خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا علی کے حامی تھے ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

امیر معاویہ نے وہ شرط منظور کر لی اور امام حسن نے ایک شرط یہ بھی لکھی کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد زمام خلافت ان کے سپرد کر دی جائے گی۔ امیر معاویہ نے اس شرط کو بھی تسلیم کر لیا۔

عملی طور پر یہی ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ حضرت امیر معاویہ نے امام پاک کی پیش کردہ شرائط تسلیم کرلیں اور حضرت امام نے بھی خلافت ان کے سپرد کرنے کا وعدہ پورا کر دیا۔ سالہا سال پہلے اللہ کے محبوب نے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کی جو خوشخبری سنائی تھی وہ سیدنا امام حسن کے طفیل پایہ تکمیل تک پہنچی۔ (1)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے ایسی شدت اختیار کی کہ صحت یاب ہونے کی امیدیں ختم ہونے لگیں۔ رحمت عالم ﷺ کو جب ان کی شدید بیماری کا پتہ چلا تو حضور ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کی موت اس شہر میں ہو جس شہر سے انہوں نے اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کی تھی۔ رحمت عالم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت سعد کی صرف ایک بیٹی تھی: بیٹا کوئی نہ تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی یارسول اللہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے نصف مال کی وصیت کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے اپنے مال کا تیسرا حصہ وصیت کرنے کی اجازت مانگی۔ حضور نے فرمایا اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ تیسرے حصہ کی وصیت درست ہے یہ بھی بہت زیادہ ہے۔

انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! میری زندگی ختم ہونے کے قریب ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں تم کافی زندہ رہو گے یہاں تک کہ بہت سی قومیں تم سے فائدہ اٹھائیں گی اور بہت سی قوموں کو آپ کی وجہ سے نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو پورا کیا۔ حضرت سعد بہت جلد شفایاب ہو گئے، اپنے آقا کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچے یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں آپ نے عراق فتح کیا۔ بہت سے کافر آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت میں ملا۔ بہت سے کفار قتل ہوئے اور بعض جنگی قیدی بنائے گئے۔ جس روز سرکار دو عالم ﷺ اپنے مخلص صحابی کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تھے، اس وقت ان کے زندہ رہنے کی امید نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے طفیل اس دن سے پچاس سال تک آپ کو زندہ رکھا اور اس عرصہ میں جو ملک انہوں نے فتح کیے، جو مال غنیمت حاصل کیا جو کثیر التعداد

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 190

لوگ مشرف باسلام ہوئے اس کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبان پاک سے ان کے بارے میں جو بشارتیں دی تھیں وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ کیلئے جب لشکر اسلام کو روانہ کیا گیا تو حضور ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا اور اسلام کا پرچم ان کو عطا فرمایا۔ معاً فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اس لشکر کے سپہ سالار اور علمبردار ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو پھر عبداللہ بن رواحہ لشکر کا سپہ سالار اور علمبردار ہوگا۔ اس وقت ایک یہودی جس کا نام نعمان بن رحطی تھا، وہ لوگوں کے ساتھ وہاں کھڑا تھا، اس نے جب حضور کے ارشادات سنے تو اس نے کہا یا ابا القاسم اگر آپ نبی ہیں تو جن لوگوں کے آپ نے نام لئے ہیں وہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء اس طرح بعض مجاہدین کی نامزدگی کرتے تھے تو وہ سب شہید ہوتے تھے۔ پھر اس یہودی نے حضرت زید کو کہا اب جو وصیت کرنا ہے وہ کر لے پھر تجھے حضور کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب نہیں ہوگی۔

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں میں شریک تھا۔ وہاں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہر قسم کے اسلحہ کی ان کے ہاں فراوانی تھی۔ سواری کیلئے جانور بھی بے حد و بے حساب تھے۔ ان کے سپاہیوں نے دیباج اور ریشم کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے جرنیلوں نے سونے کے زیور پہنے تھے۔ میری آنکھیں اس چمک دمک کو دیکھ کر چندھیا گئیں۔ میری اس حالت کو دیکھ کر ثابت بن ارقم نے مجھے کہا اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہو گیا لشکر کثیر دیکھ کر تو خوفزدہ ہو گیا ہے لیکن تو نے غزوہ بدر میں ہمارے ساتھ شرکت نہیں کی تھی یاد رکھو اِنَّا لَمْ نُنْصَرْ بِالْكَثْرَةِ تعداد کی کثرت کی بنا پر ہمیں فتح و کامرانی نہیں نصیب ہوئی۔ حضرت یعلی بن منبہ غزوۂ موتہ میں شرکت کر کے حضور کو حالات سے آگاہ کرنے کیلئے مدینہ طیبہ واپس آئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور نے انہیں فرمایا۔ اِنْ شِئْتَ فَاَخْبِرْنِیْ وَاِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ "اگر تمہاری مرضی ہے تو وہاں کی جنگ کی تفصیلات تم بیان کرو اور اگر تمہاری مرضی ہے تو میں بتاتا ہوں۔" انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جو واقعات

وہاں رونما پذیر ہوئے تھے تفصیل سے بیان کر دیئے۔ حضرت یعلی سن کر حیران ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا تَرَکْتَ مِنْ حَدِیْثِهِمْ حَرْفًا لَمْ تَذْکُرْهُ (1)

"اس ذات پاک کی قسم! جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جنگ کے حالات میں سے آپ نے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔"

در حقیقت وہاں وہی حالات ظہور پذیر ہوئے جن کو حضور نے بیان فرمایا۔

لشکر کے روانہ ہونے کے چند روز بعد سرور عالم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان عام کے معروف الفاظ کے ساتھ اعلان کرنے کا حکم دیا۔

اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ

یہ اعلان سن کر مسلمان اپنے آقا کے ارشادات سننے کیلئے مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ فرمایا میں تمہیں لشکر کے حالات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ لشکر یہاں سے روانہ ہو کر جب دشمن کے علاقہ میں پہنچا تو دونوں لشکروں کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ پہلے زید بن حارثہ نے جام شہادت نوش کیا پھر اس جھنڈے کو گرنے سے پہلے حضرت جعفر نے تھام لیا اور دشمن پر سخت حملہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو پکڑ لیا۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے جرنیل کیلئے دعا فرماتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِكَ وَاَنْتَ تَنْصُرُ

"اے اللہ یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کی مدد کرنا تیرا کام ہے۔"

اس دن سے حضرت خالد کو سیف اللہ کہا جانے لگا۔

اور جب خالد کی قیادت میں مجاہدین اسلام نے دشمن سے جنگ شروع کی تو رحمت عالم نے فرمایا اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ اب جنگ کی بھٹی بھڑک گئی ہے۔

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب اپنے جرنیلوں کی شہادت کی خبر

1۔ زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ"، جلد 3، صفحہ 191

ملی تو حضور پہلے بہت غمزدہ ہوئے پھر تبسم فرمایا۔ صحابہ نے وجہ پوچھی، فرمایا پہلے تو مجھے اپنے صحابہ کے قتل پر بڑا رنج ہوا تھا لیکن اب میں نے انہیں دیکھا ہے جنت میں وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون آلود ہیں۔ ان کے جسم کا اگلا حصہ بھی خون آلود ہے، تو اپنے صحابہ کو یوں اللہ کی نعمتوں میں دیکھ کر میں نے تبسم فرمایا ہے۔

حاکم مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز رحمت عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت جعفر کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس بھی قریب بیٹھی تھیں۔ اچانک حضور نے فرمایا وعلیکم السلام۔ پھر حضرت اسماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ ہیں جعفر۔ حضرات جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل بھی ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے ہمیں سلام کہا ہے اس لئے میں نے ان کو جواب دیا ہے۔ اے اسماء تم بھی انہیں سلام کا جواب دو۔

حضرت جعفر نے مجھے بتایا ہے کہ جب مشرکین کے ساتھ میرا آمنا سامنا ہوا تو میں نے خوب داد شجاعت دی اور میرے جسم کے اگلے حصہ پر تیروں، نیزوں اور تلواروں کے تہتر زخم آئے۔ میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا۔ جب وہ کٹ گیا تو میں نے اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں کے بدلے دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ میں ان جلیل القدر ملائکہ کے ساتھ محو پرواز رہتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جس پھل کو پسند کرتا ہوں وہ تناول کرتا ہوں۔

ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک روز سرور عالمیان ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں لے کر آئی۔ حضور نے ان کو بوسے دیئے، ان کو سونگھا، یہاں تک کہ حضور کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور کیوں رو رہے ہیں، کیا جعفر اور ان کے دوستوں کی کوئی خبر آگئی ہے؟ فرمایا ہاں آج وہ تینوں شہید ہوگئے ہیں۔ حضور نے فرمایا اسماء میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں۔

اَلَا اُبَشِّرُكِ اَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لِجَعْفَرَ جَنَاحَيْنِ يَطِيْرُ بِهِمَا

فِى الْجَنَّةِ۔

اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔

حاکم، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے جعفر کو دیکھا ملائکہ کے ساتھ محو پرواز ہے اور حضرت حمزہ ایک پلنگ پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔

دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہم غلام اپنے آقا کی معیت میں جارہے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول یہ کس کو آپ نے جواب دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس سے جعفر بن ابی طالب گزرے ہیں، ان کے ساتھ فرشتوں کا ایک جم غفیر تھا۔ انہوں نے مجھے سلام کہا جس کا میں نے جواب دیا۔

ابن سعد نے محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جعفر کو فرشتوں کی طرح جنت میں اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کا اگلا حصہ خون سے لت پت ہے۔ پھر میں نے زید کو دیکھا ان کا درجہ کچھ کم معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ زید کا درجہ حضرت جعفر سے کم ہے۔ فوراً جبرئیل امین میرے پاس آئے اور کہا بیشک زید جعفر سے کم نہیں لیکن ہم نے حضرت جعفر کو اس لئے فضیلت دی ہے کہ وہ حضور کا رشتہ دار ہے لَكِنَّا فَضَّلْنَا جَعْفَرًا لِقَرَابَتِهٖ مِنْكَ (1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جس روز نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک میں وفات پائی تو رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ کرام کو اس کی موت کی اطلاع دی پھر جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور صحابہ کرام نے صفیں باندھ کر اپنے آقا کی اقتداء میں اس کے لئے نماز جنازہ ادا کی۔

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 53-50

حضرت عباس اور اخبار بالغیب

ابن اسحاق سے مروی ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسے ارشادات فرمائے جن کا تعلق اخبار بالغیب سے ہے چند حوالے درج ذیل ہیں۔

جنگ بدر میں جن کفار کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا ان میں حضرت عباس بھی تھے۔ سب لوگوں سے فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دیا گیا۔ جب حضرت عباس کو فدیہ ادا کرنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے کہا مَا عِنْدِیْ مَا اَفْتَدِیْ بِہٖ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کروں۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ تم فقر وافلاس کا اظہار کر رہے ہو۔

اَیْنَ الْمَالُ الَّذِیْ دَفَنْتَہٗ اَنْتَ وَاُمُّ الْفَضْلِ؟

”وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا۔“

اور تم نے اپنی بیوی ام فضل کو کہا تھا کہ اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کو دینا۔

حضرت عباس کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور عرض کی اب مجھے یقین آگیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جو بات میں نے بڑی رازداری سے رات کی تاریکی میں اپنی رفیقہ حیات سے کہی تھی وہ مدینہ میں بیٹھے آپ نے سنی اور دیکھا بھی۔ حضرت عباس کے الفاظ ہیں۔

وَاللہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللہِ۔ وَاللہِ اِنَّ ھٰذَا شَیْءٌ مَا عَلِمَہٗ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُ اُمِّ فَضْلٍ

”بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں بخدا جس بات کا آپ نے ذکر کیا ہے میرے بغیر اور ام الفضل کے بغیر اور کسی کو معلوم نہیں تھی۔“

محدث ابو نعیم نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے مجھے بتایا کہ ان کی والدہ ام الفضل نے یہ بات بتائی کہ حضور ﷺ حجر میں بیٹھے تھے، میں حضور کے پاس سے گزری۔ حضور نے فرمایا تیرے شکم میں بیٹا ہے جب تو اسے

جنے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔ حضرت ام فضل فرماتی ہیں جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں لے کر اسے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور نے اس کے دائیں کان میں اذان دی، بائیں میں تکبیر کہی اور اپنی لعاب دہن سے اسے گھٹی ڈالی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ پھر فرمایا اِذْهَبِیْ بِاَبِ الْخُلَفَاءِ اب اس خلفا کے باپ کو لے جاؤ۔ آپ کہتی ہیں میں نے اپنے شوہر حضرت عباس کو بتایا، جو حضور نے فرمایا تھا۔ حضرت عباس بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔ حضور نے فرمایا بیشک تمہارا یہ بیٹا کئی خلیفوں کا باپ ہوگا۔ ان کی نسل میں جو خلفاء پیدا ہوئے تھے ان میں سے چند کے نام بھی بتائے سفاح، مہدی وغیرہ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس اور اخبار بالغیب

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کسی آدمی کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اس لئے آپ نے قطع کلامی مناسب نہ سمجھی اور واپس آ گئے۔ اس کے بعد حضرت عباس کی ملاقات سرور کائنات سے ہوئی۔ حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضور کے پاس کوئی آدمی بیٹھا تھا اس لئے وہ گزارش نہ کر سکے اور واپس آ گئے۔ حضور نے پوچھا کیا اس نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ عرض کی بیشک دیکھا تھا۔ حضور نے فرمایا وہ شخص جس کے ساتھ میں گفتگو کر رہا تھا وہ جبرئیل تھے اور آپ کا بیٹا اس وقت تک وفات نہیں پائے گا جب تک اس کی بینائی ضائع نہ ہو جائے۔ آپ کے بیٹے کو علم عطا کیا جائے گا۔

ابو نعیم، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں حضور ﷺ کے پاس سے گزرا۔ میں نے سفید کپڑے پہنے تھے اس وقت حضور دحیہ کلبی سے مصروف گفتگو تھے۔ درحقیقت وہ جبرئیل تھے لیکن میں نہیں جانتا تھا اس لئے میں نے ان کو سلام نہ دیا۔ جب ابن عباس پاس سے گزر گئے تو حضرت جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے کتنے سفید شفاف کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی زندگی ہوئی تو ان کی اولاد حکمران بنے گی۔ اگر مجھے سلام دیتے تو میں ان کو سلام کا جواب ضرور دیتا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں اس کے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ تو نے اس روز سلام کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کی میں نے دیکھا حضور دحیہ کے ساتھ مصروف گفتگو ہیں، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مداخلت کروں۔ حضور نے پوچھا کیا تم نے اس کو دیکھا تھا؟ عرض کی: بیشک حضور نے فرمایا وہ جبرئیل تھے تمہاری بینائی ختم ہو جائے گی اور تمہاری وفات سے پہلے تمہاری بینائی لوٹ آئے گی۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جب ابن عباس کا انتقال ہوا اور آپ کو چارپائی پر رکھا گیا تو ایک سفید رنگ کا پرندہ آپ کے کفن میں گھس گیا اور پھر نہیں دیکھا گیا، عکرمہ بولے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بشارت تھی۔ جب آپ کو لحد میں رکھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی جس کو تمام لوگوں نے سنا جو قبر کے پاس موجود تھے۔(1)

يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى وَٱدْخُلِى جَنَّتِى (2)

”اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔“

اس سلسلہ میں جو ارشادات نبی کریم نے فرمائے تھے وہ سب پورے ہوئے۔ حضرت ام الفضل کے شکم سے جو فرزند تولد ہوئے ان کا نام حضور نے عبداللہ رکھا۔ ان کی اولاد سے خلافت عباسیہ کے خلفاء ظاہر ہوئے جنہوں نے سینکڑوں سال حکمرانی کی۔ اسی طرح وفات سے پہلے حضرت ابن عباس کی بینائی جاتی رہی اور لحد میں رکھنے کے بعد جو آیت آپ نے تلاوت کی اس کے کئی گواہ ہیں انہوں نے خود اپنے کانوں سے اس کی تلاوت کو سنا۔

نوفل بن حارث اور اخبار بالغیب

ابن سعد نے طبقات میں اور بیہقی نے دلائل میں عبداللہ بن نوفل بن حارث سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں نوفل جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ رسول رحمت ﷺ نے انہیں فرمایا نوفل اپنا فدیہ ادا کرو۔ نوفل نے عرض کی میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ فدیہ ادا

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 54

2۔ سورۃ الفجر: 30-27

کروں۔ رحمت عالم نے فرمایا اس مال سے فدیہ ادا کر جو تو نے جدہ میں چھپا کر رکھا ہوا ہے، یہ سن کر نوفل کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔" پھر فدیہ ادا کیا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار کو فرمایا تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

حافظ سیوطی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ متواتر ہے اور دس پندرہ صحابہ نے اس کی روایت کی ہے۔ امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عمار کی کنیز سے یہ سنا، ایک دفعہ حضرت عمار شدید بیمار ہو گئے آپ پر غشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد افاقہ محسوس ہوا دیکھا ان کے اردگرد بیٹھنے والے رو رہے ہیں۔ آپ نے انہیں فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہوا کہ میں اپنے بستر پر مروں گا۔

اَخْبَرَنِیْ حَبِیْبِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ تَقْتُلَنِی الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس دنیا میں آخری گھونٹ دودھ کا پیوں گا۔"

جنگ صفین کے روز آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو دودھ کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ پوچھا گیا آپ کیوں ہنسے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ آخری گھونٹ جو تو پئے گا وہ دودھ کا گھونٹ ہو گا۔ پھر میدان جنگ میں گھس گئے اور وہیں شہید ہوئے۔

ابن سعد حضرت هذیل سے روایت کرتے ہیں ایک روز حضور ﷺ تشریف لائے۔ عرض کی گئی عمار پر تو دیوار گری ہے اور وہ مر گیا ہے۔ حضور نے فرمایا مَا مَاتَ عَمَّارٌ عمار نہیں مرا۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاکم اور بیہقی حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ تعالی سے روایت کرتے ہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ نے بتایا مجھے وہ مقام دکھایا گیا ہے جو میری ہجرت گاہ ہوگا۔ ایک شوریلا میدان ہے اس کے دونوں طرف جلے ہوئے پتھروں کی زمین ہے۔ یا تو یہ جگہ حجر میں ہے یا یثرب میں۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں بھی حضور کے ہمراہ چلا جاؤں لیکن قریش کے چند نوجوانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے جانے سے روک دیا۔ میں ساری رات جاگتا رہا۔ وہ تھک کر سو گئے اور میں یثرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں کافی دور نکل گیا۔ ان لوگوں کی آنکھ کھلی، میرے تعاقب میں دوڑے، جب پھر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو میں نے انہیں کہا اگر میں سونے کی چند ڈلیاں تمہیں دوں تو کیا مجھے جانے کی اجازت دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں انہیں لے کر واپس آیا، جہاں سونے کی ڈلیاں زمین میں چھپا کر رکھی تھیں انہیں نکالا اور ان کو دے دیں پھر میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔

صہیب رومی ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ مکہ میں آکر انہوں نے کاروبار شروع کیا۔ کاروباری امور میں مہارت کے باعث انہوں نے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کیں اور مکہ کی منڈی میں وہ ملک التجار (تاجروں کے بادشاہ) کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ رحمت عالم ﷺ نے جب تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو ابتدائی سالوں میں ہی انہوں نے اسلام قبول کیا اور محبوب رب العالمین کی غلامی کو اختیار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اگرچہ مسجد حرام، کعبہ مقدسہ، حجر اسود، چاہ زمزم، صفا، مروہ تمام شعائر الٰہی یہیں موجود تھے لیکن ایک ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کے یہاں سے چلے جانے سے اہل عشق و محبت کیلئے مکہ کی ساری فضا خزاں زدہ معلوم ہونے لگی اور ایک ایک کر کے بستگان فتراق عشق مصطفوی مکہ کے بابرکت شہر کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ روانہ ہونے لگے۔ حضرت صہیب کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا انہوں نے بھی اپنے کاروبار کو سمیٹنا شروع کیا اور چند منتخب اشیاء اپنے ایک صندوق میں بند کیں اور عازم دیار جاناں ہو گئے۔ ابھی مکہ سے نکلے نہیں تھے کہ قریش کے نوجوانوں نے انہیں گھیر لیا اور

انہیں کہا صہیب تمہیں علم ہے جب تم یہاں آئے تھے تو تم مفلس وقلاش تھے، یہ ساری دولت تم نے یہاں سے کمائی ہے۔ اگر آپ یہاں رہیں تو ہم آپ سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور اگر آپ یہ کہیں کہ میں ضرور یثرب جاؤں گا تو کان کھول کر سن لو یہاں سے ایک درہم بھی تمہیں لے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آپ نے اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا بتاؤ۔ تمہارا فیصلہ کیا ہے۔ ایک طرف مال و دولت کے انبار ہیں اور دوسری طرف بارگاہ محبوب میں حاضری ہے، ان میں سے تمہیں ایک چیز پسند کرنا ہو گی۔ تو دل نے جواب دیا کہ میں اپنا سب کچھ اپنے محبوب کی ایک جھلک پر قربان کر دوں گا لیکن جدائی کے یہ صدمے مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ آپ نے اونٹ پر لدا ہوا قیمتی سامان سب کچھ ان کے حوالے کر دیا اور پیدل مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دس گیارہ روز پاپیادہ سفر کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچے تو پاؤں چھالوں سے زخمی تھے، بال بکھرے ہوئے تھے اور لباس پسینہ اور گرد سے سخت میلا ہو چکا تھا۔ اس حالت میں جب مہاجرین نے آپ کو دیکھا تو ششدر ہو کر رہ گئے۔ صہیب تم اور یہ حال۔ آپ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بارگاہ رسالت میں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صہیب آگیا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے ان کی آمد پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! جب وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو کفار نے ان کا سارا مال و متاع ان سے چھین لیا ہے صرف تین کپڑے جو ان کے بدن پر تھے وہ رہنے دیئے اب ان کی حالت بڑی خستہ اور پریشان کن ہے۔ اس قدردان اور بندہ نواز نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قَدْ رَبِحَتْ صَفْقَةُ صُهَيْبٍ "صہیب نے جو سودا کیا ہے یہ بڑا نفع بخش ہے۔ دنیا کے مال و متاع کے عوض اس نے اپنے رب کی رضا حاصل کر لی ہے۔ اس سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ (1)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیہقی اور ابو نعیم حضرت ابو الدرداء سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا بیشک، لیکن تو ان میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کا انتقال

1۔ سیرت ابن ہشام، صفحہ 168

حضرت عثمان کی شہادت سے پہلے ہو گیا۔

طیالسی نے ابن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی حضرت ابو الدرداء کے پاس آئے۔ وہ ایک بالشت زمین میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابو الدرداء نے کہا: مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اگر تم ایسی زمین میں ہو جہاں دو آدمی ایک بالشت زمین کے بارے میں جھگڑتے ہوئے تمہارے پاس آئیں تو فوراً اس جگہ سے نقل مکانی کر جانا۔ چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔

مروی ہے ابو الدرداء مسلمان ہونے سے پہلے ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک روز عبداللہ بن رواحہ اور محمد بن مسلمہ ان کے گھر گئے اور اس بت کو توڑ دیا۔ ابو الدرداء جب واپس آئے اور انہوں نے اپنے معبود کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو اسے کہنے لگے ویحک ھلا دفعت عن نفسك تیرا خانہ خراب ہو تو اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکا۔ اسی وقت وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کیلئے چل پڑے۔ راستہ میں ابن رواحہ نے ابو الدرداء کو دیکھا تو انہوں نے اپنے ساتھی کو کہا ہم نے اس کے بت کو توڑ دیا ہے یہ ہمارے تعاقب میں آرہا ہے تاکہ ہمیں پکڑ لے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا یہ تمہیں پکڑنے کیلئے نہیں آرہا بلکہ یہ تو اسلام قبول کرنے کیلئے آرہا ہے کیونکہ میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ ابو الدرداء مشرف باسلام ہو گا، چنانچہ وہ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور اسلام قبول کیا۔(1)

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الآیہ تو حضرت ثابت بن قیس پر گویا بجلی گری جس نے ان کو بے چین کر دیا۔ ان کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، اس اندیشہ سے کہ میں بھی اسی آیت کا کہیں مصداق نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں، آپ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ گھر چلے گئے، ایک کمرے میں داخل ہوئے اور اندر سے کنڈی لگالی۔ انہیں دن رات رونے سے کام تھا۔ کھانا پینا سونا سب ترک کر دیا اور ہر وقت روتے رہتے اور نماز بھی اس کمرے میں ادا کرتے۔ تین دن تک مسجد نبوی میں حاضر نہ ہوئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے دریافت کیا ثابت بن قیس کہاں ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ جس روز سے یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت سے اپنے

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 59

آپ کو ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے صرف رونے سے کام ہے۔
رحمت عالم ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

يَا ثَابِتُ اَلَا تَرْضَىٰ اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَتُقْتَلَ شَهِيْدًا وَ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ ؟ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ

"کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم عزت و آبرو سے زندگی بسر کرو تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم قیامت کے دن جنت میں داخل ہو۔"

عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے رب کی ان عطاؤں پر بڑا خوش ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس واقعہ کے بعد جتنی مدت اس دار فانی میں بسر کی لوگ ان کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتے اور جب اس عالم فانی سے کوچ کا وقت آیا تو مسیلمہ کذاب کے لشکر سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کا جام نصیب ہوا۔ اور یقیناً اسی طرح روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے گا۔

جو واقعات بعد میں آنے والے تھے نبی کریم نے پہلے ہی ان سے باخبر کر دیا۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بیہقی نے حضرت زید بن ارقم کی حدیث نقل کی ہے ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ نبی رحمت ﷺ ان کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضور نے فرمایا۔

اس بیماری سے تم صحت یاب ہو جاؤ گے، اس کی فکر مت کرو لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم زندہ رہو گے اور تمہاری بینائی جاتی رہے گی تو اس وقت تمہارا رویہ کیا ہو گا؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اس وقت صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑوں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار رہوں گا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا اِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ پھر تمہیں حساب لئے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

سرور عالم کے انتقال کے بعد کافی عرصہ آپ زندہ رہے۔ بعد میں آپ کی بینائی جاتی رہی اور آپ کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطا فرمائی پھر آپ نے اس دنیا

سے انتقال کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جن باتوں سے انہیں آگاہ کیا تھا ہر ایک اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئی۔ اس بیماری سے شفایاب ہوئے جس سے شفایاب ہونے کی قطعاً امید نہ تھی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد اور بیہقی نے عاصم بن حمید سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ حضور ان کو الوداع کہنے کیلئے ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اس اثناء میں انہیں وصیتیں فرمائیں۔ جب وصیتیں فرما چکے تو فرمایا اے معاذ! اب شاید تیری میری ملاقات نہ ہوگی، جب تم واپس آؤ گے تو تمہارا گزر میری مسجد شریف کے پاس سے اور میرے مزار پر انوار کے پاس سے ہوگا۔ حضرت معاذ جدائی کا یہ صدمہ نہ برداشت کر سکے اور رونا شروع کر دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت معاذ حضور کے ہمراہ حج ادا کرنے کیلئے گئے، وہاں سے رحمت عالم نے آپ کو یمن روانہ فرمایا۔ اس کے چند ماہ بعد اللہ کا محبوب اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس چلا گیا۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو ضعیف اور کمزور ہیں اور پہننے کیلئے ان کے پاس صرف دو پرانی چادریں ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کا درجہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ انہیں مقربان بارگاہ الٰہی میں سے ایک براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب عہد فاروقی میں مجاہدین اسلام نے تستر پر حملہ کیا تو دشمن کے لشکر کے دباؤ کی وجہ سے مسلمان مجاہدین ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے۔ مسلمانوں نے حضرت براء کو عرض کی اے براء! نبی کریم ﷺ نے تمہارے بارے میں یہ کہا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کو قسم دو تو اللہ تعالیٰ تمہاری قسم کو پورا کرے گا۔ ہم جس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ تیرے سامنے ہے۔ اب اللہ کو قسم دو تاکہ ہماری اس خستہ حالی پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔ دشمنوں نے میدان جنگ سے رخ پھیر لیا اور پسپائی شروع کی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوئی اس وقت پھر انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

پھر عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیجئے۔ عرض کی یارب العالمین میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ ان دشمنان اسلام کو یہاں سے پسپا کر اور مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملا دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے پھر اہل فارس کی فوج پر حملہ کیا اور ان کو شکست فاش دی اور حضرت براء کو نعمت شہادت سے سرفراز فرمادیا گیا۔ یقیناً وہ اپنے محبوب کے قدموں میں پہنچ گئے۔

عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طبرانی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتی ہیں۔

ایک رات حضور نے میرے حجرہ میں قیام فرمایا۔ صبح کا وقت ہوا، حضور بیدار ہوئے اور وضو کرنے کیلئے طہارت خانہ میں تشریف لے گئے۔ ابھی رات کا اندھیرا تھا۔ تین مرتبہ فرمایا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ تین بار فرمایا نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ حضور جب طہارت خانہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت میمونہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور جب طہارت خانہ میں تھے تو حضور نے تین بار لَبَّيْكَ اور تین بار نُصِرْتَ کے الفاظ کہے۔ طہارت خانہ میں حضور کے ساتھ کوئی اور تھا جس کے ساتھ حضور ہم کلام تھے؟ حضور نے فرمایا بنی کعب کے راجز نے فریاد کی تھی میں اس فریاد کا جواب دے رہا تھا۔

جب حدیبیہ کی صلح ہوئی تھی تو رحمت عالم ﷺ نے تمام قبائل کو یہ اجازت دی تھی کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں اپنی دوستی کا معاہدہ کرلیں۔ چنانچہ بنی بکر نے قریش کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا اور خزاعہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا۔ قریش نے بنی بکر کی امداد کی اور بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا جن کا معاہدہ نبی کریم کے ساتھ تھا۔ قریش نے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اس معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی تھی گویا انہوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا تھا۔ ان حالات میں حضور پر لازم ہو گیا تھا کہ وہ قریش کے ساتھ جنگ کریں جنہوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے خزاعہ پر حملہ کیا تھا اور ان کے بہت سے جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

اسی حملے کے وقت عمرو بن اسلام خزاعی نے حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارا تھا۔

جو فریاد عمرو بن سالم نے سینکڑوں میل دور اپنے علاقہ سے کی تھی اس کی فریاد کو حضور نے مدینہ طیبہ میں سنا اور اس کی امداد کا وعدہ فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے ان کی مدد کا جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے کیلئے تیاری شروع کی اور یہی ان کی عہد شکنی فتح مکہ مکرمہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس کی تفصیل آپ فتح مکہ کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں۔

ابو سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنی بکر نے جب بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو قریش نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنی بکر کی امداد کی، سب نے یکجا ہو کر بنی خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے بیسیوں افراد کو قتل کر دیا۔ ایک روز سرور عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتایا مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ ابو سفیان تمہارے پاس آئے گا اور درخواست کرے گا کہ اس معاہدہ کی تجدید کی جائے اور اس کی مدت میں اضافہ کیا جائے۔ پہلے معاہدہ میں دس سال مدت تھی اب اسے بڑھا کر پندرہ سال کر دیا جائے لیکن وہ ناکام واپس جائے گا۔

کچھ وقت گزرا تو حضور کے ارشاد کے مطابق ابو سفیان وہاں پہنچ گیا اور بڑی لجاجت سے درخواست کی کہ ہم سے جو غلطی ہوئی ہے ہم اس کے لئے معذرت کرتے ہیں، مہربانی فرما کر اس معاہدہ کی تجدید فرمائیں اور اس کی مدت میں اضافہ کر دیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی بات کا جواب ہی نہیں دیا پس وہ خائب و خاسر ہو کر واپس چلا گیا۔ ابو یعلی بیان کرتے ہیں جب لشکر اسلام فتح مکہ کیلئے روانہ ہوا تھا تو جب مر الظہران کے مقام پر پہنچا تو حضور نے فرمایا ابو سفیان کہیں جھاڑیوں میں چھپا ہو گا، اس کو پکڑ لاؤ۔ ہم اس کی تلاش میں گئے۔ وہ ہمیں مل گیا اور ہم اس کو پکڑ کر حضور کی خدمت میں لائے۔

ابن سعد، بیہقی ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابی اسحاق السبیعی سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابو سفیان بیٹھا تھا اور اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں پھر لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کروں۔ ابھی وہ دل ہی دل میں یہ بات کہہ رہا تھا کہ اچانک اللہ کا پیارا نبی تشریف لایا۔ حضور نے اچانک اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور فرمایا اِذًا یُخْزِیْكَ

اللہ اگر تم دوبارہ یہ حماقت کرو گے تو اللہ تعالیٰ حسب سابق پھر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔

ابو سفیان نے ہڑ بڑا کر اوپر دیکھا، نبی کریم ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے اور یہ فرما رہے تھے۔ کہنے لگا کہ مجھے اب یقین ہو گیا ہے اِنَّكَ نَبِيٌّ حَقٌّ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے یہ بات صرف دل میں کہی تھی اور آپ اس پر مطلع ہو گئے۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس رات جب مسلمان فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے اور رات کو تمام لوگ تکبیر و تہلیل کرتے رہے۔ کبھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتیں کبھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعرے گونجتے۔ مسلمان ساری رات طواف بیت اللہ شریف میں مصروف رہے۔ ابو سفیان یہ سارے نعرے سن رہا تھا، اللہ اکبر اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے، اس نے اپنی بیوی ہند سے ازراہ تعجب پوچھا اَتَرِيْنَ هٰذَا مِنَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ "تیرا کیا خیال ہے یہ سارا انقلاب اللہ کی طرف سے آیا ہے" جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرکار نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تم نے ہند سے یہ بات کہی ہے اَتَرِيْنَ هٰذَا مِنَ اللّٰهِ سن میں تمہیں بتاتا ہوں هُوَ مِنَ اللّٰهِ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ابو سفیان پھر حیران ہوا کہ جو بات میں نے اپنی بیوی سے بڑی تنہائی میں کی تھی اس کو حضور نے سن لیا۔ حضور کا یہ معجزہ دیکھ کر پھر اعتراف کیا اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے جلیل الشان رسول ہیں۔ یہ بات میں نے ہند سے کہی تھی لیکن اللہ کے بغیر اور ہند کے بغیر کسی کو بھی اس کی خبر نہیں تھی۔ آپ نے سن لی تو یہ اللہ نے آپ کو سنائی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے: ابو سفیان مسجد میں بیٹھا تھا اور ازراہ حیرت اپنے دوستوں کو کہہ رہا تھا مَا اَدْرِيْ بِمَ يَغْلِبُنَا مُحَمَّدٌ کہ میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ محمد (ﷺ) کس وجہ سے اور کس طاقت سے ہم پر غالب آتے

ہیں۔ ابھی یہ بات کر رہا تھا کہ سرور عالم ﷺ پہنچ گئے۔ حضور نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا بِاللّٰہِ نَغْلِبُكَ اللہ کی مدد سے ہم تم پر غالب آتے ہیں۔ پھر ابو سفیان یہ کہہ اٹھا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

کیونکہ ابوسفیان کے دل میں اسلام کی عداوت اور ہادی اسلام کے بارے میں بغض و عناد کے آتشکدے بھڑک رہے تھے، سرور عالم ﷺ نے اس کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا اور بار بار اپنی شان نبوت کے اس کو جلوے دکھائے۔ پہلا معجزہ دیکھا، زبان نے ان کی صداقت کو تسلیم کیا، دوبارہ دیکھا تو پھر اس بغض میں کچھ کمی ہوئی اور بار بار اپنی شان نبوت کی جلوہ گریوں سے اس کے گندے اور آلودہ دل کو پاک صاف کر کے رکھ دیا، یہاں تک کہ وہ کامل ایمان کے ساتھ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں راسخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت کی وہ شمع روشن ہوئی جسے کوئی طوفان بجھا نہ سکا۔ یہی شخص جس نے اپنی ساری زندگی، سارے وسائل، سارا اثر و رسوخ اور سارا سرمایہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کیلئے صرف کیا وہی ایک دن شمع اسلام کا پروانہ بن گیا۔ جب رحمت عالم ﷺ نے طائف پر لشکر کشی کی تو یہ بھی مجاہدین کے لشکر میں شریک تھا۔ اہل طائف نے جب تیروں کی بارش برسائی تو ایک تیر اس کی آنکھ پر لگا، آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا، اس نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور دوڑتا ہوا بارگاہ نبی رحمت میں آکر عرض پرداز ہوا۔ حضور نے اسے فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پہلی حالت سے بہتر بنا کر تجھے عطا فرمائے اور اگر تو اس سے بہتر جنت میں آنکھ لینا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی آنکھ عطا فرمائے گا کہ کوئی آنکھ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ سرور عالم کی زبان اقدس سے یہ بات سنی تو آنکھ کا ڈھیلا جو اس کے ہاتھ میں تھا زمین پر پھینک دیا کہنے لگا خَيْرًا مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ اس سے بہتر آنکھ مجھے جنت میں عطا فرمائی جائے۔ اس کے بعد عہد فاروقی میں یرموک کی جنگ میں لشکر اسلام میں شامل ہو کر شریک جہاد ہوا۔ اس کی دوسری آنکھ اس دن ضائع ہو گئی اس کے باوجود وہ مجاہدین کو داد شجاعت دینے پر برانگیختہ کرتا اور یہ کہتا رہا۔

هٰذَا يَوْمٌ مِّنْ أَيَّامِ اللهِ اُنْصُرُوْا دِيْنَ اللهِ يَنْصُرُكُمْ (1)

"یہ اللہ کے مخصوص دنوں میں سے ایک دن ہے۔ آج تم اللہ کے دین کی مدد کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔"

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن عساکر حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔

حالت کفر میں، اسلام قبول کرنے سے پہلے، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے صخر نامی ایک انصاری کو شہید کیا تھا۔ یہ اطلاع حضور کو سنائی گئی۔ حضور یہ سن کر ہنس پڑے۔ انصار کو بڑی حیرت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور کی قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور حضور ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس چیز کیلئے نہیں ہنسا لیکن میرے ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ

قَتَلَهُ وَهُوَ مَعَهُ فِيْ دَرَجَةٍ اَيْ فِي الْجَنَّةِ

"اس شخص نے اس کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنت میں اس شہید کے برابر ہو گا۔"

پھر دنیا نے دیکھا کہ عکرمہ نے اسلام قبول کیا اور خلعت شہادت سے سرفراز کیا گیا۔ اس طرح دونوں اسلام کے شہید اور دونوں کا جنت میں درجہ یکساں۔

نبی کریم کو یہ ساری باتیں معلوم تھیں کہ ایسا ہو گا۔ حضور نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کو قتل کر رہا ہے۔ انصار کو اس راز پر آگاہی نہ تھی اس لئے انہیں رنج بھی ہوا اور افسوس بھی۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے ایک روز مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ مجھ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ کا تابعدار بن جاؤں حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی اور ایک نئے دین کو لے کر آئے ہو اس لئے

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 2-71

میں کسی قیمت پر آپ کا دین قبول نہیں کروں گا۔

عثمان کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم دو دن سوموار اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارادہ کیا کہ لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیں۔ مجھے بڑا غصہ آیا میں نے بڑے غصے سے چند سخت باتیں آپ کے ساتھ کیں اور کچھ گستاخیوں کا ارتکاب کیا لیکن حضور کے حلم کے سمندر میں کوئی لہر نہ اٹھی۔ حضور نے بڑے صبر و بردباری کے ساتھ میرے اس ہرزہ سرائی کو سنا۔ پھر حضور نے مجھے فرمایا۔

لَعَلَّكَ سَتَرَى هٰذَا الْمِفْتَاحَ يَوْمًا بِيَدِي أَضَعُ حَيْثُ شِئْتُ

"اے عثمان! عنقریب تو دیکھے گا یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی جس کو چاہوں گا عطا فرماؤں گا۔"

میں سراپا حیرت بن کر بولا۔ لَقَدْ هَلَكَتْ قُرَيْشٌ يَوْمَئِذٍ وَذَلَّتْ جس انقلاب کی آپ بات کر رہے ہیں کیا اس دن قریش خاک میں مل جائیں گے اور انکے جاہ و جلال کا آفتاب غروب ہو چکا ہو گا؟ حضور نے فرمایا نہیں جس دن چابی میرے ہاتھ میں ہو گی وہ قریش کی خوشحالی اور عزت و سرفرازی کا دن ہو گا۔ اتنی بات ہوئی، حضور کعبہ کے اندر چلے گئے لیکن حضور کی یہ باتیں میرے دل میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔ میں نے یہ خیال کیا کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلا ایسے ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جب میری قوم کو میرے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع کے تیروں کی مجھ پر بھرمار کر دی۔ مجھے سب و شتم کی۔ مجھے دھمکیاں دیں چنانچہ مجھے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

جس روز مکہ فتح ہوا حضور نے مجھے یاد فرمایا حاضر ہوا مجھے حکم دیا جاؤ چابی لے آؤ۔ گھر گیا کعبہ شریف کی چابی لے آیا اور بڑے ادب واحترام سے حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ چابی حضرت نے لی پھر حضور نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی اور ساتھ فرمایا۔

خُذُهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا مِنْكَ إِلَّا ظَالِمٌ

"یہ چابی لے لو اور میں تمہیں یہ چابی ہمیشہ کیلئے دے رہا ہوں کوئی شخص تم سے یہ چابی نہیں لے گا جو لے گا وہ ظالم ہو گا۔"

جب میں چابی لے کر واپس لوٹا تو حضور نے پھر مجھے آواز دی اور میں لوٹ کر واپس آیا۔

حضور نے فرمایا ہجرت سے پہلے جو بات میں نے تمہیں کہی تھی وہ پوری ہو گئی یا نہیں۔ میں نے تمہیں کہا تھا تو دیکھے گا ایک روز یہ چابی میرے پاس ہو گی اور جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔

عثمان کو اب یارائے ضبط نہ رہا بلند آواز سے کہنے لگا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد، ابن عساکر اور دیگر محدثین نے اپنی کتب حدیث میں عبد الملک بن عبید سے روایت کیا ہے: شبیہ بن عثمان اپنے ایمان لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جس سال مکہ فتح ہوا اور رسول اللہ ﷺ بزور شمشیر مکہ میں داخل ہوئے، میں نے دل میں طے کیا کہ جب قریش ہوازن کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے حنین جائیں گے اور وہ آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے تو میں اچانک دھوکا سے محمد رسول اللہ پر حملہ کروں گا اور حضور کی شمع حیات کو بجھا کر قریش کے تمام مقتولوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا کہ اگر سارا عرب اور سارا عجم اسلام قبول کر لے تب بھی میں اسلام کو قبول نہیں کروں گا۔ میں اب اس موقع کا انتظار کرنے لگا کہ مجھے موقع ملے تو میں اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہناؤں۔ ہر لحظہ حضور کی عداوت اور اسلام سے مخالفت کا جذبہ قوی سے قوی تر ہوتا جا رہا تھا۔ جب سب لوگ آپس میں گڈمڈ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر سے نیچے اترے تو میں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکالا اور آہستہ آہستہ حضور کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جب میں قریب پہنچ گیا تو میں نے تلوار بلند کی۔ میں وار کرنے والا تھا کہ اچانک آگ کا ایک شعلہ میرے سامنے آگیا اور وہ بجلی کی طرح چمک رہا تھا۔ قریب تھا کہ میری بینائی کو سلب کر لے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں یہ تیز روشنی میری آنکھوں کی بینائی کو سلب نہ کر لے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے میری طرف توجہ فرمائی اور مجھے بلند آواز سے فرمایا یَا شَیْبَةُ اُدْنُ مِنِّیْ اے شیبہ! میرے نزدیک آجاؤ۔ میں قریب ہوا، اس رؤف ورحیم نبی نے اپنا پاکیزہ بابرکت ہاتھ میرے سینہ پر رکھ دیا اور ساتھ ہی اللہ کی جناب میں عرض کی اے اللہ! شیطان کی فریب کاریوں سے اسے پناہ دے۔ شیبہ کہتے ہیں اسی لمحہ میرے دل میں حضور کی محبت کے سیلاب امڈ کر آ گئے۔ وہ مجھے اپنی

ذات سے اپنے کانوں سے اپنی آنکھ سے زیادہ عزیز لگنے لگے اور میرے دل میں کفر اور بغض کی جو آلائشیں تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ حضور نے پھر فرمایا اُدْنُ اے شیبہ اور نزدیک ہو۔ اب دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کر۔ میں حضور کے آگے آگے چلنے لگا۔ میری تلوار دشمن پر بجلی کی طرح گرنے لگی اور ان کو خاک وخون میں ملانے لگی۔

میری یہ کیفیت تھی کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے سامنے آتا تو میں اس کا سر قلم کر دیتا۔ پھر دشمن کے شکست کھانے کے بعد حضور اپنے لشکر میں تشریف لے گئے اور اپنے خیمے کے اندر چلے گئے۔ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے حضور کے خیمہ میں چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر حضور نے فرمایا۔

يَا شَيْبُ الَّذِیْ اَرَادَ اللّٰهُ بِكَ خَيْرٌ مِّمَّا اَرَدْتَّ بِنَفْسِكَ۔

"اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو ارادہ فرمایا وہ ہزار درجہ اس ارادہ سے بہتر ہے جو تو نے اپنے بارے میں کیا تھا۔"

پھر میں نے جو منصوبے بنائے تھے اور جو تجویزیں کی تھیں تفصیل کے ساتھ حضور نے مجھے فرمادیں، جن کا ذکر میں نے کسی سے بھی نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے عرض کی اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر میں نے عرض کی اِسْتَغْفِرْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ اللہ تعالیٰ کی جناب میں میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ اللہ نے تیرے سارے گناہ معاف فرمادیئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو سرور عالمیان نے فرمایا یَا عَبَّاسُ نَاوِلْنِیْ مِنَ الْحَصْبَاءِ مجھے کچھ کنکریاں اٹھا کر دو۔ سرکار کے اس ارشاد کو اس خچر نے سمجھ لیا اور فوراً جھک گیا یہاں تک کہ اس کا پیٹ زمین کو مس کرنے لگا۔ حضور نے خود کنکریوں کی مٹھی بھری اور دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ ہر کافر کی آنکھوں میں وہ کنکریاں پڑیں، ان پر خوف وہراس طاری ہو گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

ان دونوں (عثمان اور شیبہ) نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا اور باقی ساری زندگی اللہ کے دین کیلئے وقف کر دی۔ سرورِ عالم ﷺ نے کعبہ شریف کی جو چابی ابو طلحہ کی اولاد کو عطا کی تھی صدیاں گزر چکی ہیں، بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے، بڑے بڑے حکمران آئے اور

چلے گئے لیکن کسی کو جرات نہیں ہوئی ان سے یہ چابی لے سکے اور قیامت تک ان کے پاس رہے گی۔ اللہ تعالیٰ جو نعمت اپنے محبوب کریم کی وساطت سے کسی کو عطا فرماتا ہے وہ نعمت واپس نہیں لی جاتی۔ حضور نے جب یہ چابی دی تھی فرمایا تھا۔

خُذُوْهَا خَالِدَةً مُّخَلَّدَةً تَالِدَةً اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ یَا بَنِیْ اَبِیْ طَلْحَةَ۔ (1)

"اے ابو طلحہ کی اولاد یہ چابی لے لو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قیامت تک کیلئے۔"

اس ایک واقعہ میں سرور عالم کے کئی معجزات مضمر ہیں۔ ایک اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی نسل قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ چابی قیامت تک اس خاندان کے پاس رہے گی۔ اب تک کسی جابر سے جابر بادشاہ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ چابی ان سے واپس لے۔ اللہ کے حبیب نے جو فرمایا اس کے رب نے اس کے ایک ایک لفظ کو پورا کر دیا۔

تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ داریوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اس میں تمیم الداری، اس کا بھائی نعیم اور چار دوسرے اس قبیلہ کے افراد تھے۔ یہ پہلے عیسائی تھے بعد میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام قابل رشک تھا۔ یہ لوگ دو مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پہلی دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور دوسری دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ شام کے ملک میں کوئی جاگیر عطا فرمائیں۔ حضور کریم ﷺ نے پوچھا کس خطہ میں تم جاگیر چاہتے ہو۔ ابو ہند کہتے ہیں، جو اس وفد کے فرد تھے، ہم مشورہ کیلئے اٹھ گئے تاکہ باہمی مشورہ کر کے عرض کریں۔

تمیم نے مشورہ دیا بیت المقدس اور اس کے اردگرد کا علاقہ طلب کرو۔ ابو ہند نے کہا یہ جگہ اب تک عجم کے بادشاہوں کی اقامت گاہ ہے اب یہ عرب کے سلاطین کی قیام گاہ بن جائے گی اس لئے ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ ہمیں پوری طرح قبضہ نہیں دیں گے۔ تمیم نے کہا کہ چلو بیت حبرون کے متعلق عرض کرتے ہیں۔ ہم اٹھ کر سرور انبیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ حبرون اور اس کے اردگرد کے علاقے ہمیں عطا

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 75

فرمائے جائیں۔ حضور نے ایک چمڑے کا ٹکڑا منگوایا اور ہمارے لئے ایک سند لکھ دی جس کی عبارت یہ تھی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. هٰذَا كِتَابٌ ذُكِرَ فِيْهِ مَا وَهَبَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ لِلدَّارِيِّيْنَ اَعْطَاهُ اللهُ الْاَرْضَ فَوَهَبَ لَهُمْ بَيْتَ عَيْنُوْنَ وَحِبْرُوْنَ وَمَرْطُوْمَ وَبَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ اِلَى الْاَبَدِ شَهِدَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَخُزَيْمَةُ بْنُ قَيْسٍ وَشُرَحْبِيْلُ بْنُ حَسَنَةَ. (1)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ سند ہے جس میں اس جاگیر کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے داریین کو عطا فرمائی۔ انہیں بیت عینون، حبرون، مرطوم، اور بیت ابراہیم کا سارا علاقہ دیا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دیا جاتا ہے درج ذیل گواہ ہیں عباس بن عبد المطلب، خزیمہ بن قیس، شرحبیل بن حسنہ۔"

یہ سند ہمیں عطا فرمائی اور واپس جانے کی اجازت دی پھر فرمایا جب سنو میں مکہ سے ہجرت کر کے چلا گیا ہوں تو دوبارہ ملاقات کرنا ابو ھند کہتے ہیں اجازت ملنے پر ہم واپس چلے گئے اور جب سرور عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ہم مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے عرض کی ہمیں وہ سند دوبارہ لکھ کر دی جائے پھر حضور نے یہ سند ہمیں لکھ دی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. هٰذَا مَا اَعْطٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَمِيْمِ الدَّارِيِّ وَلِاَصْحَابِهٖ اِنَّمَا اَعْطَيْتُكُمْ بَيْتَ عَيْنُوْنَ وَحِبْرُوْنَ وَالْمَرْطُوْمَ وَبَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ بِرُمَّتِهِمْ. وَجَمِيْعَ مَا فِيْهَا بَطِيَّةَ بَتٍّ وَاَنْهَيْتُ وَسَلَّمْتُ ذٰلِكَ لَهُمْ وَلِاَعْقَابِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ اَبَدَ الْاَبَدِ. وَمَنْ اٰذَاهُمْ فِيْهِ اٰذَاهُ اللهُ شَهِدَ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ. عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ. عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَ

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 76-75

مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِی سُفْیَانَ۔

(1)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ سند ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تمیم الداری اور ان کے اصحاب کو دی ہے۔ میں نے تمہیں مندرجہ ذیل خطہ عطا فرمایا: بیت عینون، حبرون، مرطوم، بیت ابراہیم اور اس کے گردونواح۔ میں نے یہ ان کے سپرد کر دیا ہے اور انہیں اور ان کی اولاد کو جو قیامت تک آئے گی سب کو عطا فرمایا ہے۔ جو ان سے یہ چھین کر اذیت پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا۔ گواہوں میں درج ذیل حضرات کے دستخط درج ہیں: ابو بکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔''

حارث والد ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے بنی مصطلق قبیلہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔

غزوہ بنی مصطلق میں مسلمانوں کو دیگر اموال غنیمت کے علاوہ بہت سے مرد و زن (اسیران جنگ) بھی ملے۔ انہیں لے کر سرکار دو عالم ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ان جنگی قیدیوں میں اس قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی، جس کا نام جویریہ تھا وہ بھی قیدی بن کر آئی۔

اس کا باپ حارث بہت سے اونٹ لے کر مدینہ طیبہ کیلئے روانہ ہوا تاکہ یہ اونٹ اپنی بیٹی کے فدیہ کے طور پر ادا کرے اور اس کو واپس گھر لے آئے۔

جب وہ اپنے اونٹوں سمیت وادی عقیق پہنچا تو اس وقت اس نے مڑ کر اونٹوں کی قطار پر نظر ڈالی۔ دو اونٹ جو بڑی اعلیٰ نسل کے تھے اسے وہ بہت پسند آئے۔ چنانچہ اس نے انہیں اس قطار سے نکال کر وہاں کی اس گھاٹی میں چھوڑ دیا، اس نیت سے کہ واپس آؤں گا تو انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر اس نے بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور عرض کرنے لگا آپ

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 86

میری بچی کو جنگی اسیر بنا کر لے آئے ہیں، یہ اس کا فدیہ ہے اسے قبول فرمائیں اور اسے آزاد کر کے میرے ساتھ روانہ فرمائیں۔ حضور نے ان اونٹوں کی طرف دیکھا، فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں چھوڑ کر آئے ہو۔ حارث یہ سن کر حیران ہو گیا اور کہہ اٹھا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ان دو اونٹوں کے بارے میں میرے علاوہ اور کسی کو علم نہ تھا۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری، عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں۔ عدی کہتے ہیں۔

ایک دن میں حضور کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ ایک آدمی حاضر ہوا، اس نے فقر و افلاس کی شکایت کی۔ ایک اور حاضر ہوا اس نے عرض کی ڈاکوؤں اور راہزنوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے، کوئی آدمی سفر پہ جاتا ہے اسے لوٹ لیتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

اے عدی! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تو دیکھے گا ایک خاتون اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے روانہ ہو گی، طویل مسافت طے کر کے کعبہ شریف کا طواف کرے گی پھر واپس آئے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا خوف نہ ہو گا۔

یہ بات سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا بنی طے قبیلہ کے ڈاکو اور راہزن جنہوں نے پورے علاقہ کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر رکھا ہے وہ کہاں جائیں گے۔

پھر حضور نے فرمایا اے عدی! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔

میں نے عرض کی کسریٰ بن ہرمز؟ حضور نے فرمایا وہی کسریٰ بن ہرمز۔ اس کے خزانوں کو فتح کر کے، اے عدی تیری زندگی نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ لوگ سونا چاندی لے کر گھروں سے نکلیں گے، یہ تلاش کریں گے کہ کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اس کا مستحق ہو تو اسے دیں لیکن کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا۔ رحمت عالم ﷺ نے تین باتیں فرمائیں۔ عدی کہتے ہیں دو باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہیں: میں نے خاتون کو دیکھا کہ حیرہ

سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ گئی، بیت اللہ شریف کا طواف کیا، واپس آئی اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کسی کا اندیشہ نہ تھا۔

دوسری بات میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے شہنشاہ ایران کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا۔ اگر تم لوگوں کی عمر میں درازی ہوئی تو تم تیسری بات بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

امام بیہقی کہتے ہیں تیسری بات بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اڑھائی سال حکومت کی اور ان کے عدل و انصاف کی برکت سے اڑھائی سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی مالی حالت اتنی بہتر ہوگئی کہ لوگ زکوۃ دینے کیلئے اپنا مال زکوۃ لاتے تھے اور ڈھونڈتے تھے کہ کوئی ایسا آدمی ملے جو زکوۃ کا مستحق ہو لیکن تلاش بسیار کے باوجود انہیں ایسا آدمی نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ وہ مال زکوۃ لے کر واپس چلے جاتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں تمام لوگ اتنے غنی ہوگئے تھے کہ ان میں کوئی زکوۃ لینے والا نہ تھا۔

ذوالجوشن کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد نے ابی اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ذوالجوشن کلابی ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نے اس سے پوچھا کون سی چیز تمہیں اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے؟

وہ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی پھر آپ کو اپنے گھر سے جلاوطن کر دیا پھر آپ سے جنگیں کیں۔ میں انتظار میں ہوں، اگر وہ آپ پر غالب آگئے تو پھر میں آپ کا دین قبول نہیں کروں گا۔

حضور نے ذوالجوشن کو کہا اگر تیری زندگی نے وفا کی اور قلیل عرصہ تو زندہ رہا تو دیکھے گا میں ان تمام پر غالب آجاؤں گا۔ ذی الجوشن کہتا ہے اس انتظار میں میرے دن گزرتے رہے، اچانک ایک روز مکہ کی طرف سے ایک قافلہ آیا، میں نے ان سے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا ہے اور تمام لوگوں نے حضور کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

یہ سن کر اس کو بہت صدمہ پہنچا بار بار دل میں کہتا جس وقت نبی کریم نے مجھے اسلام

قبول کرنے کی دعوت دی تھی کاش اس وقت میں اسلام قبول کر لیتا۔

پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد بن الربیع الجزیزی کہتے ہیں مجھے ریحانہ کے باپ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک روز کہا اے ریحانہ کے باپ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہو گی جب تم ایک قوم کے پاس سے گزرو گے جو کسی جانور کو باندھ کر تیر اندازی کر رہے ہوں گے، تم کہو گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر چلائے جائیں۔ وہ جھٹ کہیں گے ہمیں قرآن کی آیت پڑھ کر سناؤ جو اس بارے میں نازل ہوئی۔

ابو ریحانہ کہتے ہیں کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جنہوں نے ایک مرغی باندھی تھی اور اس پر نشانہ لگا رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو منع کیا کہ حضور ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے تو انہوں نے کہا ہمیں کوئی آیت پڑھ کر سناؤ جس میں اس بات سے منع کیا گیا ہو۔

ابو ریحانہ کہ اٹھے صدق اللہ و رسولہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔

یعنی جو بات سرور عالم ﷺ نے مجھے کہی تھی کہ تم ایک دن ایسی قوم کے پاس سے گزرو گے جو ایسی حرکت کر رہے ہوں گے تو تم انہیں کہو گے کہ یہ کام نہ کرو، اللہ اور رسول نے منع کیا ہے تو وہ کہیں گے ہمیں وہ آیت سناؤ جس میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہو۔

حضور نے جو فرمایا تھا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

معاویہ بن معاویہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور بیہقی نے علاء بن محمد الثقفی سے روایت کی ہے: غزوہ تبوک میں ہم حضور کے ہمرکاب تھے۔ ایک روز صبح سورج طلوع ہوا لیکن بڑی چمک دمک کے ساتھ اور نورانیت کے ساتھ۔ میں نے اس سے پہلے اس چمک دمک کے ساتھ سورج کو طلوع ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اتنے میں جبرئیل امین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے جبرئیل سے پوچھا آج کیا وجہ ہے کہ سورج ایسی چمک دمک اور نورانیت سے طلوع ہو رہا ہے کہ پہلے کبھی ایسا طلوع نہ ہوا تھا۔ جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ آج مدینہ طیبہ میں معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں

شرکت فرمائیں۔ حضور نے پوچھا یہ شان انہیں کیسے نصیب ہوئی؟ جبرئیل نے بتایا آپ رات دن چلتے بیٹھتے ہر حالت میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد پڑھا کرتے تھے۔ جبرئیل امین نے عرض کی یارسول اللہ اگر آپ حکم دیں تو میں اس زمین کو سکیڑ دوں اور متوفی کو آپ کے سامنے کر دوں تاکہ حضور اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضور نے فرمایا نعم۔ چنانچہ زمین سمیٹ دی گئی، راستوں کی رکاوٹیں دور کر دی گئیں اور حضور ﷺ نے سفر تبوک میں صدہا میل کی مسافت پر معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ ادا کی۔

امام بیہقی اور ابو نعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے ایک انصاری آیا اور دوسرا بنی ثقیف کا ایک فرد۔ دونوں نے عرض کی یارسول اللہ ہم حضور سے کچھ سوال کرنے کیلئے آئے ہیں۔ حضور نے فرمایا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ تم کیا پوچھتے ہو اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں خاموش رہتا ہوں اور تم سوال کرو۔ دونوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے بتائے بغیر اگر حضور خود بتائیں گے کہ یہ سوالات پوچھنے کیلئے ہم حاضر ہوئے ہیں تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ حضور سرور عالم نے ثقفی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تورات کی نماز کے بارے میں، اپنے رکوع، سجدہ کے بارے میں، روزوں اور غسل جنابت کے بارے میں پوچھنے آیا ہے۔ پھر روئے سخن انصاری کی طرف کر کے فرمایا تو یہ بات پوچھنے آیا ہے کہ تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا چاہتا ہے، گھر سے کیسے نکلے۔ عرفات میں کیسے وقوف کرے، سر کے بال کیسے منڈائے، بیت اللہ شریف کا طواف کیسے کرے اور کنکریاں کیسے مارے۔ دونوں نے عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اِنَّہٗ لَلَّذِیْ جِئْنَا نَسْاَلُکَ عَنْہُ (1)

"اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہی مسائل تھے جن کو دریافت کرنے ہم حاضر ہوئے۔"

عیینہ بن حصن الفزاری

امام بیہقی اور ابو نعیم عروہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ایک روز عیینہ بن حصن حضور کی خدمت میں آیا، اجازت طلب کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو میں اہل طائف کے پاس جاؤں اور ان سے گفتگو کروں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ حضور نے اسے

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 89

اجازت دے دی۔ جب ان کے پاس پہنچا تو کہنے لگا: اپنی جگہ سے مت ہٹنا تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو، اپنے قلعہ کی چابیاں ان کے حوالے مت کرنا۔ تمہارے باغات کے درخت اگر کاٹے گئے تو اس سے پریشان نہ ہونا۔ یہ باتیں کر کے پھر واپس آیا۔ حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا۔ میں نے ان کو تاکید کی کہ اسلام ضرور قبول کر لیں اور میں نے عذاب دوزخ سے انہیں بہت ڈرایا ہے اور جنت میں جانے کا شوق دلایا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ خداداد قوت سے اس بد نصیب کو دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں سن رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کذبت تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تم نے ان کو یہ باتیں کہی ہیں، اور جو گفتگو اس نے ان کے ساتھ کی تھی اس کی ایک ایک بات حضور نے اسے بتادی۔ اب بیساختہ کہہ اٹھا۔

صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُوْبُ اِلَى اللهِ وَاِلَيْكَ مِنْ ذٰلِكَ

"حضور نے سچ فرمایا میں اپنی اس حماقت سے اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور حضور کی جناب میں بھی توبہ کرتا ہوں۔"

☆☆☆☆

نبی برحق ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ان قوموں کے بارے میں بتایا جن سے ان کی جنگیں ہوں گی، ان شہروں کے بارے میں بتایا جن کو فتح کریں گے۔ ان بے شمار احادیث میں سے چند احادیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَكِرْمَانَ قَوْمًا مِّنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ (1)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جبکہ تم خوض اور کرمان کے عجمی قبیلوں سے جنگ نہیں کرو گے۔ پھر ان کا حلیہ بتایا، فرمایا: ان کے چہرے سرخ اور ان کی ناکیں چپٹی ہوں گی۔ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے ڈھال۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسی قوم کے ساتھ

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 1، صفحہ 96

جنگ نہ کرو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔''

امام بیہقی کہتے ہیں ایسی قوم سے جنگ ہوئی ہے۔ وہ خارجیوں کا ایک فرقہ تھا جو ''رے'' کے قرب وجوار میں رہتے تھے۔ ان کے پاؤں کی جوتیاں بالوں کی تھیں۔

اَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُّ مِنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَ الْھِنْدِ۔

''امام بیہقی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم ہندوستان پر حملہ کرو گے۔''

امام بیہقی اور حاکم روایت کرتے ہیں، حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے کہ عبد اللہ بن حواذ الازدی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اے مسلمانو! تمہارے تین بڑے لشکر ہوں گے، ایک لشکر شام میں ہوگا، دوسرا بڑا لشکر عراق میں اور تیسرا بڑا لشکر یمن میں ہوگا۔

عبد اللہ بن حواذ صحابی موجود تھے۔ عرض کی یارسول اللہ! حضور مجھے فرمائیں میں کہاں سکونت اختیار کروں؟ حضور نے فرمایا تم شام میں سکونت اختیار کرو۔

ابن سعد نے ذی الاصالح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں نے عرض کی یارسول اللہ۔

اِنِ ابْتُلِیْنَا بِالْبَقَاءِ مِنْ بَعْدِكَ فَاَیْنَ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اَنْزِلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

''حضور کے وصال کے بعد اگر ہمیں زندہ رہنے کی مصیبت میں مبتلا رکھا جائے تو حضور کا کیا حکم ہے، میں کہاں سکونت اختیار کروں۔''

حضور نے فرمایا تم بیت المقدس میں سکونت اختیار کرنا، شاید اللہ تعالیٰ تجھے ایسی اولاد عطا فرمائے جو مسجد اقصیٰ کو آباد کرے۔ صبح شام نماز پڑھنے کیلئے وہاں جائیں اس طرح مسجد کی آبادی میں اضافہ ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

کہ تم اس سرزمین کو فتح کرو گے جہاں قیراط کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ تمہارے ان کے دو رشتے ہیں ایک ذمہ کا کہ وہ صلح سے ذمی بن کر رہ رہے ہیں دوسرا یہ کہ تمہاری ان سے رشتہ داری ہے۔ جب تم دیکھو کہ دو آدمی

ایک اینٹ کے برابر زمین پر جھگڑ رہے ہیں تو وہاں سے سکونت ترک کر کے چلے جانا۔

چنانچہ ابوذر ایک دن گزرے دیکھا ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شر حبیل بن حسنہ اینٹ کی مقدار زمین پر جھگڑ رہے تھے۔ آپ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مصر سے سکونت ترک کر کے چلے گئے۔

طبرانی اور حاکم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مصر کو فتح کرو تو قبط کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ایک اسلئے کہ وہ ذمی ہیں دوسرا اسلئے کہ تمہاری اور ان کی رشتہ داری ہے۔ حضرت اسماعیل جو اہل عرب کے جد تھے ان کی والدہ ھاجرہ مصری تھیں، اسی طرح حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی والدہ جن کا نام ماریہ تھا وہ بھی قبطی قوم سے تھیں۔

ابو نعیم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے آپ کہتی ہیں رسول اللہ نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی تھی: مصر کے قبیلوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ تم یقیناً ان پر غلبہ حاصل کرو گے اور جہاد فی سبیل اللہ میں وہ تمہارے دست و بازو ثابت ہوں گے۔ ابن اسحاق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب ہم دشمن سے بچاؤ کیلئے مدینہ طیبہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے تو ایک سفید رنگ کی سخت چٹان حائل ہو گئی۔ ہم اس کو توڑنے کیلئے بڑی بڑی گینتیاں استعمال کرتے رہے لیکن اس چٹان میں ذرا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے جا کر بارگاہ رسالت میں شکایت کی، یہ سن کر رحمت عالم خود تشریف فرما ہوئے۔ حضور نے حضرت سلمان کے ہاتھ سے گینتی لی فرمایا بسم اللہ، یہ کہ کر اسے ایک ضرب لگائی اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ ہو گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس ضرب کے وقت ایک نور ظاہر ہوا جس نے مدینہ شریف کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کو روشن کر دیا۔

حضور نے فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الشَّامِ اللہ اکبر مجھے شام کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں بخدا میں یہاں کھڑے ہو کر شام کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔

دوسری بار اللہ اکبر کہہ کر ضرب لگائی پھر ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا پھر روشنی چمکی ملک فارس کی طرف اور درمیانی علاقہ روشن ہو گیا حضور نے فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ

أُعْطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْفَارِسَ اللہ سب سے بڑا ہے مجھے فارس کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں خدا کی قسم میں یہاں کھڑے ہوئے حیرہ، مدائن کے محلات دیکھ رہا ہوں نیز فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان ممالک پر غالب آئے گی۔ پس تمہیں اس فتح کی مبارک ہو۔ یہ سن کر مسلمانوں کی خوشی کی حد نہ رہی۔

پھر حضور نے اللہ کا نام لے کر تیسری ضرب لگائی وہ حصہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا اور یمن کی طرف نور چمکا اور مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان علاقہ روشن ہو گیا وہ روشنی ایسی تھی جس طرح کسی اندھیری عمارت میں شمع روشن ہو فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْیَمَنِ بخدا میں یہاں صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ جب یہ بات منافقین نے سنی تو کہنے لگے مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) اللہ اور اس کے رسول نے جو عدہ کیا ہے وہ جھوٹا کیا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ جب یہ علاقے اور شہر فتح ہو گئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔

اِفْتَحُوْا مَا بَدَا لَکُمْ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ بِیَدِہٖ مَا فَتَحْتُمْ مِنْ مَدِیْنَۃٍ وَلَا تَفْتَحُوْنَھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّا قَدْ اَعْطَی اللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِحَھَا قَبْلَ ذٰلِکَ (1)

"اے مسلمانو! جو چاہو ملک فتح کرو۔ جو شہر اب تک تم نے فتح کئے ہیں یا قیامت تک فتح کرو گے وہ وہی ملک اور شہر ہیں جن کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو عطا فرمائی تھیں۔"

جب تین ضربوں سے حضور نے چٹان کو پارہ پارہ کر دیا حضور نے اپنے صحابہ کو بتایا کہ جبرئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میری امت ان ملکوں پر غالب آجائے گی میں تمہیں فتح و کامرانی کی خوشخبری سناتا ہوں۔

یہ تمام صحابہ کرام نے بھی سنا لیکن کسی کے دل میں حضور کے ارشاد کے بارے میں ذرا شک پیدا نہیں ہوا بلکہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ ہمارے آقا ﷺ جو فرما رہے ہیں حق ہے، جو کہہ رہے ہیں وہ ضرور ہو گا لیکن وہاں جو منافق تھے ان کے دلوں میں شکوک و

1۔ حجۃ اللہ العالمین، جلد 2، صفحہ 97

شبہات کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا (حضور کا نام نامی لے کر) کہ وہ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ یثرب میں کھڑے ہوئے وہ حیرہ، مدائن کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں اور وہ تمہیں بشارتیں دے رہے ہیں کہ تم ان ملکوں کو فتح کرو گے حالانکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ اپنے بچاؤ اور دفاع کیلئے تم خندق کھودنے پر مجبور ہو۔ تمہاری بے بسی ایسی ہے کہ قضائے حاجت کیلئے باہر نہیں نکل سکتے۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ○

"منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بغض ہے وہ تو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ نرا دھوکہ ہے۔"

حضور کے علم کے بارے میں کسی مومن کے دل میں شبہ پیدا نہیں ہو سکتا جن کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے وہ غور کریں کہ کہیں منافقین کا طریقہ تو نہیں اپنا رہے۔

امام احمد اور مسلم عتبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ زمینیں تم پر فتح ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہیں کافی ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے گھروں کو سازو سامان سے آراستہ و پیراستہ کرو گے جس طرح کعبہ کو کیا جاتا ہے۔ تم آج کے روز اس روز سے بہت بہتر ہو دین اور ایمان کے لحاظ سے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت امام حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

سَتُفْتَحُ مَشَارِقُ الْاَرْضِ وَمَغَارِبُهَا عَلٰی اُمَّتِیْ اِلَّا وَعُمَّالُهَا فِی النَّارِ اِلَّا مَنِ اتَّقَی اللّٰهَ وَاَدَّی الْاَمَانَةَ۔ (1)

"میری امت پر زمین کے مشارق و مغارب سب فتح ہو جائیں گے، کان کھول کر سن لو اس کے عمال اور کار پرداز دوزخ کا ایندھن ہوں گے بجز ان لوگوں کے جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور امانت میں خیانت نہیں کرتے۔"

دنیا بھر کے ممالک کی فتوحات کی خوشخبری دینے کے بعد امت کا مرشد برحق

1۔ حجۃ اللہ العالمین، جلد 2، صفحہ 99

ﷺ انہیں متنبہ فرما رہا ہے کہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تمہیں اب ہر طرح کی آزادی ہے جو چاہو کرو ایسی بات نہیں جو اللہ سے ہر معاملہ میں ڈرتا رہے گا اور امانت میں رائی کے دانے کے برابر بھی خیانت کا مرتکب نہیں ہو گا صرف وہی لوگ آخرت میں جنت کے مستحق ہوں گے۔ دولت کی فراوانی، زرخیز زمینوں کے وسیع رقبے اور فلک بوس عمارتیں اور محلات تمہیں مغرور نہ کر دیں۔ تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دیں۔ کتنا کریم ہے ہمارا آقا جہاں ہمارے پھسلنے کے اور طوفان فسق و فجور میں بہ جانے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں وہاں ان کے ارشادات ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کر رہے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عبرتناک انجاموں سے بچانے کی جدوجہد فرما رہے ہوتے ہیں۔

جب سرکار دو عالم ﷺ کا گرامی نامہ کسریٰ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے اسے پڑھا اور دیکھا کہ اس کے نام سے پہلے سرور عالم ﷺ نے اپنے اسم گرامی کو لکھا ہے تو غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس گرامی نامہ کو پرزے پرزے کر دیا۔ اس وقت یمن کا صوبہ کسریٰ کے ماتحت تھا اور کسریٰ کا مقرر کردہ گورنر وہاں کاروبار حکومت کا ذمہ دار تھا۔ کسریٰ نے اپنے یمن کے عامل باذان کو بڑا قہر آمیز خط لکھا کہ تمہارے علاقے میں ایک ایسا آدمی پیدا ہوا ہے جس نے مجھے خط لکھنے کی جسارت کی ہے اور آداب شاہی کو پس پشت ڈالے ہوئے ہے۔ اس نے اپنے نام کو شہنشاہ ایران کے نام سے پہلے لکھا ہے۔ اسے گرفتار کر کے فوراً میرے دربار میں پیش کرو۔ چنانچہ باذان نے دو سمجھدار اور طاقتور آدمی مدینہ طیبہ بھیجے اور اپنی طرف سے انہیں ایک خط لکھ کر دیا۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے باذان کا خط بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور حضور نے اسے پڑھا کر سنا۔ فرمایا یہ مہمان ہیں ان کو صبح لے آنا۔

چنانچہ دوسری صبح وہ پھر حاضر کیے گئے۔ حضور نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنے گورنر کو جا کر میری طرف سے کہو کہ میرے رب نے اس کے رب (کسریٰ) کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ جب وہ خط لے کر واپس پہنچے تو ادھر یہ اطلاع مل گئی تھی اور شیرویہ کا مکتوب اسے مل گیا تھا کہ میں نے ایرانیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے خسرو پرویز کو قتل کر دیا ہے اب تم لوگوں کو کہو کہ میری اطاعت قبول کریں۔

باذان کو جب یہ پیغام ملا تو اسے یقین ہو گیا کہ حضور اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں، وہ ایمان لایا اور دوسرے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

سرورِ عالم کا مدینہ طیبہ سے خسرو پرویز کے قتل کا مشاہدہ کرنا اور یہ بتانا کہ اس کا قاتل کون ہے، کوئی دشمن نہیں بلکہ اس کے بیٹے نے اسے جہنم رسید کیا ہے،
یہ اس کے لئے حضور کی صداقت کے ایسے شاہد عدل تھے جس کا وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔

دنیا کے فریب سے بچنے کی ہدایت

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ وَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ (1)

"نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا بڑی میٹھی ہے اور بڑی سر سبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ اس سامان عیش و نشاط کی فراوانی میں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ کیا اللہ سے ڈرتے ہو اور اس کے احکام بجا لاتے ہو، جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے دور رہتے ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں دنیا سے پرہیز کرنا اور عورتوں سے بچنا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کو سب سے پہلے جس فتنہ میں مبتلا کیا گیا وہ عورتیں تھیں۔"

ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ہمیں تو خشک سالی نے تباہ کر دیا ہے۔ حضور نے اسے فرمایا مجھے اس خشک سالی سے زیادہ اور چیز سے ڈر لگتا ہے وہ یہ کہ دنیا تم پر انڈیل دی جائے اور تم اپنے رب سے غافل ہو جاؤ۔ قحط سالی سے زیادہ یہ چیز میری امت کیلئے خطرناک ہے۔

امام ابو داؤد حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّكُمْ مَنْصُورُونَ اے میرے امتیو! ہر میدان میں تمہاری مدد کی جائے گی، سارے خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس کو یہ موقع نصیب ہو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، نیک کاموں کا لوگوں کو حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 107

امام مسلم اپنی صحیح اور دیگر جلیل القدر محدثین اپنی کتب حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے ایک دن ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا۔

"اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا ہے۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لئے لپیٹی گئی ہے۔"

پھر فرمایا۔

اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ

"مجھے دونوں خزانے احمر (سونا) ابیض (چاندی) عطا فرمائے گئے ہیں۔"

میں نے اپنے اللہ سے التجا کی یارب العالمین قحط سالی سے میری امت کو ہلاک نہ کرنا۔ اور ان پر ایسا دشمن مسلط نہ کرنا جو ان کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ میرے رب نے میری التجا کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

یَا مُحَمَّدُ اِذَا قَضَیْتُ قَضَآءً فَاِنَّہٗ لَا یُرَدُّ وَاِنِّیْ اَعْطَیْتُکَ لِاُمَّتِکَ اِنِّیْ لَا اُھْلِکُھُمْ بِسَنَۃٍ عَامَّۃٍ وَلَا اُسَلِّطُ عَلَیْھِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰی اَنْفُسِھِمْ یَسْتَبِیْحُ بَیْضَتَھُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَیْھِمْ مَنْ بِاَقْطَارِھَا حَتّٰی یَکُوْنَ بَعْضُھُمْ یُھْلِکُ بَعْضًا۔

"اے میرے حبیب! جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اس فیصلہ کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان تمام کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان کے اپنے بغیر ان پر کسی دشمن کو مسلط نہیں کروں گا جو ان کی اکثریت کو قتل کر دے۔ اگر دنیا کے اطراف واکناف کے سارے دشمن اکٹھے ہو کر ان پر حملہ کریں تب بھی وہ ان کو تباہ نہیں کر سکتے جب تک یہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے نہ ہوں۔"

صحابہ نے پوچھا۔

اَنَحْنُ الْيَوْمَ خَيْرٌ اَمْ ذَاكَ

"کیا آج جس حالت میں ہم ہیں وہ بہتر ہے یا وہ حالت بہتر ہو گی۔"

حضور نے فرمایا۔

بَلْ اَنْتُمُ الْيَوْمَ مُتَحَابُّوْنَ وَاَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ مُتَبَاغِضُوْنَ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (1)

"تمہارے لئے یہ حالت بہت اچھی ہے۔ اب تم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو اور اس دن تم ایک دوسرے کے ساتھ بغض کرو گے، ہر ایک دوسرے کی گردن کاٹنے کے درپے ہو گا۔"

آخر میں رحمت عالم ﷺ کا ایک اور سبق آموز ارشاد گرامی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، امام بخاری و مسلم نے حضرت عامر بن عوف سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهِ مَا اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْا كَمَا تَنَافَسُوْا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا اَلْهَتْهُمْ

"بخدا مجھے تمہارے فقر و غربت سے کوئی خوف نہیں، مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف ہے کہ دنیا تمہارے لئے کشادہ کر دی جائے گی جس طرح ان لوگوں کیلئے کشادہ کر دی گئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں پھر تم ایک دوسرے کے ساتھ دنیا سے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے میں مقابلہ کرنے لگو گے جس طرح وہ کیا کرتے تھے اور یہ مال و دولت کی کثرت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو اس نے غافل کر دیا تھا۔"

امام طبرانی عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک سے پوچھا اے عوف! جب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، تمہارا کیا حال ہو گا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کب واقع ہو گا۔

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 108

سرور عالم ﷺ نے اس وقت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں جن میں سے اہم پیش خدمت ہیں۔

وَاتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا۔ وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا۔ وَالْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا وَتُفُقِّہَ فِی الدِّیْنِ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَقْصٰی اَبَاہُ۔ وَلَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا۔

"جس وقت اموال فیٔ کو اقرباء پروری کا ذریعہ بنایا جائے گا اور زکوۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے گا۔ لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں گے لیکن ان کے پیش نظر اللہ کی رضا نہ ہو گی۔ جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور اپنی ماں کا نافرمان ہو گا اور اپنے باپ کو دور بھگا دے گا اور جب امت کے آخری لوگ سابقین اولین پر لعنت بھیجنے لگیں گے۔"

ان نشانیوں کے ذکر کے بعد حضور نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

سَیِّدُ الْقَبِیْلَۃِ فَاسِقُھُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَھُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ اِتِّقَاءَ الشَّرِّ (1)

"قبیلہ کا سردار وہ ہو گا جو سب سے زیادہ فاسق ہو گا قوم کا راہبر ذلیل ترین شخص ہو گا۔ کسی شخص کی عزت اس لئے نہیں کی جائے گی کہ وہ عزت کے لائق ہے بلکہ اس کے شر سے بچنے کیلئے کی جائے گی۔"

سرور عالم ﷺ نے جب یہ بتایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں صرف ایک فرقہ جنت کا مستحق ہو گا تو عرض کی گئی یارسول اللہ وہ خوش نصیب فرقہ کون سا ہو گا۔

ارشاد فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ جس راستہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہوں گے اس راستہ پر چلنے والا فرقہ نجات یافتہ ہو گا اور جنت کا مستحق ہو گا۔

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 138

روافض کے بارے میں ارشاد

عبداللہ بن احمد نے مسند میں نقل کیا ہے، بزاز، ابو یعلی، حاکم، ان ائمہ حدیث نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِيْكَ مِنْ عِيْسٰى مَثَلًا اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهٗ وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَ بِهَا۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! تیری عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دو وجہ سے مشابہت ہے۔ یہود نے آپ سے بغض کیا اور اس بغض میں اتنا غلو کیا کہ حضرت مریم علیہا السلام پر تہمتیں لگائیں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ محبت کی تو انہوں نے انہیں الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا۔

پھر علی مرتضیٰ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ يَهْلِكُ فِيَّ اثْنَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَاٰنِيْ اَنْ يَّبْهَتَنِيْ

''دو فرقے (دو قسم کے لوگ) میری وجہ سے گمراہ ہوں گے۔ ایک محب مفرط جو میری محبت میں حد سے تجاوز کر جائیں گے اور دوسرا میرے ساتھ بغض کرے گا اور اس بغض میں تمام حدود کو پھلانگ جائے گا۔''

امام بیہقی نے علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ قَوْمٌ يُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةَ يَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ (1)

''میری امت سے ایک قوم ہو گی جنہیں رافضہ کہا جائے گا کیونکہ انہوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہو گا۔''

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 141

منکرین سنت کے بارے میں ارشاد

امام بیہقی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا۔ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ خبردار! غور سے سنو۔ مجھے کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ۔

"عنقریب ایک آدمی آئے گا جس کا پیٹ بھرا ہو گا وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہو گا اور یہ کہے گا اے لوگو تم پر لازم ہے صرف اس قرآن پر عمل کرو، جس چیز کو قرآن کریم نے حلال کیا ہے اس کو حلال سمجھو جس کو اس نے حرام کیا ہے اسے حرام سمجھو۔"

اس سے حضور کا مقصد یہ تھا کہ سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل کرنے والے مغرور اور دولتمند ہوں گے جو بیش قیمت صوفوں پر غرور و نخوت کا پتلا بنے بیٹھے ہوں گے اور لوگوں کو تلقین کر رہے ہوں گے کہ صرف قرآن پر عمل کرو، سنت پر عمل نہ کرو۔

امام بیہقی نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْ نَھَیْتُ عَنْہُ وَیَقُوْلُ لَا نَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ۔ (1)

"میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے تو وہ کہے میں تو اس چیز کو نہیں جانتا۔ جو کتاب اللہ میں پائیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ گویا احادیث نبوی کو وہ شخص قابل اتباع نہیں سمجھے گا۔"

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو سرور عالم ہادی برحق ﷺ کی سنت کا

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 142

منکر ہے۔

شرطہ اور نیم برہنہ عورتوں کے بارے میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا۔ قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ عَلٰى رُءُوْسِهِنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ۔ (1)

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا یعنی میرے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح درے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہوگا جنہوں نے لباس پہنا ہوگا پھر بھی وہ ننگی ہوں گی۔ ناز نخرے سے کبھی ادھر جھکیں گی کبھی ادھر۔ ان کے سروں کے بالوں کا ایک گچھ ہوگا جو بختی اونٹ کی کوہان سے مشابہت رکھتا ہوگا۔"

فرمودات مصطفوی، دم اور دعائیں

رحمت عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو مختلف بیماریوں، مختلف پریشانیوں، قرضہ، تنگدستی وغیرہ کیلئے دعائیں تعلیم فرماتے تھے اور دم سکھاتے تھے تاکہ ان کی برکت سے ان کی بیماریاں دور ہوں، ان کی پریشانیاں دور ہوں اور انہیں راحت و اطمینان نصیب ہو۔

یہ دنیا دار المحن ہے۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے قارئین کے سامنے اس فیض مصطفوی کی چند جھلکیاں پیش کروں تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق ان سے استفادہ کر سکے۔

یہ ایسے دم ہیں اور ایسی دعائیں ہیں جن کے پڑھنے سے حضور کی توجہ اور برکت سے تکالیف بھی دور ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور اس کی شان رحمت و رحمانیت پر یقین

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 142

پختہ ہوتا ہے۔

بخار کیلئے

امام بیہقی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک روز نبی کریم ﷺ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے آپ کو بڑا تیز بخار تھا اور آپ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ حضور نے فرمایا اے عائشہ !اس کو برا مت کہو۔ یہ تو حکم الٰہی کا تابع ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھادوں کہ اگر تم یہ کلمات کہہ کر اپنے آپ کو دم کرو گی تو اللہ تعالیٰ بخار کو دور فرمادے گا۔ آپ نے عرض کی مجھے وہ کلمات ضرور سکھادیں۔ حضور ﷺ نے یہ کلمات حضرت عائشہ صدیقہ کو تعلیم کئے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ جِلْدِی الرَّقِیْقَ وَعَظِمِی الدَّقِیْقَ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِیْقِ
یَا اُمَّ مِلْدَمْ : اِنْ کُنْتِ اٰمَنْتِ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ لَا تُصَدِّعِی الرَّاْسَ
وَلَا تُنْتِنِی الْفَمَ وَلَا تَاْکُلِی اللَّحْمَ وَلَا تَشْرَبِی الدَّمَ وَتَحَوَّلِیْ
عَنِّیْ اِلٰی مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلمات دہرائے اور فوراً بخار اتر گیا۔

جنات کے اثرات کو دور کرنے کیلئے

امام بیہقی اور ابن سعد نے ابو العالیہ الریاحی سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ ایک مکار جن مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ حضور ﷺ نے پڑھنے کیلئے یہ کلمات سکھائے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ
مِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ
مَا یَعْرُجُ فِی السَّمَآءِ وَمَا یَنْزِلُ فِیْھَا مِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا
یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ۔

حضرت خالد فرماتے ہیں حضور کے ارشاد کے مطابق میں یہ دم پڑھتا رہا اللہ تعالیٰ نے اس مکار جن کی مکاری سے مجھے بچالیا۔

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 198

بچھو کے کاٹنے کا دم

قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے بتایا کہ ایک آدمی کو بچھو نے ڈس لیا۔ اس کی اطلاع سرور عالم ﷺ کو ہوئی تو فرمایا شام کے وقت اگر یہ دم پڑھ لیتا تو اسے کوئی چیز ضرر نہ دیتی۔ کلمات یہ ہیں۔

اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

میرے خاندان کی ایک عورت یہ پڑھا کرتی تھی ایک دفعہ اسے سانپ نے ڈس لیا لیکن اسے کوئی ضرر نہ ہوا۔

ابن سعد طبقات میں عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید کو بے خوابی کی تکلیف ہوگئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم ان کا ورد کرو تو تمہاری بے خوابی دور ہو جائے اور تم کو نیند آجائے۔ کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَ
مَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ۔ کُنْ جَارِیْ مِنْ شَرِّ
خَلْقِکَ کُلِّھِمْ جَمِیْعًا اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی
عَزَّ جَارُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

فقر و تنگدستی کو دور کرنے کیلئے

امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ایک روز ایک آدمی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا عرض کی۔ اَلدُّنْیَا اَدْبَرَتْ عَنِّیْ دنیا نے میری طرف سے پیٹھ پھیر لی ہے اور منہ بھی پھیر لیا ہے۔" سرور کائنات ﷺ نے اس آدمی کو کہا کہ ملائکہ کی جو نماز اور اللہ کی مخلوق کی جو تسبیح ہے اس سے تو کیوں غافل ہو گیا ہے، اسی کے صدقے ان سب کو رزق دیا جاتا ہے۔

جب صبح صادق طلوع ہو تو یہ تسبیح ایک سو بار پڑھا کرو۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَأْتِیْكَ الدُّنْیَا صَاغِرَةً دنیا تیرے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔

اپنے آقا ﷺ کا یہ ارشاد حرز جاں بنانے کے بعد وہ آدمی واپس چلا آیا۔ کچھ مدت ٹھہرا رہا پھر حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اتنی دولت آگئی ہے مجھے اس کے رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

امام بیہقی خارجہ بن صلت تمیمی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے چچا سے کہ ایک دن وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے ان کے پاس ایک مجنون تھا جس کو انہوں نے لوہے کی زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ ان لوگوں سے کسی نے پوچھا اس بیمار کیلئے کوئی دوائی آپ کے پاس ہے کیونکہ آپ کے نبی مکرم ﷺ ہر بھلائی کو لے کر تشریف لائے ہیں۔ پس انہوں نے تین روز دو بار سورۃ فاتحہ کو پڑھ کر اس مجنون کو دم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔ ان لوگوں نے سو بکریاں بطور ہدیہ پیش کیں ان بکریوں کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، سارا ماجرا عرض کیا، پوچھا کیا میں ان بکریوں کو استعمال کر سکتا ہوں اور ان کو کھانا جائز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جائز ہے۔

چوری سے حفاظت کیلئے

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ آیت چوری کے لئے امان ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (1)

"آپ فرمائیے۔ یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔ جس نام سے اسے پکارو اس کے سارے نام ہی اچھے ہیں۔"

ایک صحابی جب سونے لگے اور چارپائی پر لیٹے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی رات کو چور ان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں جو سامان تھا وہ اس نے گٹھڑی میں باندھا اور اسے سر پر

1۔ سورۂ اسراء: 110

اٹھالیا۔ گھر کا مالک جاگ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ جب چور اس کا سامان اٹھا کر دروازے پر پہنچا تو دروازے کو بند پایا۔ گٹھڑی کو اس نے اتار کر نیچے رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ پھر اس نے اسے اٹھایا، مالک مکان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، جب چور دروازے تک پہنچا تو کواڑوں کو بند پایا۔ پھر اس نے وہ گٹھڑی نیچے رکھ دی فوراً دروازہ کھل گیا۔ اس نے تین مرتبہ کیا ہر مرتبہ ایسا ہوتا رہا۔ مالک مکان اب ہنس پڑا۔ اس کو کہا اے شخص میں اپنے گھر کی اور جو سامان ہے اس کی حفاظت کا انتظام کر کے سویا تھا۔ (1)

1۔ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 200

فضائلِ
دُرُودشریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ

یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

○

بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے
ہیں اس نبیٔ مکرّم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ
پر دُرود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبّت سے)
سلام عرض کیا کرو۔ (سورۃ الاحزاب ۵۶)

درود و سلام اور ان کے فضائل

حضور علیہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم قرآن و حدیث میں

اسلام کو مٹانے کے لئے کفر کے سارے حربے ناکام ہو چکے تھے۔ مکہ کے بے بس مسلمانوں پر انہوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن ان کے جذبہ ایمان کو کم نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے وطن، گھربار، اہل و عیال کو خوشی سے چھوڑنا گوارا کیا، لیکن دامن مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔ کفار نے بڑے کروفر اور شکوہ و طمطراق کے ساتھ مدینہ طیبہ پر بار بار یورش کی لیکن انہیں ہر بار ان مٹھی بھر اہل ایمان سے شکست کھا کر واپس آنا پڑا۔ اب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس واطہر پر طرح طرح کے بیجا الزامات تراشنے شروع کر دیئے تاکہ لوگ رشد و ہدایت کی اس نورانی شمع سے نفرت کرنے لگیں اور یوں اسلام کی ترقی رک جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الایۃ نازل فرما کر ان کی ان امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسول وہ ہے جس کی وصف و ثنا، میں اپنی زبان قدرت سے کرتا ہوں اور میرے سارے ان گنت فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ تم چند لوگ اگر اس کی شان عالی میں ہرزہ سرائی کرتے بھی رہو، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جس طرح تمہارے پہلے منصوبے خاک میں مل گئے اور تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں اسی طرح اس ناپاک مہم میں بھی تم خائب و خاسر ہو گے۔

اس آیت کریمہ کی جلالت شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لئے پہلے اس کے کلمات طیبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیت کریمہ میں فعل صلوٰۃ (درود) کے تین فاعل ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ (2) فرشتے (3) اہل اسلام۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب کریم ﷺ کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ فَهِيَ مِنْهُ عَزَّوَجَلَّ ثَنَاءُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَتَعْظِيْمُهٗ۔ رواہ البخاری عن ابی العالیہ۔

علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَعْظِیْمِهٖ تَعَالٰی اِیَّاهُ فِی الدُّنْیَا بِاِعْلَاءِ ذِکْرِهٖ وَاِظْهَارِ دِیْنِهٖ وَاِبْقَاءِ الْعَمَلِ بِشَرِیْعَتِهٖ وَفِی الْآخِرَةِ بِتَشْفِیْعِهٖ فِیْ اُمَّتِهٖ وَاِجْزَالِ اَجْرِهٖ وَمَثُوْبَتِهٖ وَاِبْدَاءِ فَضْلِهٖ لِلْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَتَقْدِیْمِهٖ عَلٰی کَافَّةِ الْمُقَرَّبِیْنَ بِالشُّهُوْدِ

"اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کر کے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روز محشر امت کے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لئے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔"

اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دست بدعا ہیں۔ اس جملہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ الخ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔ تو یہاں دونوں جملے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ تجدد و حدوث کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم، ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے۔ اسی طرح اس کے فرشتے بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عراقی نے کیا خوب لکھا ہے:-

ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ ملائک ورد صبح و شام کردند

جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی ثناء گستری میں زمزمہ سنج رہتے ہیں اور اس کی رفعت شان کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، تو اے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت شان کے لئے دعا مانگا کرو۔ علامہ ابن منظور "صلوٰۃ" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مومن بارگاہ

الٰہی میں عرض کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فَمَعْنَاہُ عَظِّمْہُ فِی الدُّنْیَا بِاِعْلَاءِ ذِکْرِہٖ وَاِظْھَارِ دَعْوَتِہٖ وَاِبْقَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ وَتَضْعِیْفِ اَجْرِہٖ وَمَثُوْبَتِہٖ

"یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما۔ اس کے دین کو غلبہ دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ کر اس دنیا میں ان کی شان بلند فرما اور روز محشر ان کی شفاعت قبول فرما، ان کے اجر اور ثواب کو کئی گنا کر دے۔"

اگرچہ صلوٰۃ بھیجنے کا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے لیکن ہم نہ شان رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اعتراف عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ الخ- یعنی مولا کریم تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے۔ اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایان ہے۔

وَقِیْلَ الْمَعْنٰی لَمَّا اَمَرَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی سُبْحَانَہٗ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَلَمْ نَبْلُغْ قَدْرَ الْوَاجِبِ مِنْ ذٰلِکَ اَحَلْنَا عَلَی اللّٰہِ وَقُلْنَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ اَنْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ لِاَنَّکَ اَعْلَمُ بِمَا یَلِیْقُ بِہٖ (لسان العرب)

اس آیت میں ہمیں بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث کثیرہ صحیحہ میں بھی درود شریف کی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث تبرکاً ذکر کر دیتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنے رسول مکرم، ہادی اعظم، مرشد اکمل ﷺ پر درود بھیجنے کا شوق پیدا ہو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِحَاجَۃٍ فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا یَتْبَعُہٗ فَفَزِعَ عُمَرُ وَاَتَاہُ بِمَطْھَرَۃٍ مِّنْ خَلْفِہٖ فَوَجَدَ النَّبِیَّ ﷺ سَاجِدًا فِیْ مَشْرَبَۃٍ فَتَنَحّٰی عَنْہُ مِنْ خَلْفِہٖ حَتّٰی رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ رَاْسَہٗ فَقَالَ حَسَنْتَ یَا عُمَرُ حِیْنَ وَجَدْتَنِیْ سَاجِدًا تَنَحَّیْتَ عَنِّیْ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَانِیْ فَقَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ مِنْ اُمَّتِکَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ

وَرَفَعَهٗ عَشْرَ دَرْجَاتٍ۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا لیا اور پیچھے چل دیئے۔ جب آپ باہر آئے تو حضور ﷺ کو ایک وادی میں سر بسجود پایا اور چپکے سے ایک طرف ہٹ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تو نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سر بسجود دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر یہ بتایا کہ جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند کردے گا۔"

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَآءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالسُّرُوْرُ یُرٰی فِیْ وَجْهِهٖ وَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا لَنَرَی السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِكَ وَقَالَ اِنَّهٗ اَتَانِی الْمَلَكُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَمَا یُرْضِیْكَ اَنَّ رَبَّكَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَّلَا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا قُلْتُ بَلٰی

"ایک دن حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لائے۔ رخ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آج تو چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سراپا حسن وخوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ دس بار اس پر سلام بھیجے گا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے مولا کریم کی اس نوازش پر از حد

خوش ہوں۔"

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَه فَلْيُصَلِّ عَلَيَّ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ عَشْرًا

"حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔"

عَنْ عَبْدِاللهِ بِن عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

"حضرت عبداللہ، حضرت زین العابدین کے فرزند، نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔"

عَنْ طُفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَاءُ اللَّيْلِ قَامَ وَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ- جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ- قَالَ اُبَيٌّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ قَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالنِّصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ-

''ابی بن کعب کے لڑکے طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جب رات کے دو حصے گزر جاتے تو حضور اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تھرا دینے والی آ گئی۔ اس کے پیچھے اور آنے والی ہے۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آ پہنچی۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آ پہنچی۔ میرے باپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حضور پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں، ارشاد فرمائیے کہ میں کس قدر پڑھا کروں۔ فرمایا: جتنا تیرا دل چاہے۔ میں نے عرض کیا کیا وقت کا چوتھائی حصہ؟ فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا نصف وقت۔ فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے، اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا دو تہائی؟ فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو افضل ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنا سارا وقت حضور پر درود شریف پڑتا رہوں گا۔ فرمایا: تب یہ درود تیرے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

عَنِ الطُّفَیْلِ بْنِ اُبَیٍّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَرَاَیْتَ اِنْ جَعَلْتُ صَلَاتِیْ کُلَّھَا عَلَیْكَ قَالَ اِذًا یَکْفِیْكَ اللّٰہُ مَا اَھَمَّكَ مِنْ دُنْیَاكَ وَآخِرَتِكَ

''طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اگر اپنا تمام وقت حضور پر درود پڑھنے میں صرف کردوں تو؟ حضور نے فرمایا: تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلیں آسان کردے گا۔''

مذکورہ آیت طیبہ اور ان احادیث مبارکہ سے درود شریف کی برکتیں اور فضیلتیں معلوم ہوگئیں۔ ایسا کم فہم اور نادان کون ہوگا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن بعض اوقات اور بعض مقامات ایسے ہیں جہاں درود شریف پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اور وہاں پڑھنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے

بھی چند اہم مقامات اور اوقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہر محفل اور مجلس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً وَلَمْ یَذْکُرُوْا اللّٰهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلاَّ کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اس کے نبی پر درود پڑھتے ہیں، قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے وبال ہوگی، چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔"

ہر محفل کے اختتام کے وقت

حضرت ابوسعید سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب لوگ بیٹھتے ہیں اور پھر کھڑے ہوتے ہیں اور حضور پر درود نہیں پڑھتے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے باعث حسرت ہوگی اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی جائیں تو ثواب سے محرومی کے باعث انہیں ندامت ہوگی۔

اذان کے بعد

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْراً۔

"جب مؤذن کو تم اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی جملے دہراؤ جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔"

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت

حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے اور وہ اپنی دادی صاحبہ حضرت خاتون جنت سے روایت کرتی ہیں:

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِد صَلّٰی عَلَیَّ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

"کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو مجھ پر درود بھیجے پھر دعا کرے: اے اللہ تعالیٰ! میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو مجھ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا مانگے: اے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔"

دعا کرتے وقت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دعا میں جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے وہ قبول نہیں ہوتی اور زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

نماز کے بعد دعا سے پہلے

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَلْ تُعْطَهٗ۔

"حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ

تعالیٰ کی ثناء کی، پھر میں نے درود پاک پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا: اب مانگ! تجھے دیا جائے گا۔"

امام ترمذی اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:۔

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَارْحَمْنِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجِّلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّىْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَىَّ ثُمَّ ادْعُهٗ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِىِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ ﷺ اَيُّهَا الْمُصَلِّىْ اُدْعُ تُجَبْ

(ترمذی، ابوداؤد)

"ایک روز حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگی: یا اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ کی حمد و ثنا کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا: اے نمازی اب دعا مانگ قبول ہو گی۔"

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الدُّعَاءُ وَالصَّلٰوةُ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَلَا يَصْعَدُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُ شَيْئٌ حَتّٰى يُصَلِّىْ عَلَى النَّبِىِّ ﷺ

(الشفاء، صفحہ ۶۳۴، جلد ۲)

"حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دعا اور نماز زمین و آسمان کے درمیان معلق یعنی لٹکی رہتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پیش کی جائیں گی جب تک حضور کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔"

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَحْجُوْبٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ الدَّاعِیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

”کہ دعا بارگاہ الٰہی میں پیش نہیں کی جائے گی جب تک دعا مانگنے والا حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّسْئَلَ اللّٰہَ شَیْئًا فَلْیَبْدَأْ بِمَدْحِہٖ وَثَنَاءِہٖ عَلَیْہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ لِیَسْئَلْ وَاِنَّہٗ اَجْدَرُ اَنْ یَّنْجَحَ

”کہ تم میں سے اگر کوئی ارادہ کرے کہ وہ اپنے رب کریم سے التجا کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے اپنے رب کی اس کے شان کے شایان مدح و ثنا کرے پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ پھر اپنے رب سے التجا کرے۔ اس دعا کے بارے میں امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ضرور قبول ہو گی۔“

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَجْعَلُوْنِیْ کَقَدَحِ الرَّاکِبِ۔ فَاِنَّ الرَّاکِبَ یَمْلَأُ قَدَحَہٗ ثُمَّ یَضَعُہٗ وَیَرْفَعُ مَتَاعَہٗ فَاِنْ احْتَاجَ اِلٰی شَرَابٍ شَرِبَہٗ اَوِ الْوُضُوْءِ تَوَضَّأَ وَاِلاَّ ھَرَاقَہٗ وَلٰکِنِ اجْعَلُوْنِیْ فِیْ اَوَّلِ الدُّعَاءِ وَاَوْسَطِہٖ وَآخِرِہٖ۔

”حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے مسافر کے پیالے کی طرح مت بناؤ کیونکہ مسافر اپنے پیالے کو بھرتا ہے۔ پھر اس کو رکھ دیتا ہے پھر اپنا سامان اٹھاتا ہے پھر اگر اسے پیاس محسوس ہو تو پانی پیتا ہے یا وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے ورنہ اسے زمین پر انڈیل دیتا ہے۔ لیکن مجھ پر اپنی دعا سے پہلے اس کے درمیان اور اس کے آخر میں درود شریف پڑھا کرو۔“

حضرت ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لِلدُّعَاء اَرْکَانٌ وَاَجْنِحَۃٌ وَاَسْبَابٌ وَاَوْقَاتٌ فَاِنْ وَافَقَ اَرْکَانَہٗ قَوِیَ وَاِنْ وَافَقَ اَجْنِحَتَہٗ طَارَ فِی السَّمَاءِ۔ وَاِنْ وَافَقَ مَوَاقِیْتَہٗ فَازَ۔ وَاِنْ وَافَقَ اَسْبَابَہٗ اَنْجَحَ۔ فَاَرْکَانُہٗ حُضُوْرُ الْقَلْبِ وَالرِّقَّۃُ وَالْاِسْتِکَانَۃُ وَالْخُشُوْعُ وَتَعَلُّقُ الْقَلْبِ بِاللّٰہِ وَقَطْعُہُ الْاَسْبَابَ۔

”دعا کے کچھ ارکان ہوتے ہیں کچھ پر ہوتے ہیں کچھ اسباب ہوتے ہیں اور قبولیت کے اوقات ہوتے ہیں۔ اگر دعا اس کے ارکان کے مطابق ہو تو طاقتور ہوتی ہے اگر اس کے پر ہوں تو آسمان پر پرواز کرتی ہے اور قبولیت کی گھڑیوں میں دعا کی جائے تو کامیاب ہوتی ہے۔ اگر اس کے اسباب مہیا ہوں تو قبول ہوتی ہے۔ دعا کے ارکان حضور قلب، خضوع وخشوع عاجزی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کا معلق ہونا۔ سچائی اس کا پر ہے۔ اس کے اوقات قبولیت، سحری کے اوقات۔ اس کے اسباب، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام“

حدیث پاک میں ہے کہ دو درود شریف کے درمیان مانگی گئی دعا یعنی اول آخر درود شریف پڑھنے سے دعا مسترد نہیں ہوتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت نماز کے بعد جو ذکر اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ سنت ہے اور قبولیت دعا کا باعث ہے۔ نیز اس سے باآواز بلند ذکر اور درود شریف پڑھنا ثابت ہوا۔ اسی طرح ہر محفل کے اختتام پر ہم بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں وہ بھی قبولیت کا باعث ہے اور احادیث صحیحہ سے باآواز بلند ذکر کرنا اور درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔

حضور ﷺ کا اسم گرامی لیتے وقت اور لکھتے وقت، سنتے وقت اور اذان کے وقت

جب حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھے۔ جب نام گرامی لکھے تو ساتھ درود پاک لکھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ خلف نے بیان کیا کہ

ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا۔ وہ فوت ہو گیا میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سبز پوشاک پہنے خوش و خرم گھوم رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم تو وہی میرے ہم مکتب نہیں ہو؟ اس نے کہاہاں میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس نے کہا میری یہ عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی لکھتا وہاں درود شریف بھی لکھتا۔ فکا فَأَتَى رَبِّیْ هٰذَا الَّذِیْ تَرٰی عَلَیَّ۔ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے میرے رب نے مجھے اس عمل کا بدلہ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت امام شافعی کو دیکھا۔ پوچھا فرمائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا:

رَحِمَنِیْ وَغَفَرَلِیْ وَزَفَّنِیْ اِلَی الْجَنَّةِ کَمَا تُزَفُّ الْعُرُوْسُ وَنَثَرَ عَلَیَّ کَمَا یُنْثَرُ عَلَی الْعُرُوْسِ

"میرے رب نے مجھ پر رحم فرمایا۔ مجھے بخش دیا، مجھے دلہن کی طرح آراستہ کر کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پر جنت کے پھول نچھاور کئے گئے جس طرح دلہن پر درہم و دینار نچھاور کئے جاتے ہیں۔"

میں نے اس عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں حضور ﷺ پر میں نے جو درود لکھا ہے، اس کا یہ اجر ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں میں نے امام سے پوچھا۔ وہ خاص درود شریف کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ میں نے وہاں یہ درود شریف لکھا ہے:۔

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَاذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔ میں بیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں بعینہ اسی طرح درود شریف لکھا ہوا تھا۔

حضور کریم ﷺ کا اسم گرامی سننے کے بعد جو حضور پر درود شریف نہیں پڑھتا اس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ

"حضور ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔"

حضور کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی الْکِتَابِ لَمْ تَزَلِ الْمَلَآئِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ۔

"حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر میرا نام لکھ کر درود شریف پڑھتا ہے جب تک وہ اسم مبارک لکھا رہے گا فرشتے اس کی مغفرت کے لئے دعا مانگتے رہیں گے۔"

علامہ سخاوی القول البدیع میں لکھتے ہیں کہ جیسا تو حضور اقدس ﷺ کا نام نامی لیتے ہوئے زبان سے درود پڑھتا ہے اسی طرح نام مبارک لکھتے ہوئے حضور پر درود لکھے (ﷺ)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھے اور اس کے ساتھ درود لکھے، فرشتے اس وقت تک لکھنے والے پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ میرا نام اس کتاب میں رہے۔

علامہ سخاوی نے متعدد روایات سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن علمائے حدیث حاضر ہونگے اور ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوں گی جن سے وہ حدیث لکھا کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ حضرت جبرئیل سے فرمائیں گے کہ ان سے پوچھو یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم حدیث لکھنے اور پڑھنے والے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ تم میرے نبی مکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتے تھے۔

حضرت سفیان ابن عیینہ سے نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا وہ مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا معاملہ گزرا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔ پوچھا کس عمل پر؟ اس نے کہا کہ میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور جب حضور اقدس ﷺ کا پاک نام آتا تھا تو میں اس پر ﷺ لکھا کرتا تھا اسی پر میری مغفرت ہوگئی۔

شیخ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ ایک شخص صرف صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ پر اکتفا کرتا تھا وَسَلَّمَ نہ لکھا کرتا تھا۔ حضور انور ﷺ نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا تو اپنے کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے یعنی وَسَلَّمَ میں چار حرف ہیں ہر حرف پر ایک نیکی اور ہر نیکی پر ایک درجہ یعنی وسلم میں چالیس نیکیاں ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ

جانتے ہیں کہ کون مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اور کتنا پڑھتا ہے وَسَلَّم بھی لکھتا ہے یا نہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔ (رواہ مسلم)

"جب تم اذان سنا کرو تو جو الفاظ موذن کہے وہی تم کہا کرو اس کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھا کرو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود شریف بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ پس جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔"(1)

تشہد میں حضور ﷺ پر سلام عرض کرنا

التحیات، میں حضور نبی کریم ﷺ پر جب سلام عرض کیا جاتا ہے تو وہاں خطاب کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی کریم ﷺ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتیاں ہوں) حالانکہ بظاہر یہاں صیغہ غائب استعمال ہونا چاہئے یوں کہا جاتا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اس کے بارے میں متعدد علماء کرام نے اس کی کئی توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے چند توجیہات پیش خدمت ہیں۔
امام ابن حجر العسقلانی، بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔
کیونکہ حضور کریم ﷺ نے خطاب کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے اس لئے حضور کے الفاظ کا اتباع

1۔ القول البدیع، صفحہ 270

کرتے ہوئے ہم بھی خطاب کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُقَالَ عَلٰى طَرِيْقِ اَهْلِ الْعِرْفَانِ- اِنَّ الْمُصَلِّيْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ فِيْ حَرِيْمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ- فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاةِ وَنُبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَبَرَكَةِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوا عَلَيْهِ قَائِلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

”اہل عرفان اس مقام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نمازی جب ملکوت کے دروازے کو التحیات للہ والصلوات والطیبات سے کھولتے ہیں تو ان کو خداوند حی وقیوم کے حریم ناز میں داخل ہونے کا اذن مل جاتا ہے۔ پھر وہاں ان کی آنکھیں مناجات سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور انہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ان پر یہ مہربانی حضور نبی رحمت ﷺ کے واسطہ سے اور حضور ﷺ کی پیروی کی برکت سے کی گئی ہے۔ پھر جب توجہ کرتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اللہ تعالیٰ کے حریم قرب میں حاضر ہے۔ پس وہ بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرتے ہوئے متوجہ ہوتے ہیں السلام علیك ایها النبی الخ۔“

حضرت علامہ بدر الدین عینی نے اپنی تصنیف بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں اس مقام کی بعینہ یہی تشریح کی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد 6، صفحہ 111)

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح لمعات میں اسی مقام پر یوں وضاحت کرتے ہیں۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ لِكَوْنِ ذَاتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ نُصْبَ عَيْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقُرَّةَ عَيْنِ الْعَابِدِيْنَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَالْاَوْقَاتِ خُصُوْصًا حَالَةَ آخِرِ الصَّلٰوةِ لِحُصُوْلِ النُّوْرَانِيَّةِ فِي الْقَلْبِ قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ اِنَّ ذٰلِكَ

لِسرْیَان حَقِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ فِیْ ذَرَائِرِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَاَفْرَادِ الْکَائِنَاتِ کُلِّھَا وَھُوَ ﷺ مَوْجُوْدٌ حَاضِرٌ فِی ذَوَاتِ الْمُصَلِّیْنَ وَحَاضِرٌ عِنْدَ ھُمْ وَیَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ لَّا یَغْفَلَ عَنْ ھٰذِہِ الشُّھُوْدِ عِنْدَ ھٰذَا الْخِطَابِ لِیَسْأَلَ مِنْ اَنْوَارِ الْقَلْبِ وَیَفُوْزَ بِاَسْرَارِ الْمَعْرِفَةِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَلَّمَ۔

"یہاں خطاب کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ حضور کی ذات شریفہ کریمہ مومنین کا نصب العین ہے اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تمام حالات اور تمام اوقات میں خصوصاً جبکہ نماز کا آخری حصہ ہو اس وقت دل کو جو نور حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ سے کمال قرب نصیب ہوتا ہے۔ اور از راہ خطاب بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ "شیخ لکھتے ہیں": بعض عارفین کی یہ رائے ہے کہ حضور کی حقیقت محمدیہ تمام موجودات کے ذروں میں اور تمام کائنات کے افراد میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نبی رحمت ﷺ تمام نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ مومن کو چاہئے کہ جو شہود ان مبارک لمحات میں اسے حاصل ہوتا ہے اس سے غافل نہ ہو بلکہ بصورت خطاب حضور کی خدمت اقدس میں ہدیہ صلوات و تسلیمات پیش کرے تاکہ اس کا دل بھی انوار محمدی سے منور ہو جائے اور معرفت کے اسرار اس پر منکشف ہوں۔"

حجتہ الاسلامی حضرت امام غزالی قدس سرہ العزیز اس مقام پر یوں داد تحقیق دیتے ہیں۔

وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ ﷺ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ وَلْیَصْدُقْ اَمَلُکَ فِیْ اَنَّہٗ یُبَلِّغُہٗ وَیَرُدُّ عَلَیْکَ مَاھُوَ اَوْفٰی مِنْہُ

"جس وقت تو التحیات کے بعد یہ عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا

النّبیُّ تو اس وقت نبی کریم ﷺ کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی ذات اقدس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عرض کر: اے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر، اس ناچیز کی طرف سے یہ سلام عقیدت پیش ہے۔ زبان سے یہ کہے اور دل میں یہ امید واثق رکھے کہ تیرا یہ سلام حضور کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اور حضور اپنی شان کے شایان تمہیں اس سلام کا جواب ارشاد فرمائیں گے۔"

کیا درود شریف پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے؟

جمہور علماء کے نزدیک درود شریف کا کم سے کم عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے لیکن دوسری احادیث جن میں درود نہ پڑھنے والے پر بہت سی وعیدیں منقول ہیں یعنی حضور اقدس ﷺ کا نام پاک آنے پر درود شریف نہ پڑھنے والا بخیل ہے، ظالم ہے، بدبخت ہے، ایسے شخص کیلئے جبرئیل نے ہلاکت کی دعا فرمائی اور حضور نے آمین فرمائی۔ اس لئے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ جب بھی رحمت عالم ﷺ کا نام نامی ذکر کیا جائے اس کو سن کر نبی اکرم ﷺ پر ہر مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔

کیا نبی کریم ﷺ کے نام نامی کے ساتھ شروع میں "سیدنا" کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے؟

در مختار میں لکھا ہے کہ سیدنا کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے اس لئے کہ ایسی چیز کی زیادتی جو واقع میں ہو وہ عین ادب ہے اور حضور ﷺ کا تمام بنی نوع انسان کا سردار ہونا اور قیامت کے روز سارے جہاں کی سرداری کے منصب پر فائز ہونا، ایسی حقیقتیں ہیں جو روایات صحیحہ سے ثابت ہیں، اس لئے حضور کو "سیدنا" کہنا مستحب ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ- کہ قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ دوسری حدیث جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں تحریر کی ہے کہ آپ نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ کہ قیامت کے دن میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا۔ میں یہ فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں۔

درود شریف کے فضائل کے بارے میں کئی آیات اور متعدد احادیث بیان کی جاچکی ہیں جن میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے لیکن وہ واقعات جو درود کے بکثرت پڑھنے سے اولیائے کرام اور صالحین کو پیش آئے ان کا تذکرہ بھی باعث ہزار برکت ہے۔ بڑے بڑے سنگدلوں کے دل پسیج جاتے ہیں، غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں، اور دل میں ان اعمال صالحہ کو کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس لئے چند حکایات جو سلف صالحین نے مستند سمجھ کر اپنی تالیفات میں بیان کی ہیں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں شائد کسی کے لئے ہدایت کا باعث بن جائیں۔ میں نے فقط ان حکایات اور واقعات کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے جو مستند علماء نے اپنی تالیفات میں درج کی ہیں۔

مواہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب کسی مومن کی نیکیوں کا وزن کم ہو جائے گا تو رسول اللہ ﷺ انگشت کے برابر کاغذ نکال کر میزان میں رکھ دیں گے۔ اس کی نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن کہے گا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں، آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔ آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں اور جن کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے، شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ شریفہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں۔

روضتہ الاحباب میں امام اسماعیل بن ابراہیم مزنی سے جو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا وہ بولے مجھے بخش دیا۔ اور حکم فرمایا کہ مجھ کو تعظیم و احترام کے ساتھ بہشت میں لے جایا جائے اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا میں نے پوچھا کونسا درود ہے؟ فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

مناہج الحسنات میں ابن فاکہانی کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک نیک بزرگ موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ تھے انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے

لگا۔ میں اس میں موجود تھا۔ اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی۔ اس حالت میں نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ہنوز تین سو بار پڑھا تھا کہ جہاز نے نجات پائی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ

ایک معتمد دوست نے راقم سے لکھنؤ کے ایک خوش نویس کی حکائت بیان کی۔ ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اس غرض کے لئے بنائی تھی لکھ لیتے۔ اس کے بعد کام شروع کرتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آنکلے کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے وہ بیاض سرکار کی خدمت میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔ ملائکہ نے کہا صبر کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مہر ادا نہ ہو جائے۔ انہوں نے پوچھا مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا رسول مقبول ﷺ پر تین بار درود شریف پڑھنا اور ایک روایت میں بیس بار درود شریف پڑھنے کو کہا۔

علامہ سخاوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رشید عطار نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں مصر میں ایک بزرگ تھے جن کا نام ابو سعید خیاط تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے، لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ابن رشیق کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔ لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضور کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور کہا کہ حضور نے مجھ کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ ابن رشیق کی مجلس میں جایا کرو اس لئے کہ

یہ اپنی مجلس میں مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے کیا فضائل ہیں اس کے بارے میں آپ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ الایہ کی تفسیر اور تشریح کے ضمن میں ضیاء القرآن کا اقتباس ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب یہ فقیر اس مسئلہ کے چند دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے جن کے باعث بہت سے لوگ طرح طرح کی پریشانیوں اور تذبذب کا شکار ہیں۔

1۔ حضور رحمت عالم ﷺ پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے کیا حضور ﷺ کو وہ درود شریف پہنچتا ہے یا نہیں۔

2۔ کیا حضور ﷺ اسے سنتے ہیں یا نہیں۔

3۔ سرور عالم ﷺ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کو پہچانتے ہیں اور اس کو جواب عطا فرماتے ہیں یا نہیں۔

4۔ کیا دور و نزدیک سے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے میں کوئی فرق ہے۔

یہ چند امور ہیں جنہوں نے اس پر فتن دور میں بہت سے لوگوں کے ایمان کو تذبذب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے علماء ربانیین کے ارشادات سے استفادہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کے متعدد پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کر دوں تاکہ غلامان محمد مصطفیٰ ﷺ اس تذبذب، بے چینی اور تشکیک کی دلدل سے نکل کر یقین وایقان کی اس صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں جہاں شک وشبہ کا کوئی کانٹا نہیں چبھ کر بے چین نہ کر سکے۔ سب سے پہلے میں علامہ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" سے کچھ روایات صحیحہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ آئینہ دل شک وشبہ کے ہر گرد وغبار سے پاک و صاف ہو جائے۔

لیکن ان روایات کو درج کرنے سے پہلے میں امام موصوف کا قارئین کو تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کے اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ ابن قیم کی تصنیف لطیف "جلاء الافہام" کے حوالے سے بھی چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

"القول البدیع" کے مصنف کا مختصر تعارف

آپ کا اسم مبارک شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السخاوی ہے۔ السخاوی، سخا کی طرف منسوب ہے جو مصر کا ایک گاؤں ہے۔ ان کی ولادت ربیع الاول شریف 831 ہجری میں ہوئی۔ انہوں نے قرآن کریم یاد کیا، اس میں مہارت تامہ حاصل کی پھر فقہ اسلامی، ادب عربی، فرائض، حساب، میقات کے فنون میں کمال حاصل کیا۔ فن حدیث میں ان کے اساتذہ کی تعداد چار سو سے زائد ہے اور فن حدیث کے ایک استاد کامل الحافظ ابن حجر عسقلانی کی ذات سے ساری عمر وابستہ رہے ان کی تمام تصانیف کو ان سے سماع کیا اور تادم آخر ان کے دامن سے وابستہ رہے اور فن حدیث کے وہ اسرار و معارف جن پر بہت کم لوگوں کو آگاہی حاصل ہوتی ہے ان سے حاصل کئے۔ انہوں نے تحصیل علم کے لئے عالم اسلام کے بہت سے ممالک کی سیاحت کی۔ پہلے حلب، دمشق، قدس، نابلس، رملہ، بعلبک، حمص وغیرہ مشہور بلاد و امصار میں تشریف لے گئے۔ جہاں بھی کوئی صاحب علم و فضل نظر آیا ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور اپنی علمی تشنگی کو بجھایا۔ اپنے شیخ ابن حجر کے وصال کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ اس اثناء میں کئی عظیم علماء سے اکتساب فیض کیا۔ ان میں سے۔ ابو الفتح برہان الدین الزمزی اور التقی بن فہد بن ظہیرہ کے اسماء گرامی محتاج تعارف نہیں پھر اس سیاحت کے بعد قاہرہ واپس تشریف لائے اور اس وقت کے علماء ربانیین کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث میں کمال حاصل کیا۔ پھر 870 ہجری میں دوبارہ حج کی سعادت حاصل کی اور وہاں بھی عظیم علماء سے استفادہ کیا پھر 885 ہجری میں حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور 887ھ تک مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے۔ 892 ہجری میں حج کی سعادت حاصل کی اور 893 تک وہیں حاضر رہے۔ پھر 896 سے 898 تک کعبہ مقدسہ اور حرم مکی کی برکتوں سے مالامال ہوتے رہے پھر وہاں سے اپنے آقا و مولا سرور کائنات ﷺ کے قدم مبارک میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور تادم واپسیں وہاں سے کسی اور طرف جانے کا قصد نہ کیا یہاں تک 903ھ میں ماہ شعبان میں اپنی جان جان آفرین کی بارگاہ میں پیش کر دی۔

ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن کی صحیح قدر و منزلت کو علماء ربانیین ہی جانتے ہیں۔ ان کی چند مشہور کتب کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث۔ المقاصد الحسنۃ۔

القول البدیع۔ الضوء اللامع۔ المنہج العذب الروی۔

اپنے شیخ علامہ ابن حجر کی سوانح حیات کے سلسلہ میں الجواہر والدرر تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتب ہیں جو ان کے فضل و کمال اور ثقاہت و عدالت پر شاہد عادل ہیں۔ القول البدیع ایسے نابغہ روزگار عالم ربانی کی تصنیف لطیف ہے جس کے بارے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

اب میں اس علامہ مذکور کی اس بے عدیل کتاب کے حوالہ سے وہ روایات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کی صحت کے بارے میں وہم وگمان کی گنجائش نہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَشْہُوْدٌ تَشْہَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ وَمَا اَحَدٌ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلاَّ عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْہَا۔ قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔ اَخْرَجَہٗ اِبْنُ مَاجَۃَ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ۔

"ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی حضور کی وفات کے بعد بھی؟ حضور نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی وفات کے بعد زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اسی روایت کو ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔"

امام طبرانی نے اپنی کبیر میں یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے۔

اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَشْہُوْدٌ

تَشۡهَدُهُ الۡمَلٰٓئِکَةُ لَیۡسَ مِنۡ عَبۡدٍ یُصَلِّیۡ عَلَیَّ اِلاَّ بَلَغَنِیۡ
صَوۡتُهٗ حَیۡثُ کَانَ قُلۡنَا وَبَعۡدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعۡدَ وَفَاتِیۡ
اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡکُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِیَآءِ (1)

''کہ جمعہ کے روز مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اس روز مجھ پر درود پڑھے مگر مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے جہاں کہیں وہ ہو۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور کے وصال کے بعد بھی وہ درود پیش ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد مبارکہ کو کھائے۔''

اس روایت کو حضرت علامہ ابن قیم نے اپنی تصنیف ''جلاء الافہام'' میں انہی الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔(2)

حافظ منذری نے اس حدیث کو ترغیب میں بیان کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن قیم کی شخصیت علمی ہے اور ان کی ثقاہت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جن روایات کو انہوں نے بڑی تحقیق اور تفحص کے بعد اپنی اس تصنیف کا حصہ بنایا ہے، جو لوگ ابن قیم کی شخصیت سے باخبر ہیں، ان کو ان احادیث طیبہ کے بارے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ایسے ثقہ اور مستند عالم کی مصدقہ احادیث پر شک و شبہ کا اظہار کرنا ضعف ایمان کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے میں ہر قسم کے تعصب اور ضد سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

عبد الباقی بن قانع سعید بن عمیر سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ مَنۡ صَلّٰی عَلَیَّ صَادِقًا مِنۡ نَفۡسِهٖ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ عَشۡرَ صَلَوٰاتٍ وَرَفَعَهٗ عَشۡرَ دَرَجَاتٍ
وَکَتَبَ لَهٗ بِهَا عَشۡرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنۡهُ عَشۡرَ سَیِّئَاتٍ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل سے میری بارگاہ میں

1۔ القول البدیع، صفحہ 233

2۔ جلاء الافہام، صفحہ 73

درود شریف عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے، اس کے دس درجات کو بلند کرتا ہے، دس نیکیوں کو نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور اس کے نامہ عمل سے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔"

سید شباب اہل الجنہ سیدنا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا وَلَا تَتَّخِذُوْا بَيْتِيْ عِيْدًا صَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ وَسَلَامَكُمْ يَبْلُغُنِيْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

"حضرت حسن بن علی مرتضیٰ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں میں نمازیں پڑھا کرو۔ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جہاں کوئی عبادت جائز نہیں۔ نیز میرے گھر کو عید نہ بناؤ جو سال میں صرف دو بار آتی ہے بلکہ کثرت سے حاضری دیا کرو۔ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا کرو تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھے پہنچتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔"

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

"حضور نے ارشاد فرمایا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔"

فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں

عَنْ نُعَيْمِ بْنِ ضَمْضَمٍ قَالَ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حِمْيَرِيٍّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنْ خَلِيْلِيْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى

قَبْرِیْ اِذَا مُتُّ فَلَیْسَ اَحَدٌ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلاَّ قَالَ
یَا مُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیْکَ بْنُ فُلاَنٍ قَالَ فَیُصَلِّی الرَّبُّ
تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی ذٰلِکَ الرَّجُلِ بِکُلِّ وَاحِدَۃٍ عَشْرًا

"نعیم بن ضمضم کہتے ہیں مجھے عمران حمیری نے کہا کیا میں تمہیں اپنے دوست عمار بن یاسر کی ایک حدیث نہ سناؤں؟ میں نے کہا ضرور سنائیں۔ انہوں نے یہ حدیث پاک سنائی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی آوازوں کو سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ وہ میری رحلت کے بعد سے میری قبر انور پر کھڑا ہے اور جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ میری خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یا محمد (اے اللہ کے محبوب) ﷺ آپ کے فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک درود شریف کے بدلے دس بار درود شریف پڑھتا ہے۔"

اگر ایک فرشتہ ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت مرحمت کی ہے، زمین کے کسی گوشہ سے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حبیب پر درود و سلام عرض کرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے صلوۃ و سلام کو اس کا نام لے کر اس کے باپ کا نام لے کر بارگاہ رسالت میں پیش کرتا ہے وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے کے درود کو سنتا ہے اس کا نام بھی جانتا ہے۔ جب ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو قوتیں ارزانی فرمائیں ان کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟

اس مفہوم کی ایک اور روایت حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا
اَعْطَاہُ سَمْعَ الْعِبَادِ فَلَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً
اِلاَّ اَبْلَغَنِیْھَا وَاِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیَّ
عَبْدٌ صَلٰوۃً اِلاَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ اَمْثَالِھَا۔

"میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ

ہے جس کو تمام بندوں کی باتیں سننے کی قوت ارزانی فرمائی گئی ہے۔ جب کوئی آدمی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ مجھے اس کا درود پہنچاتا ہے۔ میں نے اپنے رب کی جناب میں گزارش کی: یارب العالمین جو تیرا بندہ مجھ پر درود شریف ایک بار پڑھے تو اس پر دس مرتبہ درود شریف پڑھ۔"

حضور ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں

ایوب سختیانی سے مروی ہے کہ ایک فرشتہ ہر اس آدمی کیلئے مقرر کیا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ اس شخص کا درود شریف بارگاہ نبوت میں پیش کرتا ہے۔

قاضی اسماعیل نے سند صحیح سے سلیمان سحیم سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! جو لوگ دور دراز سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضور کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کرتے ہیں، کیا حضور ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: میں ان کے سلام کو سمجھتا ہوں اور انہیں جواب بھی دیتا ہوں۔(1)

حضرت ابراہیم بن شیبان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور مرقد انور کے پاس گیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں سلام عرض کیا۔ حجرہ شریف کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام (تم پر بھی سلامتی ہو)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر میں تمہارے اچھے اعمال کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اگر تمہارے گناہ دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

مسند دارمی میں ہے کہ جب یزیدی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اور تین دن تک وہ مسجد نبوی پر قابض رہے، ان تین دنوں میں نہ کسی نے اذان کہی اور نہ تکبیر۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ وہ تین دن مسجد نبوی میں محصور رہے۔ انہیں نماز کے وقت کے

1۔ القول البدیع، صفحہ 236

بارے میں اس وقت پتہ چلتا تھا جس وقت قبر انور سے اذان کی آواز انہیں سنائی دیتی تھی۔

حضرت ابوالخیر اقطع روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ فاقہ کشی سے میری بری حالت تھی۔ پانچ دن اسی طرح گزر گئے کہ میں نے ایک دانہ بھی منہ میں نہ ڈالا۔ میں سرکار دو عالم ﷺ کی مزار پرانوار کے قریب گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا اَنَا ضَیْفُکَ اللَّیْلَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! یارسول اللہ! آج رات میں حضور کا مہمان ہوں۔ پھر منبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ میں خواب میں اللہ تعالیٰ کے حبیب لبیب ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت صدیق اکبر حضور کے دائیں جانب اور فاروق اعظم حضور کی بائیں جانب تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور کے سامنے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے مجھے حرکت دی۔ فرمایا اے ابوالخیر! اٹھو، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب تشریف لائے ہیں۔ میں اٹھا۔ حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا وَقَبَّلْتُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ۔ میں نے حضور کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی جس کا نصف میں نے کھایا پھر میری آنکھ کھل گئی، میرے سامنے وہ آدھی بقیہ روٹی موجود تھی۔ (1)

دور و نزدیک سے صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں فرق نہیں ہے

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کو ابو نعیم سے انہوں نے طبرانی سے بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو مجھ پر سلام عرض کرتا ہے خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں، میں اور میرے رب کے فرشتے اس کو اس سلام کا جواب دیتے ہیں۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہ! اہل مدینہ میں سے جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اس کے بارے میں حضور کیا کرتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: کریم کا جو برتاؤ اپنے پڑوسی سے ہوتا ہے کریم اپنے پڑوسیوں سے جو برتاؤ کرتا ہے اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتا ہے، اور وہ ہستی جس کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہو جب حضور کے پڑوسی اپنے آقا کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوں گے تو حضور پرنور ﷺ کا ابر رحمت ان پر کیونکر برستا ہوگا۔ (2)

1۔ القول البدیع، صفحہ 237

2۔ جلاء الافہام

امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كَمَا قِيْلَ اِذَا جُوِّزَ رَدُّهٗ ﷺ عَلٰى مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنَ الزَّائِرِيْنَ لِقَبْرِهٖ جُوِّزَ رَدُّهٗ عَلٰى مَن يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ جَمِيْعِ الْآفَاقِ (1)

"اگر مزار پر انوار پر حاضر ہونے والوں کا جواب حضور عطا فرماتے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آفاق عالم میں جہاں سے کوئی غلام بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرے گا حضور اس کے سلام کا جواب بھی ارزانی فرمائیں گے۔"

کسی امتی کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا شرف و سعادت کی بات ہے کہ بارگاہ رسالت میں اس کا نام کلمات خیر سے لیا جائے۔

حضور کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے والے کو حضور ﷺ پہچانتے ہیں اور تفصیل سے جانتے ہیں

شیرویہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مکی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوالفضل القرمسانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی خراسان سے میرے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا جبکہ میں مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تو ہمدان جائے تو ابوالفضل بن زیرک کو میرا سلام دینا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا وجہ ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجھ پر ہر روز سو مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے۔

پھر اس آدمی نے کہا کہ مہربانی فرما کر مجھے وہ درود شریف سکھایئے جو آپ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ہر روز یہ درود شریف پڑھتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ۔

ایک آدمی جس کا نام محمد بن مالک تھا بیان کرتا ہے کہ میں بغداد میں حضرت ابو بکر بن

1۔ القول البدیع، صفحہ 239

مجاہد المقری سے قرات سیکھنے کیلئے حاضر ہوا۔ ایک روز ہم سب ان کی خدمت میں قرات کی مشق کر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک بزرگ داخل ہوئے جنہوں نے پرانا عمامہ اور بوسیدہ قمیص پہنی ہوئی تھی اور ایک پرانی سی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ شیخ ابو بکر اپنی مسند سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس شیخ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ ان سے ان کے احوال دریافت کئے، ان کے بچوں کی خیریت دریافت کی۔ اس بزرگ نے بتایا آج رات میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اہل خانہ نے مجھے کہا ہے کہ گھی اور شہد لاؤں لیکن میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ شیخ ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں سو گیا میرا دل سخت پریشان تھا۔ میں نے حضور کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور نے پوچھا اے ابو بکر تم اتنے غمزدہ کیوں ہو۔ اٹھو اور علی بن عیسیٰ الوزیر کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اسے سلام پہنچاؤ اور اسے اپنا تعارف کراؤ اور یہ نشانی بتاؤ کہ تیرا یہ معمول ہے کہ تو ہر جمعہ کی رات کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ گزشتہ جمعہ کی رات کو تو نے سات سو مرتبہ درود پاک پڑھا۔ اس کے بعد خلیفہ کا قاصد تمہیں بلانے کیلئے آیا تم اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہاں سے واپس آکر تم اپنی جگہ پر بیٹھے اور بقیہ تین سو پڑھا یہاں تک کہ ایک ہزار مکمل ہو گیا (اگر اس نشانی کے بارے میں تمہیں علم ہے) تو اس بچے کے باپ کو ایک سو دینار پیش کرو تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر بن مجاہد مقری اس بچے کے باپ کو ہمراہ لے کر اٹھے اور وزیر کے گھر گئے۔ حضرت ابو بکر نے وزیر کو کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو حضور رحمت عالم ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ جب وزیر نے یہ بات سنی تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اپنی مسند پر انہیں بٹھایا اور ان کے حالات دریافت کئے۔ وزیر کی مسرت کی حد نہ رہی۔ اپنے خادم کو حکم دیا کہ فوراً تھیلی اٹھا کر لاؤ جس میں دنانیر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تھیلی لایا اس میں سے اس نے سو دینار گنے اور اس بزرگ کی خدمت میں پیش کئے۔ پھر اتنی مقدار میں گنے تاکہ شیخ ابو بکر کی خدمت میں پیش کرے لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ وزیر نے عرض کی کہ یہ میری طرف سے ہدیہ قبول کرو۔ یہ اس بچی بشارت کے عوض میں ہے جو تو نے مجھے سنائی ہے۔ یہ چیز میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھی۔ اور تم میرے محبوب کی طرف سے خوشخبری سنانے والے ہو۔ پھر ایک سو دینار وزن کئے اور عرض کی کہ

یہ عرض کرنے کے بعد وہ اعرابی چلا گیا اچانک مجھے نیند آگئی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا اے عتبی! دوڑو اور اس اعرابی کو جا کر یہ مژدہ سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔ (1)

اسی طرح ایک اور اعرابی حاضر ہوا اسی طرح کی فریاد بارگاہ بیکس پناہ میں کی جس طرح اس پہلے نے عرض کی تھی۔ اس نے ایک شعر کا اضافہ کیا۔

اَنْتَ النَّبِیُّ الَّذِیْ تُرْجیٰ شَفَاعَتُہٗ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَازَلَّتِ الْقَدَمُ

"آپ نبی کریم ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے جب پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسلتے ہیں۔"

اس کو بخشش کی بشارت دی گئی۔

ابو موسیٰ مدینی، عبدالغنی اور ابن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر بن محمد بن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک روز میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک شبلی آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابو بکر اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے انہیں کہا اے میرے آقا! آپ شبلی کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ خود اور بغداد کے سارے علماء ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے۔ میرے اس استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان کے ساتھ وہ طریقہ اپنایا ہے جیسے میں نے نبی کریم ﷺ کو ان کا احترام کرتے دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ شبلی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ بطور احترام ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا شبلی کا یہ معمول ہے کہ جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ آیت پڑھتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ

1۔ القول البدیع، صفحہ 238

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (1)

ان آیات کی تلاوت کے بعد اس طرح تین دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ- صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ- صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَامُحَمَّدُ (2)

شیخ ابو حفص عمر بن الحسن السمر قندی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حرم شریف میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کثرت سے اللہ کے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے خواہ وہ حرم شریف میں ہو خواہ عرفات و منیٰ میں، درود پاک کے بغیر اس کا کوئی اور شغل نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا اے اللہ کے بندے ہر جگہ کے لئے مختلف دعائیں اور معمولات ہوتے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم نہ دعا مانگتے ہو نہ نفل ادا کرتے ہو، صرف حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے۔

اس شخص نے بتایا کہ میں حج کے ارادے سے ملک خراسان سے روانہ ہوا۔ میرا والد بھی میرے ساتھ تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو وہ بیمار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر اس نے وفات پائی۔ جب میرا والد فوت ہو چکا تو میں نے اپنی چادر اس کے چہرہ پر ڈال دی۔ پھر میں کچھ دیر کے لئے وہاں سے غائب ہو گیا۔ پھر واپس آیا، اس کے چہرے سے میں نے چادر ہٹائی کہ اس کو دیکھوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ اس کا چہرہ گدھے کی مانند ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر میرے حزن و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے والد کی شکل لوگوں کو کیونکر دکھاؤں گا۔ میں اپنے باپ کے پاس بیٹھ گیا اسی اثناء میں مجھے نیند آ گئی، میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے پاس آیا اور جہاں میرے والد کی میت پڑی تھی اس کے قریب آکر بیٹھا۔ اس نے میرے والد کے چہرے سے چادر ہٹا دی۔ چہرہ کو دیکھا پھر اس پر چادر ڈال دی۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس قدر غمزدہ اور افسردہ کیوں ہو؟ میں نے کہا کہ میں کیوں غمزدہ نہ ہوں میرے والد کی شکل بگڑ گئی ہے۔ اس شخص نے کہا تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر جو مصیبت آئی تھی اس کو دور فرما دیا ہے۔ پھر میں نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ میں نے اس نیک بخت آدمی

1۔ سورۃ التوبہ: 9-128

2۔ القول البدیع، صفحہ 252

کو کہا آپ کون ہیں، تیرا آنا میرے لئے بڑی برکتوں اور سعادتوں کا باعث بنا ہے۔ اس ہستی نے جواب دیا اَنَا الْمُصْطَفٰی۔ میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ جب انہوں نے یہ فرمایا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے اس ہستی کی چادر کو ایک کنارے سے پکڑا اور میں نے عرض کی بِحَقِّ اللّٰهِ يَا سَيِّدِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَخْبَرْتَنِيْ بِالْقِصَّةِ میرے آقا اے میرے رسول مکرم ﷺ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا قصہ ہے۔ حضور نے فرمایا تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کو جو سود خوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کے چہرے کو بدل کر گدھے کی مانند کر دیتا ہے۔ دنیا میں یا آخرت میں۔ لیکن تیرے باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر رات کو سو مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔

جب تیرے باپ پر یہ مشکل گھڑی آئی تو وہ فرشتہ جو میرے امتیوں کے اعمال میری خدمت میں پیش کرتا ہے اس فرشتہ نے مجھے تیرے باپ کی حالت سے مجھے آگاہ کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کی اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں شفاعت قبول فرمائی۔

میری آنکھ کھل گئی میں نے ان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو ان کا چہرہ ایسے چمک رہا تھا جس طرح چودھویں کا چاند چمکا کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کیا اس کی تجہیز و تکفین کرنے لگا۔ دفن کرنے کے بعد کچھ دیر اس کی قبر پر بیٹھا رہا۔ مجھ پر نیند اور بیداری کی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت ایک ھاتف نے مجھے یہ آواز دی۔ اس نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ تیرے والد پر یہ عنایت کیوں اور کس طرح ہوئی؟ میں نے عرض کی مجھے علم نہیں۔ ھاتف نے بتایا کہ وہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔

میں نے اس وقت قسم کھائی کہ آج کے بعد پابندی سے میں بارگاہ رسالت ﷺ میں درود و سلام عرض کرتا رہوں گا خواہ میں کس حال میں اور کس مقام پر ہوں۔ (1)

اسی طرح علامہ سخاوی نے متعدد واقعات لکھے ہیں جن میں ہر بار سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے امتی پر نظر شفقت فرمائی۔ اس کے سیاہ چہرے کو اپنے دست مبارک کو پھیر کر چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں کر دیا۔ ایسے ایک خوش نصیب کو یہ سعادت حاصل ہوئی تو اس نے پوچھا مَنْ اَنْتَ الَّذِيْ فَرَّجْتَ عَنِّيْ آپ کون ہستی ہیں جنہوں نے مجھ سے یہ مصیبت دور فرمائی ہے؟ جواب ملا اَنَا نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ میں تیرا نبی ہوں جس کا

1۔ القول البدیع، صفحہ 252

نام نامی محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیے۔ حضور نے فرمایا جب کوئی قدم اٹھاؤ اور جب کوئی قدم رکھو تو مجھ پر اور میری آل پر درود شریف پڑھا کرو۔(1)

ابو سلیمان محمد بن الحسین حرانی کہتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص تھا جس کا نام "الفضل" تھا۔ وہ بکثرت روزہ رکھا کرتا اور نماز پڑھتا وہ حدیث پاک لکھا کرتا تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجا کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے حضور کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جب تو درود شریف لکھتا ہے یا میرا ذکر کرتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتا؟ اس کے بعد میں نے درود شریف کا اہتمام شروع کر دیا اس کے کچھ دنوں بعد میں نے دوبارہ حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بَلَغَتْنِیْ صَلٰوتُکَ عَلَیَّ جو تم درود شریف مجھ پر پڑھتے ہو وہ مجھے پہنچتا ہے۔ پھر فرمایا جب تم میرا ذکر کر و یا لکھو تو اس طرح درود شریف لکھو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سَلَّمَ میں چار حروف ہیں، ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور سَلَّمَ نہ کہنے سے تو چالیس نیکیوں سے محروم رہتا ہے۔

کَیْفِیَّۃُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے متعدد صیغے روایت کئے گئے ہیں ان میں سے چند ہدیہ قارئین ہیں تاکہ ان کلمات طیبات سے حضور کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام عرض کریں اور اس کی غیر متناہی برکتوں سے اپنا دامن طلب معمور کر سکیں۔

عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم اپنے والد سے وہ عمرو بن سلیم زرقی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابو حمید ساعدی نے بتایا۔

قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ فَقَالَ قُوْلُوْا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم حضور کی بارگاہ میں

1۔ القول البدیع، صفحہ 252

کس طرح صلوۃ و سلام عرض کریں؟ حضور نے فرمایا ان کلمات سے صلوۃ و سلام عرض کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ۔

صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا دوسرا انداز ابو مسعود انصاری سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ان کلمات سے صلوٰۃ پیش کیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عقبہ بن عامر نے درود شریف کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّکْتَالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

جس شخص کو یہ بات پسند آئے کہ وہ بڑے پیالے سے اپنا حصہ لے تو وہ ہم پر اور ہماری اہلبیت پر درود پڑھے اور یوں پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ۔ الخ

زید بن خارجہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ہم حضور پر کس طرح درود شریف پڑھیں تو حضور نے فرمایا درود شریف پڑھو اور کوشش سے دعا مانگو۔ درود شریف اس طرح پڑھو:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت سلامہ کندی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ ہمیں اس طرح صلوۃ و سلام عرض کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْکَاتِ اِجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِكَ وَرَأْفَ تَحَنُّنِكَ

عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ- فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِكَ وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰی نِفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ آلَاءَ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ بِاَسْبَابِهٖ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَنْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ اَمِيْنُكَ الْمَامُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُوْلًا (1)

''اے اللہ! اے بچھانے والے زمینوں کے فرش کو اور پیدا کرنے والے بلند آسمانوں کو اور تخلیق کرنے والے دلوں کو ان کی فطرت کے مطابق کسی کو بد بخت کسی کو نیک بخت، نازل فرما اپنے بزرگ ترین درودوں کو اور نشوونما پانے والی اپنی برکتوں کو اور اپنی مہربان شفقتوں کو ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ کھولنے والے ہیں اس چیز کو جو بند کر دی گئی اور مہر لگانے والے ہیں جو گزر چکا ہے اور اعلان کرنے والے ہیں حق کا راستی کے ساتھ۔ کچلنے والے ہیں باطل کے لشکروں کو۔ جو بوجھ آپ پر ڈالا گیا انہوں نے اسے اٹھالیا۔ تیرے حکم سے تیری بندگی کرتے ہوئے۔ چستی کرتے ہوئے تیری رضا کے حصول میں۔ سمجھ کر یاد رکھنے والے تیری وحی کو۔ حفاظت کرنے والے تیرے عہد کی۔ مستعدی دکھانے والے تیرے حکم کے نافذ کرنے میں یہاں تک کہ روشن کر دیا آپ نے شعلہ ہدایت کا روشنی کے طلبگار کیلئے۔ اللہ کی نعمتیں پہنچتی ہیں حق داروں کو ان کے اسباب کے ذریعے۔ آپ کے ذریعے ہدایت دی گئی دلوں کو اس کے بعد کہ وہ گمراہی کے فتنوں اور گناہوں میں ڈوب چکے تھے اور روشن کر دیا حق کی

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 644

واضح نشانیوں کو اور چمکنے والے احکام کو اور اسلام کے روشن کرنے والے دلائل کو۔ پس آپ تیرے قابل اعتماد امین ہیں اور تیرے علم کے خزانچی ہیں۔ اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں اور تیرے بھیجے ہوئے ہیں رحمت مجسم اور رسول بنا کر۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرو تو نہایت عمدہ طریقہ سے پیش کرو کیونکہ تم نہیں جانتے شائد یہی کلمات حضور کی بارگاہ میں منظور ہوں اور اس طرح درود شریف پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهٗ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (1)

حضرت ابی بن کعب نے ایک دن حضور کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے وقت کا کتنا حصہ حضور پر درود شریف پڑھا کروں؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اَلرُّبُعَ میں اپنے وقت کا چوتھا حصہ حضور پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں گزاروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے اگر اس سے زیادہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے عرض کی وقت کا تیسرا حصہ؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہت اچھا میں نے عرض کی نصف وقت؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا دل چاہے اگر تو اس میں اضافہ کرے تو بہت بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی حصہ آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کروں۔ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ اگر اس سے زیادہ پڑھے تو بہت بہتر۔ میں نے عرض کی میں اپنا سارا وقت حضور ﷺ کے درود شریف پڑھنے میں صرف کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اِذًا تَكْفِيْ هَمَّكَ وَيُغْفَرُ ذَنْبُكَ اگر تو سارا وقت درود شریف پڑھنے میں صرف کرے تو یہ تیرے سارے غم و اندوہ کو دور کر

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 247

دے گا اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔(1)

حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو میں نے مسرت و شادمانی کے آثار حضور کے رخ انور پر دیکھے۔ اس طرح شاداں فرحاں میں نے کبھی حضور کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور آج از حد مسرور و شادمان نظر آرہے ہیں۔ میں نے اس مسرت و شادمانی کی وجہ دریافت کی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا میں آج کیوں خوش نہ ہوں۔ ابھی ابھی جبرئیل امین یہاں سے گئے ہیں انہوں نے اپنے رب کریم کی طرف سے یہ خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کو یہ خوشخبری سنانے کیلئے بھیجا ہے کہ حضور کا جو امتی آپ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تیرے اس امتی پر دس بار درود شریف پڑھتے ہیں۔(2)

حضرت ابن وہب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف عرض کرنا، گناہوں کو ختم کرنے کا باعث ہوتا ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

جو حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض نہیں کرتا اس کے لئے وعید اور اس کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

"اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔"

پھر حضور نے فرمایا۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ رَمَضَانُ ثُمَّ اِنْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ۔

1۔ الشفاء جلد 2، صفحہ 247

2۔ ایضا

"اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جسے رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ مہینہ ختم ہو جائے اس نے اپنی بخشش کو یقینی نہیں بنایا۔ اور اپنے آپ کو جنت کا حق دار نہیں بنایا۔"

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو رک گئے فرمایا آمین، دوسری سیڑھی پر قدم رکھا رک گئے فرمایا آمین، تیسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین، صحابہ کرام نے یکے بعد دیگرے تین بار آمین کہنے کی وجہ پوچھی تو حضور نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین آئے ہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جس کے سامنے آپ کا نام نامی لیا جائے اور وہ درود پاک نہ پڑھے اس کو اللہ تعالیٰ جنت سے محروم رکھے آپ کہئے آمین تو میں نے کہا آمین۔

جبرئیل امین نے پھر کہا کہ جس کو رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوا اور اس نے اپنے آپ کو جنتی نہ بنایا ہو وہ شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو۔ پھر کہا جس کو بوڑھے والدین کی خدمت کا موقع ملے اور وہ ان کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ کرے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْبَخِیْلُ کُلَّ الْبُخْلِ الَّذِیْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ

"سب سے بڑا کنجوس وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔"

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اُخْطِیَٔ بِہٖ طَرِیْقُ الْجَنَّۃِ

"جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو وہ جنت کے راستہ سے بھٹک گیا۔"

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ابوالقاسم حضور فخر دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی قوم اکٹھی بیٹھے پھر وہ اس مجلس کے اختتام پر اپنے اپنے گھروں کو چلی جائے اور منتشر ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے تو یہ مجلس ان کے لئے باعث

حسرت ہوگی، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے چاہے تو ان کو معاف فرمادے۔

یہاں تک ہم نے درود شریف کی اہمیت اور اس کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اب ان دیگر حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر لازم ہیں۔

سرور عالم ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان لے آنا

ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ

هُوَ تَصْدِيْقُ نُبُوَّتِهٖ وَرِسَالَةِ اللهِ لَهٗ وَتَصْدِيْقُهٗ فِيْ جَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهٖ وَمَا قَالَهٗ وَ مُطَابَقَةُ تَصْدِيْقِ الْقَلْبِ بِذٰلِكَ وَ شَهَادَةُ اللِّسَانِ بِاَنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ۔

"یعنی انسان حضور کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرے اور جو احکام الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ لے کر آئے ہیں اور جو اپنی زبان حق ترجمان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان تمام چیزوں کو صدق دل سے تسلیم کرے اور جس طرح اس کا دل ان امور کی تصدیق کر رہا ہے اس کی زبان بھی اس کا اقرار کرے۔"

جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوں گی اس وقت تک ایمان کی صفت نہیں پائی جائے گی اور جب تک انسان حضور ﷺ پر ایمان نہیں لاتا اگر وہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے گا تو وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ قرآن کریم کی کثیر آیات اس حقیقت کی تائید کرتی ہیں۔

چند آیات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فَاٰمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (1)

"یعنی ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول مکرم پر اور اس نور پر بھی ایمان لاؤ جو ہم نے اپنے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔"

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ (2)

1۔ سورۃ التغابن: 8

2۔ سورۃ الفتح: 9-8

"ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا بروقت آگاہ کرنے والا۔ تاکہ تم سچے دل سے ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر۔"

پھر ارشاد ربانی ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (1)

"پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول مکرم پر جو نبی امی ہے۔ جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔"

احادیث طیبہ سے بھی ان آیات کی تصدیق ہوتی ہے رسالتمآب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس امر کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور میری نبوت پر ایمان لائیں اور جو کتاب مقدس میں اپنے رب کی طرف سے لایا ہوں اس پر بھی ایمان لے آئیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے خون اور ان کے اموال محفوظ ہو جائیں گے۔"

حدیث جبرئیل سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت جبرئیل نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ اسلام کے بارے میں مجھے آگاہ فرمایئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حضور نے فرمایا کہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے سچے رسول ہیں۔

اگر کوئی شخص زبان سے اقرار کرے گا لیکن دل سے تصدیق نہیں کرے گا تو وہ مومن

1۔ سورۃ الاعراف: 158

نہیں ہو گا بلکہ منافق ہو گا۔

حضور ﷺ کے ہر فرمان کی اطاعت کرنا

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (1)

"اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔"

قُلْ اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (2)

"آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کی۔"

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (3)

"اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی تاکہ تم پر رحمت فرمائی جائے۔"

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (4)

"اگر تم اطاعت کرو گے میرے رسول کی تو ہدایت پاؤ گے۔"

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (5)

"جو اطاعت کرے گا رسول مکرم کی تو اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے کیونکہ حضور ﷺ اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے اور اسی کام سے منع فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْهُ (6)

"جو رسول کریم تمہارے پاس حکم لے کر آئیں اس کو قبول کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔"

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

1۔ سورۃ الانفال: 20

2۔ سورۃ آل عمران: 32

3۔ سورۃ آل عمران: 132

4۔ سورۃ النور: 54

5۔ سورۃ النساء: 80

6۔ سورۃ الحشر: 7

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

"جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اسکے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔"

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى (1)

"میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔"

عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا وہ جہنم کا مستحق ہوا۔

قرآن کریم اُن آیات سے بھرا ہوا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے احکامات کو بجالانے کا حکم دیا ہے اور اپنے محبوب کی نافرمانی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (2)

"اگر تم محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

اَلْحُبُّ مِنَ اللّٰهِ عِصْمَةٌ وَّ تَوْفِيْقٌ- وَمِنَ الْعِبَادِ طَاعَةٌ (3)

"بندے سے اللہ کی محبت کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔"

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 545

2۔ سورۃ آل عمران: 31

3۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 548

اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کا یہ مفہوم ہے کہ بندہ اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

تَعْصِیْ الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

"تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے باوجود اس کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ عجیب و غریب بات ہے۔"

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَّاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

"اگر تیری محبت کا دعویٰ سچا ہوتا تو تو اس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ یہ ایک واضح مسلمہ حقیقت ہے کہ محبّ، اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔"

اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔

یُقَالُ مَحَبَّةُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعْظِیْمٌ لَهٗ وَهَیْبَةٌ مِّنْهُ وَمَحَبَّةُ اللّٰهِ لَهٗ رَحْمَتُهٗ وَاِرَادَتُهُ الْجَمِیْلَ لَهٗ

"بندے کی اللہ سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم واحترام بجالائے اور اس کی ناراضگی سے ہر وقت خائف رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔"

سرکار دو عالم ﷺ نے ایک دفعہ وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَعَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ۔ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

"تم پر میری سنت کا اتباع اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کا اتباع لازمی ہے اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہوتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔"

بدعت کس کو کہتے ہیں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْبِدْعَةُ الْمَذْمُوْمَةُ مَازَاحَمَ السُّنَّةَ الْمَاثُوْرَةَ۔ اَوْ کَانَ یُفْدِیْ اِلٰی تَغْیِیْرِھَا

"کہ بدعت مذمومہ وہ ہے جو کسی مشہور حدیث کے خلاف ہو یا اس کی وجہ سے کسی سنت میں تغیر پایا جائے۔"

اب جب صرف بدعت کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہ امر مراد ہوتا ہے جو کسی سنت مشہور کے خلاف ہو یا اس سے حضور کی کسی سنت میں تغیر رو پذیر ہو اور وہ نیا کام جو کسی سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو وہ بدعت مذمومہ نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا

"جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس نئے طریقہ کو اپنائیں گے ان کا ثواب بھی اسے ملے گا۔"

بدعت کا لفظ مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہی فعل ہے جو سنت مشہورہ کے خلاف ہو۔

حضرت ابو رافع سے مروی ہے کہ:

لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْهُ وَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِتَّبَعْنَاہُ۔ (1)

"کہ میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرا کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں میں نے کوئی کام کرنے کا یا کسی کام سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہو تو وہ یہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا، جو کتاب اللہ میں ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے۔"

دوسری حدیث پاک میں ہے۔

مَنِ اسْتَمْسَکَ بِحَدِیْثِیْ وَفَھِمَهٗ وَحَفِظَهٗ جَآءَ مَعَ الْقُرْاٰنِ

"جو شخص میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اس کو اچھی

1۔ الشفاء جلد 2، صفحہ 561

طرح سے سمجھتا ہے اس کو یاد کرتا ہے تو وہ قرآن کریم کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا۔"

وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْآنِ وَحَدِيْثِيْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ۔

"اور جو قرآن کریم اور میری حدیث کے ساتھ لاپرواہی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہوگا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ لَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ

"میری امت کے فساد کے وقت جو میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔"

جن آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نبی مکرم ﷺ کی فرمانبرداری اور پیروی کا حکم دیا ہے وہاں عام طور پر دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ اطاعت اور اتباع ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں لفظوں کا اصطلاحی مفہوم کیا ہے تاکہ ان آیات قرآنی کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دقت اور الجھاؤ پیش نہ آئے۔

علامہ ابوالحسن آمدی جو اصول فقہ کے امام ہیں اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مَنْ اَتٰى بِمِثْلِ فِعْلِ الْغَيْرِ عَلٰى قَصْدِ اِعْظَامِهٖ فَهُوَ مُطِيْعٌ لَهٗ

"جب کوئی شخص کسی دوسرے کی تعظیم و اکرام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص فلاں کا مطیع ہے۔"

گویا اہل عرب، جن کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا، اطاعت کا لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی کے حکم کی اطاعت کی جائے اس کی عزت و تکریم کی وجہ سے اور بعینہ ایسا کام کیا جائے جیسے وہ کرتا ہے۔ ائمہ لغت عرب لفظ اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَمَّا الْمُتَابَعَةُ فَقَدْ تَكُوْنُ فِي الْقَوْلِ وَقَدْ تَكُوْنُ فِي الْفِعْلِ وَالتَّرْكِ فَاِتِّبَاعُ الْقَوْلِ اِمْتِثَالُهٗ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ

اِقْتِضَاهُ الْقَوْلُ فَالْاِتِّبَاعُ فِی الْفِعْلِ هُوَ التَّاَسِّیْ بِعَیْنِهٖ وَالتَّاَسِّیْ اَنْ تَفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ مِنْ اَجْلِهٖ۔

"کسی کے قول کے اتباع کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اس قول کا تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور کسی کے فعل کے اتباع کا معنی ہے کہ اس فعل کو بعینہ کرنا اس کو تَاَسِّیْ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور تَاَسِّیْ کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔"

اتباع کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس کی تعمیل صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جیسے ان اقوال کا تقاضا اور منشاء ہے اور حضور ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے اور اس لئے ادا کریں کیونکہ حضور پر نور ﷺ نے ان افعال کو ادا فرمایا۔

اگر ہم ان شرائط میں سے کسی شرط کو بھی نظر انداز کریں گے تو پھر اتباع نبوی، جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا ہے، سے ہم محروم رہیں گے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع واطاعت کا تاکیدی حکم دیا ہے اسی طرح حضور سرکار دو عالم ﷺ کی حکم عدولی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی بے شمار آیات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (1)

"پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم کے فرمان کی، کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے۔"

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ

1۔ سورۃ النور: 63

غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (1)

"جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔"

اسی مضمون کی چند احادیث طیبہ بھی ملاحظہ ہوں۔

رَوٰی اِبْنُ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَاْتِیْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَیْتُ عَنْهُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ اَتَّبَعْنَاهُ

"حضرت ابو رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میرے امتیو! میں تم میں سے کسی کو اپنے مزین پلنگ پر بیٹھا ہوا نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں میں نے کسی چیز کو کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے منع کیا ہو تو وہ بجائے اس کے میرے اس حکم کو بجالائے وہ یہ کہے کہ اس بات کو میں نہیں جانتا، ہمیں تو جو بات قرآن کریم میں ملے گی ہم اس کی اتباع کریں گے۔ گویا وہ حضور کی سنت کا انکار کریں گے۔"

حضرت مقدام کی روایت میں یہ جملہ ہے

اَلَاوَ اِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِثْلُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ

"کان کھول کر سن لو، جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم نے حرام کیا وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی حرز جان بنا لیجئے اور اپنی شاہراہ حیات کو اس کی روشنی میں ہمیشہ منور رکھئے تا کہ آپ بھٹک نہ جائیں۔ حضرت صدیق اکبر کی یہ روایت

1۔ سورۃ النساء: 115

امام ابوداؤد، امام بخاری، امام مسلم نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کی ہے۔

قَالَ اَبُوْبَکْرِ ن الصِّدِّیْقُ لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْمَلُ بِہٖ اِلاَّ عَمِلْتُ بِہٖ اِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ (1)

"حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا میں ہر گز اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں جس کو سرکار دو عالم ﷺ کیا کرتے تھے۔ اور میں ہر وہ کام کروں گا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک تھا کیونکہ مجھے اس بات کا ہر وقت خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی سنت کو نظر انداز کرنے سے میں راہ راست سے بھٹک نہ جاؤں۔"

ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت

ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کرے۔ کثیر التعداد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان نا تمام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔

"(اے حبیب) آپ فرمائیے اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار، اندیشہ کرتے ہو جن کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم، اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس

1۔ سورۃ التوبہ: 24

قوم کو جو نافرمان ہے۔"

اس آیت طیبہ کے بعد کسی دوسری دلیل کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی محبت کو ثابت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سخت سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کا مال، اہل و عیال اور اولاد، انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہوں تو ان کو فرمایا انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور تمہیں تہس نہس کر دے۔ پھر ایسی قوم کو فاسق کہا گیا ہے۔

اب ان احادیث طیبہ کو ملاحظہ فرمائیں جو امت کو محبت رسول کا درس دے رہی ہیں:

حضرت انس سے یہ حدیث مروی ہے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ قَالَ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے کوئی بھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنی اولاد، اپنے والدین تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

حضرت انس سے ایک دوسری حدیث مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ۔ (۱) اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا۔ اَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ (۳) اَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

"جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا (1) اللہ اور اس کے رسول سے اس کی محبت تمام لوگوں سے زیادہ ہو (2) وہ جس شخص سے محبت کرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتا ہے (3) وہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جس طرح دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔ نبی کریم نے فرمایا: تم میں

سے کوئی بھی کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ حضور نے جب توجہ فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ایک انقلاب رونما ہو گیا، بارگاہ رسالت میں حضرت عمر نے عرض کی اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں۔ حضور کی ادنیٰ سی توجہ نے حضرت عمر میں یہ انقلاب برپا کر دیا اور آپ کہاں سے اٹھے اور ایمان کی کن بلندیوں پر فائز ہوئے فرمایا اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ۔ اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا۔

حضرت سہل فرماتے ہیں۔

قَالَ سَھْلٌ مَنْ لَّمْ یَرَ وَلَایَۃَ الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَیَرٰی نَفْسَہٗ فِیْ مِلْکِہٖ ﷺ لَا یَذُوْقُ حَلَاوَۃَ سُنَّتِہٖ لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ۔

"حضرت سہل سے مروی ہے جو شخص اپنے تمام حالات میں سے اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کا زیر تصرف خیال نہیں کرتا وہ حضور کی سنت کی مٹھاس کو نہیں چکھ سکتا کیونکہ حضور نے فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ الخ"

قاضی عیاض اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَیْ مَنْ لَّمْ یَعْلَمْ وَیَتَیَقَّنْ یَقِیْنًا وَلَایَۃَ الرَّسُوْلِ وَنُفُوْذَ حُکْمِہٖ وَسُلْطَانَہٗ عَلَیْہِ حَتّٰی کَاَنَّہٗ مَمْلُوْکٌ لَہٗ (1)

"جب تک کوئی شخص یقین کے ساتھ اس بات کو نہیں جانتا کہ وہ ہر وقت ہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان ہے اور حضور کے حکم کی پابندی اس پر لازم ہے اور وہ سرکار دو عالم ﷺ کا غلام بے دام ہے، اس وقت تک وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں۔"

ثَوَابُ مَحَبَّتِہٖ ﷺ حضور کی محبت کا اجر اور صلہ

ابو زید مروزی فرماتے ہیں محمد بن یوسف نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ۔

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 564

ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ قیامت کب برپا ہوگی۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا مَا اَعْدَدْتَ لَهَا۔ تو نے قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے نہ زیادہ نمازیں پڑھیں نہ زیادہ روزے رکھے نہ زیادہ صدقات دیئے۔ لٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ البتہ میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

نبی رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا۔ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ تیرا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَخَذَ بِیَدِ حَسَنٍ وَّحُسَیْنٍ وَقَالَ مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

"سیدنا علی روایت کرتے ہیں ایک روز نبی مکرم ﷺ نے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جو میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور ان دو بچوں سے محبت کرتا ہے اور ان کے والد اور والدہ ماجدہ سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اور میرے درجہ میں ہوگا۔"

ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ حضور مجھے اپنے اہل وعیال، اپنے مال سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو یارائے صبر نہیں رہتا یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کا دیدار کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہوں۔ مجھے اب یہ خیال آتا ہے کہ میں نے ایک دن یہاں سے انتقال کرنا ہے۔ حضور بھی اس دنیا فانی سے رحلت فرمائیں گے۔ مگر حضور وصال کے بعد جنت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوں گے جہاں دم مارنے کی مجھے تاب نہیں۔ حضور کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ میں حضور کے فراق پر کیونکر صبر کروں گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے عاشق زار کی یہ بات سنی تو یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْ یُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللهُ

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (1)

''جو اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔''

حضور علیہ السلام نے اس وقت اس صحابی کو یاد فرمایا اور یہ آیت پڑھ کر سنادی اور اس کو شاد کام کیا۔

دوسری حدیث پاک میں ہے ایک صحابی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا تھا تو ٹکٹکی باندھ کر حضور کا رخ انور دیکھتا رہتا اور آنکھ تک نہ جھپکتا۔ حضور نے اس سے دریافت کیا مَالَكَ تونے یہ کیا حال بنایا ہوا ہے؟ عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان جب دل اداس ہوتا ہے تو حضور کے رخ انور کو دیکھ دیکھ کر اس کو تسلی دلاتا ہوں لیکن جب قیامت کا دن ہو گا حضور کا مقام بڑا اعلیٰ وارفع ہو گا، میں کیونکر حضور کا دیدار کر سکوں گا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا مَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ جو میرے ساتھ محبت کرتا ہو گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ (2)

یعقوب بن عبدالرحمٰن حضرت سہیل سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ وہ اس بات کو دوست رکھیں گے کہ ان سے ان کے اہل وعیال اور مال و منال کو لے لیا جائے اور اس کے عوض انہیں میری ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے آپ کہتی ہیں میرے باپ خالد اس وقت تک بستر پر آرام نہیں کرتے تھے جب تک وہ حضور سرور عالم علیہ السلام اور حضور کے صحابہ کرام کو جی بھر کر یاد نہیں کر لیا کرتے تھے۔ آپ مہاجرین وانصار کے نام لے کر یاد کرتے۔ وہ فرماتے هُمْ اَهْلِیْ وَفَخْرِیْ میرا سارا ناز ان پاک لوگوں پر ہے انہیں کے دیدار کے لئے میرا دل تڑپتا ہے اور میرا شوق بڑھتا ہے آپ یہ دعا مانگتے۔

1۔ سورۃ النساء: 69

2۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 566

فَعَجِّلْ رَبِّ قَبْضِیْ اِلَیْکَ یااللہ مجھے جلدی اپنے پاس بلالے تاکہ میں عشاق مصطفیٰ کا دیدار کر سکوں۔ یہی کہتے کہتے ان پر نیند غالب ہو جاتی اور سو جاتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں انصار کی ایک خاتون جس کا باپ، بھائی اور خاوند غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے انہوں نے صحابہ سے پوچھا مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حضور کی کیا کیفیت ہے؟ صحابہ نے کہا حضور بخیر و عافیت ہیں۔ حضور ﷺ اس طرح ہیں جس طرح تو حضور کو دیکھنا پسند کرتی ہے۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ حضور ﷺ کہاں ہیں تاکہ میں حضور ﷺ کو نظر بھر کر دیکھ لوں۔ جب اس خاتون نے حضور ﷺ کا دیدار کر لیا حضور ﷺ کو بخیریت پایا تو اچانک اس کے منہ سے یہ آواز نکلی۔ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ“۔ یارسول اللہ ﷺ اگر حضور بخیریت ہیں تو حضور ﷺ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

کسی نے سیدنا علی مرتضیٰ سے پوچھا تم سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ کس حد تک محبت کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا بخدا حضور ﷺ ہمارے نزدیک ہمارے مالوں سے، اولاد سے، ہمارے ماں باپ سے اور پیاسے کیلئے ٹھنڈا پانی جتنا عزیز ہوتا ہے اس سے زیادہ محبوب ہیں۔

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں نکلے تاکہ لوگوں کی پاسبانی کریں۔ ایک گھر میں چراغ دیکھا وہاں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارُ

”نیک اور پاک لوگوں کے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوں۔ پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ کے محبوب پر درود شریف بھیجتے ہیں۔“

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکَّاءً بِالْاَسْحَارِ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارٌ

”حضور ساری رات عبادت الٰہی میں کھڑے ہونے والے تھے سحری کے وقت گریہ زاری کیا کرتے تھے۔“

هَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِیَ الدَّارُ

”کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ ہم حضور کے ساتھ ایک مکان میں ہوں

گے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کے شعر سن کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا آپ کو کہا گیا جس سے آپ کو سب سے زیادہ محبت ہے اس کو یاد کریں آپ کا پاؤں درست ہو جائے گا۔ آپ نے زور سے کہا یَا مُحَمَّدَاہُ۔ اسی وقت آپ کا پاؤں درست ہو گیا۔

حضرت بلال کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ان کی زوجہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ شدت غم سے ان کی زبان سے نکلا وَ احُزْنَاہُ حضرت بلال نے فرمایا یہ مت کہو بلکہ کہو وَاطَرَبَاہُ کتنا خوشی کا وقت ہے غداً اَلْقٰی مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٖ کل حضور سے اور حضور کے صحابہ سے ملاقات ہو گی۔

ایک صحابیہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ عرض کی مہربانی فرما کر حضور کی قبر مبارک سے چادر ہٹائیے۔ آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو اس پر گریہ طاری ہو گیا۔ اتنا روئیں کہ روح پرواز کر گئی۔

جب اہل مکہ زید بن دشنہ کو قتل کرنے کیلئے حرم شریف سے نکال کر لے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے حضرت زید کو کہا اے زید میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ حضور ﷺ تیری جگہ ہمارے پاس ہوتے، حضور کو جب شہید کیا جاتا اس وقت تو اپنے اہل خانہ کے پاس خوش و خرم ہوتا؟ اس عاشق صادق زید بن دشنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا۔ اے ابوسفیان تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو۔

وَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَلْآنَ فِیْ مَکَانِہِ الَّذِیْ ھُوَ فِیْہِ تُصِیْبُہٗ شَوْکَۃٌ وَاَنِّیْ جَالِسٌ فِیْ اَھْلِیْ

"اے ابوسفیان! بخدا میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور اپنے کاشانہ اقدس میں اپنے اہل خانہ کے پاس ہوتے اور حضور کو ایک کانٹا بھی چبھتا اور میں امن و امان سے اپنے گھر والوں کے پاس ہوتا۔"

جب کوئی عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو حضور اس سے یہ قسم لیتے کہ وہ اپنے خاوند کے بغض کے باعث اپنا گھر چھوڑ کر نہیں آئی اور نہ کسی اور شخص کی محبت اسے یہاں لے آئی ہے۔ بلکہ وہ تو محض اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے باعث اپنا گھر بار اہل و

عیال چھوڑ کر آئی ہے۔

حضرت ابن عمر، ابن زبیر کی شہادت کے بعد ان کی میت پر آئے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور کہا کُنْتَ وَاللهِ ما عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا تُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ بخدا مجھے جتنا علم ہے آپ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے ساری رات کھڑا ہونے والے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرنے والے تھے۔

جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم ﷺ سے محبت کرتا ہے اس کی نشانیاں

اطاعت و فرماں برداری: جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کی موافقت کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے۔ اور اگر یہ علامت اس میں نہیں پائی جاتی تو وہ محبت کا جھوٹا مدعی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت میں وہ سچا ہے جو حضور کا تابعدار ہو، حضور کی سنت پر عمل پیرا ہو، حضور کے ارشادات و افعال کا متبع ہو۔ حضور کے احکام کو بجالائے اور جن چیزوں سے حضور نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے۔ عسرت، تنگدستی اور خوشحالی میں حضور کے ارشادات کی تعمیل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو بھی اتباع رسول کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ اے حبیب آپ فرمائیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

حضور ﷺ کی شریعت کے احکام کو دوسری تمام باتوں پر ترجیح دینا اور اپنے نفس کی خواہش پر اس کو مقدم رکھنا

ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا- وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

''اور اس مال میں ان کا بھی حق ہے جو دار ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں ثابت قدم ہیں مہاجرین کی آمد سے پہلے۔ محبت کرتے ہیں ان سے

جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینہ میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دیدی جائے۔اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔"

حضور ﷺ کی پیروی میں لوگوں سے بغض نہ رکھنا

سعید بن مسیب حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تو اس حالت میں صبح کرے اور شام کرے کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں بغض و کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کر۔ پھر حضور نے یہ فرمایا۔

يَا بُنَيَّ ذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

"اے میرے بیٹے! میری یہی سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔"

جو ان سنتوں کی پوری پیروی کرے گا اس کی محبت کامل ہوگی اور جو تمام سنتوں پر عمل پیرا نہیں ہوگا اس کی محبت ناقص ہوگی لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اہل محبت سے نہیں ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ ایک شخص کو شراب پینے کے جرم میں حد لگائی گئی تو کسی نے اس پر لعنت بھیجی کہ کئی بار اسے اس جرم میں سزا مل چکی ہے لیکن یہ باز نہیں آیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لاَ اس پر لعنت مت بھیجو، اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا ذکر کرنا

حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے۔ نیز اس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق ہر وقت اسے تڑپاتا رہتا ہے۔ فَكُلُّ حَبِيْبٍ يُحِبُّ لِقَاءَ حَبِيْبِهٖ ہر محب اپنے محبوب سے ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔

قبیلہ اشعر کا وفد جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا اور حضور ﷺ سے ملاقات کی گھڑی قریب آئی تو وہ بڑے جوش سے یہ نعرہ لگاتے۔ غَداً نَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهٗ۔ کل ہماری ملاقات اپنے پیاروں سے ہو گی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام سے۔

اسی طرح کے کئی واقعات آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے شوق وصال میں کس طرح بے چینی اور بے قراری کا اظہار کیا کرتے۔

حضور ﷺ کی تعظیم

حضور ﷺ کی محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کثرت سے حضور ﷺ کا ذکر کرے اور ذکر کے وقت حضور ﷺ کی تعظیم اور توقیر کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ حضور ﷺ کا نام نامی سن کر اس پر خضوع و خشوع کی کیفیت طاری ہو جائے۔

اسحاق تجیبی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جب اپنے آقا کا ذکر کرتے تھے تو ان پر کپکپی اور گریہ طاری ہو جاتا تھا اور وہ سراپا عجز و نیاز بن جاتے تھے۔

حضور ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت

حضور ﷺ کی محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس چیز سے بھی محبت کرے جس سے حضور ﷺ کو محبت ہے۔ حضور ﷺ کے اہل بیت، صحابہ کرام، مہاجرین و انصار سے وہ صدق دل سے محبت اور اس چیز سے عداوت رکھے جس سے حضور ﷺ کو عداوت ہو۔

نبی کریم ﷺ نے حسنین کریمین کے بارے میں فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

دوسری روایت میں ہے کہ جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان دونوں سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔

امام ترمذی نے اپنی سنن میں یہ حدیث پاک روایت کی ہے۔

اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ

وَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ

اَبْغَضَهُمْ۔ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ

آذَى اللّٰہَ- وَمَنْ آذَى اللّٰہَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ (1)

"لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنانا۔ جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کے باعث ان سے بغض رکھتا ہے۔ پس جو انہیں اذیت پہنچاتا ہے وہ مجھے اذیت پہنچاتا ہے اور جو مجھے اذیت پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی ہلاک کر دے گا۔"

حضرت سیدۃ النساء کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّھَا بَضْعَۃٌ مِنِّی یُغْضِبُنِیْ مَا اَغْضَبَھَا- "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے غضبناک کرتی ہے وہ مجھے بھی غضبناک کرتی ہے۔"

بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ آیَۃُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُھُمْ- "ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔"

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا جو اہل عرب سے محبت کرتا ہے وہ اس لئے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ اس لئے کہ مجھ سے وہ بغض رکھتا ہے۔ در حقیقت محبوب کی ہر چیز، محبوب اور پسندیدہ ہوتی ہے۔

سلف صالحین کا یہی معمول تھا کہ وہ ہر اس چیز سے محبت کرتے تھے جس سے ان کا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت فرماتا تھا۔

سیدنا حضرت حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ جو کھانا آپ حضور ﷺ کے لئے پکاتی تھیں اور حضور ﷺ اسے پسند فرمایا کرتے وہی کھانا ان کے لئے بھی پکائیں۔

جس طرح محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے اسی طرح ہر وہ چیز جسے محبوب ناپسند کرتا ہے وہ اس کے محب کو بھی ناپسند ہونی چاہئے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 574

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَلْآيه (1)

''تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر پھر وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ خواہ وہ مخالفین ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔''

یہ حضور کریم ﷺ کے صحابہ کرام تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے باپوں اور بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بیٹے نے ان کا نام بھی عبداللہ تھا، بارگاہ رسالت میں عرض کی لَوْ شِئْتَ لَاَتَیْتُكَ بِرَاْسِه اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر حضور کے قدموں میں ڈال دوں۔

حضور ﷺ کی سنت سے محبت

محبت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سنت سے محبت کرے اور اس کی پیروی کرے۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں۔

عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ الْقُرْآنِ وَعَلَامَةُ حُبِّ الْقُرْآنِ حُبُّ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَامَةُ حُبِّ النَّبِيِّ ﷺ حُبُّ السُّنَّةِ وَعَلَامَةُ حُبِّ السُّنَّةِ حُبُّ الْآخِرَةِ وَعَلَامَةُ حُبِّ الْآخِرَةِ بُغْضُ الدُّنْيَا وَعَلَامَةُ بُغْضِ الدُّنْيَا اَنْ لَّا يَدَّخِرَ مِنْهَا اِلَّا زَاداً وَبُلْغَةً اِلَى الْآخِرَةِ (2)

''سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی قرآن کی محبت ہے اور قرآن کریم کی محبت کی نشانی نبی کریم ﷺ کی محبت ہے۔ حضور کی محبت کی نشانی حضور ﷺ کی سنت سے محبت ہے۔ حضور کی سنت سے محبت کی نشانی آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت کی نشانی

1۔ سورۃ المجادلہ: 22

2۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 576

دنیا سے نفرت ہے۔ دنیا سے نفرت کی نشانی یہ ہے کہ وہ دولت نہ جمع کرتا ہے مگر بقدر ضرورت۔"

حضور ﷺ کی امت پر شفقت

حضور کریم ﷺ کی محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ حضور کریم کی امت پر شفقت کرے اور ان کیلئے خیر خواہی کرے۔ ان کی بہتری کے کاموں میں کوشاں رہے۔ ان کی تکالیف کو دور کرے جس طرح حضور کریم ﷺ مومنین کے لئے رؤف رحیم تھے۔

محبت کے اسباب

اس سے پہلے آپ محبت کی تعریف اور محبت کی علامتوں کے بارے میں پڑھ آئے ہیں اب آپ کو ان امور کے بارے میں بتانا ہے جو محبت کا سبب ہیں۔

جب ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے تو محبت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ جمال، کمال اور نوال۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن سے نوازا ہو اس کو دیکھتے ہی دل اس کی محبت کا اسیر بن جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی کمال ہو وہاں بھی دل میں اس کی چاہت اور پیار پیدا ہوتا ہے اور جو شخص اپنے احسان اور سخاوت سے کسی کو مسرور و شادمان کرتا ہے اس کی محبت کا جذبہ بھی دل میں از خود پیدا ہو جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و گرامی میں یہ تینوں صفات بدرجہ کمال موجود تھیں۔ حضور ﷺ جیسا کبھی کسی نے کوئی حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا۔

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنٌ   وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

"حضور ﷺ سے زیادہ کوئی جمیل کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے بڑھ کر حسین کسی ماں نے نہیں جنا۔"

اسی طرح حضور ﷺ کی سخاوت بے نظیر و بے مثال تھی۔ اتنا سخی و کریم چشم فلک پیر نے کسی زمانہ میں نہیں دیکھا۔ جو کوئی حاجت مند سائل بن کر حاضر ہوتا حضور ﷺ اسے کبھی محروم واپس نہ کرتے بلکہ اس کی توقع سے بھی زیادہ اس کے دامن کو بھر دیتے۔

حضور ﷺ کے لطف و احسان کی تو کوئی مثال نہیں۔ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں حضور ﷺ کی شان رحمت کو بار بار مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شفیع المذنبین بنایا۔ جس گنہگار کے لئے بھی حضور ﷺ نے اپنے رب کریم کی بارگاہ

میں بخشش کی التجاء کی اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبول سے نوازا۔

جس ذات اقدس واطہر میں یہ تینوں خوبیاں اور کمالات بدرجہ اتم موجود ہوں ان کی محبت و عشق کی شمع خود بخود فروزاں ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑا بد نصیب اور بد بخت کون ہو گا جو اس مرقعہ دلبری وزیبائی کو دیکھ کر سو جان سے اس پر قربان نہ ہو۔

علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کون سا احسان، اس محسن اعظم کے احسان سے بڑا ہے جس نے مخلوق خدا کو ضلالت و کفر کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور سے منور شاہراہ مستقیم پر گامزن کر دیا اور اس سے بڑا فضل و کرم کیا ہے کہ جو جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق قرار پا چکے تھے ان کیلئے شفاعت فرمائی اور ان کو جنت کی ابدی نعیم تک پہنچا دیا۔

محبت کے جملہ اسباب اپنی مکمل اور اعلیٰ ترین صفات سے حضور ﷺ میں پائے جاتے ہیں اسی لئے ہر صاحب قلب سلیم اس نور مطلق کو دیکھ کر سو جان سے فدا ہو جاتا ہے۔

مناصحۃ خیر خواہی اور نصیحت

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ الدِّيْنَ اَلنَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّيْنَ اَلنَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّيْنَ اَلنَّصِيْحَةُ قَالُوْا لِمَنْ يَارَسُوْلَ اللهِ! قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

"حضرت تمیم الداری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کی۔"

امام ابو سلیمان نصیحت کا مفہوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلنَّصِيْحَةُ: كَلِمَةٌ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جُمْلَةِ اِرَادَةِ الْخَيْرِ لِلْمَنْصُوْحِ لَهٗ

جس کو نصیحت کی جا رہی ہے، اس کی مکمل بھلائی کے ارادے کو لفظ نصیحت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لغت میں نصیحت کا معنی اخلاص ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ نَصَحْتُ الْعَسَلَ اِذَا خَلَصْتُهٗ

مِنْ شَمْعِهٖ۔ میں نے شہد کو صاف کیا یعنی جب شہد کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک کر دیا جائے تو کہتے ہیں نَصَحْتُ الْعَسَلَ میں نے شہد کو پاک کر دیا۔

اب اس حدیث پاک کی وضاحت سماعت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا صحیح عقیدہ رکھا جائے اور اسے ان صفات سے موصوف کیا جائے جو اس کی شان الوہیت کے شایان ہوں۔ اور تمام نقائص و عیوب سے اسے پاک یقین کیا جائے اور اس کی محبت کی رغبت کی جائے اور اس کی ناراضگی سے دور بھاگا جائے اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

وَالنَّصِیْحَۃُ لِکِتَابِہٖ: کا معنی یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ اس کی تلاوت حسن و خوبی سے کرے اور تلاوت کے وقت خضوع و خشوع پیدا ہو۔ اس کی تعظیم کی جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن کریم کو ان تاویلوں سے دور رکھا جائے جو اہل زیغ نے کی ہیں۔

وَالنَّصِیْحَۃُ لِرَسُوْلِہٖ: کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی نبوت کی تصدیق کی جائے۔ اس کے احکام کی تعمیل کیلئے پوری کوشش کی جائے اور حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں پوری طرح آپ کی مدد اور مساعدت کی جائے۔ حضور ﷺ کی سنت کو زندہ کیا جائے اور اس کی نشر و اشاعت میں مقدور بھر کوشش کی جائے۔ آپ کے اخلاق کریمہ اور آداب جمیلہ سے اپنے آپ کو متصف کیا جائے۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور کے صحابہ کی مدد کی جائے۔ حضور کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کی حفاظت کی جائے اور کسی کو اس میں آمیزش کی اجازت نہ دی جائے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے اور اس میں کسی کوشش سے دریغ نہ کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد نصیحہ للرسول کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عزت و تکریم میں ذرا کمی نہ ہونے دی جائے حضور ﷺ کی محبت میں دوسروں سے آگے بڑھنے میں کوشش کی جائے اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ سیکھنے میں ذرا کاہلی کا ثبوت نہ دے۔ حضور ﷺ کے اہل بیت، صحابہ کرام سے دلی محبت کی جائے۔ جو حضور ﷺ کی سنت کا تارک ہو اس سے قطع تعلق کی جائے اور اس کو برا سمجھا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی امت پر ہر طرح کی شفقت کی جائے۔ حضور کے اخلاق حسنہ اور سیرت طیبہ

پر عمل کرنے میں پوری کوشش کی جائے۔

یہ نصیحت در حقیقت اس محبت کا نتیجہ ہے جو امتی کو اپنے محبوب رسول سے ہوتی ہے۔

امام ابو القاسم القشیری روایت کرتے ہیں کہ خراسان کا ایک بادشاہ عمرو بن لیث نامی تھا۔ اس کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اسے کہا تیرے اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے بتایا اس نے مجھے بخش دیا۔ اس نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہوئی؟ اس نے کہا ایک روز میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ چاروں طرف میرا لشکر پھیلا ہوا تھا۔ لشکر کی کثرت کو دیکھ کر میرا دل خوش ہوا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش میں عہد نبوت میں ہوتا اور اس لشکر جرار کے ساتھ حضور ﷺ کی مدد کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس خیال کو پسند فرمایا اور مجھے بخش دیا۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر حق بات میں ان کی اطاعت کروں اور مدد کروں اور ان کو نیکی کا حکم دوں بہتر انداز سے ان کی اصلاح کی کوشش کروں جن کاموں میں ان سے غفلت ہوتی ہے ان سے متنبہ کروں اور مسلمانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تلقین کروں۔

عام لوگوں کی نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ میں ان کو ان امور کی طرف دعوت دوں جن میں ان کی مصلحت ہے اور دین کے معاملات میں ان کی امداد کروں اور مسلمانوں میں جو نادار و مفلس ہوں ان کی مالی امداد کروں۔ اور ان کے جو عیوب ہیں ان کی پردہ دری نہ کروں۔ ہر ضرر سے انہیں بچاؤں۔ اور ہر فائدہ سے ان کو خورسند کروں۔ اپنے قول و فعل سے ان کی دنیا و آخرت سنوارنے کی کوشش کروں۔ جو شریعت کی اطاعت سے غافل ہیں ان کو متنبہ کروں۔ جو جاہل ہیں ان کو تعلیم دوں۔ جو محتاج ہیں ان کی حاجت روائی کروں۔ ہر ضرر سے انہیں بچاؤں اور ہر نفع و فائدہ سے ان کو محظوظ کروں۔

نبی رحمت ﷺ کی تعظیم و توقیر و تکریم

خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس میں متعدد آیات میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا اپنے صحابہ کو حکم دیا ہے اور ہر وہ اسلوب جس میں بے ادبی کا شائبہ تک بھی ہو ایسے اسلوب سے سختی سے منع کیا۔ چند آیات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا الْاٰیۃ (1)

1۔ سورۃ الفتح: 9

اے نبی مکرم ﷺ ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا بروقت ڈرانے والا تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول مکرم کے ساتھ اور تعظیم کرو میرے محبوب کی اور ادب کرو میرے رسول کا۔

یہاں کئی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ سورۃ الاحزاب میں بھی موجود ہیں وہاں آغاز خطاب یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ سے ہے خود جب ندا فرمائی تو نام لے کر نہیں بلکہ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ۔ کہہ کر۔ جتنے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب سے نوازا ہمیشہ ان کا نام لے کر خطاب فرمایا لیکن جب اپنے محبوب کو خطاب کرنے کا موقع آیا تو نام لے کر نہیں بلکہ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کے پر جلال الفاظ سے اپنے نبی کو خطاب فرمایا۔ اس کے بعد شاہد، مبشر اور نذیر کے پر وقار القابات سے حضور کی شان بیان کی۔ آخر میں حکم دیا کہ اس رفیع الشان رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم کرو۔

حضرت ابن عباس تُعَزِّرُوْہُ کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تُعَزِّرُوْہُ تُجِلُّوْہُ۔ یعنی حضور کی شان جلیل بیان کرو۔

المبرد تُعَزِّرُوْہُ کا معنی بیان کرتے ہیں تُبَالِغُوْا فِیْ تَعْظِیْمِہٖ میرے حبیب کی تعظیم میں مبالغہ سے کام لو۔

اخفش کہتے ہیں۔ تُعَزِّرُوْہُ تَنْصُرُوْہُ تم آپ کی نصرت اور امداد کرو۔

اس ایک آیت میں ہی خود اللہ تعالیٰ نے بارگاہ نبوت کے جن آداب کی طرف صراحۃً یا کنایۃً اپنے بندوں کی راہنمائی کی ہے اس کے بعد کسی مزید تنبیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دوسری آیت میں حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کی مزید تاکید فرمائی جا رہی ہے۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

"اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی) سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔"

یہاں حضور کے غلاموں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب وہ ہادی برحق ﷺ سے گفتگو کریں تو ان کا لب و لہجہ کیا ہونا چاہئے۔ یہاں لب و لہجہ میں بھی ادب کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خبردار محتاط رہنا کہیں گفتگو کرتے وقت تمہاری آواز میرے حبیب کی آواز سے بلند نہ ہو جائے ورنہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں اس نقصان عظیم کا شعور تک بھی نہ ہو گا۔

پھر ارشاد ربانی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

"اے ایمان والو آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے۔ ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ستائش کرتے ہیں جو بارگاہ رسالت میں گفتگو کرتے وقت اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

بیشک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں، مختص کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کیلئے۔ انہیں کیلئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

اور ان کے برعکس جو لوگ بلند آواز سے حضور کو باہر کھڑے ہو کر پکارتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

"بیشک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔"

ایسے لوگوں کو نادان اور ناسمجھ فرمایا گیا جو حضور ﷺ کا نام لے کر بلند آواز سے پکارتے ہیں۔ ابو محمد مکی لکھتے ہیں کہ گفتگو کرنے میں حضور ﷺ سے سبقت نہ لے جاؤ اور خطاب کرنے

میں اجڈ پن کا مظاہرہ نہ کرو۔ اور حضور ﷺ کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ ایسے الفاظ سے حضور ﷺ کو خطاب کرو جن میں ادب واحترام کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہو۔ مثلاً یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ سے۔

جب بنو تمیم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کے خطیب نے ازراہ تفاخر خطبہ دیا اور اپنی قوم کی بڑائی بیان کی۔ اس کا جواب دینے کیلئے حضور ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خطیب مقرر کر کے بنی تمیم کے خطیب کا جواب دینے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے بنو تمیم کے خطیب کو منہ توڑ جواب دے کر اسے خاموش کر دیا۔

ان کے کانوں میں بہرہ پن تھا۔ یہ خود بھی بات کرتے تو بلند آواز سے کرتے۔ جب لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ الایۃ نازل ہوئی تو ان پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ ان کی آواز اونچی ہے مبادا انہوں نے اونچے لہجہ میں گفتگو کی ہو اس کی پاداش میں ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے ہوں۔

یہ فرط غم سے گھر میں بیٹھ گئے۔ باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ جب چند روز نماز کیلئے مسجد میں نہ آئے تو حضور کریم ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عرض کی گئی جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے وہ گھر میں کواڑ بند کر کے داخل ہو گئے ہیں اور رونے کے بغیر ان کا کوئی شغل نہیں۔ نبی رحمت نے ان کی حالت زار پر رحمت فرماتے ہوئے انہیں اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا اور ان کے حزن و ملال کو دور کرنے کیلئے ان بشارتوں سے انہیں سرفراز فرمایا۔

یَا ثَابِتُ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَعِیْشَ حَمِیْدًا وَّتُقْتَلَ شَہِیْدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّۃَ

چنانچہ وہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگ، جنگ یمامہ میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے بارے میں حضور ﷺ کے سارے ارشادات پورے ہوئے اور وہ جنت الفردوس کے حقدار قرار پائے۔

بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام جب گفتگو کرتے تو بڑی دھیمی آواز سے تاکہ کہیں بے ادبی کے مرتکب نہ ہوں۔ وہ کلمات جن میں اگرچہ صراحۃً بے ادبی کا شائبہ تک نہیں لیکن کنایۃً ان کو گستاخی کے مفہوم پر محمول کیا جاسکتا ہے ایسے الفاظ کے استعمال کرنے سے بھی

فرزندانِ اسلام کو سختی سے منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا- اے ایمان والو! میرے حبیب کی بارگاہ میں یہ الفاظ مت دہراؤ۔ "رَاعِنَا" کیونکہ رَاعِنَا کا غلط تلفظ کر کے اس کے ذریعے بد طینت لوگ حضور کی گستاخی کر سکتے تھے اس لئے اس لفظ کے استعمال سے بھی روک دیا گیا۔

صحابہ کرام کا ادبِ رسول ﷺ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر اور شجاع جرنیل بھی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا تو انہیں جرات نہ ہوتی کہ حضور ﷺ کے رخ انور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکیں۔ آپ کہتے اگر مجھے کوئی یہ کہتا کہ میں اپنے آقا کا حلیہ بیان کروں تو میں ایسا نہ کر سکتا کیونکہ میں نے کبھی آنکھ بھر کے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے ہوئے بارگاہ مصطفوی میں حاضر رہا کرتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: جب نبی رحمت ﷺ صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی بھی ان میں سے آنکھ اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف دیکھنے کی جسارت نہ کرتا۔ البتہ حضرت ابو بکر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کی نہایت شفقت و مہربانی کے باعث آپ کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کے اردگرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کی محفل میں اس طرح فرط ادب سے بے حس و حرکت بیٹھے ہوتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، اگر انہوں نے ذرا سر ہلایا تو پرندے اڑ جائیں گے۔ جب حضور ﷺ اپنی محفل مبارک میں گفتگو فرماتے تو تمام حاضرین جامد و ساکت بیٹھے ہوتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے عروہ بن مسعود کو مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے ادب واحترام کی کیفیت کو دیکھا تو سراپا حیرت بن گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ وضو فرماتے ہیں تو جسم اطہر سے لگنے والا پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر پانی کے ان قطروں کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتے ہیں اور جسم اور چہروں پر بطور تبرک مل لیا کرتے

ہیں جب حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تو ہر صحابی اس فرمان کو پورا کرنے کے لئے بیتاب ہو جاتا ہے ہر ایک کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس ارشاد عالی کو بجالانے کی سعادت اسے نصیب ہو۔ جب حضور ﷺ گفتگو کرتے ہیں تو سب صحابہ سر جھکا لیتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو کر حضور ﷺ کے ارشادات کو سنتے ہیں۔

عروہ جب واپس آیا تو اپنی قوم سے کہا: اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے شاہان عالم کے درباروں میں گیا ہوں۔ کسریٰ ایران، قیصر روم، حبشہ کے نجاشی اور کئی دوسرے بادشاہوں کو بھی دیکھا ہے لیکن اطاعت وانقیاد کا جو جذبہ میں نے غلامان مصطفیٰ ﷺ میں دیکھا ہے اس کا کہیں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ سرور عالم ﷺ کو حجامت کراتے دیکھا۔ حجام حضور کے گیسوؤں کو مونڈ رہا تھا۔ صحابہ کرام ﷺ حضور کے ارد گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے ہر ایک کی یہ آرزو تھی کہ حضور ﷺ کے گیسو مبارک ان میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑیں اور کوئی بال زمین پر گرنے نہ پائے۔

جب قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ ہم اور کسی مسلمان کو تو مکہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے البتہ آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ چاہیں تو کعبہ شریف کا طواف کر سکتے ہیں۔ اس عاشق صادق نے یہ کہہ کر مکہ کے قریش کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ حَتّٰی يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ میں اس وقت تک ہرگز کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ پہلے طواف نہیں فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب در اقدس پر حاضر ہوتے اور دروازہ بند ہوتا تو ناخنوں سے اس کو کھٹکھٹاتے تاکہ حضور کے سمع مبارک پر یہ شور بوجھ نہ بنے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کوئی بات حضور ﷺ سے پوچھنا چاہتا لیکن میری جرات نہ ہوتی تھی کہ میں پوچھ سکوں۔ حضور ﷺ کے رعب کی وجہ سے کئی سال گزر جاتے اور میں اس بات کے بارے میں استفسار کی جرات نہ کر سکتا۔

سرکار دو عالم ﷺ کا ادب واحترام بعد از وصال

سرکار دو عالم ﷺ کی عزت وتکریم جس طرح حضور ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں لازمی اور ضروری تھی اسی طرح حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کا ادب واحترام لازمی ہے۔

جب سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر پاک کیا جاتا، آپ کی کوئی حدیث یا سنت بیان کی جاتی یا حضور ﷺ کی سیرت کا کوئی واقعہ بیان کیا جاتا یا حضور ﷺ کی اہل بیت، عترت طاہرہ کا تذکرہ ہوتا یا اہل بیت مکرمین اور صحابہ کرام کا ذکر خیر ہوتا تو سلف صالحین اسی ادب واحترام کے ساتھ بیٹھتے جیسے حضور ﷺ اس محفل میں بذات خود جلوہ فرما ہیں۔

قاضی ابوالفضل شفاء میں فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالحین اور ائمہ کرام کے ادب واحترام کا یہی حال تھا

قاضی ابو عبداللہ جلیل القدر علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور ابو جعفر مسجد نبوی میں حاضر تھا اور اس کی گفتگو کسی مسئلہ پر حضرت امام مالک سے ہوئی اور امام مالک نے امیر المومنین کو کہا: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ
اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز مت اونچی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ کہ حضور کریم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے خود اہل اسلام کو ادب سکھایا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس نقصان عظیم کا شعور تک بھی نہ ہوگا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو بارگاہ نبوت میں آہستہ بولتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

"بے شک جو لوگ پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے

سامنے یہی وہ لوگ ہیں، مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے۔ انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔"

جو لوگ حضور علیہ السلام کے ادب کو ملحوظ نہیں رکھتے اور باہر سے آوازیں دے کر حضور علیہ السلام کو بلاتے ہیں ان کو ان الفاظ سے تنبیہ کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

"بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے، ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی ظاہری حیات طیبہ میں جن آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح وصال کے بعد بھی ان آداب کا ملحوظ رکھنا ناگزیر ہے۔

اِنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کَحُرْمَتِہٖ حَیًّا

جب امام مالک کی امیر المومنین نے یہ بات سنی تو اس نے فوراً سر جھکا دیا۔

اسی اثناء میں امیر المومنین نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا: کیا دعا مانگتے وقت میں قبلہ شریف کی طرف رخ کروں یا اپنے آقا و مولا علیہ السلام کی طرف رخ کروں؟ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تم دعا مانگتے وقت حضور کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو؟ حالانکہ حضور علیہ السلام تمہارا بھی وسیلہ ہیں اور تمہارے باپ آدم کا بھی وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور علیہ السلام کی طرف منہ کر کے دعا مانگو اور حضور سے طلب شفاعت کرو، حضور تمہاری شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں تمہارے آقا کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

"اگر یہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اے میرے حبیب! تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے پر مغفرت طلب کریں اور اللہ کا رسول مکرم ان کیلئے مغفرت طلب کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت فرمانے والا پائیں گے۔"

روایت حدیث کے وقت سلف صالحین کا طریقہ کار

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے ایوب سختیانی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا جتنے لوگوں سے میں نے حدیث بیان کی ہے ان سب میں سے ایوب سختیانی افضل تھے۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو حج کئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں ان کی حرکات و سکنات کو تاڑ تا رہتا تھا۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ زار و قطار رونا شروع کر دیتے یہاں تک کہ ان کی حالت زار کو دیکھ کر میرے دل میں ان کے لئے رحم پیدا ہو جاتا۔ جب میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی کہ حضور ﷺ کا نام سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیتے ہیں تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب ﷺ کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جب حضور کریم ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کے چہرہ کی رنگت بدل جاتی اور جھک جاتے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ کے ہم نشینوں پر بڑا مشکل وقت آ جاتا۔ ایک دن اس کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کا نام سن کر آپ اس طرح کیوں زار و قطار روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جن کو میں نے دیکھا تھا اگر تم بھی ان لوگوں کو دیکھتے تو تم میری اس حالت کو دیکھ کر پریشان نہ ہوتے۔ میں نے محمد بن منکدر کو دیکھا جو سید القراء، تمام قراء کے سردار تھے کہ جب کبھی ہم ان سے کسی حدیث پاک کے بارے میں دریافت کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگتا یہاں تک کہ ہم ان کی اس حالت کو دیکھ کر ان پر رحم کرنے لگتے۔

فَقَالَ لَوْ رَأَيْتُمْ مَارَأَيْتُ لَمَا اَنْكَرْتُمْ عَلَيَّ مَاتَرَوْنَ۔ وَلَقَدْ كُنْتُ اَرٰى مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ وَكَانَ سَيِّدَ الْقُرَّاءِ لَانَكَادُ نَسْئَلُهٗ عَنْ حَدِيْثٍ اَبَدًا اِلَّا يَبْكِيْ حَتّٰى نَرْحَمَهٗ۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ میں حضرت جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا کرتا آپ کے سامنے سرور کائنات ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا اور آپ کبھی بھی کوئی حدیث بغیر وضو کے بیان نہیں کرتے تھے۔ میں اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

کرتا۔ جب بھی حاضری کا شرف نصیب ہوتا میں آپ کو ان تین حالتوں سے کسی ایک حالت میں دیکھتا یا نماز پڑھتے ہوئے یا خاموشی سے بیٹھے ہوئے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے۔ کبھی بھی فضول گفتگو نہ کرتے۔ آپ ان علماء اور عباد سے تھے جو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم کے پاس جب نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو یوں محسوس ہوتا کہ فرط ہیبت سے ان کا خون نچوڑ لیا گیا ہے اور ان کی زبان خشک ہو جاتی۔

امام مالک سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عامر کی خدمت میں حاضر ہوتا ان کے سامنے نبی رحمت ﷺ کا ذکر پاک کیا جاتا تو آپ فوراً رونا شروع کر دیتے اور اس وقت تک روتے رہتے جب تک ہمیں یہ محسوس نہ ہوتا کہ ان کی آنکھوں کے سارے آنسو خشک ہو گئے ہیں۔

میں امام زہری کی زیارت کرتا وہ بڑے ہنس مکھ تھے۔ جب ان کے سامنے نبی رؤف رحیم ﷺ کا ذکر مبارک ہوتا تو ان پر یہ کیفیت طاری ہوتی گویا وہ نہ آپ کو جانتے ہیں اور نہ آپ ان کو جانتے ہیں۔

میں صفوان بن سلیم کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ وہ بڑے عبادت گزار اور مجتہد تھے۔ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو رونے لگتے یہاں تک کہ لوگ اٹھ جاتے۔

وَاِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ ﷺ بَكٰى وَ لَا يَزَالُ يَبْكِيْ حَتّٰى يَقُوْمَ النَّاسُ مِنْهُ وَيَتْرُكُوْهُ۔

حضرت قتادہ جب نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک کو سنتے تو تڑپتے اور روتے۔

جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف کا درس لینے کیلئے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو آپ سے عرض کی گئی: کتنا اچھا ہوتا کہ اپنے ساتھ ایک اور آدمی آپ بٹھاتے جو آپ فرماتے وہ بلند آواز سے دہرا دیتا اور سب لوگ آسانی سے سن لیتے۔ آپ نے فرمایا ارشاد الٰہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَحُرْمَتُهٗ حَيًّا وَّمَيِّتًا سَوَاءٌ

"اے ایمان والو! حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور حضور کا ادب واحترام وصال سے پہلے بھی اور وصال کے بعد بھی یکساں ہے۔"

عمرو بن میمون سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اکثر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ ایک دن ان کی زبان سے نکلا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یہ کہتے ہی ان کے چہرے پر کرب وحزن کے آثار ظاہر ہوگئے۔ میں نے دیکھا ان کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے پھر آپ نے فرمایا۔

هٰکَذَا اِنْشَآءَ اللّٰہُ اَوْ فَوْقَ ذَا اَوْ مَادُوْنَ ذَا اَوْ مَاهُوَ قَرِیْبٌ مِنْ ذَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَدْ تَغَرْغَرَتْ عَیْنَاہُ وَانْتَفَخَتْ اَوْ دَاجُہٗ۔

"انشاء اللہ اسی طرح یا اس سے کچھ کم یا زیادہ یا اس کے قریب قریب۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور آپ کی رگیں پھول جاتیں۔"

مدینہ طیبہ کے قاضی ابراہیم بن عبد اللہ ابن قریم انصاری ایک دفعہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ وہ پاس سے گزر گئے اور کھڑے نہ ہوئے آپ نے کہا۔ اِنِّیْ لَمْ اَجِدْ مَوْضَعًا اَجْلِسُ فِیْہِ اس لئے میں کھڑا نہیں ہوا کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اور میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ نبی رحمت ﷺ کی حدیث پاک کھڑے ہو کر سنوں۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا اور ان سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا۔ اس وقت آپ لیٹے تھے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حدیث بیان کرنی شروع کی۔ اس آدمی نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا تھا کہ آپ اتنی تکلیف نہ فرمائیں۔ انہوں نے جواب دیا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں آپ کو رسول کریم ﷺ کی حدیث سناؤں جبکہ میں لیٹا ہوا ہوں۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ جب حدیث بیان کرتے تو احترام واجلال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، پہلے وضو فرماتے پھر حدیث بیان کرتے۔

اسی طرح مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ

جب بھی حدیث نبوی ﷺ بیان کرتے پہلے وضو فرماتے پھر اپنی داڑھی وغیرہ کو درست کرتے پھر حدیث بیان کرتے۔

مطرف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب لوگ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آتے تو آپ اپنی کنیز لوگوں کے پاس بھیجتے۔ وہ کنیز پوچھتی شیخ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ دریافت کر رہے ہیں کہ آپ حدیث سننا چاہتے ہیں یا کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کہتے کہ فقہی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں تو آپ اسی وقت باہر تشریف لاتے۔ اگر کہتے کہ حدیث سننے کیلئے آئے ہیں تو آپ پہلے غسل خانہ میں غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نیا لباس زیب تن کرتے، اس کے اوپر جبہ پہنتے پھر دستار باندھتے اور اس کو اپنے سر پر سجاتے پھر چادر اوڑھتے پھر آپ کے لئے کرسی رکھی جاتی آپ اس پر بیٹھتے اس طرح کہ آپ پر خضوع وخشوع کے آثار نمایاں ہوتے آپ کے پاس بخور اور عود جلایا جاتا یہاں تک کہ آپ روایت حدیث سے فارغ ہوتے۔

ابن ابی اویس کہتے ہیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں حضور کریم ﷺ کی حدیث کی زیادہ سے زیادہ تعظیم و تکریم کروں۔ آپ عام حالات میں راستے میں چلتے ہوئے اور جلدی میں حدیث پاک بیان نہ کرتے اور فرماتے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کو حدیث پاک اچھی طرح سمجھاؤں۔

خرار بن مرہ کہتے ہیں سلف صالحین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وضو کئے بغیر وہ حدیث روایت کریں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا اور سماع حدیث کر رہا تھا۔ انہیں 16 مرتبہ بچھو نے ڈسا۔ جب بچھو ڈستا ان کا رنگ بدل جاتا اور زردی مائل ہو جاتا۔ اس تکلیف کے باوجود آپ حدیث پاک کی روایت کے سلسلہ کو منقطع نہ فرماتے۔ جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اس مجلس سے فارغ ہوئے اور لوگ منتشر ہوگئے تو میں نے عرض کی یا ابا عبداللہ (آپ کی کنیت) آج میں نے آپ کو عجیب وغریب حالت میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک تم سچے ہو، مجھے 16 بار بچھو نے ڈسا اور میں نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ وَاِنِّیْ

صَبَرْتُ اِجْلَالًا لِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔ میں نے صبر کیا تاکہ حضور کریم ﷺ کی حدیث پاک کی عزت و تکریم میں سر مو فرق نہ آئے۔(1)

ابن محمدی کہتے ہیں ایک روز میں وادی عتیق میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ پیدل چل کر پہنچا۔ اسی اثناء میں، میں نے ایک حدیث پاک کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے مجھے جھڑکا اور فرمایا پہلے میری نظر میں تمہاری بڑی عزت تھی لیکن اب وہ عزت نہیں رہی کیونکہ تم نے نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک کے بارے میں اس وقت دریافت کیا جبکہ ہم پیدل چل رہے تھے۔

جریر بن عبدالحمید القاضی نے آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا جبکہ وہ کھڑے تھے، انہوں نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دو۔ عرض کی گئی کہ حضرت یہ تو شہر کے قاضی ہیں فرمایا اَلْقَاضِیْ اَحَقُّ مَنْ اُدِّبَ۔ قاضی اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے۔

ہشام بن ہشام نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حدیث پوچھی جبکہ وہ کھڑے تھے۔ آپ نے انہیں بیس کوڑے لگائے پھر ان پر ترس آیا اور انہیں بیس احادیث سنائیں۔ یعنی ہر کوڑے کے بدلے میں ایک حدیث۔ ہشام نے کہا مجھے یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ ایک ایک کوڑا اور مارتے جاتے اور ہر ایک کے بدلے میں ایک حدیث پاک سناتے جاتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اہل بیت ذریت طاہرہ اور امہات المؤمنین کی توقیر و تعظیم

ان حضرات کی عزت و توقیر در حقیقت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقیر و تعظیم تھی اس لئے سلف صالحین ان حضرات کی توقیر کو اس طرح لازم سمجھتے جس طرح سرور عالم ﷺ کی توقیر کو لازمی سمجھتے تھے۔

ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 603

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (1)

"نیز فرمان خداوندی ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج طاہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔"

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کے ساتھ احسان و شفقت کا برتاؤ کیا کرو۔ صحابہ کرام نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ زید نے فرمایا۔

آلُ عَلِیٍّ وَّ جَعْفَرٍ وَ آلُ عَقِیْلٍ وَ آلُ عَبَّاسٍ

"یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس کی اولاد۔"

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ انہیں اگر تم مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ پھر فرمایا کِتَابُ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اہل بیت۔ تم خیال رکھو کہ میرے بعد تم ان سے کیا برتاؤ کرتے ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

قَالَ ﷺ مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوَلَايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ۔

"یعنی نبی کریم ﷺ کے حق کو پہچاننے کی برکت سے آگ سے نجات ملتی ہے حضور کی آل پاک سے محبت کرنا پل صراط سے بخیریت گزرنے کا باعث ہے اور آل مصطفیٰ کی مدد و اعانت، عذاب الٰہی سے امان کا باعث ہے۔"

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الاٰیۃ تو اس وقت حضور ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس وقت سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین کو بلایا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ علی مرتضیٰ حضور ﷺ کے پشت کے پیچھے تھے۔ آپ پر بھی اپنی چادر ڈالی پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

1۔ سورۃ الاحزاب: 33

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِىْ فَاذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ناپاکی کو ان سے دور کردے اور ان کو مکمل طور پر پاک کردے۔''

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

''جس کا میں ناصر و مددگار ہوں علی مرتضیٰ بھی اس کے مددگار و ناصر ہیں۔ اے اللہ! جو علی کی مدد کرتا ہے یا دوست رکھتا ہے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرتا ہے تو بھی اس کا دشمن بن جا۔''

سرکار دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مزید فرمایا۔

لَا يُحِبُّكَ اِلاَّ مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ اِلاَّ مُنَافِقٌ۔

''تیرے ساتھ محبت نہیں کرتا مگر مومن اور تیرے ساتھ بغض نہیں کرتا مگر منافق''

حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَنْ آذٰى عَمِّىْ فَقَدْ آذَانِىْ وَاِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (1)

''حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے تم سے محبت نہ کرے۔ جس نے میرے چچا کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ بیشک آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔''

ایک دن نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اے چچا! صبح

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 607

سویرے اپنے بیٹوں کے ساتھ میرے پاس آنا۔ وہ سب جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال کر فرمایا: یہ میرا چچا ہے، میرے باپ کی مانند ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آتش جہنم سے بچالے جس طرح میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی دعا کو سن کر دروازوں کے کواڑوں اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔

نبی رحمت ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیتے اور دعا مانگتے۔

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے۔ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔ حضور ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے حق کا خیال رکھو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَصِلَ بِقَرَابَتِیْ

"اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نبی کریم ﷺ کے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے مجھے بہت عزیز ہے۔"

عقبہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، انہوں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گردن پر بٹھایا ہوا تھا آپ فرما رہے تھے۔

بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْھًا بِعَلِیٍّ

"بخدا یہ شہزادہ اپنے باپ علی سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے۔"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ سنتے اور ہنستے۔

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک کام کیلئے آیا۔ آپ نے مجھے فرمایا جب آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہو تو میری طرف آدمی بھیج دیا کریں یا خط لکھ دیا کریں۔

مجھے اس بات سے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھا پھر آپ کا خچر آپ کے قریب لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے انہوں نے آپ کی سواری کی رکاب تھام لی۔ زید نے کہا اے رسول کریم ﷺ کے برادر عم زاد رکاب کو چھوڑ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا هٰكَذَا نَفْعَلُ بِالْعُلَمَاءِ۔ ہم علماء کا اسی طرح احترام کیا کرتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا۔ هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا۔ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبی معظم کی آل کے ساتھ یوں ادب واحترام کا برتاؤ کیا کریں۔

اوزاعی روایت کرتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک غلام تھا جس نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو ازراہ ادب ان کیلئے کھڑے ہوگئے۔ چل کر ان کے پاس گئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کپڑے میں لپیٹا پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ جہاں خود بیٹھا کرتے وہاں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو بٹھایا اور خود ان کے سامنے باادب بیٹھ گئے۔ وَمَا تَرَكَ لَهَا حَاجَةً اِلاَّ قَضَاهَا۔ آپ نے جو حکم کیا اس کو بجالائے اور تعمیل کی۔

جب عہد فاروقی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے وظائف مقرر کئے گئے تو آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کیلئے تین ہزار کا وظیفہ مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ساڑھے تین ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا حضرت عبداللہ نے اپنے والد ماجد سے گزارش کی کہ آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر کیوں فضیلت دی اور اس کے لئے زیادہ وظیفہ کیوں مقرر کیا حالانکہ وہ کسی مشہد میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زید، اسامہ کا باپ، تیرے باپ سے حضور کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ تم سے زیادہ حضور ﷺ کو محبوب تھا۔ فَاٰثَرْتُ حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حُبِّىْ۔ میں نے حضور ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی اس لئے ان کا وظیفہ تم سے زیادہ مقرر کیا۔(1)

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 609

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ قابس بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شکل میں مشابہت رکھتا ہے۔ جب یہ قابس، امیر معاویہ کے پاس آئے تو آپ ازراہ ادب کھڑے ہو گئے، آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مرغاب کی جاگیر جو بڑی زرخیز تھی وہ ان کو عطا فرمائی کیونکہ وہ شکل و صورت میں رحمت عالمیان ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔

جعفر بن سلیمان خلیفہ نے جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو درے لگائے تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں انہیں اٹھا کر لایا گیا۔ لوگ آپ کی تیمارداری کیلئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو ہوش آ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي جَعَلْتُ ضَارِبِيْ فِيْ حِلٍّ۔ اے لوگو! میں تم کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ جس نے مجھے اتنی ضربیں لگائی ہیں میں نے اسے معاف کر دیا۔

پوچھا گیا کہ اس عفوودرگزر کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مجھے موت نہ آ جائے اور پھر نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہو۔ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میری وجہ سے حضور ﷺ کی آل سے کسی شخص کو آتش جہنم میں جھونک دیا جائے۔

منصور نے حکم دیا کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ پر جعفر نے جو زیادتی کی اس کا اس سے قصاص (بدلہ) لیا جائے، جتنے درے اس نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو مارے ہیں اتنے ہی درے اس کو بھی لگائے جائیں۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں بخدا جس وقت جعفر مجھے درہ مارتا تھا، ابھی وہ میرے جسم سے اٹھاتا نہیں تھا کہ میں اس کو معاف کر دیا کرتا تھا کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا رشتہ دار تھا۔

حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لئے عام طور پر جایا کرتے تھے اور فرماتے ہمارے آقا ﷺ ان کی ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس لئے ہم بھی ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور دریافت کیا کہ آپ کیوں تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے اپنی ضرورت بیان کی۔ حضور نے اسی وقت اس کو پورا کر دیا۔

حضور کے وصال کے بعد آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

حاضر ہوتیں اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتیں یہ دونوں خلفاء آپ کے ساتھ بعینہ وہی برتاؤ کرتے جو سرکار عالم ﷺ ان کے ساتھ کیا کرتے تھے یعنی اپنی چادر بچھاتے اور اس پر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بٹھاتے پھر جو حکم کرتیں اس کو بجالاتے۔

صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ احسان و مروت

سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کرنے کے لئے صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم بھی انتہائی ضروری ہے۔ جو واقعات ان کے درمیان رونپذیر ہوئے ان کے بیان سے زبان کو روکنا لازمی ہے۔ جاہل مورخین، نادان راویوں اور گمراہ رافضیوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں طرح طرح کی لغو روایتیں نقل کی ہیں۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ ان واقعات کی ایسی تاویل کریں جس سے کسی پر کوئی الزام عائد نہ ہو۔ کسی کو روا نہیں کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی پر زبان طعن دراز کرے کیونکہ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی توصیف و ثنا سے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھری ہوئی ہے۔ جن ہستیوں کے ثناخواں رب العالمین ہوں کسی ماوشما کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کی بارگاہ اقدس میں یاوہ گوئی کرتا رہے۔ سورۃ الفتح کا ایک رکوع۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه الخ۔ کوئی غور سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کے ان صحابہ کی عظمت شان کا پتہ چل جاتا ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ بھی اس سلسلہ میں ہر غلط فہمی کو دور کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

سورۂ فتح کی یہ آیت بھی سرمۂ چشم بصیرت کا کام دیتی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ان کے علاوہ سینکڑوں آیات طیبات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جاں نثار اور وفاشعار صحابہ کرام کی عظمت شان کا ذکر فرمایا ہے۔

ان آیات قرآنی کے علاوہ بے شمار احادیث طیبہ ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اپنے

غلاموں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ فرمایا۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ وَلَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ

"میرے صحابہ کرام کے بارے میں بدکلامی نہ کرو۔ اگر تم لوگ احد کے پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کر دو تو اس کا اتنا ثواب بھی نہیں جتنا میرے صحابہ کے نصف مد خرچ کرنے کا ہے۔"

دوسری حدیث پاک میں ہے جب میرے صحابہ کی شان میں بدکلامی کی جائے تو اپنی زبانوں کو روک لو۔

قَالَ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص میرے صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول کرتا ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام لوگوں سے میرے صحابہ کو پسند فرمایا ہے۔ اور میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لئے پسند فرمایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام صحابہ سے افضل بنایا ہے اور میرے تمام صحابہ میں بھلائی ہے۔

قَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ مُبَارَكٍ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِیْهِ نَجَا۔ اَلصِّدْقُ وَحُبُّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ

"حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں جس شخص میں دو خصلتیں پائی جائیں وہ نجات پا جاتا ہے۔ سچائی اور حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی محبت۔"

ابو ایوب السختیانی نے فرمایا: جس شخص نے ابو بکر صدیق سے محبت کی اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا۔ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس کے لئے صراط مستقیم واضح ہو گئی۔ اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ کے نور سے روشنی حاصل کی اور جس نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط رسی پکڑ لی۔ جس نے حضور کریم ﷺ کی تعریف کی وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ اور جو کسی صحابی کی عیب چینی کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔ وہ سنت کے بھی مخالف ہے اور سلف صالحین کے بھی خلاف ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا عمل آسمان کی طرف بلند نہیں کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو سن لو! میں ابو بکر سے راضی ہوں تم بھی اسے اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو میں عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید اور عبدالرحمٰن بن عوف علیہم الرضوان سے راضی ہوں تم بھی اس حقیقت کو پہچان لو۔ (1)

حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اور اہل مدینہ کو معاف کر دیا ہے۔ اے لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں، میرے سسرال کے بارے میں اور میرے دامادوں کے بارے میں میری عزت و تکریم کا خیال رکھا کرو۔

ایک آدمی نے معافی بن عمران کو کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کا درجہ امیر معاویہ سے بہت بلند ہے۔ تو انہوں نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے صحابی تھے۔ حضور ﷺ کے سسرال سے تھے۔ آپ کاتب وحی تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر آپ امین تھے۔

ایک جنازہ حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، فرمایا وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کیا کرتا تھا اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ نے مبغوض بنا دیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا: اگر ان سے غلطی ہو جائے تو معاف کر دو اگر وہ اچھا کام کریں تو اس کو قبول کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا، جو میرے صحابہ کا ادب ملحوظ رکھے گا، روز محشر میں اس کا محافظ ہوں گا۔ جو میرے صحابہ کا ادب ملحوظ رکھے گا وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ جو

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 617

میرے صحابہ کا ادب ملحوظ نہیں رکھے گا وہ قیامت کے روز حوض کوثر پر حاضر نہیں ہو گا۔
حضور کریم ﷺ کے جتنے صحابہ کرام ہیں حضور ﷺ ان کیلئے شفاعت فرمائیں گے۔
سہل بن عبد اللہ التستری نے کہا کہ وہ شخص جو صحابہ کرام کی تعظیم نہیں کرتا، وہ گویا رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔

ان چیزوں کا احترام جن کو حضور ﷺ سے نسبت کا شرف حاصل ہے

ہر وہ چیز جس کا حضور ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق ہو یا جس جگہ پر حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے ہوں جیسے مکہ اور مدینہ اور جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی ہو یا قیام فرمایا ہو، ان تمام چیزوں کی عزت و تکریم کرنا در حقیقت سرور عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا ہے۔
صفیہ بنت نجوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالوں کا ایک گچھا تھا جو سر کے اگلے حصہ میں تھا۔ آپ بیٹھتے اور اس کو کھولتے تو وہ بال اتنے لمبے تھے کہ زمین کو چھو لیتے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ان کو کٹوا کیوں نہیں دیتے یا منڈا کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا میں انہیں ہرگز نہیں منڈاؤں گا کیونکہ ان بالوں کو سرور عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مس کیا ہے۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی، اس میں نبی کریم ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ ایک دفعہ جنگ میں وہ ٹوپی آپ کے سر سے گر پڑی۔ آپ اپنی سواری سے نیچے اترے اور کفار کے ساتھ سخت جنگ کی یہاں تک کہ انہیں ادھر ادھر ہٹا دیا اور ٹوپی اٹھالی۔ بعض صحابہ نے آپ کی اس بات کو ناپسند کیا کہ ایک ٹوپی کیلئے انہوں نے صحابہ کی کثیر التعداد جانوں کو خطرے میں ڈالا۔ آپ نے فرمایا میں نے صرف اس ٹوپی کیلئے اتنی قربانی نہیں کی بلکہ اس میں میرے آقا و مولا ﷺ کے چند موئے مبارک تھے جن کی برکت سے ہر میدان میں مجھے فتح حاصل ہوتی تھی۔ میں نے یہ خطرہ اس لئے مول لیا کہ مبادا یہ ٹوپی ضائع ہو جائے اور اس میں حضور ﷺ کے جو موئے مبارک ہیں ان کی برکت سے میں محروم ہو جاؤں اور وہ مشرکین کے قبضہ میں نہ آ جائے۔
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے منبر کی اس جگہ پر ہاتھ پھیرتے جہاں حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے۔ اور پھر اپنے ہاتھوں کو

چہرہ پر مل لیتے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں کسی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے۔ آپ فرماتے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین پر کسی جانور پر سواری کروں جس میں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام استراحت فرما ہیں۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بہت سے گھوڑے تھے۔ آپ نے وہ تمام گھوڑے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو دے دیئے انہوں نے عرض کی اپنی سواری کیلئے ایک گھوڑا تو اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس میں اللہ کا حبیب ﷺ آرام فرما ہے۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن السلمی احمد بن فضلویہ سے، جو بڑے زاہد، مجاہد اور تیر انداز تھے، روایت کرتے ہیں کہ جب سے مجھے یہ علم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنی کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے میں نے اس کے بعد کبھی بے وضو کسی کمان کو ہاتھ نہیں لگایا۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی ردی ہے اس کو تیس درے لگائے جائیں گے اور اس کو قید کی سزا دی جائے گی۔ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے اس پاک زمین کو ردی اور غیر طیب کہا ہے جس میں رحمت عالم ﷺ آرام فرما ہیں۔

جھجاہ غفاری نے نبی کریم ﷺ کی وہ سوٹی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی، اس کو چھینا اور جب اپنے گھٹنے پر رکھ کر اس کو توڑنے کا ارادہ کیا تو لوگ چیخ اٹھے لیکن اس بد بخت نے اس کو توڑ دیا جس سے اس کے گھٹنے میں عاقلہ کی بیماری لگ گئی اور ایک سال میں ہی وہ ہلاک ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میرے منبر پر بیٹھ کر جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے واصل جہنم کرتا ہے۔

ابو الفضل الجوہری کے بارے میں مروی ہے جب وہ مدینہ طیبہ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے اور مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ جاتے تو اپنی سواری سے اترتے اور پیدل چلتے اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری ہوتا اور یہ شعر پڑھ رہے ہوتے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا   فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا

"جب ہم اس شہر کے گری ہوئی عمارتوں کو دیکھتے ہیں جس کی
محبت نے ہمیں فکر و تدبر سے محروم کر دیا ہے۔"

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً   لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نَلُمَّ بِهٖ رَكْبًا

"ہم کجاووں سے اتر جاتے ہیں اس ذات اقدس کی تعظیم و تکریم کیلئے
کیونکہ یہ بات جائز نہیں کہ اس ہستی کے شہر کی زیارت کیلئے ہم
آئیں اور اونٹوں پر سوار ہو کر۔"

دُفِعَ الْحِجَابُ لَنَا فَلَاحَ لِنَاظِرٍ   قَمَرٌ تَقَطَّعَ دُوْنَهُ الْاَوْهَامُ

"دوری کا پردہ ہمارے سامنے سے اٹھ گیا اور ہماری آنکھوں
کے سامنے چودھویں کا چاند ظاہر ہو گیا۔"

وَاِذَا الْمَطِيُّ بِنَا بَلَغْنَ مُحَمَّدًا   فَظُهُوْرُهُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

"جس وقت ہماری سواری کے جانور ہمیں اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ
میں پہنچا دیں تو ان کی پشتیں سواری کے لئے مردوں پر حرام ہو جاتی
ہیں۔"

قَرَّبْنَنَا مِنْ خَيْرِ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰى   وَلَهَا عَلَيْنَا حُرْمَةٌ وَّذِمَامٌ (1)

"ان سواریوں نے ہمیں اس ہستی کے نزدیک پہنچا دیا جو ان تمام لوگوں
سے افضل اور اعلیٰ ہے جنہوں نے زمین پر اپنے قدم رکھے اور اس وجہ
سے ان جانوروں کی عزت و حرمت ہم پر لازم ہو جاتی ہے۔"

کسی بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیدل حج کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے پیدل چلنے کی تکلیف کیوں گوارا کی؟ آپ نے فرمایا۔ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ لَا يَاْتِيْ اِلٰى بَيْتِ مَوْلَاهُ رَاكِبًا- "کہ بھاگا ہوا غلام جب اپنے مولا کے پاس آتا ہے تو اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ سوار ہو کر آئے۔" اگر میں سر کے بل چل کر آسکتا تو میں قدموں سے چل کر نہ آتا۔

ہر وہ چیز جس کی نسبت سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ہو گئی وہ اہل محبت کیلئے بہت ہی معزز و مقرب ہو گئی۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

يَادَارَ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ بِهٖ   هُدَى الْاَنَامِ وَخُصَّ بِالْآيَاتِ

"تمام رسولوں کے سردار کے شہر جس میں ایسی ہستی ہے جس سے

1۔ الشفاء، جلد 2، صفحہ 621

لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اور جس کو خصوصی معجزات عطا فرمائے گئے۔"

عِنْدِیْ لِاَجْلِكَ لَوْعَةٌ وَّصَبَابَةٌ وَتَشَوُّقٌ مُتَوَقِّدُ الْجَمَرَاتِ

"میرے دل میں اس سرزمین کیلئے شوق ہے اور محبت ہے ایسا شوق جس کی چنگاریاں جل رہی ہیں۔"

وَعَلَیَّ عَهْدٌ اِنْ مَلَأْتُ مَحَاجِرِیْ مِنْ تِلْكُمُ الْجُدْرَانِ وَالْعَرَصَاتِ

"میں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کرلی ہے کہ جب میری آنکھیں ان دیواروں اور ان میدانوں سے مشرف ہوں گی۔"

لَاُعَفِّرَنَّ مَصُوْنَ شَیْبِیْ بَیْنَهَا مِنْ كَثْرَةِ التَّقْبِیْلِ وَالرَّشَفَاتِ

"میں اپنی سفید داڑھی کو حضور ﷺ کی اس زمین کو بوسہ دے دے کر خاک آلود کردوں گا۔"

لَوْلَا الْعَوَادِیْ وَالْاَعَادِیْ زُرْتُهَا اَبَدًا وَّلَوْ سَحْبًا عَلَی الْوَجَنَاتِ

"اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں اور دشمن نہ ہوتے تو میں ہر وقت اس مقدس شہر کی زیارت کرتا رہتا اور اپنے رخساروں کو رگڑتے ہوئے وہاں پہنچتا۔"

لٰكِنْ سَاُهْدِیْ مِنْ حَفِیْلِ تَحِیَّتِیْ لِقَطِیْنِ تِلْكَ الدَّارِ وَالْحُجُرَاتِ

"لیکن میں اس شہر میں جو سکونت پذیر ہے اور ان حجرات میں جو ہستیاں تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کے تحائف پیش کرتا رہوں گا۔"

اَزْكٰی مِنَ الْمِسْكِ الْمُفَتَّقِ نَفْحَةً تَغْشَاهُ بِالْاٰصَالِ وَالْبُكُرَاتِ

"وہ صلوٰۃ وسلام جو کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں اور جو ہر شام ہر صبح کو اس فضا کو معطر کرتے رہتے ہیں، میں وہ درود شریف جو ہر وقت بڑھ رہے ہیں اور وہ سلام اور وہ برکتیں جن میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جارہا ہے، خدمت اقدس میں پیش کرتا رہوں گا۔"

کتابیات

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ	سال طباعت
القرآن الکریم			
تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	1399ھ
التفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ ہاشمیہ، میرٹھ	
تفسیر جامع البیان	محمد بن جریر طبری	مصر	
التبیان فی تفسیر القرآن	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی		
فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	دار المعرفۃ بیروت	
الجامع لاحکام القرآن	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	قاہرہ	1936ء
روح المعانی	سید محمود آلوسی بغدادی	مصر	
تفسیر فتح العزیز	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی		
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	مطبع العامرہ	1324ھ
البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین الزرکشی	مصر	1958ء
الکشاف	علامہ جار اللہ الزمخشری	مصر	1948ء
تفسیر المنار	سید رشید رضا		1368ھ
تفسیر غرائب القرآن حاشیہ	نظام الدین نیشاپوری	مصر	1329ھ
تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی		
صحیح بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری		
صحیح مسلم	ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری		
مشکوۃ شریف	ولی الدین تبریزی		
اشعات اللمعات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی		
المرقات	علامہ علی بن سلطان محمد القاری		
المرقات شرح مشکوۃ	علامہ شیخ فضل امام		
سنن ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی		
الزرقانی علی المواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	مصر	1325ھ

کتاب	مصنف	ناشر	سن
نسیم الریاض فی شرح شفاء لقاضی عیاض	احمد شفاء الدین خفاجی		1314ھ
شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی		
مکتوبات مجدد الف ثانی	حضرت مجدد الف ثانی	مکتبہ سعیدیہ لاہور	
قصیدہ بردہ شریف	شیخ شرف الدین البوصیری	تاج کمپنی لاہور	
منہج الصادقین	فتح اللہ کاشانی		
سبل الہدیٰ والرشاد	محمد بن یوسف الصالحی	قاہرہ	1927ء
الشفاء للقاضی عیاض	ابوالفضل عیاض بن موسیٰ	بیروت	
حجۃ اللہ علی العالمین	یوسف بن اسمٰعیل النبہانی	مصر	
السیرۃ النبویہ	احمد زینی دحلان	للنشر	
احیاء العلوم		بیروت	
الرسول	سعید حوی	بیروت	
شمائل رسول	ابوالفداء ابن کثیر		
السیرۃ النبویہ	ابوالحسن علی ندوی	قاہرہ	
امتاع الاسماع	تقی الدین احمد بن علی المقریزی		
قصیدہ اطیب النغم	حضرت شاہ ولی اللہ	بیروت	
حیاۃ الرسول و فضائل	علامہ یوسف نبہانی	قاہرہ	1986ء
السیرۃ النبویہ	ابن ہشام		1936ء

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے۔
قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔
پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر
خوبصورت ترجمہ ! بہترین تفسیر
ضیاء القرآن
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے
ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ لاہور